UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226063

UNIVERSAL
LIBRARY

تصانیف احمدیہ

حصہ اول جلد دوم

مشتمل بر

کتب و رسائل مذہبی

سنہ ۱۳۱۷ نوری

مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام لالہ کالب رائے چھاپہ ہوئی

سنہ ۱۳۰۴ ہجری سنہ ۱۸۸۷ ع

فہرست

کتب و رسائل جو اس جلد میں شامل ہیں

نام کتاب	نمبر صفحہ
تفسیر انجیل متی از باب اول تا باب پنجم	... ۲
رسالہ احکام طعام اہل کتاب	... ۱۳۲
الخطابات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ	... ۱۸۳

فہرست مضامین تفسیر انجیل متی

مضمون	نمبر صفحہ
مختصر تاریخ عیسائی مذہب کی مسلمانوں کے مذہب کے نکلنے تک	۲
یہودیوں کا مذہب قبل مذہب عیسوی	۳
علماء وحدت وجود کا کلام نسبت حضرت مسیح کے	۲ و ۴ و ۵
حضرت مسیح کی عمر و زمانہ وعظ	۳
حضرت عیسیٰ کے حواری	۳
حضرت مسیح کی الوہیت میں اختلاف	۴
فرقہ عنانیہ کا اعتقاد	۸
فرقہ نکولس کا اعتقاد	۸
فرقہ سرن تھیس کا اعتقاد	۹
فرقہ ابی اونیٹس کا اعتقاد	۹
فرقہ نظاریون کا اعتقاد	۱۰
فرقہ نو اُتیس کا اعتقاد	۱۰
فرقہ جوبلس کا اعتقاد	۱۰
فرقہ معتقد پال سمیو سٹا کا اعتقاد	۱۰
فرقہ نوشی شون کا اعتقاد	۱۱
فرقہ پالی بورس کا اعتقاد	۱۲
فرقہ سر می ایم کا اعتقاد	۱۲
فرقہ نوسی توشی کا اعتقاد	۱۳
فرقہ کرلی ریدیس کا اعتقاد جو حضرت مریم کو بھی خدا مانتا تھا	۱۳
حضرت متی کا حال اور انجیل کے لکھے جانے کا زمانہ اور یہ کہ وہ کس زبان میں لکھی گئی	۱۶

۱ پہلا باب

مضمون	نمبر صفحہ
حضرت عیسیٰ کا نسب نامہ اور اُس کے اختلافات	... ۲۷
حضرت عیسیٰ کی پیدائش	... ۳۷

۲ دوسرا باب

مجوسیوں کا حضرت عیسیٰ کی تلاش میں آنا	... ۴۴
یوسف کا مصر میں جانا	... ۵۶
بیت لحم میں قتل کا ہونا	... ۵۷
یوسف کا حضرت مسیح کو مصر سے واپس لانا	... ۵۸

۳ تیسرا باب

حضرت یحییٰ کا احوال	... ۶۲
حضر مسیح کا اصطباغ پانا	... ۷۸

۴ چوتھا باب

حضرت مسیح کو شیطان کا امتحان کرنا	... ۸۴
حضرت مسیح کا وعظ و نصیحت شروع کرنا	... ۹۴

۵ پانچواں باب

حضرت مسیح کا لوگوں کو اخلاقی نصیحتیں کرنا	... ۹۹

فہرست مضامین رسالہ طعام اہل کتاب

مضمون	نمبر صفحہ
بیان حلال و مباح ہونے طعام اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا مسلمانوں کے لیئے ...	۱۳۲
موجودہ انگریز اُسی مذہب اور عقیدہ کے ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہی اور جن کا طعام حلال ہی ...	۱۳۵
طعام کے لفظ میں گوشت و ذبیحہ داخل ہی ...	۱۳۸
ذبیحہ اہل کتاب کسوطرح اُنھوں نے اپنے مذہب کے موافق کیا ہو مسلمانوں کے لیئے جائز ہی ...	۱۳۹
کھانا پکانے والا کوئی ہو وہ کھانا جایز ہی ...	۱۴۶
انگریزوں کے بوتلوں کی پاکی اور ناپاکی کا ذکر ...	۱۴۹
میز پر بیٹھہ کر چھوری کانٹے سے کھانا ناجایز نہیں ...	۱۵۳
موکلت اہل کتاب کے ساتھہ جائز ہی ...	۱۶۱
اختلاط و محبت امور معاشرت میں غیر مذہب والوں کے ساتھہ جایز ہی	۱۶۱
مصلحت عام کی دلیل انگریزوں کے ساتھہ کھانا نہ کھانے میں بیہودہ ہی	۱۷۷
خاتمہ میں بیان ہی کہ مسلمان محکوموں کو عیسائی حاکموں کے ساتھہ کس قسم کا برتاؤ شرعاً لازم ہی ...	۱۸۸

فہرست مضامین خطبات احمدیہ

دیباچہ

مضمون	نمبر صفحہ
مذاهب اور اُسکي نيرنگي ...	١٨٢
مذهب کياچيز هی ؟ ...	١٨٣
سچے مذهب کے پرکهنے کا سچا اصول کيا هی ...	١٨٣
مذهب کي تمثول اور اُسکی نسبت علماء کے اختلاف کا بيان ...	١٨٥
اسلام صحيح طور پر کن مجموعه احکام کا نام هوسکتا هی ...	١٨٧
کتب سير جو آنحضرت صلعم کے حالات زندگي کي نسبت اهل اسلام نے اور عيسائيوں نے لکهيں ...	١٨٨
سر ولڈم ميور کی کتاب مسمی لايف آف محمد کا ذکر اور خطبات کے لکهنے کا سبب ...	١٩٣
ايدورڈ گبن اور جان ڈيون پورٹ کی راے نسبت اسلام ...	١٩٥

پہلا خطبہ

جزيرہ عرب کا جغرافيہ اور عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کا بيان ...	١٩٩
عرب کي حدود اربع اور اُسکي شمالی حد کي قوميت کے مطابق تعيين ...	٢٠٠
عرب کے ملک کي تقسيم بلحاظ ملک کی بغاوت کے ...	٢٠٣
عرب ميں مختلف قوموں کي تقسيم ...	٢٠٦
حضرت اسمعيل اور حضرت هاجرہ کي سکونت عرب ميں ...	٢٠٨
عرب البايدہ کا بيان ...	٢١٠
قوم عاد اولی اور حضرت هود پيغمبر کا بيان ...	٢١٥
جهوٹے قصے جو قوم عاد کي طرف منسوب هيں ...	٢١٧
قوم ثمود يا عاد ثاني اور حضرت صالح پيغمبر کا بيان ...	٢١٩
جهوٹے قصے جو قوم ثمود کي نسبت مشهور هيں ...	٢٢١
عرب العاربہ کا بيان ...	٢٢٣
ملوک عرب يعني عرب کے بادشاهوں اور اُنکي حکومتوں کا بيان ...	٢٢٨
قبائل عرب العاربہ کا بيان ...	٢٣٣
عرب المستعربہ کا بيان ...	٢٣٧

مضمون		نمبر صفحہ
بقي اسمعيل کا بيان	...	۲۴۷
حضرت ابراهيم کا حضرت اسمعيل اور حضرت هاجره کو گهر سے نکالديڻا اور اُن قصوں کی تحقيقات جو اُس سے متعلق هيں	...	۲۴۸
حضرت اسمعيل اور حضرت هاجره کا اُس مقام پر آباد هونا جهاں اب مکه آباد هی اور جهاں مکه هي کا نام تورىت ميں فاران آيا هی	...	۲۵۴
حضرت اسمعيل کے نکاح اور اُنکی بيويوں کا ذکر	...	۲۶۹
حضرت اسمعيل کا خانهٔ کعبه کو تعمير کرنا	...	۲۷۰
ذکر جو حضرت اسمعيل کی قرباني هونے کا مشهور هی	...	۲۷۱
حضرت اسمعيل کے بارہ بيٹوں اور اُنکے آباد هونے کے مقامات کا بيان	...	۲۷۳
ابراهيمي يا بقي قطوره کا ذکر	...	۲۷۸
ادومي يا بقي عيسو کا حال	...	۲۷۹
ذکر بقي ناحور	...	۲۷۹
ذکر بقي هاران	...	۲۷۹
قصه جو تورىت کے مفسروں نے غلطي سے حضرت لوط کے بيٹوں کي نسبت بيان کيا هی	...	۲۷۹
قبائل عرب کي تفصيل	...	۲۸۴
انگوزي لفظ سراسنس کي تحقيقات	...	۲۸۸
حويلهٔ هاجره پر مرلوي عنايت رسول صاحب کا لکها هوا مضمون	...	۲۹۱

دوسرا خطبه

عرب جاهليت کی رسوم اور عادات کے بيان ميں	...	۳۰۱
عرب کے بتوں کا ذکر	...	۳۰۸
حجر اسود اور خانهٔ کعبه کا ذکر	...	۳۰۹
حج کا ذکر زمانهٔ جاهليت ميں	...	۳۱۱
رسومات ازدواج	...	۳۱۲

تيسرا خطبه

عرب جاهليت کے اديان مختلفهٔ کا ذکر	...	۳۱۵
انسان بالطبع ايک مذهبي خيال پيدا کرنے پر مايل هی	...	۳۱۵
بت پرستي عرب ميں	...	۳۱۶

مضمون		نمبر صفحہ
لامذہبی بھی عرب میں تھی	...	۳۱۸
خدا پرستی		۳۱۸
مذہب صابئی	...	۳۱۹
مذہب ابراہیمی یا دیگر انبیاء عرب کا	...	۳۲۰
یہودی مذہب	...	۳۲۳
عیسوی مذہب	...	۳۲۴
اسلام کی مناسبت دیگر الہامی مذاہب سے	...	۳۲۶

چوتھا خطبہ

اسلام انسان کے ایسے رحمت ہی اور تمام انبیاء کے مذاہب کی پشت پناہ		۳۳۲
عیسائی مصنفوں کے اسباب میں اقوال	...	۳۳۲
اسلام انسان کی حالت معاشرت کے مضر نہیں ہی	...	۳۴۰
سر ولیم میور کے اعتراضوں کی تردید نسبت کثرت ازدواج	...	۳۴۰
نسبت طلاق	...	۳۴۷
نسبت غلامی	...	۳۵۶
نسبت مذہبی آزادی نہونے کے	...	۳۶۴
یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام سے فائدہ پہونچا	...	۳۷۹

پانچواں خطبہ

مسلمانوں کی کتب مذہبی یعنی — کتب حدیث — کتب سیر — کتب تفسیر — کتب فقہ کے بیان میں	...	۳۸۵

چھٹا خطبہ

مسلمانوں میں روایات مذہبی کے رواج اور اُنکی اصلیت صحت و غیر صحت اعتبار و عدم اعتبار اور اُس کے متعلق حالات میں	...	۳۹۸
اسلام میں جھوٹی روایت بیان کرنے کا امتناع اور اُس کی سزا	...	۴۰۱
روایات کے لکھنے یا بیان کرنے کا طریقہ	...	۴۰۳
درجات احادیث بلحاظ سلسلہ راویوں کے	...	۴۰۴
درجات احادیث بلحاظ معتبر و غیر معتبر ہونے راویوں کے	...	۴۰۵
راویوں کا درجہ اعتبار بلحاظ تفقہ	..	۴۰۶

مضمون	نمبر صفحہ
یہودیوں کی روایتوں کے بیان کی ممانعت نہ تھی	۴۰۷
روایات میں اختلاف ہونے کے اسباب	۴۰۷
موضوع حدیثوں کا بیان	۴۰۸
سر ولیم میور کے شبہ کا جواب	۴۱۲
جھوٹی روایتوں اور جھوٹی کتابوں جو عیسائیوں میں مروج تھیں	۴۱۷
سرولیم میور کے شبہ کی تردید نسبت اُن روایات کے جو زمانہ ہجرت کے قبل کے واقعات سے متعلق ہیں	۴۲۲
نسبت روایات بعد زمانہ ہجرت	۴۲۶
حدیث غرانیق کی تردید و تحقیق	۴۲۹
مذہب اسلام میں کذب کے جایز ہونے کی تردید اور اسبات کا اثبات کہ مقدس جھوٹ عیسائی مذہب میں جایز تھا نہ مذہب اسلام میں	۴۴۰

ساتواں خطبہ

قران مجید اور اُسکے متعلق حالات و تحقیقات میں	۴۴۷
نزول قران مجید	۴۴۷
قران مجید بروقت نازل ہونے کے لکھا جاتا تھا	۴۴۸
سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کیونکر ہوئی	۴۵۰
قران مجید کی سات قرأتوں کا ذکر	۴۵۳
آیات ناسخ و منسوخ کی بحث	۴۵۹
قران مجید کا حضرت ابوبکر کی خلافت میں جمع ہونا	۴۶۸
حضرت عثمان کی خلافت میں قران کی نقلوں کا تقسیم ہونا	۴۷۰
قران مجید کا کامل اور الہامی الاصل ہونا	۴۷۲
سرولیم میور اور دیگر عیسائی مورخوں کی غلطیاں نسبت قران مجید کے	۴۷۶

آٹھواں خطبہ

خانہ کعبہ اور اُس کے گذشتہ حالات کے بیان میں	۴۹۳
حضرت اسمٰعیل کا حجاز میں آباد ہونا	۴۹۴
حجر اسود اور قربانی کی رسم کا خاص حضرت ابراہیم سے متعلق ہونا	۴۹۶
کعبہ کا بیت العتیق ہونا	۵۰۰

مضمون	نمبر صفحہ
سر ولیم کے اعتراضوں کی تردید	۵۰۱ ...
تعمیر حضرت ابراہیم	۵۰۷ ...
تعمیر بنی جرہم	۵۰۹ ...
تعمیر عمالیق	۵۰۹ ...
تعمیر قصی	۵۱۱ ...
تعمیر قریش	۵۱۱ ...
تعمیر عبداللہ ابن زبیر	۵۱۳ ...
تعمیر حجاج بن یوسف	۵۱۶ ...
غلاف کعبہ	۵۱۹ ...
اصنام کعبہ	۵۲۰ ..
تصاویر خانہ کعبہ	۵۱۲ ...
زمزم	۵۲۲ ...
اسماء کعبہ	۵۲۳ ...
عمال کعبہ	۵۲۳ ...
واقعہ اصحاب فیل	۵۲۷ ...
نقشہ خانہ کعبہ	۵۲۷ ...

قرآن خطبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے بیان میں	۵۲۹ ...
عرب میں زمانہ جاہلیت نسب ناموں کے یاد رکھنے کا طریقہ	۵۲۹ ...
روایات کا ذکر جو آنحضرت کے نسب نامہ سے علاقہ رکھتی ہیں اور اُن کا نا معتبر ہونا	۵۳۱ ...
پانچ شخص جنھوں نے آنحضرت کا نسب نامہ لکھا یعنی بیہقی۔ ابن ہشام۔ ابن الا عرابی — برخیا کاتب الربی ارمیا نبی — الجزا	۵۳۲ ...
برخیا کے نسب نامہ کی صحت اور الجزا کے نسب نامہ کا بطور تتمہ برخیا کے نسب نامہ کے ہونا	۵۳۳ ...
مسٹر گبن کی رائے نسبت آنحضرت کے نسب نامہ کے	۵۳۹ ...
ویورنڈ مسٹر فارسٹر کی رائے نسبت آنحضرت کے نسب نامہ کے	۵۳۹ ...

مضمون نمبر صفحہ

آنحضرت کی زندگی میں آنحضرت کے نسب نامہ کی تحقیقات کیوں نہیں ہوئی اور سر ولیم میور نے جو کچھ اُسکی نسبت بیان کیا ہی اُسکی تردید ... ۵۳۹

شجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کا جس میں مولف خطبات کا نسب نامہ بھی شامل ہی ... ۵۴۱

دسواں خطبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کے بیان میں جو توریت اور انجیل میں مذکور ہیں ... ۵۴۲

قرآن مجید کی کن کن آیتوں میں آنحضرت کی بشارات توریت اور انجیل میں مذکور ہونا بیان ہوا ہی ... ۵۴۲

مسلمان عالموں کو اُن مقامات کے نشان دینے میں جو مشکلات تھیں ... ۵۴۳

توریت اور انجیل میں بشارات نبی آیندہ کی نہایت مجمل بطور معما اور چیستاں کے بیان ہوتی ہیں ... ۵۴۶

حضرت عیسیٰ کی بشارات کا اُنکی تمثیلوں میں پیش کرنا اور یہہ ثابت کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات بہ نسبت حضرت عیسیٰ کی بشارات کے بہت جلی اور روشن اور واضح ہیں ... ۵۴۶

بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو توریت میں ہیں

(۱) بشارت جو توریت کی کتاب اول باب ۱۷ ورس ۲۰ اور باب ۲۱ ورس ۱۲ و ۱۳ میں ہی ... ۵۵۰

(۲) بشارت جو توریت کی پانچویں کتاب باب ۱۸ ورس ۱۵ و ۱۸ میں ہی ... ۵۵۳

(۳) بشارت جو توریت کی پانچویں کتاب باب ۳۳ ورس ۲ میں ہی ۵۵۹

(۴) بشارت جو کتاب تسبیحات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ الغایت ۱۶ میں ہی اور جس میں لفظ محمد واقع ہی ... ۵۷۳

(۵) بشارت جو حجی نبی کی کتاب باب ۱۱ آیت ۷ میں ہی ... ۵۷۵

(۶) بشارت جو اشعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ آیت ۷ میں ہی ... ۵۷۶

مضمون | نمبر صفحہ

بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو انجیل میں ہیں

(۱) بشارت فارقلیط جو یوحنا کی انجیل باب ۱۴ ورس ۲۵ و ۲۶ اور باب ۱۶ ورس ۷ میں ہی ... ۵۷۷

(۲) بشارت جو لوقا کی انجیل باب ۲۴ آیت ۴۹ میں ہی ... ۵۸۵

(۳) بشارت جو یوحنا کی انجیل باب ۱ آیت ۲۰ لغایت ۲۵ میں ہی ... ۵۸۷

گیارھواں خطبہ

شق صدر کی حقیقت اور معراج کی ماہیت کے بیان میں ... ۵۸۸

قرآن مجید کی اُن روایتوں کا بیان جو شق صدر اور معراج سے متعلق ہیں ۵۸۸

شق صدر کا بیان ۵۸۹

معراج کا بیان ... ۵۹۲

بارھواں خطبہ

اس خطبہ میں آنحضرت صلعم کی ولادت سے بارہ برس کی عمر تک کے حالات بیان ہوئے ہیں ... ۶۱۷

تبئين الكلام

في

تفسير التوراة و انجيل على ملة الاسلام

حصة سوم

انجيل مقدس متى

از باب اول تا باب پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولفہ سنہ ۱۲۷۸ ھجري مطابق سنہ ۱۸۶۲ ع

مختصر تاریخ عیسائي مذہب کي مسلمانوں کے مذہب کے نکلنے تک

قریب زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے یہودیوں کے تین فرقے بہت کثرت سے تھے فروسي- صدوقي - اسینی - فروسي توریت کے ظاھري اور باطني دو معني کیا کرتے تھے اور توریت کے سوا کچھہ روایتیں بطور حدیث کے بھي بتاتے تھے اور صدوقي اور اسینی توریت کے سوا اور روایتوں کو نہیں مانتے تھے اور صرف ظاھري معنوں پر عمل کرتے تھے . فروسي معاد کے ھونے پر یقین کرتے تھے اور قیامت کے عذاب و ثواب کو بھي مانتے تھے اور اُس کو جسم اور جان دونوں سے متعلق سمجھتے تھے صدوقي معاد کے قایل نہ تھے اسینی قیامت کے عذاب و ثواب کے قایل تھے مگر کہتے تھے کہ صرف روح سے متعلق ھی نہ جسم سے علاوہ اس کے اُن سب کے افعال اور اعتقادات نہایت درجہ پر بگڑ گئے تھے اُن کي ایسي مثل † ھوگئي تھي جیسے اندھوں کو اندھا رھنما ھو حضرت موسی کي شریعت میں بھي بہت سي بدعتیں داخل کردي تھیں شو مرونیوں کا مذھب بھي بہت خراب تھا اور بت ‡ پرستوں کي رسمیں اُس میں داخل تھیں غرضکہ ایک ایسا زمانہ آ گیا تھا کہ روحاني تقدس کسي میں نہیں رھا تھا اس لیئے ضرور تھا کہ کوئي ایسا شخص پیدا ھو جو روحاني تقدس اور روحاني روشني لوگوں کو سکھاوے پھر وہ کوئي نہیں ھوسکتا تھا مگر وہ جو صرف روح سے پیدا ھوا ھو نہ کسي ظاھري سبب سے چنانچہ اس روحاني روشني کے چمکانے کو حضرت مسیح علیہ السلام صرف روح خدا سے پیدا ھوئے جیسا کہ نص عیسوي میں امام محي الدین ابن عربي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ھیں *

کیا مریم کے پاني اور جبرئیل کي پھونک سے	عن ماء مریم اوعن نفخ جبرین -
جو آدم خاکي کي صورت میں ھوکر آئے تھے	في صورۃ البشرالموجود من طین -
ٹھہر گئي روح ایسي ذات میں جو پاک تھي	تکون الروح في ذات مطھرۃ -
طبیعت کي باتوں سے جسکو تید خانہ کہتے ھیں	من الطبیعۃ تدعو ھا بسجین -

یعني حضرت عیسی میں ؟ —

---

† متی ۱۵ - ۱۴ - ‡ یرمیا ۲ - ۲۲ -

تھیں بلکہ روح تھی اللہ کی نہ اور کسیکی اسلیئے	روح من الله لامن غيره فلذا -
زندہ کیا مردونکو اور پیدا کیا چڑیا کو مٹی سے	احيي الموات و انشاء الطيرمن طين -
تاکہ صحیح ہو اُس کا نسب اُس کے اللہ سے	حتى يصح له من ربه نسب -
اُسی سبب سے اثر ہوتا تھا اعلی چیز یعنی انسان	به يوثر في العالي و في الدون -
اور ادنی چیز یعنی مٹی میں —	
اللہ نے پاک بنایا عیسی کے جسم کو اور پاکیزہ	الله طهره جسماً و نزهه -
کیا عیسی کی روح کو اور کیا عیسی کو ایک مثال	روحا و صيره مثلاً بتكوين -
پیدا کرنے میں —	

حضرت مسیح علیہ‌السلام کی چھبیس برس کی عمر تھی جب حضرت یحیی سے دریاے یردن میں اصطباغ پایا اور اکتیس برس کی عمر تھی جب حضرت یحیی کو ہیرودس بادشاہ نے قید کیا اور حضرت مسیح علیہ‌السلام نے وعظ فرمانا شروع کیا *

یہودیوں کی بارہ قومیں تھیں اس لیئے حضرت مسیح † نے بارہ حواری مقرر‡ کیئے مگر اُن میں سے یہودا خارج ہوا اور بعد رفع ہونے حضرت مسیح کے متدس متی بارھویں § حواری ہوئے *

یہودیوں میں ستر امیروں کی ایک مجلس تھی اور سین هدرم کہلاتی تھی اُسی تعداد کے مطابق حضرت مسیح نے ستر شاگرد اپنے منتخب کیئے تاکہ وہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کریں *

حضرت || عیسی مسیح نے صرف یہودیوں کو نصیحت کی اور یہودیوں کے سوا اور کسیکو نصیحت نہیں کی اور اپنے شاگردوں کو بھی اپنی زندگی میں یہودیوں کے سوا اور کسیکو نصیحت کرنے کو نہیں فرمایا مگر بعد کو بہت سی قومیں حضرت پر ایمان لائیں اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہوئیں *

---

† لوک ٢٢ — ٣٠ —
‡ نام بارہ حواریوں کے —
١ شمعون عرف پیٹر —
٢ اندریاہ —
٣ یعقوب بن زبدی —
٤ یوحنا بن زبدی —
٥ فلپ —
٦ برتھلمی —
٧ تھوماہ —
٨ متی باجدار —
٩ یعقوب بن الفی —
١٠ لبی عرف تھدی —
١١ شمعون کنعانی —
١٢ متی —
§ اعمال ١ — ٢٦ —
|| متی ١٠ — ٥ و ٦ ١٥ — ٢٤ —

تینتیسواں سال حضرت کي عمر کا تھا کہ یہودا اِیشکریوتي نے یہودیوں کے ہاتھہ حضرت کو گرفتار کروایا اور اُنہوں نے اپني دانست میں صلیب پر کھینچکر ہمیشہ کے لیئے مار ڈالا مگر وہ مردوں میں سے اُٹھے اور آسمان پر گئے *

حواري حضرت مسیح علیہ‌السلام کي روح قدس † سے معمور ہوکر اپنے کام میں مشغول ہوئے سب کي نصیحت ایک سي تھي اور کسي میں کچھہ اختلاف نہ تھا اگرچہ عیسائي مورخ اسبات کو قبول نہیں کرتے مگر ہم مسلمان یقین کرتے ہیں کہ سب کي تعلیم یہي تھي کہ ایک خدا کي پرستش کرو اور عیسی مسیح علیہ‌السلام کو خدا کا بیٹا یعني روح الله اور کلمة الله اور رسول الله جانو اور اُس پر ایمان لاؤ ہم مسلمانوں کے نزدیک اُن میں سے کسي کي یہہ تعلیم نہ تھي کہ باپ اور بیٹا اور روح‌القدس تینوں غیر مخلوق ہیں اور باپ اور بیٹا اور روح‌القدس تینوں خدا ہیں مگر عیسائي اُس کے برخلاف ہیں اور تعجب یہہ ہی کہ اُسي انجیل سے عیسائي وہ دیکھتے ہیں اور اُسي انجیل سے ہم یہہ پاتے ہیں *

اس میں کچھہ شک نہیں ہوسکتا کہ پہلي ہي صدي میں حضرت مسیح علیہ‌السلام کے باب میں اختلاف شروع ہوا اور یہہ اختلاف ہونا ضروري تھا پیدایش اور بڈاوت حضرت عیسیٰ علیہ‌السلام کي ایسي تھي کہ وہ خود اس اختلاف کا ہونا چاہتے تھے جو شخص اُن کي ظاهري صورت کو دیکھتا تھا وہ یقین جانتا تھا کہ وہ انسان و ابن مریم ہیں اور جب یہہ خیال کرتا تھا کہ وہ کسي ظاهري سبب سے پیدا نہیں ہوئے تو یقین کرتا تھا کہ وہ روح ہیں اور یہہ ظاهري انساني صورت صرف اس سبب سے حاصل ہوئي ہی کہ جبرئیل فرشتہ خدا کا انسان کي صورت میں خدا کا پیغام مریم پاس لیکر آیا اگر وہ اور کسي صورت میں لیکر آتا تو بلاشبہہ حضرت عیسیٰ اُسي صورت میں پیدا ہوتے اور جب کوئي شخص اُنکے اُس مقتدرانہ معجزہ کو دیکھا تھا کہ مردونکو زندہ کرتے ہیں جو خدا کا کام ہی تو اُنکو خدا اور خدا کا حقیقي بیٹا کہتا تھا پس جس شخص نے اُن کي ظاهري صورت پر نظر کیا اُس نے اُن کو نرا انسان جانا اور جس نے انساني صورت بننے کي وجہہ پر خیال کیا اُس نے اُنکو صرف روح جانا اور جس نے اُن کے معجزہ پر نظر کي اُسنے الله اور ابن الله جانا اور جس نے سب پر نظر کي اُس نے رسول الله اور کلمة‌الله اور روح الله مانا اور ان سب چیزوں کو خداے واحد سے جانا اور پھر سب کو ایک مانا جیساکہ حضرت محي الدین فرماتے ہیں *

یعني اگر نہ خدا ہوتا اور نہ هم الله کے علم — فلولاہ و لولا نا لماکان الذي کان —
میں ہوتے تو یہہ جو کچھہ کہ ہی یہہ بھي نہوتا۔

---

† اعمال ۲ — ۱ — ۴ —

پس هم بے شک بندے هیں اور بے شک اللہ همارا مالک هی —	فانا اعبد حقا و ان اللہ مولانا —
اور هم وهي تو هیں جو همارا مالک هی پهر جب تو انسان کا نام لے تو جان لے که اُسکي اصلیت کیا هی —	و انا عبدہ فاعلم اذا سألت انسانا —
پهر جب تجهکو انسان کهیں تو تو شرمندہ نهو کیونکه تجهکو تو دلیل دي گئي هی که تو اور تیرا مالک ایک هیں —	فلا تخجب بانسان فقد اعطاک برهانا —
پس جبکه تو بنظر اصل حقیقت کے خدا هی اور صرف بسبب اُس چیز کے جس کے سبب تجهکو توکهتے هیں پیدا کیا هوا بندہ هی تو تجهکو واسطے خدا کے رحمان هي هونا چاهیئے	فکن حقا وکن خلقا تکن باللہ رحمانا —
اور خدا کي مخلوقات کا بقا خدا هي سے جان اور تو روح یعني پاک اور تمام راحت هو —	و غذ خلقه منه تکن روحا و ریحانا —
پس دیے همنے خدا کو وہ چیز جس سے ظاهر هوتا هی خدا هم میں اور خدا نے وهي چیز همکو دي —	فاعطیناہ مایبدو بہ قیلا و اعطانا —
پس وہ بات جسکو وجود کهتے هیں خدا میں اور هم میں بٹ گیا —	فصار الا مر منقسما بایاہ و ایانا —
پس جو چیز که میرے دل میں جان والي هی اُس کو زندہ کیا هی جبکه همکو زندہ کیا —	فاحیاہ الذي یدري بقلبي حین احیانا —
اور هم هي تهے اللہ کے علم میں اور هم هي تهے هونے والے اور هم هي هوئے هیں —	وکذا فیه اکوانا و اعیانا و از مانا —
اور هم میں وہ چیز همیشه نهیں هی مگر اُسي نے همکو زندہ کیا هی —	و لیس بدایم فینا ولکن ذاک احیانا —

اسیواسطے همارے مذهب کے بعضے اماموں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں فرمایا هی هولا هو یعني وہ انسان هی اور انسان نهیں اگرچه عیسائي بهي ابن اللہ کے لفظ سے اُس کے لغوي حقیقي معني مراد نهیں لیتے جو عموماً اس لفظ سے سمجهے جاتے هیں بلکه حاصل اُن کے عقاید کا یهه هی که - خدا ایک هی اور وہ باپ هی اور اُس کے سوا اور

کوئي خدا نہيں مگر جبکہ خدا تعالی ازلي يعني ہميشہ سے ہی تو چاہيئے کہ اُسکي صفات بھي ذاتي ازلي ہوں اور پيدايش بھي صفات ذاتي ازلي خدا تعالے ميں سے ايک صفت ہی اُس صفت کے سبب باپ سے بيٹا يعني حضرت مسيح عليہ السلام ازل سے صادر ہوا مگر باپ کي ذات ميں يا بيٹے کي ذات ميں کچھہ تقسيم نہيں ہوئي بلکہ بيٹے کی ذات وہي باپ کي ذات ہی مگر اس سبب سے کہ باپ نے اپني الہيہ ذات کسي اور سے حاصل نہيں کي ہی بلکہ بيٹے نے اپني الہيہ ذات باپ سے حاصل کي ہی باپ کو علت ازلي اور بيٹے کو معلول ازلي کہتے ہيں اور باپ پر جدا کام اور بيٹے پر جدا کام قرار پاتے ہيں اور باپ اور بيٹے ميں بھي امتياز حقيقي ہی اور اسي سبب سے بيٹے کو باپ سے رتبہ ميں کم سمجھتے ہيں ليکن بسبب اس کے کہ دونوں کي ذات ايک ہی بيٹا وہي خدا ہی اور خدا وہي بيٹا ہی (اسي کيطرف اشارہ ہی قرآن مجيد ميں جہاں فرمايا کہ لقد کفرالذين قالو ان الله هو المسيح ابن مريم) اور اسي سبب باپ اور بيٹے کي مرضي ميں فرق نہيں بلکہ ايک ہی صرف اتني بات ہی کہ باپ کي مرضي اصلي ہی اور کسي کے پاس سے آئي ہوئي نہيں اور بيٹے کي مرضي بسبب ايک ہونے ذات کے باپ کے پاس سے آئي باپ کي بھيجي ہوئي ہی اسيطرح خدا تعالے کي ازلي صفات ميں سے ايجاد بھي ايک صفت ہی اُس ازلي صفت کے سبب باپ اور بيٹے سے کہ اُن کي ايک ہي ذات تھي روح القدس صادر ہوا مگر باپ اور بيٹے يا روح القدس کي ذات ميں کچھہ تقسيم نہيں ہوئي بلکہ روح القدس کي ذات وہي باپ اور بيٹے کي ذات ہی مگر اس سبب سے کہ باپ نے ذات الہيہ کسي سے حاصل نہيں کي اور بيٹے نے باپ سے اور روح القدس نے باپ اور بيٹے دونوں سے ذات الہيہ حاصل کي تھي باپ اور بيٹا علت ازلي اور روح القدس معلول ازلي ہوا اور اسي صفت ايجاد کے سبب روح القدس کا جدا کام ہوا اور تينوں ميں يہي حقيقي امتياز ہی اور اسي سبب سے روح القدس باپ اور بيٹے سے رتبہ ميں کم ہی ليکن بسبب متحد ہونے ذات کے روح القدس وہي خدا ہی اور اسي سبب سے باپ اور بيٹے اور روح القدس کي مرضي ميں کچھہ فرق نہيں البتہ اتني بات ہی کہ باپ کي مرضي اصلي ہی اور روح القدس کي مرضي بسبب ايک ہونے ذات کے حاصل کي ہوئي ہی — عيسائي ان تينوں کو علاحدہ علاحدہ اور غير معلول خدا نہيں مانتے بلکہ اُس کو شرک سمجھتے ہيں صرف ان تينوں ميں ايسا امتياز سمجھتے ہيں جس سے الفاظ متکلم اور مخاطب کا اطلاق ہوسکے مثلاً بيٹا کہے کہ ميں باپ پاس جاتا ہوں يا باپ نے بيٹے کو دنيا ميں بھيجا ہی مگر ايسے طرز کلام کا استعمال جائز نہيں سمجھتے جس سے وہ تميز جاتي رہے اور باپ اور بيٹے کا متحد ہونا بلا تميز کے پايا جاوے مثلاً

یوں کہنا اُن کے نزدیک صحیح ہی کہ بیٹا باپ سے ہی اور یہہ کہنا صحیح نہیں کہ بیٹا باپ ہی *

اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ در باب حقیقت عیسویہ کے ہم میں اور عیسائیوں میں کچھہ اختلاف نہیں ہی خواہ اُس کو ابن اللہ کرکر تعبیر کریں خواہ اُسکو روح اللہ کہکر بیان کریں اختلاف صرف اسقدر ہی کہ اُن میں باوجود تمیز قایم رکھنے کے اُنکو خدا مانتے ہیں اور تمیز کي حالت میں بھي خدا کہتے ہیں اور باوصف قایم رکھنے اُس تمیز کے اُنکي پرستش بجالاتے ہیں کیونکہ اُس ذات واحد مطلق کا جب کسي † چیز کے ساتھہ کسي طرح پر تعلق ہو تو اُس تعلق کي حیثیت سے اُسکي پرستش کرنا جائز نہیں بلکہ اُس ذات واحد مطلق کي بحیثیت اُس کے اطلاق یعني ہر طرح پر بے تعلق ہونے کے پرستش کرني چاہیئے جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ " تو اُسکو ‡ جو تیرا خدا ہی سجدہ کر اور فقط اُسیکي بندگي کر " پس ہم مسلمانوں کا مذہب عیسائیوں کے برخلاف یہہ ٹہرا کہ حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کو جسطرح چاہو اُسطرح مانو مگر الہیہ پرستش کا مستحق نجانو *

عیسائي مذہب میں جسقدر اختلافات ابتدا ابتدا میں ہوئے اُس کي تاریخ ہمارے پاس نہایت تاریک ہی پھر اُس اختلاف کے منشا کو اگر ہم اپني راے کے بموجب قرار دیں تو بلاشبہہ ہم غلطي میں ہیں کیونکہ جسطرح ہم اُس اختلاف کو ایک برے منشا پر قایم کرتے ہیں اُسیطرح ممکن ہی کہ ہم اُس کو ایک اچھے منشا پر قایم کریں پس جبتک کہ ہمکو خود اُنہي لوگوں کے کلام سے نہ ثابت ہو کہ اُن کا منشا اُس اختلاف میں کیا تھا اُسوقت تک ہمکو اپنے خیالات سے اُن کے اختلافات کا منشا قرار دینا ایک نا انصافي ہي نہیں ہی بلکہ ایک خیالي بات کو واقعي مان لینا ہی . اسواسطے ہر ایک فرقہ کے اختلاف کے منشا نہ بیان کرکے میں عیسائي مورخوں کي پیروي چھوڑنے کي مجھکو ضرورت پڑي پس میں ہرایک مختلف فرقہ کو اور جو اُن میں اختلاف تھا اُس کو بیان کرتا ہوں مگر اسبات کے بیان کرنے سے کہ وہ اختلاف کس منشا سے واقع ہوا چپ رہتا ہوں *

عیسائي مورخ اسبات کے قایل ہیں کہ ابتدا سے اصلي عیسائي § تثلیث کے قایل چلے آئے ہیں اور باپ اور بیٹے اور روح القدس تینوں کو خدا مانتے رہے ہیں اس فرقہ کو کیتھلک نام دیا گیا ہی یعني عام مذہب جو اصلي اور قدیم عیسائیت پر مضبوط اور مستحکم تھا . مگر مسلمان مورخ اس کے برخلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ متقدمین عیسائي خدائے یکتا کے قایل

† اعمال ۳ — ۱۵ افایسیوں ۱۹ —

‡ متی ۴ — ۱۰ —

§ فرقہ کاتھلک —

اور تثلیث نے صرف تیسری یا چوتھی صدی میں رواج پایا ہی بہر حال متفق گواہی سے اسقدر ثابت ہی کہ ابتدا ہی سے عیسائیوں میں ایسے فرقے بھی تھے جو یکمائی خدا کے قایل تھے جیساکہ اگے آنے والے بیانوں سے ثابت ہوتا ہی *

عیسائی مورخ اسبات کے قایل ہیں کہ پہلی صدی میں ایک فرقہ تھا †جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کو نہ حقیقتاً خدا مانتا تھا اور نہ حقیقتاً انسان کہتا تھا بلکہ خدا کا بیٹا (یعنی روح اللہ) اور پیغمبر (یعنی رسول اللہ) مانتا تھا *

اسمعیل ابوالفدا اپنی تاریخ میں اس فرقہ کا عانانیہ نام بتاتا ہی اور وہ لکھتا ہی کہ " اس فرقہ کا مذہب یہہ ہی کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ کی تمام نصیحتوں اور اشارات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپنے خلاف توریت کے کبھی کوئی حکم نہیں دیا بلکہ اُسیکے احکام کو مضبوط کیا اور لوگوں کو توریت ہی کی ترغیب فرمائی اور حضرت مسیح علیہ‌السلام مثل اور نبیوں کے نبی تھے جو توریت کو مانتے چلے آئے ہیں مگر یہہ فرقہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کو خدا کا بیٹا نہیں کہتا ‡ " *

عیسائی مورخوں کے بیان کے بموجب اسی صدی میں ایک فرقہ تھا جو اپی پو کلپٹی کل نکولی تنز کہلاتا تھا اور ایک اورفرقہ اسی صدی میں تھا جو نکولی ٹینز پکارا جاتا تھا اور وہ اُس شخص کے پیرو تھے جس کا نام نکولاس تھا بعضی مورخوں نے ان دونوں فرقوں کو ایک سمجھا ہی بہر حال یہہ لوگ توریت کے احکام کو مانتے تھے اور اپنے تئیں § ٹیوڈس کا جو سینٹ پال کے شاگرد تھے اور مقدس متی کا جو حواری تھے پیرو بیان کرتے تھے *

ان فرقونکا مقدس کتابوں میں ذکرھی اور اُن کی بعض غلطیاں بھی مذکور ہوئی ہیں مگر اُن میں سے کوئی بھی غلطی اعتقادات سے متعلق نہیں ہی صرف زنا کاری || اور بتوں کے چڑھاوے کے گوشت کھانیکا اعتراض ہی پھر میں نہیں سمجھتا کہ پچھلے مورخوں نے کسطرح اُن کے اعتقادات پر برخلاف مقدس کتابوں کے الزام لگایا ہی *

عیسائی مورخ بیان کرتے ہیں کہ یہہ لوگ حشر اجساد ¶ کے قایل نہ تھے اور اکثر انمیں کے کہتے تھے کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کا جسم مادی نہ تھا اور اسی سبب سے اُنھوں نے کہا کہ حضرت عیسی ہمارے لیئے صلیب پر نہیں کھینچے گئے *

---

† مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۶ دفعہ ۶ —

‡ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۹ دفعہ ۱۵ —

§ مرقوم مطبوعہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۷ دفعہ ۸ —

|| مشاهدات ۲ — ۶ و ۱۴ اعمال ۱۵ — ۱۹ —

¶ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۳۹ دفعہ ۵ و ۶ —

عیسائي مورخوں کي گواهي سے ثابت هی که یهه فرقے پهلي صدي میں بلکه دوسري صدي کے شروع تک کبهي گرجا سے جدا نهیں هوئے مگر بعد کو جدائي هوئي مونثم † صاحب اپني تاریخ میں لکهتے هیں که " جن لوگوں نے یهودي احکام شریعت کو نجات ابدي قایم رکهنے کے لیئے ضرور جانا وه پهلي صدي میں اسقدر دور نه نکل گئے تهے جس سے ایسے لوگوں سے جو مختلف طور سے خیال رکهتے تهے مذهبي میل ترکها هو البته وه بهائي گنے جاتے تهے مگر کمزور تر بهائي " *

اسي صدي میں ‡ ایک فرقه تها جو سرنتهس کی پیروي کرتا تها اُن کا اعتقاد یهه تها که حضرت عیسیٰ علیه‌السلام بهت نیک اور پاک آدمي تهے جو یوسف اور مریم سے معمولی طور پر پیدا هوئے تهے خدا تعالے نے ایک پاک روح کو جسکا نام مسیح تها فاخته کي شکل میں اُن میں ڈالدیا جب صلیب پر کهنچنے کے لیئے یهودیوں نے گرفتار کیا تب مسیح نکل کر آسمان پر چلا گیا اور یهودیوں نے اُس آدمي کو جسکا نام عیسیٰ تها مار ڈالا اس فرقه کو بهي عیسائي مورخوں نے عیسائي فرقوں میں شمار کیا هی مگر درحقیقت یهه بڑي غلطي کی هی کیونکه اس فرقه کو کافروں میں داخل کرنا چاهیئے نه عیسائیوں میں *

اسمعیل ابوالفدا ایک اور فرقه کا ذکر کرتا هی جو حضرت مسیح علیه‌السلام کو نه روح الله اور نه کلمة‌الله مانتے تهے اور نه نبی جانتے تهے بلکه ایک بزرگ اور نیک بخت آدمي خیال کرتے تهے جو معمولی طریقه سے پیدا هوا تها اور انجیل کا بطور وحي کے حضرت مسیح پر اُترنا تسلیم نهیں کرتے تهے میں کبهي رضامند نهیں هوسکتا که یهه فرقه عیسائیوں میں شمار کیا جاوے بلکه ضرور هی که کافروں میں داخل رهے *

اسي صدي میں یا دوسري صدی کے شروع میں § اي بي او نهٹس ایک فرقه تها جو حضرت مسیح علیه‌السلام کو پیغمبر خدا اور روح‌القدس سے مؤید یقین کرتے تهے مگر عیسائی مورخ بیان کرتے هیں که وه حضرت عیسیٰ کو یوسف اور مریم کا بهتا معمولي طور سے جانتے تهے اگر یهه بات سچ هو تو کسي طرح وه عیسائي فرقوں میں داخل نهیں هوسکتے بلکه کافروں میں شمار هونگے مگر میں اس میں نهایت شک رکهتا هوں که اس فرقه کے پاس اور اُس فرقه کے پاس جو نظارین یعني ناصري یا نصراني کهلاتا تها ایک سي انجیل نه تهي اور یهه خیال کرنا که وه انجیل هماري موجوده انجیل سے مختلف تهي هرگز صحیح نهیں هے کچهه شبهه نهیں هی که اُنکے پاس مقدس متی کي اصل عبراني انجیل تهي نهایت درجه پر

† مرقوم مطبوعه سنه ۱۸۶۰ ع صفحه ۵۰ — ۱۷ —
‡ مرقوم مطبوعه سنه ۱۸۶۰ ع صفحه ۳۹-۵۰ — ۱۶ —
§ مرقوم مطبوعه سنه ۱۸۶۰ ع صفحه ۷۵ — ۲ —

یہہ بات ہی کہ اُس میں پہلا باب نہ تھا مگر جبکہ نظارین اُسی انجیل سے یقین کرتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام ایک کنواری سے پیدا ہوئے ہیں تو کوئی وجہہ نہیں معلوم ہوتی کہ اي بي اونیتس کیوں اُن سے مختلف تھے بہر حال اگر اُن کا اعتقاد ایسا ہو جیساکہ نظارین کا تھا تو میں اُن کو عیسائي فرقوں میں داخل رکھنے سے رضامند ہوں *

نظارین بھي اسي زمانہ کا ایک فرقہ تھا حقیقت میں یہہ نام † کسي خاص فرقہ کا نہ تھا بلکہ عیسائي اور نظارین کے ایک معني تھے جن لوگوں کو یوناني لوگ عیسائي کہتے تھے اُنھي لوگوں کو یہودي حقارت سے نظارین یعني ناصري یا نصراني کہتے تھے یہہ فرقہ حضرت مسیح علیہ السلام کو روح اللہ اور کنواري کے پیٹ سے ہونے کا یقین کرتے تھے اور یہودي شریعت کے احکام کو ایک معتدل طور پر استعمال میں لاتے تھے ان لوگوں نے نظارین ہي اپنا نام رکھنے دیا کیونکہ حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواریوں پر بھي یہي نام رکھا گیا تھا *

ایک اور فرقہ تھا جو نوئي تس سمرنا والہ کا پیرو تھا ‡ وہ یہہ اعتقاد کرتے تھے کہ خود خدا نے جو در حقیقت یکتا اور قیاس سے باہر ہی اور جو باپ کہلاتا ہی ایک آدمي میں جو عیسی ہی اور بیٹا پکارا جاتا ہی حلول کیا تھا ان لوگوں کا نام پیٹري پیشینز رکھا گیا تھا یعني وہ لوگ جو یہہ مانتے تھے کہ خود خدا نے یکتا نے جسم انساني میں حلول کیا ہی نہ الہیت کي تین چیزوں میں سے کسي ایک چیز نے *

ایک اور فرقہ تھا جو سبیلیس کا پیرو تھا § وہ یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ خدا کي الہیت کا ایک حصہ نکل کر انسان بیٹے خدا یعني حضرت عیسی میں آملا تھا اور روح‌القدس الہیت کا ایک ویسا ہي جز ہی *

سنہ ۲۴۴ ع میں ایک اور فرقہ تھا جو بلس کي پیروي کرتا تھا || وہ یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت عیسی کا اپنے پیدا ہونے سے پہلے خدا کے سوا کچھہ وجود نہ تھا جب حضرت عیسی پیدا ہوئے تو ایک روح خود خدا سے نکلکر اُن میں آنملي کہ وہ ایک جز الہیت تھي اور اسي واسطے حضرت عیسی کي روح اور آدمیوں کي روح سے اعلی تھي *

سنہ ۲۶۹ ع میں ایک اور فرقہ تھا جو پال سیموستا والے کي پیروي کرتا تھا ¶ اُن کا یہہ اعتقاد تھا کہ بیٹا اور روح‌القدس خدا میں اسطرح پر تھے جیسے انسان میں عقل اور قوت متحرکہ اور عیسی صرف آدمي پیدا ہوئے تھے مگر باپ کي دانائي اُن میں اُتري اور اسی

† موہم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۷۵ — ۲ —
‡ موہم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۱۰ — ۱۲ —
§ موہم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۱۱ — ۱۳ —
|| موہم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۱۱ — ۱۴ —
¶ موہم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۱۲ — ۱۵ —

سبب سے ممکن ہی کہ عیسی کو خدا کہہ سکیں گو ٹھیک مناسبت نہو حاصل یہہ کہ ان لوگوں نے خدا کو یکتا ہی مانا اور بیٹے کا اور روح کا ہونا بھی مانا یہہ فرقہ پالی نیز کہلاتا ہی *

جو لوگ تثلیث کے قائل تھے اُن میں ایک اور فرقہ تھا جو نووی شین کہلاتا تھا † اُنکے اصول اور کاتھلک کے اصول مذہب میں کچھہ فرق نہ تھا صرف اتنا تفاوت تھا کہ یہہ فرقہ اُن لوگوں کو جو بعد عیسائی ہوجانے کے اُن اعتقادات میں مبتلا ہوتے تھے جنکو ان لوگوں نے غلط ٹھہرا رکھا تھا تو پھر اُنکو اپنے گرجا میں داخل نکرتے تھے مگر نجات سے نا اُمید بھی نرکھتے تھے یہہ لوگ کیتھوی یعنی پاک لوگ کہلاتے تھے ان کا یہہ قاعدہ تھا کہ کیتھلک والے جو ان کے فرقہ میں آتے تھے اُنکو دو بارہ عیسائی کرتے تھے اور اصطباغ دیتے تھے *

عیسائی مورخوں کا قاعدہ ہی کہ جو لوگ الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام سے انکار کرتے ہیں اُن سب کو ناسٹک کا لقب دیتے ہیں اور جو لوگ خدا میں تین چیزوں کے ہونے کا انکار کرتے ہیں اُنکو یونی ٹیرین کہتے ہیں یعنی یکتائی خدا کے ماننے والے اور جو لوگ تثلیث کے قایل ہیں اُنکو ٹرینی ٹیرین کہتے ہیں اور کرشچن یعنی عیسائی ان ہی لوگوں کو جانتے ہیں *

ان تینوں صدیوں میں تثلیث کی سب باتوں کی نسبت کوئی کافی تصفیہ نہوا تھا ‡ اسلیئے چوتھی صدی میں یعنی سنہ ۳۱۷ ع میں تثلیث کے باب میں ایک بہت بڑا جھگڑا اوٹھا اب تک صرف اتنی بات مانی گئی تھی کہ باپ اور بیٹے میں ایک اصلی تفاوت ہی اور اُن دونوں میں اور روح قدس میں بھی ایک اصلی تفاوت ہی یعنی الوہیت میں تین جدی جدی چیزیں ہیں مگر ان تینوں چیزوں میں جو آپس میں علاقہ ہی اور جو اصلی تمیز ہی اُس پر کچھہ بحث نہوئی تھی مصر کے اور اُس کے قرب و جوار کے عیسائی اوریجن کے قول کی پیروی کرتے تھے اُس کا قول یہہ تھا کہ بیٹا خدا میں ایسا تھا جیسیکہ انسان میں عقل اور روح قدس بجز الہیہ قوت کے جس سے معجزے ہوتے تھے اور کچھہ نہ تھی اگر اس قول میں کچھہ تاویل نہ کیجاوے تو یہی ظاہر ہوتا ہی کہ الوہیت میں جو تین چیزیں ہیں اُن میں کچھہ تمیز یا علاحدگی نہیں ہی جیسیکہ سبلنز کا مذہب ہی *

الکندریہ شب سکندریہ نے اس سے اختلاف کیا § اور یہہ ٹھہرایا کہ بیٹا نہ صرف ویسا ہی درجہ رکھتا ہی جیسا کہ باپ رکھتا ہی بلکہ اصلیت میں بھی اُس کی برابر ہی *

---

† مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۱۲ — ۱۷ و ۱۸ —

‡ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ ع صفحہ ۱۶۰ — ۹ —

§ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۰ — ۱۰ —

مگر ایریس نے جو اُسي گرجے کا ایک عہدہ دار تھا الگذنڈر کے قول کو نہ مانا اور یہہ کہا کہ بیٹا باپ سے بالکیہ اصلیت میں جدا ھی بلکہ وہ خدا کي مخلوقات میں جنکو خدا نے بغیر کسي چیز کے پیدا کیا تھا نہایت عمدہ اور سب سے اول مخلوق ھی اور اُس کے ذریعہ سے تمام دنیا کو پیدا کیا اسلیئے باپ سے اصلیت میں اور درجہ میں دونوں میں کم تر ھی اور نسبت روح قدس کے جو اُسکي راے تھي وہ اچھي طرح معلوم نہیں *

یہہ اختلاف بہت بڑہ گیا اور یوسیبیس بشپ نکو میڈیا کا اور آژر بہت مشہور اور ذي استعداد عالم ایریس کي راے کے شریک ہوگئے اسلیئے سنہ ۳۲۵ع میں شہنشاہ کانسٹین ٹین یعني قیصر قسطنطین نے مقام نئیس واقع بتنھیا میں گرجے کي کونسل مقرر ھونے کا حکم دیا اس کونسل میں ایریس کي راے رد کي گئي اور یہہ مانا گیا کہ عیسیٰ باپ کي اصلیت کے برابر ھی اور سب کو حکم ھوا کہ جو اس کونسل نے اعتقاد ٹہرایا ھی اُسي کو قبول کریں مگر سنہ ۳۳۰ ع میں پھر ایریس اور اُس کے اعتقادات کا نشو و نما شروع ھوا یہاں تک کہ سنہ ۳۵۷ ع میں بعہد بادشاھت کانسٹین ٹین کے لیئے ہیریس رومي پوپ کو جبراً اسي عقیدہ پر لایا گیا مگر سنہ ۳۶۴ع میں نئیس کي کونسل والا عقیدہ شہنشاھوں کي مدد سے پھر چمک گیا *

کونسل نئیس کے بعد ایریس والے فرقہ میں بھي باھم اختلاف ھوگیا تھا † اور یہہ سبب زیادہ تر اُن کي مغلوبي کا ھوا بعضوں نے اُن میں سے صاف صاف بیان کیا کہ بیٹا باپ سے پیدا نہیں ھوا اور نہ کسي چیز میں سے بنایا گیا بعضوں نے یہہ قرار دیا کہ بیٹا خدا باپ سے اصلیت میں مشابہت رکھتا ھی خاصیت میں مشابہت نہیں رکھتا مگر صرف جلال میں بعضوں نے کہا کہ عیسی نہ اصلیت میں نہ اور باتوں میں مشابہ ھی یعني کسي بات میں باپ سے مشابہت نہیں رکھتا ھی *

ان فرقوں کے مقابلہ کو ایک اور نیا فرقہ پیدا ھوا ‡ جو بشپ اپال لي نیرس کا تابع تھا اُنھوں نے یہہ عقیدہ ٹہرایا کہ عیسی نے صرف ایک ایسا انساني جسم اختیار کیا تھا کہ جسمیں ظاھري جان یعني روح حیواني تو تھي مگر فہم نہ تھي یعني نفس ناطقہ نہ تھا الہي خاصیت بطور نفس ناطقہ اُس میں ملگئي اس قول کا نتیجہ یہہ ھوا کہ الہي خاصیت نے جسم انساني میں حلول کیا تھا *

سنہ ۳۴۳ میں ایک اور فرقہ پیدا ھوا جو فوتي نس بشپ سرمي ام کے پیرو تھے § اُسنے

---

† مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۶ — ۱۶ —

‡ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۷ — ۱۷ —

§ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۸ — ۱۹ —

یہہ اعتقاد کیا کہ عیسی مسیح کنواري مریم سے روح قدس کے ذریعہ سے پیدا ہوا اور ایک الہیہ نور جسکو وہ لفظ پکارتا ہی اُس میں شامل ہوگیا اور اس سبب سے کہ وہ لفظ عیسی انسان سے مل گیا تہا عیسی کو خدا اور بیٹا خدا کا کہا جاتا ہی اور روح قدس صرف ایک قوت ہی جو خدا سے نکلي ہی نہ کسي جسم سے مگر یہہ فرقہ بہت زیادہ پھیلنے نہیں پایا اور سنہ ۳۷۲ ع میں فوتي نس جلاوطني کي حالت میں مرگیا *

سنہ ۳۶۰ ع میں میسي دونیس نے ایک اور فرقہ کي بنیاد ڈالي † جو نیومي ٹومیشي کہلاتا ہی اُسنے بیان کیا کہ روح قدس ایک الہیہ قوت ہی جو دنیا میں پھیلائي گئي ہی اور روح قدس باپ اور بیٹے سے کوئي جدا چیز نہیں ہی *

چوتھي صدي کے اخیر میں ایک فرقہ پیدا ہوا ‡ جو کولي ري ڈینس پکارا جاتا ہی ان لوگوں نے باپ اور بیٹے کے سوا حضرت مریم کو بھي خدا مانا تہا *

ان جھگڑوں کے سوا پانچویں صدي میں ایک اور نیا جھگڑا برپا ہوا § اور یہہ خیال کیا گیا کہ پنچیلي بحثوں سے یہہ بات تو طی ہوگئي کہ عیسی حقیقت میں خدا تہا اور حقیقت میں انسان بھی تہا مگر اسباب میں کہ یہہ دونوں خاصیتیں کسطرح شامل ہوئیں اور اُنکا نتیجہ کیا ہی کچھہ بحث نہیں ہوئي اور نہ کوئي فیصلہ کونسلوں کا اسباب میں ہی اس لیئے بعض عیسائي اسطرح پر گفتگو کرتے تھے جس سے پایا جاتا تہا کہ ابن اللہ اور ابن آدم میں بہت فرق ہی اور عیسی میں دو جسم ہیں اور بعضی عیسائي ابن اللہ اور ابن آدم کو ملاتے تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام میں دونوں خاصیتوں کو شامل کرکر ایک مرکب خاصیت بناتے تھے نستوریس نے پہلي راے کي طرفداري کي اور جو لوگ اُسکے مطیع ہوئے اُنکا نام نستوریلز ہوگیا اس تنازع سے پہلے بعضے عیسائي حضرت مریم علیہ السلام کو خدا کي ماں کہا کرتے تھے مگر اس فرقہ نے حضرت مریم کو خدا کي ماں کہنا چھوڑ دیا اور حضرت مریم کو عیسی کي ماں کہا کیونکہ نہ خدا پیدا ہوسکتا ہی نہ مر سکتا ہی پس صرف بیٹا انسان مریم سے پیدا ہوا تہا *

پھر اس فرقہ میں بھي باہم اختلاف تہا || بعضے کہتے تھے کہ جس طور سے عیسي کي دونوں خاصیتیں ملي ہوں بالکل نامعلوم ہی بعضے کہتے تھے کہ بجز اس کے کہ خدا کي مرضي اور اُس کي شان اور کام مل گئے ہیں اور کچھہ نہیں ملا ہی مگر یہہ نا اتفاقي چند روز

† مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۶۸ — ۲۰ —
‡ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۷۰ — ۲۵ —
§ مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۱۹۹ — ۵ —
|| مرقوم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۰۳ — ۱۲ —

میں جاتي رهي اور یہہ قرار پایا کہ حضرت عیسی میں دو جسم هیں ایک الٰہیہ جو خدا هی اور دوسرا انساني جو جسم عیسی هی ان دونوں سے ایک شکل بني هی اور یہہ شمول حمل کے لحظہ سے هوا اور یہہ کبھي ختم نہوگا کیونکہ یہہ شمول جسموں کا سا شمول نہ تھا بلکہ صرف مرضي اور محبت کا شمول تھا اس لیئے عیسی کو خدا سے جو عیسی میں اس طرح پر تھا جیسیکہ اپنے معابد میں خبر داري سے تمیز کرنا چاهیئے اور مریم کو خدا کي ماں نہ کہنا چاهیئے بلکہ عیسی کي ما کہنا چاهیئے *

سنہ ۴۴۸ ع میں یوتائي چس † نے گویا حضرت مسیح کي انسانیت سے انکار کیا اور یہہ کہا کہ عیسی میں صرف ایک خاصیت هی یعني خاصیت خدا جو اُس میں اوتار هوا هی یعني خدا نے اُس میں حلول کیا هی اور سنہ ۴۴۹ ع کي کونسل میں جس کو شہنشاہ تھیوڈوسیس نے جمع کیا تھا یہہ مذهب ایک حکمت سے فتحمند هوگیا مگر سنہ ۴۵۱ ع کي کونسل میں جس کو شہنشاہ مارسین نے بنام کیسلي دن جمع کیا تھا پھر مغلوب هوا اور یہہ بات تصفیہ پا گئي کہ عیسی مسیح میں ایک جسم هی تاهم دو علحدہ علحدہ خاصیتیں هیں جو نہ کسي طرح سے مرکب یا باهم آمیز هیں *

چھٹي صدي میں درباب جسم حضرت عیسی علیہ‌السلام کے سکندریہ میں ایک اور جھگڑا برپا هوا ‡ جو لین هیلي کار نیسس والے نے سنہ ۵۱۹ ع میں یہہ راے قایم کي کہ الٰہیہ خاصیت نے عیسی کے جسم میں حمل کے لحظہ سے اپنے تئیں اسطرح شامل کیا تھا کہ اس جسم نے اپني خاصیت کو تبدیل کیا اور انساني خرابیوں سے وہ جسم آزاد هوگیا جو لوگ اس راے کے پیرو تھے کي اي نستس کہلاتے تھے *

مگر ان میں بھي تین فرقے هوگئے تھے دو فرقے اس سوال پر کہ آیا عیسی کا جسم پیدا هوا تھا یا پیدا نہوا تھا متفق نہ تھے اور تیسرا فریق یہہ کہتا تھا کہ عیسی کا جسم خرابي اور زوال انساني سے البتہ آزاد نہ تھا مگر بہ سبب الٰہیہ خاصیت کے اثر کے حقیقت میں اُسکو زوال یا خرابي نہ آئي جو لوگ جو لین کي راے سے متفق تھے ایف تھارٹوڈوسیٹي اور ڈوسیٹي اور فین تي سي الستي اور میني شیز پکارے جاتے تھے کسواسطے کہ اُن کي راے سے یہہ نتیجہ نکلتا تھا کہ عیسی نے حقیقت میں نہ اذیت اُٹھائي اور نہ بھوک کي خواهش معلوم کي اور نہ سویا اور نہ انسان کي دیگر خواهشوں کو عمل میں لایا مگر یہہ کہ عیسی صرف ظاهر میں ایسا معلوم هوا کہ گویا اُسنے اذیت اُٹھائي اور سویا اور بھوک اور پیاس وغیرہ معلوم کي *

---

† مرقوم معاصرہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۰۴ — ۱۳ —

‡ مرقوم معاصرہ سنہ ۱۸۹۰ع صفحہ ۲۳۷ — ۸ —

بعضوں نے ان دونوں راؤں کے سوا تیسری راے اختیار کي اور کہا کہ حضرت عیسیٰ نے انسان کي تمام معمولي باتوں کو درحقیقت سہا مگر یہہ اس سبب سے نہ تھا کہ اُس میں الہیہ خاصیت کا اثر نہ تھا بلکہ اُسنے اپني مرضي سے ان سب باتوں کو اختیار کیا تھا *

فرقہ کوب تیکولي نے † یہہ بھي راے دي کہ عیسیٰ الہیہ کي خاصیت جسطرح تمام چیزوں پر آگاہ ھی اسیطرح اُسکي انساني خاصیت بہت سي چیزوں سے ناواقف ھی اُن پر الزام دیا گیا کہ وہ لوگ الہیہ خاصیت کو جہالت میں شریک کرتے ھیں *

فرقہ ٹري تھي استس ‡ نے یہہ کہا کہ خدا میں تعداد کي رو سے تین چیزیں علاحدہ علاحدہ ھیں اور سب کاملیت میں برابر ھیں اور کوئي عام علامت اصلیت کي ملي ھوئي نہیں ھی *

فرقہ دیمي اي نستس الہیہ خاصیت میں اور باپ اور بیٹے اور روح قدس کے تین جسموں میں تمیز کرتے تھے یعني وہ ھر ایک جسم کے خود اور خاصیت میں خدا ھونے سے منکر تھے بلکہ یہہ کہتے تھے کہ ایک نامنقسم شرکت کي روسے جس میں ھر ایک خدا تھا یہہ تین جسم ایک عام الہیت رکھتے تھے اور باپ اور بیٹے اور روح قدس پر جسموں کا اطلاق کرتے تھے اور جو کچھہ کہ اُن جسموں میں عام شي تھي اُسکو خدا اور اصلیت اور خاصیت کہتے تھے *

یہہ اختلافات جن کا اثر اُس چیز پر پہونچتا تھا جس سے نجات ابدي حاصل ھوتي ھی ایسے بڑھ گئے تھے کہ اُن کا اصلي اور سچي بات پر ختم ھونا بغیر اس کے کہ خدا کي طرف سے کچھہ ھدایت ھو ممکن نہ تھا اسلیئے ضرور ھوا کہ وہ نبي جسکا ذکر موسیٰ نے کیا اور جس کي خبر عیسیٰ نے دي ظاھر ھو اور ان تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے اور سب کو راہ راست بتاوے چنانچہ سنہ ۶۱۲ ع میں وہ آخري نبي ظاھر ھوا جس نے تمام اندھیروں کو اوجالا کیا اور جسطرح پر سچائي سے خدا اور حضرت عیسیٰ علیہ‌السلام پر ایمان لانا چاھیئے اُسکو بتایا اور جو ھدایت اور روشني کہ وہ نبي لایا اُس کا بیان اُس کلام الہي کي تفسیر میں جو جامع عہد عتیق و عہد جدید ھی کیا جاویگا مگر اب ھم انجیلوں کي تفسیر شروع کرتے ھیں *

اللھم صل و سلم دایما ابدا علی نبیک خیرالخلق کلھم

† مرشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۳۷ — ۹ —

‡ مرشم مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صفحہ ۲۳۸ — ۱۰ —

متھي کي انجيل

انجيل کا لفظ آوين جل يوناني لفظ کا معرب هی يهه لفظ بهي اصل ميں اين جل لاطيني زبان کا تها اور اس کے معني پيغامبر کے تهے يونانيوں نے اس کے اول ميں اي هو کا لفظ اور بڑهايا جو مقابل دس انگريزي لفظ کے هی اور جس کے معني هيں اچها يا خوش پرانے انگريزي قاعدہ ميں حرف يو اور حرف وي ايک هي گنا جاتا تها اس سبب سے يهه تمام لفظ آوين جل پڑها جانے لگا اور اُس کے معني هوئے خوشخبري اور انجيل اُس کا معرب هی *

اور جو که حضرت مسيح نے ملکوت السموات کي خوشخبري سنائي اور تمام گنهگاروں کو راہ نجات دکهلائي اسليئے اس کتاب کا انجيل يعني خوشخبري نام هوا قرآن ميں جهاں يهه لفظ آيا هی اُس سے کتاب حضرت عيسيٰ عليهٗ السلام مراد هی *

حضرت عيسيٰ عليهٗ السلام کے حواري اور نيز چاروں انجيل لکهنے والے اور انجيل کا وعظ کرنے والے آوين جلست کهلاتے هيں اور يهه لفظ اعمال حواريين اور نامه هاے حواريين ميں تيس جگهه آيا هی جن کے † نشان حاشيه پر ثبت هيں اور اُن سب جگهه انجيل کا وعظ کرنے والے مراد هيں *

آوين جل کا لفظ فارسي استعمال ميں بهت هي خراب هوگيا هی اور اُنگليوں کے لفظ سے استعمال هوا هی جيسيکه مولوي روم صاحب فرماتے هيں *

اويمان ميکرد بااينشان براز * سرانگليوں و زنار و نماز

مقدس متی اس انجيل کے لکهنے والے هيں اور جناب مسيح عليهٗ السلام کے حواري انگريزي ميں ميتهيو آپ کا نام لکها جاتا هی اور هماري زبان ميں متی ‡ يا ميتهي آپ کا عرف § ليوي هی اور الفي آپکے باپ کا نام هی اور جاول کے رهنے والے هيں جو صوبه کنعان کے شمال ميں واقع هی حضرت مسيح عليهٗ السلام پر ايمان لانے سے پهلے يهوديه کے ملک ميں خراج تحصيل کرنے کي خدمت پر مامور تهے حضرت مسيح نے اُنکو باج گاہ پر بيٹهے ديکها اور فرمايا که ميرے پيچهے هولے وہ اُٹهه کر حضرت کے پيچهے هوليئے اور بارہ حواريوں ميں داخل هوئے اور جناب حضرت مسيح عليهٗ السلام کے آسمان پر جانيکے بعد || انجيل کے پهلانے ميں مصروف هوئے اور يهه بات که آپکا انتقال کهاں هوا اور کب هوا اور کيونکر هوا کچهه تحقيق نهيں هی *

---

† اعمال ٢١ — ٨ — انس يرن ٣ — ١١ تمتهي دوم ٣ — ٥ —

‡ متی ٩ — ٩ —

§ مارک ٢ — ١٤ —

|| اعمال ١ — ١٣ —

اس انجیل کا کوئی نسخہ جو اصل کہا جاوے سوائے یونانی نسخہ کے اب موجود نہیں ہی معلوم ہوتا ہی کہ اکثر متقدمین علماے مسیحی کا یہہ قول تھا کہ یہہ انجیل در اصل عبرانی زبان میں لکھی گئی جو اب موجود نہیں اور یونانی میں اُسکا ترجمہ ہوا ہی مگر بعد کو اس میں اختلاف پڑ گیا اب ہارنصاحب اور اور علماء متاخرین † مسیحی کا مختار قول یہہ ہی کہ یہہ انجیل عبرانی اور یونانی دونوں میں لکھی گئی اور یہہ یونانی انجیل وہی اصل نسخہ ہی مگر ہم لوگ یقین کرتے ہیں کہ یہہ انجیل در اصل عبرانی میں لکھی گئی اور یہہ یونانی انجیل اصل نہیں ہی بلکہ عبری کا ترجمہ ہی اور اُس کی دلیلیں یہہ ہیں *

عن عایشہ رضي الله عنها و هذه قطعة من الحدیث الطویل و کان (ای ورقة ابن نوفل) امرأ تنصر فی الجاهلیة و کان یکتب الکتاب العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة ماشاءالله ان یکتب رواہ البخاري —

پہلي دلیل بخاري میں حضرت عایشہ رضي الله عنها سے ایک بہت بڑي حدیث منقول ہی اُس میں کا ٹکڑا یہہ ہی کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزي زمانہ اسلام سے پہلے عیسائي ہوگئے تھے اور وہ عبراني لکھنا جانتے تھے اور لکھتے تھے انجیل کو عبراني میں جسقدر کہ خدا لکھواتا تھا *

اور جبکہ یہہ بات ثابت ہی کہ مقدس متی کے سوا اَوْر کوئي انجیل عبراني میں نہ تھي تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متی کي انجیل در اصل عبراني میں تھي *

دوسري دلیل مقدس متي نے جس انداز پر اپني انجیل لکھي ہی خود اُسي سے ثابت ہوتا ہی کہ یہودي ایمانداروں کے لیئے لکھي گئي کیونکہ مقدس متي نے تمام انجیل کو اگلے پیغمبروں کي اُن پیشین گوئیوں سے مقابلہ کیا ہی جوکہ یہودیوں کے پاس موجود تھیں تاکہ یہودي اسبات کو جانیں کہ یہہ وہي مسیح ہیں جن کي خبر اگلے پیغمبر دیتے آئے ہیں چنانچہ چند مقام بطور تمثیل کے اس جگہہ نقل ہوتے ہیں *

پہلي مثال مقدس متي نے اپني انجیل میں سب سے اول حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب نامہ لکھا تاکہ معلوم ہو کہ یہہ وہي داؤد کي شاخ ہی جس کي خبر ارمیا نبي نے دي تھي *

دوسري مثال مقدس متی نے حضرت مسیح کے پیدا ہونے کا بالتخصیص ‡ ذکر کیا جس سے اگلے نبیوں کي یہہ پیشین گوئي پوري ہوئي کہ دیکھو ایک کنواري حاملہ ہوگي اور ایک بیٹا جنے گي *

تیسري مثال اسیطرح حضرت مسیح کي بیت § لحم میں پیدا ہونے کا ذکر کیا تاکہ

---

† دیکھو تفسیر هتري واسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۵۲ ع جلد ۵ صفحہ ۱ —

‡ متی ۱ — ۲۳ —

§ متی ۲ — ۶ —

وہ پیشین گوئی پوری ہو جو اگلے نبیوں کی معرفت کہی گئی تھی کہ اے یہودیا کی زمین بیت لحم تو یہودیا کے بڑے شہروں میں ہرگز چھوٹا نہیں ہی کیونکہ تجھہ میں سے ایک بادشاہ نکلیگا جو میرے اسرائیل لوگوں کی پرورش کریگا *

چوتھی مثال اسیطرح اسبات کا اشارہ کیا † کہ مسیح وہی ہی جسکی پیشین گوئی یشعیاہ نبی نے کی کہ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہی کہ تم خدا کے رستہ کو بناؤ اور اُس کی شاہ راہوں کو درست کرو *

پانچویں مثال اور اسیطرح یہہ بھی فرمایا ‡ کہ جب یسوع نے سنا کہ یحیی کرفتار ہوا تو جلیل کو چلا گیا اور ناصرت کو چھوڑکر کفر ناحوم میں زبولون اور نفتالی کی سرحدوں میں جو دریا کے کنارہ پر ہی آکر رہا اسیطرح جو یشعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہوا کہ زبولون اور نفتالی کی زمین یعنی جلیل عوام جو دریا کے کنارہ پر یردن پار ہی اُسی زمین کے لوگوں نے جو اندھیرے میں بیٹھے تھے روشنی دیکھی اور اُن پر جو موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے روشنی ظاہر ہوئی *

چھٹی مثال اور اسیطرح بیان فرمایا § کہ جب شام ہوئی اُسکے پاس بہتیرے دیوانوں کو لائے اور اُس نے بات سے دیوؤں کو دور کیا اور بیماروں کو چنگا کیا پس اس سے وہ جو یشعیاہ نبی کی معرفت سے کہا گیا کہ اُس نے تو ہماری کم زوریاں لے لیں اور تمام بیماریاں اُٹھا لیں پورا ہوا *

ساتویں مثال اور اسیطرح یہہ || بیان فرمایا کہ یہہ سب باتیں یسوع نے اُن جماعتوں سے تمثیلوں میں کہیں اور بن تمثیل کے وہ اُن سے بولتا نہ تھا اُس سے وہ بات جو نبی کی معرفت کہی گئی کہ میں تمثیلوں میں بات کہونگا اور وہی چیزیں جو دنیا کی بنیاد سے پوشیدہ ہیں ظاہر کرونگا پوری ہوئی *

آٹھویں مثال اسیطرح حضرت مسیح کے گدھے پر ¶ چڑھنے کا ذکر کیا تاکہ اس ماجرے سے جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ صیون کی بیٹی سے کہہ دیکھہ تیرا بادشاہ فروتنی سے گدھے پر بلکہ گدھے کے بچہ پر سوار ہوکر تیرے پاس آتا ہی *

علاوہ ان مثالوں کے جو کچھہ حال حضرت مسیح کی زندگی اور موت کا مقدس متی نے لکھا ہی سبکو اگلے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں اور یہودیوں کی کتاب سے مطابقت دی ہی

† متی ۳ — ۳ —
‡ متی ۴ — ۱۲ الغایت ۱۶ —
§ متی ۸ — ۱۶ ، ۱۷ —
|| متی ۱۳ — ۳۴ ، ۳۵ —
¶ متی ۲۱ — ۴ ، ۵ —

اور اس طرح سے هر ایک بات مطابقت دیکر لکھنا دلیل اس بات کي هی که یهه انجیل اُنهي لوگوں کے لیئے لکھي گئي جو عهد عتیق کي کتابوں پر ایمان رکھتے تھے اور اُن پیشین گوئیوں کو مانتے تھے اور اُن کي کتاب میں وہ پیشین گوئیاں موجود تھیں اور وہ لوگ بجز یہودیوں کے اور کوئي نه تھے اور وہ لوگ عموماً وهي زبان جانتے تھے جو یہودیوں میں مروج تھي اور مقدس متی خود بھي جلیلي تھے اور وهي زبان رکھتے تھے پھر کسیطرح نهیں هوسکتا که مقدس متی نے یہودي زبان چھوڑکر یوناني زبان میں انجیل لکھي هو کچھه شک نهیں که یهه یوناني انجیل جو اب موجود هی عبراني انجیل کا ترجمه هی *

تیسري دلیل بهت سے علماء متقدمین عیسائي کا قول هی که متی کي انجیل دراصل عبراني میں لکھي گئي تھي چنانچه اُن اقوال کو جهاں تک مجھے دستیاب هوئے هیں اس مقام پر نقل کرتا هوں *

قول اول اریئیس † کا قول هی که متی نے یہودیوں کے لیئے اپني انجیل عبري میں لکھي جن دنوں پولس اور پطرس روم میں وعظ کرتے تھے *

قول دوم پي پیس ‡ کا قول هی که متی نے انجیل عبراني میں لکھي اور هر کسي نے اپني لیاقت کے موافق اُس کا ترجمه کیا *

قول سوم یوسي بیس § کا قول هی که متی نے عبرانیوں میں وعظ کرکر جب اور قوموں میں جانے کا ارادہ کیا تو اُن کي زبان میں اُنکو انجیل لکھکر دے گیا اور پین تي نس || جب انڈیا یعني حبش میں آیا اُس نے وهاں عبراني ایک نسخه انجیل متی کا پایا جو وهاں کے لوگوں کو برنو لما حواري سے پھونچا تھا اور اُس وقت سے اُن کے پاس محفوظ تھا اور بموجب قول سینٹ جیروم کے پین تي نس اُس نسخه کو وهاں سے اسکندریه میں لایا مگر لارڈنر یوسي بیس کے اس قول کو تسلیم نهیں کرتے *

اریجن ¶ نے جو قول یوسي بیس کے نقل کیئے هیں وہ تین هیں اول یهه که متی نے یہودي ایمانداروں کو عبري میں انجیل دي دوسرے یهه که متی نے اول انجیل لکھي اور عبرانیوں کو دي تیسرے یهه که متی نے عبرانیوں کے لیئے انجیل لکھي جو منتظر اُس کے تھے جو هونے والا تھا ابراهیم اور داؤد کي نسل سے *

---

† تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ ع جلد ۲ صفحه ۱۷۰ —

‡ دیکھو لارڈنر کي تفسیر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۱۱۹ —

§ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۹۵ —

|| دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۲۱۷ —

¶ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعه سنه ۱۸۲۹ع جلد ۲ صفحه ۵۷۳ —

قول چہارم اِتھہ نی سیش † کا قول ھی کہ متی نے اپنی انجیل یرو شالم میں لکھی تھی اور بعثوت خداوند کے بھائی نے اُس کا ترجمہ کیا (یعنی یونانی میں) *

قول پنجم سرل ‡ کا قول ھی کہ متی نے انجیل عبری میں لکھی تھی *

قول ششم اپی فانیس § کا قول ھی کہ متی نے وعظ کیا اور اپنی انجیل عبرانی میں لکھی اور وھی صرف لکھنے والا عہد جدید کا ھی جس نے اُس زبان کا استعمال کیا *

قول ھفتم سینٹ جیروم || کا قول ھی کہ متی نے یہودیہ میں یہودی ایمانداروں کے لیئے انجیل عبرانی میں لکھی اور سایۂ آئین کا ساتھہ انجیل کے نہیں ملایا اور اتھی سینٹ نے اپنی فہرست مورخین میں لکھا ھی کہ متی نے اپنی انجیل یہودیہ میں یہودی ایمانداروں کے لیئے عبری زبان میں اور عبری حرفوں میں لکھی اور یہہ بات کہ اُس کا ترجمہ یونانی میں ھی اور یہہ بات کہ کسنے اُس کا ترجمہ یونانی میں کیا تحقیق نہیں علاوہ اس کے کتب خانہ سزیریا میں جس کو پیمفلس شہید نے بڑی جانفشانی سے جمع کیا تھا وہ نسخہ عبری موجود ھی اور میں نے باجازت ناصریوں کے جو بریا ضلع سریا میں رھتے تھے اور اُس نسخہ عبری کا استعمال کرتے تھے ایک نقل لی *

قول ھشتم آکسٹائن ¶ کا قول ھی کہ ان چاروں میں سے متی ھی صرف کہا گیا ھی کہ اُس نے عبری میں انجیل لکھی اور باقیوں نے یونانی میں *

قول نہم کریزاسٹم * نے لکھا ھی کہ متی کے بدرخواست یہودی ایمانداروں کے اپنی انجیل عبری میں لکھی *

قول دھم اسی دور ⸸ کا قول ھی کہ ان چاروں میں سے متی نے صرف عبرانی میں انجیل لکھی اور باقیوں نے یونانی میں *

ھارن صاحب †† نے اُن لوگوں کے نام جو اس انجیل کے عبرانی الاصل ھونے کے قایل ھیں اس طرح پر لکھے ھیں *

---

† دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعہ سنہ ۱۸۲۹ع جلد ۴ صفحہ ۱۶۵ —

‡ ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۷۴ —

§ ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۸۷ —

|| ایضاً جلد ۴ صفحہ ۴۳۹ و صفحہ ۴۴۱ —

¶ دیکھو تفسیر لارڈنر مطبوعہ سنہ ۱۸۲۹ ع جلد ۴ صفحہ ۵۳۸ —

* ایضاً جلد ۴ صفحہ ۵۳۸ —

⸸ تفسیر لارڈنر مطبوعہ سنہ ۱۸۲۹ع جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ —

†† ھارن صاحب کی کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ع جلد ۴ —

۱	بلومائن	۹	هارود	۱۷	گاست
۲	گرو تیس	۱۰	اوتن	۱۸	میکائلس
۳	کا سابن	۱۱	ڈاکٹر کین ہل	۱۹	ارنوبیس
۴	مشب ڈالٹن	۱۲	ایچ کلارک	۲۰	اوریجن
۵	بشپ ٹامالائن	۱۳	سائمن	۲۱	سرل
۶	ڈاکٹر کیو	۱۴	تلي مفت	۲۲	ایچ فانیس
۷	هیمنڈ	۱۵	پري تیس		
۸	ڈاکٹر مل	۱۶	دیوپن		

کریزاستم اور سینٹ جیروم اور اور علماء کے نزدیک مختار قول پي پیس کا هی که یهه انجیل عبراني میں لکهي گئي *

تفسیر ڈائلي اور رچرڈ † میں لکها هی که پچهلے زمانه میں بڑا اختلاف تها که کس زبان میں یهه انجیل لکهي گئي اور بهت قدماء صراحة کہتے هیں که متی نے انجیل اپني عبراني زبان میں جو اُس کے زمانه میں ملک فلسطین میں بولي جاتي تهي لکهي هی اور اس قسم میں قول متفق علیه قدما کا (یعني یهه که انجیل عبري زبان میں تهي) قول فیصل گنا جاوے *

جو لوگ که اس انجیل کا عبراني الاصل هونا نهیں مانتے وه کئي دلیلیں اس کي بیان کرتے هیں *

اول یهه که اگرچه متی کي انجیل در حقیقت فلسطین کے رهنے والوں کے لیئے لکهي گئي مگر اُس زمانه میں یوناني زبان فلسطین میں جاري تهي اور مانند ملکي زبان یهودي کے عام استعمال میں تهي پهر کچهه ضرورت نهوئي که فلسطین زبان میں یعني عبراني یا ارمیفیازبان میں لکهي جاتي *

مگر یهه دلیل نهایت ضعیف هی اول تو یهه که جب مقدس متی کي خود عبري زبان تهي اور اُنهوں نے یهه انجیل یهودي ایمانداروں کےلیئے لکهي اور جن پیشین گوئیوں پر وه ایمان و اعتقاد رکهتے تهے هر جگهه اُن کا موازنه کیا اور وه پشین گوئیاں بهي عبراني میں اُن کے پاس تهیں تو کچهه ضرورت نهیں معلوم هوتي که مقدس متي نے اپني زبان کو اور جن لوگوں کے لیئے یهه انجیل لکهي تهي اُن کي زبان کو اور اُس پیشین گوئیوں کي زبان کو جسکي بنیاد پر یهه انجیل لکهي ان سب کو چهوڑکر نئي زبان یعني یوناني زبان میں انجیل لکهتے *

† دیکهو تفسیر ڈائلي و رچرڈ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحه ۱ —

دوسرے یہہ کہ جس زمانہ میں یہہ انجیل لکھي گئي اُس زمانہ میں فلسطین ایک صوبہ روم کي سلطنت کا تھا اُس وقت کے حاکموں کي اثالین یعني رومي زبان تھي اگرچہ اُس زمانہ میں بہت سے لوگ یونان کے اطراف فلسطین میں آ رہے تھے مگر یہہ بات کسي طرح ثابت نہیں ہی کہ اُس زمانہ میں یوناني زبان مثل ملکي زبان فلسطین کے عام استعمال میں آ گئي تھي اور ایسي مروج ہوگئي تھي کہ مقدس متی کو خاص یہودیوں کے لوئے انجیل لکھنے میں بھي ضرورت ملکي زبان کے استعمال کي نرھي ہو پس یہہ دلیل محض ناکافي ہی اور اُن علماء متقدمین اور متاخرین کے قولوں کا اور اُن بڑي بڑي دلیلونکا جو اس انجیل کے عبري ہوئے پر ہیں کبھي مقابلہ نہیں کرسکتے *

تیسري دلیل اس انجیل کے عبرائي نہ ہونے پر یہہ بیان ہوتي ہی کہ یوناني انجیل میں کوئي ایسا نشان نہیں پایا جاتا جس سے اُس کا عبراني ترجمہ ہونا پایا جاوے *

مگر یہہ دلیل اُس پہلي دلیل سے بھي کمزور ہی کیونکہ یوناني انجیل میں چند جا عبراني لفظ آئے ہیں اور پھر اُن کا ترجمہ یوناني میں کیا ہی *

مثلاً باب ۱ ورس ۲۳ میں لفظ عما نوئیل آیا ہی اور پھر اُس کا ترجمہ یوناني میں لکھا ہی کہ ہمارے ساتھہ خدا *

یا مثلاً باب ۲۷ ورس ۴۶ میں یہہ فقرہ آیا ہی الوھي الوھي لما صافختناني اور پھر اُسکا ترجمہ یوناني میں لکھا ہی کہ اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں تونے مجھے چھوڑدیا ہی*

علاوہ اس کے اور کئي جگھہ اسیطرح پر عبراني لفظ آیا ہی اور اُس کا یوناني میں ترجمہ کیا ہی اور یہہ دلیل ہوسکتي ہی کہ اصل کتاب عبراني تھي *

اگرچہ ممکن ہی کہ کوئي کتاب در اصل یوناني میں لکھي جاوے اور اُس میں دوسري زبان کے نام یا جملے لئے جاویں اور پھر اُن کا ترجمہ بھي یوناني میں لکھا جاوے مگر یہہ امکان اُسوقت تسلیم کیا جاتا ہی جب یہہ ثابت ہو جاوے کہ وہ کتاب در اصل یوناني ہي میں لکھي گئي تھي نہ عبراني میں مگر جبکہ برخلاف اسکے ثابت ہوگیاھو کہ وہ کتاب دراصل عبراني میں لکھي گئي تھي اور پھر اُس کا ترجمہ یوناني میں ہوا ہی تو پھر اسطرح پر عبراني الفاظ اور جملوں کا بجنسہ نقل کرکر اور اُن کا ترجمہ کرنا دلیل اسبات پر ہی کہ وہ عبراني کا ترجمہ ہی *

اگرچہ متی کے سوا اور انجیلوں میں بھي عبراني لفظ اور اُن کا یوناني ترجمہ آیا ہی مگر یہہ بات ہماري دلیل کے برخلاف نہیں ہوسکتي کیونکہ اُن انجیلوں کا عبري الاصل ہونا ثابت نہیں ہوا ہی پھر اُن میں ابتداءً عبراني لفظ کا آنا اور پھر اُن کا ترجمہ کرنا کچھہ بعید نہیں ہي علاوہ اس کے مقدس متی کي انجیل سب سے پہلي انجیل ہی اور اُسکا یوناني

ترجمہ بھي بہت جلد ہوا يعني اور انجيلوں کے مرتب ہونے سے پيشتر اسليئے اور انجيل نويسوں نے جب يوناني ميں انجيل لکھي تو اُنہوں نے بہ پھروي اُسي يوناني ترجمہ کے اپني يوناني انجيلوں ميں بھي عبراني لفظ اور اُنکا يوناني ترجمہ داخل کيا *

چوتھي دليل بعض † علماء مسيحي نے اس انجيل کے عبراني الاصل ہونے کے انکار کرنے سے پہلے اسبات کو قبول کيا ہی کہ اگلے زمانہ کي گفتگو سے يہہ بات تو ہر طرح ثابت ہی کہ بہت ابتدا زمانہ ميں ايک کتاب متی کي انجيل کے نام سے يا يہوديوں کي انجيل کے نام سے عبراني يا ارمينيا زبان ميں موجود تھي مگر يہہ بات کہ يہہ انجيل جو اب موجود ہی وھي متی کي انجيل ہی جسکا اگلے زمانہ ميں تذکرہ رہا ہی ثابت نہيں ہی جن منتقدمين نے اُس کي طرف اشارہ کيا ہی اُن سب نے اُس کو نہيں ديکھا اور اگر اُنہوں نے ديکھا بھي ہو تو بڑے بڑے علماء مسيحي ميں سے اکثر اُس کي صحت نہ ٹہرا سکے ہونگے کيونکہ وہ عبراني سے نا واقف تھے *

اور اسيطرح وہ علماء مسيحي اسبات کا اقرار کرتے ہيں کہ بہت سے منقق حالات سے ثابت ہی کہ يہہ متی کي انجيل بالتخصيص اُني اونيٹز يا منتقدمين يوني ٹيرينز (يعني منکران تثليث) کے استعمال ميں تھي اور اس انجيل کے حوالے جو بعض پرانے مصنفوں کي کتابوں ميں پائے جاتے ہيں وہ اس خيال کو مضبوط کرتے ہيں کہ وہ ايک ايسي تاليف تھي جو بے غور يعني جلد اور جھوٹي بنائي گئي تھي اور مختلف فرقوں ميں سے اُس فرقہ کي راے کي تقويت دينے کو بنائي تھي جو اصول مذھب سے مخالفت رکھتے تھے (يعني انکار تثليث کرتے تھے) اور اُسکا رواج دينے کو اور اعتماد بڑھانيکو متی کي انجيل کے نام سے مشہور کرديا تھا *

اگرچہ اس دليل سے ہمارا مطلب يعني عبراني ميں متی کي انجيل کا ہونا بخوبي ثابت ہوتا ہی مگر جو شبہے کہ متی کي عبراني انجيل پر اس ميں مذکور ہيں وہ نہايت بودے اور بہت ہي ضعيف ہيں *

اگر علماء کبار مسيحي بسبب نا واقفيت عبراني زبان کے اُسکي صحت ٹھرانے سے معذور رہے ہوں تو اُسکي صحت پر کوئي شبہہ نہيں پڑسکتا اسليئے کہ اگلے زمانہ ميں تمام علماء مسيحي صرف يوناني ترجمہ کے پابند تھے يہاں تک کہ کتب عہد عتيق باوجوديکہ عبراني ميں موجود تھيں مگر اگلے علماء مسيحي صرف يوناني ترجمہ کو کام ميں لاتے تھے اور تمام مسيحي چرچ ميں وھي يوناني ترجمہ مستعمل تھا اور اصل عبري نسخہ پر کسيکو توجہ ہي نہ تھي چنانچہ ہارن صاحب ‡ کي کتاب ميں يہہ مطلب بہت شرح و بسط سے مندرج

† ديکھو ہيوبل پر اي ڈي صاحب کا سيکارڈ پيڈيا مطبوعہ سنہ ۱۸۵۵ ع صفحہ ۳۹۵ کالم ۳ —

‡ ديکھو ہارن صاحب کي کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ ع جلد ۴ —

هی پس یہی وجہہ هی کہ علماء مسیحی نے اول اول صرف یونانی ترجمہ کو استعمال میں رکھا اور اصل عبری نسخہ پر متوجہہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ وہ عبرانی نسخہ کمیاب ہوگیا اور آخر کو جاتا رہا پس علماء مسیحی کا اُسپر متوجہہ نہونا اُسکی صحت پر شبہہ نہیں ڈال سکتا *

یہہ سچ هی کہ وہ عبرانی نسخہ ابی اونیٹز یا متقدمین یونی ٹیریز میں مستعمل تھا جو تثلیث کے منکر تھے اور اُس نسخہ سے اُنکی راے کی تقویت نکلتی ہوگی مگر اس یونانی انجیل سے بھی تثلیث ثابت نہیں ہوتی شاید اُس نسخہ اور اس یونانی موجودہ نسخہ میں اتنا فرق ہو کہ بسبب اختلاف زبان و محاورہ کے اس موجودہ نسخہ میں جو ابہام هی وہ اس میں نہوگا (اگرچہ اس یونانی ترجمہ سے بھی وحدانیت خدا تعالی کی بخوبی روشن هی) پھر ابی اونیٹز یا متقدمین یونی ٹیریز کی راے کا اُس نسخہ سے تقویت نکلنا کوئی دلیل اُس نسخہ کے مشتبہ ہونے کی نہیں هی *

اگرچہ اس بات پر کوئی صاف اور صریح شہادت نہیں هی کہ یہہ انجیل جو اب موجود هی وهی متی کی انجیل هی جو عبرانی میں لکھی گئی تھی اور جسکا اگلے زمانہ میں تذکرہ رہا هی مگر اسپر بھی کوئی دلیل نہیں هی کہ یہہ موجودہ انجیل اُس عبرانی انجیل کا ترجمہ نہیں هی اور دونوں کی تعلیمات میں اختلاف تھا نسبت تثلیث کے هم ابھی بیان کرچکے کہ اس یونانی انجیل سے بھی تثلیث ثابت نہیں ہوتی پس جیسی اُس کے لیئے کوئی شہادت نہیں هی ویسی هی اس کے لیئے بھی کوئی شہادت نہیں هی کہ یہہ موجودہ انجیل اُس عبرانی انجیل کا ترجمہ نہیں هی *

اس بات کی تقویت کے لیئے کہ مقدس متی نے اپنی انجیل صرف عبرانی میں لکھی نہ یونانی میں بعض علماء مسیحی کے اقوال بھی موجود ہیں *

اپی فینیس کا قول هی کہ متی نے انجیل کو عبرانی میں لکھا تھا نہ یونانی میں جیسیکہ بعض قایل ہیں کہ متی نے دونوں زبان میں انجیل کو لکھا هی *

ریو صاحب اپنی تاریخ انجیل میں لکھتہ ہیں کہ یہہ بات غلط هی کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ متی نے انجیل یونانی میں لکھی تھی اسلیئے یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں اور اسیطرح بہت مرشدوں عیسائی نے لکھا هی کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی نہ یونانی میں *

اسبات کا تحقیق کرنا کہ وہ اصل عبرانی نسخہ کب جاتا رہا نہایت مشکل هی مگر همارے مذہب کی کتابوں سے اسقدر پایا جاتا هی کہ چھٹی صدی تک بعد حضرت مسیح کے وہ نسخہ موجود تھا اور بموجب قول پین ٹی نس کے جسے جیروم نے نقل کیا سزیریا

کے کتب خانہ میں موجود تھا اور بعض علماء مسیحی کے نزدیک بعد تباہی یروشلیم کے وہ نسخہ جاتا رہا *

وقت تالیف اس انجیل میں بھی بڑا اختلاف ہی ہارنصاحب † لکھتے ہیں کہ تالیف انجیل کا وقت ایسا غیر معین ہی کہ ایک وقت معین قرار نہیں پاسکتا پھر حال زمانہ تالیف اس انجیل کے جو مذکور ہیں وہ یہہ ہیں کہ یہہ انجیل سنہ ۳۷ یا سنہ ۳۸ یا سنہ ۴۱ یا سنہ ۴۳ یا سنہ ۴۸ یا سنہ ۶۱ یا سنہ ۶۲ یا سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ عیسوی میں تالیف ہوئی ہی *

اس انجیل کے زمانہ تالیف کے اختلاف کا ایک یہہ بھی سبب ہی کہ یہہ انجیل پہلی دفعہ عبرانی میں لکھی گئی پھر یونانی اُس کا ترجمہ ہوا اور اس دو دفعہ کی تحریر میں زیادہ تر وقت تحریر انجیل کو اختلاف میں ڈالدیا مگر میرے نزدیک صحیح یہہ بات ہی کہ یہہ عبرانی انجیل پانچ برس بعد رفع ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر یعنی سنہ ۳۷ یا سنہ ۳۸ عیسوی میں لکھی گئی اور اسی قول کو اس باب میں قول فیصل قرار دینا چاہیئے *

اسباب میں بھی یہہ کہ ترجمہ اُس کا یونانی میں کس نے کیا کوئی تحقیق بات نہیں ہی ہمارے ہاں کی مذہبی کتابیں اس امر میں چپ ہیں بعضے علماء مسیحی کا بھی یہہ قول ہی کہ معلوم نہیں کہ کس نے ترجمہ کیا مگر خود متی کا ترجمہ کرنا یا لکھنا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے صحیح نہیں ہی اتنی سیش کا یہہ قول ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ متی نے عبری میں انجیل لکھی اور یعقوب متی کے بھائی نے اُس کا ترجمہ یونانی میں کیا اس قول سے انکار کرنے کے لیئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہی اس لیئے یہی قول ہم تسلیم کرتے ہیں *

بعض لوگوں نے جن کا دل روح القدس کی روشنی سے محروم تھا اس انجیل سے انکار کیا ہی فاسٹس جو اخیر چوتھی صدی میں تھا کہتا ہی کہ یہہ انجیل جو متی کی طرف منسوب ہی اُن کی تصنیف نہیں ہی اور پروفسر بائر جرمنی ایک بہت بے ادبی کا کلمہ اس انجیل کی نسبت کہتا ہی جسکو بلحاظ ادب میں نہیں لکھ سکتا شیوز اور شلتش بھی پکا اعتقاد اس انجیل کی نسبت نہیں رکھتے تھے مگر یہہ تمام اقوال ہمارے نزدیک ملحدانہ ہیں یہہ انجیل اول الاناجیل ہی اور بہت ابتدا زمانہ سے مشہور چلی آتی ہی تمام کلیسی اور تمام چرچ اور تمام علما برابر مانتے چلے آئے ہیں متعدد شرحیں اسکی لکھی گئیں اور اکناف عالم میں مشہور ہوئیں اسلیئے یہہ انجیل صحاح اناجیل میں داخل ہی اور ہم لوگ اس پر ذرا بھی شک نہیں رکھتے *

---

† دیکھو ہارنصاحب کی کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۲۹ ع جلد ۴ حصہ ۲ باب ۲ =

ڈاکٹر ولیمس اور چھاپنے والے انجیل فرقہ یونی تیرین کہتے ھیں کہ پہلا باب اور دوسرا باب اس انجیل کا الحاقی ھی اور ابی اونیٹز کی انجیل میں یہہ دونوں باب نہ تھے مگر یہہ خیال اُن کا محض غلط ھی تمام انجیل کے پڑھنے سے ثابت ھوتا ھی کہ مقدس متی نے اس انجیل کو اس انداز پر لکھا ھی کہ یہودیوں پاس جو اگلے پیغمبروں کی پیشین گوئیاں تھیں اُنکو حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام حالات پیدایش اور زندگی سے مقابلہ کردیا جاوے اسواسطے ضرور تھا کہ مقدس متی اسبات کو بھی ثابت کرتے کہ عیسی مسیح داؤد و ابراھیم کی نسل سے پیدا ھوئے اور کنواری لڑکی نے اُن کو جنا پھر کسطرح پہلا اور دوسرا باب اس انجیل کا الحاقی ھوسکتا ھی غالباً فرقہ ابی اونیٹز کی انجیل میں یہہ دونوں باب نقل ھوئے سے رہ گئے ھونگے *

بعض نسخوں ترجمہ لاطینی میں جو ایک معتبر نسخہ ھی نسب نامہ کو انجیل سے علاحدہ کردیا ھی مگر اُس سے یہہ بات ثابت نہیں ھوتی کہ نسب نامہ الحاقی ھی بلکہ ترجمہ کرنے والے نے نسب نامہ کو ایک جدا بات سمجھی ھی اور جہاں سے مطلب شروع ھوا وھاں سے انجیل قرار دی ھی *

پہلا باب

۱ — یسوع مسیح کا نسب نامہ ۱۸ اُس کی پیدایش کی بات *
۱ — یسوع مسیح ابن داؤد † ابن ابراهیم ‡ کا نسب نامہ § *

تفسیر

مقدس متی نے مسیح کو داؤد کا بیٹا اور داؤد کو ابراهیم کا بیٹا لکھا حالانکہ داؤد مسیح کے اجداد میں اور ابراهیم داؤد کے اجداد میں ہوسکتے ہیں مگر چونکہ مقدس متی کو اس انجیل کا یہودیوں کے لیئے لکھنا منظور تھا اور اُنپر ثابت کرنا تھا کہ اشعیاہ || نبی اور یرمیاہ ¶ نبی نے جو خبر داؤد کی سلطنت اور داؤد کی شاخ اُتھنے کی دی تھی وہ یہی مسیح ہیں اسلیئے نسب نامہ کے سرے ہی پر داؤد کی شاخ ہونا جتلایا اور * ابراهیم کے خاندان سے جو برکت دینے کا وعدہ تھا اُسکا نمونہ بتلایا اور پوتے کو دادا کے نام سے بتلانا رواج کے بھی خلاف نہ تھا پس مسیح کو داؤد کا بیٹا اور داؤد کو ابراهیم کا بیٹا کہنا صحیح ہوا *

ہماری مذهبی کتابوں سے حضرت مسیح کا ابراهیم کی اولاد اور بنی اسرائیل سے ہونا پایا جاتا ہی اور یہہ بات اسطرح نکلتی ہی کہ اللہ تعالی نے سورہ انعام میں فرمایا ہی کہ ابراهیم کی اولاد میں ہیں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور هارون اور زکریا اور یحیی اور عیسی اور الیاس اور سورہ مریم میں حضرت مریم کو اولاد هارون کی بہن فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام حضرت ابراهیم کی اولاد میں سے اور بنی اسرائیل ہیں *

سورۃ الانعام آیت ۸۴ و ۸۵
ومن ذریۃ داؤد و سلیمن وایوب و یوسف و موسی وهارون وکذلک نجزی المحسنین و زکریا ویحیی و عیسی و الیاس کل من الصالحین —

یہہ نسب نامہ جو مقدس متی نے لکھا وہ حضرت مریم کا نسب نامہ نہیں ہی بلکہ یوسف کا نسب نامہ ہی جن کے ساتھہ حضرت مریم کا منسوب ہونا لکھا ہی اور تمام ⸸ علماء مسیحی بھی اسبات کے قایل ہیں کہ یہہ نسب نامہ یوسف کا ہی نہ مریم کا اور جبکہ

† متی ۲۲ — ۴۵ —
‡ پیدایش ۲۲ — ۱۸ —
§ لوقا ۳ — ۲۳ — —
|| اشعیاہ ۹ — ۶ و ۷ —
¶ یرمیاہ ۲۳ — ۵ —
* پیدایش ۱۲ — ۳ ۲۶ — ۳ و ۵ ۲۸ — ۱۳ و ۱۴ —
⸸ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ لغایت ۱۷ —

حضرت مسیح یوسف سے پیدا نہیں ہوئے تو یہہ سوال ہوتا ہی کہ اس نسب نامہ کے لکھنے سے اگلے پیغمبروں کی وہ پیشین گوئیاں کہ عیسی مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا کیونکر صادق آتی ہیں ؟ *

مگر اسکا جواب یوں ہوسکتا ہی کہ مقدس متی نے یہہ انجیل یہودیوں کے لیئے لکھی تھی اور یہودی حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا (جو اُن کے اصلی باپ نہ تھے بلکہ نسبتی باپ خیال کیئے گئے تھے) سمجھتے تھے اور حضرت مسیح کا نسب نامہ خواہ یوسف سے کہو خواہ حضرت مریم سے جیساکہ مقدس لوقا نے لکھا ہی دونوں طرح میں حضرت داؤد آپ کے اجداد میں آتے ہیں پس اگلے پیغمبروں کی پیشین گوئیاں ہر طرح پر ثابت ہوتی تھیں اس لیئے مقدس متی نے یوسف سے نسب نامہ لکھا تاکہ یہود اسبات پر یقین کریں کہ جس طرح وہ سمجھتے ہیں اگر اُسیطرح حضرت مسیح کا نسب نامہ خیال کیا جاوے تو بھی اگلی پیشین گوئیاں حضرت مسیح علیہ‌السلام ہی پر صادق آتی ہیں *

---

۲ ابراہیم کا بیٹا اسحاق † اور اسحاق کا بیٹا یعقوب ‡ اور یعقوب کے بھائی یہوداہ § اور اُس کے بھائی *

۳ اور یہوداہ کے بیٹے تامر سے || فارص اور زارح اور فارص کا بیٹا حصرون ¶ اور حصرون کا بیٹارام *

تفسیر

یہاں تک یہہ نسب نامہ عہد عتیق کی کتابوں کے بالکل مطابق ہی چنانچہ جو حوالے حاشیہ پر ثبت ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہی مگر ایک بحث اس مقام پر ہی کہ تا مار سے پرص کیونکر پیدا ہوا اُسکا ذکر ہم لکھتے ہیں *

کتاب پیدایش کے باب ارتیسویں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہوداہ اپنے پہلونٹے بیٹے عیر کے لیئے ایک عورت بیاہ لایا جسکا نام تامار تھا جب عیر مرگیا تو یہوداہ نے اپنے دوسرے بیٹے اونان کو کہا کہ اپنے بھائی کی جورو کے پاس جا اور اپنی بھاوج کا حق ادا کر جب اونان بھی مرگیا تو یہوداہ نے تامار سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر میں بیوہ بیٹھے جب تک کہ شیلاہ

---

† پیدایش ۲۱ — ۲ —

‡ پیدایش ۲۵ — ۲۶ —

§ پیدایش ۲۹ — ۳۵ —

|| پیدایش ۳۸ — ۲۹ —

¶ راعوث ۴ — ۱۸ —

تیسرا بیٹا بڑا ہو یہوداہ نے خیال کیا کہ ایسا نہو کہ وہ بھی اپنے بھائی کی طرح مرجاوے پس تامار اپنے باپ کے گھر میں جارہی اس عرصہ میں یہوداہ کی جورو بھی مرگئی اور جب وہ اُسکا غم بھولا تو تمناث کو اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کو چلا تامار کو خبر ملی کہ اُسکا سسرا اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کو تمناث جاتا ہی تامار نے اپنی بیوگی کے کپڑے اوتار پھینکے اور برقع اوڑھا اور اپنے کو لپیٹا اور عینیم کے ناکہ پر جو تمناث کے راستہ پر ہی جا بیٹھی کیونکہ اُس نے دیکھا تھا کہ شیلاہ بڑا ہوا اور اُسے اُس کی جورو نکردیا یہوداہ اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسبی ہی کیونکہ وہ اپنا منہہ چھپائے ہوئے تھی وہ راہ سے اُس کی طرف پھرا اور اُس سے کہا کہ چلیئے اور مجھے اپنے ساتھہ خلوت کرنے دیجیئے کہ اُسنے نجانا کہ یہہ میری بہو ہی وہ بولی تو جو میرے ساتھہ خلوت کریگا مجھے کیا دیگا وہ بولا کہ میں گلے میں سے بکری کا ایک بچہ بھیجونگا اُس نے کہا تو مجھے جب تک اُسے بھیجے کچھہ گروی دیگا وہ بولا میں تجھے کیا گروی دوں وہ بولی اپنی مہر اور اپنا بازوبند اور اپنا عصا جو تیرے ہاتھہ میں ہی اُس نے دیا اور اُس کے ساتھہ خلوت کی اور وہ اُس سے حاملہ ہوئی قریب تین مہینہ بعد یہوداہ سے کہا گیا کہ تیری بہو تامار نے زنا کیا اور اُسے چھنالے کا حمل بھی ہی یہوداہ بولا کہ اُسے باہر لاؤ کہ وہ جلائی جاوے جب وہ نکالی گئی اُسنے اپنے سسر سے کہلا بھیجا کہ مجھے اُس مرد کا حمل ہی جس کی یہہ چیزیں ہیں اور کہا کہ دریافت کیجیئے کہ یہہ مہر اور بازو بند اور عصا کسکا ہی تب یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھہ سے زیادہ صادق ہی کیونکہ میں نے اُسے اپنا بیٹا شیلاہ نددیا *

اس واقعہ کی نسبت بیبل کے تمام عیسائی مفسر † خیال کرتے ہیں کہ یہوداہ نے تامار سے زنا کیا اور پرص حرام سے پیدا ہوا اور اُسیکی نسل میں حضرت مسیح علیہ السلام ہیں پھر اس اعتراض کے دفع کرنے کو کہ ایسا پاک اور مقدس شخص جسیکہ حضرت مسیح ہیں کسطرح ایسی ناپاک نسل میں ہوئے یہہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ‡ مسیح میں خود ذاتی تقدس تھا پھر پرص کی اس ناپاک پیدایش سے اُنکی ذات اور تقدس میں کچھہ نقص نہیں آتا *

مگر ہم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ نہیں ہم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ ہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام آباء اور تمام امہات ولدالحرام ہونے کی ناپاکی سے پاک اور بری ہیں قران مجید میں اللہ تعالی نے خبر دی ہی کہ حضرت مریم کے باپ اور ماں زنا کی ناپاکی سے پاک تھے اور یہہ خبر جو قران مجید میں ہی بے شک صحیح ہی عیسائی مفسروں نے کتاب پیدایش کے اڑتیسویں باب کے مطلب سمجھنے میں غلطی کی کیونکہ

سورہ مریم آیت ۲۸
یا اخت ہارون ماکان ابوک امرأسوء وماکانت امک بغیا

† اسکاٹ ڈائلی رٹ مینٹ ہنسن —
‡ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۱ پیدایش ۳۸ — ۱۱ لغایت ۳۰ —

اس واقعہ سے جو اوپر مذکور ہوا یہوداہ کا ولدالحرام ہونا ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ جب تک یہہ بات ثابت نہو کہ یعقوب کی شریعت میں بہو سسرے پر حرام تھی اُسوقت تک یہوداہ کا ولدالحرام ہونا نہیں ہوسکتا اور یہہ بات آج تک ثابت نہیں ہی یعقوب کی شریعت میں بہت سی چیزیں حلال تھیں جو موسی کی شریعت میں حرام ہوئیں مثلاً یعقوب کی شریعت میں دو بہنوں سے اُنکی زندگی میں نکاح کرنا درست تھا جیسکہ حضرت † یعقوب نے خود لیاہ اور راخیل دختران لابان سے نکاح کیا مگر موسی ‡ کی شریعت میں دو بہنوں سے ایک ساتھہ نکاح کرنا حرام ہوا پس بلاشبہہ موسی کی شریعت میں بہو سسرے پر حرام ہی مگر یہہ ثابت نہیں کہ یعقوب کی شریعت میں بھی بہو سسرے پر حرام تھی *

معلوم ہوتا ہی کہ یعقوب کی شریعت میں خاندان کی بیوہ عورت اُسی خاندان میں رہتی تھی § اور اپنے دیور کا حق ہوتی تھی اور اگر بیوہ کا سسرا بیوہ کے دیور کو نہ دیتا تھا تو وہ بیوہ خود سسرے || کو پھوسلاتی تھی اور اس پچھلی بات کے ثبوت پر کئی دلیلیں ہیں *

اول حضرت موسی نے بنی اسرائیل کو منع ¶ کیا کہ جو طریقہ کنعان والوں کا ہی تم وہ مت کرو اور اپنے * رشتہ دار سے نزدیکی مت کرو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ موسی کی شریعت سے پہلے یہہ بات درست تھی *

دوم تامار نے جب یہوداہ سے ہم بستر ہونے کا قصد کیا تو اُسکی دلیل یہہ † بیان ہوئی کہ باوجود شیلاہ کے بڑے ہوجانے کے یہوداہ نے تاماکو اُسکی جورو نکردیا تھا اسلیئے وہ خود یہوداہ پاس رہ سکتی تھی دھوکہ دیکر تامار کا یہوداہ کو صرف اسلیئے تھا کہ جس اندیشہ سے یہوداہ نے شیلاہ کو نہ دیا تھا اُسی اندیشہ سے اپنے پاس بھی رکھنا نچاہتا تھا *

سوم تامار کی نشانی لے لینا صاف اسبات کی دلیل ہی کہ اُسوقت کی شریعت بموجب یہہ کام زنا نہ تھا کیونکہ اُسنے واسطے ثبوت اپنی بے جرمی کے نشانی لی تھی اور اسی سبب سے زنا کی حد سے بچ رہی اور یہوداہ نے اُسکے نیک ہونے پر اقرار کیا پس جس طرح پرص کی پیدایش ہوئی وہ ظاہر میں ایک دھوکہ ہوا مگر حقیقت میں زنا نہوا *

---

† پیدایش ۴۹ — ۴۳ و ۴۸ —
‡ احبار ۱۸ — ۱۸ —
§ پیدایش ۳۸ — ۸ —
|| پیدایش ۳۸ — ۱۴ —
¶ احبار ۱۸ — ۳ —
* احبار ۱۸ — ۶ —
† پیدایش ۳۸ — ۱۴ —

۴ اور رام کا بیٹا عمیناداب اور عمیناداب کا بیٹا نحشون اور نحشون کا بیٹا سلمون *
۵ اور سلمونکا بیٹا راحب سے بوعز اور بوعز کا بیٹا روت † سے عبید اور عبید کا بیٹا یشي *
۶ اور یشي کا بیٹا داؤد بادشاہ ‡ اور داؤد بادشاہ کا بیٹا اُس عورت سے جو اوریاہ کي جورو تھي § سلیمان *
۷ اور سلیمان کا بیٹا رحبعم || اور رحبعم کا بیٹا ابیاہ اور ابیاہ کا بیٹا اساہ *

تفسیر

یہاں تک بھي یہہ نسب‌نامہ کتب عہد عتیق کے مطابق ھی چنانچہ اُن حوالوں کے دیکھنے سے جو حاشیہ پر لکھے ھیں یہہ بات واضح ھوسکتي ھی *

حضرت مریم کا نسب نامہ جو مقدس لوقا نے لکھا ھی وہ داؤد بادشاہ تک متحد ھی پھر آگے سے جدا ھوا ھی یوسف کا الگ اور مریم کا الگ اس کے بیان کرنے سے ھمارا مطلب یہہ ھی کہ جناب مسیح کا حضرت داؤد علیہماالسلام کي اولاد میں ھونا دونوں طرح کے نسب ناموں سے ثابت ھوتا ھی *

۸ اور اساہ کا بیٹا یہوشافط اور یہوشافط کا بیٹا یورام اور یورام کي اولاد سے عزیاہ *

تفسیر

یورام تک جو نسب نامہ اس ورس میں لکھا ھی وہ بھي کتب عہد عتیق کے مطابق ھی مگر یورام کا بیٹا عزیاہ نہیں پہلي ¶ کتاب اخبارالایام میں لکھا ھی کہ یورام کا بیٹا احزیاہ اور اُسکا بیٹا یوآش اور اُسکا بیٹا امصیاہ اور اُسکا بیٹا عزریاہ *

اس انجیل کے مترجم نے لفظ (بگیت) کا جو انگریزي ترجمہ میں ھی (اولاد) ترجمہ کیا ھی یہہ ترجمہ درست نہیں کیونکہ تمام ان ورسوں میں بھي لفظ آیا ھی اور ھرجگہہ اُسکا ترجمہ بیٹا کیا ھی اور اُس کے معني بھي بیٹے کے ھیں نہ اولاد کے پس اب یہہ سوال ھوتا ھی کہ عہد عتیق کي کتابوں سے اس نسب نامہ کے اختلاف ھونے کا کیا سبب ھی؟ *

بعض علماء مسیحي نے یہہ جواب دیا ھی کہ * مقدس متی کو یہي ھدایت ھوئی تھي کہ تین نام اس نسب نامہ سے چھوڑ دے *

† راعوت ۴ — ۱۳ —
‡ پہلا سموئیل ۱۷ — ۱۲ —
§ دوسرا سموئیل ۱۲ — ۲۴ —
|| پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۰ —
¶ پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۱ —
● تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ لغایت ۱۷ —

مگر اصل بات یہہ ہی کہ مقدس متی نے یہودیوں پر حجت پکڑنے کو یہہ انجیل لکھی ہی اور یہہ نسب نامہ یہودیوں کے دفتر سے جسکو وہ لوگ معتبر سمجھتے تھے نقل کیا ہی پس جس طرح اُس میں نقل تھا اُسیطرح مقدس متی نے نقل کردیا یہہ تینوں شخص جن کے نام چھوڑ گئے بادشاہ ہوئے ہیں اور ہر ایک نے اپنے باپ سے ہی وراثت سلطنت پائی ہی احزیاہ † نے ایک برس سلطنت کی اور یوآش ‡ نے چالیس برس سلطنت کی اور امصیاہ § نے اُنتیس برس سلطنت کی *

یہہ تینوں شخص اخاب کے خاندان سے ہیں جس کی نسل کو دو دفعہ بددعا || دی گئی تھی اور اُسکا اثر تین پشت تک رہتا تھا اسوجہہ سے یہہ تینوں نام چھوڑ دیئے گئے تھے کیونکہ ¶ یہودیوں کا یہہ دستور تیا کہ اپنے نسب ناموں اور دفتروں میں سے اکثر نام بسبب برائی یا بت پرستی کے چھوڑ دیتے تھے غرضکہ یہہ بات ہر طرح ثابت ہی کہ مقدس متی نے یہہ نسب نامہ صرف یہود کے دفتر سے نقل کیا ہی *

۹ اور عزیاہ کا بیٹا یوتم اور یوتم کا بیٹا احز اور احز کا بیٹا حزقیاہ *

۱۰ اور حزقیاہ کا بیٹا منسی اور منسی کا بیٹا امون اور امون کا بیٹا یوشیاہ *

۱۱ اور یوشیاہ کے بیٹے یکنیاہ اور اُس کے بھائی جن * دنوں میں کہ بابل کو اُٹھہ چلے پیدا ہوئے *

۱۲ اور بعد اُس کے کہ بابل کو اُٹھہ چلے یکنیاہ کا بیٹا شیلتیئیل پیدا ہوا اور شیلتیئیل کا بیٹا زر بابل *

تفسیر

اس گیارھویں ورس میں جو پشتیں لکھی ہیں اُن میں بھی کتب عہد عتیق سے اختلاف ہی کیونکہ یوشیاہ کے بیٹے یوحانان یہلونٹے ہوئے کے سوا تین بیٹے ‡ تھے یہو احاز جس کو شلوم بھی کہتے ہیں اور یہو الیاقیم اور صدقیاہ چھوٹا بیٹا ‡‡ یہواحاز تھا جسکو لوگوں نے

† دوسرا سلاطین باب ۸ دوسرا اخبارالایام باب ۲۲ —

‡ دوسرا سلاطین باب ۱۲ دوسرا اخبارالایام باب ۲۴ —

§ دوسرا سلاطین باب ۱۴ دوسرا اخباراالایام باب ۲۵ —

|| پہلا سلاطین ۲۱ — ۲۱ دوسرا سلاطین ۹ — ۸ —

¶ تفسیر ڈاڈلی و مُیئنٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۳ —

* دوسرا سلاطین ۲۴ — ۱۵ —

‡ دوسرا سلاطین ۲۳ — ۳۱ و ۳۴ ۲۴ ۱۵ و ۱۷ پہلا تاریخ ۳ — ۱۵ —

‡‡ تفسیر ڈاڈلی مُیئنٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۳ —

اُس کے باپ کے مرنے پر بادشاہ کہا تھا اور یہو الیاقیم جسکو اس جگہہ یکھنیاہ پکارا ہی اور جسکو الیاقیم بھی کہتے ہیں اپنے چھوٹے بھائی کے بعد تخت پر بیٹھا تھا اور صدقیاہ بعد تھوڑے عرصہ کے تخت پر بیٹھا اور یکھنیاہ جسکا ذکر اگلی آیت میں ہی ایک اَور شخص ہی جسکا نام یہو ایکن ہی اور جو بیٹا پہلے یہوالیاقیم کا ہی وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا اور بعد اُسکے جلد بابل کو لے جایا گیا یہہ دونوں نام عبرانی زبان میں تلفظ اور معنوں میں بہت قریب قریب ہیں علاوہ † اسکے یکھنیاہ کا کوئی بھائی بھی نہ تھا بلکہ اُسکے باپ کے بھائی تھے کیونکہ جب یکھنیاہ بابل کو گیا تو اُسکا چچا صدقیاہ اُسکا جانشین ہوا *

اس اختلاف کے رفع کرنے کو اگر ریورنڈ ڈاڈلی اور ریورنڈ مَیفٹ کی پیروی کی جاوے تو کہا جاسکتا ہی کہ یہود نے اپنے دفتر سے یہوالیاقیم کا نام بھی بسبب اُس کی بدکاریوں کے نکال ڈالا ہوگا کیونکہ اُسکا بدکار ہونا کتاب ‡ سلاطین سے پایا جاتا ہی اور جبکہ یہو الیاقیم کا نام بیچ میں سے نکالا گیا اور یکھنیاہ کو یوشیاہ کا بیٹا ٹھہرایا تو ضرور ہوا کہ یکھنیاہ کے چچا اُس کے بھائی کہے جاویں *

مگر یہہ جواب درست نہیں آتا کیونکہ جب سترھویں برس میں شمار پشتوں کا ہوگا تو جو حساب اُس میں مندرج ہی وہ ٹھیک نہیں آتیکا اور نہ یکھنیاہ کے چچاؤں کا بابل کو اُٹھہ جانے کے وقت پیدا ہونا صحیح ہوگا اسلیئے اصلی جواب اسکا یہہ ہی کہ انجیلوں کے مقابلہ کے وقت ان دونوں ناموں میں سے ایک نام بسبب اس کے کہ اُن کے معنی اور اُن کا تلفظ عبرانی زبان میں بہت قریب قریب تھا صحت سے رہ گیا کیونکہ § بعضی قلمی انجیلوں میں یہوالیاقیم کا نام موجود ہی اس جواب سے دونوں اعتراض ایک اختلاف اس نسب نامہ کا کتب عہد عتیق سے اور دوسرا غلطی حساب برس سترھویں کا مرتفع ہوتے ہیں پس اس گیارھویں برس کو بموجب قلمی انجیل کے یوں پڑھنا چاہیئے (اور یوشیاہ کا بیٹا یہوالیاقیم اور یہوالیاقیم کے بیٹے یکھنیاہ اور اُس کے بھائی جن دنوں کہ بابل کو اُٹھہ چلے پیدا ہوئے) *

علاوہ اس کے اس بارھویں برس میں یہہ اختلاف ہی کہ شلّی ایل کا بیٹا زر بابل نہیں ہی بلکہ || اُسکا بھتیجا ہی کیونکہ زربابل پدایاہ پسر یکھنیاہ کا بیٹا ہی مگر اس

---

† تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ لغایت ۱۷ —

‡ دوسرا سلاطین ۲۳ — ۳۷ —

§ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۲ لغایت ۱۷ —

|| پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ —

اختلاف کا جواب بجز اس کے اَور کچھ نہیں کہ جسطرح یہود کے دفتر میں یہہ نسب نامہ لکھا ہوا تھا اُسی طرح مقدس متی نے نقل کردیا *

۱۳ اور زر بابل کا بیٹا ابیہود اور ابیہود کا بیٹا الیاقیم اور الیاقیم کا بیٹا عروز *
۱۴ اور عروز کا بیٹا صادق اور صادق کا بیٹا آکیم اور آکیم کا بیٹا الیہود *
۱۵ اور الیہود کا بیٹا العازر اور العازر کا بیٹا متن اور متن کا بیٹا یعقوب *
۱۶ اور یعقوب کا بیٹا یوسف اور وہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہی پیدا ہوا *

تفسیر

اس تیرھویں ورس میں جو زر بابل کا بیٹا ابیہود لکھا ہی کتب † عہد عتیق میں یہہ نام نہیں پایا جاتا شاید زر بابل کے کسی بیٹے کا یہہ نام بھی ہو *

میں مختصر طور پر یوسف کا نسب نامہ دو طرح پر لکھتا ہوں ایک بموجب انجیل متی کے دوسرا بموجب کتب عہد عتیق کے پہلے سلسلہ میں جو نام کتب عہد عتیق میں نہیں ہی اُسپر شناخت کے لیئے یہہ (*) نشان بنایا ہی اور دوسرے سلسلہ میں جو نام مقدس متی کے نسب نامہ سے زیادہ ہیں اُنپر یہہ (‡) نشان بنایا ہی دونوں کے مقابلہ سے جو کمی بیشی اور اختلاف ناموں کا ہم نے اوپر بیان کیا ہی بخوبی سمجھہ میں آویگا *

پہلا سلسلہ بموجب انجیل متی کے	دوسرا سلسلہ بموجب کتب عہد عتیق کے
۱ ابراھیم	ابراھیم
۲ اسحاق	اسحاق
۳ یعقوب	یعقوب
۴ یہوداہ	یہوداہ
۵ فارص	فارص
۶ حصرون	حصرون
۷ رام	رام
۸ عمیناداب	عمیناداب
۹ نحشون	نحشون
۱۰ سلمون	سلمون
۱۱ بوعز	بوعز
۱۲ عبید	عبید

† پہلا اخبارالایام ۳ — ۱۹ و ۲۰ =

۱۳	یشی	یشی
۱۴	داؤد بادشاہ	داؤد بادشاہ
۱	سلیمان	سلیمان
۲	رجعم	رجعم
۳	ابیاہ	ابیاہ
۴	اساہ	اساہ
۵	یہو شافط	یہو شافط
۶	یورم	یورم
	۔	‡ احزیاہ
	۔	‡ یوآش
	۔	‡ امصیاہ
۷	عزیاہ	عزریاہ
۸	یوتم	یوتم
۹	احز	احز
۱۰	حزقیاہ	حزقیاہ
۱۱	منسی	منسی
۱۲	امون	امون
۱۳	یوشیاہ	یہوشیاہ
۱۴		یہو الیاقیم
۱	یکنیاہ	یکنیاہ
۲	شیلتیئیل	‡ پدایاہ
۳	زربابل	زر بابل
۴	ابیہود	۔
۵	الیا قیم	۔
۶	عزور	۔
۷	صادوق	۔
۸	آکھیم	۔
۹	الیہود	۔
۱۰	العازر	۔

۱۱	متن	←
۱۲	یعقوب	←
۱۳	یوسف	←
۱۴	مسیح علیہ السلام	←

بعض لوگوں نے اس نسب نامہ پر دو شبہے اور کیئے ہیں ایک یہہ کہ جب کتب عہد عتیق سے ابیہود کا زربابل کا بیٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا تو سلسلہ یوسف کا حضرت داؤد تک نہیں پہونچ سکتا اور اس سبب سے وہ پیشین گوئی داؤد کی شاخ ہونے کی جسکے ثبوت کے لیئے مقدس متی نے یہہ نسب نامہ لکھا تھا ثابت نہیں ہوتی *

دوسرے یہہ کہ اگر † سلمون سے بوعز راحاب کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور بوعز سے عبید راعوث کے پیٹ سے اور عبید سے یشی اور ‡ یشی سے داؤد بادشاہ تو یہہ خرابی پڑتی ہی کہ سلمون بغیر کسی اختلاف کے نحشون کا بیٹا ہی اور یہہ نحشون وہ ہی جو حضرت موسی کے عہد میں § یہودیوں کا سردار تھا اور یہہ راحاب وہ ہی جو ایک فاحشہ تھی اور یوشع نبی کے عہد میں اُس نے || دو جاسوسوں کو بچایا تھا مگر زمانہ راحاب کا قریب چودہ سو پچاس برس قبل حضرت مسیح تھا اور زمانہ حضرت داؤد کا ایک ہزار پچاس برس قبل حضرت مسیح کے اس سے لازم آتا ہی کہ راحاب سے حضرت داؤد کے زمانہ تک چارسو برس کے عرصہ میں کل چار پشتیں گذری ہوں اور اتنے عرصہ میں اتنی تھوڑی پشتوں کا گذرنا بعید از قیاس ہی خصوصاً اسبات کے مقابلہ کرنے سے کہ یہوداہ سے سلمون کے زمانہ تک تین سو برس میں چھہ پشتیں گذری تھیں *

مگر یہہ دونوں شبہے بیجا ہیں پہلا شبہہ اسلیئے کہ یہودیوں کے دفتر میں جہاں سے مقدس متی نے یہہ نسب نامہ نقل کیا ابیہود زربابل کے بیٹے کا نام لکھا تھا اور ممکن ہی کہ اُس کے کسی بیٹے کا یہہ نام بھی ہو ایک آدمی کے دو نام اکثر ہوتے ہیں *

دوسرا شبہ اسلیئے بیجا ہی کہ یہہ چاروں پشتیں کتب ¶ عہد عتیق سے مطابقت رکھتے ہیں اور چارسو برس میں صرف چار پشتوں کا گذرنا کچھہ نا ممکن نہیں ہی *

۱۷ پس سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اُٹھہ چلے چودہ اور اُسوقت سے کہ بابل کو اُٹھہ چلے مسیح تک چودہ ہیں *

---

† متی ۱ — ۵ —

‡ متی ۱ — ۶ —

§ کتاب اعداد ۱ — ۷ پہلا اخبارالایام ۲ — ۱۱ —

|| یوشع باب ۲ و ۳ —

¶ پہلا اخبارالایام باب ۲ —

تفسیر

یہہ حساب جو اس ورس میں لکھا ہی اُن پشتوں سے جو اس انجیل میں مذکور ہیں صحیح نہیں آتا کیونکہ اس کے بموجب ابراہیم سے داؤد تک چودہ پشتیں ہوتی ہیں اور سلیمان سے یکھنیاہ تک چودہ اور شیلتیئیل سے حضرت مسیح تک چودہ نہیں ہوتیں بلکہ تیرہ ہوتی ہیں پس اگر بموجب قلمی انجیل کے جس کا ذکر ہم اوپر کرچکے ایک نام یہوایاقیم کا صحیح سمجھا جاوے تو یہہ حساب پورا ہوجاتا ہی یعنی ابراہیم سے داؤد تک چودہ اور بعد داؤد کے سلیمان سے یہوایاقیم تک یعنی اُسوقت تک کہ بابل کو اُٹھہ چلے چودہ اور یکھنیاہ سے یعنی اُسوقت سے کہ بابل کو اُٹھہ چلے مسیح تک چودہ ہیں *

---

۱۸ یسوع مسیح کی پیدایش † اسطرح ہوئی کہ جب اُس کی ما مریم یوسف سے منسوب ‡ ہوئی اُس سے پہلے کہ وہ ہم بستر ہو وہ روح قدس § سے حاملہ پائی گئی *

تفسیر:

کتاب استثنا سے || پایا جاتا ہی کہ یہودیوں میں رسم تھی کہ بیاہ سے پہلے منگنی کیا کرتے تھے اور یہی قول ہیوسوبر صاحب کا ہی اور ڈاکٹر ¶ لیٹ فٹ کی تحقیقات بموجب کسی عورت بنی اسرائیل کی شادی نہوتی تھی جب تک کہ چند روز پیشتر اقرار منگنی کا نہو لیتا تھا اسی رسم کے موافق حضرت مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تھی اگرچہ ہماری مذہبی کتابوں میں اس منگنی کا ہونا یا نہونا کچھہ مذکور نہیں ہی مگر یہہ بات قرآن مجید سے بالتصریح ثابت ہی کہ جب حضرت مریم کو روح القدس سے بشارت ہوئی وہ مرد سے واقف نہ تھیں اور کسی مرد نے حضرت مریم کو چھوا نہیں تھا *

سورہ آل عمران
قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر –

اس ورس میں جو یہہ لکھا ہی کہ (اُس سے پہلے کہ وہ ہم بستر ہو) اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعد اس کے حضرت مریم یوسف سے ہم بستر ہوئی ہوں کیونکہ منگنی کے بعد حضرت مریم کا بیاہ ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ * بسبب تقدس اور اُس بزرگی کے جو اللہ تعالی

---

† لوقا ۱ — ۲۶ –
‡ لوقا ۱ — ۲۷ –
§ پیدایش ۳ — ۱۵　لوقا ۱ — ۳۵　کلنیوں کو ۲ — ۴ و ۵ –
|| استثنا ۲۰ — ۷ –
¶ تفسیر گائلی و مئیتھ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۴ –
* تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۵ متی ۱ — ۱۸ و ۱۹ –

نے اس اعجازي حمل سے حضرت مریم کو مرحمت فرمائي تھي یوسف نے حضرت مریم کا ادب کیا اور بیاہ سے باز رہا † چنانچہ بعض دیندار علماء مسیحي نے اس ورس میں سے اس فقرہ کو کہ (قبل اس کے کہ وے ہم بستر ہوں) بعض نسخوں میں سے قصداً نکال ڈالا تھا تاکہ حضرت مریم کي ہمیشہ کي دوشیزگي پر کچھہ شبہ نہ پڑے *

عیسائیوں کے بعض فرقوں نے حضرت مریم کو بھي خدا سمجھا اور اُن کي پرستش کي قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اُن لوگوں کو اسبات پر بڑا الزام دیا ہی اور بعض عیسائي فرقوں نے حضرت مریم کي کچھہ بزرگي نہیں سمجھي اور کہا کہ صدف میں سے موتي نکلتا ہی مگر صدف کي کچھہ قدر نہیں ہوتي ان دونوں فرقوں نے حضرت مریم کي نسبت افراط و تفریط کي ہی ہم مسلمان اپنے مذہب بموجب حضرت مریم کو بہت بزرگ اور مقدس اور خدا تعالی کا برگزیدہ اور سارے جہان کي عورتوں سے پاک اور بڑا سمجھتے ہیں مگر خدا نہیں جانتے اور نہ اُن کي پرستش کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے قران مجید میں خبر دي ہی کہ اے مریم اللہ نے تجھکو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھکو سب جہان کي عورتوں سے *

سورہ آل عمران
اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفیک و طہرک واصطفیک علی نساء العالمین –

مقدس لوقا نے اپني انجیل میں حضرت مریم کے حاملہ ہونیکے قصہ کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہی مگر مقدس متی نے اسمقام پر مختصر اُسکا بیان کیا ہی اسلیئے کہ مقدس متی کو اس انجیل میں صرف کنواري لڑکي سے حضرت مسیح کا پیدا ہونا ثابت کرنا منظور تھا اور اس کے ثبوت کو صرف مختصر بیان کافي تھا غرضکہ حضرت مریم صرف روح القدس کي جہت سے بغیر واسطہ علت انساني کے حاملہ ہوئیں اور یہہ بات کہ وہ حمل کسطرح ہوا اسرار الہیہ میں سے ہی جسکي کنہ دریافت ہونے طاقت بشري سے باہر ہی *

---

۱۹ تب اُس کے شوہر یوسف نے جو نیک مرد تھا اُس کي تشہیر کرني نچاہا کے ارادہ کیا کہ وہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے *

۲۰ وہ ان اندیشوں میں تھا کہ یکایک خداوند کے فرشتہ نے خواب میں اُسپر ظاہر ہوکے کہا اے یوسف ابن داؤد ‡ تو اپني جورو مریم کو اپنے پاس رکھنے سے مت ڈر اسلیئے کہ اُسکا جو حمل ہی سو روح § قدس سے ہی *

---

† ہارمونی انڈرو گاسپل مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ ع جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ –

‡ لوقا ۲ — ۴ –

§ لوقا ۱ — ۳۵ –

۲۱ اور وہ بیٹا جنیگی تو اُس کا نام یسوع † (یعنی نجات دینے والا) رکھنا کہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات ‡ دیگا *

تفسیر

ان درسوں میں اور ان کے بعد کے درسوں میں حضرت مریم کو جورو اور یوسف کو شوہر کرکر لکھا ہی اس کا سبب یہہ ہی کہ یہودیوں میں منگیتر کو بیاہ نہونے کی حالت میں بھی § جورو اور شوہر کہا کرتے تھے اسی لیئے مقدس متی نے باوجود بیاہ نہونے کے حضرت مریم کو جورو اور یوسف کو شوہر کہا ہی

جب یہہ واقعہ یوسف کو معلوم ہوا تو وہ نہایت متعجب ہوا کیونکہ حضرت مریم کا حمل ایسے عجوبہ طریقہ سے ہوا تھا کہ انسان کی سمجھہ سے باہر تھا مگر یوسف نے اپنی نیکی اور بردباری اور سرتاپا خوبی سے اُسکا مشہور کرنا نہ چاہا کیونکہ اگر یہہ بات اسطرح ہوتی جس طرح کہ یوسف کے دل میں وہم ہوا تھا تو یہودی شریعت کے بموجب حضرت مریم کو سنگسار || کرنے کی سزا دی جاتی اسلیئے یوسف نے چاہا کہ چپ چپاتے اُس منگنی کو چھوڑ دے مگر اللہ تعالی نے حضرت مریم کی ستھرائی اور برگزیدگی ظاہر کرنے اور یوسف کے دل کا شک مٹانے کو اپنا فرشتہ خواب میں یوسف پاس بھیجا اور اُس فرشتہ نے کہا کہ تو مریم کو مت چھوڑ اور کچھہ اندیشہ مت کر کیونکہ وہ روح قدس سے حاملہ ہی اس الہام سے یوسف کے دل کا شک مٹ گیا اور حضرت مریم کے تقدس کا اُس کو یقین ہوا اور اُسنے اُن کو اپنے پاس رہنے دیا *

فرشتہ کا یہہ کہنا کہ اور جو وہ بیٹا جنیگی تو اُس کا نام یسوع یعنی نجات دینے والا رکھنا یہہ اُس بات کی پیشین گوئی تھی جو حضرت مسیح سے ہونے والی تھی کیونکہ تمام بنی اسرائیل گناہوں میں پھنس گئے تھے صرف شریعت کے ظاہری احکام کو کچھہ کچھہ بطور رسم کے کیا کرتے تھے اور روحانی پاکیزگی اور روحانی سعادت مندی سے جسپر درحقیقت حیات ابدی منحصر ہی بالکل بے بہرہ ہوگئے تھے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے پھر وہ روحانی نیکی زندہ ہوئی اور جس نے اُس کی پیروی کی نجات پائی *

۲۲ پس اسیطرح جو کچھہ خداوند نے نبی ¶ کی معرفت سے کہا تھا پورا ہوا *

† کرنتھیوں ۱ — ۳۱ ۲ — ۲۱ —
‡ اعمال ۴ — ۱۲ تیمتھیس ۲ — ۱۴ —
§ استثنا ۲۲ — ۲۳ و ۲۴ —
|| استثنا ۲۲ — ۲۳ —
¶ اشعیاہ ۷ — ۱۴ —

۲۳ کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور ایک بیٹا جنیگی اور اُسکا نام عمانوئیل رکھا جائیگا جسکا ترجمہ یہہ ہی کہ ہمارے ساتھہ خدا † *

تفسیر

یہہ پیشین گوئی سات سو برس قبل ولادت حضرت مسیح کے اشعیاہ نبی نے آحاز بادشاہ یہوداہ کو کی جبکہ رصین بادشاہ آرم وفسح پسر رملیاہ بادشاہ اسرائیل نے اورشلیم پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا *

اس ورس میں وہ عبری لفظ جس کے معنی کنواری کے لیئے ہیں (علمہ) ہی مگر یہودی اسپر تکرار کرتے ہیں اور وہ جوان عورت کے معنی بتاتے ہیں اور ترجمہ اي‌کوئلا میں بھی جو سنہ ۲۹ ع میں ہوا اور ترجمہ تیدو ڈوشن میں بھی جو سنہ ۱۷۵ ع میں ہوا اور ترجمہ سمٹوکس میں بھی جو سنہ ۲۰۰ ع میں ہوا اُسکا ترجمہ جوان عورت کیا ہی اور یہوں میں بھی بعض لوگوں نے صرف ایک ‡ جگہہ جوان عورت کے معنی کیے ہیں *

مگر یہہ تکرار یہودیوں کی درست نہیں ہی اصلی § معنی اس لفظ کے (پوشیدہ) کے ہیں اور چونکہ یہودی اپنی کنواری لڑکیونکو لوگوں سے چھپاتے تھے اسلیئے یہہ لفظ کنواری لڑکی کے معنی میں بولا جاتا تھا چنانچہ کتب عہد عتیق میں || کئی جگہہ یہہ لفظ آیا ہی اور اُس کے معنی کنواری کے ہیں لیکن اگر کہیں ایسا قرینہ ہو کہ اُس کے سبب جوان عورت سمجھی جاوے تو اصلی استعمال سے پھیر کر بطور مجاز جوان عورت کے معنی لیتے ہیں مگر اس ورس میں کوئی ایسا قرینہ نہیں بلکہ برخلاف اُس کے قرینہ ہی کیونکہ اشعیاہ نبی نے معجزہ بتایا ہی اور وہ معجزہ جب ہی ہوتا ہی جب کنواری بیٹا جنے اسلیئے اس جگہہ بلاشبہ کنواری کے معنی ہیں نہ (میتہ) یعنی جوان عورت کے اور کچھہ شبہہ نہیں کہ اُن پہلے تینوں مترجموں نے اسکے ترجمہ میں غلطی کی چنانچہ سبٹو ایجلمت میں جس کو بہتر علماء یہود نے ملکر ترجمہ کیا اس لفظ کا اسمقام پر کنواری ترجمہ کیا ہی *

بعضے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اشعیاہ نبی نے خبر دی تھی کہ کنواری جو بیٹا جنیگی اُس کا نام عمانوئیل رکھا جاویگا مگر مسیح کا یہہ نام نہیں رکھا گیا بلکہ یوسف نے فرشتہ کے الہام سے یسوع نام رکھا تو پھر یہہ پیشین گوئی یسوع مسیح پر کیونکر صادق آتی ہی *

مگر یہہ شبہہ بیجا ہی کیونکہ یسوع حضرت مسیح کا علم یعنی بمنزلہ ذاتی نام کے ہی اور عمانوئیل اسماء صفات میں سے ہی جیسیکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

---

† یرمیاہ ۱ — ۱ و ۱۴ پہلا تمیتھی ۳ — ۱۶ —

‡ ۱ سموئیل ۳۰ — ۱۹ —

§ تفسیر اسکاٹ طابوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۴ اشعیاہ ۷ — ۱۴ —

|| پیدائش ۲۴ — ۴۳ خروج ۲ — ۸ زبور ۶۸ — ۲۵ —

محمد اسم ذات ہی اور احمد اور شفیع اور بشیر اور وکیل اور رسول اسماء صفات میں سے ہی اور اگلے نبیوں کی پیشین گوئی آنے والے نبی کے لیئے اسیطرح بطریق کنایہ اور اشارہ ہوتی ہی تاکہ جو لوگ اُس پر یقین کر کر ایمان لاویں نجات پاویں اس میں حکمت الہی یہہ ہی کہ اگر آنے والے نبی کی ایسی صاف نشانی بیان کی جاوے جس میں کسی کو شبہہ نرہے تو جو درجہ ایمان والوں کو اپنے یقین پر ایمان لانیکا ہی وہ باقی نرہے اس لیئے اشعیاہ نبی نے حضرت یسوع کے اسماء صفات میں سے نام بتایا اور کنواری لڑکی سے پیدا ہونیکا پتہ دیا کہ یہہ پتہ کسی دوسرے پر صادق ہی نہیں آسکتا *

عمانوئیل کے معنی عیسائی مفسروں نے لکھہ ہیں کہ † ہمارے ساتھہ خدا یا خدا اور آدمی ایک جسم میں یا ایک الہی ہستی گوشت میں بنائی گئی رہنے کو انسان میں مگر ہم مسلمان اس کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھہ کلمۃ اللہ جسم انسانی میں یا روح اللہ ہستی انسان میں *

پھر بعض ‡ عیسائی مفسروں نے اس لفظ کی کہ "ہمارے ساتھہ خدا" یہہ توضیح کی ہے کہ یہہ نام کسی سے موافقت نہیں رکھتا مگر اُس سے جو ہی خدا اور آدمی دونوں اور مسیح کو یہہ دونوں باتیں حاصل تھیں کہ اول تو وہ ٹھیک خدا ہی اور نیز ہمارے ساتھہ جو انسان ہیں جیتا اور رہتا ہی *

مگر ہم مسلمان اس توضیح کو قبول نہیں کرتے کیونکہ عمانوئیل اسلیئے یسوع کا نام بتایا کہ وہ صفت (خدا ساتھہ ہمارے) خود اُن میں موجود تھی نہ آڑوں میں پس اس سبب سے کہ مسیح ہمارے ساتھہ جو انسان ہیں جیتا اور رہتا تھا عمانوئیل پکارا نہیں جاسکتا کیونکہ اسماء صفات کا یہہ دستور ہی کہ جو صفت اُس شخص میں ہوتی ہی اُسکے اعتبار سے وہ نام صفتی رکھا جاتا ہی اور جتنے اسماء صفات § بیبل میں مذکور ہیں اسی اعتبار سے رکھے گئے ہیں *

بعض لوگوں نے اس پیشین گوئی پر ایک اَور اعتراض کیا ہی کہ یہہ پیشین گوئی حضرت مسیح کے پیدا ہونیکی پیشین گوئی نہیں ہی کیونکہ احاز یہود کے بادشاہ کے وقت میں رصین بادشاہ ارم اور افریم نے جو باہم متفق تھے اور یفتح بادشاہ اسرائیل نے اورشلیم پر چڑھائی کرنی چاہی اُسوقت اشعیاہ نبی نے خبر دی کہ وہ فتح نہیں پانیکا اور یہہ نشانی بتائی کہ ایک عورت بچہ جنے گی اور اُس لڑکے کے ہوشیار ہونے سے پہلے اُن دونوں بادشاہوں کی سلطنت برباد ہوجاویگی پس ضرور ہی کہ وہ لڑکا احاز ہی کے وقت میں پیدا ہوا ہو

† تفسیر ڈاڈلی و مُیونٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ —
‡ تفسیر اسکاٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۴ ع جلد ۴ اشعیاہ ۷ — ۱۴ —
§ پیدایش ۲۵ — ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ متی ۱ — ۲۱ —

چنانچہ (ماہیر شالال حاش بز) پیدا ہوا اور اُس کے پیدا ہوئے پر شہادت نامہ لکھا گیا اور اُسي کو عمانوئیل کہا یعني ہمارے ساتھہ خدا ہی کہ ایسے سخت دشمنوں کے ہاتھہ سے محفوظ رہینگے اس وقت میں حضرت مسیح کے پیدا ہونیکي پیشین گوئي سے جو سات سو برس بعد اس حادثہ کے ہوئي کیا مطلب تھا *

مگر یہہ اعتراض صحیح نہیں اور اس میں کئي غلطیاں ہیں *

اول یہہ کہ جس لفظ کے معني معترض نے عورت کے سمجھے ہیں وہ غلط ہیں بلکہ اُس کے معني کنواري کے ہیں اور اس کي تفصیل ہم ابھي بیان کرچکے *

دوسرے یہہ کہ صفت عمانوئیل کي حضرت مسیح ہي پر ٹھیک آتي ہی نہ (ماہیر شالال حاش بز) پر *

تیسرے یہہ کہ معترض نے ان ورسوں کے معني سمجھنے میں غلطي کي ہی کیونکہ احاز کے کچھہ نشاني † نہ چاہي تھي بلکہ خود خدا نے خاندان داؤد کي حفاظت اور سلامتي کي نشاني دي تھي اس لیئے خدا تعالےٰ کي حکمت اور رحمت سے بہت بعید تھا کہ صرف اس ظاہري بادشاہت کي نشاني دیتا بلکہ ضرور تھا کہ اول روحاني بادشاہت کي نشاني دیتا جو اصلي سلامتي داؤد کے خاندان کي تھي اسلیئے اولاً حضرت مسیح کے پیدا ہونے کي خبر دي اور پھر احاز کے ملک کي حفاظت کي نشاني بتلائي کہ جتنے دنوں میں پیدا ہوا ہوا لڑکا بھلائي برائي جان سکے اُس سے پہلے احاز کے مخالف برباد ہوجاوینگے پس ‡ یہہ اخیر فقرہ احاز پر جو آفت تھي اُس کے دور ہونے کي پیشین گوئي سے متعلق ہی اور اگلے فقرہ حضرت مسیح سے اسي لڑکے ماہیر شا لال حاش بز کے پیدا ہونے پر شہادت نامہ لکھا گیا تاکہ نو پیدا لڑکے کي تاریخ ولادت سے اُس کے ہوشیار ہونیکے زمانہ تک احاز کے مخالفوں کے برباد ہونے کي پیشین گوئي کي تصدیق ہو جاوے *

---

۲۴ تب یوسف نے سوتے سے اُٹھکر جیساکہ خداوند کے فرشتہ نے کہا تھا کیا اور اپني جورو کو اپنے ہاں لے آیا *

۲۵ پر جبتک کہ وہ اپنا پہلا بیٹا نہ جني اُسے نجانا اور اُسکا نام یسوع § رکھا *

تفسیر

اس چوبیسویں ورس میں جو یہہ اُردو ترجمہ کیا ہی کہ (اپني جورو کو اپنے ہاں لے آیا) یہہ ترجمہ صحیح نہیں ہی بلکہ صحیح ترجمہ یہہ ہی کہ (اپني جورو کو اپنے میں لے لیا)

---

† اشعیاہ ۷ — ۱۲ ، ۱۴ —

‡ اشعیاہ باب ۷ — ۱۶ —

§ لوقا ۲ — ۲۱ —

یعني اُسکو چھوڑ نہیں دیا جیسا کہ پہلے ارادہ کیا تھا چنانچہ عربي ترجمہ جو سنہ ۱۸۱۱ع میں چھپا ھی اُسکا بھي یہي مطلب ھی اور وہ ورس بجنسہ حاشیہ پر ثبت ھی اور اُردو

فقام یوسف من النوم وصنع کما امرہ ملاک الرب و اخذ مریم امرتہ —

ترجمہ اُسکا یہہ ھی (پھر اُٹھا یوسف نیندہ سے اور کیا جس طرح کہ حکم کیا اُسکو فرشتہ خدا نے اور لیا مریم اپنی جورو کو) *

پچسویں ورس میں جو پہلا بیٹا یعني پہلونٹے کا لفظ آیا ھی اس سے یہہ مراد نہیں ھی کہ حضرت مریم سے حضرت مسیح کے بعد اور کوئي لڑکا بھي پیدا ھوا بلکہ پہلونٹے کا لفظ صرف یہودیوں کي عادت کے موافق بولا گیا ھی کیونکہ بموجب † یہودي قانون کے تمام حقوق پہلونٹے بیٹے سے متعلق ھوتے تھے اور جو بیٹا مستحق اُن حقوق کا ھوتا تھا اُسکا نام پہلونٹا اسطرح پر رکھا جاتا تھا کہ وہ بدلا نجاوے خواہ اُس کے بعد اور اولاد ھوتي رھي یا نہیں اسي رواج کے بموجب مقدس متی نے حضرت مسیح کو پہلونٹا بیٹا کہا پس اس سے یہہ ثابت نہیں ھوتا ھی کہ حضرت مریم کا اور کوئي بیٹا بھي تھا چنانچہ ‡ بعض دیندار علماء مسیح نے اس ورس میں سے پہلونٹے کا لفظ بعض انجیل کے نسخوں میں سے قصداً نکال ڈالا تھا تاکہ کوئي شخص حضرت مریم کے ھمیشہ کنواري رھنے پر شبہہ نہ لاوے *

اس ورس میں جو یہہ عبارت ھی کہ (جبتک وہ اپنا پہلا بیٹا نہ جني یوسف نے اُسے نجانا) اس سے یہہ مطلب نہیں ھی کہ بعد پیدا ھوے حضرت مسیح کے یوسف نے حضرت مریم سے زن وشوي کا معاملہ کیا کیونکہ یہہ قید صرف اس واسطے لگائي گئي ھی تاکہ حضرت مسیح کا کنواري سے پیدا ھونا یقیني جانا جاوے جیسا کہ اسي مطلب کے لیئے اٹھارھویں ورس میں بیان ھوا تھا کہ (اُس سے پہلے کہ یوسف سے ھم بستر ھو روح قدس سے حاملہ پائي گئي) *

---

† تفسیر ڈائلي وسٹینک مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۵ —

‡ ھارس انٹرو ڈکشن مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ ع جلد ۲ صفحہ ۴۲۳ —

دوسرا باب

۱ مجوسیوں کا پورب سے یسوع کی تلاش کو آنا *
۱۳ یوسف کا مصر میں بھاگنا *
۱۶ ہیرود کا بیت‌لحم میں لڑکونکو قتل کروانا *
۱۹ یوسف کا مسیح کو مصر سے پھر لانا اور مسیح کا ناصرت میں رہنا *

۱ جب یسوع ہیرود شاہ کے وقت میں یہودیہ کے بیت لحم † میں پیدا ہوا کئی
ایک مجوسیوں نے پورب کی طرف سے یروشالم میں آکر کہا *
۲ کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ‡ ہوا ہی کہاں ہی ؟ کہ ہم نے پورب سے اُس کا
ستارہ § دیکھا ہی اور اُس کے سجدہ || کے لیئے آئے ہیں *

تفسیر

ہیرود اعظم ایک بڑا ظالم اور بے رحم یہودی بادشاہ تھا جس کے وقت میں حضرت عیسی علیہ‌السلام پیدا ہوئے . اسکی بادشاہت اسطرح پر ہوئی تھی کہ پانسو پینتیس برس پیشتر پیدائیش حضرت مسیح سے یہودیوں نے بابلن کی قید سے رہائی پائی دوسو برس تک یہودی ایران کے بادشاہوں کے تابع رہے پھر سکندر اعظم شاہ ماسڈن یعنی مقدونیہ نے ایران کی سلطنت کو تہ و بالا کردالا اُسکی وفات پر خاندان سلوسائڈی سریا میں سلطنت کرنے لگا اور تالمیز مصر میں اُس کے بعد اینٹیوکس اعظم شاہ سریا نے تالمیز سے صوبجات کولو سریا اور فلسطین کو چھین لیا اور اُس کے بھتیے اپی فانیز نے مصر کو فتح کرلیا . اور ایکسو ستر برس پیشتر حضرت مسیح کے اُس نے یہودیوں پر بہت سختت اور غضبناک حملہ کیا اور یروشلیم کو لوٹا اور خراب کیا اور چالیس ہزار باشندوں کو تباہ و برباد کردالا اور خدا کی عبادت گاہ کو دیوتا جوپی‌تراولم‌پس کے نام کا کیا . اُس کے ظلم اور بیرحمیوں کے سبب میکی بیز کے خاندان نے یہودیوں کی مدد سے مقابلہ کیا اور سریا والونکو نکال دیا اسی خاندان کا نام ایس‌مونین ہی جو ایس‌مونیس افسو خاندان کے نام سے پکارا جاتا ہی *

اس جمہوری سلطنت کی حفاظت کے لیئے جو دس میکی‌بیس نے رومیوں سے دوستی پیدا کی اُس کے مرنے کے بعد جانی‌تھن اور سائیمن اور جان‌ہرکی‌نس جانشین ہوئے

† لوک ۲ — ۴ , ۷ —
‡ متی ۲۱ — ۵ زبور ۲ — ۶ اشعیاہ ۹ — ۶ , ۷ —
§ اعداد ۲۴ — ۱۷ —
|| یرمیاہ ۵ — ۲۳ —

اُنھوں نے اڈیو میڈز اور ایرس توبولس کو مطیع کیا جس نے لقب سکندر ثانی کا اختیار کیا تھا پوپی نے اس بادشاہ کی بیوہ سکندرہ کو اور ایرس توبولس پسر صغیر السن کو جلاوطن کردیا تھا اور ہرکی نس کو حکومت دی تھی مگر تاج رکھنے کی اجازت نہ تھی اور اسی شخص نے تمام قوم کو رومیوں کا خراج گذار بنایا تھا ہرکی نس کا وزیر این ٹی پیٹر قوم اڈیومیڈز سے تھا اُس نے رومیوں سے ربط پیدا کرکر اپنے بیٹے ہیرود کے لیئے جو اخیر کو ہیرود اعظم کہلایا جلیل کی حکومت حاصل کی ہیرود نے میڑی ایمن سے جو ہرکی نس کی پوتی تھی شادی کی اور مارکہ اینٹو نے رومی جنرل کی عنایت سے یہودیہ کی بادشاہت پر تصرف کرلیا چونتیس برس اس ہیرود نے سلطنت کی اُس کے تینتیسویں سال جلوس میں حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے اُس کے دوسرے برس بیت لحم کے اطفال کے قتل کرنے کے بعد یہہ بادشاہ مرگیا *

اپنے مرنے سے پہلے اس بادشاہ نے اپنے ملک کی تقسیم کی وصیت کی تھی اُس وصیت کو اغسطس قیصر نے مستحکم کیا . اس ہیرود اعظم کی پانچ بیویاں تھیں چار بیویوں سے جو اولاد تھی اُسکی تفصیل اس مقام پر لکھی جاتی ہی کیونکہ اُن کا ذکر عہد جدید کی کتابوں میں اکثر جگہہ آتا ہی *

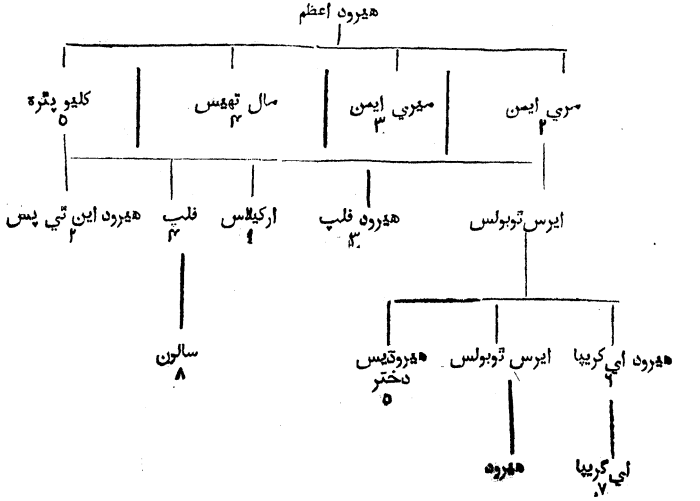

۱ هیرود اعظم کے مرنے کے بعد ارکھلاس پاس یہودیہ کا ملک تھا جبکہ یوسف مصر سے واپس آیا تو یہودیہ کا † بھی بادشاہ تھا *

۲ هیرود ‡ اینٹی پس اٹوریا اور تیری کونٹس کا حاکم تھا اور جلیل کی حکومت بھی اسیکو تھی اسی کے پاس پلاط نے حضرت عیسی علیہ‌السلام کو بھیجا تھا اور اسی نے حضرت یحیی علیہ‌السلام کے سر کاٹنے کا حکم دیا تھا *

۳ هیرود فلپ کو ایک خاص مرتبہ بادشاہ زادوں کا ملا ہوا تھا *

۴ فلپ § اٹوریہ اور ملک ترا خونٹی کا بادشاہ تھا *

۵ هیرودیس پہلی جورو تھی هیرود فلپ کے اور اپنے خاوند کے جیتے جی هیرود اینٹی پس سے شادی کرلی تھی || جسکے سبب اُسکو قابو ملا حضرت یحیی علیہ‌السلام کے قتل کا *

۶ هیرود ای گریپا پوتا تھا هیرود اعظم کا - شہنشاہ کیلی کولہ نے اُسکو تری کونٹس اور ابلے لین کا حاکم کیا تھا اور شہنشاہ کلاڈیس نے یہودیہ کی بادشاہت اور دیدی تھی ¶ اسی بادشاہ نے جیمس حواری کو قتل کروایا تھا *

۷ جبکہ یہہ شخص مرگیا تو * یہودیہ میں رومی گورنر مقرر ہوا اور اُسکے بیٹے ای گریپا دوم کو صرف تری کونٹس اور ای باٹلن کی حکومت ملی اسیکے سامنے ‡ سینٹ پال نے اپنے عیسائی ہونے کی وجہہ بیان کی *

۸ سالوم بیٹا ہی هیرود فلپ †† کا هیرودیس بیٹی ایریس تو بولس کے پیمت سے *

(یہودیا کے بیت‌لحم میں) یہودیا کے شہروں میں یہہ شہر بہت چھوٹا اور نہایت کمینہ ہی . یرو شلیم سے جنوب کی طرف چھہ میل کا فاصلہ رکھتا ہی مگر بسبب پیدایش حضرت مسیح علیہ‌السلام کے تمام یہودیہ کے شہروں میں سب سے بڑی عزت والا ہوا ہی . عیسائی اس شہر میں بطور حج کے جاتے ہیں اور وہاں کے مجاور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیدا ہونے کی جگہہ بتاتے ہیں اور ایک مہد دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے تو اسی میں رکھے گئے تھے *

(کٹی ایک مجوسی) جس لفظ کا ترجمہ اسمقام پر مجوسی کیا ہی انگریزی ترجمہ میں وہاں ویز من کا لفظ ہی جس کے معنی دانا آدمی کے ہیں اور رومی لفظ می جی ہی

† متی ۲ — ۲۲ —

‡ متی ۱۴ — ۱ و ۳ و ۶ مارک ۶ — ۱۴ لوک ۳ — ۱ و ۱۹ —

§ لوک ۳ — ۱ —

|| متی ۱۴ — ۳ لفایت ۱۰ —

¶ اعمال ۱۲ — ۱ و ۲ —

* اعمال ۱۲ — ۲۳ —

‡ اعمال باب ۲۵ و ۲۶ —

†† متی باب ۲ — ۱۷ —

جس سے مجیشین نکلا ہی اب یہہ لفظ اچھے معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ جادو گر کے معنی میں بولا جاتا ہی . مگر یہہ لوگ جو آئے تھے ان پر حقارت سے نہیں بولا گیا ہی کیونکہ یہہ لوگ قدیم حکماء کے فرقہ میں سے تھے اور اپنے مذہب کے پیشوا اور مقتدا گنے جاتے تھے اور نجوم اور علم کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے . غالباً یہہ لوگ زرتشت کے مذہب کے تابع تھے جو پارسیوں کا مذہب ہی مگر انکے دلکو خدا نے اپنی رحمت سے خاص ہدایت کی تھی جس کے سبب وہ حضرت مسیح کو یرو شلیم میں ڈھونڈھنے آئے . بعضے لوگوں کی یہہ غلط راے ہی کہ یہہ مجوسی عرب سے آئے تھے اُن کا ارادہ یہہ ہی کہ بہترویں زبور کی دسویں آیت اور اشعیاہ نبی کے ساٹھویں باب کی چھٹی آیت کی پیشین گوئی ان پر صادق کریں مگر یہہ ایک غلط راے ہی کسلیئے کہ اگر ایسا ہوتا تو خود مقدس متی اُن پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ فرماتے *

صحیح یہہ ہی کہ یہہ لوگ مجوسی تھے قدیم ایرانی اور ایران سے جو تھیک یہودیہ کے پورب میں ہی آئے تھے ایران ہی میں قدیم سے حکمت اور نجوم اور ہیئت کا چرچا تھا اور وہاں کے لوگ ان علموں میں بہت مشہور تھے اور وہی لوگ تھیک می جی کہلاتے تھے *

(یرو شلیم) ایک شہر کا نام ہی جہاں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے مسجد بنائی جسکو ہم مسلمان بیت‌المقدس اور مسجد اقصی کہتے ہیں . پہلے یہودیہ کا دارالخلافہ ہبرن تھا حضرت † داؤد علیہ السلام نے یبوس قوم سے جو کافر تھی فتح کرکر یہاں دارالخلافہ بنایا اور صندوق شہادت کو جسے ہم مسلمان تابوت سکینہ کہتے ہیں یہاں لاکر رکھا . یہہ مسجد نہایت متبرک ہی تمام اہل کتاب کا قبلہ اسی طرف تھا پہلے پہل ہم مسلمانوں کا قبلہ بھی اسیطرف تھا . ہمارے پیغمبر خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے جن تین مسجدوں کی زیارت کے لیئے سفر کرنے کی اجازت دی ہی اُن میں سے ایک یہہ مسجد بھی ہی *

یہہ نام دو لفظوں سے بنا ہی شلیم سے جس کے معنی امن کے ہیں اور یرو سے جو مشتق ہوا ہی یرش سے جسکے معنی قبضہ کے ہیں یا مشتق ہوا ہی یارہ سے جس کے معنی بنیاد کے ہیں دونوں صورتوں میں یروشلیم کے معنی ہیں جاے امن کے *

ہم مسلمان اس جگہہ کو بیت‌المقدس اسلیئے کہتے ہیں کہ ‡ وہاں گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوتی تھی اور مسجد اقصی اسلیئے کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے بہت فاصلہ پر ہی

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱ — اللہ تعلی نے قرآن مجید میں فرمایا ہی کہ مسجد اقصی المسجدالاقصی الذی بارکنا حولہ۔ کے گردا گرد کو ہمنے برکت دی ہی اور اُسکا نام ارض مقدس بھی آیا ہی کیونکہ وہ زمین شرک سے پاک ہوئی ہی اور نبیوں کے رہنے کی جگہہ بنی ہی *

† ۲ سموئیل ۵ — ۱ تواریخ ۹ ۶ — ۱ تواریخ ۱۹ ۷ — ۲ ۱ تاریخ ۱۱ — آیت ۷ —

‡ جواہرالقرآن —

(یہودیوں کا بادشاہ) اس بادشاہت سے دنیا کی بادشاہت مراد نہیں ہی بلکہ روحانی بادشاہت مراد ہی یہودی غلطی میں پڑے جو اس بادشاہت سے دنیا کی بادشاہت سمجھے ۔ مسلمان اس لفظ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ‌السلام صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کو آئے تھے *

(پورب سے اُسکا ستارہ دیکھا ہی) اس سے یہہ مطلب نہیں ہی کہ اُن مجوسیوں نے اُس ستارہ کو پہلے مشرق میں دیکھا تھا بلکہ وہ لوگ یہودیا سے مشرق کی طرف کے رہنے والے تھے وہاں سے اُنھوں نے اس ستارہ کو دیکھا تھا یعنی اپنے ملک سے غرب کو *

حقیقت میں یہہ ستارہ شان ربانی کی روشنی تھی جسکو اللہ تعالی نے خاص اُن لوگوں کی ہدایت کے لیئے اُن پر ظاہر کیا تھا جسطرح † کہ مصر سے نکلتے وقت بنی اسرائیل کے روبرو دن کو بادل کا ستون اور راتکو آگ کا ستون راہ بتاتا چلتا تھا اور کچھہ تعجب نہیں کہ یہہ روشنی وہی ربانی روشنی ہو جو حضرت مسیح کی پیدایش کی رات کو گدڑیوں ‡ پر چمکی اور بسبب فاصلہ پر ہونے کے ان لوگوں کو چھوٹے سے ستارہ کی مانند دکھائی دی *

یہہ مجوسی علم ہیئت اور نجوم کے بڑے عالم تھے اُنھوں نے اپنے علم کے سبب یہہ بات جان لی کہ یہہ روشنی جو بطور ستارہ کے دکھائی دیتی ہی کوئی آسمانی ستارہ نہیں ہی اور نہ کوئی ایسی چیز ہی جو آسمان یا زمین یا ہوا کی پیدایش سے علاقہ رکھتی ہو بلکہ ایک کراماتی روشنی ہی اور حساب کی رو سے اُنھوں نے جان لیا کہ یہہ روشنی یہودیا کے ملک پر ہی اور تمام مشرقی ملکوں میں یہودیوں کے سبب سے اگلے پیغمبروں § کی پیشین گوئیاں مشہور تھیں کہ یہودیہ میں سے ایک بادشاہ پیدا ہونے والا ہی جو تمام بنی اسرائیل پر حکومت کریگا اسلیئے اُن مجوسیوں نے جانا کہ یہودیہ پر یہہ ربانی روشنی اُسی موعود بادشاہ کے پیدا ہونے کی ہی *

ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ روشنی قریب دو برس کے روشن رہی کیونکہ جب یہہ مجوسی || یروشلیم میں پہونچے ہیں جبتک یہہ روشنی موجود تھی پس بعضے لوگ یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اسطرح کی روشنی یا ستارہ یہودیا کے ملک پر نکلا ہوتا تو یورپ اور ایشیا اور ایفریقہ کے بہت سے ملکوں میں دکھائی دیتا اور ہر ملک کے مورخ اور اہل ہیئت اپنی تاریخوں اور زائچوں میں اُسکا ذکر لکھتے علی‌الخصوص اہل فارس جنکے

† خروج ۱۳ — ۲۱ —
‡ لوک ۲ — ۹ —
§ اعداد ۲۴ — ۱۷ میکہ ۵ — ۲ —
|| متی ۲ — ۹ —

هیں اُس زمانہ میں علم هیئت کي تحصیل کا بڑا چرچا تھا حالانکہ اس واقعہ کي بابت اس قسم کي کوئي شہادت کسي ملک کي تاریخ میں نہیں هی *

مگر یہہ ایک بیہودہ خیال هی یہہ روشني شان ربانی کي روشني تھي وهي شخص اُس پاک چیز پر نگاہ ڈالنے کي لیاقت رکھتا تھا جسکا دل روحاني تجلي سے روشن هوچکا تھا نہ هر کوئي پھر اگر اللہ تعالی نے صرف اُنهي لوگوں کو دکھائي هو جو اُس کے دیکھنے کے لایق تھے تو کیا عجب هی *

علاوہ اس کے بہت سے ایسے واقعات عجیب دنیا میں هوئے هونگے جنکا ذکر تاریخ کے ذریعہ سے همکو نہ پہنچا هو خواہ تو بسبب نہ دستیاب هونے ایسي کتابوں کے جن میں اُسکا ذکر هو خواہ اس سبب سے کہ کسیٔنے اُس کے لکھنے اور مضبط کرنے پر توجہہ نکي هو *

۳ تب هیرود بادشاہ اور یروشلیم کے سب رهنے والے یہہ سنکر گھبرائے *

۴ اور اُسنے سب سردار امام اور لوگوں کے کاتبوں کو بلاکے اُن سے پوچھا کہ مسیح کہاں پیدا هوگا ؟ *

۵ اُنهوں نے اُس سے کہا کہ یہودیا کي بیت‌لحم میں اسلیئے کہ نبي کي معرفت یوں لکھا گیا هی *

۶ کہ اے یہودیا کی زمین † بیت‌لحم تو یہودیا کے بڑے شہروں میں هرگز چھوٹا نہیں هی کیونکہ تجھہ میں سے ایک بادشاہ نکلیگا جو میرے ‡ اسرائیل لوگوں پر بادشاهت § کریگا *

تفسیر

(گھبرائے) یہودیوں کے بادشاہ پیدا هونے سے هیرود کے دلمیں حضرت مسیح کي روحاني بادشاهت کا کچھہ خیال نہ آیا بلکہ وہ دنیا کا بادشاہ هونا سمجھا اور اسي بات کا خوف کرکر وہ گھبرایا ۔ یروشلیم کے باشندے یا تو اس خبر کي خوشي کے مارے گھبرائے یا اُنکو یہہ اندیشہ هوا کہ دیکھیئے ایسا شخص جو پیدا هوا هی اُس کا نتیجہ کیا هو مگر غالباً اُنکا گھبرانا اسوجہہ سے تھا کہ هیرود کے ظلم اور بے رحمي سے وہ بخوبي واقف تھے اُنهوں نے خیال کیا کہ جب اس ظالم کو یہودیوں میں اپنے خیالي رقیب کے پیدا هونے کا یقین هوا هی تو دیکھیئے کہ یہودیوں پر وہ کیا کیا ظلم کریگا *

(سردار امام) یہہ ترجمہ هی چیف پریسٹ یا هاے پریسٹ کا امام اُن لوگوں سے مراد هی جو معبد کے خادم تھے اور لوگوں کي طرف سے قرباني چڑھاتے تھے حضرت موسی

† میکہ ۵ — ۲ یوحنا ۷ — ۴۲ —

‡ لوقا ۱ — ۳۳ —

§ اشموایل ۲۰ — ۱۱ اشموایل ۲۳ — ۵ و ۷ یوحنا ۱۰ — ۱۱ —

علیہ‌السلام کي شریعت سے پہلے ہر ایک شخص اپني قرباني آپ چڑھاتا تھا اور ہر ایک خاندان کا بزرگ اُس خاندان کا امام ہوتا تھا جبکہ حضرت † موسی نے معبد کي خدمت خاص حضرت ہارون کي اولاد پر مقرر کي جب سے قربانیوں کا چڑھانا اُنہي پر منحصر ہوا جو ان عہدوں پر مقرر ہوتے تھے . یہودیوں میں یہہ عہدہ بہت معزز تھا انہي کي معرفت کفارہ گناہوں کا دیا جاتا تھا انکي پوشاک ایک خاص وضع کي ہوتي تھي اور جو ان میں سردار ہوتا تھا اُسکے لیئے جدا تمغہ تھا یہہ لوگ دنیاوي رسومات سے پرہیز کرتے تھے شراب یا اَور کوئي نشہ کي چیز نہیں پیتے تھے عبادت خانہ کا تمام سامان انکے اختیار میں رہتا تھا اور عبادت خانہ میں روشني کرني اور خوشبوئي ‡ کا جلانا اور قرباني سوختني کے لیئے آگ کا مہیا رکھنا انکا کام تھا انکے لیئے سب لوگوں پرحقوق مقرر تھے اور کچھہ ملک بھي اُنکے خرچ کے لیئے انکے پاس تھے . یہي امام لوگوں کو تعلیم کرتے تھے اور یہودي شریعت کے بموجب انہي سے فتوی پوچھا جاتا تھا لڑائي § میں عبادت خانہ کا ناقوس بجاتے تھے حضرت داؤد علیہ‌السلام نے ان لوگوں کو چوبیس جماعتوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر ایک شخص اپني اپني ترتیب میں قایم ہوتا تھا *

(لوگوں کے کاتبوں کو) انگریزي زبان میں یہہ لوگ سکرئبز کہلاتے ہیں . کاتب کسي خاص فرقہ کا لقب نہیں تھا بلکہ جولوگ عہد عتیق کي کتابوں کو خاص کر لکھتے اور پڑھتے تھے اور اُسکے دقایق اور مشکلات کے حل کرنے پر مصروف تھے اور لوگوں کو کتب مقدسہ کي تعلیم بھي کرتے تھے وہ لوگ کاتب کہلاتے تھے *

پہلے پہل یہہ لقب بادشاہ کے منشي کا تھا پھر ہر ایک شخص کا لقب ہوگیا جو بہت بڑا منشي اور عالم ہو . اور جو کہ امام اور کاتب بسبب زیادہ مشغول رہنے کے تحصیل علوم کتب مقدسہ میں اُنکے دقایق اور مضامین سے بخوبي واقف اور آگاہ تھے اسلیئے مشکل اور ضرورت کے وقت یہہ لوگ بلائے جاتے تھے تاکہ بلحاظ اگلے پیغمبروں کي پیشین گوئیوں کے اُنکي مشکلات کے حل کي کوئي تدبیر بتاویں یا کسي پیشین گوئي کا صحیح مطلب بیان کریں اسي ارادہ سے ہیرود بادشاہ نے سردار امام اور کاتبوں کو جمع کیا تھا . اس میں صرف وہي لوگ نہ تھے جو عبادت خانہ کے عہدوں پر مقرر تھے بلکہ سب امام چوبیسوں فرقوں کے اور سب کاتب جمع کیئے تھے تاکہ حضرت مسیح کے پیدا ہونے کي جگہہ بتاویں *

---

† خروج ۲۹ — ۴ لغایت ۳۵ —

‡ ۲ تاریخ ۲۶ — ۱۸ —

§ اعداد ۱۰ — ۸و۹ استثنا ۲۰ — ۲ —

اگرچہ یہہ لوگ کتب مقدسہ کو لکھتے اور پڑھتے تھے مگر صاف ظاہر ہی کہ ان لوگونکا دل کتب مقدسہ کے روحانی اثر سے بالکل خالی تھا ان لوگوں نے دنیا کے لالچ سے خدا تعالی کے احکام کے اصلی مطلب اور اور اصلی منشاء کو بالکلیہ † خراب کردالا تھا . یہی لوگ تھے جو مدت سے حضرت مسیح کے پیدا ہونے کی خبر پڑھتے آتے تھے پھر جب سچا مسیح پیدا ہوا تو اُس سے انکار کیا اور انجام کو اپنے اندھے پن سے کلمۃاللہ اور روح اللہ کو قتل کرنیکے لیئے پلات کے سپرد کیا *

(مسیح کہاں پیدا ہوگا) یعنی اگلے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں میں جو حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیدا ہونیکا ذکر ہی اُن میں مسیح کی پیدایش کس جگہہ لکھی ہی *

(یہودیا کے بیت‌لحم میں) اُن لوگوں نے جوابدیا کہ یہودیا کے بیت‌لحم میں حضرت مسیح کا پیدا ہونا لکھا ہی یہہ خبر اُن لوگوں نے میکہہ نبی کی کتاب کے پانچویں باب اور دوسرے ورس سے بیان کی *

(اے یہودیا کی زمین بیت‌لحم) جس طرز پر یہہ پیشین گوئی اس انجیل میں مذکور ہی وہ کسی سے مطابقت لفظی نہیں رکھتی نہ اصل عبری سے اور نہ اُسکے یونانی ترجمہ سبٹو اِیجنٹ سے . مگر جوابدہی اس اختلاف کی اُن سردار اماموں اور کاتبوں کے ذمہ ہی جنہوں نے ہیرود کے سامنے اس پیشین گوئی کو بیان کیا تھا نہ مقدس متی کے ذمہ . کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ اُن لوگوں نے اس پیشین‌گوئی کو عبری زبان سے یونانی زبان میں یا فلسطین کی زبان میں ترجمہ کرکر بتایا تھا - اور بغیر غور و تامل کے ترجمہ کرنے کے سبب یہہ اختلاف پڑگیا *

عبری کا ترجمہ انگریزی زبان میں اسطرح پر ہوا مگر اے بیت‌لحم افراتہ باوجودیکہ تو یہودا کے ہزاروں میں چھوٹا ہی تو بھی تجھہ میں سے میرے لیئے وہ شخص نکلیگا جو اسرائیل میں حکومت کریگا اور اُسکا نکلنا قدیم سے ایام‌الازل سے ہی *

بعضوں نے اسکو بطور سوال کے پڑھا ہی یعنی کیا تو ہزاروں میں یہودیا کے کم ہی ؟ * سپٹواِیجنٹ کا ترجمہ انگریزی زبان میں یوں ہی تو بیت‌لحم گھرافراتہ ہی ایک نہایت کم میں سے ہونے کو ہزاروں میں یہودیا کے تجھہ میں سے ایک شخص نکلیگا میرے لیئے ہونے کو حاکم اسرائیل کا ولگیت کا ترجمہ انگریزی زبان میں اسطرح پر ہی تو بیت‌لحم افراتہ ہی ایک چھوٹا شہر درمیان ہزاروں یہودیا کے تجھہ میں سے میرے لیئے وہ شخص نکلیگا جوحاکم ہونیکو ہی اسرائیل میں اور اُسکا ہونا قدیم سے ایام ازل سے ہی *

اختلافات صرف یہہ ہیں کہ میکہ کی کتاب میں بیت‌لحم افراتہ ہی اور مقدس متی

† متی ١٥ — ٢ —

کي انجيل ميں بيت‌لحم زمين يہودا مگر يہہ پچھلا نام بھي اُسي شہر کا عہد عتيق † کي کتابوں ميں آيا ہی *

بڑا اختلاف لفظ نفي ميں ہی کہ عبري ميں لفظ نفي کا نہيں ہی بلکہ ايسا بھي کوئي لفظ نہيں ہی جسکے معني باوجودي کے ليئے جاويں جيسيکہ انگريزي ترجمہ ميں ليئے گئے ہيں اسي سبب يہہ درس بطور سوال کے بھي نہيں پڑھا جاسکتا جيسا کہ سريا کي زبان کے ترجمہ ميں ہی *

عبري کے ترجمہ ميں تھوزندر کا لفظ ہی جسکا ترجمہ ہزاروں ہی اور اس انجيل ميں بجاے اُسکے پرنسز کا لفظ ہی جسکا ٹھيک ترجمہ شاہزادوں ہی *

بااين‌ہمہ اس لفظي اختلاف سے اصلي مطلب پر کچھہ تاثير نہيں ہوئي ہی کيونکہ بيت لحم افراتہ اور بيت‌لحم يہوديا درحقيقت ايک ہي شہر ہی عبري ترجمہ کي ظاہرا مراد بھي ہی کہ بيت لحم اگرچہ ايک ناچيز قصبہ ہی حضرت مسيح عليہ‌السلام کے پيدا ہونے سے معزز ہوگا اور يہي مطلب مقدس متي کي انجيل کا اور سيٹوايجنٹ اور ترجمہ زبان سريا کا ہی . يہودي قومیں ہزاروں ميں تقسيم ہوگئي تھيں اور ہر ايک قوم پر ايک شہزادہ يا سردار قايم تھا اسليئے اگر اس مقام پر ہزاروں کا لفظ استعمال کيا يا بجاے اُس کے شاہزادونکا دونوں کا مطلب متحد ہی *

علاوہ اس کے عہد جديد کے لکھنے والوں کي اصلي مراد صحيح مطلب بيان کرنے سے ہوتي تھي بعينہ الفاظ نقل کرنيکے وہ پابند نہ تھے چنانچہ مقدس متي نے بہت جگہہ‌اسي انجيل ميں اور اسيطرح اور انجيل نويسوں نے اپني اپني انجيلوں ميں بعينہ الفاظ نقل کرنيکي پابندي چھوڑ کر عہد عتيق کي کتابوں کي مراد کا بيان کرنا مقدم سمجھا ہی . ہم مسلمانوں کے ہاں اس طريقہ کے اختيار کرنيکا کچھہ مضايقہ نہيں ہی اور ہم اُسکو روايت بالمعني کہتے ہيں *

اُردو مترجم نے جس کا ترجمہ ميں نے بطور متن کے داخل کيا ہی بجاے پرنسز يعني شہزادوں کے (بڑے شہروں) ترجمہ کيا ہی اور عربي مترجم نے جس کا ترجمہ سنہ ١٨١١ع ميں چھپا (ولايات) ترجمہ کيا ہی جسکو انگريزي ميں (کنٹري) اور ہندي ميں (ديس) کہتے ہيں اور ہندي مارٹن کے اُردو ترجمہ ميں جو سنہ ١٨١٩ ع ميں چھپا اميروں ترجمہ کيا ہی اور فارسي ترجمہ ميں جو سنہ ١٨٢٨ ع ميں چھپا بزرگان ترجمہ کيا ہی مگر جوکہ ہر ايک شہزادے سے کوئي نہ کوئي شہر علاقہ رکھتا تھا شايد اسي خيال سے پہلے دونوں مترجموں نے شہرونکا ترجمہ کيا *

† تقات ١٧ — ٧ —

(مهرے اسرائیل لوگوں پر بادشاهت کریگا) یعني اُس کو بني اسرائیل پر روحاني حکومت هوگي . هم مسلمان اس پیشگوئي سے استدلال کرتے هیں که حضرت مسیح علیهالسلام صرف بني اسرائیل کي قوم کي هدایت کو آئے تھے نه تمام دنیاکي قوموں کي مگر هاایں همه همارا مذهب هی که جسقدر غیر یهودي حضرت مسیح علیهالسلام پر ایمان لائے اُن سب نے بهي نجات ابدي حاصل کي کیونکه هم مسلمانوں کا اعتقاد هی که گو کوئي نبي کسي خاص قوم کے لیئے بهیجا گیا هو اُسپر جو کوئي ایمان لاتا هی نجات ابدي پاتا هی خواه وه شخص اُسي قوم کا هو جس کے لیئے اُس وقت کا پیغمبر مبعوث هوا یا اَور کسي قوم کا کیونکه هم مسلمان یقین کرتے هیں که جتنے پیغمبر ابتداے دنیا سے خاتم النبیین تک گذرے هیں سب کا دین واحد تھا چنانچه قرآن مجید میں الله تعالے نے فرمایا هی راه ذال لکم من الدین ماوصی به نوحاً والذي اوحینا الیک وماوصینا به ابراهیم و موسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقو فیه —

سورة شوري آیت ١٣ شرع لکم من الدین ماوصی به نوحاً والذي اوحینا الیک وماوصینا به ابراهیم و موسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقو فیه —

یعني تمکو دین میں وهي جو کهدیا تھا نوح کو اور جو حکم بهیجا همنے تجهکو اور جو همنے کهدیا تھا ابراهیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو که دین کو قایم رکهو اور اُسمیں کچهه فرق مت کرو . اور هم مسلمانوں کے مذهب بموجب اسي بیان پر حضرت مسیح علیهالسلام نے آسمان پر جاتے وقت حواریوں کو فرمایا † که تم جاکر سب ملکهونکو مرید کرکر اُنهیں باپ اور بیٹے اور روح قدس کے نام سے غوطه دلاؤ *

---

٧ تب هیرود نے اُن مجوسیونکو چهپکے بلایا اور اُن سے تحقیق کرکے پوچها که وه ستاره کسوقت دکهائي دیا ؟ *

٨ اور اُس نے اُن کو بیت لحم میں یه کهکر بهیجا که جاکر اُس لڑکے کے احوال خوب دریافت کرو اور جب تم اُس کو پاؤ مجهے خبر دو تاکه میں بهي آکر اُسے سجده کروں *

تفسیر

(وه ستاره کسوقت دکهائي دیا) هیرود نے جو اُن مجوسیوں سے یهه دریافت کیا که وه ستاره کسوقت دکهائي دیا اس سے پایا جاتا هی که اُس ظالم نے اُسوقت سے ارادہ کیا تھا که اُسوقت کے پیدا هوئے لڑکوں کا قتل کرے اور اسبات سے غافل تھا که خدا جسکو بچانا چاهتا هی اُس کو نه هیرود مارسکتا هی نه اور کوئي اُس سے بهي زیادہ ظالم *

باوجودیکه بیت لحم یهودیا کا یروشلیم سے دور نهیں اس پر بهي هیرود نے اپنا کوئي سپاهي یا سردار مجوسیوں کے ساتهه حضرت مسیح کي تلاش کرنیکو نه بهیجا ظاهري سبب اس کا تو یهي هی که اُسکو خوف هوا که یهودي اُسکے فاسد ارادہ سے واقف هوکر کچهه فساد

---

† متی ٢٨ — ١٩ —

نکریں یا اُس لڑکے کو چھپا نڈالیں مگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ‌السلام کا یہہ معجزہ تھا کہ ایسے قوی اور دانا دشمن پر ایک نہایت بھوتوفی کا پردہ پڑگیا *

(مجھ بھی آکر اُسے سجدہ کروں) یہہ بات بخوبی روشن ھی کہ ھیرود کا ارادہ حضرت مسیح کے سجدہ کرنے کا نہ تھا اُسنے مکاری سے یہہ جھوٹ بات یہودیوں سے کہی تھی . ظاھر میں آدمیوں سے اور حقیقت میں خدا سے مکر کرنا چاھتا تھا مگر اللہ تعالے سب مکاروں کے دلی مکر سے واقف ھی *

۹ وے بادشاہ سے یہہ بات سنکر چلے گئے اور وہ ستارہ جو اُنہوں نے پورب سے دیکھا تھا آگے آگے چلا گیا یہاں تک کہ اُس جگہہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا آکے ٹھہرا *

۱۰ تب وہ اُس ستارہ کو دیکھکر خوش ھوئے *

۱۱ اور اُنہوں نے گھر میں جاکر لڑکے کو اُس کی ما مریم کے ساتھہ پایا اور زمین پر گر کر اُس کو سجدہ کیا اور اُنہوں نے اپنے اسباب کھول کر سونا اور لبان اور مر اُسکو نذر † کیا *

۱۲ اور وے خواب میں خبر پاکر کہ ھیرود کے پاس پھر جانا نہ چاھیئے دوسری راہ سے اپنے ملک کو گئے *

تفسیر

(وہ ستارہ جو اُنہوں نے پورب سے دیکھا تھا) اُس ستارہ کے پتہ سے مجوسیوں کا یروشلیم میں جو پایہ تخت یہودیا کا تھا پھونچنا ممکن تھا مگر جب اُنکو یروشلیم میں اُس لڑکے کے گھر کا پتہ نہ لا تو خدا نے اپنی مہرباتی سے اُس ستارہ کو اُن کے آگے حضرت مسیح کے گھر کا رستہ بتانیکو روانہ کیا اوراُس روشنی کو اس قدر نیچا کردیا کہ اُن کے آگے آگے چلنے لگی جس طرح کہ آگ کا ستون بنی اسرائیل کو رستہ بتانے کے لیئے آگے آگے چلتا تھا *

(سجدہ کیا) شاید بعض عیسائی ان مجوسیوں کے سجدہ کرنے سے حضرت عیسی علیہ‌السلام کی اولوھیت پر استدلال کرتے ھونگے مگر یہہ استدلال نہ ھم مسلمانوں کے نزدیک صحیح ھی اور نہ محققین علمائے عیسائی کے نزدیک صحیح ھی . جس لفظ کا ترجمہ سجدہ کیا ھی اگر اُس کے ٹھیک سجدہ ھی کے معنی ھوں تو ھم مسلمانوں کے نزدیک اس سے سجدہ تعظیمی مراد ھی جو پہلی شریعتوں میں مقبول نہ تھا اور اگر اُس لفظ کے معنی قدموں پر گرنے کے ھوں جیسا کہ مشرقی ملکوں میں بڑے بڑے بادشاھوں کی اس طرح پر تعظیم ادا کرنے کا دستور تھا تو پھر کوئی مقام اشتباہ کا باقی نہیں رھتا *

وائٹسن صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ھیں کہ جس یونانی لفظ کے معنی سجدہ کے لیئے ھیں وہ ایک ھی لفظ ھی جو الٰہیہ پرستش اور قدموں پر گرنے کی تعظیم ادا کرنے میں

† زبور ۷۲ — ۱۰ اشعیاہ ۶۰ — ۶ —

مستعمل هی جو تعظیم که مشرق کے لوگ اپنے بادشاهوں کی بجا لایا کرتے تهے مثلاً زنوفن جس مقام میں اُس تعظیم کا بیان کرتا هی جو سپرس کی رعایا نے اُس کی کی تهی وهاں یهه لکهتا هی که جب رعایا نے اُسکو دیکها تب اُن سب نے اُس کی تعظیم ادا کی اور جس لفظ کا اس مقام پر همنے تعظیم کا ترجمه کیا هی وه انگریزی لفظ (ور شب) هی یهه لفظ بهی اُن دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا تها اسلیئے واٹسن صاحب لکهتے هیں که مجوسیوں نے حضرت مسیح کی شاهی تعظیم ادا کی مگر یهه بات که اُنهوں نے اُس کی الوهیت کا بهی کچهه لحاظ کیا اس قدر صاف معلوم نهیں هوتی جس قدر که بعض متقدمین نے اُسکو سمجها *

(نذر دیا) معلوم هوتا هی که یهه ایک قدیم رسم مشرقی ملک کی تهی که جو کوئی شخص کسی بڑے پاس جاتا تها تو بغیر نذر کے نهیں جاتا تها اس لیئے یهه مجوسی بهی حضرت مسیح کے لیئے نذریں لائے تهے *

اس مقام پر علماء مسیحی نے اپنی تفسیروں میں لکها هی که ان مجوسیوں نے سونا وغیره جو نذر پکڑا اُس سے حضرت داؤد اور حضرت اشعیاه علیهما السلام کی پیشین گوئیاں پوری هوتی هیں جهاں † حضرت داؤد نے فرمایا که ترسیس اور جزیروں کے سلاطین تحفے لاوینگے اور شیبا اور سبا کے بادشاه هدیئے گذرانینگے *

اور جهاں حضرت اشعیاه ‡ نبی نے فرمایا که اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور ایفه کی سانڈنیاں تیرے پاس جمع هونگی وے سبا سے آوینگے سونا اور لبان لاوینگے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناوینگے *

مگر حقیقت میں ان دونوں پیشین گوئیوں کو حضرت مسیح علیه السلام سے کچهه علاقه نهیں هی اگر هوتا تو مقدس متی اس کا بهی اشاره فرماتے *

ترسیس شهر یا تو مدیتریفین یعنی بحیره روم میں واقع تها یا اطلانتک میں جس کو بحر اوقیانوس کهتے هیں اس صورت میں اسپین کا شهر کارتهیج یا تارسس کا نام ترسیس تها اور بعضوں کے نزدیک یهه شهر بحر هند میں واقع تها پس ترسیس سے اور مجوسیوں سے کچهه علاقه نهیں هی *

شیبا کا شهر بعضوں کے نزدیک افریقه میں هی اور صحیح § قول یهه هی که عرب هیبی یا فلکس کے جنوبی حصه میں هی . اور شهر سبا بهی غالباً عرب فلکس میں هی پس ان

---

† زبور ۷۲ — ۱۰ —
‡ اشعیاه ۶۰ — ۶ —
§ متی ۱۲ — ۴۲ —

شہروں کو بھی ایران سے اور مجوسیوں سے کچھہ علاقہ نہیں ہی - اگر مقدس متی ان دونوں ورسوں کی طرف اشارہ فرماتے تو سمجھا جاسکتا تھا کہ روح‌القدس نے اُنکو اس مطلب کی طرف ہدایت کی ہی مگر جب اُنھوں نے کچھہ اشارہ نہیں کیا تو ہمارے پاس اور پیشین گوئیوں کی جو خاص حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ٹھیک آتی ہیں اور روح‌القدس نے لکھوائی ہیں کیا کمی ہی جو ہم اپنی طرف سے کسی اور پیشین گوئی کے مطابق کرنے میں کوشش کریں *

(اور وے خواب میں) ہیرود کے مکر اور اُس کے دلی بد ارادہ سے اللہ تعالے بخوبی واقف تھا اُس نے خواب میں اپنے فرشتہ کی معرفت اُن مجوسیوں کو ہیرود کے مکر اور برے ارادہ سے مطلع کیا اور یہہ ہدایت کی کہ وہ ہیرود کے پاس نجاویں اور حضرت مسیح کی اُسے خبر نکریں اسلیئے وہ مجوسی یروشلیم کو نہ گئے اور دوسری راہ سے اپنے ملک کو پھرگئے *

---

۱۳ اُن کے جانے کے بعد خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا اُٹھہ اس لڑکے کو اور اُس کی ما کو لیکر مصر کو بھاگ جا اور جب تک میں تجھہ پاس خبر نہ لاؤں وہیں رہ کیونکہ ہیرود قتل کرنے کے لیئے اس لڑکے کو ڈھونڈیگا *

۱۴ تب اُسنے اُٹھکر لڑکے کو اور اُسکی ما کو ساتھہ لیکے راتوں رات مصر کو چلاگیا *

۱۵ اور ہیرود کے مرنے تک وہاں رہا اسیطرح وہ جو خداوند کے نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا کہ میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا پورا ہوا *

تفسیر

(مصر کو چلا گیا) جب سے کہ سکندر اعظم نے مصر کو فتح کیا تھا بہت سے یہودی اسکندریہ اور مصر کے بڑے بڑے شہروں میں جا رہے تھے اور یہودیا کے رہنے والوں سے ہمیشہ آمد و رفت رکھتے تھے اس سے خیال کیا جاسکتا ہی کہ جب حضرت مسیح خدا کے حکم بموجب مصر کو گئے تو اپنی ہی قوم میں جاکر رہے *

(میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا) یہہ پیشین گوئی جسکا مقدس متی نے حوالہ دیا ہوشیع † نبی کی ہی اور وہ ورس یہہ ہی *

' جب اسرائیل طفل تھا میں اُسکو پیار کرتا تھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا ' *

مقدس متی نے روح‌القدس کے بتانے سے اس ورس کو حضرت مسیح کے واپس آنے پر لکھا ہی پس کچھہ شبہ نہیں کہ یوں ہی ہی گو ظاہر میں کچھہ بعید معلوم ہوتا ہو - مگر جو لوگ اگلے پیغمبروں کے کلام کے اشارات سمجھنے والے ہیں وہ بھی بخوبی سمجھتے ہیں کہ اس ورس میں حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پھر آنیکی طرف اشارہ ہی *

---

† ہوشیع ۱۱ — ۱ -

اس ورس میں دو لفظ ہیں ایک لفظ (اسرائیل) دوسرا لفظ (اپنا بیٹا) اسرائیل کے لفظ سے اس جگہہ بنی اسرائیل یعنی اُس کے لفظی معنی مراد نہیں ہیں . اور اپنے بیٹے کے لفظ سے اول مراد لینی چاہیئے اسرائیل کیونکہ † خدا نے اسرائیل کو بھی اپنا پہلوٹا بیٹا کہا ہی اور پھر اسرائیل سے بنی اسرائیل سمجھنا چاہیئے . اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے بیٹے کے لفظ سے بھی اُس کے لفظی معنی مراد نہیں ہیں . اس سے ثابت ہوا کہ اسرائیل کے لفظ سے بعضی دفعہ کوئی اَور شخص مراد ہوتا ہی اور اسرائیل کا لفظ بطور نشان کے کہا جاتا ہی . اور جبکہ بنی اسرائیل کو اس مقام پر ایسے طور سے بیان کیا ہی جیسیکہ ایک شخص اور اُسکو خدا کا پہلوٹا بیٹا بھی کہا ہی تو پھر اُس نشان سے سوائے حضرت مسیح کے اَور کون شخص مراد ہوسکتا ہی علی‌الخصوص ایسی صورت میں کہ عہد عتیق کی کتابوں میں خود حضرت مسیح‌کو ‡ بعضی جگہہ اسرائیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہی . اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ہوشیع کی کتاب میں اسرائیل اور اپنے بیٹے کے لفظ سے بنی اسرائیل صرف بطور نشان کے بیان ہوئے تھے اور حقیقت میں اُس نشانی کا پورا ہونا حضرت مسیح علیہ‌السلام میں بیان کیا گیا تھا *

بنی اسرائیل مصر میں غیر ملکی حاکموں کے تابع اور نہایت کمینہ حالت میں تھے وہاں سے وہ بلائے گئے اور مصیبت اُٹھانیکے بعد لوگوں میں حکومت اور بڑی شان میں برقرار ہوئے - اسیطرح حضرت مسیح علیہ‌السلام مصر میں غیر ملکی لوگوں کے تابع تھے پھر وہاں سے بلائے گئے اور بعد بہت سی آزمایشوں کے بہت بڑی شان روحانی اور حکومت میں سرافراز ہوئے اور جو ہوشیع نبی نے کہا تھا وہ حضرت مسیح علیہ‌السلام میں پورا ہوا *

---

١٦ جب ہیرود نے دیکھا کہ اُن مجوسیوں نے اُس سے ہنسی کی نہایت غصی ہوا اور لوگوں کو بھیج کر بیت‌لحم اور اُس کے چاروں طرف میں جتنے لڑکے دو برس کے شروع میں اور اُس کے کم میں تھے موافق اُس وقت کے کہ اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کیا تھا سب کو قتل کیا *

تفسیر

(جتنے لڑکے دو برس شروع میں اور اُس سے کم کے تھے موافق اُسوقت کے) اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مجوسیوں نے دو برس کے شروع میں اُس ستارہ کا دیکھنا ہیرود سے بیان کیا تھا . اور اُس سے کم عمر کے لڑکوں کو اس خیال سے قتل کیا تھا کہ شاید وہ لڑکا جس کے قتل کا ہیرود ارادہ رکھتا تھا اُس ستارہ کے نکلنے کے کچھہ دن بعد پیدا ہوا ہو اور یہہ ظاہر ہی کہ

---

† خروج ٤ - ٢٢ و ٢٣ -

‡ اشعیاہ ٤٩ - ٣ زبور ٢٢ - ١٦ و ١٨ -

اُس ستارہ کے نکلنے سے پہلے اُس لڑکے کا پیدا ہونا خیال نہیں ہوسکتا تھا

۱۷ تب جو † یرمیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہوا *

۱۸ کہ رامہ میں زاری اور رونے اور پیٹنے کی آواز سنی جاتی ہی کہ راحیل اپنے لڑکوں کے واسطے روتے اور تسلی نہیں مانتے اسلیئے کہ وے نہیں ہیں *

تفسیر

رامہ ایک چھوٹاسا قصبہ بنیامن کے ضلع میں یروشلیم سے چھ میل کے فاصلہ پر بیت لحم کے رستہ میں ایک ٹیلہ پر واقع تھا بنو زاردن نے بہت سے مقامات کے بھوسی قید میں لیجانے کو یہاں جمع کیئے تھے اور وہ قیدی راحیل کی اولاد میں تھے اور وہ بیت لحم کے رستہ میں بعد مرنے کے دفن ہوچکے تھے اس لیئے یرمیاہ نبی نے شاعرانہ طور پر یہودیوں کے بابلن کی قید میں جانے کی پیشین گوئی کی تھی مگر یہہ مصیبت قتل اطفال کی جو بیت لحم میں رامہ کے پاس یہودیوں پر واقع ہوئی راحیل کے اپنے لڑکوں کے لیئے رونے اور پیٹنے اور تسلی نہ پانے سے بہت زیادہ مناسبت رکھتی تھی۔ اس لیئے روح القدس نے مقدس متی سے لکھوایا کہ اگرچہ بابلن کی قید میں لیجانا یرمیاہ نبی کی پیشین گوئی بموجب واقع ہوچکا مگر درحقیقت وہ پیشین گوئی ٹھیک اب پوری ہوئی اور قتل اطفال کے سبب راحیل کا رونا اور پیٹنا اور تسلی نہ پانا اس وجہہ سے کہ وہ نہیں ہیں سب کا سب بہت اچھی طرح پورا ہوا *

۱۹ ہیرودس کے مرنے بعد خداوند کے فرشتہ نے مصر میں یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا *

۲۰ اُٹھہ اور اُس لڑکے کو اور اُس کی ما کو لیکر اسرائیل کے ملک میں جا کہ وے جو اس لڑکے کو جان سے مارنا چاہتے تھے مرگئے ہیں *

۲۱ تب وہ اُٹھا اور اُس لڑکے اور اُس کی ما کو لیکر اسرائیل کے ملک میں آیا *

۲۲ لیکن جب سنا کہ ارخلا یہودیا میں اپنے باپ کے تخت پر بیٹھہ کے بادشاہت کرتا ہی اُس طرف جانے سے ڈرا پھر خواب میں خبر پاکر جلیل کی طرف چلا گیا *

تفسیر

(ارخلا) یہہ وہی ارکولاس ہی جو ہیرودس کا بیٹا مال تھیس اُس کی چوتھی جورو سے تھا *

(جلیل) ایک ملک ہی جو بسبب رہنے حضرت مسیح علیہ السلام کے نہایت معظم اور متبرک ہی اُس کی جنوبی حد میں سمریا اور مغرب اور شمال میں دریاے تابر

† یرمیاہ ۳۱ - ۱۵

اور دریاے سیدن اور مشرق میں اباٹلن اور ایتوریا کے ملک ھیں ۰ پہلے اس میں زبولن اور نفتالي کي قومیں رھتي تھیں *

۲۳ اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ † تھا آکر رھا اسي طرح جو نبیوں کي معرفت سے کہا گیا تھا کہ وہ ناصري کہلائیگا پورا ھوا *

تفسیر

(ناصرۃ) جلیل میں ضلع زبولن کا ایک قصبہ ھی اور یروشلیم کي شمال کي طرف پچاس اور ستر میل کے فاصلہ پر درمیان پہاڑ تیبرا اور کفنا کے ایک ٹیلہ پر واقع ھی یہاں کے لوگ شرارت میں بہت مشہور ھیں اور یہودي قومیں بہت حقارت سے یہاں کے لوگوں کو دیکھا کرتي تھیں ۰ مگر خدا کي شان ھی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کي بدولت اب نہایت عزت والا ھی *

مانڈرل صاحب کہتے ھیں کہ اب وہ نہایت چھوٹا گانوں ھی جو سزاوار اطلاع نہیں ھی اور گھاٹي میں ایک بلند پہاڑ کي چوٹي پر واقع ھی اس جگھہ رومن کیتھلک کا ایک گرجا ھی اور بیان کرتے ھیں کہ وہ خاص اُس مقام پر بنایا گیا ھی ‡ جہاں حضرت مریم کے پاس خدا کے فرشتہ یعني حضرت جبرئیل علیہ‌السلام نے خدا کا پیغام پہونچایا تھا اسمقام پر وھاں کے لوگ یوسف کے گھر کو بھي دکھاتے ھیں جہاں حضرت مسیح علیہ‌السلام تیس برس تک رھے *

(آکر رھا) اس ورس سے معلوم ھوتا ھی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام مصر سے آکر یہاں رھے اور مقدس § لوقا کي انجیل سے پایا جاتا ھی کہ حضرت مریم پہلے سے یہاں رھتي تھیں اس سبب سے یہہ قیاس ھوتا ھی کہ پہلے حضرت مریم ناصرۃ میں رھتي تھیں جب روح قدس سے حاملہ ھوچکیں تو بہت لحم میں جاي گئیں کیونکہ میکہ || نبي کي پیشین گوئي کا پورا ھونا ضرور تھا اور جب مصر سے پھر کر آئي تب پھر اپنے قدیم شہر ناصرۃ میں جاکر رھي *

(وہ ناصري کہلائیگا) ریورنڈ ڈایلي اور رچرڈسن اپني تفسیر میں لکھتے ھیں کہ پیغمبروں میں کسي کي کتاب میں یہہ کلام نہیں ھی ۰ مگر کتاب قضات باب ۱۳ ورس ۵ میں یہہ لفظ آئے ھیں کہ وہ بچہ ایک ناصري ھوگا اور یہہ کلام سائمن کي طرف اشارہ کرتا ھی ۰ اور ولی جیروم کتاب قضات کو پیغمبروں میں شامل کرتا ھی ۰ اس سے معلوم ھوتا ھی

† یرحقا ۱ — ۴۵ —
‡ ارک ۱ — ۲۶ —
§ ارک ۱ — ۲۶ ۲ — ۳۹ —
|| میکہ ۵ — ۲ —

کہ مقدس متی نے ان باتوں کو حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب کرکر (جو باتیں درباب سائمن کے جو حضرت عیسی کی نشانی تھا بیان کی گئی تھیں) یہہ کہتا ہی کہ وہ ناصری پکارا جاویگا . اس طرح پر کلام کا بیان کرنا (مورخان اقدس اور اور مورخوں میں) اکثر یہہ مراد رکھتا ہی کہ وہ ناصری ہوگا *

ڈاکٹر آروں کہتے ہیں کہ بلحاظ اشارات کلام عہد عتیق کے جن کو مقدس متی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر منسوب کیا ہی یہہ عموماً سمجھہ لینا چاہیئے کہ اُن کا درست اور صحیح ہونا ضروری ہی کیونکہ جب مقدس متی نے اُن کو لکھا ہی تو یہہ بات صریح ہی کہ جس روح قدس نے عہد عتیق کی پیشین گوئیوں کو لکھوایا ہی اُسی روح قدس نے اُنکو عہد جدید میں بھی لکھوایا ہی اور روح قدس اپنے ارادوں کو بخوبی جانتا تھا اور اُسکو یہہ بات نہایت خوب طرح سے تحقیق کرلینے کی قابلیت تھی کہ کن پر اور کس کس چیز پر وہ کلام اشارہ زن ہوتے ہیں *

مگر میری رائے میں اصلی بات یہہ ہی کہ مقدس متی کا کلام بلاشبہہ قابل تسلیم کے ہی اور یہہ بات بھی تسلیم کرنے کے لایق ہی کہ یہہ پیشین گوئی عہد عتیق کی کتابوں میں جو بالفعل ہمارے ہاتھہ میں موجود ہیں نہیں ہی مگر بہت سی کتابیں عہد عتیق کی ایسی ہیں جنکو ہم کھو بیٹھے ہیں اسلیئے ہم یقین کرتے ہیں کہ یہہ پیشین گوئی اُنہیں کتابوں سے کسی کتاب میں مندرج ہوگی *

بعض آدمی یہہ غلط خیال کرتے ہیں کہ عوامی لفظ نصاری کا اسی شہر کی طرف منسوب ہی اور جس طرح یہودی عیسائیوں کو نصرین حقارت سے کہتے تھے اسیطرح مسلمان عیسائیوں کو نصاری حقارت سے ناصرۃ کی طرف منسوب کرکر کہتے ہیں *

مگر یہہ رائے محض غلط ہی نصاری کا لفظ ناصرۃ کی طرف منسوب نہیں ہی بلکہ نصر سے مشتق ہی جسکے معنی ہیں مدد کرنیکے جواہر القران

جواہرالقران

نصر نصرہ علی عدوہ نصرا اعانہ الیہ والاسم النصرۃ والنصیر المعین مثل الناصر و جمعہ انصار کشریف واشراف والنصاری جمع نصران و نصرانۃ کالندامی جمع ندمان وندمانۃ -

القران میں لکھا ہی کہ نصر اصلی لفظ ہی عرب اس لفظ کو اس طرح پر بولا کرتے ہیں ، نصرۃ علی عدوہ نصراً ، یعنی مدد کی اُس شخص کی اوپر دشمن کے اور اُسکا مصدر ہی نصرۃ اور نصیر و ناصر کے معنی ہیں مدد کرنے والے کے اور جمع اُسکی آتی ہی انصار جیسیکہ شریف کی جمع آتی ہی اشراف اور نصاری جمع ہی نصران کی جسکے معنی ہیں ایک مرد مددگار اور نصرانۃ کی بھی جمع ہی جسکے معنی ہیں ایک عورت مددگار جیسے کہ ندمان اور ندمانۃ کی جمع ندامی آتی ہی *

ناصري اور نصراني البته نسبت هی شهر ناصرة کی طرف مگر خوب یاد رکهنا چاهیئے که جس معنی سے یهودي اسکا استعمال کرتے هیں اُس ارادہ سے هم مسلمان هرگز ان لفظوں کا بهي استعمال نهیں کرتے کیونکه اگر اُس طرح استعمال کریں تو همارے مذهب بموجب کفر هو *

عیسائیوں پو نصاری کے لفظ کے اطلاق کرنے کي وجهه یهه هی که حضرت عیسی علیه‌السلام نے فرمایا که کون میرا مددگار هی حواریوں نے کها که هم مددگار هیں اسلیئے اول حواریوں کو خطاب هوا نصاری کا پهر جو لوگ حضرت عیسی علیه‌السلام پر ایمان لاتے گئے نصاری کهلاتے گئے چنانچه قرآن مجید میں الله تعالی فرماتا هی پهر جب معلوم کیا عیسی نے بني اسرائیل سے کفر کها کون هی که میري مدد کرے الله کي راه میں کها حواریوں نے هم هیں مدد کرنے والے الله کے هم یقین لائے الله پر اور تو گواه رہ که همنے حکم قبول کیا *

سورة ال عمران آیت ٥٢
فلما احس عیسی منهم الکفر قال من انصاري الی‌الله قال الحواریون نحن انصارالله امنا بالله و اشهد بانا مسلمون –

تیسرا باب

١ یحیی کے احوال ٧ اُسکا یردن میں لوگونکو غوطہ دلانا ١٣ اور مسیح کو غوطہ کھلانا *
١ اُنھوں † دنوں میں یحیی غوطہ ‡ دلانے والے نے یہودیا کے بیابان میں ظاہر ہوکے
کہا *
٢ توبہ § کرو کیونکہ آسمان کي بادشاهت || نزدیک ہوئي *

تفسیر

(اُنھوں دنوں میں) یعني جن دنوں میں کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام ناصرۃ میں رہتے تھے . یہہ ¶ وہ وقت ہی جب تبریاہ قیصر کا پندرھواں سال جلوس تھا اور پنتیاہ پلات یہودیا کا حاکم اور ہیرود جلیل کا بادشاہ اور اُس کا بھائي فلپ اتوریہ اور ملک ترا خونیتی کا بادشاہ اور لوسانیاہ ابیلینی کا بادشاہ تھا : اسلیئے بابتس پي ارس کي یہہ راے ہی کہ حضرت مسیح کے ناصرۃ میں آکر رہنے کے قریب تین برس بعد یہہ واقعہ ہوا تھا *

(یہودیا کے بیابان میں) بیابان کے لفظ سے نرا جنگل مراد نہیں ہی جہاں آدمي نہوں بلکہ دریاے یردن کے آس پاس کا میدان اور وہ پہاڑي ملک جو یروشلم کے جنوب میں ہی مراد ہی . اسي * بیابان میں حضرت یحیی غوطہ دلاتے تھے اور اسي ‡ بیابان میں رہا کرتے تھے *

(توبہ کرو) ہم مسلمانوں کے مذہب میں گناہوں کي برائي کو سچے دل سے جاننا اور اُن سے روحاني نقصان سمجھنا اور اُس کے سبب سے دل میں غم اور رنج پیدا ہونا اور خدا کے سامنے والي ندامت اور عاجزي سے گناہوں کا اقرار کرنا اور تہ دل سے اُن کي معافي اور بخشش کي دعا مانگنا اور پکے دلي ارادہ سے آیندہ کے لیئے اُن گناہوں کا چھوڑنا توبہ کرنا ہی *

خدا تعالی پر توبہ سے گناہوں کا معاف کرنا واجب نہیں ہی مگر وہ ایسا رحیم ہی کہ اپنے رحم کي فراواني سے دلي توبہ کو ہمیشہ قبول کرتا ہی ہم مسلمانوں کے مذہب میں بیچز

† لوک ٣ — ١ و ٢ و ٢٣ —
‡ مارک ١ — ٤ پڑھنا ١ — ٦ —
§ متی ٤ — ١٧ —
|| متی ١٣ — ٢٤ وغیرہ دانیال ٢ — ٤٤ —
¶ لوک ٣ — ١ —
* مارک ١ — ٤ —
‡ لوک ١ — ٨٠ —

دلي توبہ کے اور کوئي رستہ گناهوں کي معافي کا نهيں هی سو اُنهي گناهوں کا جو خاص خدا کے گناہ هيں اور جن گناهوں ميں بندوں کا حق بهي شامل هی اُن کي معافي کے ليئے توبہ کے سوا يا اُن بندوں کا حق ادا کرنا چاهيئے يا اُن سے بهي معاف کروانا چاهيئے - تمام گناہ خدا کے بڑے يا چهوٹے سب توبہ سے معاف هوتے هيں *

عن اسماء بنت يزيد قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا ولايبالي رواه احمد والترمذي -

مشکواۃ ميں اسماء بنت يزيد سے روايت هی کہ اُنهوں نے کہا ميں نے رسول خدا صلى الله عليه وسلم کو سنا کہ قران کي يہہ آيت پڑهتے تهے اے ميرے بندوں جنهوں نے اپني جان پر زيادتي کي يعني گناہ کيا نہ آس توڑو الله کي مہر سے بے شک الله سب گناہ بخشتا هی اور کچهہ پرواہ نهيں کرتا *

يہہ مذهب مسلمانوں کا بالکل بيبل کے بهي مطابق هی کيونکہ اگلے نبيوں کي کتابوں سے بهي يهي پايا جاتا هی کہ توبہ کرنے سے الله تعالى گناہ بخشديتا هی *

زبور ٣٢ — ١ مبارک وہ هی جسکا گناہ بخشايا گيا اور خطا ڈهانپي گئي *

٢ مبارک هی وہ مرد جس کے ليئے خداوند گناہ محسوب نهيں کرتا اور جس کے دل ميں دغا نهيں *

٥ ميں تجهہ پاس اپنے گناهوں کا اقرار کرتا هوں اور ميں نے اپني بدکاري نهيں چهپائي ميں نے کہا ميں خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرونگا سو تونے ميرا گناہ بخشديا *

زبور ٧٨ — ٣٨ پر اُس نے اپني رحمت کي فراواني سے اُن کي بدکاريان بخشيں اور اُنهيں هلاک نہ کيا *

غرضکہ ان تمام آيتوں سے پايا جاتا هی کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے هيں پس حضرت يحيى عليہ السلام اسي توبہ کا وعظ کرتے تهے اور جو لوگ توبہ کرتے تهے اور يردن ميں اصطباغ پانے سے ظاهر ميں بهي اُس دلي عہد کو پکا کرتے تهے اُن کے گناہ معاف هوتے تهے اُن کے گناهوں کي معافي کسي اور چيز پر ملتوي نہ تهي جيساکہ مقدس مارک نے † اس مقام پر فرمايا يحيى بيابان ميں غوط دلاتا تها اور گناهوں کي معافي کے ليئے توبہ کے غوطہ دلانے کا وعظ کرتا تها *

(آسمان کي بادشاهت نزديک هوئي) آسمان کي بادشاهت اور خدا کي بادشاهت دونوں کے ايک معني هيں ‡ بهتّب تست ميں کي يہہ رائے هی کہ يہاں آسمان کي بادشاهت

† مارک ١ — ٤ —

‡ ديکهو تفسير ڈائيلي اور مٹهيو مطبوعہ سنہ ١٨٥٦ ع صفحہ ٩ جلد ٣ —

سے عیسائی مذہب مراد ہی کیونکہ انسانوں کے دلوں میں حضرت مسیح علیہ‌السلام کی روحانی بادشاہت ہی اور اُس میں بدون دلی توبہ کے کوئی بھی داخل ہونے کے لایق نہیں ہی *

ہنری اور اسکات † کہتے ہیں کہ آسمان کی بادشاہت سے انجیل کا رواج مراد ہی *

برکنس ‡ نوٹس میں لکھا ہی کہ خدا کی بادشاہت نزدیک ہی یعنی حضرت مسیح کے آنے کا وقت موعود ہی اور عہد عتیق کا رواج موقوف ہونے والا اور انجیل کا رحم اور فضل ظہور ہونے والا ہی اس لیئے توبہ کرو *

واٹسن صاحب § لکھتے ہیں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہی اسطرح کے کلام جو یہودی مورخوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں وہ مورخ اُس کو اصلی پرستش اور خوف خدا کے ظاہر کرنے کے لیئے اکثر استعمال کرتے ہیں . بادشاہت جس کی طرف اس مقام پر اشارہ کیا ہی وہ بادشاہت ہی جس کی دانیال اور اور پیغمبروں نے صفائی سے پیشین گوئی کی اور نئے سر سے پیدایش جس کو حضرت مسیح بذریعہ عام وعظ کے قریب شروع کرنے کو تھے اسی لیئے حضرت یحیی نے فرمایا کہ وہ قریب ہی *

مگر میں خیال کرتا ہوں کہ شاید آسمان کی بادشاہت سے وہی نور اور ہدایت مراد ہی جو خود حضرت یحیی کو دی گئی تھی اور جس سے حضرت || یحیی معافی کے لیئے توبہ کے غوطہ دلانے کا وعظ فرماتے تھے کیونکہ خود حضرت ¶ مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا ہی کہ دو بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ میرا جی انگور کے باغ میں کام کرنیکو نہیں چاہتا پر آخر پشیمان ہوکر گیا اور دوسرے نے کہا میں جاتا ہوں پر نگیا ان دونوں میں سے کس نے باپ کی فرماں برداری کی ؟ لوگوں نے کہا پہلے نے حضرت مسیح نے فرمایا کہ باجدار اور کسبیاں تمسے آگے خدا کی بادشاہت میں جاتی ہیں کہ یحیی راستی کی راہ سے تم پاس آیا اور تم اُسپر ایمان نہیں لائے لیکن باجدار اور کسبیاں اُسپر ایمان لائے اور تم دیکھکے اُسپر ایمان لانیکو پشیمان نہوئے . اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس جگہہ آسمان کی بادشاہت سے وہی ہدایت مراد ہی جو حضرت یحیی کو دی گئی تھی کیونکہ خود حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اُن لوگوں کے حق میں جو حضرت یحیی پر ایمان لائے تھے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا فرمایا *

---

† دیکھو ہنری اسکات مطبوعہ سنہ ۱۸۵۲ع جلد ۵ =

‡ برکنس نوٹس جلد اول صفحہ ۹ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ ع =

§ واٹسن صاحب کی تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۸۴۷ ع صفحہ ۳۵ =

‖ مارک ۱ — ۴ =

¶ متی ۲۱ — ۲۸ لغایت ۳۲ =

(نزدیک) کے لفظ سے یہہ مراد نہیں ہی کہ آسمان کی بادشاہت آیندہ قریب زمانہ میں آنے والی ہی بلکہ یہہ مراد ہی کہ توبہ کرنے والوں کے نزدیک ہی یعنی جو کوئی توبہ کریگا اُسکی توبہ قبول ہوگی اور خدا اُسکے گناہ معاف کریگا کیونکہ یہہ وہ زمانہ ہی کہ خدا کی بادشاہت توبہ کرنے والوں کے نزدیک ہی *

اسکی دلیل بھی خود حضرت مسیح علیہ‌السلام کے ارشاد سے نکلتی ہی جبکہ آپ نے وعظ † کرنا اور یہہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہی . اور جبکہ آپنے ‡ خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیکر کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک ہی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ . ان برسوں سے ثابت ہی کہ نزدیک کے لفظ سے آیندہ کا قریب زمانہ خدا کی بادشاہت کے آنے کے لیئے مراد نہیں ہی بلکہ یہی مراد ہی کہ خدا کی بادشاہت بندوں سے نزدیک ہوئی ہی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ *

---

۳ یہہ وہ شخص ہی جسکا ذکر یشعیاہ نبی نے کیا کہ بیابان § میں ایک پکارنے والے کی آواز ہی کہ تم خدا کے رستہ کو بناؤ اور اُسکی شاہ راہوں کو درست کرو *

تفسیر

(پکارنے والے کی آواز ہی) یہہ پیشین گوئی اشعیاہ نبی کی حضرت یحیی علیہ‌السلام کے نبی ہونے اور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنیکی خبر دینے میں ہی . مگر بشپ لوتھہ کی یہہ راے ہی کہ اول میں یہہ الفاظ یہودیوں کے قید بابلن سے نا آباد مقاموں میں واپس آنیکی نسبت کہے گئے تھے اور پھر اُس مخلصی کی نشانی سے ایک نہایت عمدہ اور بڑی شان دار مخلصی (یعنی حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنیکی) پیشین گوئی پردہ میں بیان ہوئی تھی جسکو مقدس متی نے نہایت درستی سے انجیل کے رواج پر یا حضرت یحیی نے جو توبہ سے گناہوں کی معافی کا وعظ فرماتے تھے اُسپر مناسبت دی ہی *

بشپ لوتھہ نے جو یہہ خیال کیا کہ یہہ عمدہ پیشین گوئی اول یہودیوں کے بابلن کی قید سے رہائی پانے اور اخیر کو حضرت مسیح کے آنے سے مراد رکھتی ہی اس خیال کی بیجز اسکے اور کوئی وجہہ نہیں کہ اشعیاہ نبی کے ۵۳ باب میں اولا بعض ایسے شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہی جو حضرت مسیح سے پیشتر ہوا تھا اور پھر وہی اشارہ زیادہ تر تکمیل کے ساتھہ حضرت مسیح کی طرف سمجھا گیا ہی اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ بہت سی پیشین گویاں دوہرا اشارہ رکھتی ہیں ایک وہ جو فی‌الفور ہونے کو ہی دوسری وہ جو انجام کو ہوگا پھر کچھہ تعجب نہیں کہ یہہ پیشین گوئی بھی دوہرا اشارہ رکھتی ہو *

---

† متی ۴ — ۱۷ — ‡ مارک ۱ — ۱۴ و ۱۵ —
§ اشعیاہ ۴۰ — ۳ لوک ۳ — ۴ یرحنا ۱ — ۲۳ —

مگر وائسن صاحب † اسبات کو کہ یہہ پیشین گوئي دوہرا اشارہ رکھتي ہی نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اس پیشین گوئي سے تنہا حضرت مسیح ہي کي طرف اشارہ ہی کیونکہ یہودیوں کے قید بابلن سے رہائي پاکر آنیکے وقت کوئي الہیہ علامت اُنکے ساتھہ نہ تھي جس طرح کہ بادل کا ستون مصر سے چلتے وقت اُنکے ساتھہ تھا پھر اس پیشین گوئي کے الفاظ یہودیوں کے بابلن کي قید سے رہائي پاکر آئے سے کچھہ مناسبت نہیں رکھتے *

میرے نزدیک قول فیصل اس میں یہہ ہی کہ جب مقدس متی نے فرمایا ہی کہ اس پیشین گوئي سے حضرت مسیح کا آنا مراد ہی تو اب اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ اسي طرح پر ہی خواہ اس سے اولاً یہودیوں کے بابلن کي قید سے رہائي پاکر آنا مراد ہو اور آخر کو حضرت مسیح علیہ السلام کا آنا مراد ہو خواہ سرے سے حضرت مسیح ہي کا آنا مراد ہو بہر حال حضرت مسیح کي طرف اشارہ ہی البتہ اگر مقدس متی نے یہہ اشارہ نکیا ہوتا تو ہمکو گفتگو کا مقام تھا *

(خدا کے رستہ کو بناؤ) مشرقي بادشاہوں کا ایک دستور تھا کہ جب وہ سفر کیا کرتے تھے تو اپنے آگے تمام چیزوں کے مہیا کرنے کے لیئے اور رستہ کے کھولنے اور ہموار کرنیکو اور تمام ہرجوں کے دور کرنیکو سرداروں اور کام کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے اُسي دستور کے موافق اس پیشین گوئي کے الفاظ ہیں اور اس سے اسبات کي طرف اشارہ ہی کہ ایک بادشاہ آنے والا ہی اور جبکہ اُس رستہ کو صرف توبہ سے بنایا جاتا ہی تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ دنیا کا بادشاہ نہیں ہی بلکہ اُسکي روحاني بادشاہت ہی *

اس تمام وعظ سے اور توبہ کرانے سے اور دریاے یردن میں غوطہ دلانے سے مقصود یہہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں جو برائیاں اگئي تھیں اور اُس کے زہریلے اثر نے اُن کي روحاني پاکیزگي کو خراب کردیا تھا اور جس سے خدا کے نور اور اُسکي ہدایت کے قبول کرنے میں ہرج پڑ رہا تھا اُس کو درست کریں کیونکہ عنقریب روحاني ہدایت آنے والي تھي جسکو مدت سے یہودي چھوڑ بیٹھے تھے اور بجز ظاھر کي رسومات اور شریعت کے ظاھري احکام کے اور کچھہ روحاني اثر جو اصلي مقصود شریعت کا تھا اُن میں نہیں رہا تھا اور حضرت مسیح علیہ‌السلام صرف روحاني اثر کے زندہ کرنے کو تشریف لاتے تھے پس حضرت یحی کا وعظ کرنا گویا پیش خیمہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کا تھا *

---

۴ یحی اونٹ کے ‡ بالوں کي پوشاک پہنتا اور چمڑیکا کمربند اپني کمر میں باندھتا تھا اور ٹڈي اور جنگل کا شہد اُس کي خوراک تھي *

---

† وائسن صاحب کي تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ع صفحہ ۳۶ -

‡ مارک ۱ — ۶ =

تفسیر

حضرت یحیی علیہ‌السلام کا حال اور قال یعنی طریق زندگی اور وعظ دونوں ایسے تھے جس سے دنیا اور سامان دنیا کا ناچیز ہونا اور دنیا میں آنے سے روحانی دولتمندی کمانے کا مقصود ہونا پایا جاتا تھا . حضرت یحیی علیہ‌السلام کا طریق زندگی ایسا سیدھا اور سادہ اور صاف تھا جس کے دیکھنے سے خود روحانی اثر انسان کے دلمیں پیدا ہوتا تھا . ٹڈی ایک مشہور نا چیز اوڑنے والا گھانس کا کیڑا ہی جس کے کھانے کی † یہودی شریعت میں اجازت تھی *

۵ تب ‡ یروشلیم کے اور سارے یہودیا کے اور یردن کے چاروں طرف کے رہنے والے اُس کے پاس آئے *

۶ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرکر یردن § میں اُس کے ہاتوں سے غوطے دلائے جاتے تھے *

(غوطے دلائے جاتے تھے) انگریزی زبان میں اُسکو بپٹیُب ٹزم کہتے ہیں اور عربی میں اصطباغ یہودیوں میں یہہ ایک قدیم رسم تھی کہ جب کافر مسلمان ہوتے تھے یعنی یہودی مذہب اختیار کرتے تھے تو اُن کو پانی سے اصطباغ دیا جاتا تھا . پانی ایک قدرتی چیز ظاہر کی صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی ہی اس لیئے اس رسم سے اندرونی صفائی اور روحانی پاکیزگی اختیار کرنے کا گویا ظاہری نشان یا ظاہری شہادت مراد رکھی گئی تھی . حضرت یحیی جو توبہ کرنے کا وعظ فرماتے تھے جو درحقیقت روحانی بپٹیُب ٹزم یعنی اصطباغ تھ اُس کے لیئے یردن میں غوطہ دلانا جو روحانی اصطباغ کی ظاہری علامت تھی بہت ہی مناسبت رکھتا تھا . عیسائی مذہب میں بھی یہہ رسم بدستور جاری رہی بلکہ بطور فرض مذہبی کے ادا ہونے لگی اور گرجا میں داخل ہونے کے لیئے ایک مخصوص نشان ٹھہرگیا *

اصطباغ کی اصلی حقیقت یہہ تھی کہ گناہوں اور دنیا کی آلودگی کے سبب گویا انسان مردوں میں شمار ہوتا ہی اور اصطباغ سے اُس بری موت سے چھوٹ کر روحانی حیات میں آتا ہی مگر جب اصطباغ پاکر انسان سے وہ کام نہوں جو روحانی زندوں سے ہونے چاہیئیں تو پھر اس رسم کے مقرر رکھنے یا ادا کرنے سے کچھہ فائدہ نہیں ہی *

رفتہ رفتہ جو اصلی مقصود اصطباغ سے تھا وہ جاتا رہا تھا اور اصطباغ پاکر بھی اُسی سود کے پھندے میں لوگ پھنسے رہتے تھے اسلیئے ہمارے مذہب میں بجاے اس ظاہری رسم کے جو اصلی مقصود اصطباغ کا تھا اُس کے پکڑنے اور اُس پر قایم رہنیکا حکم ہوا *

---

† احبار ۱۱ — ۲۲ —

‡ مارک ۱ — ۵ —

§ یوحنا ۳ — ۲۳ اعمال ۲ — ۳۸ ۱۹ — ۴ —

یہود اور عیسائي مسلمانوں کو کہتے تھے کہ تم بھي یہود اور نصاری ہوجاؤ تو راہ پر آؤ اور یہود یا عیسائي ہونے میں اصطباغ پانا ضرور تھا اُس پر اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تو کہدے ہم پیروي کرتے ہیں ابراھیم کے دین کي جو تھا ایک خدا کا ماننے والا اور نہ تھا مشرکوں میں سے اور مسلمانوں کو اللہ تعالے نے حکم کیا کہ تم کہو ہم ایمان لائے اللہ کا اور اُس کا جو اُترا ھمپر اور جو اُترا ابراھیم پر اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اُسکي اولاد پر اور جو ملا موسی کو اور عیسی کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے ھم فرق نہیں کرتے ایک میں اُن سب سے اور ھم اُس کے حکم پر ھیں پھر اگر وہ بھي یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے تو اُنھوں نے راہ پائي اور اگر پھر جاویں تو اب وھي ضد پر ھیں پھر کافی ھی تیري طرف سے اُن کو اللہ اور وہ سنتا اور جانتا ھی ھمنے قبول کیا اصطباغ اللہ کا اور کس کا اصطباغ اللہ کے اصطباغ سے بہتر ھی اور ھم اُسي کي عبادت کرتے ھیں *

سورۃ البقر آیت ۱۳۵ لغایت ۱۳۸

وقالو کونوا ھودا او نصاری تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط وما أوتي موسی و عیسی وما أوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون فان امنوا بمثل ما آمنتم فقداھتدوا و ان تولو فانما ھم في شقاق فسیکفیکھم اللہ وھوالسمیع العلیم صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ ونحن لہ عابدون -

---

۷ جب اُس نے دیکھا کہ بہت سے فروسي † اور صدوقي ‡ غوطہ کھانے کے لیئے چلے آتے تب اُن سے کہا اے سانپوں کے § بچو آیندہ کے غضب سے || بھاگنا کسنے تمھیں جتایا *

۸ تم میوے جو توبہ کے لایق ھیں ¶ لاؤ *

۹ اور اپنے دلمیں مت سمجھو کہ ھمارا باپ * ابراھیم ھی میں تم سے کہتا ھوں کہ خدا ابراھیم کے لیئے ان ⸸ پتھروں سے لڑکے پیدا کرسکتا ھی *

۱۰ اور درختوں کي جڑ پر اسوقت بسولا رکھا ھی جس درخت میں اچھا پھل نہیں لگتا ھی ⸸⸸ کاٹا جاتا اور آگ میں ڈالا جاتا ھی *

---

† متی ۳ — ۱۴ لوک ۱۸ — ۹ —
‡ متی ۲۳ — ۱۴ اعمال ۲۳ — ۸ —
§ متی ۱۲ — ۳۴ لوک ۳ — ۷ —
|| ۲ تسھلنیکي ۱ — ۹ —
¶ اعمال ۲۶ — ۲۰ -
* لوک ۳ — ۸ یوحنا ۸ — ۳۳ و ۳۹ —
⸸ رومیوں کو ۴ — ۱۱ و ۱۲ —
⸸⸸ متی ۷ — ۱۹ لوک ۳ — ۹ یوحنا ۱۵ — ۶ —

تفسیر

(فروسي) ایک عبراني لفظ سے نکلا هی جس کے معني علاحدہ کرنے کے هیں یہ تسمت پرسی † کا قول هی کہ اس فرقہ کا یہہ نام بسبب اُن کے علاحدہ هونے کے تمام یہودیوں سے جنهوں نے اُن کي مخصوص باتوں کو قبول نہ کیا رکھا گیا تھا . مگر میرے نزدیک اُن کا یہہ نام اس لیئے رکھا گیا تھا کہ اُنهوں نے بسبب اپنے غرور کے اور اپني خود نمائي کي بہت باتیں اپنے لیئے عام یہودیوں سے امتیاز هونے کو علاحدہ مخصوص کي تهیں *

یہہ لوگ نہایت مغرور اور مکار اور ریاکار تھے جن لوگوں کو گنہگار سمجھتے تھے اُنکے ساتھہ کھانا ‡ کھانا معیوب جانتے تھے اور اس سے غافل تھے کہ اللہ کي رحمت اُسکے غضب سے بہت زیادہ هی . یہہ لوگ § لوگوں کے دکھانے کو رستوں میں اور عبادت گاهوں میں ترئي بچاکر خیرات دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکي تعریف کریں . اسیطرح عبادتگاهوں میں اور رستہ کے مجرے || پر کھڑے هوکر لوگوں کے دکھانیکو عبادت کیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکو بزرگ جانیں سب ¶ کام ریاکاري سے کرتے تھے اپني پوشاک بڑي بزرگانہ طور کي بناتے تھے اپنے گلوبندوں میں اپني تعریف لکھواتے تھے مجلسوں میں صدر نشیني اختیار کرتے تھے رستہ میں لوگوں سے سلام کے منتظر رهتے تھے یہہ بات چاهتے تھے کہ لوگ اُنکو ربي ربي کہکر پکاریں ظاهر کي صفائي اور نہانے دهونے میں حد سے زیادہ مصروف رهتے تھے *

یہہ لوگ حشر اجساد کے قایل تھے قیامت * میں جزا اور سزا هونیکو بهي مانتے تھے فرشتوں کے اور روح کے موجود هونے پر بهي یقین رکھتے تھے انسان کو اپنے فعل کا خود مختار جانتے هیں اُنکا اعتقاد هی کہ اللہ تعالی نے جسم انساني کو اس طرح بنایا هی کہ وہ اپني مرضي سے نیکي کا یا برخلاف اُسکے بدي کا عمل کرے مگر انسان میں ایک روح هی جسکو فنا نہیں جب آدمي مرجاویگا تو اُس روح کو برے یا اچھے عملوں کا بدلا ملیگا اور جنهوں نے برے عمل کیئے هیں اُنکي روحیں قید دایمي میں رهینگي اور جنهوں نے اچھے عمل کیئے هیں وہ پھر پیدا هوکر حیات ابدي رکھینگي . اُنکي ان نصیحتوں کو بہت لوگ پسند کرتے تھے اور شہر شہر اُنکي تصدیق کرتے تھے *

بعضوں کي یہہ راے هی کہ اُنهوں نے احکام الهي میں بهي کچھہ تغیر و تبدیل کي تهي

---

† دیکھو ڈاڈلي اور مٹینلف مطبوعہ ۱۸۵۶ع صفحہ ۹ =
‡ متی ۹ — ۱۱ =
§ متی ٦ — ۲ =
|| متی ٦ — ۵ =
¶ متی ۲۳ — ۵ لغایت ۷ =
* اعمال ۲۳ — ۸ =

مگر میں اس رائے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اُنکی مکاری اور ریاکاری کی بہت سی برائی جابجا ارشاد فرمائی ہی مگر اُنکے اقوال کو برا نہیں فرمایا بلکہ یہہ † فرمایا ہی کہ کاتب اور فروسی موسی کی چوکی پر بیٹھے ہیں اسلیئے جو کچھہ وہ تمھیں عمل کرنے کو کہیں تم وہ سب بجا لاؤ لیکن اُنکے سے کام مت کرو کہ وہ کہتے ہیں اور نہیں کرتے . اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف اُنکی مکاری اور ریاکاری اور مغروری کو ناپسند فرماتے تھے *

جن باتوں پر حضرت عیسی علیہ السلام نے فروسیوں پر ملامت کی وہ باتیں ہمارے مذہب میں بھی نہایت بری اور گناہ عظیم اور شدید ملامت کے لایق ہیں مگر یہہ بات جان لینی چاہیئے کہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں خدا کی عبادت دو قسم کی ہی ایک وہ جسکا ہر بندے کو اپنا بندہ ہونا قبول کرنیکو بجالانا ضرور ہی وہ عبادت ایسی تصور کی گئی ہی جیسے قرض کا ادا کرنا یا بادشاہ کی رعیت ہونیکی تصدیق کو اُسکے حکم کا بجالانا اور اس قسم کی عبادت کا نام ہمارے ہاں فرض ہی اسکی عبادت کے نکرنے پر خدا کا غصہ اور قہر ہوتا ہی— دوسری قسم کی وہ عبادت ہی جسکے نکرنے پر خدا کا قہر نہیں مگر کرنے پر خدا کی رضامندی اور اُسکی مہر بندے پر ہی جسکے سبب اُسکی روح کو صفائی اور پاکیزگی دم بدم حاصل ہوتی ہی اور خدا کی درگاہ میں دم بدم قرب ہوتا جاتا ہی پہلی قسم کی عبادت کے علانیہ کرنیکا حکم ہی تاکہ کوئی شخص اس بہانہ سے کہ میں پوشیدہ کرلیتا ہوں چھوڑنے نہ پاوے اور اپنے بندہ ہونے اور غلام ہونیکی حالت کو بھول نہ جاوے . اور اگر وہ اس عبادت کو بھی دکھلاوے کے لیئے کرتا ہی تو اُسکی سزا بھی خدا کے ہاں سے اُسکو ملیگی— دوسری قسم کی عبادت کے منخفی اور پوشیدہ کرنیکی نہایت تاکید ہی اور جو کوئی اُسکو ریاکاری اور مکاری سے اور دکھلاوے کے لیئے کرتا ہی وہ اُسی ملامت اور نفرین کے لایق ہی جو حضرت مسیح علیہ السلام نے فروسیوں کے حق میں فرمائی اس بات سے بھی آنکھہ دھانپنی نہیں چاہیئے کہ فروسی جس عبادت کو دکھلاوے کے لیئے کرتے تھے وہ اسی دوسری قسم کی عبادت تھی

(صدوقیوں) یہہ نہایت قدیم فرقہ یہودیوں کا تھا اِنکا نام عبرانی لفظ صدق سے جسکے معنی انصاف کے ہیں نکلا ہی وہ ابتدا سے موسی کی کتابوں کو خوب جانتے تھے رفتہ رفتہ اُنکے عقیدے بہت خراب ہوگئے تھے وہ حشر اجساد کے قایل نہ تھے فرشتوں کے وجود اور روح کی بقا کے منکر تھے اور قیامت موجب سزا اور جزا ہونیکو بھی نہیں مانتے تھے . مذہب عیسائی کے ساتھہ یہہ لوگ فروسیوں کی نسبت بہت زیادہ دشمنی رکھتے تھے کیونکہ حواری

† متی ۲۳ — ۲ و ۳ و ۴ —

حضرت عيسى عليه السلام كے حضرت مسيح عليه‌السلام كے مردوں ميں سے زندہ هوجانے كي
ليل سے حشر اجساد كا برحق هونا ثابت كرتے تهے اور يهه بات اُنكے عقيدہ كے سخت
برخلاف تهي *

(سانپوں كے بچو) يهه لوگ جو حضرت يحيى پاس غوطه كهانے كو آئے تهے اسبات كا
نهايت غرور ركهتے تهے كه هم ابراهيم كي اولاد هيں اور هم پر دوزخ كي آگ حرام هى اسليئے
حضرت يحيى نے اُنكو فرمايا كه تم سانپ كے بچے هو اس سے اشارہ اسبات كا هى كه ابراهيم
كى نسل سے هونا درحقيقت ابراهيم كي اولاد هونا نهيں هى بلكه ابراهيم † كيسے عمل كرنا
ابراهيم كي اولاد هونا هى اور سانپ كيسے عمل كرنا سانپ كي اولاد هونا هى تم كه سانپ
كيسے عمل كرتے هو سانپ كي اولاد هو نه ابراهيم كي *

(آيندہ كے غضب سے بهاگنا كسنے تمهيں جتايا) يعني قيامت كے غضب سے بهاگنا
اكثر مفسرين عيسائي اس جمله كو بطور كلمه تعجب كے تعبير كرتے هيں يعني فروسي اور
صدوقى باوجود اُس غرور اور ريا اور مكاري كے جو حضرت يحيى عليه‌السلام پاس اصطباغ ليني
اور توبه كرنيكو آئے تو حضرت يحيى نے متعجب هوكر فرمايا كه قيامت كے غضب سے بهاگنا
كسنے تمكو بتايا مگر بلحاظ اگلے ورسوں كے يهه تفسير خوب نهيں هى عمده بات يهه هى
كه يهه جمله بطور استفهام انكاري كے هى يعني قيامت كے غضب سے بهاگنا تمكو كسي نے نهيں
بتايا كيونكه فروسي اعتقاد ركهتے تهے كه انسان خود اپني مرضي سے نيكي كا عمل كرسكتا هى
اور صدوقى قيامت ميں سزا اور جزا هونيكے قايل نه تهے اسليئے حضرت يحيى عليه‌السلام نے
فرمايا كه " تم ميوے جو توبه كے لايق هيں لاؤ " يعني اول اپنا اعتقاد اسبات پر درست كرو
كه خدا تعالى توبه سے گناه بخشتا هى اور قيامت ميں اعمال كي جزا اور سزا هوگي جب
تم اصطباغ پاؤ اور توبه كرنيكے لايق هوگے *

(اپنے دل ميں مت سمجهو) يعني يهه مت سمجهو كه ابراهيم كي اولاد هونے كے
سبب خدا كے غضب سے بچ جاؤگے كيونكه اگر تم خدا پرستي اور ايمانداري نكروگے تو خدا كے
غضب سے بهي نه بچوگے الله تعالى قران مجيد ميں فرماتا
هى كه آدميوں ميں سب سے زيادہ نزديك ابراهيم سے وه
لوگ تهے جو اُس كي پيروي كرتے تهے اور اب سب سے زيادہ
نزديك ابراهيم سے يهه پيغمبر هى يعني محمد رسول الله
صلى‌الله عليه وسلم اور وه لوگ هيں جو ايمان لائے هيں يعني مسلمان اور الله نزديك هى
ايمان والوں سے *

سورہ آل عمران آيت ٦٨
ان اولى‌الناس بابراهيم للذين
اتبعوه وهذا النبي والذين آمنو
والله ولى‌المومنين -

---

† يوحنا ٨ — ٣٩ —

اسیطرح اللہ تعالی نے قران مجید میں اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ یہودی جو یہہ کہتے ہیں کہ ہمکو آگ نہیں چھونے کی مگر کئی دن گنتی کے تو تو اُن سے کہہ کہ کیا تم اللہ سے اسکا اقرار لے چکے ہو کہ اللہ اپنے عہد کے برخلاف نکریگا یا اللہ پر وہ باتیں جوڑتے ہو جو نہیں جانتے یہہ بات نہیں ہی بلکہ یہہ ہی کہ جس نے گناہ کمایا اور گناہوں نے اُس کو گھیر لیا وہ لوگ دوزخ کے ہیں ہمیشہ اُسی میں رہینگے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیئے وہ لوگ بہشت کے ہیں ہمیشہ اُس میں رہینگے *

سورۃالبقرہ آیت ۸۰ لغایت ۸۲
وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودہ قل اتخذتم عند اللہ عہدا فلن یخلف اللہ عہدہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون والذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنہ ہم فیہا خالدون –

بزرگوں کي اولاد ہونے کا غرور ایک بہت بري بلا ہی جو یہودیوں میں پھیل رہي تھي ہم مسلمانوں کو نصیحت پکڑني چاہیئے کہ نسب اور حسب کی بزرگي کچھہ کام نہیں آتي اپنے میں نیکي اور اپنے میں نیک عمل درکار ہیں اسیواسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر اپنے تمام کنبہ کو نام لے لیکر سمجھا دیا کہ اے قریش نیکي کرکر اپني جان کو عذاب سے مول لو کوئي چیز تمکو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتي اے بني عبدمناف کوئي چیز تمکو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتی اے عباس بیٹے عبدالمطلب کے یعني حقیقي چچا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئي چیز تمکو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتي اے صفیہ پھوپي رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کي کوئي چیز تمکو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتي اے فاطمہ بیٹي محمد صلی اللہ علیہ وسلم کي تو مانگ لے میرے مال سے جو چاہے کوئي چیز تجھکو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتي یعني ہم قوم ہونا یا رشتہ مند ہونا یا اولاد ہونا بغیر نیک اعمال کے کچھہ کام کا نہیں ہی پس افسوس ہی ہم مسلمانوں پر جو یہودیوں کي طرح بزرگوں کي اولاد ہونے پر تکیہ کرکر نیک اعمال سے باز رہیں *

بخاري کتاب التفسیر
قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزل اللہ واندر عشیرتک الاقربین قال یامعشر قریش او کلمۃ نحوہا اشتروا انفسکم لا اغني عنکم من اللہ شیئا یا بني عبد مناف لا اغني عنکم من اللہ شیئا یا عباس بن عبدالمطلب لا اغني عنک من اللہ شیئا ویا صفیۃ عمۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لا اغني عنک من اللہ شیئا ویا فاطمۃ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیني ماشئت من مالي لا اغني عنک من اللہ شیئا –

(خدا ابراہیم کے لیئے) ظاہر میں یہہ کلمہ حضرت یحیی نے ایک بات کے سمجھانے کے طور پر کہا کہ اللہ تعالی ایک عجیب طور سے خلقت پیدا کرسکتا ہی جو ابراہیم کي

تابعداري کرلے اور اُسکے حکموں پر چلنے کے سبب اُسکي اولاد شمار کیئے جاویں مگر حقیقت میں یہہ اشارہ کفار کي طرف ھی علی‌الخصوص کفار عرب کي طرف جو بت پرستي میں نہایت گرمجوش تھے اور یہودي اُن بت پرستوں کو اپنے پاؤں کے پتھر سے بھي زیادہ حقیر سمجھتے تھے حضرت یحیی نے فرمایا کہ جنکو تم پتھر کي طرح حقیر سمجھتے ھو اُنھي میں سے اللہ تعالی ایسے لوگ پیدا کرسکتا ھی جو ابراھیم کے دین پر قایم ھوں اور اُسکي تابعداري بجالاویں اور ابراھیم کي اولاد بن جاویں *

حضرت یحیی کے زمانہ میں جسقدر کفار اور بت پرست تھے اُن میں سے ایسا کوئي نہیں ھی کہ سچے خدا پر اور حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ایمان لائے کے بعد حضرت ابراھیم علیہ‌السلام کي تابعداري کا اعتقاد کرتا ھو خدا تعالی قران مجید میں فرماتا ھی کہ جب ابراھیم کو اُسکے پروردگار نے کہا کہ تو پروردگار پر یقین لا اُسنے کہا کہ سارے جہان کے پروردگار پر یقین لایا اور اسیکي وصیت کي ابراھیم نے اپنے بیٹوں کو اور اسیکي وصیت کي یعقوب نے کہ اے میرے بیٹوں اللہ نے تمہارے لیئے یہہ دین پسند کیا ھی پھر تم نہ مرو مگر اسي دین پر ۔ پھر اللہ تعالی یہودیوں سے فرماتا ھی کہ کیا تم موجود تھے جب یعقوب کو موت آئي اور اُسنے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس چیز کو تم پوجوگے اُنھوں نے کہا ھم پوجینگے تمہرے خدا کو اور تمہرے باپ ابراھیم و اسمعیل و اسحق کے خدا کو جو ایک خدا ھی اور ھم اُسپر یقین رکھتے ھیں پھر اللہ صاحب نے فرمایا کہ اھل کتاب جو یہہ بات کہتے ھیں کہ یہودي یا عیسائي ھوجاؤ جب راہ پر آؤگے تو اُسکے جواب میں کہو کہ ھمنے دین ابراھیم کو پکڑا ھی جو ایک خدا کا پوجنے والہ تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا ۔ علاوہ اسکے اللہ تعالی نے قران مجید میں فرمایا کہ اے محمد ھمنے تجھکو وحي بھیجي کہ پیروي کر ابراھیم کے دین کي جو ایک خدا کا پوجنے والا تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا چنانچہ ھم مسلمان اُسي دین ابراھیم کو پکڑے ھوئے ھیں جسپر چلنے سے حضرت یحیی نے حضرت ابراھیم علیہ‌السلام کي روحاني اولاد میں داخل ھونے کي خوشخبري ھم مسلمانوں کو دي ھی *

سورۃ‌البقرہ آیت ۱۳۱ لغایت ۱۳۳ و ۱۳۵

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب‌العالمین و وصی بہا ابراھیم بنیہ و یعقوب یا بني ان‌اللہ اصطفی لکم‌الدین فلاتموتن الا و انتم مسلمون ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب‌الموت اذ قال لبنیہ ماتعبدون من بعدي قالوا نعبد الہک و الہ ابائک ابراھیم و اسمعیل و اسحق الہا واحدا ونحن‌لہ مسلمون — وقالوا کونوا ھوداً اونصاری تہتدو قل‌بل ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین —

سورہ نمل آیت ۱۲۳

ثم اوحینا الیک ان‌اتبع ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین —

(اور درختوں کی جڑ پر الخ) یعنی وہ زمانہ قریب آگیا ہی کہ جو درخت پھل نہ لاوے وہ جڑ سے کاٹا جاوے ۔ اس سے عموماً یہودیوں کے برباد ہونیکا مطلب نہیں ہی بلکہ حضرت یحیی نے صرف گنہگاروں کو یہہ بات سنائی ہی *

جڑ سے کاٹے جانے سے یہہ مطلب ہی کہ اگر گنہگار یہودی اپنے گناہوں سے توبہ نکرینگے اور وہ میوہ جو توبہ کے لایق ہی نہ لاوینگے تو جڑ سے کاٹے جاوینگے یعنی ابراہیم کی اولاد ہونیکی جو بزرگی ہی وہ اُن میں نہیں رہنے کی بلکہ اُنکا روحانی نسب ابراہیم سے کٹ جاویگا *

---

۱۱ سچ ہی میں تمھیں توبہ کے لیئے پانی † میں غوطہ دلاتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آنیوالا ہی مجھسے بڑا ‡ ہی میں اُسکی جوتیاں اوٹھانے کے لایق نہیں وہ تمکو آگ سے § روح قدس میں غوطہ دلاویگا *

تفسیر

یہہ کلام حضرت یحیی نے فریسیوں اور صدوقیوں کے زیادہ تر تعجب میں ڈالنے کے لیئے فرمایا کیونکہ فریسی اور صدوقی ظاہر کی پاکیزگی نہانے دھونے کو ایک عمدہ نیکی کا کام سمجھتے تھے اور حضرت یحیی جو پانی میں غوطہ دلاتے تھے وہ اُن لوگوں کی سمجھ سے کچھ کچھ مناسبت رکھتا تھا مگر حضرت یحیی نے اُنکو جتلایا کہ یہہ ظاہر کی ستھرائی کچھہ چیز نہیں ہی بلکہ اصلی مطلب روحانی اصطباغ سے ہی جسکو عیسی مسیح علیہ‌السلام روح قدس کی قوت سے دیگا *

اگرچہ اصطباغ عیسائی مذہب میں بطور فرض مذہبی قرار پایا ہی مگر اس درس سے ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بطور فرض مذہبی کے نہیں ہی البتہ روحانی اصطباغ جسکی خبر حضرت یحیی نے دی اور حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بھی اُسی روحانی اصطباغ کے سوا اور کوئی ظاہری اصطباغ کسیکو نہیں دیا عیسائی مذہب بموجب فرض مذہبی ہی جیسا کہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں صرف روحانی اصطباغ مسلمان ہونیکو کافی ہی *

(جو میرے بعد آنے والا ہی) کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ اس آنے والے شخص سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ بموجب انجیل || یوحنا کے خود حضرت یحیی نے حضرت مسیح علیہ‌السلام کو اشارہ کرکر بتایا کہ " یہہ وہی ہی جسکے حق میں میں نے کہا کہ ایک مرد میرے پیچھے آتا ہی جو مجھسے بڑا ہی کہ وہ مجھسے پہلے تھا *

---

† مارک ۱ — ۸ — اور ۳ — ۱۶ —
‡ یوحنا ۱ — ۲۷ —
§ اعمال ۱ — ۵ — ۲ — ۱ و ۴ —
|| یوحنا ۱ — ۳۰ —

حضرت مسیح علیہ‌السلام حضرت یحیی کے سامنے پیدا ہوچکے تھے اور یردن میں غوطہ کھا چکنے کے بعد روح قدس بھی اُنپر اوتر چکی تھی اور شیطان بھی حضرت مسیح کو آزما چکا تھا یہہ سب باتیں حضرت یحیی کے سامنے ہوچکی تھیں پھر حضرت یحیی نے یہہ کیا کہا کہ جو میرے بعد آنے والا ھی کیونکہ حضرت مسیح اُنکے سامنے آچکے تھے . اس فقرہ کے معنی بجز اسکے کہ جس طرح ہم مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں اور کسی طرح نہیں بن سکتے اور وہ یہہ ہیں کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام اللہ کے نبی تھے جب تک حضرت یحیی زندہ رہے حضرت مسیح کو منصب نبوت کا عطا نہیں ہوا تھا حضرت یحیی کے زندہ رہنے تک اُنہوں نے جو وعظ کیا وہ حضرت یحیی کی طرف سے کیا اور اسی لیئے جس طرح حضرت † یحیی غوطہ دلاتے تھے اُسی طرح حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بھی غوطہ دلایا مگر جب حضرت یحیی قید خانہ میں ڈالے گئے اور مارے گئے اُسوقت حضرت مسیح علیہ‌السلام کو منصب نبوت ملا اسلیئے ‡ حضرت یسوع مسیح نے " جلیل میں آکے خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیکر کہا . وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک ہی تم توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ " اسلیئے حضرت یحیی نے کہا تھا کہ جو میرے بعد آنے والا ھی یعنی میرے بعد اس نبوت کے منصب پر مقرر ہونے والا ھی پس اس ورس سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کا رسول‌اللہ ہونا جیسا کہ ہم مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں بخوبی ثابت ہی *

(مجھسے بڑا ھی) کیونکہ حضرت مسیح علیہ‌السلام روح اللہ اور کلمۃ‌اللہ تھے اور شریعت اور کتاب بھی حضرت کو دی گئی تھی اور حضرت یحیی علیہ‌السلام ایسی نہ تھے *

(میں اُسکی جوتیاں اوٹھانے کے لایق نہیں) فلسطین اور افریقہ کے ملکوں میں ایسی جوتی پہنتے تھے جو تسموں سے بندھی ہوتی تھی اور جب کہیں جاکر بیٹھتے تھے تو تسمہ کھول کر جوتیاں اوتار ڈالتے تھے بڑے آدمیوں کی جوتیوں کا تسمہ خدمتگار کھولتا تھا اور اوٹھاکر اپنے پاس رکھہ لیتا یہہ خدمت ایک نہایت ادنی خدمت ھی پس حضرت یحیی نے حضرت مسیح علیہ‌السلام کی بڑائی جتلانے کو فرمایا کہ میں اُسکی ادنی خدمت کے بھی لایق نہیں ہوں *

بعض علماء مسیحی حضرت یحیی کے اس قول سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کی الوہیت ثابت کرتے ہیں اُنکا § قول یہہ ھی کہ حضرت یحیی ایسے بزرگ اور مقدس تھے کہ اُنسے زیادہ بڑا کوئی شخص || عورت سے پیدا نہیں ہوا ایسا شخص جو ایسا حقیر انگیز فاصلہ اپنے

---

† یوحنا ۳ — ۲۲ و ۲۶ — ‡ مارک ۱ — ۱۴ و ۱۵ متی ۴ — ۱۷ —

§ دیکھو تفسیر ڈائیلی اور مینٹ معاہرہ سنہ ۱۸۵۶ ع صفحہ ۱۰ جلد ۳ —

|| متی ۱۱ — ۹ و ۱۱ —

میں اور حضرت مسیح میں بیان کرتا ہی اور اُسکا رستہ طیار کرنیکو آیا تو بیشتر صفت الوہیت کے اور کونسی صفت حضرت مسیح میں قرار پاسکتی ہی *

مگر ہم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ نہیں ہی ہم لوگ کہتے ہیں کہ حضرت یحیی نے جن ملکوں کی تعظیمی رسم سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کی بزرگی کو تعبیر کیا ہی وہاں ہمیشہ یہہ رسم ہی کہ چھوٹا اپنے بڑے کی تعظیم ادا کرنیکو ایسی ادنی خدمت بجا لایا کرتا ہی جیسے بیٹا باپ کی یا شاگرد اُستاد کی یا نو عمر بڈھے کی یا دنیادار آدمی ولی اور خدا پرست آدمی کی اسی طرح حضرت یحیی نے حضرت مسیح کی بزرگی کی تعبیر کی کسی طرح پر یہہ قول حضرت مسیح کی الوہیت پر دلیل نہیں ہوسکتا *

(آگ سے روح قدس میں) بعض علماء مسیحی خیال کرتے ہیں کہ یہہ پیشین‌گوئی اُس واقعہ کی ہی جو بعد رفع ہونے حضرت مسیح علیہ‌السلام کے حواریوں پر واقع ہوئی کہ آگ † کیسی زبانیں جدا جدا دکھائی دیں اور اُن میں سے ہر ایک پر ٹھہرگئیں تب وے سب روح قدس سے بھر گئے مگر میں یہہ خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک جدا واقعہ تھا جو ہوا اسمقام پر آگ سے روح قدس میں غوطہ دلانا خاص حواریوں کے واسطے نہیں کہا گیا ہی بلکہ سب لوگوں کے لیئے کہا ہی جو حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ایمان لاویں *

آگ سے یہاں صرف ایک مقوی روحانی اثر روح قدس کا مراد ہی اور مطلب صرف اتنا ہی کہ حضرت مسیح اُن لوگوں کو جو اُنپر ایمان لاوینگے صرف روحانی اثر سے جسکی تیزی اور قوت مثل آگ کے ہی اصطباغ دینگے *

---

۱۲ اُسکے ہاتھہ میں سوپ ہی اور وہ اپنے کھلیان کو صاف کریگا ‡ اور اپنے گیہوں کو گولی میں جمع § کریگا اور بھوسی کو اُس آگ سے جو ہرگز نہیں || بجھتی جلاویگا *

سوپ یعنی چھاج گولی یعنی کھتہ بھوسی یعنی بھس بیڈب تسٹ ¶ پی ارس اس ورس سے یہہ مراد لیتے ہیں کہ " اس مقام پر یہودیوں کی بربادی کی اطلاع دی ہی گیہوں کو کھتہ میں جمع کرنے سے یہہ مناسبت معلوم ہوتی ہی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام پر یقین لانے والی چاہیئے کہ اُس مصیبت میں مبتلا نہوں " *

مگر میں خیال کرتا ہوں کہ یہہ ورس صرف روحانی معاملات سے متعلق ہی اور یعنی اس ورس کے یہہ ہیں کہ اُسکے ہاتھہ میں چھاج ہی یعنی اُسکے پاس روح قدس ایک اوزار

---

† اعمال باب ۲ — ۲ لغایت ۴ — ‡ متی ۳ — ۱ و ۳ —

§ متی ۱۳ — ۳۰ —

|| مارک ۹ — ۴۴ مشاهدات ۱۴ — ۱۱ —

¶ تفسیر ڈیلی اور مُیلک مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحہ ۱۰ —

انسان کے پاک کرنیکا ھی وہ اپنے کھلیان کو یعنی بنی اسرائیل کو صاف کریگا اوراپنے گیہوں کو یعنی بنی اسرائیل کو جو اُسپر ایمان لاوینگے کھتہ میں جمع کریگا یعنی اپنے میں لیگا اور بھس کو یعنی اُن لوگوں کو جو اُسپر ایمان نہیں لانیکے آگ سے یعنی دوزخ کی آگ سے یا قہر الہی کی آگ سے جو ہرگز نہیں بجھتی جلادیگا یہودیوں کی عادت تھی کہ اپنا کھانا پکانے اور تنور وغیرہ گرم کرنے میں بھس کو بطور ایندھن کے جلایا کرتے تھے *

۱۳ تب یسوع جلیل سے † یردن کے کنارے پر اُسکے پاس آیا تاکہ اُسکے ہاتھ سے غوطہ کھاوے *

۱۴ یحیی نے اُسے منع کرکے کہا تو کیوں میرے پاس آتا ھی ؟ چاھیئے کہ میں تیرے ہاتھ سے غوطہ کھاؤں *

۱۵ تب یسوع نے اُسکے جواب میں کہا کہ اب اجازت دے کہ ھمیں سب نیک کاموں کو ایسا ھی پورا کرنا مناسب ھی تب اُسنے اُسے اجازت دی *

تفسیر

(میں تیرے ہاتھ سے غوطہ کھاؤں) کیونکہ تم روح اللہ اور کلمۃ اللہ اورمجھسے بڑے ہو کہ میں تمہاری جوتیاں اوٹھانیکے لایق نہیں ہوں *

(ھمیں سب نیک کاموں کو ایسا ھی پورا کرنا مناسب ھی) ڈاکٹر لائٹ فٹ کی یہہ راے ھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خدمت وعظ پر داخل ہونے سے پہلے قواعد لوی تھوز یعنی احبار کو ادا کرنا ضرور تھا اور جو کہ اصطباغ کی رسم مذھب عیسائی میں داخل ہونیکے لیئے بھی قرار پانے والی تھی اسلیئے مناسب تھا کہ خود حضرت مسیح بھی اس رسم کو ادا فرماویں *

مگر ھم مسلمانوں کے نزدیک انجیل کے بموجب ظاھری اصطباغ پانا فرض مذھبی نہیں ھی جیسے ختنہ کہ باوجود اسبات ‡ کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ختنہ بموجب یہودی شریعت کے ہوا مگر ختنہ ہونا نہ انجیل کے بموجب فرض مذھبی ھی نہ ھم مسلمانوں کے مذھب میں فرض ھی ھم مسلمانوں کا اعتقاد یہہ ھی کہ ھرایک شخص کو نبی وقت پر ایمان لانا واجب ھی یہاں تک کہ خود نبی کو بھی اپنی نبوت پر ایمان لانا ضرور ھی اسلیئے ضرور تھا کہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام بھی حضرت یحیی کی نبوت پر ایمان لاتے اور یہی وجہہ ھی کہ حضرت مسیح نے حضرت یحیی سے یہہ کہکر کہ ھمیں سب نیک کاموں کا ایسا ھی پورا کرنا مناسب ھی اصطباغ لیا *

† مارک ۱ — ۹ —
‡ لوک ۲ — ۲۱ —

۱۶ یسوع جب غوطہ کھاچکا اُسی وقت پانی میں سے نکلکر اوپر آیا اور یکایک اُسپر آسمان کھل گیا اور اُسنے خدا کی روح † کو کبوتر کی مانند اوترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا *

۱۷ اور یکایک آسمان سے ایک آواز آئی کہ یہہ میرا پیارا ‡ بیٹا ہی جس سے میں راضی ہوں *

تفسیر

(پانی میں سے نکلکر اوپر آیا) اس ترجمہ میں § کچھہ کچھہ اختلاف ہی بعض علماء مسیحی نے اسکا ترجمہ یوں کیا ہی عیسی غوطہ کھاکر پانی میں سے نہ زیادہ جلدی نکلا تھا بہ نسبت اسکے کہ آسمان کھل گیا اور بعض علماء نے یوں ترجمہ کیا مشکل سے وہ پانی میں سے چڑھتا تھا الی اخرہ اس اختلاف سے بعض علماء مسیحی نتیجہ یہہ نکالتے ہیں کہ یہہ برکت جو حضرت مسیح پر نازل ہوئی بسبب اصطباغ دینے حضرت یحیی کے ہوئی یا خود حضرت مسیح کے سبب جن لوگوں نے سب سے پہلا ترجمہ اختیار کیا ہی اُنکا قول ہی کہ اصطباغ سے اُسکو کچھہ علاقہ نہ تھا اسی لیئے اصطباغ کے بعد ہوئی علاوہ اسکے وہ خیال کرتے ہیں کہ یہہ واقعہ حضرت یحیی کی بزرگی بڑھانیکو ہوا تھا نہ حضرت مسیح کی کیونکہ مسیح علیہ‌السلام اگر ابن اللہ ہوں تو اسکے محتاج نہ تھے مگر یہہ مطلب اس ورس کے صریح مضمون سے جو صاف صاف بلا تاویل نکلتا ہی نہایت بعید ہی اسواسطے ہم مسلمان اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہہ واقعہ خاص حضرت مسیح علیہ‌السلام کے لیئے ہوا اور حضرت یحیی علیہ السلام کے سامنے اسلیئے ہوا کہ وہ بھی گواہی دیں اور اس امر کی نسبت کہ یہہ برکت بسبب اصطباغ دینے کے نازل ہوئی یا خود حضرت مسیح کے سبب ہم مسلمان کچھہ زیادہ بحث نہیں کرتے کیونکہ حضرت مسیح علیہ‌السلام ہم مسلمانوں کے اعتقاد بموجب پہلے سے کلمۃ‌اللہ اور روح‌اللہ تھے پھر یہہ برکت بخواہ اصطباغ دینے سے ہوئی ہو خواہ خود حضرت مسیح کے سبب دونوں برابر ہیں بلاشبہہ وہ اس برکت کے مستحق تھے *

(آسمان کھل گیا) یہودیوں میں یہہ دستور تھا کہ جب آسمانی کسی عجیب چیز کا ظہور یا برکت کا نزول ہوتا تھا تو یہودی اسی طرز کلام سے اُسکو بیان کرتے تھے کہ آسمان کھل گیا ہم مسلمانوں میں بھی یہی دستور ہی اور ایسی حالت میں ہمیشہ بولتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اسی طرح پر یہہ کلام بھی بولا گیا ہی *

† اشعیاہ ۱۱ — ۲ ۴۲ — ۱ اور ۳ — ۴۲ یرمیاہ ۱ — ۲۱ و ۳۳ —
‡ متی ۱۷ — ۵ اور ۹ — ۳۵ ۲ پطرس ۱ — ۱۷ —
§ واٹسن ایکسپوزیشن مطبوعہ سنہ ۱۸۳۷ع صفحہ ۳۳ —

(خدا کي روح کو کبوتر کي مانند) قران مجيد ميں الله تعالى فرماتا هى كه ديئے همنے عيسى مريم كے بيٹے كو معجزے اور قوي كيا همنے اُسكو ساتهه روح القدس كے پس هم مسلمان بخوبي اعتقاد ركهتے هيں كه حضرت مسيح عليه‌السلام كو روح‌القدس دي گئي تهي مگر اسبات كي تفصيل كه كسطرح دي گئي تهي قران مجيد ميں مذكور نهيں هى مگر اس مقام پر اُسكي تفصيل بهي بيان هوئي هى *

سورة‌البقره آيت ۲۵۳ و آتينا عيسى ابن مريم البينات و ايدناه بروح‌القدس —

جس لفظ كا ترجمه اس اُردو مترجم نے كبوتر كيا هى انگريزي ميں وه لفظ (دو) هى اور اُسكا ترجمه فاخته كرتے هيں بهر حال كچهه هو بحث اس ميں هى كه يهه كيا چيز تهي ترتليں صاحب † اور سينٹ اگسٹين يهه خيال كرتے هيں كه درحقيقت وه اصلي كبوتر يا اصلي فاخته بطور ظاهري نشان كے تهي اور سينٹ لوك كا يهه خيال هى كه روح قدس كبوتر يا فاخته كي جسمي صورت ميں نازل هوئي مگر اصل مطلب يهه معلوم هوتا هى كه وهاں نه كوئي اصلي فاخته تهي اور نه فاخته كي كوئي صورت تهي مقدس متى نے صرف روح كے اوترنے كي تشبيهه دي هى كه جس طرح كبوتر يا فاخته تيزي سے اپنے تمام بدن كو مصروف كركے نيچے اوترتا هى اُسي طرح روح قدس نازل هوئي *

حضرت مسيح عليه‌السلام كي شان اور اُنكا روح الله اور كلمة الله هونا اسبات سے خيال كرنا چاهيئے كه حواريوں پر جب روح قدس نازل هوئي تو آگ ‡ كي صورت ميں نازل هوئي تاكه اُنكو گناهوں سے پاك كردے اور جب حضرت مسيح عليه‌السلام پر نازل هوئي تو صرف روح بغير كسي رنگ و صورت كے نهايت درجه فاخته كي صورت ميں نازل هوئي جس سے ايك نهايت بڑا درجه حضرت مسيح عليه‌السلام كا معلوم هوتا هى *

(آواز آئي كه يهه ميرا پيارا بيٹا هى) علماء § مسيحي اس مقام پر يهه بيان كرتے هيں كه يهودي اسبات كو مانتے تهے كه مسيح || خدا كا بيٹا هى يهه تو ظاهر هى كه يهوديوں نے حضرت مسيح عليه‌السلام كو نهيں مانا پهر وه اُنكو خدا كا بيٹا كيونكر مانتے مگر مراد اس قول كي يهه هوگي كه يهودي جو مسيح كا هونا مانتے تهے تو وه يهه بهي مانتے تهے كه وه خدا كا بيٹا هوگا اور علماء مسيحي كا يهه قول بهي هى كه يهوديوں كے نزديك خطاب مسيح ¶ كا اور

† واٹسن ايكسپوزيشن مطبوعه سنه ۱۸۳۷ع صفحه ۲۳ —
‡ اعمال ۲ — ۲ لغايت ۴ —
§ ديكهو تفسير كالوين و مينٹ مطبوعه سنه ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحه ۱۱ —
|| زبور ۲ — ۷ — سموئيل دوم ۷ — ۱۴ —
¶ متى ۲۶ — ۶۳ لوك ۲۲ — ۶۷ و ۷۰ يوحنا ۱ — ۴۱ و ۴۹ متى ۱۶ — ۲۰ — مارك ۸ — ۲۹ — لوك ۹ — ۲۰ —

خطاب خدا کے بیٹے کا ایک ہی تھا جیسا کہ سردار امام نے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے کہا " میں تجھے زندہ خدا کی تسم دیتا ہوں کہ اگر تو مسیح خدا کا بیٹا ہی تو مجھسے سچ کہہ " پس اس سے ثابت ہوا کہ مسیح اور خدا کا بیٹا ایک ہی تھا *

اسمقدمہ کے ثابت کرنیکے بعد علماء مسیحی یہہ بیان کرتے ہیں † کہ اس اصطباغ کے واقعہ سے تثلیث کا ہونا بخوبی پایا جاتا ہی کیونکہ وہاں علانیہ تینوں کا ظہور تھا حضرت مسیح اپنی جسمی صورت میں موجود تھے روح قدس اس طرح پر نازل ہوئی جو دکھائی دی البتہ تیسری اقنوم کا دکھائی دینا مشکل تھا سو اُسکی علانیہ آواز آئی کہ یہہ میرا پیارا بیٹا ہی *

مگر ہم مسلمان اس ورس کی تفسیر اس طرح نہیں کرتے اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہودی حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنیکے متوقع تھے اور جب سچا مسیح آیا تو اُنہوں نے اپنی بدبختی سے اُسکو نہ مانا اور جھوٹا مسیح یعنی مسیح‌الدجال جب آویگا تو اُسکو مانینگے اور خدا اور خدا کا بیٹا کہینگے مگر اس ورس کی تفسیر ‡ یہہ نہیں ہی جو علماء مسیحی نے کی بلکہ صحیح تفسیر یہہ ہی کہ باپ کے معنی ناصح § یا صلاح کار کے ہیں اور مشرقی ملکوں میں اسی معنی سے مستعمل تھا اور ایک کام کی بنیاد ڈالنے والے پر بھی بولا جاتا تھا مثلاً کہتے ہیں کہ شیطان جھوٹ کا باپ ہی اور اسیطرح بیٹے کا استعمال اُس چیز پر بھی جسکو اللہ نے اپنی اپنے ہاتھہ سے بنایا اور اُنپر بھی جو ایمان لائے آیا ہی پس ہم مسلمانوں کے نزدیک تمام کتب عہد عتیق و عہد جدید میں ایسے مقاموں میں اسیطرح پر اسکا استعمال ہوا ہی عربی محاورہ کے بموجب اگر اسکو تعبیر کرینگے تو یوں کہینگے اب یعنی باپ بمعنی رب یعنی پروردگار کے اور ابن یعنی بیٹا بمعنی‌العبد المقبول یعنی بندہ برگزیدہ کے استعمال کیا جاتا ہی اور یہہ استعمال ٹھیک کتب عہد جدید اور عہد عتیق کے مطابق ہوتا ہی چنانچہ مفصلہ ذیل مثالوں سے یہی مطلب پایا جاتا ہی *

۱ حضرت سلیمان || کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اُسکا باپ ہونگا *

۲ یہودیوں ¶ نے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے کہا کہ ہمارا ایک باپ خدا ہی حضرت مسیح نے فرمایا کہ اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھے پیار کرتے *

---

† ڈاڈلی اور مُہینت مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ع جلد ۳ صفحہ ۱۱ –

‡ دیکھو ایڈی صاحب کی ٹینکلو پیڈیا مطبوعہ سنہ ۱۸۵۷ع صفحہ ۲۶۳ ، ۵۳۸ –

§ پیدایش ۴۵ – ۸ –

|| ۱ تاریخ ۲۲ – ۱۰ –

¶ متی ۸ – ۴۱ ، ۴۲ –

۳ حضرت مسیح † نے مریم سے فرمایا کہ میرے بھائیوں پاس جا اور اُن سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں *

۴ حضرت مسیح ‡ نے اپنے مریدوں کو نصیحت کی پس جیسا تمہارا باپ رحیم ہی تم بھی رحیم ہو *

۵ حضرت مسیح § نے فرمایا اے چھوٹے گلے مت ڈرکہ کہ تمہارا باپ تمہیں بادشاہت دینے کو راضی ہی *

۶ حضرت مسیح || علیہ‌السلام نے اپنی نصیحت میں فرمایا اسیطرح تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہی یہہ مرضی نہیں *

۷ حضرت مسیح ¶ نے نصیحت کرتے وقت فرمایا اور زمین پر کسیکو اپنا باپ نہ کہو کہ تمہارا باپ ایک ہی جو آسمان پر ہی *

۸ حضرت مسیح * نے فرمایا کیا ایک پیسے کی دو گوریاں نہیں بکتیں اور اُن میں سے ایک بھی تمہارے باپ کے بے حکم زمین پر نہیں گرتی *

۹ حضرت مسیح † نے فرمایا کہ اگر دعا مانگنے کے وقت کسیکی تقصیر یاد آوے تو معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہی تمہاری تقصیروں کو معاف کرے اگر تم معاف نکروگے تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہی معاف نکریگا *

۱۰ حضرت مسیح †† نے فرمایا کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ معاف کروگے تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہی تمہیں معاف کریگا اور اگر تم آدمیوں کے گناہ معاف نکروگے تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ معاف نکریگا *

۱۱ حضرت مسیح ‡‡ نے فرمایا تمہارا باپ جانتا ہی کہ ان سب کا تمہیں درکار ہی *

۱۲ حضرت مسیح §§ نے فرمایا کہ ریا سے تمہارے باپ سے جو آسمان پر ہی تمہیں کچھہ پھل نہ ملیگا *

۱۳ حضرت مسیح |||| نے فرمایا کہ تمہارا باپ اُس سے آگے کہ تم اُس سے مانگو جانتا ہی *

---

† متی ۲۰ — ۱۷ —
‡ لوک ۶ — ۳۶ —
§ لوک ۱۲ — ۳۲ —
|| متی ۱۸ — ۱۴ —
¶ متی ۲۳ — ۹ —
* متی ۱۰ — ۲۹ —
† مارک ۱۱ — ۲۵ ، ۲۶ —
†† متی ۶ — ۱۴ و ۱۵ —
‡‡ لوک ۱۲ — ۳۰ —
§§ متی ۶ — ۱ —
|||| متی ۶ — ۸ —

۱۴ حضرت مسیح † نے فرمایا تاکہ وے تمہارے نیک کاموں کو دیکھکر تمہارے باپ کا آسمان پر ھی شکر کریں *

۱۵ حضرت مسیح ‡ نے فرمایا تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ھی فرزند ھو *

۱۶ حضرت مسیح § نے فرمایا جیسا تمہارا باپ جو آسمان پر ھی کامل ھی تم بھی کامل ھو *

۱۷ تو خدا کے بیٹوں || نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا *

۱۸ تب تو فرعون ¶ کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ھی کہ اسرائیل میرا بیٹا ھی بلکہ میرا پہلوٹتا ھی *

۱۹ میں * نے کہا تم سب اللہ ھو اور ھر ایک تم میں سے حق تعالی کا فرزند ھی *

۲۰ کیونکہ ⸸ میں اسرائیل کا باپ ھوں اور ابراھیم میرا پہلوٹتا ھی *

۲۱ آدم ‡‡ بیٹا خدا کا *

جبکہ اتنی مثالوں سے ثابت ھی کہ باپ اور بیٹے کا استعمال اُن معنوں میں نہیں آیا جن معنوں میں کہ علماء مسیحی ان الفاظ سے صرف حضرت مسیح علیہ‌السلام کی نسبت مراد لیتے ھیں تو ھم مسلمان کوئی وجہ نہیں پاتے کہ اس درس میں یا اور درسوں میں جو اس کی مانند ھیں اُس کے برخلاف کوئی اور معنی اختیار کریں خدا کا تقدس اور خدا کی پاکی جو خود حضرت مسیح نے انجیل میں فرمائی اور تمام نبی فرماتے آئے وہ خود اسبات کی مقتضی ھی کہ وہ خود اپنی رحمت اور شفقت سے کسی کا باپ ھو یا اُس کی بندگی اور فرمان برداری سے کوئی اُس کا پیارا بیٹا ھو مگر در اصل وہ یکہ ھی نہ کوئی اُس کا بیٹا اور نہ وہ کسی کا باپ اور ھم مسلمان اپنے دل سے اور اپنے پورے اعتقاد سے یقین رکھتے ھیں کہ ھمارے سردار حضرت عیسی مسیح علیہ‌السلام کی یہی تعلیم تھی اور تمام حواریین حضرت مسیح علیہ‌السلام کے یہی اعتقاد رکھتے تھے اور متقدمین عیسائیوں کا بھی جو ٹھیک ٹھیک ھمارے سردار حضرت مسیح علیہ‌السلام اور حضرات حواریین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کرتے تھے یہی مذھب تھا کچھہ شک نہیں کہ ھم مسلمان اُن کے پیرو ھیں *

---

† متی ۵ — ۱۶ —

§ متی ۵ — ۴۸ —

¶ خروج ۴ — ۲۲ —

⸸ یرمیاہ ۳۱ — ۹ —

‡‡ لوک ۳ — ۳۸ —

‡ متی ۵ — ۴۵ —

|| پیدایش باب ۶ — ۲ —

* زبور ۸۲ — ۶ —

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۹
لغایت ۱۲۱

ان قال الله یعیسی ابن مریم
ءانت قلت للناس اتخذونی
وامی الهین من دون الله قال
سبحنک مایکون لی ان اقول
ما لیس لی بحق ان کنت قلته
فقد علمته تعلم مافی نفسی ولا
اعلم مافی نفسک انک انت
علام الغیوب ما قلت لهم الا ما
امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم
و کنت علیهم شهیدا مادمت
فیهم فلما توفیتنی کنت انت
الرقیب علیهم وانت علی کل
شئی شهید ان تعذبهم فانهم
عبادک وان تغفر لهم فانک انت
العزیز الحکیم -

اللہ تعالی قران مجید میں فرماتا ہی کہ جب کہیگا اللہ اے عیسی مریم کے بیٹے کیا تونے لوگوں سے کہا کہ مجھکو اور میری ما کو خدا کے سوا دو خدا ما نو حضرت عیسی کہینگے تو پاک ہی مجھکو نہیں پوچہتا کہ میں وہ بات کہوں جو میرے لیئے ٹھیک نہیں ہی اگر میں نے یہہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا تو جانتا ہی جو مہرے جي میں ہی اور میں نہیں جانتا جو تیرے جي میں ہی بے شک تو چہپی بات کا جاننے والا ہی میں نے نہیں کہا اُنکو مگر جو تونے حکم کیا کہ بندگي † کرو اللہ کي جو رب ‡ ہی میرا اور تمہارا اور میں اُن کا خبردار تہا جب تک کہ میں اُن میں رہا پہر جب تونے اُن میں سے لے لیا تو توہي اُن کا خبردار تہا اور تو ہرچیز سے خبردار ہی اگر تو اُن کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اور اگر معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا *

موسی میں بہي § خدا کي روح تہي بصلئیل بہي خدا کي روح سے بہرا گیا || تہا بلعام پر بہي ¶ روح خدا کي نازل ہوئي ساول * پر خدا کي روح نے ظہور کیا ساول کے ⸸ نوکروں پر بہي خدا کي روح آئي عزیاہ †† عادو کے بیٹے پر خدا کي روح اُتري موسی سے خدا نے ‡‡ آواز سے کلام کیا داؤد کے §§ لیئے خداوند آسمان پر سے گرجا اور اُس عالي جناب نے اپني آواز سنائي پہر روح کے اُترنے اور آواز کے آنے سے اُس ذات واحد میں تثلیث نہیں ہوسکتي *

† متی ۲۲ — ۳۷ و ۳۸ -
‡ متی ۲۰ — ۱۷ -
§ پیدایش ۴۱ — ۳۸ -
|| خروج ۳۱ — ۳ ۳۵—۳۱ -
¶ اعداد ۲۴ — ۲ -
* ۱ سموئیل ۱۰ — ۱۰ ۱۱— ۶ -
⸸ ۱ سموئیل ۱۹ — ۲۰ -
†† ۲ تاریخ ۱۵ — ۱ -
‡‡ خروج ۱۹ — ۱۹ -
§§ ۲ سموئیل ۲۲ — ۱۴ -

چوتھا باب

۱ مسیح کا شیطان سے آزمایا جانا ۱۲ اور اُسکا کفر ناحوم میں رہنا
۱۷ نصیحت شروع کرنے ۱۸ پطر اندریا یعقوب اور یوحنا کو
بلانا ۲۰ اور بیماروں کو چنگا کرنا

۱ تب روح قدس لے یسوع کو بیابان میں پھنچایا تاکہ شیطان اُسکا امتحان † کرے

تفسیر

یہہ تمام باب ہم مسلمانوں کے عقیدہ کي نہایت حمایت کرتا ہی ایک ایک حرف اس باب کا ہم مسلمانوں کے عقیدہ کي نہایت مطابقت رکھتا ہی اگر حضرت مسیح علیہ‌السلام جس طرح کہ ہمکو دکھائي دیتے تھے اُسیطرح معہ اپني تمام ہستي کے خدا تھے تو اُن کو شیطان کا آزمانا کیا معني ہیں اور اگر یہہ بات کہي جاوے کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام اپنے جسم و جان سے انسان تھے اور یہہ آزمایش اُسي انسانیت پر تھي اور الوہیت ایک اور چیز تھي جو اُن میں تھي تو بھي شیطان کا آزمانا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ الوہیت اگر حضرت مسیح میں تھي تو وہ کسي وقت اور کسي آن اُن سے جدا نہیں ہوسکتي جیسے آگ کے شعلہ سے اُس کي روشني پھر ایسي حالت میں بھي شیطان کا آزمانا کیا معني ہیں ہاں اگر حضرت مسیح علیہ‌السلام کو رسول‌اللہ مانا جاوے جیساکہ ہم مسلمان اعتقاد کرتے ہیں تو تمام مطلب صحیح ہوتا ہی جبکہ شیطان نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام روح قدس سے معمور ہوئے اور اب عنقریب زمانہ آنے والہ ہی کہ شیطان کي بادشاہت ٹوٹے اور خدا کي بادشاہت پھیلے وہ بیتاب ہوا اور چاہا کہ جسطرح آدم کو اُس نے بھکایا تھا اُسي طرح حضرت مسیح علیہ‌السلام کو بھکادے مگر اللہ تعالی نے روح قدس کي تائید سے آپکو مستقل رکھا اور اُس قدیم دشمن کے پھندے سے بچایا *

(تب روح قدس نے) یعني جب روح کي برکت اور اُسکي روحاني طاقت سے حضرت مسیح معمور ہوگئے تو روح کا مقتضي یہہ ہوا کہ روحاني اور جسماني مشکلات حضرت مسیح علیہ‌السلام پر ڈالي جاویں تاکہ جس بڑے کام کو کہ وہ شروع کرنے والے تھے اُس کے انجام میں کوئي مصیبت حرج نہ ڈالے اسلیئے مقدس متی نے حضرت مسیح کا بیابان میں بھیجنا روح کي طرف نسبت کیا *

(بیابان) یہہ ایک نہایت ویران جنگل جہاں درخت اور سبزہ کا بھي نام نہیں ہی یردن کے نزدیک کوازن تھیلا پہاڑ کے نیچے ہی وہاں کي زمین ہرجگہہ سے نہایت ہولناک طرح پر پھٹي ہوئي ہی یہہ ایک ایسا وحشت انگیز اور دہشت ناک مقام ہی

† مارک ۱ - ۱۲ = لوک ۴ - ۱ =

کہ وہاں پہونچ کر انسان کو تمام ظاہری اسباب سے اُمید منقطع ہو جاتی ہی اور صرف خدا ہی سے ہرگام کی توقع رہتی ہی اسلیئے روح قدس نے اسمقام کو پسند کیا تاکہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کو ظاہری اسباب † میں بھی بجز خدا کے اور کسی پر دھیان نرہے *

(شیطان) عبری لفظ ہی اور نہایت مشہور شخص ہی ہم مسلمان اُس کا ایک اصلی وجود بھی یقین کرتے ہیں اور اسیطرح تمام عیسائی بھی یقین کرتے ہیں کہ شیطان ایک اصلی وجود بھی اپنا رکھتا ہی اسواسطے ہم کو یقین ہی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام پاس شیطان ایک صورت بنکر جو دکھائی دیتی تھی آیا تھا مگر اس ‡ زمانہ کے بعض عیسائی شیطان کے وجود کے ہونے سے منکر ہیں اس سبب سے وہ اس واقعہ کو ایک خیالی تصور کرتے ہیں اور یہہ غلطی ہی *

(امتحان کرے) جو لفظ انگریزی ترجمہ میں یہاں کام میں لایا گیا ہی وہ تیمپٹ ہی اُس کے عام معنی ترغیب دینے کے ہیں مگر اس لفظ سے کسی § شخص کے اعتقاد یا خدا پر صبر اور قناعت رکھنے کی آزمایش بھی مراد لی جاتی ہی اسلیئے اس مقام پر اُردو مترجم نے امتحان ترجمہ کیا *

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہہ امتحان اس مطلب سے ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوت اور طاقت شیطان کو دکھلاوے جس نے آدم کو بھکایا تھا اور اسبات کو جو کہی گئی تھی کہ عورت || کا تخم تیرا سر کچلیگا سچ کرکر دکھادے مگر میں اس تفسیر کو پسند نہیں کرتا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ‌السلام بہت سخت امتحان میں ڈالے گئے تھے جب اُن سے کہا ¶ گیا کہ اپنے چاہتے بیٹے کو قربانی کر اور حضرت ایوب بھی بہت بڑے امتحان میں ڈالے گئے تھے جبکہ شیطان * نے اُن کے تمام مال اور اولاد اور بدن پر تسلط کیا تھا اور شیطان بخوبی جان چکا تھا کہ عورت کا تخم میرا سر کچلنے والا ہی پھر اب اُسکو جتلانے کی کیا حاجت رہی تھی مگر اسمقام پر بھی اور اُن مقاموں میں بھی جو مذکور ہوئے ان امتحانوں سے صرف یہہ مطلوب تھا کہ ان لوگوں کو اپنے خدا پر صبر اور قناعت اور اُس کی مرضی اور خوشی پر راضی اور خوش رہنا نہایت درجہ پر مستحکم ہوجاوے اور ان مصیبتوں کے اُٹھانے کے بعد جو پختگی کہ تجربہ کاری سے حاصل ہوتی ہی اور جو مدارج کہ اپنے مالک کے حکم پر راضی اور خوش رہنے سے حاصل ہوتے ہیں وہ سب حاصل ہوں کیونکہ خدا جسے ⸸ پیار کرتا ہی اُس کو تنبیہہ دیتا ہی جسطرح باپ اُس بیٹے کو جس سے وہ خوش ہی *

---

† دیکھو متی ۴ — ۴ —
‡ واٹسن مطبوعہ سنہ ۱۸۳۷ ع صفحہ ۴۴ —
§ خروج ۱۷ — ۲ —
|| پیدایش ۳ — ۱۵ —
¶ پیدایش ۲۲ — ۱ —
* ایوب ۲ — ۱۰ —
⸸ امثال ۳ — ۱۲ —

۲ جب وہ چالیس دن رات روزہ رکھہ چکا آخر بھوکا ہوا *
۳ تب امتحان کرنے والے نے اُس پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہی تو کہہ یے پتھر روٹی بن جاویں *
۴ پر اُسنے اُس کے جواب میں کہا کہ لکھا ہی † آدمی خالی روٹی سے نہیں ہر حکم سے جو خدا کے منہہ سے نکلتا ہی جیتا ہی *

تفسیر

(جب وہ چالیس دن رات روزہ رکھہ چکا) جو برکت خدا کی روح قدس کے اُترنے سے حاصل ہوئی تھی اُس کا شکر ادا کرنے کے لیئے یہہ روزے تھے اور اس سے پایا جاتا ہی کہ یہہ روزے تمام عیسائیوں پر فرض ہیں گو اس زمانہ کے اکثر فرقے عیسائیوں کے ان روزوں کا فرض ہونا قبول نہیں کرتے *

(امتحان کرنے والہ نے) یعنی شیطان نے ان باتوں سے شیطان کو حضرت مسیح علیہ‌السلام کا دھوکا دینا منظور تھا اس لیئے گمان ہوتا ہی کہ شیطان ایک نورانی فرشتہ کی صورت میں کہ حضرت مسیح پاس آیا ہو کیونکہ شیطان ‡ بھی اپنی صورت کو نورانی فرشتہ کی صورت میں بدل ڈالتا ہی *

(اگر تو خدا کا بیٹا ہی) یعنی خدا کا پیارا اور مقبول ہی *

(یہہ پتھر روٹی بن جاوے) شیطان کی اس عجیب مکاری پر غور کرنا چاہیئے کہ چالیس دنکے درمیان میں وہ حضرت مسیح علیہ‌السلام پاس نہ آیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کو خدا نے چالیس دن تک روزہ رکھنے کا حکم دیا ہی اس درمیان میں حضرت مسیح کا دھوکے میں آنا شیطان کے خیال میں نہ تھا (گو کہ وہ کسی وقت میں بھی اُسکے دھوکہ میں نہ آسکتے تھے) اسلیئے اُس دشمن نے یہہ مکر کیا کہ جب چالیس دن پورے ہوگئے اور گویا خدا کی طرف سے بھی اب کھانے پینے کی اجازت ہوگئی اور حضرت مسیح علیہ‌السلام بھوکے بھی ہوئے اُسوقت یہہ مکار آیا اور کہا کہ اگر تم خدا کے پیارے اور مقبول ہو تو بھوک میں دیر کیوں کرتے ہو ان پتھروں کو کہو کہ روٹی بن جاویں اس میں فریب یہہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کا اس بات سے یقین توڑے کہ انسان کی زندگی خدا پر منحصر نہیں ہی بلکہ ظاہری اسبات پر یعنی کھانے پینے پر موقوف ہی مگر خدا نے روح قدس کی تائید سے حضرت مسیح علیہ‌السلام کو اُس مکار کے مکر میں آنے نہ دیا اسلیئے حضرت مسیح نے ایسے اضطرار کے حال میں بھی اُسی کامل یقین سے جوابدیا کہ انسان کی زندگی روٹی سے نہیں ہی بلکہ خدا کے حکم سے ہی *

† اشعیاہ ۸ — ۳ ‡ ۲ کرنتھیوں ۱۱ — ۱۴

(هر حکم سے جو خدا کے مغہہ سے نکلتا هی) اُردو مترجم نے جس لفظ کا حکم ترجمہ کیا هی وہ انگریزي ترجمہ میں ورد هی اور ورد کا ٹھیک ترجمہ لفظ یا کلمہ هی اور یہہ هي یہاں مراد هی *

یہہ جواب حضرت مسیح علیہ‌السلام نے کتاب استثنا باب ۸ ورس ۳ سے اخذ کیا هی اور وہ ورس یہہ هی " اور اُسنے تجھے عاجز کیا اور تجھے بھوکا رکھا اور وہ من جسے تو نجانتا تھا اور نہ تیرے باپ دادے جانتے تھے تجھے کھلایا تاکہ وہ تجھے سکھلا دے کہ آدمي فقط روٹي هي کھانے سے جیتا نہیں رهتا بلکہ هر ایک بات سے جو خدا کے مغہہ سے نکلتي هی جیتا رهتا هی " *

اب سمجھو کہ هم مسلمان کلمات اللہ اُن چیزوں کو کہتے هیں جنکو خود خدا نے بغیر کسي ظاهري سبب کے نیست سے هست کیا هو اور یہي معني اس جگہہ لیئے گئے هیں کیونکہ اللہ تعالی نے بني اسرائیل پر بغیر کسي ظاهري سبب کے من اُتارا تھا اور اُسیکو اللہ تعالی نے فرمایا کہ آدمي هر بات سے جو خدا کے مغہہ سے نکلتي هی جیتا رهتا هی اسیطرح حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو خدا کي مرضي هی اُس پر میں راضي هوں اگر خدا کو اس بھوک سے مجھے بچانا اور میري زندگي رکھني منظور هی تو کچھہ روٹي پر موقوف نہیں هی بلکہ وہ هر کلمہ سے یعني هر چیز سے جو بلا ظاهري سبب کے وہ پیدا کرسکتا هی وہ چلا سکتا هی *

یہہ وہ معني تھے جو اس ورس کے ظاهري الفاظ سے نکلتے تھے مگر حقیقت میں حضرت مسیح نے یہہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالی مجھے کھانے اور میري زندگي رکھنے کے لیئے خود کوئي چیز بلا کسي ظاهري سبب کے پیدا کردیگا جیسیکہ من پیدا کردیا تھا بلکہ اصلي معني یہہ هیں کہ آدمي کي زندگي کسي کھانے پینے کي چیز پر موقوف نہیں هی بلکہ صرف خدا پر موقوف هی پھر جو بات اُسکے مغہہ سے نکلتي هی اُس سے وہ جیتا هی خواہ وہ کھانیکي چیز هو یا نہو چنانچہ اُس جنگل میں کوئي چیز اللہ تعالی نے حضرت مسیح علیہ‌السلام کے کھانے کے لیئے پیدا نہیں کي بلکہ خود اپنے آپ زندہ رکھا اور صرف † فرشتوں کو حضرت کي خدمت کو بھیجا *

---

۵ اُس وقت شیطان اُسي شہر مقدس ‡ میں لیگیا اور بڑي عبادت گاہ کے کنگرے پر کھڑا کرکے اُس سے کہا *

۶ اگر تو خدا کا بیٹا هی تو آپ کو نیچے گرادے کہ یوں لکھا هی § وہ اپنے فرشتوں کو تیرے لیئے حکم کریگا اور وے تجھے هاتوں پر اُٹھالینگے تا ایسا نہو کہ تیرا پانوں پتھر پر لگے *

---

† متي ۴ — ۱۱ — ‡ ب ۲۷ — ۵۳ —

§ زبور ۹۱ — ۱۱ —

۷ تب یسوع نے اُس سے کہا یہہ بھی لکھا ہی † کہ تو اللہ کو جو تیرا خدا ہی امتحان مت کر *

تفسیر

(اُسوقت شیطان) یعنی خدا کی یہہ مرضی تھی کہ جو امتحان حضرت مسیح علیہ‌السلام کا ہونا ہی وہ سب پورا ہو اسلیئے شیطان جو مجسم ہوکر آیا تھا حضرت مسیح کے ساتھہ ساتھہ ہوکر یروشلیم میں آیا *

(شہر مقدس) یعنی یروشلیم یہودی اُس شہر کو تعظیماً اسی نام سے پکارتے تھے *

(بڑی عبادت گاہ کے کنگرے پر) بعضے لوگ اس سے فصیل مراد لیتے ہیں اور بعضی اُس مکان سے مراد رکھتے ہیں جو ہیرود نے عبادت خانہ کے باہر بنایا تھا اور بیثل مفت کے نام سے مشہور تھا یہہ مکان نہایت اونچا تھا کہ اس پر چڑھکر اگر نیچے دیکھیں تو انکھونمیں اندھیرا آجاتا تھا *

(خدا کا بیٹا ہی) اس ورس سے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ خدا کے بیٹے سے پیارا بندہ مراد ہی کیونکہ جو ورس شیطان نے حضرت مسیح‌علیہ‌السلام کے سامنے پیش کیا وہ نیک اور مقبول بندوں کے حق میں ہی *

(یوں لکھا ہی) شیطان نے اس مقام پر زبور ۹۱ ورس ۱۱ و ۱۲ پر استدلال کیا جب اُس نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اُس کے پہلے دھوکے کو خدا کے کلام سے رد کیا تو اُس نے دوسرے دھوکہ کو ظاہر میں کلام الہی سے آراستہ کرکر پیش کیا تاکہ اس ملمع سے پورے دھوکہ میں آجاویں *

زبور میں لکھا ہی ‡ کہ " تجھپر کوئی آفت نہ آویگی اور کوئی وبا تیرے مسکن کے پاس نہ پھونچے گی کیونکہ وہ تیرے لیئے اپنے فرشتوں کو حکم کریگا کہ وے تیری سب راہوں میں تیری نگہبانی کریں کہ وے تجھے اپنے ہاتوں پر اُٹھالینگے تا نہو کہ تیرے پانوں کسی پتھر پر لگیں " *

یہہ تمام زبور اس مضمون پر ہی کہ جو اللہ کا پیارا بندہ اپنے سب کاموں میں خدا پر توکل کرتا ہی اور اُسی کا بھروسا رکھتا ہی تو خدا تعالی ہر بات سے اُس کی نگہبانی کرتا ہی . اس کا مدعا یہہ تھا کہ جو قدرتی حفاظتیں اور تدبیریں اللہ تعالے نے انسان کے لیئے بنائی ہیں اُن سب کو اُسیطرح قایم رکھنا چاہیئے اور یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہماری تدبیر سے وہ کام درست ہوا بلکہ خدا پر توکل کرنا اور بھروسا رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالی ہر بات سے اُسکی نگہبانی کریگا . شیطان نے اس اصلی مطلب کو خراب کر فریب دینا چاہا تاکہ

† استثنا ۶ - ۱۶ = ‡ زبور ۹۱ - ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ =

حضرت مسیح علیہ‌السلام خلاف اُس حکم کے ظاہری اسبب حفاظت کے جو اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے بنائے ہیں اور جنکا قایم رکھنا عین خدا کی مرضی ہی توڑکر اپنے تئیں نہیچے گرادیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام روح قدس کی تائید سے اُسکے فریب میں نہ آئے

(یہہ بھی لکھا ہی کہ تو اللہ کو) حضرت مسیح علیہ‌السلام نے جواب دیا کہ یہہ بات سچ ہی کہ اللہ تعالے اپنے پیارے بندوں کی ہر طرح حفاظت کرتا ہی مگر یہہ بھی لکھا ہی کہ خدا کا امتحان نکرنا چاہیئے . حضرت مسیح نے اس جواب کو کتاب استثنا کے باب ۶ ورس ۱۶ سے اخذکیا ہی اور وہ ورس یہہ ہی " تم خداوند اپنے خدا کو مت آزمائیو جیسا تمنے اُسے منسا میں آزمایا " پس قدرتی اسباب حفاظت کو توڑنا اور خدا کو آزمانا نہیں چاہیئے *

امتحان کا لفظ جبکہ خدا کی طرف سے بندہ پر نسبت کیا جاوے تو اُس سے یہہ مراد ہوتی ہی کہ جس حالی رتبہ میں وہ بندہ ہی اُس میں اور زیادہ بلندی رتبہ کی حاصل کرے مگر خدا کی طرف اس لفظ کا نسبت کرنا نہایت بری بات ہی اور خدا تعالی پر یقین نرکھنا ہی *

---

۸ پھر شیطان اُسے ایک بڑے اونچے پہاڑ پر لیگیا اور دنیا کی تمام بادشاہت اور اُسکی شوکت اُسے دکھلا کے کہا *

۹ کہ اگر تو گرکے مجھے سجدہ کرے تو میں یہہ سب کچھہ تجھے دوں *

۱۰ تب یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کہ یہہ † لکھا ہی تو اُس کو جو اللہ تیرا خدا ہی سجدہ کر اور فقط اُسیکی بندگی کر *

۱۱ تب شیطان نے اُسکو چھوڑا اور دیکھو فرشتوں ‡ نے آکر اُسکی خدمت کی *

تفسیر

(اونچے پہاڑ پر) بعضی لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہہ پہاڑ کوارن‌ٹینیا کا پہاڑ تھا *

(دنیا کی تمام بادشاہت) بعضے آدمی یہہ شبہہ کرتے ہیں کہ اگر شیطان نے حضرت مسیح علیہ‌السلام کو تمام دنیا کی بادشاہت بوسیلہ اپنی اُس طاقت کے دکھائی تھی جو خدا نے اُسکو دی ہی تو اونچے پہاڑ پر لیجانا کیا معنی ہیں اور اگر اونچے پہاڑ پر اسلیئے لے گیا تھا کہ وہاں سے تمام دنیا دکھائی دے تو یہہ غلط ہی کیونکہ کسی پہاڑ پر سے تمام دنیا نہیں دکھائی دے سکتی علی‌الخصوص دنیا کے نصف اُس حصہ کا جو نیچے ہی دکھائی دینا ممکن نہیں ہی پھر کیونکر اُسنے تمام دنیا حضرت مسیح علیہ‌السلام کو دکھائی *

مگر یہہ شبہہ محض بیجا ہی اس سے یہہ مطلب نہیں ہی کہ اُس نے تمام دنیا

---

† استثناء ۶ — ۱۳ ۱۰ — ۲۰ ۱ سموئیل ۷ — ۳ —

‡ مارک ۱ — ۱۳ لوک ۴ — ۲۰ —

بعینہٖ اور بجسمہٖ اُسوقت دکھلائی تھی بلکہ یہہ مطلب ہی کہ اونچے پہاڑ پر لے گیا اور جہاں تک کہ جنگل اور پہاڑ اور سمندر اور دریا اور ملک اور آبادیاں دکھلائی دیتی تھیں اُن سب کی طرف اشارہ کر کر کہا کہ یہہ تمام دنیا جو اسیطرح کی ہی سب تجھکو دونگا اس مطلب کو مقدس متی نے اسطرح پر بیان کیا کہ تمام دنیا کی بادشاہت دکھلائی *

(اگر تو گرکے مجھے سجدہ کرے) جبکہ شیطان نے دیکھا کہ حضرت مسیح اُسوقت بھی جبکہ نہایت بھوکے تھے فریب میں نہ آئے اور اُنہوں نے اُس سختی کی حالت میں بھی خدا پر اپنا یقین رکھا اور جو دھوکہ خدا پر یقین رکھنے کا اُسنے دیا تھا اُس میں بھی نہ آئے تب اُسنے ایک اور بڑی ترغیب پیش کی اور اُسکی عوض میں نہایت سخت اور بہت بڑی گمراہی کا طالب ہوا مگر اُسنے جو اپنی اتنی بڑی جھوٹی طاقت ظاہر کی کہ تمام دنیا کی بادشاہت دونگا جو نہ کسی آدمی کے اختیار میں ہی نہ کسی فرشتہ کے اسلیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے جان لیا کہ یہہ مکار شیطان ہی اور نہایت حقارت سے اُسکو جھڑکا اور فرمایا کہ او شیطان دور ہو *

(یہہ لکھا ہی تو اُسکو جو اللہ تیرا خدا ہی سجدہ کر اور فقط اُسیکی بندگی کر) * یہہ جواب حضرت مسیح علیہ‌السلام نے تین مقام سے اخذ کیا ہی اول کتاب استثنا کے باب ۶ ورس ۱۳ و ۱۴ سے اور وہ ورس یہہ ہیں " تو خداوند اپنے خدا سے ڈراکر اور اُسکی بندگی کیا کر اور اُسکے نام کی قسم کھایا کر . تم اور معبودوں کی قوموں کے معبودوں میں سے جو تمہارے آس پاس ہیں پیروی نکیجیو *

دوم کتاب استثنا باب ۱۰ ورس اور وہ ورس یہہ ہی " تو خداوند اپنے خدا سے ڈرتا رہ اُسی کی بندگی کر اور اُسی سے لپٹا رہ اُسیکے نام کی قسم کھا " *

سوم کتاب اول سموئیل باب ۷ ورس ۳ و ۴ اور وہ ورس یہہ ہیں *

" تب سموئیل نے اسرائیل کے سارے گھرانے کو کہا کہ اگر تم اپنے دلوں سے خداوند کی طرف پھرو تو اُن اجنبی معبودوں کو اور عستارات کو اپنے درمیان سے نکال پھینکو اور خداوند سے دل لگاؤ اور اُسی اکیلے کی عبادت کرو کہ وہ فلستیوں کے ہاتھہ سے تمہیں نجات بخشیگا . اور بنی اسرائیل نے بعلیں اور عستارات کو نکال پھینکا اور اکیلے خداوند کی بندگی کرنے لگے " *

حضرت مسیح علیہ‌السلام کے جواب سے پایا جاتا ہی کہ شیطان نے جو سجدہ کرنے کو کہا تھا تو الوہیہ پرستش کے مطلب سے کہا تھا یعنی جس طرح خدا کو اللہ اور معبود حقیقی سمجھہ کر بطریق عبادت سجدہ کیا جاتا ہی اُسی طرح پر حضرت مسیح اُس ملعون کو سجدہ کریں اسواسطے حضرت نے جواب دیا کہ ایسا سجدہ اور بندگی صرف خدا ہی کے واسطے ہی ان تمام ورسوں سے بخوبی روشن ہی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام خدا نہ تھے

علوہ اسکے ایک اور عمدہ دلیل اس ورس سے یہہ پائی جاتی ہی کہ جو پرستش اور بندگی صرف خدا کے لیئے ہی وہ دوسرے کے لیئے نہیں کی جاتی کیونکہ اگر اُسکے لیئے کی جاوے تو اُسکو خدا کے مرتبہ کی برابر ٹہرانا ہی بہت پرستی جو گناہ ہی اُسکا اصلی سبب یہی ہی کہ ایک حقیر چیز کو ایسی پرستش اور بندگی سے جو خدا کے لیئے ہی خدا کی برابر مانا جاتا ہی اب غور کرنا چاہیئے کہ تمام عہد عتیق اور چاروں انجیلوں میں جابجا خدا کی الہیہ پرستش اور اُسکو معبود حقیقی جانکر اُسکی بندگی کرنے کا حکم ہی مگر کسی مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہہ حکم نہیں ہی کہ اُنکی الہیہ پرستش کیجاوے بعض مقام میں جو لفظ ورشب کا آیا ہی اُسکی تفسیر † ہم پہلے لکھہ آئے ہیں کہ اُسکے معنی صرف الہیہ پرستش کے نہیں ہیں پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہوتے تو ہم بہت سی جگہہ اُنکے لیئے بھی الہیہ پرستش کا حکم پاتے *

اب ہم مسلمانوں کو اس ورس سے نصیحت پکڑنی چاہیئے کہ بجز ایک خدا کی پرستش اور بندگی کرنے کے اور کوئی طریق اور کوئی رستہ شیطان کے بہکانے کا جو ہمارا جنم سے سخت دشمن ہی نہیں ہی الحمد للہ کہ ہم مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کے پورے پورے پیرو ہیں کہ جو راہ شیطان کے مغلوب کرنے کی اُنہوں نے بتائی اُسی پر بوسیلہ اپنے نبی کے ہم چلتے ہیں آمین *

(فرشتوں نے آکر اُس کی خدمت کی) بعضے لوگ فرشتوں کے آنے اور خدمت کرنے سے ایک نہایت جھوٹی بات خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چالیس دن رات کے روزہ رکھنے سے جو شدت بھوک کی حضرت مسیح علیہ السلام کو تھی اس لیئے کچھہ خوراک مہیا کرنے اور جو تکلیف کہ ان دنوں میں ہوئی تھی اُس کی عوض آرام دینے کو یہہ فرشتے آئے تھے *

مگر ہم مسلمان یہہ نہیں کہتے ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام روح اللہ تھے وہی روح اُن کی زندگی تھی وہ ہر بات سے جو خدا کے منہہ سے نکلتی تھی زندہ تھی مگر وہ فرشتے آئے تھے صرف اس لیئے کہ خدا کی طرف سے جو روحانی تسلی حضرت مسیح علیہ السلام کو ہوئی تھی اور جو رضامندی کہ درحقیقت خدا تعالی کو تھی اُس کو علانیہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ظاہر کرنے کے وہ نشان ہوں اور ایسے وقت میں خود فرشتے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدمت بجالاکر اپنے لیئے سعادت حاصل کریں *

---

۱۲ جب یسوع نے سنا کہ یحیی گرفتار ہوا تو جلیل کو چلا گیا *

۱۳ اور ناصرت کو چھوڑکر کفر ناحوم میں جو زبولون اور نفتالی کی سرحدوں میں جو دریا کے کنارے پر ہی آکر رہا *

---

† دیکھو تفسیر متی ۴ —

۱۴ اسیطرح جو اشعیاہ نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا *
۱۵ کہ زبولوں † اور نفتالی کی زمین یعنی جلیل عوام جو دریا کے کنارہ یردن پار
ہی *
۱۶ اُسی زمین کے لوگوں نے جو اندھیرے میں بیٹھے تھے روشنی دیکھی ‡ اور اُن پر
جو موت کے ملک اور سائے میں بیٹھے تھے روشنی ظاہر ہوئی *

تفسیر

(جب یسوع نے سنا) یعنی بعد پورا ہوچکنے امتحان کے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے حضرت یحیی کا گرفتار ہونا سنا کیونکہ § ہیرود بادشاہ نے اپنے بھائی فلپ کی جورو ہیرودیا کو اپنے پاس رکھا تھا اور جب حضرت یحیی نے اُس کو ملامت کی تو اُس نے حضرت یحیی کو قید کردیا تھا *

(جلیل) پلسطین کا ملک جہاں یہودی رہتے تھے تین حصوں پر منقسم تھا اُس میں سے شمالی حصہ جلیل تھا اُس کی شمالی حدانین‌تی لیفیس تک تھی اور شرقی حد دریاے یردن اور سمندر تک اور جنوبی حد سمیریا تک اور غربی حد فنشیا تک یہہ غربی حصہ اوپر اور نیچے کے دو ٹکروں سے تمیز کیا جاتا تھا اوپر کا ٹکرا شمال پر واقع تھا اور اُس کے ایک ٹکرے میں سریا والے اور فنشیا والے اور عرب کے لوگ رہتے تھے اور اسی سبب سے وہ ٹکرا جلیل عوام کہلاتا تھا نیچے کا حصہ خصوصاً تیبریس کا جنگل جو سمندو کے کنارہ پر ہی بہت زر ریز اور آباد تھا جلیل کی حدود میں قوم اشاچار اور زبولوں اور نفتالی اور ایشر رہتی تھی حضرت عیسی علیہ‌السلام نے اسی صوبہ میں پرورش پائی اور وہیں زندگی بسر کی اور حواریوں کو تعلیم کیا اور اسی سبب سے حضرت مسیح کو || جلیلی کہتے تھے یہودیوں اور کافروں دونوں میں جلیل کا نام حقیر ہوگیا تھا کیونکہ وہاں ایک امیزنسل رہتی تھی اور غیر قوموں کے ملنے سے وہاں کی زبان بھی خراب ہوگئی تھی انکور یہاں کا نہایت عمدہ ہوتا ہی *

(کفر ناحوم) یہہ ایک بہت بڑا شہر تھا اور حضرت عیسی علیہ‌السلام یہاں بہت رہتے تھے اسی سبب سے حضرت ¶ مسیح علیہ‌السلام کا شہر کہلاتا تھا اس شہر میں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بہت * عمدہ عمدہ نصیحتیں فرمائیں اور بہت سے معجزے دکھلائے

† اشعیاہ ۹ — ۱ و ۲ —
‡ لوک ۱ — ۷۹ ۲ — ۳۲ —
§ لوک ۳ — ۱۹ —
|| متی ۲۶ — ۶۹ —
¶ متی ۹ — ۱ —
* مارک ۱ — ۱۴ و ۳۷ ۲ — ۱ لغایت ۲۸ یوحنا ۶ — ۲۵ لغایت ۷۰ —

مگر یہاں کے لوگ اپنی بدبختی سے راہ پر نہ آئے تب حضرت مسیح علیہ‌السلام نے نہایت خفگی سے بد دعا کی اور فرمایا کہ " اے کفر ناحوم † تو جو آسمان تک بلند ہوئی ہی دوزخ میں گرائی جاویگی کہ اگر یہ معجزے جو تجھ میں دکھائے گئے سدوم میں دکھائے جاتے تو آج تک موجود رہتا۔ پر میں تجھسے کہتا ہوں کہ حساب کے دن تیری سزا سے سدوم کی سزا آسان ہوگی" یہہ بددعا حضرت مسیح کی مقبول ہوگئی اور ایسا بڑا شہر جو دارالخلافہ تھا برباد ہوگیا بہر حال یہہ شہر تیبریس کے سمندر کے مغربی کنارہ پر تھا بعضی سیاح جو سنہ ۱۸۲۳ ع میں وہاں گئے تو بیس تیس عربوں کی وہاں جھونپڑیاں پائیں اس کے سوا اور کچھہ نہ پایا *

(زبولن) قوم کا نام ہی زبولوں ‡ حضرت یعقوب علیہ‌السلام کے چھٹے بیٹے لیاہ کے پیٹ سے تھے اُن کی اولاد زبولوں کے نام سے پکاری جاتی ہی۔ یہہ قوم کنعان کے اُس ضلع پر قابض تھی جو جلیل اور میڈیٹرینین یعنی بحر قلزم کے سمندروں کے درمیان میں ہی اس کی جنوبی حد پر قوم اشاچار رہتی تھی اور شمالی حد پر قوم ایشر اور نفتالی *

(نفتالی) یہہ بھی ایک قوم تھی نفتالی حضرت § یعقوب کے بیٹے کا جو بلہہ سے پیدا ہوا تھا نام ہی یہہ قوم اس ملک کے شمالی حصہ پر جو دریاے یردن کے مشرق میں اور قوم ایشر کے مغرب پر ہی قابض تھی یہہ ٹکڑہ نہایت زرخیز ہی نفتالی کے حق میں بڑی برکت کی دعا دی گئی ہی اور کہا گیا ہی کہ " اے || نفتالی تو فضل سے بھرپور اور خداوند کی برکتوں سے معمور ہو تو مغرب اور جنوب کا مالک ہو " *

(اسی طرح جو اشعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا) اس پیشین گوئی کا حوالہ مقدس متی نے اشعیاہ نبی کی کتاب پر کیا ہی مگر یہہ بتانا کہ یہہ پیشین گوئی کس ورس میں ہی تھوڑی سی دقت رکھتی ہی اصل عبرانی میں جو اشعیاہ نبی کی کتاب ہی اُس میں اس پیشین گوئی کا مضمون آٹھویں باب کے تیئیسویں ورس سے شروع ہوتا ہی اور نویں باب کے پہلے ورس میں ختم ہوتا ہی مگر ولگیٹ جو لاطینی ترجمہ ہی اُس میں اور نیز تمام انگریزی ترجموں میں آٹھویں باب میں کل بائیس ورس ہیں اور تیئیسواں ورس نویں باب میں ملادیا ہی اس سبب سے وہ پہلا ورس نویں باب کا اور نویں باب کا پہلا ورس دوسرا ورس ہوگیا ہی اس سبب سے ولگیٹ اور انگریزی ترجموں میں یہہ پیشین‌گوئی نویں باب کے پہلے اور دوسرے ورس میں ملتی ہی بہر حال ہم اُن ورسوں کو یہاں نقل کرتے ہیں مگر نشان ورسوں کا بموجب عبرانی نسخہ کے قایم رکھتے ہیں اور وہ ورس یہہ ہیں *

---

† متی ۱۱ — ۲۳ و ۲۴ —
‡ پیدایش ۳۰ — ۲۰ —
§ پیدایش ۳۰ — ۸ —
|| استثنا ۳۳ — ۲۳ —

" لیکن † وہاں اندھیر نہ ہوگا جہاں اب تنگی ہی جیسا اگلے زمانہ نے زبولوں کی سرزمین کو اور نفتالی کی سرزمین کو ذلیل کیا ویسا ہی پچھلا زمانہ اُس دریا کے گرد نواح یردن کے کنارے قوموں کے جلیل کو بزرگی بخشیگا " *

" وے ‡ لوگ جو اب تاریکی میں چلتے ہیں بڑی روشنی دیکھتے ہیں اور اُن پر جو ظل موت کے ملک میں رہتے ہیں نور چمکتا ہی " *

بعضے لوگ یہہ خیال کرتے ہیں کہ یہہ پیشین گوئی حضرت مسیح علیہ‌السلام کے کفر ناحوم اور زبولوں اور نفتالی میں جاکر رہنے سے کچھہ مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اشعیاہ نبی نے وہ پیشین گوئی احاز یہود کے بادشاہ کو رصین بادشاہ ارم اور افریم اور فتح بادشاہ اسرائیل کے ہاتھہ سے بچنے کی دی ہی جیسیکہ آیندہ ورسوں § سے معلوم ہوتا ہی اُسکو حضرت مسیح علیہ‌السلام کے اُن ملکوں میں جانے اور رہنے سے کیا علاقہ ہی *

مگر یہہ خیال صحیح نہیں ہی کیونکہ یردن کے کنارے کی قوم کو بزرگی بخشنے سے وہی روحانی بزرگی مراد ہی جو حضرت مسیح علیہ السلام کی روشن نصیحت سے وہاں چمکی یہہ لوگ تاریکی میں یعنی خدا اور روحانی باتوں سے بے خبر تھے اور موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے پھر ایسے لوگوں پر بجز اُس روحانی روشنی کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے سبب چمکی اور کونسی روشنی مراد ہوسکتی ہی *

اندھیرے میں یا موت کے ملک یا موت کے سایہ میں بیٹھنا یا اور جو الفاظ اس طرح کے ہوں اُنسے روحانی خرابیوں کا جتانا مراد ہوتا ہی کیونکہ دنیا میں رہنا اور آرام کرنا صرف چند روزہ ہی جو پلک مارنے سے بھی پہلے ختم ہوجاتا ہی پھر جب آدمی کو روحانی روشنی نہیں ہی تو یہہ دنیا کی ظاہری روشنی درحقیقت اندھیرا ہی اور جب روحانی زندگی نہیں ہی تو دنیا میں رہنا اور جینا درحقیقت موت کے ملک اور موت کے سایہ میں بیٹھنا ہی *

۱۷ اُسی وقت سے یسوع نے وعظ کرنا اور یہہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو || کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہی *

تفسیر

(اُسی وقت) یعنی جب حضرت مسیح نے حضرت یحیی کا قید ہونا سنا اور جلیل کو تشریف لے گئے اُسیوقت' وعظ کرنا شروع کیا *

(توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہی) یعنی خدا کا رحم اور فضل بندوں کے نزدیک ہوا ہی اب یہہ وقت ہی کہ اُسکے بندے توبہ کریں اور خدا کی بادشاہت میں

† اشعیاہ ۸ — ۲۳ — ‡ اشعیاہ ۹ — ۱ —
§ دیکھو اشعیاہ ۹ — ۲ — || ۳ — ۲ مارک ۱ — ۱۵ —

داخل ہوں اس مقام سے ہم مسلمان استدلال کرتے ہیں کہ بموجب قول حضرت مسیح علیہ‌السلام کے بھی صرف توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں گناہوں کی معافی کے لیئے بجز دلی توبہ کے اور کسی چیز کی درکار اور ضرورت نہیں ہی *

---

۱۸ جسوقت کہ یسوع دریاے جلیل کے کنارے پر چلا جاتا تھا اُسنے دو بھائیوں کو جو مچھلی کے شکار کرنے والے تھے یعنی شمعون † جو پیتر کہلاتا ہی اور اُسکے بھائی اندریاہ کو دریا میں جال ڈالتے ہوئے دیکھا *

۱۹ اور اُسنے اُنسے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ میں تمھیں آدمیوں کا شکار کرنے والے بناؤنگا ‡ *

۲۰ تب وے اُسیوقت جالوں کو چھوڑ کر اُسکے پیچھے چلے *

تفسیر

(دریاے جلیل) اس سے وہ سمندر مراد ہی جو صوبہ جلیل میں واقع ہی *

(شمعون جو پیتر کہلاتا ہی) انگریزی ترجموں میں شمعون کو سایمن لکھتے ہیں یہہ یونانی § میں جونا یعنی یونس کے اور رہنے والے ہیں بیتسیدا کے پیتر جسکے معنی پہاڑ کے ہیں رومی لفظ ہی جب یہہ حواری مقرر ہوئے تو انکو یہہ لقب || دیا گیا تھا انہی کی ساس کو حضرت عیسی علیہ السلام نے سخت بیماری ¶ سے اچھا کیا تھا سب سے پہلے یہی حضرت عیسی علیہ‌السلام پر ایمان لائے تھے اور حضرت عیسی سے بہت محبت رکھتے تھے اور اُسی محبت کے جوش میں ان سے وہ کلمہ * نکل گیا تھا جسپر حضرت عیسی خفا ہوئے تھے جب مصیبت کا وقت آنپہنچا تو بہت سے مرید حضرت عیسی سے پھر گئے . مگر پیتر نے کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر ↓ کہاں جاوینگے انہوں نے نہایت مضبوطی سے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے کہا کہ میں آپکے لیئے †† اپنی جان نثار کرونگا مگر وہ بات تین دفعہ انکار ‡‡ حضرت مسیح کی جو انسے ظہور میں آئی وہ صرف مقتضاے بشریت تھی مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی جو عنایت ان پر تھی وہ انکے بڑے عالی درجہ ہونے پر دلالت کرتی ہی حضرت

---

† مارک ۱ — ۱۶ لوک ۵ — ۳ — ‡ لوک ۵ — ۱۰ —
§ میتھیو ۱۶ — ۱۷ — || یوحنا ۱ — ۴۲ میتھیو ۱۶ — ۱۸ —
¶ متی ۸ — ۱۴ مارک ۱ — ۲۹ لوک ۴ — ۳۸ —
* میتھیو ۱۶ — ۲۳ و ۲۴ —
↓ یوحنا ۶ — ۶۷ لغایت ۶۹ —
†† یوحنا ۱۳ — ۳۷ —
‡‡ یوحنا ۱۸ — ۱۷ و ۲۵ و ۲۶ —

مسیح علیہ السلام † کے پہلونٹے فرزند ہونیکا مرتبہ نہایت شان دار ہی اُسیکا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح نے اُنسے تین دفعہ ‡ فرمایا کہ تو میری بھیڑ بچوں کو چرا گویا حضرت مسیح نے اپنے بعد انکو اپنا نائب کیا یہہ وہ مرتبہ ہی کہ کسی دوسرے کو نصیب نہوں ہوا انہوں نے وعظ کرنے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل پھیلانے میں بڑی کوشش کی اور کئی دفعہ سخت سخت مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اور آخر کار سنہ ۶۵ ع میں اپنی بی بی سمیت روم میں شہید ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی جان نثار کی *

(اندریاہ) یہہ بھی حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواری اور شمعون پیٹر کے § بھائی ہیں حضرت یحیی علیہ‌السلام کے مریدوں میں تھے جب حضرت مسیح علیہ‌السلام پر روح قدس نازل ہوئی تو آپ کے پیرو ہوئے اور انجام تک آپ ہی کی پیروی میں رہے یہاں تک کہ اُسی بات پر انجام کو شہید ہوئے *

(میرے پیچھے چلے آؤ) یعنی میری اطاعت کرو اور مجھہ پر ایمان لاؤ اور مجھہ میں آؤ کہ یہہ کام دنیا کے کاموں سے بہتر ہی *

(آدمیوں کا شکار کرنے والے) یعنی آدمیوں کو خدا کی طرف یا حضرت مسیح علیہ‌السلام کی طرف یا اپنی طرف کھینچنے والے بناؤنگا ان تینوں باتوں کا نتیجہ ایک ہی حواریوں میں آنا حضرت مسیح علیہ‌السلام میں آنا ہی اور حضرت مسیح علیہ‌السلام میں آنا خدا میں آنا ہی پھر زہے قسمت اُس شخص کی جسکا خدا صیاد اور وہ خدا کا شکار ہو

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے میں * تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(جالوں کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لئے) یعنی یہہ بات سنتے ہی حضرت مسیح علیہ‌السلام کے کلام نے جو روح قدس سے بھر پور تھا اُن کے دل پر اثر کیا اور فی‌الفور وہ ایمان لائے اور حضرت مسیح علیہ‌السلام کے پیچھے ہو لیئے ہم مسلمانوں کے اعتقاد میں اصل ایمان یہی ہی جو حواریوں کو حاصل ہوا بغیر اسکے کہ وہ کوئی معجزہ دیکھیں صرف حضرت مسیح علیہ‌السلام کی بات کو دل و جان سے قبول کیا اور روحانی سچائی حاصل کی انہی لوگونکے حق میں اللہ تعالی قران مجید میں فرماتا ہی کہ جب میںنے دلمیں ڈالا حواریونکے کہ مجھہ پر ایمان لاؤ اور میرے پیغمبر پر یعنی عیسی پر بولے ہم ایمان لائے اور اے عیسی تو گواہ رہ کہ ہم ایمان والے ہیں *

سورہ مائدہ آیت ۱۱۴

و اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی قالوا امنا و اشهد بانا مسلمون —

---

† مطلب یہہ ہی کہ پیٹر اور حضرت مسیح اور سب سے پہلے ایمان لائے تو گویا وہ پہلونٹے فرزند ہوئے

‡ یوحنا ۲۱ — ۵ و ۱۶ ، ۱۷ —

§ متیھیو ۴ — ۱۸ تا ۲۰ مارک ۸ — ۳۰ یوحنا ۱ — ۳۵ تا ۴۰ ۶ — ۸ تا ۱۳ ۱۲ — ۲۰ —

۲۱ اور اُس نے وہاں سے آگے بڑھکر دو بھائیوں † یعنی زبدی کے بیٹے یعقوب اور اُسکے بھائی یوحنا کو اپنے باپ کے ساتھہ کشتی پر بیٹھے ہوئے اپنے جال مرمت کرتے دیکھا اور اُن کو بلایا

۲۲ تب وے ‡ اُسی وقت کشتی اور اپنے باپ کو چھوڑکر اُس کے پیچھے چلے *

تفسیر

یعقوب ابن زبدی جن کو جمس اول بھی کہتے ہیں حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواری ہیں مچھلی پکڑنے کا پیشہ کرتے تھے حضرت مسیح علیہ‌السلام سے ملتے ہی روح قدس کی تاثیر ہوئے اور فی‌الفور ایمان لائے انجیل کے پہنچانے میں نہایت گرمجوش تھے حضرت § مسیح علیہ‌السلام نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی تھی چنانچہ وہ پوری ہوئی || اور سنہ ۴۴ ع یا سنہ ۱۸۴۴ ع میں ہیرود نے آپ کو شہید کروا ڈالا *

یوحنا ابن زبدی جنکو جان بھی کہتے ہیں یہہ بھی حضرت عیسی علیہ‌السلام کے حواری ہیں اور حضرت یحیی علیہ‌السلام پر بھی ایمان لائے تھے اور بعضی کہتے ہیں کہ اُنکے بھتیجے بھی تھے یہہ بھی حضرت عیسی علیہ‌السلام پر روح قدس کی مدد سے فی‌الفور ایمان لائے یروشلیم میں اکثر رہا کرتے تھے اور جب تک حضرت مریم زندہ رہیں اُن کی خدمت کیا کیئے اور پھر ایشیا صغیر میں وعظ کہنا شروع کیا اور بمقام پتمہ یعنی پیتمس جو ایجین سمندر میں واقع ہی ¶ جلا وطن کیئے گئے وہیں اُنہوں نے اپنے مکاشفات لکھے ہیں اور سنہ ۹۶ ع یا سنہ ۹۷ ع میں اُنہوں نے اپنی انجیل لکھی اور تین نامہ بھی ان کے لکھے ہوئے ہیں آخرکار نوے برس کی عمر میں بعہد سلطنت ٹریجن اس جہان فانی سے انتقال فرمایا *

۲۳ یسوع ساری جلیل میں پھرتا ہوا اُن کی عبادت گاہوں میں نصیحت کرتا * اور خدا کی بادشاہت کی خوش خبری سناتا اور لوگوں کے ہر طرح کا مرض اور ہر طرح کی بیماری کو دفع کرتا رہا *

۲۴ اور تمام سریا میں اُس کی شہرت ہوئی اور اُن سب بیماروں کو جو بہت صرح کے مرض اور اُفتوں میں گرفتار تھے اور دیوانوں کو اور مصروعوں کو مفلوجوں کو اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن سبھوں کو چنگا کیا *

† مارک ۱ — ۱۹ —
‡ لوک ۵ — ۱۱ —
§ لوک ۲۱ — ۱۶ —
|| اعمال ۱۲ — ۲ —
¶ مکاشفات ۱ — ۹ —
* ۲ — ۲۵ مارک ۱ — ۳۹ *

۲۵ اور بہت سي † جماعتيں جليل اور دکاپلي اور يروشليم اور يہوديا اور يردن کے پار سے اُس کے پيچھے چليں *

تفسير

(خدا کي بادشاہت) خدا کي بادشاہت کي خوشخبري سنانے سے انجيل کا وعظ کرنا اور اُس حقيقي بادشاہ کي شان اور جلال کا بتانا اور جو خدا کي بادشاہت تمام اُس کي مخلوقات پر ہی اُس کي خوشخبري دينا مراد ہی *

(سريا) پہلے دارالخلافہ بادشاہت اسيريا کا نينوا تھا جب بيبلن يعني بابل ميں دارالخلافہ ہوا تو بيبلونيا اور کيلديا دونوں ملکر ايس سريا کہلاتے تھے ان دونوں مقاموں ميں دو وسيع ولايتيں تھيں جو دريائے يوفريٹيز يعني فراط کے دونوں طرفوں پر واقع تھيں بعد اس کے جو ملک کہ دريا کے پار تھا اُسکا ‡ نام پار کا ارام ہوا اور جو دريا کے اسطرف تھا اُسکا نام وار کا ارام ہوا پار کے ارام کا يونانيوں نے ايس سريا نام رکھا تھا اور وار کے ارام کا سريا نام رکھا تاکہ دونوں ميں تميز ہو پہلے پہل سريا کا دارالخلافہ زوبا تھا § پھر ڈيميسکس يعني دمشق دارالخلافہ ہوا سريا کي شمالي حد سمندر مڈيٹريفين يعني دريائے قلزم اور دريائے سڈنس سے دريائے يوفريٹيز تک تھي اور جنوبي حد پہاڑ تارس سے عرب اور مصر کے کنارہ تک تھي اور يہہ سريا دو حصوں ميں مقسم تھي نيچے کا جنوبي حصہ پلسطين کہلاتا تھا اور اُس ميں کنعان اور فنيشيا اور کولي سريا واقع تھي جو پہاڑ لبنان کے دونوں کناروں اور شمالي سريا کے درميان ميں ہی اور اس کے سوا جو ملک شمال ميں تھا وہ اوپر سريا يعني اوپر کا سريا يا شمالي سريا کہلاتا تھا اور کولي سريا کو بالتخصيص سريا کہا کرتے تھے ان صوبجات کے بادشاہ بني اسرائيل سے اکثر لڑا کرتے تھے *

دکاپلي جسکو ڈکي پولس بھي کہتے ہيں سريا کا ايک حصہ ہی جو سمندر جليل کے مشرق پر واقع ہی اور يہوديا کا ايک صوبہ ہی اس صوبہ ميں دس شہر تھے اور اُنھي شہروں سے اس کا يہہ نام ہوا تھا اور ان شہروں ميں غير ملک کے لوگ يعني يوناني وغيرہ آباد تھے يہودي آباد نہ تھے *

(يردن کے پار) يہہ ايک علاحدہ ملک ہی جو پيريا بھي کہلاتا ہی *

(اُس کے پيچھے چليں) يعني حضرت مسيح عليہ‌السلام کي شہرت بہت جلد ان تمام ملکوں ميں اور يروشليم ميں بھي جہاں وہ اب تک تشريف نہيں لے گئے تھے ہوگئي اور ان ملکوں کے بہت سے لوگوں نے آنکو حضرت مسيح عليہ‌السلام کي پيروي کي *

† متی ۳ — ۷ و ۸ —
‡ ۲ سموئيل ۱۰ — ۱۶ —
§ اشعياہ ۷ — ۸ —

پانچواں باب

۱ پہاڑ پر مسیح کا وعظ کرنا ۳ بیان کرنا کہ مبارک کون ہی ۱۳ شاگردوں کا نمک
اور روشنی کی مانند ہونا ۱۷ خدا کے حکم پورا کرنے کو مسیح کا آنا
۲۱ قتل اور غصی سے منع کرنا ۲۷ زنا سے منع کرنا ۳۳ ہر بات
میں قسم کرنے سے منع کرنا ۳۸ ظلم سے صبر کرنا ۴۳ اور
دشمنوں کو دوست رکھنا

۱ یسوع جماعتوں کو دیکھہ کر ایک پہاڑ پر چڑہ بیٹھا اور اُس کے مرید اُس پاس آئے *
۲ تب وہ نصیحت کے طور پر اُن سے کہنے لگا *

(ایک پہاڑ پر چڑہ بیٹھا) کفر ناحوم کے قریب دریاے جلیل اور قیصر پہاڑ کے شمال کو بتی تھوتز ایک ٹیلہ پہاڑ کا ہی وہاں حضرت عیسی علیہ‌السلام جاکر بیٹھے یہودی معلموں کا قاعدہ تھا کہ وہ † بیٹھہ کر وعظ اور نصیحت کیا کرتے تھے اُسی قاعدہ کے موافق حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بھی بیٹھہ کر نصیحت فرمائی *

(نصیحت کے طور پر اُن سے کہنے لگا) یہہ وعظ حضرت مسیح علیہ‌السلام کا سرمن ان دی موئنٹ کہلاتا ہی یعنی پہاڑ پر کا وعظ یہہ نصیحت ایک نہایت نورانی بلا آمیزش دلیلوں کی تاریکی کے بہت صاف صاف ہی جسکا اثر آدمی کی روح میں پیرا جاتا ہی . نیک دل آدمی جب اس وعظ کو پڑہتا ہی تو اب بھی وہی نورانی روشنی پاتا ہی جس سے اُس کا دل یقین کرتا ہی کہ یہہ وہی روح‌القدس کا اثر ہی جو ابتک ان لفظوں میں رکھا ہوا ہی *

دلیلوں سے کسی بات کو ثابت کرنا البتہ مخاطب کو ساکت کرتا ہی اور اُس کی عقل کو مغلوب کرتا ہی مگر وہ بات جو روح پر اثر دے اور دلمیں پیٹھی جاوے وہ کچھہ محتاج دلیلوں سے ثابت کرنے کی نہیں ہوتی وہ بات ہی اپنی سچائی کی آپ دلیل ہی اسیواسطے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اپنی نصیحت کو دلیلوں کی آمیزش سے بالکل پاک اور صاف رکھا ہی —

زعشق نا تمام ما جمال یار مستغنی است
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبارا

مگر بعض لوگ اس وعظ پر یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہہ نصیحت حضرت مسیح علیہ‌السلام کی اگلی کتابوں سے لی ہوئی ہی اکثر حصہ اس کا زبور اور اشعیاہ نبی کی کتاب سے ماخوذ ہی اگر حضرت مسیح علیہ‌السلام خود خدا ہوتے یا روح قدس سے مؤید ہوتے تو وہ اگلی کتابوں کی باتوں کو اپنا وعظ کہہ کر نہ بیان کرتے بلکہ اپنی طرف سے نئی بات بتاتے *

---

† لوک ۴ — ۲۰ ، ۲۱ —

مگر یہہ ایک یہودہ خیال ہی یہہ تو ہم خود کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام خدا تو نہ تھے مگر اس سے یہہ خیال کرنا کہ وہ مؤید بروح‌القدس بھی نہ تھے محض بیجا ہی ہم بارہا سمجھاتے آئے ہیں کہ تمام انبیا علیہم‌الصلوات‌والسلام ایک دین پر تھے سب کی وعظ اور نصیحت کا ایک نتیجہ تھا اسمقام پر حضرت مسیح علیہ‌السلام نے وہ اعلی اور عمدہ نتیجے بیان فرمائے ہیں جس کے لیئے تمام انبیاء آئے اور یہی نصیحت کرتے رہے اور یہی اخلاق بتاتے رہے پھر ضرور تھا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کی نصیحت اُس کے مطابق ہو *

۳ مبارک وے † ہیں جو دل میں بے غرور ہیں کہ آسمان کی بادشاہت اُنہیں کی ہی *

تفسیر

حضرت ‡ اشعیاہ علیہ‌السلام نے فرمایا " خداوند فرماتا ہی لیکن میں اُس شخص پر نگاہ کرونگا جو غریب اور فروتن اور میری بات سے لرزاں ہی " یہہ نصیحت حضرت مسیح علیہ‌السلام کی اسیکے مطابق ہی مگر یہاں زیادہ وضاحت سے فرمایا کہ ظاہر کی فروتنی اور عاجزی کچھہ کام کی نہیں ہی بلکہ دل میں سے غرور نکالنا اور دلی فروتنی حاصل کرنی چاہیئے *

(آسمان کی بادشاہت) اس سے خدا کی وہ بادشاہت مراد ہی جو آخرت میں سب طرح پر خدائے واحد کو مسلم ہوگی اور وہ بادشاہت اُنہی لوگوں کے لیئے ہی جو دل میں بے غرور ہیں اللہ تعالے قران مجید میں فرماتا ہی کہ یہہ آخرت کا گھر اُنہی لوگونکو دینگے جو دنیا میں غرور کو نہیں چاہتے اور نہ بگاڑ کو اور انجام کو بھلائی خدا سے ڈرنے والوں کو ہی *

سورہ قصص آیت ۸۳
تلک‌الدارالاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی‌الارض ولافسادا والعاقبة للمتقین —

اور رسول خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جائیگا بہشت میں کوئی جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی غرور ہی *

مشکواة باب‌الغضب‌والکبر
لایدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر رواہ مسلم —

۴ مبارک وہ ہیں جو غمگین § ہیں کہ وے تسلی پاوینگے *

تفسیر

حضرت اشعیاہ علیہ‌السلام نے فرمایا ‖ " قدوس یوں فرماتا ہی میں بلندی اور مقدس میں رہتا ہوں اور اُسکے ساتھہ بھی جو شکست اور فروتن ہی کہ پریشانیوں کی خاطر کو

† اشعیاہ ۶۶ — ۲ لوک ۶ — ۲۰ = ‡ اشعیاہ ۶۶ — ۲ =
§ اشعیاہ ۶۱ — ۱۵ ۶۱ = ۳۰۱ = ‖ اشعیاہ ۵۷ — ۱۵ =

حیات بخشوں اور شکستوں کے دلکو زندہ کروں " اور دوسری جگہ فرمایا کہ " خداوند † خدا کی روح مجھپر ہی کیونکہ خداوند نے مجھے مسیح کیا تاکہ میں حلیموں کو بشارتیں دوں اُسنے مجھے بھیجا ہی کہ میں دل شکستوں کو دلاسا دوں اور اسیروں کے لیئے رہائی اور بندھوں کے لیئے زندان سے نکلنے کی منادی کروں " حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت اشعیاہ نبی کے قول کی حقیقت اور ماہیت بتائی کہ درحقیقت غمگین وہ ہیں جو اپنے گناہوں کے سبب خدا پرست غم سے روتے اور غمگین ہیں کیونکہ گناہوں کی معافی سے وہ تسلی پاوینگے * گناہ من ار نامدے در شمار * ترا نام کی بودے آمرزگار

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف
ماسن عبد مومن یخرج من عینیہ دموع و ان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیئاً من حر وجھہ الا حرمہ اللہ علی النار رواہ ابن ماجہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایماندار بندہ جس کی آنکھ میں سے خدا کے ڈر سے آنسو نکلتا ہی اگرچہ مکھی کے سر ہی کے برابر ہو اور اُس کے منہہ پر خدا کے ڈر سے تغیر آجاتا ہی اللہ تعالی بالضرور اُس کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہی *

---

۵ مبارک وے ہیں جو حلیم ‡ ہیں کہ وے زمین کے وارث ہونگے *

تفسیر

حضرت داؤد § علیہ السلام نے فرمایا " لیکن وے جو مسکین ہیں زمین کے وارث ہونگے اور بہت سلامتی سے خوش دل ہونگے " اُسیکے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ حلیم ہیں وہی زمین کے وارث ہونگے زمین کے وارث ہونے سے یہہ مراد نہیں ہی کہ زمین پر جو برکتیں ہیں جیسیکہ امن سے اور تندرستی سے رہنا اور آرام سے بسر کرنا وہ اُنکو ملینگیں بلکہ یہہ مراد ہی کہ زمین انسان کے آنے کے لیئے اسواسطے بنائی گئی ہی کہ وہ یہاں آنکر وہ چیز بووے جو وہاں یعنی آخرت میں اُسکا پھل پاوے اور جس شخص نے زمین پر آکر وہ چیز بوئی جسکا پھل وہاں اُسکو ملیگا تو اُسنے گویا زمین کا ورثہ لیا پس حلم اور بردباری ایسی ہی چیز ہی جسکا بیج یہاں بویا جاتا ہی اور پھل وہاں کاٹا جاتا ہی اسلیئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ وے زمین کے وارث ہونگے *

---

۶ مبارک وہ ہیں جو نیکی کے بھوکے اور پیاسے || ہیں کہ وے سیر ہونگے *

---

† اشعیاہ ۶۱ — ۱ —
‡ زبور ۳۷ — ۱۱
§ زبور ۳۷ — ۱۱ —
|| اشعیاہ ۴۳ — ۱ و ۳ — ۵۵ — ۱ و ۳ ارک ۶ — ۴۱ —

تفسیر

حضرت اشعیاہ نبی کی کتاب میں ہی کہ خدا نے † فرمایا کہ " میں پیاسے پر پانی اوندیلونگا اور خشک زمین پر سیلاب بہاؤنگا " اور اسیطرح دوسرے ‡ مقام میں فرمایا کہ " اے سب پیاسو پانی پاس آؤ اور جس کے پاس نقدی نہو آؤ مول لو اور کھاؤ آؤ مین اور دودہ بے روپیہ اور بے قیمت خریدو " ان ورسوں کی جو اصل حقیقت تھی وہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بتائی کہ بھوکے اور پیاسے اور جو خدا تعالی کے فضل اور رحم کے مستحق ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کے بھوکے اور پیاسے ہیں یعنی اُنکی خواہش یہہ ہی کہ جہاں تک ہوسکے خدا تعالی کی مخلوق کے ساتھہ نیکی کی جاوے ہر ایک درد مند کے درد میں شریک ہو ہر ایک حاجتمند کی حاجت نکالنے میں مصروف ہو ہر ایک کے ساتھہ ہر طرح کی نیکی کی جاوے یہی لوگ مبارک ہیں کیونکہ قیامت میں سیر ہونگے یعنی اپنی نیکی کا بدلا خدا سے پاوینگے *

۷ مبارک وے ہیں جو رحم دل ہیں کہ اُنپر رحم کیا § جائیگا *

تفسیر

(رحم دل ہیں) رحم کے معنی یہہ ہیں کہ دوسرے کے رنج اور غم اور دکھہ درد کو دیکھہ کر رنج کرنا اور بقدر اپنی طاقت اور قوت کے اُسکے دور کرنے اور اُس شخص کی تسلی کرنے میں کوشش کرنا مگر نہ کسی اپنی غرض سے بلکہ محض بے غرض صرف اس نیت سے کہ وہ شخص آرام پاوے جو لوگ کہ اس طرح پر رحم دل ہیں اُنپر رحم کیا جاویگا یعنی خدا تعالی اُنپر رحم کریگا . سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی کی رحمت اُسکے بندوں پر محض بے غرض ہی اسی طرح اگر بندے کا رحم دوسرے پر محض بے غرض ہو جب خدا کے رحم کا مستحق ہی اور اگر کسی غرض سے کسی پر رحم کیا تو خود اُسنے اپنے کیئے کا بدلا لے لیا *

مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ
عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرحم اللہ من لایرحم الناس متفق علیہ ـ

ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اُس شخص پر رحم نہیں کرنیکا جس نے انسان پر رحم نکیا غرضکہ رحم ایک خدا کی صفت ہی جو اس صفت کو اختیار کریگا وہی خدا سے پاویگا *

۸ مبارک وے ہیں جو صاف ‖ دل ہیں کہ وے خدا ¶ کو دیکھینگے *

† اشعیاہ ۴۴ — ۳ — ‡ اشعیاہ ۵۵ — ۱ —
§ متی ۶ — ۱۴ —
‖ مارک ۱۱ — ۲۵ زبور ۲۴ — ۴ و ۵ میرانی ۱۲ — ۱۴ —
¶ ایوب ۳ — ۱ —

تفسیر

یہہ ورس انجیل کا امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احیاء العلوم میں اس طرح پر نقل کیا ھی مبارک وے ھیں جنکا دل دنیا میں پاک طوبی للمطہرۃ قلوبہم فی الدنیا ھی وھي لوگ ھیں جو قیامت میں خدا کو دیکھینگے •م الذین ینظرون اللہ یوم القیامہ

(صاف دل ھیں) دلکي صفائي خدا پر اور اُس میں جو قدرتیں ھیں اُنپر مضبوطي سے بغیر کسي وسوسہ اور اندیشہ کے یقین رکھنا ھی . یہي یقین تھا جس نے موسی علیہ السلام کو دریا میں سے سلامت نکالا اور عیسی مسیح علیہ السلام کو دریا پر چلایا اور ایوب علیہ السلام کو کیسي کیسي سخت مصیبتوں میں مستقل رکھا . جو شخص ایسا ھوتا ھی وہ ایمان میں نہایت مضبوط ھوتا ھی اُسکي دلي اور روحاني خواھش یہي ھوتي ھی کہ خدا اُس سے وہ کام ھونے دے جو اُسکي نظر میں اچھے ھوں تمام فعل اُسکے مرضي خدا کے تابع ھوتے ھیں اور ھر حالت اور مصیبت میں وہ ایسا ھي خوش اور راضي رھتا ھی جیسا کہ خوشي اور آسایش کي حالت میں تھا . یہہ ایسا مقام ھی کہ اسکے درجات کي کچھہ انتہا نہیں ھرایک شخص کو جسپر خدا کي مہربانی ھو اُسکي لیاقت کے موافق مل سکتا ھی اور جسکو اعلی سے اعلی درجہ حاصل ھو اُس سے خدا تک بے انتہا درجہ ھیں جو باقي رھتے ھیں جیسیکہ خدا بے انتہا ھی ویسے ھي اُسکے تقرب کے درجے بے انتہا ھیں •

چو پاکان دریں رہ فرس راندہ اند • بلا احصي از تک فروماندہ اند

(خدا کو دیکھینگے) ڈاکٹر جورتن † نے اس سے صرف یہہ مراد لي ھی کہ خدا کي عنایت اور بقاء دنیا اور آخرت میں خاصکر حاصل کرینگے اور اُسکے حضور میں رسائي رکھکر خوشي کے اُس درجہ کو پہونچینگے جو اُسکي حضور میں ھوگا •

مگر واٹسن ‡ صاحب کہتے ھیں کہ اس سے یہہ مراد نہیں ھی بلکہ اس سے بڑھ کر ھي دنیا میں خدا کو دیکھنا اُس کي قدرت اور اُس کے فضل پر یقین کرنا اور اُسکي ذات پر بھروسا کرنا اور خدا کا بندوں پر متوجہ ھونا اور قدرتي باتوں کو لحاظ کرکر اُسکو پہچاننا اور اُس کے عدل اور رحم دونوں کو درستي سے سمجھنا مراد ھی پس جو لوگ کہ صاف دل ھیں وہ زمین پر خدا کو دیکھتے ھیں اور جسقدر اُن کے دل کي صفائي زیادہ کامل ھوتي جاتي ھی وہ زیادہ کاملیت سے اُس کو دیکھتے ھیں •

بعد اس کے واٹسن صاحب لکھتے ھیں کہ اس مقام پر جو خدا کے دیکھنے کا وعدہ کیا گیا ھی وہ آخرت سے علاقہ رکھتا ھی اور وہ لکھتے ھیں کہ آخرت میں نجات یافتہ لوگوں کي مغفور روحوں کو خدا اپنے تئیں دکھادیگا •

† دیکھو تفسیر ڈائیلي و مُفہنٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ع صفحہ ۱۶ جلد ۳ —

‡ واٹسن ایکسپوزیشن مطبوعہ سنہ ۱۸۳۷ ع صفحہ ۵۶ —

هوکٹ صاحب † لکھتے هیں که خدا کو دیکھینگے اور اُس کے دیدار کي لذت اُٹھاوینگے جو بالکل پاک اور مقدس خدا هی اس زندگي میں و* لوگ اُس کو روحاني طور سے وساطتاً دیکھینگے اور اگلي زندگي میں شان دار طور سے اور خود دیکھینگے *

اس مسئله میں عیسائیوں میں اور مسلمانوں میں کچھه اختلاف نهیں معلوم هوتا هم مسلمانوں کا اس بات پر ایمان هی که قیامت کے دن ایمان والے اپنے پرور دگار کو کهلم کهلا بغیر کسي پرده اور حجاب کے دیکھینگے *

سورة قیامة آیت ۲۳ وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة —

الله تعالیٰ سورة قیامة میں فرماتا هی که کتنے مونهه قیامت کے دن تروتازه هونگے اور اپنے پروردگار کي طرف دیکھتے هونگے *

مشکواة باب رویه الله تعالی من جریر بن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم ستروون ربکم عیانا وفي روایة انکم ستروون ربکم کماترون هذا القمر —

مشکواة میں جریر ابن عبدالله سے روایت هی که رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که بے شک قریب هی که تم اپنے پروردگار کو دیکھوگے ظاهر اور ایک روایت میں آیا هی که جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے هو اس طرح اپنے پروردگار کو دیکھوگے غرضکه اسمیں کچھه شبهه نهیں که قیامت کے دن بهشت میں ایمان والوں کو دیدار خدا نصیب هوگا *

---

۹ مبارک وے هیں جو صلح کرنیوالے ‡ هیں که وے خدا کے فرزند کهلاوینگے *

تفسیر

طوبی للمصلحین بین الناس فی الدنیا هم الذین یرثون الفردوس یوم القیامة —

اس ورس کو بهي امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احیاء العلوم میں اس طرح پر نقل کیا هی " مبارک وے هیں جو دنیا میں آپسمیں صلح کرنیوالے هیں وهي لوگ هیں جو قیامت میں بهشت کے وارث هونگے *

(صلح کرنے والے هیں) یهه اشاره هی رحمت اور شفقت کا یعني انسان کو انسان پر همیشه رحمت اور شفقت رکهني اور هر ایک کي خیر خواهي کرني چاهیئے *

(خدا کے فرزند کهلاوینگے) علماء مسیحي خدا کے فرزند سے مقبول خدا هونا مراد لیتے هیں اور هم مسلمانوں کے نزدیک بهي اس کے یهي معني هیں اور چونکه خدا کے مقبول بلاشبهه بهشت کے وارث هونگے اس لیئے امام غزالي صاحب نے اپني کتاب میں حاصل مطلب اس ورس کا بیان کیا *

---

† هوکٹس نوٹس مطبوعه سنه ۱۸۴۳ ع صفحه ۱۲ —

‡ میراثي ۱۲ — ۱۳ —

۱۰ مبارک وے ہیں جو نیکی کے واسطے ستائے † جاتے ہیں کہ آسمان کی بادشاہت اُنہیں کی ہی *

تفسیر

(نیکی کے واسطے ستائے جاتے ہیں) اس سے زیادہ انسان کے لیئے کونسی خوبی ہی کہ وہ نیکی کرے اور نیکی کے بدلے اُسے لوگ ستاویں بے شک آسمان کی بادشاہت یعنی وہ رحم اور فضل جسکا وعدہ خدا نے نبیوں کی معرفت کیا اُنہیں کے لیئے ہی *

۱۱ مبارک ہو تم جب لوگ ‡ میرے سبب سے تم پر تہمت لگاویں اور تمکو ستاویں اور سب طرح کی بری باتیں تمہارے حق میں جھوٹھ سے کہیں *

۱۲ شاد ہو § اور خوشی کرو کہ بہشت میں تمہیں بہت پھل ملیگا کہ اسیطرح سے لوگوں نے تمہارے اگلے زمانہ کے نبیوں کو || ستایا *

تفسیر

(میرے سبب) حضرت عیسی علیہ السلام بالکل نیکی تھے اُن کے سبب ستایا جانا ایک بہت بڑی نیکی کے بدلے میں ستایا جانا تھا اس لیئے حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو اگلی آنے والی مصیبتوں کی خبر دیکر اُن کو مبارک ہونا فرمایا *

۱۳ تم زمین کے نمک ہو اگر نمک کا مزہ ¶ بگڑ جاوے تو وہ کسطرح مزیدار کیا جاوے ؟ وہ کسی کام کا نہیں سوائے اس کے کہ باہر پھینکا جاوے اور لوگوں کے پاؤں تلے ملا جاوے *

تفسیر

اس ورس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بالتخصیص حواریوں کو نصیحت فرمائی اور یہہ اشارہ فرمایا کہ نیک باتوں پر تمہارا قایم اور مضبوط رہنا بہت ضرور ہی کیونکہ تم نمک ہو اور نمک سے سب چیز مزیدار ہوتی ہی مگر جب نمک کا مزہ بگڑ جاوے تو اُس کا کچھہ علاج نہیں بجز اُس کے کہ باہر پھینکا جاوے اور پاؤں کے تلے ملا جاوے ۔ اور اس ورس سے حواریوں کو یہہ بھی اشارہ فرمایا کہ تم اسبات پر بھروسا مت کرنا کہ ہم حواری ہیں بلکہ نیک عمل کرنا کیونکہ جب عمل نیک نہونگے تو پھر حواری ہونا کچھہ کام نہیں آئے گا اور

† ۲ تموتی ۳ — ۱۲ ، ۱ پطر ۴ — ۱۴

‡ لوک ۶ — ۲۲ اعمال ۵ — ۴۱ —

§ یعقوب ۱ — ۲ ۱ پطر ۴ — ۱۳ —

|| اعمال ۷ — ۵۲ —

¶ مارک ۹ — ۵۰ لوک ۱۴ — ۳۴ میتھی ۵ — ۱۳ ر ۶ —

نمک کا مزہ بگڑ جاویگا پھر بھلا اُس کے کہ باہر پھینکا جاوے اور پاؤں تلے ملا جاوے اور کسی کام کا نہیں *

اس مضمون کو ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ وضاحت سے فرمایا جب کہ تمام قریش اور قریب رشتہ داروں اور خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہاالسلام کو فرمایا کہ تو کہ دیکھو تفسیر متی باب ۳-۹ کرکر اپنی جان کو عذاب سے مول لو کوئی چیز تم کو اللہ سے بے پرواہ نہیں کرتی *

---

۱۴ تم دنیا کی روشنی ہو † جو شہر کہ پہاڑ پر بسا ہی چھپ نہیں سکتا *

۱۵ اور لوگ چراغ ‡ روشن کرکے سرپوش کے نیچے نہیں رکھتے بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تب وہ سب کو جو اس گھر میں ہیں روشنی بخشتا ہی *

۱۶ سو تم ہماری روشنی آدمیوں کے سامنے ویسی ہی § چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کا جو آسمان پر ہی شکر کریں *

تفسیر

متعدد مقاموں میں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے یہودیوں کو دکھلاوے کے لیئے نیک اعمال کرنے کو برا فرمایا ہی مگر اس مقام پر حقیقت اور ماہیت اُس بات کی ارشاد فرمائی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح ریا کاری سے دکھلاوے کے لیئے بغیر روحانی تاثیر کے ظاہری نیک اعمال کا کرنا برا ہی اُسیطرح صرف خدا کے واسطے اور روحانی اثر سے نیک کاموں کا اس طرح پر کرنا کہ لوگ دیکھ کر اُس سے ہدایت پاویں اچھا اور پسندیدہ ہی *

حضرت مسیح علیہ‌السلام نے پہلے پہل حواریوں کو دنیا کی روشنی فرمایا جس سے یہہ مطلب ہی کہ تم بخوبی ہدایت پاچکے ہو اور تمہارا دل ایمان کی روشنی سے روشن ہوچکا ہی اور تمہارے سب کام صرف خدا کے واسطے ہیں دنیا کی دکھلاوے اور ریا کاری کے لیئے تم کوئی نیک کام نہیں کرتے پس درحقیقت تم دنیا کی روشنی ہو *

اور پھر فرمایا کہ جو شہر پہاڑ پر بسا ہی چھپ نہیں سکتا یعنی جب تمہارا دل اس طرح پر ایمان کی روشنی سے روشن ہو چکا ہی تو اُس کا مقتضی یہہ ہی کہ وہ از خود سب کو دکھائی دے کسی طرح چھپائے سے چھپ نہیں سکتا اور تمکو بھی اُس کا چھپانا نہیں چاہیئے کیونکہ چراغ کو روشن کرکر کوئی سرپوش کے تلے نہیں رکھتا بلکہ اُس سے مقصود سارے گھر کا روشن کرنا ہوتا ہی پس اُس کو چراغ دان پر رکھنا چاہیئے *

---

† فلپیوں کو ۲ — ۱۵ —

‡ مارک ۴ — ۲۱ لوک ۸ — ۱۶ ۱۱ — ۳۳ —

§ فلپیونکر ۲ — ۱۵ و ۱۶ ۱ پطر ۲ — ۱۲ —

اور پھر فرمایا کہ تمھاری روشنی یعنی تمھارا سچا ایمان اور تمھارے بے ریا نیک کام آدمیوں کے سامنے اس طرح پر ظاھر ھوں کہ وہ تمھارے نیک کاموں کو دیکھ کر خدا پر ایمان لاویں اور ھدایت پاویں *

حاصل یہہ ھی کہ نیک کاموں کا ریا کاری سے کرنا نہایت برا ھی مگر جب ریا کاری مطلق نرھے اور تمام کام صرف خدا کے واسطے ھو جاویں تو اُن کا اسطرح پر کرنا جس سے دیکھ کر اور لوگ ھدایت پاویں کچھہ مضائقہ نہیں *

اس مطلب کو ھمارے جناب پیغمبر خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں اور نہایت مختصر طور سے فرمایا ھی مشکواۃ میں

مشکواۃ اول الحدیث

عن عمر بن الخطاب رضی‌اللہ عنہ قال قال رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ وسلم انما الا عمال بالنیات و انما لامری مانوی فمن کانت ھجرۃ الی‌اللہ و رسولہ فھجرۃ الی‌اللہ و رسولہ و من کانت ھجرۃ الی دنیا یصیبھا اور امرۃ یتزوجھا فھجرۃ الی ما ھا جر الیہ متفق علیہ —

حضرت عمر سے روایت ھی کہ رسول خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نہیں ھیں مگر ساتھہ نیتوں کے اور ھر ایک آدمی کے لیئے وھی ھی جس کی اُسنے نیت کی ھی پس جو شخص گناھوں سے بھاگا ھی خدا اور اُس کے رسول کی طرف تو اُس کا جانا خدا اور اُس کے رسول کی طرف ھی اور جس شخص نے گناھوں کو چھوڑا ھی دنیا کے لیئے تاکہ اُس کو حاصل کرے یا ایک خوبصورت عورت کے لیئے تاکہ اُس سے نکاح کرے تو اُسکا جانا اُسیطرف ھی جس طرف وہ گیا *

اس مقام پر ایک آڑ عجیب اور نہایت عمدہ نصیحت حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائی ھی جس کو نہایت غور اور فکر سے سوچنا اور سمجھنا چاھیئے تمام چیزوں کی جڑ اور تمام کمالوں کی بنیاد وھی نصیحت ھی یعنی آپنے فرمایا کہ " اور آدمی تمھارے نیک کاموں کو دیکھہ کر تمھارے باپ کا جو آسمان پر ھی شکر کریں " پس آدمی کو ایسا بننا چاھیئے کہ اُس کے نیک کام خود اُس کی نیکی اور سچائی کی دلیل ھوں تاکہ اور لوگ اُس کے نیک کاموں کو دیکھہ کر ھدایت پاویں . نصیحت کرنی اور وعظ کہنا اور خدا کے غضب اور اُس کے قہر سے لوگوں کو ڈرانا یا اُس کی رحمت اور شفقت سنا کر خوش کرنا بہت آسان ھی آدمی کو خود ایسا ھونا چاھیئے کہ اور لوگ اُس کے نیک کام اور اُس کی سچائی اور مسکینی اور اُس کا خدا سے خوف اور رجا دیکھہ کر خود اُس کے ایمان کی روشنی سے ھدایت پاویں نہ زبان کی باتوں سے جو ھردم فنا ھوتی جاتی ھیں —

واعظان کین جلوہ در محراب و منبر میکنند

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

حضرت مسیح علیہ‌السلام کے حواري اور همارے جناب پیغمبر خدا علیہ‌الصلواۃ والسلام کے صحابہ اور همارے مذهب کے بڑے بڑے اولیاء اللہ نے دور دست ملکوں میں تن تنها سفر کیا اور باوجودیکہ اُن کے پاس نہ دولت تھي نہ حشمت نہ زور نہ حکومت اور لاکھوں آدمي اُن کے سبب ایمان لائے اور اُن کي روشني سے هدایت پائي کیا اُن میں صرف یہہ زباني بات چیت تھي نہیں بلکہ اُن میں وهي روشني تھي جس کو مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا کہ تمهاري روشني آدمیوں کے سامنے ویسے هي چمکے تاکہ وے تمهارے نیک کاموں کو دیکھکر تمهارے باپ کا جو آسمان پر هی شکر کریں هاں وعظ کہنا بہت آسان هی مگر سیفت پال سا هوکر کہنا نہایت مشکل هی *

---

۱۷ یہہ گمان مت کرو کہ میں توریت اور نبیوں کي کتابوں کو منسوخ کرنے آیا هوں میں منسوخ کرنے نہیں آیا † بلکہ پورا کرنے آیا هوں *

۱۸ اس واسطے میں تم سے سچ کہتا هوں جس وقت تک کہ آسمان اور ‡ زمین نیست نہ هوں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے هرگز منسوخ نہوگا جبتک سب پورا نہ هووے *

۱۹ پس جو کوئي کہ ان حکموں کے چھوٹے سے چھوٹے ایک حکم کو نیست § کرے اور ویسا هي آدمیوں کو سکهاوے آسمان کي بادشاهت میں چھوٹا کہلاویگا پر جو کوئي عمل کرے اور سکهلاوے آسمان کي بادشاهت میں وهي بڑا کہلاویگا *

۲۰ میں تم سے کہتا هوں کہ اگر تمهاري نیکي فروسیوں اور کاتبوں کي نیکي سے || زیادہ نہو تو تم آسمان کي بادشاهت میں کسیطرح داخل نہوگے *

تفسیر

(منسوخ کرنے) یہہ ایک ایسا لفظ هی جس پر نہایت بحث درکار هی یہودي حضرت موسی علیہ‌السلام کي شریعت کو ابدي بتلاتے هیں اور جو اُس سے مختلف هی اُسکو غلط اور باطل سمجهتے هیں عیسائي اور بعض فرقے مسلمانوں کے نسخ کو نہیں مانتے اور خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف سمجهتے هیں مگر یہہ سب اختلافات نزاع لفظي هی اور

---

† رومیوں کو ۱۰ — ۴ —
‡ ارک ۱۶ — ۱۷ ۱ پتر ۱ — ۲۵ ۲ پتر ۳ — ۱۰ —
§ کلسیوں کو ۳ — ۱۰ یعقوب ۲ — ۱۰ —
|| متی ۲۳ — ۵ و ۲۲ رومیوں کو ۱۰ — ۳ —

نسخ کے جو معني همارے هاں شرع میں مقرر هوئے هیں اُسکے نہ سمجھنے کے سبب یہہ سب خلاف هیں

جاننا چاهیئے کہ نسخ کے لفظ کے ظاهري معني یہہ سمجھہ میں آتے هیں کہ جو حکم پہلے دیا گیا تھا یا جو تجربہ کے بعد اُس کا نقصان معلوم هوا اس لیئے اُس پہلي بات کو منسوخ کرکر اور جو نقصان اُس میں پایا گیا تھا اُس کو دور کرکر دوسري بات جاري کي یہہ معني نسخ کے هرگز مسلمانوں کے نزدیک نہیں هیں بلکہ اس کو خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف سمجھتے هیں اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اُس کو کافر جانتے هیں *

هم مسلمانوں کے مذهب میں نسخ کے معني صرف گذر جانے میعاد ایک حکم کے هیں خواہ وہ میعاد پہلے سے معلوم هو خواہ نہو مثلاً اگر حکم دیا جاوے کہ فلاں کام ایک برس تک کیا جاوے تو جب وہ میعاد گذر جاویگي تو وہ حکم منسوخ هو جاویگا مگر اُس کا منسوخ هونا نہ اسوجہہ سے تھا کہ اُس حکم میں کچھہ نقصان یا قباحت تھي بلکہ حاکم نے بمقتضاے حکمت اور مصلحت کے جس کو وہ خوب جانتا تھا ایک هي برس تک اُس حکم کا بجا لانا مناسب سمجھا تھا *

یا مثلاً ایک طبیب حاذق نے جس کي تشخیص اور تجویز اور تدبیر میں کسیطرح کي غلطي کا احتمال هي نہیں کسي مریض کے لیئے پہلي دفعہ ایک دوا تجویز کي اور اُسکو یہہ نہیں بتایا کہ کب تک اُس کو استعمال میں لاوے مگر وہ طبیب پہلے سے خوب جانتا تھا کہ اتنے دنوں تک جب یہہ مریض اس دوا کو استعمال کرلیگا تو اُس کا مزاج دوسري دوا کے دینے کے لایق هوگا جب وہ دن گذرگئے اور اُس کا مزاج دوسري دوا کے استعمال کے لایق هوا تب اُس طبیب نے وہ دوسري دوا اُسکو بتاني ظاهر میں پہلي دوا کا استعمال منسوخ هوگیا مگر درحقیقت اُس پہلي دوا میں کچھہ نقصان یا قباحت نہ تھي بلکہ اُس کا استعمال اُتنے هي دنوں تک مقصود تھا اگرچہ مریض یہہ سمجھتا هی کہ طبیب نے پہلي دوا بدلدي یا منسوخ کردي پس مسلمانوں کے مذهب میں ناسخ اور منسوخ کے صرف یہہ معني هیں *

اب سمجھنا چاهیئے کہ تمام انبیاء نے جسقدر صفات خدا تعالی کي بیان فرمائیں اور جو حالات قیامت کے بتائے اور جو خبریں واقعات گذشتہ کي دیں یا جو پیشگوئیاں آیندہ واقعات کي بتائي هیں اُن میں کسیطرح نسخ نہیں هوسکتا اور اسیطرح جو دعائیں کہ انبیاء نے خود مانگیں یا اُسکے مانگنے کي اجازت دي یا جو مناجاتیں خدا کے سامنے اُنہوں نے کیں یا کرنے کي اجازت دي اُن میں بھي کسیطرح پر نسخ نہیں هوسکتا اور اسیطرح جو اصلي مقصد انبیاء کے بھیجنے سے هی جسپر انسان کي نجات ابدي موقوف هی یعني خدا کو واحد جاننا اور اُسکي عبادت کرنا اور اپني روح کو بري باتوں سے پاک کرنا اور جو صفتیں خدا کي

ذات میں ہیں اُن صفات کو بقدر طاقت بشري اپنے میں پیدا کرنا اُس میں کسطرح نسخ نہیں ہوسکتا صرف باقي رہ گئي یہہ بات کہ خدا کي عبادت کسطرح پر کي جاوے اور اپنے نفس میں کسطرح پر وہ صفات پیدا کي جاویں اس میں البتہ نسخ کا احتمال ہی مگر اُنہیں معنوں میں جو مذکور ہوئے کیونکہ رفتہ رفتہ انسان کي عقل اور اُس کا علم روز بروز ایک حد تک ترقي پاتا جاتا ہی پس ضرور ہی کہ جب تک طریقہ اُن صفات کے حاصل کرنیکا غایت حد تک نہ پہونچ جاوے اُسوقت تک اُسطریقہ میں بھي ترقي ہوتي رہے *

اب سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ یہہ بات سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں یہہ بات ہی کہ زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے آنے سے زبور اور قران کے آنے سے انجیل منسوخ ہوگئي یہہ اُن کي سمجھہ محض غلط ہی اور نہ مسلمانوں کے مذہب میں یہہ بات ہی اور نہ مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ہی اور اگر کوئي جاہل مسلمان اس کے برخلاف کہے تو وہ اپنے مذہب اور اپنے مذہب کے احکام سے واقف نہیں *

یہہ معني نسخ کے جو ہم مسلمانوں کے مذہب میں ہیں تمام شریعتوں میں مسلم ہیں اور یہودي شریعت اور انجیل مقدس سب میں ثابت ہی چنانچہ ہم اس مقام پر اس کي چند دلیلیں بیان کرتے ہیں *

۱ حضرت موسی علیہ‌السلام نے اجازت دي کہ † بعد نکاح کے اگر کسي سبب سے جورو ناپسند ہو تو اُسے طلاق دیدے اور طلاق نامہ لکھدے حضرت عیسی علیہ‌السلام نے اُس کو منع فرمایا اور ‡ ارشاد کیا کہ بجز زنا کے اَور کسي سبب سے طلاق دینا درست نہیں اسمقام پر حضرت مسیح علیہ‌السلام کے اس قول پر غور کرنا چاہیئے کہ آپنے فروسیوں سے فرمایا § کہ "موسی نے تمہاري سخت دلي کے سبب تمکو اجازت دي کہ اپني جورو کو چھوڑ دو پر ابتدا میں ایسا نہ تھا" اس قول سے صاف پایا جاتا ہی کہ حضرت موسی علیہ‌السلام کي شریعت میں جو حکم تھا اُسمیں کچھہ نقصان یا عیب نہ تھا بلکہ اُن لوگونکے حال کے مناسب وہي تھا جب وہ وقت گذر گیا دوسرا حکم جو اب مناسب تھا دیا گیا اور یہي معني نسخ کے ہیں جو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائے اور جو ہم مسلمانوں کے مذہب میں قرار پائے ہیں *

۲ حضرت آدم علیہ‌السلام کي شریعت میں || تمام چرند و پرند معہ خون و چربي کے حلال تھے حضرت نوح کي ¶ شریعت میں خون جانوروں کا حرام ہوا حضرت موسی

---

† استثنا ۲۴ — ۱ —
‡ متی ۵ — ۳۱ —
§ متی ۱۹ — ۸ — مارک ۱۰ — ۵ —
|| پیدایش ۱ — ۲۰ —
¶ پیدایش ۹ — ۳ —

کي † شریعت میں خون اور چربي اور سور اور بعض اقسام کے اور جانور حرام ہوئے اور پہلے حکم دوسرے حکموں سے منسوخ ہوگئے *

۳ حضرت ابراہیم کي شریعت میں ‡ سوتیلي بہن سے نکاح درست تھا حضرت موسی § کي شریعت میں یہہ حکم منسوخ ہوا *

۴ حضرت یعقوب علیہ‌السلام کي شریعت میں حقیقي دو بہنوں سے ایک کے || جیتے جي نکاح کرنا درست تہا حضرت موسی کي شریعت میں منسوخ ہوا *

۵ پہلي شریعتوں میں ¶ پھوپھي سے نکاح درست تہا حضرت موسی کي شریعت * میں منسوخ ہوا اسیطرح اور بہت سے احکام ہیں جو پہلي شریعتوں کي دوسري شریعت میں منسوخ ہوگئے ہیں اور اُن کا ذکر سینٹ پال کے ناموں میں اکثر جگہہ مندرج ہی *

(میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں) جبکہ یہہ بات اوپر کے بیان سے ثابت ہوگئي کہ انجیل مقدس سے بعض احکام توریت کے منسوخ ہوگئے تو اس ورس کے یہہ معني تو نہیں ہو سکتے کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام کے آنے سے کوئي حکم توریت کا منسوخ نہیں ہوا بلکہ اس کے یہہ معني ہیں کہ توریت اور اور نبیوں کي کتابوں میں جو کچھہ نسبت صفات خدا تعالی اور حالات قیامت اور اخبار گذشتہ اور بشارات آیندہ اور دعائیں اور مناجات لکھي ہیں اور جو کچھہ کہ صفائي دل اور پاکیزگي روح اور نیک صفات پیدا کرنے کے لیئے لکھا ہی اُن میں سے کسیکو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں . یہہ مطلب اس ورس کا اگلے ورسوں کے ملانے سے بخوبي کھل جاتا ہی کیونکہ آیندہ ورسوں میں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے جہاں احکام یہودي شریعت کے بیان فرمائے اُسیکے ساتھہ وہ بات بھي ارشاد فرمائي جس سے وہ احکام زیادہ کاملیت کے ساتھہ پورے ہوتے تھے *

(منسوخ نہوگا جب تک سب پورا نہووے) یعني جو خبریں آیندہ کي توریت میں دي گئي ہیں اور نیک اعمال سے جو خدا کي رضامندي بیان ہوئي ہی وہ بن ہوئے نہیں رہنے کي بے شک سب پوري ہونگي *

(سست کرے) یعني اُن کو صرف ایک ظاہري طور پر استعمال کرے اور جو روحاني پاکي اُس سے مراد ہی اُس پر متوجہہ نہو تو وہ خدا کے سامنے حقیر و ناچیز ہوگا . یہہ

---

† استثنا ۲۳ — ۹ احبار ۱۱ — ۳ لفایت ۸ — ‡ پیدایش ۲۰ — ۱۲ —
§ احبار ۱۸ — ۹ ۲۰ — ۱۷ استثنا ۲۷ — ۲۲ —
|| پیدایش ۲۹ احبار ۱۸ — ۱۸ —
¶ خروج ۶ — ۲۰ —
* احبار ۷ — ۱۲ ۲۰ — ۱۹ —

اشارہ ہی فروسیوں اور یہودی کاتبوں کی طرف جو توریت کے احکام کو صرف ظاہری طور پر کرتے تھے اور اصلی مقصود اُن کا جو روحانی روشنی حاصل کرنے سے تھا اُس پر مطلق متوجہ نہ تھے *

(پر جو کوئی عمل کرے) یعنی جو روحانی روشنی حاصل کرنی اُن حکموں سے مطلوب ہی اُن سے حاصل کرے وہ خدا کے سامنے معزز ہوگا *

(اگر تمھاری نیکی فروسیوں اور کاتبوں کی نیکی سے زیادہ نہو) اس ورس سے پہلے ورسوں کے معنی بخوبی کھل گئے یعنی نصیحت حضرت مسیح علیہ‌السلام کی اپنے حواریوں کے لوئے یہہ ہی کہ اگر تم بھی فروسیوں اور کاتبوں کی طرح صرف ظاہری عمل بلا لحاظ روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کے کروگے تو تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہوگے بلکہ تمھاری نیکی اُن سے زیادہ بڑہ کر ہونی چاہیئے اور تمکو چاہیئے کہ تم خدا کے تمام فرضوں کو جو تم پر ہیں اور انسان کے تمام حقوق کو جو تم پر واجب ہیں ظاہر میں اور دل میں یکساں بجا لاؤ تاکہ تمھارا ظاہر اور باطن یکساں ہو اور ہر کام کو سچائی اور روحانی روشنی سے بجا لاؤ اور کوئی نفسانی غرض اُس سے متعلق مت کرو بلکہ صرف اس نیت سے بجا لاؤ کہ تمھاری نیکی خدا کے سامنے مقبول ہو *

---

۲۱ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ تو † خون مت کر اور جو کوئی خون کریگا عدالت میں سزا کے لایق ہوگا *

۲۲ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر بے سبب ‡ غصہ ہووے وہ عدالت میں سزا کے لایق ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے بڑی عدالت میں سزا کے لایق ہوگا پر جو کوئی کہے تو جاہل ہی جہنم کی آگ میں سزا کے لایق ہوگا *

۲۳ پس اگر تو قربان گاہ میں اپنی قربانی لے جاوے اور وہاں تجھے یاد آوے کہ تو تیرے بھائی کے نزدیک تقصیر وار ہی *

۲۴ تو وہاں اپنی قربانی قربان گاہ کے سامنے چھوڑکر چلا جا پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر § تب آکے اپنی قربانی گذران *

۲۵ جب تک تو اپنی فریادی کے ساتھہ راہ میں ہی جلد ‖ اُس سے ملاپ کر تاکہ ایسا نہووے کہ فریادی تجھے قاضی کے سپرد کرے اور قاضی تجھے کوتوال کے سپرد کرے اور تو قید میں ڈالا جاوے *

---

† پیدایش ۹ — ۶ خروج ۲۰ — ۱۳ اِستثنا ۵ — ۱۷ —

‡ ایوب ۳ — ۱۵ — § متی ۱۸ — ۱۵ —

‖ لوک ۱۲ — ۵۸ اِستثنا ۵۵ — ۶ ، ۷ —

۲۶ میں تجھسے سچ کہتا ہوں کہ وہاں سے جب تک † باقي کي ايک کوڑي تک ادا نکرے کسي طرح سے نہ چھوڑيگا *

تفسیر

(تم سن چکے ہو) اس مقام سے حضرت مسیح‌علیہ‌السلام نے اُن باتوں کا فرمانا شروع کیا جن باتوں میں عیسائي مذہب فروسیوں اور کاتبوں کے افعال پر سبقت لے گیا تھا۔ یہودي گناہوں کو برا تو کہتے تھے مگر خود اُن سے کمتر بچتے تھے اور صرف شریعت کي ظاهري باتوں کے بجالانیکو کافي جانتے تھے اُس کے برخلاف حضرت مسیح‌علیہ‌السلام نے وہ روحاني پاکیزگي بیان فرمائي جو اصلي مقصد اور منشاء شریعت کا تھا اور جن سے بدي کي جڑ بنیاد انسان میں سے معدوم ہوتي ہی اور دم بدم نیکي بڑھتي جاتي ہی بشرطیکہ جسطرح حضرت مسیح‌علیہ‌السلام نے فرمایا اُسیطرح بجالایا جاوے نہ اسطرح پر کہ جسطرح فروسي اور کاتب کہتے تھے کہ ہم موسی کي شریعت پر چلتے ہیں *

(میں تم سے کہتا ہوں) کہ برائي کي ادنی سي ادنی بات بھي سزا کے لایق ہی۔ اس مقام پر حضرت مسیح‌علیہ‌السلام نے بري باتوں کي سزاؤنکو یہودیوں کي عدالتوں سے تشبیہہ دیکر بیان فرمایا ہی کہ جو کوئي اپنے بھائي پر بے سبب غصہ ہو وہ ایسي سزا کا مستحق ہوگا جو یہودیوں کي چھوٹي عدالت میں ہوتي ہی اور جو تیئیس ارکان سے ملکر بنتي تھي اور جو کوئي اپنے بھائي کو احمق کہیگا وہ اُس سے بڑھکر سزا پاویگا جو یہودیوں کي بڑي عدالت سے ملتي ہی جو سون هدرم کہلاتي تھي اور بہتر ارکان سے ملکر بنتي تھی اور جہاں سے موت اور سنگسار کرنے کا حکم ہوتا تھا اور جو کوئي جاهل کہیگا وہ ایسي سخت سزا کے لایق ہوگا جو یہودیوں کي کسي عدالت میں بھي ویسي سخت سزا نہیں ہی یعني جہنم کي آگ میں جلایا جاویگا *

قتل کرنے کا سبب جذبات انساني میں سے ایک جذبہ ہوتا ہی جسکو ہم غصہ کہتے ہیں حضرت مسیح‌علیہ‌السلام فرماتے ہیں کہ قتل تو ایک بڑا گناہ ہی انسان کو چاهیئے کہ چھوٹے چھوٹے جذبات کو بھي روکے کیونکہ انپر بھي انصاف کیا جاویگا کیونکہ یہي چھوٹے چھوٹے جذبات انسان کو رفتہ رفتہ بہت بڑے بڑے کاموں پر لیجاتے ہیں جب انھي باتوں کو مٹادیگا تو اُن بڑي آفتوں سے محفوظ رہیگا *

(جہنم کي آگ) یوناني انجیل میں یہہ لفظ اسطرح پر ہی کہ آگ کي جھیل میں سزا کے لایق ہوگا جھیل عبري لفظ ہی وہ نام ہوگیا تھا ایک جنگل کا جس کو ہنم کہتے تھے یہہ جنگل یروشلیم کے قریب تھا اور بت پرستوں کے سبب ایک بہت بري جگہہ گني

† متی ۱۸ - ۳۴ — ۲۵ — ۴۱ ، ۴۶ لوک ۱۲ — ۵۹ —

جاتي تهي اس جنگل مهں ایک بت تها اور مولوش اُس کا نام تها اُسکے آگے دن رات آگ جلا کرتي تهي اور تمام شہر کا کوڑا کرکٹ وهاں ڈالا جاتا تها بت پرست اپنے بچوں کو اُس بت کے سامنے آگ مهں جلا دیتے تهے اور اُن کے جلنے اور رونے اور چلانے سے وہ جنگل جہنم سا معلوم هوتا تها اس سبب سے جهنّم اُس کا لقب پڑگیا تها یہودیوں کي عادت تهي کہ جب بدکاروں کے لیئے عذاب کي جگہہ بیان کرتے تهے تو اسي لفظ کو استعمال مهں لاتے تهے کیونکہ یہہ مقام دوزخ سے بہت ٹهیک مناسبت رکهتا تها اسي محاورہ کے موافق حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اس لفظ کا استعمال اس جگہہ فرمایا هی *

(پس اگر تو قربان گاہ مهں) جس قدر گناہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اسمقام پر بیان فرمائے وہ زیادہ تر حق عباد سے علاقہ رکهتے هیں یہودي یہہ سمجهتے تهے کہ اُن تمام گناهوں کے لیئے جن کي قاضي کے سامنے سزا نہیں هوسکتي قرباني کرني اور معابد مهں نذریں چڑهاني کافي هیں حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا کہ یہہ بات کافي نہیں بلکہ جس شخص کي تقصیر کي هی جبتک وہ معاف نکرے اُسوقت تک وہ گناہ معاف نہیں هوتا پس قرباني سے پہلے اپنے بهائي سے جاکر صلاح کر یعني تقصیر معاف کروا اور پهر آکر قرباني کر *

یہہ مسئلہ بالکل هم مسلمانوں کے مذهب کے مطابق هی همارے مذهب کے بموجب گناہ دو قسم کے هیں ایک گناہ صرف اللہ کے دوسرے گناہ بندے اور اللہ دونوں کے جس کو حق‌العباد کہتے هیں اور ایسا کوئي گناہ نہیں جو صرف بندہ کا هو اور خدا کا نہو پس جن گناهوں مهں خدا اور بندہ دونوں کا حق هی اُس مهں توبہ اور خدا سے معافي چاهنے کے سوا اُس بندہ سے بهي معاف کروانا اور صلاح کرنا ضرور هی کیونکہ صرف توبہ سے حق عبد معاف نہیں هوتا یہي بات اسمقام پر حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائي *

(راہ مهں هی جلد اُس سے صلاح کر) یہہ بات حضرت مسیح علیہ‌السلام نے بطور تمثیل کے فرمائي مطلب اس کا یہہ هی کہ دنیا آخرت کي راہ هی وهاں پهونچ کر هرایک کو اپنے کیئے کا بدلا پانا هی پس جب تک کہ تو اس دنیا یعني آخرت کي راہ مهں هی جلد اپنے فریادي سے صلاح کرلے ایسا نہو کہ یہہ راہ طی هو جاوے اور قاضي تک پهونچ جاوے اور تو قید مهں ڈالا جاوے *

اس مقام پر جو ایک باریک نکتہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا اُس پر لحاظ کرنا چاهیئے کہ کوئي شخص یہہ نہیں جانتا کہ یہہ راہ جسمیں هم چل رهے هیں یعني هماري زندگي کسوقت ختم هوجاویگي اور همکو ضرور هی کہ هم اپنے فریادي سے راہ هي مهں صلاح کرلیں اور جبکہ اُس راہ کے ختم هونے کا وقت نہ معلوم هی اور نہ معین هی تو همکو اپنے فریادي سے اُسوقت بغیر ایک آن کے وقفہ کے صلاح کرنا چاهیئے *

(باقي کي ايک کوڑي تک) يعني جب تک اُس فريادي کا حق ادا نہوگا اُسوقت تک قيد سے چھٹکارا نہوگا پھر اُسوقت تيرے پاس کيا ہی جو فريادي کو دے اور اُس کا حق ادا کرے ہاں البتہ خدا ميں قدرت ہی کہ وہ اپنے رحم سے کسيطرح اُس فرياد ي کو راضي کردے *

اس تمثيل ميں جو ايک نہايت عمدہ اور عجيب نصيحت حضرت مسيح عليہ‌السلام نے فرمائي اُس پر بغور متوجہہ ہونا چاہيئے يعني جبکہ ہم ايک بندے کے تقصيروار ہيں تو ہماري يہہ حالت ہی پھر ہمارا کيا حال ہوگا جبکہ ہم خدا تعالی کے تقصيروار ہيں اور کسقدر جلد اور کسقدر روحاني عاجزي سے ہمکو اُس کے سامنے توبہ کرني اور گناہوں کي معافي اُس سے چاہني ہمکو درکار ہی تاکہ ہم دوزخ کے قيد خانہ سے بچيں *

---

۲۷ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے يوں کہا گيا تھا کہ تو زنا نہ کر † *

۲۸ پر ميں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئي شہوت ‡ سے کسي عورت پر نگاہ کرے اپنے دل ميں اُس کے ساتھہ زنا کرچکا *

۲۹ پس اگر تيري دہني آنکھہ تيرے گناہ § کا سبب ہو تو اُسے نکال ڈال اور پھينک دے کيونکہ تيرا ايک عضو کا نہونا تيرے ليئے اُس سے بہتر ہی کہ تيرا تمام بدن جہنم ميں ڈالا جاوے *

۳۰ اگر تيرا دہنا ہاتھہ تيرے گناہ کا سبب ہووے اُسے کاٹ ڈال اور پھينک دے کيونکہ تيرا ايک عضو کا نہونا تيرے ليئے اُس سے بہتر ہی کہ تيرا تمام بدن جہنم ميں ڈالا جاوے *

تفسير

(پر ميں تمسے کہتا ہوں) يعني زنا کرنا تو ايک بڑا گناہ ہی اگر کسيکا کوئي عضو بھي گناہ کا مرتکب ہوگا وہ بھي سزا کے لايق ہوگا *

امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احياءالعلوم ميں اس درس کو اسطرح پر نقل کيا

قال عيسی عليہ‌الصلواۃ والسلام ايّاکم واللحظۃ فانہا تزرع فی القلب شہوۃ وکفی بہا فتنۃ — ہی بچو تم نگاہ سے کہ بوتي ہی دل ميں شہوت اور يہہ بات فتنہ ميں پڑنے کے ليئے يعني دل ميں زنا کرنے کے ليئے کافي ہی *

ہمارے پيغمبر خدا صلی‌اللہ عليہ وسلم نے فرمايا کہ انسان پر جو اُس کا حصہ زنا ميں

مشکواۃ باب‌القدر کتب علی ابن آدم نصيبہ من — ہي مقرر ہوچکا ہی بلا شبہہ وہ اُس کو پاتا ہی دونوں آنکھوں اُن کا زنا شہوت سے ديکھنا ہی دونوں کان اُن کا زنا

---

† اٰمثنا ۵ — ۱۸ خروج ۲۰ — ۱۴ استثنا ۲۲ — ۲۲ —

‡ خروج ۲۰ — ۱۷ ايوب ۳۱ — ۱ —

§ متی ۱۸ — ۹ مارک ۹ — ۴۷ رومیوں کو ۶ — ۶ ۸ — ۱۳ گلتیوں کو ۳ — ۵ —

الزنا مدرک ذالک لامحالة العملان زنا هما النظر والاذنان زنا هما الاستماع واللسان زناه الکلام والید زنا ها البطش والرجل زناها الخطي والقلب یهوي ویتمني ویصدق ذالک الفرج ویکذبه ـ

یهه هی که جس پر وه شخص نا جایز طور سے فریفته هی اُس کي پهاري پهاري شهوت انگیز باتوں سنے زبان اُسکا زنا اسیطرح پر شهوت انگیز باتیں کرنا هی اور هاتهه اُنکا زنا شهوت سے چهونا یا پکڑنا هی اور پاؤں اُن کا زنا برے کام کے لیئے چلنا هی اور دلکا زنا اُس کي خواهش اور آرزو کرنا اور فرج جو هی وه تو صرف اس واسطے هی که اُن سب خواهشوں کو یا سچا کردے یا جهٹلادے *

یهه تمام نصیحت جو حضرت عیسی اور همارے جناب پیغمبر خدا علیهاالصلواة والسلام نے فرمائي ایک نهایت عمده نصیحت هی جو گناهوں کي جڑ کو اُکهاڑتي هی کیونکه ان نصیحتوں میں اُن چیزوں کو روکا گیا هی جو گناه عظیم هونے کا باعث هوتي هیں اگر صرف برے کام هي سے ممانعت هو اور تمام خیالات اور خواهشوں کو آزاد چهوڑ دیا جاوے جیساکه یهودي کرتے تهے تو تمام اخلاق خراب اور تمام روحاني روشني جلد تر تاریک هوجاتي هی پس یهه نصیحت ایک ایسي نصیحت هی که اگر اسپر چلا جاوے تو انسان کو کسیطرح برائي اور گناه میں پڑنے نهیں دیتي اور نصیحت سے یهه بهي پایا جاتا هی که انسان کي اصلي خوبي اپني روح اور اپني خواهشوں کو گناه سے پاک کرنا هی نه صرف ظاهر میں گناه سے بچنا *

(پس اگر تیري دهني آنکهه) اگرچه یهه کلام حضرت مسیح علیه‌السلام نے بطور تمثیل کے فرمایا هی مگر یهه ایسے عجیب طور سے فرمایا هی که بے اختیار دل میں پیٹها جاتا هی حقیقت میں جو خوبي اور روحاني اثر اس کلام میں هی اُس کي کیفیت دل جانتا هی بیان میں نهیں آسکتي ظاهرا اس کي مراد یهه هی که هرایک شخص کو سمجهنا چاهیئے که وه آنکهه جو شهوت کي هی وه پهوڑي جاوے یعني شهوت کو اپنے میں سے دور کیا جاوے گو وه کیسا هي طبیعت کے برخلاف هو اور وه هاتهه جسے خواهش نفساني کے بموجب کام هوتے هیں کاٹا جاوے گو وه کیساهي هماري خواهش کے مخالف هو *

---

۳۱ یهه تو کها گیا تها که جو کوئي اپني جورو کو چهوڑ دے † اُسے طلاق نامه دیوے *

۳۲ پر میں تم سے کهتا هوں که جو کوئي اپني جورو کو سوائے حرام کاري ‡ کے اور کسي سبب سے چهوڑ دیوے اُسے زنا کرواتا هی اور جو کوئي اُس چهوڑي هوئي عورت کو بیاه کرے زنا کرتا هی *

---

† متی ۱۹ — ۳ و ۷ استثناء ۲۴ — ۱ مارک ۱۰ — ۲ و ۴ —

‡ متی ۱۹ — ۹ لوک ۱۶ — ۱۸ —

تفسیر

(پر میں تم سے کہتا ہوں) اس مقام پر پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ یہاں اُن باتوں کا ذکر تھا جو خواہش نفسانی سے زنا تصور کی گئی ہیں اس کے ساتھہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اُس بات کو جو شریعت کے بموجب درست تھی کیوں ارشاد فرمایا سبب اس کا یہہ ہی کہ یہودیوں نے اس طلاق کے مسئلہ کو بطور کھیل کے صرف نفسانی خواہشوں میں ہونا شروع کیا تھا اُن کا یہہ حال تھا کہ جسطرح ہمارے زمانہ کے لوگ بدکاری اور تماشبینی کرتے ہیں کہ آج وہ عورت پسند آئی اُس سے آشنائی کی کل دوسری عورت پسند آئی پہلی کو چھوڑا دوسری سے آشنائی کی اسی طرح یہودیوں نے طلاق اور نکاح کا حال کردیا تھا کہ جو عورت پسند آئی اُس سے نکاح کیا جب دوسری عورت پسند آئی اور خواہش نفسانی اُس کی طرف متوجہہ ہوئی پہلی کو چھوڑا اور دوسری کو پکڑا ۔ یہہ طریقہ اصلی احکام شریعت کے برخلاف تھا اللہ تعالی نے انسان کے لیئے جوڑا صرف اس لیئے پیدا کیا تھا کہ تنہائی کی وحشت کو رفع کرے اور وہ دونوں ملکر ایک تن ہوں یعنی عورت کی مرد سے اور مرد کی عورت سے وحشت رفع ہو عورت مرد کے لیئے اور مرد عورت کے نیک کاموں اور خدا تعالی کی عبادت کرنے میں مدد گار ہو غم اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غم گسار اور تسکین دینے والا ہو اُنمیں ایسی محبت اور اخلاص ہو کہ دونوں ملکر ایک گنے جاویں نہ یہہ کہ برخلاف اُس کے بھایم کی طرح صرف خواہش نفسانی پورا کرنا مقصود ہو اور حقیقت میں یہہ روحانی زنا تھا اس لیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اس کو اسی نصیحت کے ساتھہ شامل کیا اور فرمایا کہ چھوڑی ہوئی عورت سے زنا کرواتا ہی ۔

مناسب ہی کہ اسمقام پر جو حقیقت نکاح اور طلاق کی ہم مسلمانوں کے مذہب میں قرار پائی ہی وہ بھی بیان کی جاوے نکاح صرف اسلیئے بنایا نہیں گیا ہی کہ انسانی مثل بھایم کے اپنی خواہش نفسانی ادا کرکر خوش ہوا کرے بلکہ خدا تعالی نے جو یہہ عالم بنایا اور تمام چھوٹوں کو ظاہری اسباب پر مرتب کیا اور اُسمیں انسان پیدا کیا تو اُس کی نسل قایم رکھنے کے لیئے اُسکا جوڑا بنایا اور خواہش نفسانی صرف اسلیئے اُسمیں رکھی ہی کہ وہ پیدایش اور بقاء انسان کا سبب ہو پس نکاح نہ خواہش نفسانی کے لیئے کرنا ہی بلکہ واسطے بجا آوری مرضی خدا تعالی کے ہی تاکہ اُس کی عنایت سے اولاد صالح پیدا ہو اور وہ اولاد خدا تعالی کی مرضی پر چلے اور اُس کی یاد میں رہے اور ما باپ کی بھلائی اور مغفرت کا سبب ہو اور بعد مرنے ما باپ کے خیر جاری اُس کے سبب باقی رہے اسی لیئے حضرت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ اپنے پاس سے مجھکو اولاد دے

سورہ مریم آیت ۵ و ۶
فہب لی من لدنک ولیا

یرثنی و یرث من آل یعقوب جو میرا اور یعقوب کي اولاد کا وارث هو اور اے پروردگار اُس کو ایسا کر کہ تیري مرضي پر راضي هو * واجعلہ رب رضیا –

اس کے سوا نکاح سے مقصد محبت پیدا کرنا اور کلفت دور کرنا هي انسان پیدا هوا هی صرف خدا کي عبادت کو اور یہہ صریح نفس کے خلاف هی اس سبب انسان کي طبیعت عبادت کرتے کرتے ملول هو جاتي هی اور تھک جاتي هی اس لیئے ایسي بات کا هونا چاهیئے کہ في نفسہ وہ بھي عبادت هو اور اُس کے سبب طبیعت کو فرحت اور تنهائي کي وحشت دور هو آپسمیں خدا تعالی کے تقدس کا ذکر کریں اور اُس کي عبادت کا شوق پیدا هو اور پھر زیادہ تر عبادت میں مصروف هوں گویا ایک دوسرے کا خدا کي عبادت کرنے پر مدد گار هو *

علاوہ اس کے نکاح سے ایک اَور قسم کي تربیت انساني مقصود هی کہ تاهل میں جو جو مصیبتوں اور تکلیفوں اور رنج اور غم پیش آتے هیں اُن پر انسان شاکر هو اور جو خدا کي رضامندي هی اُس پر راضي رهے اور کیسا هي حال هو خدا هي خدا پکارے جیسے بچا کہ هر حال میں ما هي ما پکارتا هی *

ان تمام فائدوں میں دنیا کي بھلائي بھي منظور هی کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو مدني الطبع پیدا کیا هی اور ضرور هی کہ کوئي اُس کا هم درد اور گھر بار کا سامان درست کرنے والا اور زندگي بسر کرنے کے لیئے مدد کرنے والا هو *

طلاق ان تمام باتوں کے برعکس هی بلکہ اس سارے بنے بنائے گھر کو ڈھانے والي هی پس چاهیئے کہ بہت هي بري چیز هو . مگر دیکھو بعضي دفعہ ایسے امور پیش آجاتے هیں کہ جورو اور خصم میں ملکر زندگي بسر کرنا ناممکن هو جاتا هی اور جو مقصود کہ نکاح سے تھا وہ بالکل برباد هو جاتا هی اس لیئے ضرور هی کہ کوئي راہ اُس سے بچنے کے لیئے رکھي جاوے کیونکہ جب وہ مطلب جس کے لیئے یہہ بات تایم کي گئي تھي باقي نرها تو جو اُس کي فرع هی اُسکا باقي رکھنا محض بے فائدہ هی اور دونوں کو طرح طرح کے اندیشہ اور گناهوں میں ڈالنا . اس مشکل کے رفع کرنے کو هم مسلمانوں کے مذهب میں ایسي هي سخت حالت میں طلاق کو جایز رکھا هی جیسیکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف زنا کي حالت میں جائز رکھا تھا اور پھر اُس کے ساتھہ اللہ تعالی نے اور اُس کے رسول نے نہایت سخت ناراضي طلاق دینے پر فرمائي اور حکم دیا کہ جو سختي اور بد مزاجي جورو کي طرف سے پھونچے اُسپر صبر کرنا چاهیئے اور اُس کے دین اور دنیا کي بہتري میں کوشش کرني چاهیئے امام غزالي صاحب احیاءالعلوم میں فرماتے هیں کہ جان لو اگرچہ طلاق جائز هی مگر وہ نہایت غصہ دلانے والي خدا کي هی * والمعلم ان الطلاق مباح ولکنہ ابغض المباحات الی اللہ –

سورۃالنساء آیت ۳۴
فلا تبغوا علیهن سبیلا –

اللہ تعالی نے سورہ نساء میں فرمایا کہ عورتوں پر اُن کے چھوڑ دینے کے لیئے حیلہ مت ڈھونڈو *

مشکواۃ باب الطلاق.
عن ابن عمران النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ ابو داؤد –

ہمارے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیزیں جائز رکھی گئی ہیں اُن میں سے کوئی چیز زیادہ طلاق سے خدا کو غصہ میں لانے والی نہیں ہی *

مشکواۃ باب الطلاق
عن معاذ بن جبل قال قال لي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامعاذ ماخلق اللہ شیئا علی وجہ الارض احب الیہ من العتاق ولاخلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق رواہ الدار قطني –

اور اسیطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ نہیں پیدا کی اللہ تعالی نے زمین پر کوئی مخلوق پیاری چیز زیادہ غلاموں کے آزاد کرنے سے اور نہیں پیدا کی اللہ نے زمین پر کوئی چیز جو زیادہ غصہ دلاتی ہی مجھکو طلاق دینے سے *

اسیطرح مشکواۃ میں روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاقیں ساتھہ کے ساتھہ دے دیں یعنی بالکل چھوڑ دیا یہہ سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کے مارے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا وہ کھیل کرتا ہی خدا کی کتاب سے جو نہایت بڑا اور پاک ہی باوجودیکہ میں تم میں ہوں اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے کیا میں اُسکو ماردالوں یعنی وہ شخص حضرت کے کمال غصہ ہونے سے یہہ سمجھا کہ اُسنے ایسا گناہ کیا ہی جسپر اُسکا قتل کرنا چاہیئے *

مشکواۃ باب الخلع والطلاق
عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ سالت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رایحۃ الجنۃ

اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے بغیر کسی قوی اندیشہ کے تو اُسپر جنت کی خوشبو حرام ہی *

غرضکہ ہم مسلمانوں کے ہاں ایک نہایت اعتدال سے طلاق کو جایز رکھا ہی اگر کوئی شخص اُسپر عمل نکرے اور یہودیوں کی طرح اُسکو کام میں لاوے یہہ اُسکی شامت ہی *

---

۳۳ وہ بھی تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ تو جھوٹ † قسم نکھا بلکہ اپنی قسموں کو اللہ کے لیئے پورا کر *

۳۴ پر میں تمسے کہتا ہوں ہرگز قسم نکھانا نہ تو آسمان کی کہ وہ خدا کا تخت ہی *

۳۵ اور نہ زمین کی کہ وہ اُسکے پاؤں کی چکیہہ ہی اور نہ یروشلم کی کہ وہ بڑے بادشاہ کا شہر ہی *

۳۶ اور نہ تو اپنے سر کی قسم کھا کہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کرسکتا ہی *

۳۷ بلکہ تو ہاں اور نہیں سے زیادہ کچھہ نہ بول کیونکہ جو کچھہ اُس سے زیادہ ہی وہ بدی سے ہوتا ہی *

تفسیر

(ہرگز قسم نکھانا) ظاہر میں یہہ لفظ اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی بات میں اور کسی معاملہ میں کسی طرح قسم نکھانی چاہیئے لیکن اگر یہہ معنی ہوں تو تمام کارخانہ دنیا کا بند ہوجاوے کیونکہ تمام معاملات کے انصاف کرنے میں اچھے اچھے آدمیوں سے قسم لینے کی ضرورت پڑتی ہی تاکہ خدا کے نام کی بزرگی سے وہ معاملہ بہت سنجیدہ طور سے اور جہاں تک ہوسکے کامل یقین سے بیان کیا جاوے اور قاضی کو بھی معاملہ فیصل کرنے میں اپنے فیصلہ پر یقین ہو اسلیئے ڈاکٹر ‡ کلارک اور نیو کم لے اس امتناع کے عام معنی نہیں لیئے بلکہ اُسکو صرف روز مرہ کی بات چیت اور آپس کی گفتگو پر محدود کیا ہی ڈاکٹر کلارک اسکے یہہ معنی کہتے ہیں کہ " عام گفتگو میں بالکل قسم نکھاؤ یعنی خدا کے نام کو خفیف باتوں میں زبان پر مت لاؤ بلکہ اپنی گفتگو کو ہمیشہ ایسی سچ اور درست رکھو کہ جو کچھہ تم کہو وہ بطور سچ کے مانا جاوے " *

یہودیوں کی عادت تھی کہ ہر بات میں بلا ضرورت قسم کھاتے تھے بلکہ دغا دینے کے ارادہ سے قسم کھاتے تھے اسیطرح کی قسموں سے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے منع فرمایا کہ بالکل کھانے سے کیونکہ کامل سے قسم کھانا جائز نکلتا ہی *

---

† خروج ۲۰ — ۷ احبار ۱۹ — ۱۲ —

‡ دیکھو تفسیر ڈاکٹیاں اور میتھ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۱۹ —

ہم مسلمانوں کے مذہب میں بھی یہی بات ہی اللہ تعالے قران مجید میں فرماتا ہی کہ ہر بات میں اللہ کی قسم مت کھاؤ تاکہ تم پاک ہو اور پرہیزگار ہو اور لوگوں میں صلح کار ہو اور اللہ تعالے سنتا ہی اور جانتا ہی *

سورۃ البقر آیت ۳۲۴
ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم -

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ مفسروں نے اس آیت کے بہت سے معنی کہیں ہیں مگر سب سے ٹھیک وہ معنی ہیں جو ابومسلم اصفہانی نے کہے ہیں یعنی اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ خدا کی بہت قسمیں کھانے پر دلیری مت کرو اور خدا کی کم قسم کھانے کا جو حکم ہوا اس میں حکمت یہہ ہی کہ جو شخص ہر چھوٹی بڑی بات میں خدا کی قسم کھاتا ہی اُسکی زبان میں قسم پڑجاتی ہی اور اُسکے دل میں قسم کا بڑا نہیں رہتا پھر اُسپر چھوٹی قسم نہ کھانے کا بھروسا نہیں رہتا پھر جو اصلی غرض قسم کی ہی وہ جاتی رہتی ہی اور یہہ بات بھی ہی کہ جو شخص خدا کی بہت تعظیم کرتا ہی وہ بندگی میں بھی کامل ہوتا ہی اور نہایت بڑی تعظیم یہہ بھی ہی کہ اللہ کا ذکر اُس کے نزدیک بزرگ اور بڑا ہو اسبات سے کہ اُسکو کسی بات پر دنیا کی باتوں میں گواہ لاوے *

تفسیر کبیر
الوجہ الذی ذکرہ ابو مسلم الاصفہانی وھو الاحسن ان قولہ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم نھی عن الجراۃ علی اللہ بکثرۃ الحلف بہ - والحکمۃ فی الامر بتقلیل الایمان ان من حلف فی کل قلیل و کثیر باللہ انطلق لسانہ بذلک ولا یبقی للیمین فی قلبہ وقع فلا یومن اقدامہ علی الایمان الکاذبۃ فیختل ماھو الغرض الاصلی من الیمین وایضا کلما کان الانسان اکثر تعظیما للہ کان اکمل فی العبودیۃ و من کمال التعظیم ان یکون ذکر اللہ تعالے اجل و اعلی عندہ من ان یستشھد بہ فی غرض من الاغراض الدنیویۃ -

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس مقام پر ایسی قسمیں کھانے والے کے لئے کچھہ سزا نہیں فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگرچہ یہہ بات بری ہی اور اسکو چھوڑنا چاہیئے لیکن اگر کوئی بغیر بدنیتی کے ایسی قسم کھائے تو اُس پر گناہ چھوٹی قسم کھانے کا نہیں ہی * اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہی نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسمیں کھالے میں لیکن پکڑتا ہی اس کام پر جو تمہارے دل کرتے ہیں اور اللہ بخشنے والا اور بردبار ہی *

سورۃ البقرہ آیت ۳۲۵
لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولاکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور حلیم -

(نہ آسمان کي) یہودیوں کي عادت تھي کہ چھوٹي چھوٹي باتوں میں خدا کي قسم نکھاتے تھے بلکہ ایسے مقام پر عجیب مخلوقات کي جیسے آسمان یا زمین یا یروشلیم یا سر کي قسم کھاتے تھے اور فروسي یہہ بھي سکھلاتے تھے کہ اگر اس قسم کي قسم سے کسي چھوٹي بات کي تصدیق کي جاوے تو چھوٹي قسم کا گناہ نہیں ہوتا اس طریقہ کو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے برا بتلایا اور یہہ فرمایا کہ اسطرح کي قسمیں بھي آپسکي گفتگو میں نہ کھاني چاھیئیں *

(خدا کا تخت ھی) یعني خدا کي بڑائي اور بزرگي کے سبب آسمان جو ایک بلند چیز ھی خدا کے تخت سے مناسبت رکھتا ھی اور زمین جو اُس سے نیچے ھی خدا کے پاؤں کي جگہہ سے مناسبت رکھتي ھی نہ یہہ کہ خدا آسمان پر بیٹھا ھی اور اُس کے پاؤں زمین پر رکھے ھیں *

(وہ بڑے بادشاہ کا شہر ھی) یعني اُس میں خاص خدا کي عبادت کي جگہہ ھی *

(بلکہ تو ھاں اور نہیں سے) یعني اپني گفتگو میں قسمیں نکھایا کرو جو سچ بات ھو یا جو کرني ھو اُس پر سچائي سے ھاں اور جو جھوٹ بات ھو یا نکرني ھو اُس پر صفائي سے نا کہا کرو *

(بدي سے ھوتا ھی) یعني اس سے زیادہ کہنا انسان کي بدي پر دلالت کرتا ھی اور شبہہ پڑتا ھی کہ قسم کھانے والے کے دل میں کچھہ بدي اور برائي ھی یا یہہ معني ھیں کہ یہہ ایک بد رسم ھو اور انجام کو برائي کي طرف لیجاتا ھی جیسیکہ ھم ابومسلم اصفہاني کا قول اوپر نقل کر آئے ھیں *

---

۳۸ تم سن چکے ھو جو کہا گیا تھا کہ آنکھہ † کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت

۳۹ پر میں تم سے کہتا ھوں کہ نقصان کرنے ‡ والے کو منع مت کرو بلکہ اگر کوئي تیرے دھنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرے کو بھي اُس کي طرف پھیر دے *

۴۰ اور اگر کوئي عدالت میں تجھہ پر نالش کرے اور تیري قبا اوتار لیوے تو کرتا بھي اُسے دے ڈال *

۴۱ اور اگر کوئي تجھے بیگار ایک کوس تک لیجاوے تو اُس کے ساتھہ دو کوس تک چلا جا *

---

† احبار ۲۴ — ۲۰ — استثنا ۱۹ — ۲۱

‡ لوک ۶ — ۲۹ رومیوں کو ۱۲ — ۱۹ ۱ تھسلنیوں کو ۵ — ۱۵ —

۴۲ جو تجھسے کچھہ مانگے اُسے دے † اور جو کوئي تجھسے قرض مانگے اُس سے منھہ نہ موڑ *

تفسیر

امام غزالي صاحب نے اپني کتاب احیاءالعلوم میں ان ورسوں میں سے کئي ورسوں کو نقل کیا ھی وہ لکھتے ھیں کہ میں نے انجیل میں دیکھا کہ

احیاءالعلوم

رایت في الانجیل قال عیسی علیہ الصلواۃ و السلام لقد قیل لکم من قبل ان السن بالسن والانف بالانف وانا اقول لکم لاتقاوموا الشر بالشر بل من ضرب خدک الایمن فحول الیہ الخد الایسر ومن اخذ رداک فاعطہ ازارک و من سخر لیسیر معہ میلافسر معہ میلین –

حضرت عیسی علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ البتہ پہلے تمکو کہا گیا تھا کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک اور میں تمسے کہتا ھوں کہ برائي کا مقابلہ برائي سے مت کرو بلکہ جو تمہارے دھنے گال پر مارے تم بانھا گال بھي اُسکي طرف پھیر دو اور جو تمہاري چادر اوتارلے اُسکو تھہ بند بھي دے دو اور جو تمکو ایک کوس بیگار لیجاوے تم دو کوس اُس کے ساتھہ اور جاؤ *

اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام نے بدلا لینے کے مضمون کو اختصار کے ساتھہ بیان فرمایا ھی عہد عتیق میں اس کي تفصیل اسطرح پر ھی ‡ جان کے بدلے جان لے *
اور آنکھہ § کے بدلے آنکھہ دانت کے بدلے دانت اور ھاتھہ کے بدلے ھاتھہ پاؤں کے بدلے پاؤں *

جلانے || کے بدلے جلانا اور زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ

اور دوسرے ¶ مقام پر لکھا ھی کہ توڑنے کے بدلے توڑنا آنکھہ کے بدلے آنکھہ دانت کے بدلے دانت جیسا کوئي نقصان کرے اُس سے ویسا ھي کیا جاوے

ان ورسوں سے پایا جاتا ھی کہ عام طور پر بدلا لینے کا حکم تھا جو کوئي جیسا کسي نقصان کرے ویسا ھي بدلا پاوے یعني طمانچہ مارنے کا طمانچہ مارنا اور ناک توڑنیکا ناک توڑنا اور کان کاٹنے کا کان کاٹنا . اسي سبب سے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ھم نے لکھدیا یہودیوں پر توریت

سورۃالمائدہ آیت ۴۸
وکتبنا علیہم فیہا ان النفس

† اشمیا ۱۵ – ۷ ارک ۶ – ۳۰ –
‡ خروج ۲۱ — ۲۳ –
§ خروج ۲۱ – ۲۴ –
|| خروج ۲۱ – ۲۵ –
¶ احبار ۲۴ – ۲۰ –

بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له –

یعني عہد عتیق میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلا برابر کا زخم پھر جو کوئي بدلا لینے کو معاف کرے تو معاف کرنے والے کے لیئے بھلائي ھی *

یہہ اخیر کا مضمون توریت کا نہیں ھی بلکہ ھمارے جناب پیغمبر خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فرمایا ھی تفسیر مدارک میں ھی کہ رسول خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسیکو خون معاف کرے یا اُس سے تہوڑا یعني زخم وغیرہ تو اُس کے یعني معاف کرنے والے کے لیئے بھلائي ھی جب سے کہ معاف کرنے والے کو اُس کي ماں نے جنا *

تفسیر مدارک سورۃ المائدہ آیت ۴۸

قال علیہ‌السلام من تصدق بدمہ فما دونہ کان کفارۃ لہ من یوم ولدت امہ –

یہي نصیحت اس مقام پر حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائي کہ جہاں تک ھوسکے تقصیر کرنے والے کي تقصیر معاف کرے بلکہ اُسکے ساتھہ نرمي اور عاجزي اور سلوک سے پیش آوے –

شنیدم کہ مردان راہ خدا * دل دشمناں ھم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام * کہ بادوستانت خلاف است و جنگ

دنیا میں دو طرح پر آدمي اپني زندگي بسر کرتے ھیں ایک وہ جو دنیا کي باتوں میں الوالعزم اور ھوشیار اور چالاک اور نام آور اور دلھر اور اپنے مرتبہ اور درجہ پر لحاظ رکھنے والے اور اُس کا ادب چاھنے والے ھیں دوسرے وہ جو نہایت مسکین اور عاجز اور شکستہ دل اور اپنے تئیں سب سے حقیر اور نا چیز اور سب سے کم رتبہ جاننے والے ھیں تکلیفوں کے اُٹھانے میں راضي ھیں سخت سست سننے پر خوش ھیں جس بات میں اور لوگوں کو آسایش اور آرام ملے گو اپنے پر کیسي ھي تکلیف ھو اُسکے کرنے پر مستعد ھیں پہلي قسم کے لوگ البتہ دنیا میں جو آنکھہ بند کرتے میں فنا ھونے والي ھی عزت اور دبدبہ رکھتے ھیں مگر یہہ دوسري قسم کے لوگ خدا کے نزدیک اور اُس جہان میں جس کو فنا نہیں عزت والے ھیں پھر آدمي کو چاھیئے کہ غور کرکر دونوں میں سے جونسي چاہے پسند کرلے *

(پر میں تم سے کہتا ھوں) یہہ تمام نصیحتیں جو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائیں اور جو آیندہ ورسوں میں آتي ھیں ایک عجیب مزیدار روحاني تاثیر اسمیں رکھي ھی اکثر عیسائي مفسروں نے اس کو بطور تمثیل سمجھا ھی اور لکھا ھی کہ ان نصیحتوں سے یہہ مراد نہیں ھی کہ ھمکو ھر بري بات لوگوں کي سہني چاھیئے بلکہ معتدل اور متحمل طبیعت پیدا کرني لازم ھی

مگر میں یہہ سمجھتا ہوں کہ یہہ نوراني نصیحتیں حضرت مسیح علیہ‌السلام کي اپنے اصلي معنوں پر قایم ہیں اور درجہ بدرجہ ہر ایک سے علاقہ رکھتي ہیں *

حواري حضرت مسیح علیہ‌السلام کے جن کو بالتخصیص یہہ نصیحت فرمائي یا جو کوئي اُن کي پیروي کرنا چاہے اسي بات کے مستحق تھے کہ اپني طبیعت اور اپنے مزاج اور اپنے دلکے ملتفانہ جذبات کو اور اپنے افعال کو ہو بہو ان نصیحتوں کے تابع کردیں (چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہي کیا) اُنکا درجہ یہي تھا کہ ایک گال پر طمانچہ مارنے والے کے آگے روحاني نیکي سے دوسرا گال بھي پھیردیں اور جو کوئي اُن کي قبا اوتارلے اُس کو اپني فیاضي سے کرتا بھي اوتار دیں جو کوئي ایک کوس خدمت کے لیئے پکڑلے دو کوس وہ اُس کي خدمت کریں اور دشمنوں سے دوستي کرنا اور کوسنے والے کو دعا دینا تو خاص اُن کا کام تھا *

اور جو لوگ اُن سے کم درجہ رکھتے ہیں اُن سے یہہ نصیحتیں صرف اسقدر علاقہ رکھتي ہیں کہ اگر وہ کسي سے بدلا لینا چاہیں یا کسیکو سزا دیں اور تنبیہ کریں تو اور لوگوں کي آسایش اور آرام کے لیئے کریں تاکہ دنیا کا انتظام اور عام امن قایم رہے مگر اپني جان اور اپنے نقصان کے بدلے کسي سے بدلا نہ لیں بلکہ عاجزي اور مسکیني اور گناہوں کے معاف کرنے کا اپنا طریقہ رکھیں تاکہ جو کُلي کاملت خدا تعالی کي ذات میں ہی اُسیکا نمونہ اپنے میں پیدا کریں *

اور جو لوگ انسے بھي کم درجہ رکھتے ہیں یعني جو عام لوگ ہیں اُنسے یہہ نصیحتیں اسقدر متعلق ہیں کہ جو ضرر اور نقصان اُن کو کسي سے پہونچے اُس میں ملائمیت اور نرمي اور اعتدال اور برداشت کا مزاج رکھیں جو مزاج کہ ہماري حالت کو آرام اور دنیا کے امن قایم رکھنے کے لیئے بہت اچھا سمجھا جاتا ہی اور غصہ کے فرو کرنے اور غضب کے باز رکھنے کی طرف مایل کرتا ہی البتہ اس قسم کے لوگ ہر قسم کي برائي اور نقصان کے برداشت کرنے کے مستحق ہیں مگر جو تفاوت ان تینوں درجوں کے لوگوں میں ہی وہ پوشیدہ نہیں ہی اور جو لوگ اپني ایسي حالت بھي نہیں رکھہ سکتے وہ نہایت کمبخت اور حضرت مسیح علیہ‌السلام کي نصیحت سے بالکل بے نصیب ہیں افسوس ہی ہمکو اپني حالت پر کہ ہم اسي بے نصیبي میں شامل ہیں *

---

۴۳ تم سن چکے ہو جو کہا گیا تھا کہ † تو اپنے پڑوسي سے دوستي رکھہ اور اپنے دشمنوں سے دشمني رکھہ *

۴۴ پر میں تمسے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوںکو ‡ پیار کرو اور جو تمکو بدعا کریں اُنکے لیئے

† احبار ۱۹ — ۱۸ —

‡ لوک ۶ — ۲۷ — ۳۲ اعمال ۷ — ۶۰ رومیوں کو ۱۲ — ۱۴ —

نیک دعا مانگو جو تم سے بدی کریں اُن سے نیکی کرو اور جو تمھیں ستاویں اور دکھہ دیویں اُن کے لیئے دعا مانگو *

۴۵ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ھی † فرزند † ھوؤ کہ وہ اپنے سورج کو بدیوں اور نیکوں پر طالع کرتا ھی اور راستبازوں اور نا راستبازوں پر مینھہ برساتا ھی *

۴۶ اگر تم انہیں کو جو ‡ تمھیں دوست رکھتے ھیں دوست رکھو تو تمکو کیا فائدہ ھوگا کیا کمیٹے لوگ یہہ نہیں کرتے ؟ *

۴۷ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں کو سلام کرو تو تم اُن سے کیا زیادہ نیکی کرتے ھو ؟ کیا بت پرست لوگ یہہ نہیں کرتے ؟ *

۴۸ پس جیسا تمہارا باپ جو آسمان پر ھی کامل ھی تم بھی کامل § ھوؤ *

تفسیر

(اپنے دشمن سے دشمنی رکھہ) یہہ حکم حضرت موسی کی کتاب میں نہیں ھی بلکہ سب سے عام محبت رکھنے کا حکم ھی چنانچہ وہ ورس یہہ ھیں *

تو اپنے || ابنائے جنس سے انتقام مت لے اور نہ اُن کی طرف سے کینہ رکھہ بلکہ تو اپنے بھائی کو اپنی مانند پیار کر میں خداوند ھوں *

بلکہ مسافر کو جو تمہارے ساتھہ رھتا ھی ایسا جانوں جیسے وہ تم میں پیدا ھوا ھی اور اُسے ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتا ھی اس لیئے کہ تم مصر کی زمین میں پردیسی تھے میں خداوند تمہارا خدا ھوں *

اس اختلاف کے رفع کرنے کو ھنری ¶ اور اسکات نے اپنی تفسیر میں اس ورس کے یہہ معنی لکھے ھیں کہ " موسی کی کتاب میں جو عام محبت کرنے کا حکم تھا اُس کو یہودی معلم خاص اپنی ھی قوم اور اپنے ھی فرقہ اور اپنے ھی خاندان اور اپنے ھی دوستوں پر محدود کرتے تھے بلکہ بطور نصیحت کے اُس پر یہہ بات بڑھادی تھی کہ اپنے دشمن سے دشمنی رکھہ اس لیئے حضرت مسیح نے بطور سند کے یہہ حکم دیا *

برکت * صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ھیں کہ فروسیوں نے اس حکم کے یہہ معنی بیان کیئے کہ یہہ حکم صرف یہودیوں سے متعلق ھی اور یہہ نتیجہ نکالا کہ سب مخالف قوموں سے دشمنی رکھیں مگر حضرت مسیح نے فرمایا کہ تم سب سے محبت رکھو *

---

† لوک ۶ — ۳۵ — ‡ لوک ۶ — ۳۲ —

§ افسیوں ۵ — ۱ — || احبار ۱۹ — ۱۸ —

¶ ھنری اسکات جلد ۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۲ع —

* پرنٹس فوٹس مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ع جلد ۱ صفحہ ۲۴ —

ڈاکٹر † وٹ بائي بیان کرتے ھیں کہ حضرت مسیح اس مقام پر موسی کے قانون کي اخلاقي نصیحت کو تکمیل یا تبدیل نہیں فرماتے بلکہ فروسي اور یہودي معلموں نے جو اُسکا مطلب خراب کردیا تھا (یعني بدل دیا تھا جس کو ھم بمسلمانِ تحریف کہتے ھیں) اُس پر ناراضي ظاھر کرتے ھیں *

مگر ان سب تفسیروں سے یہہ شبہہ رفع نہیں ھوتا کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے یہہ بات اس طرح پر فرمائي ھی کہ اپنے دشمنوں سے دشمني رکھنا بھي حضرت موسی کا فرمایا ھوا ھی حالانکہ یہہ حکم حضرت موسی کا فرمایا ھوا نہیں ھی *

اسلیٹے واٹسن ‡ صاحب اس درس کي تفسیر یوں لکھتے ھیں کہ اس نصیحت کا پہلا حصہ موسی کے قانون میں لکھا گیا ھی اور پچھلا حصہ یہاں لکھا گیا ھی مگر غالباً اس پچھلے حصہ کو اُس حکم سے نکالا ھی جو حکم کنعان والوں کے نکال دینے اور ھمسایہ کي دشمني سے اور بت پرست قوموں سے آمد و رفت نہ رکھنے سے علاقہ رکھتا ھی اس کے بعد حضرت مسیح نے صاف صاف فرمایا کہ اصلي حکم جز بعض دشمن اور بت پرست قوموں سے دشمني رکھنے کا تھا وہ اُن سزاؤں سے جو قدیم زمانہ میں اُن کو دي گئیں پورا ھوچکا اور اب وہ حکم باقي نہیں رھا (یعني منسوخ ھوگیا کیونکہ اسي بات پر ھم مسلمان منسوخ ھونے کا اطلاق کرتے ھیں) اور حضرت مسیح انجیل میں علانیہ یہہ حکم فرماتے ھیں کہ محبت عام ھوني چاھیئے اور تمام دشمنیاں ھمیشہ کے لیئے معدوم ھوں " *

مگر میرے نزدیک یہہ بات ھی کہ حضرت مسیح علیہ‌السلام نے اس مقام پر حضرت موسی کے احکام کو نقل نہیں کیا جیسیکہ پہلے مقاموں میں کیا تھا بلکہ یہودیوں نے جسطرح پر حضرت موسی کے حکموں کو خراب کرکر اور اُس کي اصلي مراد کو بدل کر ایک بات ٹھہرا رکھي تھي اور وہ اُس غلط مراد کو اصلي اور سچي مراد سمجھتے تھے تسلیم کرکر مقتدرانہ طور پر اپنا حکم صاف اور مستحکم فرمایا کہ اگرچہ تم یہہ اعتقاد کرتے ھو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ تو اپنے پڑوسي سے دوستي رکھہ اور اپنے دشمن سے دشمني رکھہ فرض کرو کہ یہي حکم تھا مگر میں تمکو یہہ حکم دیتا ھوں کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو *

باریک بات اس میں یہہ ھی کہ جن درسوں سے یہودي یہہ حکم نکالتے تھے وہ بحمت سے خالي نہ تھے بلا شبہہ اُن کي مراد وھي ھی جو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمائي اور کچھہ شک نہیں کہ یہودیوں نے اُن کے معنی بیان کرنے میں تحریف کي تھي مگر یہودیوں کي طرف تھي بہت سي حجتیں اور دلیلیں تھیں . نصیحت اور وعظ کے موقع پر یہہ

† ڈائي اور سوسٹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ ع جلد ۳ صفحہ ۳۱ —

‡ واٹسن ایکسپوزیشن مطبوعہ سنہ ۱۸۳۷ ع صفحہ ۲۸ و ۲۹ —

مناسب نہ تھا کہ اُن دلیلوں پر بحث کی جاتی اور رد وقدح کرنے سے نصیحت کی روشنی بحث کی تاریکی میں ڈالی جاتی اس لیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے فرمایا کہ اگر اگلوں سے یہی کہا گیا ہی جو تم اعتقاد رکھتے ہو تو میں تمکو یہہ حکم دیتا ہوں . یہہ طریقہ نصیحت کا بحث کو قطع کرتا ہی اور جیسیکہ حضرت مسیح علیہ‌السلام تھے ویسے ہی نہایت عالی رتبہ شخص کو ایسا مقتدرانہ کلام زیبا ہی *

(مگر میں تم سے کہتا ہوں) اس نصیحت کے بموجب ہمکو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنی لازم ہی اور ہمیشہ اُن کے لیئے نیکی چاہنا اور اُن کے معاملات میں انصافانہ فیصلہ کرنا اور فیاضی سے اُن کے ساتھہ پیش آنا اور بدلا لینے سے در گذر کرنا اور ہر طرح پر اُن کو بھلائی پہونچانی ضرور ہی *

اس حکم پر بعضی لوگ یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ نیچر یعنی" قاعدہ قدرت الہی میں یہہ بات داخل ہی کہ آدمی جیسی اپنے دوست سے محبت رکھتا ہی ویسی دشمن سے کبھی نہیں رکھہ سکتا پھر یا یہہ تسلیم کیا جاوے کہ اس حکم میں حد سے زیادہ مبالغہ ہی یا نیچر کے خلاف اور نا ممکن التعمیل ہی *

مگر یہہ اعتراض صحیح نہیں اور نہ نیچر کے قاعدہ کے برخلاف ہی تمام حالات جو ہمارے کلمۃاللہ عیسی مسیح علیہ‌السلام کے ہیں وہ خود اسبات کے لیئے کافی ثبوت ہی کہ دشمنوں سے کس طرح پر سچی محبت رکھی جاتی ہی بھلا اُنکا تو بہت بڑا درجہ تھا حواریوں کے حال پر غور کرو اور ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اصحاب اہل صفہ کے حالات کو دیکھو بلکہ اُن کے بعد جو اور بزرگ اور اولیاء اللہ گذرے ہیں اُن کے حالات کو یاد کرو کہ کسطرح وہ لوگ اس حکم کو بجا لائے پس جب بہت سوں نے اس حکم کی تعمیل کی تو یہہ حکم نیچر کے برخلاف نہیں ہوسکتا *

ہاں البتہ نیچر کے قاعدہ کے بموجب ہر شخص اس حکم پر عمل نہیں کرسکتا اسلیئے حضرت مسیح علیہ‌السلام نے ایک جامع لفظ فرمایا کہ ہر شخص بقدر اپنی اپنی طاقت اور قدرت کے اس حکم کی تعمیل کرے *

محبت کے مختلف درجے ہیں - ایک وہ جو ہم اُن لوگوں سے رکھتے ہیں جو ہماری نسل سے ہیں - دوسرے وہ جو ہم اپنے دوستوں اور اپنے یاروں سے رکھتے ہیں - تیسرے وہ جو ہم‌اجنبی لوگونکے ساتھہ رکھتے ہیں اس پچھلے درجہ کا مقتضی یہہ ہی کہ ہم کسطرح کا کینہ اور بغض اُن سے نرکھیں اور ہر طرح پر اُن کی نیکی چاہیں اور جسطرح پر ہوسکے اُن کو بھلائی پہونچاویں کسطرح پر اُن سے بدلا لینے اور اُن کے نقصان پہونچا نیکے درپے نہوں اگر اُن سے کچھہ ہمارا قصور ہو جاوے تو اُس کے معاف کرنے پر آمادہ اور مستعد ہوں پس

اُس درجہ کي محبت کا دشمنوں کے ساتھہ بھي ادا کرنے کے لیئے ہم لوگوں کو حضرت مسیح علیہ‌السلام نے حکم کیا بڑے لوگ اور اس سے زیادہ بجا لاتے ہیں مگر ہم لوگوں کو اسیقدر بجا لانا بھي سعادت ہی اور اگر ہم اس کو بھي بجا نہ لاویں تو بلاشبہہ ہم کمبختي کے جہاز میں بیٹھے اور گناہوں کے سمندر میں ڈوبے ہیں *

(جو تم کو بدلا کہیں) یعني برائي کرنے والے سے بدلا نلو بلکہ برائي کے بدلے میں نیکي کرو کیونکہ یہہ ہتیار دشمن کے ہتیار سے بہت زیادہ فتحمند ہو

بدي را بدي سہل باشد جزا اگر مردي احسن الی من اسی

تمہارا باپ اپنا سورج دوست اور دشمن سب پر چمکاتا ہی اور سب پر مینہ برسا تا ہی اگر تم بھي اسي طرح اپني فیاضي اور رحم دلي دوست اور دشمن سب پر رکھوگے تو تم اُس صفت کي ایک شان حاصل کروگے جو خدا میں ہی اور اس سبب سے خدا کے فرزند یعني خداکے پیارے ہوگے *

(کیونکہ جو تم اُن کو پیار کرو) یعني اپنے پیار کرنے والے کو پیار کرنا کچھہ خوبي کي بات نہیں ہی کیونکہ جو آدمي برے سے برے ہیں وہ بھی ایسمیں ایسا ہي کرتے ہیں پھر اگر تم بھی ایساہي کرو تو تم میں اُنسے کیا زیادہ نیکي ہوگي اسلیئے تمکو چاہیئے کہ تم دشمنوں سے بھی محبت اور پیار رکھو تاکہ جو کاملیت تمہارے باپ میں ہی اُسي کاملیت کي شان تم میں پیدا ہو *

(کمینہ لوگ — بت پرست لوگ) یہہ لفظ جلکا ترجمہ اس اُردو مترجم نے کمینہ اور بت پرست کیا ہی انگریزي ترجمہ میں پبلیکن ہی جس کے معني سرکاري نوکر یعني محصول تحصیل کرنے والے کے ہیں چنانچہ اُس اُردو ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۶۰ ع میں چھپا اس لفظ کا یہي ترجمہ کیا گیا ہی جب رومي شہنشاہوں کي حکومت فلسطین میں ہوگئي تو اُنہوں نے یہودیوں سے محصول لینا شروع کیا اور اُس محصول کي تحصیل کو یہودي بھي مقرر تھے اور کافر بھي مقرر تھے مگر یہودي اُن لوگوں کو نہایت برا اور کمینہ اور پاجي سمجھتے تھے کیونکہ † اُنکے نزدیک اُن محصولوں کا لینا ظلم تھا اور وہ لوگ اُس ظلم کے جاري ہونے میں گفتگو کا موقع رکھتے تھے اور بعضے یہہ بھي کرتے تھے کہ محصولوں کا خون ٹھہکہ لیکر اپنے فائدہ کے لیئے لوگوں پر سختي کرتے تھے اس لیئے اِس اُردو مترجم نے بطور حاصل مطلب کے ایک جگہہ کمینہ اور دوسري جگہہ بت پرست ترجمہ کیا ہی *

† یہہ قول بیب قسیس پي اوس کا ہی —

قمام شد

رسالہ

احکام طعام اهل کتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

مولفه سنة ۱۲۸۵ هجري مطابق سنة ۱۸۶۸ ع

† الحمد لله الذي بعث في الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم اٰیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتب والحکمة و انکانوا من قبل لفي ضلال مبین والصلوة والسلام علی رسوله محمد خاتم الانبیاء والمرسلین رحمة للعالمین الذي هدانا الی صراط مستقیم و جعل لنا الدین یسرا ولا عسرا حیث قال علیه السلام ان الدین یسر ولا رهبانیة فی الاسلام و علی اله و اصحابه و اتباعه وامته اجمعین سیما علی الذین جاهدوا في اشاعة مسائل دینه القیمة الحنیفیة السمحة ولایخافون لومة لائم واستحقروا علی ذالک فرحة بعد فرحة *

اما بعد جو که اس زمانه میں درباب اباحت طعام اهل کتاب کے نهایت گفتگو هو رهي هی اور هندوستان کے مسلمان جنهوں نے هزاروں رسمیں هندوؤں کي اختیار کرلي هیں اُسکو نهایت هي برا جانتے هیں اور جو شخص اُسکو مباح کهے یا اُسکے کهانیکا مرتکب هو اُسکو کافر یا کرستان یا مسلمانوں کے گروه سے خارج یا ایک بهت بڑے امر قبیح کا مرتکب سمجهتے هیں اور هزاروں طرح سے زبان طعن و تشنیع اُس پر دراز کرتے هیں اور گناهگار هوتے هیں اِسلیئے یهه ایک مختصر رساله درباب احکام طعام اهل کتاب کے لکها هے. اور یهي اُسکا نام رکها هی تاکه مسلمان بهائي اپنے مسلمان بهائیوں پر بدگماني کرنے اور برا بهلا کهنے سے باز آویں اور گناه میں پڑنے سے محفوظ رهیں *

---

† ساري تعریف الله هي کے لیئے هی جس نے اوٹهایا اُن پڑهوں میں ایک رسول اُن هي میں سے پڑهتا هی اُن پاس اُسکي آیتیں اور اُنکو سنوارتا هی اور سکهاتا هی کتاب اور مقلمندي اور اگرچه اس سے پهلے بڑے بهلاوے میں تهے اور درود اور سلام هووے اُسکے رسول پر جو محمد هیں ختم کردیا جنهوں نے پیغمبروں اور رسولوں کو رحمت هیں تمام عالم کے لیئے جو لے چلے همکو سیدهي راه اور کیا همارے لیئے دین کو آسان نه سخت مشکل کهونکه فرمایا رسول الله نے صلی الله علیه وسلم که دین پیچک آسان هی اور نهیں هی بڑي پرهیزگاري کي سختي سهنا اور هر چیز سے پرهیز کرنا دنیا کي تمام چیزوں کو چهوڑ بیٹهنا اسلام میں اور اُنکي اولاد اور اُنکے یارون اور اُن کے پیرووں اور اُنکي اُمت کے لوگوں پر سب پر رحمت هو خصوصاً اُن پر جنهوں نے اُنکه دین کے مسائل پهیلانے میں کوشش کي جو دین که نهایت مضبوط اور سیدها اور آسان هی اور نه ڈرے ملامت کرنے والے کي ملامت سے اور اسباب پر مستعق هوئے هوشي پر خوشي کے ه

جاننا چاهیئے که طعام اهل کتاب بشرطیکه محرمات شرعیه میں سے نهو مسلمانوں کے لیئے حلال اور درست اور اُسکا کهانا جائز و مباح هی خواه هم اُنکا بهیجا هوا اور اُنهیں کا پکایا هوا اپنے گهر کهاویں خواه اُنکے هاں جاکر کهاویں خواه هم اکیلے کهاویں خواه هم اور اهل کتاب ایک جگهه ساتهه بیٹهه کر کهاویں اور وه کهانا قسم لحوم طبیه سے هو یا از قسم حبوب و شیرینی وغیره *

† قال الله تعالی الیوم أُحِلَّ لکم الطیبات و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم *

‡ وفی الترمذی سُئلت النبی صلی الله علیه وسلم عن طعام النصاری فقال لایتخلجن فی صدرک طعام ضارعت النصرانیة إلی اخرالحدیث وقال الترمذی والعمل علی هذا عند اهل العلم من الرخصة فی طعام اهل الکتاب *

§ وفی العالمگیری لا باس بطعام الیهود والنصاری کله من الذبائح وغیرها *

|| وفی فتح المنان فی تائید مذهب النعمان و عن علی قال لاباس بطعام المجوس إنما نهی عن ذبائحهم رواه البیهقی *

اس آیت اور حدیث سے اور فقه کی روایتوں سے ثابت هوا که طعام اهل کتاب همکو حلال اور جائز هی اور جو شی که دراصل حلال هی وه کسی کی بهیجی هوئی هو اور کسی کی پکائی هوئی هو حرام یا ناجائز نهیں هوسکتی خود جناب رسول خدا صلی الله علیه وعلی آله وسلم نے یهودیوں کے هاں کا پکا هوا کهانا تناول فرمایا هی *

---

† فرمایا الله تعالی نے آج حلال کی گئیں تمهارے لیئے سب پاکیزه چیزیں اور کهانا اُن لوگوں کا جنکو کتاب دی گئی هی حلال هی تمهارے لیئے اور حلال هی اُنکے لیئے *

‡ اور ترمذی میں هاب سے روایت هی که پوچها میں نے نبی صلی الله علیه وسلم سے حکم طعام نصاری کا تو فرمایا که نه خلجان ڈالے تیرے سینه میں (یعنی دل میں) کوئی کهانا — کیا مشابه هوگیا تو نصرانی لوگوں کے ساتهه — اور کها هی ترمذی نے اور عمل هی اسی حدیث پر سب اهل علم کے نزدیک رخصت اور اجازت کهانے میں اهل کتاب کے *

§ اور عالمگیری فتاوی میں هی — نهیں اچهی مضائقه کهانے یهود اور نصاری کے سب قسم کے کهانے میں ذبیحه اور اسکے سوا *

|| کتاب فتح المنان میں هی که اچهی مضائقه نهیں هی مجوسی کے کهانے میں جو اچهی منع کیا هی وه اُنکا ذبیحه هی *

† في المشكوة عن جابر ان يهودية سمت شاة ثم اهدتها لرسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ رسول الله صلى‌الله عليه وسلم الذراع فاكل منها واكل رهط من اصحابه الى اخر الحديث رواه ابوداود والدارمي *

اور حلال چیز کو اگر ایک جگہہ بیٹھکر مسلمان اور مشرک بھي چہ جاے کہ اہل کتاب کھاویں تو وہ چیز حرام اور ناجائز نہیں ہوجاتي رسول خدا صلى‌الله عليه وسلم نے کافروں کو بھي اپنے ساتھہ بیٹھاکر کھلایا ہی *

‡ في مطالب المؤمنين روي ان النبي صلى‌الله عليه وسلم كان يا كل فاتاه كافر فقال آكل معك يا محمد فقال نعم الى اخر ماقال وسياتي ذكره *

اور حلال چیز کو اگر مسلمان اور اہل کتاب یا کوئي کافر ایک رکابي میں کھاویں یا ایک کا جھوٹا دوسرا کھاوے بشرطیکہ کھانے کے وقت اُنکا ہاتھہ یا مونہہ شراب یا اور کوئي حرام چیز میں الودہ نہو تو بھي اُس چیز کا کھانا حلال و جائز ہی کیونکہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں یہہ مسئلہ مسلم الثبوت ہی || کہ سورالانسان طاہر *

¶ سئل مولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوي رحمة الله عليه عن هذا فافتى بجوازه هذه‌العبارة مذكور في فتاواه *

وحكم طعام الكفار من‌المشركين والمواكلة معهم‌الانكريز على سفرتهم وفي اوانيهم ان كان مع ظهور مفكر كالخمر والخنزير و اوانى‌الذهب والفضة والتلطخ بالنجاسات كاحشاءالبقر وغيرها وزمزمةالمجوس حرام وان كانت الاوانية اللتي ياكل فيها المسلم خالية عن‌النجاسة لان ذلك مشاركة معهم في شعائرهم و ان خلا عن هذه المفاسد فهو مباح بشرط‌الطهارة انتهى *

---

† مشکوۃ میں جابر سے روایت ہی کہ ایک یہودي عورت نے بکري کے گوشت میں زہر ملایا اور یہود تحفہ بھیجا رسول خدا صلى‌الله عليه وسلم کے لیئے سر لیا حضرت نے اور اُس میں سے کھایا اور آپ کے چند اصحاب نے بھي کھایا - روایت کیا اس حدیث کو ابو داود اور دارمي نے *

‡ مطالب المومنین میں روایت ہی کہ نبي صلى‌الله عليه وسلم کھا رہے تھے کہ ایک کافر آیا اور کہا کہ میں ساتھہ آپ کے کھاوں اے محمد آپ نے فرمایا کہ ہاں *

|| جھوٹھا آدمي کا پاک ہی *

¶ پوچھا گیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوي سے رحمۃاللہ علیہ اسکا فتوی تو فتوی دیا اُسکے جائز ہونے کا کہ یہہ فتوی موجود ہی اُنکے فتاوی میں اور جو عبارت اُس فتوی کي ہی اُسکا ترجمہ یہہ ہی اور حکم طعام کفار مشرکین کا اور حکم کھانے کا ساتھہ انگریزوں کے دسترخوان پر اور اُنکے برتنوں میں یہہ

غرض کہ اہل کتاب کے ہاں کا کھانا کھانے میں اور اُنکے ساتھہ ایک جگہہ بیٹھکر کھانے میں کوئي محظور شرعي نہیں في نفسہ حلال و مباح ہی باقي رہا عدم جوازلغیرہ چنانچہ اب ہم اُن تمام شبہون کو جنکے سبب ہندوستان کے مسلمانان متشبہین بالہنود طعام اہل کتاب کو اور اُنکے ساتھہ مواکلت کو ناجائز بتاتے ہیں رفع کرتے ہیں † ومن اللہ التوفیق *

الشبہۃ الاولی بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ حال کے انگریز اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں اس لیئے کہ اس زمانہ کے انگریز اپني کتاب پر نہیں چلتے اور اُسکے حکموں کو نہیں مانتے تہیں خدا بتاتے ہیں اور جو اصلي کتابیں توریت و انجیل کي تہیں اُنکو بدل ڈالا ہی پھر یہہ لوگ کس طرح اہل کتاب ہوسکتے ہیں *

مگر یہہ سمجھہ صحیح نہیں ہی اسلیئے کہ یہہ بات ہر کوئي جانتا ہی کہ تمام قرآن مجید میں اول سے آخر تک اور تمام حدیثوں میں جہاں کہیں لفظ اہل کتاب کا آیا ہی اُس سے یہود اور نصاری مراد ہیں اور اس آیت میں بھي جو لفظ الذین اوتوالکتاب آیا ہی اُس میں بھي یہود و نصاری مراد ہیں چنانچہ بیضاوي میں لکھا ہی ‡ و یعم الذین اوتوا الکتاب الیہود والنصاری *

علاوہ اسکے بہت صاف بات ہی کہ حضرت موسی کي امت پر توریت اور حضرت عیسی کي امت پر انجیل اُتري تھي پھر جو لوگ اپنے تئیں حضرت موسی یا عیسی کي امت میں سمجھتے ہیں یا اُنکا تابع جانتے ہیں اور اپنے تئیں یہودي یا عیسائي کہتے ہیں گر اُنکے افعال اور عقائد کیسے ہي ہوں وہ اُنہیں میں داخل ہیں جن پر کتاب اوتري تھي جیسے کہ ہم مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر بتلاتا ہی اور وہ سب اپنے تئیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کي اُمت میں سمجھتے ہیں پس تمام فرقے اہل القران ہیں یعني اُن پر قرآن اوترا ہی اُن میں سے کسي فرقہ کو باوجود اسقدر اختلاف افعال و عقائد کے کوئي شخص یہہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اہل قرآن نہیں ہیں اسي

ہی کہ اگر ہووے ساتھہ ظہور کسي پراٹي کے مانند ہواب یا روٹي کے اور برتن سونے اور چاندي کے اور آلودگي کے ساتھہ نجاستوں کے جیسا کہ اوجھہ گاے وغیرہ کا اور زمزمہ مجوس کے تو حرام ہی اگرچہ ہووے وہ برتن کہ جس میں مسلمان کھاتا ہی خالي نجاست سے کیونکر یہہ شوشہ ہی اُنکے شعار میں اور اگر خالي ہووے اُن پراٹیوں سے تو مباح ہی بشرط پاک ہونے کے تمام ہرا نام اُنکا -

† اور اللہ سے ہی توفیق -

‡ اور عام ہیں وہ لوگ جنکو کتاب دي گئي اور وہ یہود اور نصاری ہیں -

طرح تمام یہود و نصاری کو اُنکے افعال اور عقائد کیسے ہی ہوں اہل کتاب ہونے سے خارج نہیں ہوسکتے *

علاوہ اسکے ایک اَور بات غور کرنے کی اور سمجھنے کی ہی کہ خدا تعالی قرآن مجید میں یہود اور نصاری دونوں کا ذکر فرماتا ہی اور جسقدر عیب اور برائیاں کہ حال کے یہود نصاری میں اب موجود ہیں وہ سب بیان فرمائی ہیں *

چنانچہ یہودیوں کی نسبت فرمایا ہی † وقالت الیہود عزیر ابن اللہ *

اور یہود و نصاری کے حق میں درباب تحریف کے فرمایا کہ ‡ یحرفون الکلم عن مواضعہ اور یہہ بھی فرمایا کہ § فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا *

اور نصاری کے حق میں درباب اُن کے اعتقاد تثلیث کے حضرت عیسی کو خطاب کرکر فرمایا || یا عیسی ابن مریم ا انت قلت للناس اتخذونی و اُمی الہین من دون اللہ قال سبحانک مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدواللہ ربی و ربکم و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شئی شہید ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم *

---

† اور کہا یہود نے مزیر بیٹا ہی اللہ کا —

‡ پھیرتے ہیں کلموں کو اُن کی جگہہ سے —

§ سو خرابی ہی اُن کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھہ سے پھر کہتے ہیں یہہ اللہ کے پاس سے ہی کہ لیویں اُس پر مول تھوڑا —

|| اے عیسی مریم کے بیٹے تونے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو دو معبود سوائے اللہ کے بولا تو پاک ہی مجھکو نہیں لایق تھا کہ رکھوں جو مجھے کہنا نہ تھا اگر میں نے یہہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا تو جانتا ہی میرے جی کی اور میں نہیں جانتا تیرے جی کی تو ہی جاننا ہی چھپی بات میں نے نہیں کہا اُن کو مگر جو تونے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہی میرا اور تمہارا اور میں اُن پے خبردار تھا جب تک اُن میں رہا پھر جب تونے مجھے لے لیا تو تو ہی خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز پے خبردار ہی اگر تو اُن کو عذاب کرے تو بندے تیرے ہیں اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا —

اور اُسي باب میں ایک جگہہ یہہ فرمایا † لقد کفرالذین قالوا ان‌الله ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد و ان لم ینتهوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منهم عذاب الیم *

اور اسي باب میں ایک اور جگہہ اس طرح پر فرمایا ‡ یا اهل الکتب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الاالحق انماالمسیح عیسی ابن مریم رسول‌الله وکلمته القها الی مریم و روح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثة انتهوا خیرالکم انما الله اله واحد سبحنه أن‌یکون له ولد له ما في السموات وما فی‌الارض وکفی بالله وکیلا *

اور نصاری کے حق میں حضرت عیسی کو خدا کہنے کي نسبت خدا تعالی نے یہہ فرمایا § لقد کفرالذین قالوا ان الله هوالمسیح ابن مریم و قال المسیح یا بني اسرائیل اعبدوا ربي و ربکم *

اور اُن کے شراب پینے اور سوئر کھانے کا ذکر بہت سي حدیثوں میں موجود هی چنانچہ ابو داؤد میں جو حدیث آئیہ اهل کتاب کي هی اُسمیں هی || هم یشربون الخمر و یطبخون في آنیتهم الخنزیر *

غرض کہ جو جو کچھہ افعال و عقاید زمانہ حال کے نصاری کے هیں وہ سب اُسوقت کے نصاری کے بھي تھے اور باوجود ان سب باتوں کے الله تعالی نے اُن کو اهل کتاب فرمایا هی علی‌الخصوص اس اخیر آیت میں اُن کے اعتقاد تثلیث کا ذکر کیا هی اور اسپر بھي اُن کو اهل کتاب کہکر مخاطب کیا هی پس زمانہ حال کے نصاری باوجود ان تمام افعال اور عقاید کے جو وہ رکھتے هیں اهل کتاب میں داخل هیں بلکہ زمانہ حال کے بعض فرقے نصاری کے

---

† بیشک کافر هوئے جنھوں نے کہا الله هی تین میں کا ایک اور بندگي کسي کو نہیں هی مگر ایک معبود کو اور اگر نہ چھوڑینگے جو بات کہتے هیں البتہ جو اُن میں منکر هیں پاوینگے دکھہ کي مار *

‡ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کي بات میں اور مت بولو الله کے حق میں مگر بات تحقیق کي مسیح جو هی عیسی مریم کا بیٹا رسول هی الله کا اور اُس کا کلام جو ڈال دیا مریم کي طرف اور روح هی اُس کے هاں کي سو مانو الله کو اور اُس کے رسولوں کو اور نہ بتاؤ اُس کو تین یہہ بات چھوڑو کہ بھلا هو تمہارا الله جو هی سو ایک معبود هی اس لایق نہیں کہ اُس کے اولاد هو اُسي کا هی جو کچھہ آسمان و زمین میں هی اور الله بس هی کام بنانے والا *

§ بیشک کافر هوئے جنھوں نے کہا کہ الله وهي هی مسیح مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا هی کہ اے بني اسرائیل بندگي کرو الله کي جو رب هی میرا اور تمہارا *

|| وے لوگ پیتے هیں شراب اور پکاتے هیں اپنے پوتنوں میں سوئر

جیسے پروٹسٹنٹ اُس زمانہ کے نصاری سے بہت اچھے ہیں اُس زمانہ کے اکثر نصاری رومن کیتھلک تھے صلیب کو اور حضرت عیسی علیہ السلام کی مورت کو پوجتے تھے پروٹسٹنٹ ایسا نہیں کرتے اور بعض فرقے عیسائیوں کے اب ایسے ہیں جو موحد ہیں اور وہ فرقہ جو یونی ٹیرین کے نام سے مشہور ہی اور جو ایک خدا مانتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام کو نبی بتاتا ہی اُن کے عقاید میں اور مسلمانوں کے عقاید میں نسبت نبوت حضرت عیسی علیہ السلام کے ذرا فرق نہیں ہی *

علاوہ اس کے ہمارے ہاں کے فقہا نے اُنہیں نصاری کے ذبیحہ کو حلال بتلایا ہی جو تثلیث کے قائل ہیں اور صاف اس کی تصریح کردی ہی کہ اگر نصاری وقت ذبح کے بتصریح کہیں † بسم اللہ الذي ثالث ثلثة تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا ورنہ حلال چنانچہ فتاوی عالمگیری کی کتاب الذبایح میں لکھا ہی ‡ الا اذا نص فقال بسم الله الذي هو ثالث ثلثة فلا يحل و اما اذا سمع منه انه يسمي المسيح عليه السلام وحده او سمي الله سبحانه و سمي المسيح لا يا كل ذبيحته پس اگر بسبب عقیدہ تثلیث کے نصاری مشرکوں میں داخل ہوتے تو کیونکر اُنکا ذبیحہ حلال ہوتا *

الشبهة الثانية طعام کے لفظ میں گوشت اور ذبیحہ کیونکر داخل ہی *

بلاشبہہ داخل ہی اس لیئے کہ طعام کے معنی لغت میں کھانوں کے اور تمام کھانے کی چیزوں کے ہیں گوشت ہو یا غلہ ہو مگر اہل کتاب کے غلہ میں اور اُن کے پاس جو گوشت ہو اُس کے حلال ہونے میں تو کچھہ شبہہ تھا ہی نہیں بلکہ اگر شبہہ تھا تو اس بات میں شبہہ تھا کہ جس حلال جانور کو اہل کتاب نے مزکی کیا ہو اُس کا گوشت بھی حلال ہی یا نہیں اور آیت § وطعام الذین اوتوالکتاب اُسی کی حلت کے لیئے نازل ہوئی تھی اسلیئے تمام مفسرین نے طعام کے معنی اہل کتاب کا ذبائح اور تمام کھانے کی چیزیں لیئے ہیں *

چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہی || و طعام الذین اوتوالکتاب قیل هو ذبائحهم و قیل جمیع مطاعمهم ویستوي في ذلک جمیع النصاری *

---

† ساتھہ نام اُس اللہ کے کہ وہ تیسرا ہی تین میں کا —

‡ مگر جب ظاہر کیا پس تنہا ذبح ہی بنام اُس اللہ کے کہ وہ تیسرا ہی تین میں کا تو نہیں حلال ہی پر جبکہ سنا جاوے کہ اُسنے صرف مسیح علیہ السلام کا نام لیا یا اللہ سبحانہ اور مسیح کا نام لیا تو نہ کھایا جاوے ذبیحہ اُسکا —

§ اور کھانا اُنکا جو دیئے گئے ہیں کتاب —

|| اور کھانا اُن لوگوں کا جنکو دی گئی کتاب کیا ہی کہ وہ (یعنی کھانا) ذبایح اُن کا ہی اور کہا گیا ہی تمام کھانے اُن کے اور پراپر ہیں اس حکم میں سب نصاری —

اور تفسیر نیشاپوری میں ہی † و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم الاکثرون علی ان المراد بالطعام الذبائح لان ماقبل الایة في بیان الصید والذبائح ولان ماسوی الصید والذبائح محلله قبل ان کانت لاهل الکتاب و بعدان صارت لهم فلاتبقی لتخصیصها لاهل الکتاب فایدة وعن بعض ائمة السر به ان المراد هوالخبز والفاکهة و مالایحتاج منه الی الزکوة و قول انه جمع المطعومات *

اور تفسیر بیضاوي میں ہی ‡ وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم یتناول الذبائح وغیرها *

اور تفسیر معالم التنزیل میں ہی § و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم یرید ذبائح الیهود والنصاری *

غرض کہ طعام کے لفظ میں ذبائح اور وہ گوشت جو زکاۃ سے حاصل ہوا ہو اور ہر قسم کا کھانا داخل ہی *

الشبهة الثالثة بعض لوگ ذبیحہ میں شبہہ کرتے ہیں اور یہہ بات کہتے ہیں کہ ذبح سے جانور اُس وقت حلال ہوتا ہی جس وقت کہ اُسیطرحپر ذبح کیا جائے کہ جسطور مسلمان کے ہاں ذبح ہوتا ہی اور انگریزوں کے ہاں جو گوشت ہوتا ہی یہہ بات معلوم نہیں ہوتي ہی کہ اُس کو ذبح بھي کیا ہی یا نہیں کیونکہ اکثر انگریز جانور کو بغیر ذبح کیئے ہوئے گردن مروڑ کر یا سر توڑ کر مار ڈالتے ہیں اور اگر ذبح کیا ہو تو یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کو موافق قاعدہ مسلمانوں کے ذبح کیا ہی یا نہیں اور اگر موافق قاعدہ مسلمانوں کے بھي ذبح کیا ہو تو کسي اہل کتاب نے ذبح کیا ہی یا نہیں کیونکہ انگریزوں کے ہاں اس بات کي بھي کچھہ احتیاط نہیں کہ جانور کو اہل کتاب ہي مارے *

---

† اور کھانا اُن کا جنکو دي گئي ہی کتاب حلال ہی واسطے تمہارے اکثر علما اسپر متفق ہیں کہ مراد طعام سے ذبائح ہی اسلیئے کہ وہ آیت جو اس آیت سے پہلے ہی پیچ بیان شکار کے اور ذبائح کے ہی اور اسلیئے کہ سب چیزیں سواے شکار اور ذبائح کے حلال کي گئي ہیں پہلے اس کے کہ ہوویں وہ اہل کتاب کي اور بعد اس کے کہ ہوگئیں واسطے اُن کے پس تہ باقي رہا واسطے خاص کرنے اُن کے اہل کتاب کے لیئے کچھہ فایدہ اور بعض ایمہ سے روایت ہی کہ سوا اسمیں یہہ ہی کہ مراد طعام سے صرف روٹي اور میوہ اور وہ چیز ہی کہ حاجت اُن کے ذبح کي نہیں ہی اور یہہ بھي کہا گیا ہی کہ مراد طعام سے سب کھانے کي چیزیں ہیں —

‡ اور کھانا اُن لوگوں کا کہ جنکو دي گئي کتاب حلال ہی تمہارے لیئے حاصل ہی ذبائح اور غیر ذبائح کو —

§ اور کھانا اُن لوگوں کا جنکو دي گئي کتاب حلال ہی تمہارے لیئے مراد ہی ذبائح یہود اور نصاری ہے —

اس شبہہ کا جواب ہم کئی صورت سے دیتے ہیں اول تو یہہ صورت ہی کہ ہندوستان میں اس شبہہ کو پیش کرنا بیجا ہی اس لیئے کہ وہی قصائی اور وہی ذباح جو ہمارے کھانے کے لیئے جانور ذبح کرتے ہیں وہی انگریزوں کے ہاں ذبح کیا ہوا گوشت دیتے ہیں اور اگر یہہ نہو تو بھی اس قسم کا شبہہ کرنا توہمات میں داخل ہی کیونکہ طعام اہل کتاب کا بنص صریح خدا تعالے نے ہمیں حلال کردیا ہی اور یہہ بات کہ وہ ذبح ہوا ہی یا نہیں امر مشتبہہ ہی اور اصول کا مسئلہ ہی کہ یقین شبہہ سے زائل نہیں ہوتا *

علاوہ اسکے ابوداؤد میں † باب اللحم لایدری اذکر اسم‌الله علیه ام لا حضرت عایشہ سے یہہ حدیث مذکور ہی ‡ انهم قالوا یا رسول الله ان قوما حدیث عهد بجاهلیة یا تونذا بلحمان لاندري اذکروا اسم‌الله علیها ام لم یذکروا اناکل منها فقال رسول‌الله صلی الله علیه وسلم سموا الله وکلوا *

اگرچہ یہہ حدیث تو مسلموں کے باب میں ہی لیکن جبکہ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا گوشت کھانا ایسا ہی درست ہی جیسا کہ مسلمان کا تو اُسوقت اس بات کے نہ معلوم ہونے سے کہ آیا بموجب قاعدے کے ذبح ہوا ہی یا نہیں اُسکا کھانا ناجائز نہیں ہی *

§ فی‌العالمگیري لا باس بطعام الیهود والنصاری کله من الذبائح وغیرها و فیه انما توکل ذبیحة الکتابي اذا لم یشهد ذبیحته ولم یسمع منه شیء او شهد وسمع منه تسمیة‌الله تعالی وحده لانه اذا لم یسمع منه شیئا یحمل علی انه قد سمی‌الله تعالی تحسینا للظن به کما بالمسلم انتهی *

دوسري صورت یہہ ہی کہ اہل کتاب کا ذبیحہ ہمارے لیئے خدا تعالی نے حلال کیا ہی پس جس طرح کہ اُنکے نزدیک اور اُن کے مذہب میں جانور کي زکاۃ درست ہی وہي اُنکا ذبیحہ ہی اور اُسکا کھانا ہم مسلمانوں کو حلال ہی یہاں تک کہ اگر اہل کتاب کسي

---

† باب اُس گوشت کا کہ معلوم نہو کہ اُسپر نام خدا ذکر ہوا ہی یا نہیں —

‡ اُنہوں نے کہا یا رسول الله جو لوگ کہ نئے عہد والے ہیں ساتھہ جاہلیت کے (یعني ابھي مسلمان ہوئے ہیں) لاتے ہیں گوشت ہم نہیں جانتے ہیں کہ اُس پر الله کا نام اُنہوں نے لیا ہی یا نہیں ایا کھائیں ہم وہ گوشت تو فرمایا رسول‌الله صلی‌الله‌علیه وسلم نے اُسپر نام‌الله کا لو اور کھاو —

§ عالمگیري میں ہی کچھہ مخالفت نہیں طعام میں یہود اور نصاری کے سب قسم کے کھانے میں ذبائح یا غیر ذبائح اور عالمگیري میں ہی کھایا جاوے ذبیحہ کتابي کا اُس وقت بھي کہ نہ موجود ہوں اُس کے ذبح کے وقت اور نہ سنا ہو اُس سے کچھہ یا موجود ہوں اُسوقت اور سنا گیا ہو اُس سے نام ایشا الله ہي کا کیونکہ جب نہ سنا گیا ہو اُس سے کچھہ تو حمل کرینگے کہ اس نے بیشک الله کا نام لیا بسبب حسن ظن کے ساتھہ اُس کتابي کے جیسا کہ مسلمان کے ساتھہ چاہیئے —

جانور کي گردن توڑکر ماردالنا یا سر پہاڑ کر ماردالنا زکاۃ سمجھتے ہوں تو ہم مسلمانوں کو اُسي کا کہانا درست ہی *

سب سے اول اور بہت بڑي سند اسبات کے لیئے ابو داود کي حدیث ہی باب ذبایح اہل کتاب میں اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی † قال فکلوامما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ فلسخ واستثنی من ذالک فقال طعام الذین اوتو الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ اہل کتاب کے ذبح میں موافقت ہمارے قواعد ذبح کي شرط نہیں ہی *

دوسري یہہ دلیل ہی کہ جو احکام حلال و حرام کے ہمارے مذہب میں ہیں اہل کتاب اُن کے مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ صرف ایمان لانے کے مکلف ہیں پس جبکہ اہل کتاب کا ذبیحہ خدا تعالے نے ہمکو حلال کردیا ہی تو اُس میں یہہ شرط کسي طرح نہیں لگ سکتي کہ جس طرح ذبح کا حکم مسلمانوں کے لیئے ہی اُسیطرح وہ بھي ذبح کیا کریں یہاں تک کہ بعضي روایتوں میں آیا ہی کہ اہل کتاب حضرت مسیح کا نام لیکر ذبح کریں تو بھي اُس کا کہانا درست ہی *

‡ فی المعالم ولو ذبح یھودي اونصراني علی اسم غیر اللہ کالنصراني یذبح باسم المسیح فاختلفوا فیہ قال ابن عمر لایحل وھو قول ربیعۃ وذھب اکثر اھل العلم أنہ یحل وھو قول الشعبي وعطاء والزھري ومکحول سئل الشعبي والعطاء عن النصراني یذبح باسم المسیح قالا یحل فان اللہ تعالی قد احل ذبائحھم وھو یعلم مایقولون وقال الحسن اذا ذبح الیھودي اوالنصراني فذکراسم غیر اللہ و انت تسمع فلا تاکلہ فاذا غاب عنک فکل فقد احل اللہ ذالک

---

† کہا اللہ تعالی نے پس کہاؤ تم اُس جانور کو کہ ذکر ہوا اُس پر نام اللہ کا اور نہ کہاو وہ کہ اُس پر نہیں ذکر ہی اللہ کا سو مذموم کیا اُسکو اللہ نے اور استثنا کیا اُس میں سے تو فرمایا اللہ نے کھانا اُن لوگوں کا کہ جنکو دي گئي کتاب حلال ہی تمہارے لیئے اور کھانا تمہارا حلال ہی اُن کے لیئے *

‡ معالم میں ہی اور اگر ذبح کیا یہودي یا نصراني نے بنام غیر خدا مثلاً نصراني ذبح کرے بانہہ نام مسیح کے تو اختلاف ہی اس میں امام ابن عمر نے کہا کہ حلال نہیں اور یہہ ہي ہی قول ربیعہ کا اور گئے ہیں اکثر علما اسطرف کہ حلال ہی اور یہہ قول ہی شعبي اور عطاء اور زھري اور مکحول کا سوال کیا گیا شعبی اور عطاء سے کہ ایک نصراني جو ذبح کرے بنام مسیح علیہ السلام کے اُسکا کیا حکم ہی اُنھوں نے کہا کہ حلال ہی کیونکہ حلال کردیئے اللہ تعالی نے اُن کے ذبیحہ اور اللہ خوب جانتا ہی کہ نصراني ذبح کے وقت کیا کہا کرتے ہیں * اور حسن بصري نے کہا کہ جب یہودي یا نصراني ذبح کرے اور نام لیوے غیر خدا کا اور تو سن لیوے تو نہ کہا تو اُسکو اور اگر تیرے سامنے ذبح نہو تو کہاؤ پے شک اللہ نے یہہ کہانا حلال کیا ہی *

مگر همارا عمل ایک وجهه خاص سے اس روایت پر نهیں هی اور نه اسپر هم عمل کرنیکي اجازت دیتے هیں اور نه اس پر زیادہ بحث کرنیکي ضرورت سمجهتے هیں کیونکه کوئي انگریز کسي ملک میں کسي جانور کو باسم المسیح ذبح نهیں کرتا *

تیسرے یهه که اگرچه حنفي مذهب کي کتابوں میں اس مسئله کي زیادہ تفصیل نهیں هی الا مالکي مذهب کي کتابوں میں بهت تفصیل هی جو اس مقام پر لکهي جاتي هی *

تفسیر احکام ابن العربي میں تحت تفسیر آیت † وطعام الذین أوتوا الکتاب میں لکها هی ‡ سئلت عن النصراني یقتل عندہ الدجاجة ثم یطبخها هل تو کل معه أو تؤ خذ منه طعاما فقلت توکل لانها طعامه وقد اجتازہ رهبانه وان لم تکن هذه زکواة عندنا ولاکن الله اباح طعامهم مطلقاً وکلما رائیناه حلالاً لهم بمائدتهم فهو حلال لنا الا ما ورد نص في خرصته انتها کلامه باختصارہ *

اسکے سوا معیار میں لکها هی § سئل یعني ابو عبدالله العجار عما ذکرہ ابن العربي عند قول الله تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اذا سئل عن النصراني یسل عنق الدجاجة ثم یطبخها هل تؤکل معه اوتوخذ منه طعاما فقال تؤکل لانها طعامه وهل ذالک قول في المدونة یجوز الفتوی به ام لا وهل یجوز للانسان في خاصة نفسه ان یعتمدہ ویعمل

---

† اور کهانا اُن کا جنکو دي گئي هی کتاب —

‡ پوچها گیا مجهسے که نصراني جو قتل کرے مرغی اور پکائے اُسکو تو آیا کهائي جاوے ساتهه اُس نصراني کے یا لیا جاوے اُس میں سے کچهه کهانے کے لیئے تو میں نے کها که کهائي جاوے کیونکه وہ کهانا هی نصراني کا اور جایز کیا هی اُسکو علما نے اگرچه نهیں هی یهه ذبح همارے یهاں مگر الله نے مباح کردیا هی اُن کا کهانا مطلقا اور جو کهانا که دیکهیں هم اُن کے سے حلال اُن کے دسترخوان پر تو وہ حلال هی همارے لیئے الا وہ کهانا که وارد هوا هی صریح حکم اُسکي حرمة کما تمام هوا کلام اُسکا بالاختصار —

§ پوچها گیا ابو عبدالله العجار سے وہ مسئله که ذکر کیا هی اُسکا ابن العربي نے پاس قول الله تعالی کے اور کها تا اُنکا جنکو دي گئي هی کتاب حلال هی تمهارے لیئے جب که سوال هوا اُن سے بابت اُس نصراني کے که ارقهارلیوے گ ردے مرغي کي اور پکاوے اُسکو تو کهائي جاوے وہ مرغي ساتهه اُس نصراني کے یا لیا جاوے اُس میں سے کچهه کهانے کو تو کها ابن العربي نے که کهائي جاوے کیونکه وہ کهانا هی نصراني کا اور کیا یهه هي حکم هی کتابوں میں فتوی دینا اسپر جایز هی یا نهیں اور کیا جایز هی انسان کو که خاص اپنے لیئے اسپر اعتماد کرے

به ام لاوتال بعد ذالک کلما یرونه حلالا في دینهم فهو حلال لنا الا ما ورد نص في حرمته فاجاب وتفنی علی السوال في مسئلة فک النصراني رقبة الدجاجة هل یاکلها المسلم معه اویاً خذ ها منه طعاما فافتی القاضی بن العربي بجواز ذالک ولم تزل الطلبة والشیوخ تستشکلها ولا اشکال فیها عند صاحب الشامل لان الله تعالی اباح لنا طعامهم الذي یستحلونه فی دینهم علی الوجه الذي شرع ولا یشترط ان تکون زکوتهم موافقة لزکاتنا في ذالک الحیوان المزکی ولا یستثنی الا ما حرم الله علینا علی الخصوص کالخنزیر وان کان من طعامهم و یستحلونه بالزکوة اللتي یستحلون بها بهیمة الانعام و کالمیتة و اما مالم یحرم علینا علی الخصوص فهو مباح لنا کسائر اطعمتهم و کلما یفتقر الی الزکوة من الحیوانات فاذا زکاة علی مقتضی دینهم أحل لنا اکله ولا یشترط في ذالک موا فقة زکوتنا لزکوتهم و ذلک رخصة من الله تعالی و تیسیر علینا فاذا کانت الزکوة مختلفة في شرعنا فتکون ذبحا في بعض الحیوانات و نحرا فی بعض و عقرا في بعض و قطع عضوالراس و شبهه کما هي زکوة افراد

اور عمل کرے اور کہا ہی ابن العربي نے بعد اس قول کے سب چیزیں کہ حلال جانتے ہیں وہ شرع اپنے دین میں حلال ہیں ہمکو سوائے اُسکے کہ حکم آیا ہی اُسکے حرام ہونیکا - تو جواب دیا ابو عبدالله العجار نے کہ واقف ہوا میں اس سوال سے بیچ مسئلہ توڑ ڈالنے نصراني کے مرغي کي کہ کہاوے مسلمان وہ مرغي ساتھہ اُس نصراني کے یا لیوے اُس میں سے کچھہ کھانے کو سو فتوی دیچکے ہیں قاضي ابن العربي اس کے جواز کا اور طالب علم اور مشایخ ہمیشہ اس کے اشکال میں رہتے ہیں اور حال یہہ ہی کہ کچھہ شبہہ نہیں ہی نزدیک صاحب شامل کے اسلیئے کہ اللہ تعالی نے مباح فرمایا ہمارے لیئے اُن کا سب کھانا کہ جسکو حلال جانتے ہوں وہ لوگ اپنے دین میں جسطرحپر کہ اُن کے دین میں حکم شرع ہی اور نہیں ہی یہہ شرط کہ ذبح اُن کا ہمارے ذبح کے موافق ہو اُس حیوان حلال کے ہونے میں اور اُن کا کوئي کھانا اس حکم سے مستثنی نہیں ہی سوائے اُن چیزوں کے کہ خاص ہم پر اللہ نے حرام کي ہیں مثلا سوئر اگرچہ ہی اُن کا کھانا اور حلال کرتے ہیں اُس کو ساتھہ اپنے ذبح کے کہ جس سے حلال کرتے ہیں چوپاؤں کو اور مثلہ مردار مکروہ چیزیں کہ حرام نہیں خاص ہم پر مباح ہیں ہم کو جیسیکہ سب کھانے اُن کے ہمکو حلال ہیں اور جتنے جانوار کہ حاجت اُن کے ذبح کي ہوتي ہی جب ذبح کریں اُس کو موافق اپنے دین کے تو حلال ہی ہم کو اُس کا کھانا اور نہیں شرط ہی اس میں کہ اُن کا ذبح موافق ہو ہمارے ذبح کے اور یہہ اجازت ہی اللہ تعالی کي طرف سے اور آسانی ہی ہم پر - پس جیسیکہ ہی ذبح ہماري شریعت میں مختلف قسم پر کہ بعض حیوان کا ذبح ہی یعني گلہ کاٹنا اور بعض کا نحر یعني سینہ کاٹنا اور بعض کا عقر یعني زخمي کرنا اور بعض کا سر وغیرہ اعضا کا کاٹنا جیسیکہ ذبح افراد کي ہی —

او وضعا في ماء حار و ذلک في الحازون فاذا کان الاختلاف موجودا بالنسبة الی الحیوانات في شرعنا فکذلک قد یکون في شرع غیر ملتنا سل عنق الحیوان علی وجه الزکوة فاذا فعل الکتابي ذلک اکلنا طعامه کما اذن لنا ربنا سبحانه ولا یلزمنا ان نبحث علی شر یعتهم في ذلک بل اذا رایتا ذوي دیانهم یستحلون ذلک اکلنا قال القاضي لانها طعام احبارهم و رهبانهم الی ان قال و اما قولکم هل ذلک قول في المذهب و هل یجوز الفتوی به ام لا فهو کلام منکر مشکل لان ظاهره ان ما یفتي به من تعا علی من المسلمین ذلک ولاخلاف ان المسلم اذا سل عنق الدجاجة او غیرها انها میتة و انما کلم القاضي اذا کان المسلم مع کتابي فعل الکتابي هل یا کل المسلم ذلک الطعام ام لا فقال القاضي یجوز للمسلم اکله لان المسلم لا یفعل ذلک بحیوان فقولکم هل ذلک قول في المذهب و هل یجوز الفتوی به کلام غیر متحصل بل اهل المذهب کلهم یقولون و یفتون ان کل طعام اهل الکتاب حلال لنا الا ما خصص من ذلک کما تقدم فهذه المسئلة مما لا یختلف فیها ولا یتوقف علی الفتوی بها ان ما وقع استشکال

یا ذالنا گرم پانی میں اور یہہ اُس کیڑے میں ہوتا ہی کہ چراگاہ شتر اور دریاے شور میں پیدا ہوتا ہی پس جبکہ اختلاف ذبح یہ نسبت حیوانات کے ہمارے شریعت میں ہوتا ہی تو ایسا ہی ہوسکتا ہی کہ ہمارے اختلاف ذبح اور شریعت میں بھی تورتی گئی گردن کسی جاندار کی واسطے ذبح کرنے اُس کے کے سو اگر کتابی نے یہہ کیا ہی تو ہم کھائینگے یہہ کھانا اُس کا کیونکہ اجازت دی ہمکو ہمارے رب سبحانہ نے اور لازم نہیں ہی ہمکو کہ بحث کریں اُن کی شریعت پر اسباب میں بلکہ جب دیکھیں ہم کہ اُن کے دیندار ارک حلال جانتے ہیں اسکو تو کھائیں ہم وہ کہا ہی قاضی نے اس لیئے کہ یہہ کھانا اُن کے عالموں اور اُن کے پرہیزگاروں کا ہی ۔ یہانتک کہ فرمایا قاضی نے کہ اور یہہ کہنا تمہارا کہ کیا یہہ قول ہی مذہب میں اور کیا اس پر فتوی جایز ہی یا نہیں ایک بات نہایت ناپسند اور بیہودہ انداز ہی اس واسطے کہ ظاہر قول قاضی کا یہہ ہی کہ وہ یہہ فتوی دیتے ہیں اُس کو کہ آمد و رفت کرے اور معاملہ رکھے اُس کے ساتھہ مسلمانوں میں سے اسکا — اور اس میں کچھہ خلاف نہیں ہی کہ مسلمان تورنے والے اگر گردن مرغی کی یا کسی اور جانور کی تو بے شک وہ مردار ہی — اور کلام قاضی کا صرف اُس میں ہی کہ جب مسلمان ہو کتابی کے ساتھہ اور اُس کتابی نے یہہ کیا تو وہ مسلمان بھی یہہ کھانا کھاوے یا نہیں تو قاضی نے فرمایا کہ جایز ہی مسلمان کو اُس کا کھانا کیونکہ مسلمان یہہ کام نہیں کرتا ہی کسی جاندار کے ساتھہ سو یہہ کہنا تمہارا کہ یہہ قول مذہب میں ہی اور اس کے ساتھہ فتوی بھی ہی ایک بات لا حاصل ہی بلکہ سب اہل مذہب کہتے ہیں اور فتوی دیتے ہیں کہ کھانا اہل کتاب کا ہم کو حلال ہی سوا اس کے کہ خاص ہی اس میں سے جیساکہ اُوپر گذرا — سو یہہ مسئلہ ایسا ہی کہ اُسمیں کچھہ اختلاف نہیں اور کچھہ توقف اس فتوے کے دینے میں نہیں ہوسکتا ہی اس سے کہ واقع ہووے اشتباہ —

کلم القاضي ولااشکال فیه اذا تامل فیه علی الوجه الذي تقرر انتهی نقل صاحب المعیار باختصارہ *

اور یہہ بات مقفع ہوچکي ہی کہ اگر کوئي شخص مقلد کسي ایک امام کا ائمہ اربعہ میں سے کسي ایک خاص مسئلہ میں کسي دوسرے امام کي تقلید کرلے تو ناجایز نہیں ہی خصوصا ایسي صورت میں کہ اُس کي نص صریح اُس کے مذہب میں موجود نہو پس ایسي روایت پر مذاہب اربعہ کے مقلد عمل کرسکتے ہیں *

تیسري صورت یہہ ہی کہ جو گزشت ہمارے سامنے آیا ہی نہ تو معلوم ہی کہ اُسکو کسي مسلمان نے ذبح کیا ہی اور نہ یہہ معلوم کہ اُسکو کسي کتابي نے مطابق اپنے طریقہ کے مزکی کیا ہی اور نہ یہہ معلوم ہی کہ اُسکو کسي مشرک نے مارا ہی کیونکہ انگریزوں کو مشرک کے مارے ہوئے جانور کے کھانے میں بھي کچھہ پرہیز نہیں ہی اور ہندوستان میں اسبات کا زیادہ تر شبہہ اسلیئے ہوتا ہی کہ انگریزوں کے ہاں چمارتک باورچي اور خدمتگار ہوتے ہیں پس کیا تعجب ہی کہ کسي مشرک نے اُسکو مارا ہو *

اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ درحقیقت اس میں کچھہ شک نہیں ہی کہ مشرک کا مارا ہوا حرام ہی مگر اس شبہہ پر جو بیان کیا گیا عمل کرنے کے دو طریق ہیں ایک بموجب فتوی کے اور ایک بطریق احتیاط کے عمل اوپر فتوی کے یہہ ہی کہ جب طعام اہل کتاب کا ہمارے سامنے آیا ہی جسکو بنص صریح خدا تعالی نے حلال کردیا ہی تو ہمکو اسبات کي تفتیش کي کہ کس نے ذبح کیا اور کیونکر ذبح ہوا ہی کچھہ حاجت نہیں اور جبتک کہ ہمکو ثابت نہوجاوے کہ وہ مشرک کا مارا ہوا ہی اُسوقت تک اُسکے کھانے سے انکار کرنے کي یا اُسکے کھانے کو ناجائز سمجھنے کي کوئي وجہہ نہیں ‡ تحسینا للظن به کما بالمسلم کما ذکرنا انفا من العالمگیري لیکن جب معلوم ہوجائیگا کہ مشرک کا مارا ہوا ہی تو البتہ اُسوقت اُسکا کھانا ممنوع اور حرام ہی اور طریقہ احتیاط کا یہہ ہی کہ اگر ایسا شبہہ یا وہم دل میں آوے تو دریافت کرلیں اگر درحقیقت مشرک نے قتل کیا ہو نکھاویں مگر اس شبہہ خاص سے عموما طعام اہل کتاب کیوں ناجائز ہوگا *

چوتھي صورت یہہ ہی کہ ہم بلا کسي بحث کے نسبت ذبایح اہل کتاب کے یہہ بات فرض کرلیں کہ تمام ذبایح بجز اس صورت کے کہ اُسکو مسلمان نے ذبح کیا ہو یا اہل کتاب

علم قبضي میں اور حال یہہ ہی کہ کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا ہی اُسمیں جبکہ تامل کرے تمہیں ظاہر ثابت ہوا تمام ہوئي نقل صاحب معیار کي باالاختصار =

‡ بسبب حسن ظن کے ساتھہ کتابي کے جیسا کہ حسن ظن ساتھہ مسلمان کے ہی چنانچہ ذکر کیا ہمنے اپني عالمگیري میں سے =

نے مسلمانوں کے قواعد ذبح کے موافق ذبح کیا ہو حرام اور ناجائز ہوں تو بھی صرف اُسی گوشت کا کھانا ناجائز ہوگا جو اس طرح کے ذبح سے حاصل ہوا ہی نہ اُسکا جو مسلمان یا اہل کتاب مسلمانوں کے قاعدہ کے موافق ذبح سے حاصل ہوا ہو اور نہ اُن چیزوں کا جن میں ذبح ہوتا ہی نہیں مثلاً مچھلی روٹی چانول انڈا شوربی وغیرہ پس صرف گوشت کی نسبت ہر شخص دریافت کرسکتا ہی کہ کس طرح حاصل ہوا ہی اُسکو نکھارے *

یہی طریق ہم مسلمانوں میں بھی جاری ہی جب کوئی شیعہ ہمارے دسترخوان پر آتا ہی اور ہمارے ہاں مچھلی پکی ہوئی طیار ہی تو وہ پوچھتا ہی کہ یہہ فلس‌دار ہی یا بے فلس اگر بے فلس مچھلی ہووے تو وہ نہیں کھاتا کہ اُسکے مذہب میں بے فلس کی مچھلی کھانا منع ہی پس اگر ہمکو بہت احتیاط ہو تو یہی طریقہ ہمکو اہل کتاب کے ساتھہ برتنا چاہیئے *

الشبہۃ الرابعۃ انگریزوں کے ہاں کھانا پکانے والے چمار تک ہوتے ہوں تو اُنکا پکایا ہوا کھانا کس طرح جائز ہوسکتا ہی *

یہہ شبہہ ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کے ہاں کا پکا ہوا کھانا ہو اور انگریز شریک ہوں یا انگریزوں کے ہاں کا کھانا پکانے والے مسلمان ہوں نہیں ہوسکتا باقی رہی یہہ بات کہ کھانا پکانے والا انگریز یا کوئی اور ہو مشرکین میں سے اگر انگریز ہی تو وہ اہل کتاب ہی جسکے پکائے ہوئے کھانے میں کچھہ محظور شرعی نہیں ہی اور اگر وہ مشرک ہی تو بموجب مذہب اہل‌السنت والجماعت کے مشرکین میں کوئی نجاست ظاہری نہیں † فی‌العنایۃ شرح الہدایۃ قال اللہ تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسۃ فی اعتقاد ہم لافی ذاتہم پس جس طرح کہ ہملوگ بلا کسی تردد وتامل کے ہندوؤں کے ہاں کا پکا ہوا کھانا اور حلوائیوں کی مٹھائی کھاتے ہیں اُسی طرح اُسکو بھی کھائینگے جیسا احتمال اسبات کا ہی کہ اُسے انگریز یا مشرک پکانے والے نے پکانے میں بے احتیاطی کی ہو اُس سے بہت زیادہ احتمال حلوائیوں کی مٹھائی اور دودہ اور ہندوؤں کے پکے ہوئے کھانے میں ہی خصوصاً اُس کھانے میں جو چوکہ میں بنایا گیا ہو کہ بدون گوبر کے لیپنے کے چوکہ ہوہی نہیں سکتا پس جبکہ ہم اُنکے ہاں کے کھانے میں کچھہ تامل نہیں کرتے تو انگریزوں کے ہاں کھانے میں اگر اُسکو کسی مشوک نے پکایا ہو کیوں تامل کرینگے ‡ لان کل ذلک محکوم بطہارتہ حتی تیقن بنجاستہا *

---

† عنایہ شرح ہدایہ میں ہی فرمایا اللہ تعالے نے صرف مشرکین ناپاک ہیں — کہتا ہوں میں نجاست اُن کے اعتقاد میں ہی نہ اُن کی ذات میں —

‡ کیونکہ اس سب کے پاک ہونے کا حکم ہی جب تک نہ یقین اُس کی نجاست کا ہووے —

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ سے اسی مسئلہ کے مانند ایک فتوی پوچھا گیا اور اُنہوں نے جواز کا فتوی دیا چنانچہ وہ فتوی بعینہ نقل کیا جاتا ہی *

† قول المستفتي ما تقولون ان الادوية السوكية الرطبة التي يصنعونها اهل الحرب في دارهم من الادهان ومياه الاشجار وغيرها هل يجوز استعمالك للمسلمين في دار السلام من غير ضرورة شديدة تبوح المحظورات ام لا يجوز وهل تعود النجاسة عند استعمال الادوية اليابسة بالسحق مع الماء اوالادهان ام لا وما حكم مداواتهم وقرطاسهم اذا بلت طاهر او نجس وكذا صمغ التي يختمون بها مكتوبهم بعد أن تبل بلعاب الفم هل يجوز للمسلم ان يد خلها في فمه ليكون صالحا للختام وهي ايضا من مصنوعاتهم في ديارهم *

جواب ‡ يجوز استعمال الادوية المذكورة والصمغ وغيرها من مصنوعات اهل الشرك بحكم هذه الرواية لعموم البلوى اوعدم التيقن بالنجاسة قال ابو حفص البخاري من شك في اناءه وثوبه او يديه اصابه النجاسة إن لا فهو طاهر مالم يتيقن وكذلك الابار والحياض التي يتخذ ها اهل الشرك والبطالة وكذلك الثياب التي ينسجها اهل الشرك والجهلة من اهل السلم وكذا الجباب الموضوعة والمركبة في الخرق والعمامات التي يتوهم فيها اصابة

---

† قول فتوی دینے والے کا کیا کہتے ہو تم کہ دواؤں مرہمات اور تر کہ بناتے ہیں اہل حرب اپنے ملک میں مثلاً تیل اور درختوں کے عرق وغیرہ تو جائز ہی مسلمانوں کو اُن کا استعمال اپنے ملک میں بغیر ضرورت سخت کے کہ میاح کرتی ہی ممنوعات کو یا نہیں جائز ہی ہے اور کیا پھر آجاتی ہی نجاست بوقت استعمال دواء خشک کے ساتھ پیسنے کے پانی میں یا تیل میں یا نہیں اور کیا ہی حکم مواد کرنے اُن کے کا اور کاغذ اُن کے کا جب کہ گیلا ہوجاوے پاک یا نا پاک ہے اور ایسا ہی وہ گوند کہ بند کرتے ہیں اُس سے وہ اپنے خطوط گیلا کرکے اپنے تھوک سے تو جائز ہی مسلمان کو کہ لیوے اُس گوند کو اپنے مونھ میں تا اُس کو درست کرے خطوط بند کرنے کے لیئے اور وہ گوند بنایا ہوا ہی اُن ہی کا اُن ہی کے ملک میں ہے

‡ جواب جائز ہی استعمال ان دواؤں مذکورہ کا اور اُس گوند وغیرہ کا کہ بناتے ہوتی ہیں اہل شرک کی بموجب حکم اس روایت کے واسطے عموم بلوے کے اور عدم تیقن نجاست کے ۔ کہا ابو حفص بخاری نے جس شخص نے کہ شک کیا اپنے برتن میں یا اپنے کپڑے یا اپنے ہاتھوں میں کہ لگی ہی اُسکو نجاست یا نہیں سو وہ پاک ہی جب تک کہ یقین نہو اور ایسے ہی وہ کنوئیں اور حوض کہ استعمال کرتے ہیں اُنکو اہل شرک اور بطالت اور ایسے ہی وہ کپڑے کہ بنتے ہیں اُنکو اہل شرک یا جاہل مسلمان ۔ اور ایسے ہی وہ ٹوپیاں کہ رکھی ہوں یا لگائی ہوں خرقوں میں اور عماموں میں کہ جنمیں وہم ہووے لگنے

النجاسة کل ذلک محکوم بطهارته حتی یتیقن بنجاستها واصل ذلک ماروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه استسقی عبدالرحمن بن عوف فقال اسقیک من جرة مخمرة او من العجب النبی یشرب منه الناس فقال علیه السلام من العجب الذی یشرب منه الناس وروی عن محمد بن واسع رح ان رجلاً جاء الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال یا رسول اللہ اجرة ابیض مخمرة ای مستورة اتوضأ به احب الیک ام وضوء جماعة المسلمین قال وضوء جماعة المسلمین احب الادیان الی اللہ الحنیفیة السمحة فتاوی عمادیه واللہ اعلم و فی الهدایة سور الادمی ومایوکل لحمه طاهر لان المختلط به اللعاب وقد تولد من لحم طاهر و یدخل فیه الجنب والحائض والنفساء والکافر وفی الکافی شرح الهدایة اذ لو حکم بنجاسة لاحتاج کل جنب وحائض الی اناء علی حدة وفیه الحرج کما لایخفی وفی العنایة شرح الهدایة ثبت فی الصحیحین ان النبی صلی اللہ علیه وسلم مکن ثمامة ابن أثالة فی المسجد قبل اسلامه فلو کان نجسا لما مکنه من ذلک فان قلت قال اللہ تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسة فی اعتقادهم لا فی ذاتهم انتهی *

نجاست کا سو اس سب کا حکم طہارت کا ہی جب تک کہ یقیناً نجاست نہ ہووے — اور اس سب کی اصل وہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا عبدالرحمن بن عوف سے تو اُنہوں نے کہا کہ جو ٹھنڈا ہوئی ہی اُس میں سے پانی پلاؤں یا اُس بڑے مٹکے سے کہ جسمیں سب لوگ پیتے ہیں تو فرمایا کہ اُس بڑے مٹکے میں سے کہ جس میں سب لوگ پیتے ہیں اور روایت امام محمد بن واسع سے ہی کہ ایک شخص آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ اونچی رکھی ہوئی ٹھنڈا جو ڈھکی ہوئی ہی اُس میں سے وضو کروں تو یہہ آپ کو پسند ہی یا وہ پانی کہ اُس میں جماعت مسلمانوں کی وضو کرتی ہی تو آپ نے فرمایا کہ وہ پانی کہ جس میں جماعت مسلمانوں کی وضو کرتی ہی سب دینوں میں وہ دین اللہ کو پسند ہی کہ واسطے ہو اور آسان ہو فتاوی عمادیہ واللہ تعالی اعلم — اور ہدایہ میں ہی کہ جھوٹا آدمی کا اور اُس جانور کا کہ کھایا جاتا ہی گوشت اُسکا پاک ہی کیونکہ جو ملا ہی اُس میں وہ لعاب دہن ہی اور یہہ لعاب پیدا ہوتا ہی گوشت پاک سے — اور داخل ہیں اسی حکم میں جنابت والے اور حیض و نفاس والی عورتیں اور کافر — اور کافی شرح ہدایہ میں ہی کیونکہ اگر حکم اُنکی نجاست کا کریں تو بیشک حاجت مند ہونگے سب جنبی اور حیض اور نفاس والی عورتیں علیحدہ پڑتی کے اور اس میں بہت حرج ہی کہ یہہ پوشیدہ نہیں ہی — اور عنایہ شرح ہدایہ میں ہی کہ ثابت ہی صحیح بخاری اور مسلم میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرایا ثمامہ بن اثالہ کو مسجد میں اُسکے مسلمان ہونے سے پہلے پس اگر نجس ہوتا تو اُسکو مسجد میں حضرت نہ ٹھہراتے — پھر اگر تو یہہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں تو ہم جواب دیتے ہیں کہ نجاست اُنکے اعتقاد میں ہی نہ اُنکی ذات میں —

بات یہہ ہی کہ جس شخص کے دل میں حقیقت مسایل شرعیہ کی علی الخصوص اُن مسائل کی جنکو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا بالتصریح اُن کے جائز ہونے کا حکم دیا بخوبی مستحکم ہی اور بمقابل اُن مسائل کے نہ لوگوں کے برا بھلا کہنے کی کچھہ حقیقت سمجھتا ہی اور نہ اُسکو اپنے مریدوں اور شاگردوں کے اور وعظ سننے والوں کے پھر جانے کا اندیشہ ہی اور نہ نذر و نیاز کے بند ہونے کا کچھہ خدشہ ہی اُسکے لیئے ان تمام شبہات وھمیہ کے دور کرنے کے لیئے صرف یہہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ نے یہودی کے ہاں کا پکا ہوا بغیر کسی خدشہ کے کھایا اور جب آپ سے نصاری کے ہاں کے کھانے کے باب میں پوچھا گیا تو آپ نے صاف فرمایا † لایتخلجن فی صدرک طعام کافی و وافی ہی کیونکہ یہہ شبہات جسقدر کہ پیش کیئے جاتے ہیں یہی تمام شبہات اُسوقت بھی موجود تھے اور باوجود ان سب باتوں کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ‡ لایتخلجن فی صدرک طعام پس جس کسیکا اتقاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتقا سے بڑھا ہوا ہو وہ اُن شبہات وھمیہ پر طعام اہل کتاب سے بچنے کا دعوی کرے *

الشبهة الخامسة جن برتنوں میں کہ کھانا انگریزوں کے ہاں پکتا ہی اور جن برتنوں میں کھایا جاتا ہی اُن کے پاک ہونے کا کسطرح یقین ہوسکتا ہی *

یہہ شبہہ ایسی صورت سے کہ انگریز مسلمان کے گھر آنکر مسلمان کے ہاں کا پکا ہوا کھانا کھاویں متعلق نہیں ہوسکتا ہی البتہ اُس صورت سے کہ مسلمان انگریزوں کے گھر جاکر کھاویں متعلق ہوسکتا ہی پس ایسی حالت میں یہہ بات دیکھنی چاہیئے کہ وہ برتن کس قسم کے ہیں آیا تانبہ یا چینی یا شیشہ کے ہیں کہ جن میں اثر اشیاء محرمہ کا اگر اُن میں کھائی یا پی گئی ہوں نفوذ نہیں کرتا ہی یا مٹی وغیرہ کی قسم سے ہیں کہ جن میں اثر اُنکا نفوذ کرتا ہی پس اگر وہ برتن قسم اول کے ہیں اور دھوئے ہیں تو اُن میں کھانا بے خدشہ مباح اور درست ہی اور اگر وہ بے دھوئے ہیں اور اُن میں محرمات کے کھائے جانے کا صرف احتمال یا ظن غالب ہی مگر یقین نہیں اور نہ کوئی ظاہری نجاست اُن میں ہی تو بغیر دھوئے ہوئے میں کھانا مکروہ یعنی بے احتیاطی ہی مگر حرام یا ممنوع شرعی نہیں § لان کل ذلک محکوم بطہارتہ حتی تیقن نجاستہا اور یہہ حکم کچھہ انگریزوں ہی کے برتنوں کے ساتھہ مخصوص نہیں ہی بلکہ تمام اُن قوموں کے برتنوں سے متعلق ہی جو اُن چیزوں کو کھاتے پیتے ہیں جنکا کھانا پینا ہماری شریعت میں حرام

---

† نہ خلجان ڈالے تیرے سینہ میں کوئی کھانا —

‡ نہ خلجان ڈالے تیرے سینہ میں کوئی کھانا —

§ کیونکہ اس سب کے پاک ہونے کا حکم ہو چکا ہی جب تک کہ اُسکے ناپاک ہونے کا یقین ہووے —

هی اور اگر وہ برتن قسم دوم کے هیں جن میں اثر نفوذ کرتا هی جیسا که مٹی کے برتن اور همکو اس بات کا یقین هی که اُن میں شراب پی گئی هی یا سوئر پکایا گیا هی تو اُن کے واسطے یہہ حکم هی که اگر اور برتن ملیں تو اُن میں نکھاویں اگر اور برتن نہ ملیں تو اُنکو دھولیں اور کھاویں *

ابوداؤد میں ابوثعلبۃالخشنی سے روایت هی † سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجاور اهل الکتاب وهم یطبخون في قدورهم الخنزیر و یشربون في آنیتهم الخمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم غیرها فکلوا فیها واشربوا و ان لم تجدوا غیرها فارحضوها بالماء کلوا واشربوا *

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے یہہ الفاظ هیں ‡ فان وجد تم غیرها فلا تاکلوا فیها وان لم تجدوا فغسلوها وکلوا فیها *

ان حدیثوں کی نسبت بعض لوگ یہہ کہتے هیں که جب اور برتن ملیں تو پھر انگریزوں کے برتنوں میں کھانا نچاهیئے مگر ایسا سمجھنا تین وجہہ سے غلط هی *

اول یہہ که یہہ حدیث اُن برتنوں سے متعلق هی جن میں شراب اور سوئر کھایا پکایا جاتا هی اس زمانہ میں انگریزوں کے یہاں جو عام رواج هی اُس میں شراب پینے کے برتن بالکل علحدہ هیں اور سوئر کھانے کے برتن بالکل علحدہ هیں بلکه هر هر قسم کے کھانے کے لیئے برتن جدا جدا هیں پس یہہ حدیث اُن برتنوں سے جو سوئر اور شراب کے کھانے کے نہیں هیں متعلق نہیں هوسکتی هی *

دوسرے یہہ که یہہ حدیث اُن برتنوں سے متعلق هی که جن میں اثر ما کول اور مشروب کا سرایت کرتا هی *

تیسرے یہہ که تمام علما نے اس حدیث کی شرح میں لکھا هی که یہہ نہی احتیاطی هی اور انگریزوں کے برتنوں میں دھونے کے بعد کھانے میں باوجودیکه اور برتن موجود هوں کچھہ کراهت بھی نہیں هی چنانچہ اس مقام پر وہ روایتیں نقل کرتے هیں *

---

† پوچھا ابوثعلبۃالخشنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے که همارا گذر هوتا هی اهل کتاب پر اور وہ پکاتے هیں اپنی هانڈیوں میں سوئر اور پیتے هیں اپنے برتن میں شراب تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پاؤ تم اور برتن تو کھاؤ اور پیو اُن میں اور اگر اور برتن نہ پاؤ تو اُنکو پانی سے دھوکر اُس میں کھاؤ پیو —

‡ اگر پاؤ تم اور برتن تو نہ کھانا ان میں اور اگر نہ پاؤ تم اور برتن تو یہہ بھی دھولو اور ان میں بھی کھاؤ —

شارح مشکوۃ ملا علي قاري لکھتے ہیں † لانا کلوا فیھا الی احتیاطاً فاغسلوھا امر وجوب ان کان ظن النجاسة والا فامر ندب *

اور امام نووي کے شرح صحیح مسلم میں کتاب الصید والذبائح میں لکھا ہی ‡ قد یقال ھذا الحدیث مخالف لما یقول الفقھاء فانھم یقولون یجوز استعمال او انی المشرکین اذا غسلت ولا کراھة فیھا بعد الغسل سواء وجد غیرھا ام لا وھذا الحدیث یقتضي کراھة استعمالھا ان وجد غیرھا ولایکفي غسلھا في نفي الکراھة وانما یغسلھا ویستعملھا اذا لم یجد غیرھا والجواب ان المراد النھی عن الاکل في انیتھم اللتي کانوا یطبخون فیھا لحم الخنزیر ویشربون الخمر کما صرح بہ في روایة ابی داؤد وانما نھی عن الاکل فیھا بعد الغسل للاستقذار وکونھا معتادة النجاسة کما یکرہ الاکل فی المتنجسة المغسولة واما الفقھاء فمرادھم مطلق آنیة الکفار اللتي لیست مستعملة فی النجاسات فھذہ یکرہ استعمالھا قبل غسلھا فاذا غسل فلا کراھة فیھا لانھا طاھرة ولیس فیھا استقذار ولم یریدوا نفی الکراھة عن انیتھم المستعملة فی الخنزیر وغیرہ من النجاسات واللہ اعلم *

علاوہ اسکے ابو داؤد میں جو دوسري حدیث جابر سے روایت ہی اُس میں صاف بلاکسي خدشہ اور کسي قید کے مشرکین کے برتنوں کا استعمال آیا ہی اور وہ حدیث یہہ ہی *

---

† تم کہاؤ تم اُن برتنوں میں یعني احتیاط کے لیئے بس دھوؤ اُنکو یہہ حکم و جوبي ہی اگر ہووے گمان نجاست کا ورنہ یہہ حکم استحبابي ہی —

‡ کہتے ہیں کہ یہہ حدیث مخالف ہی قول فقہاء کے کہ وہ کہتے ہیں جائز ہی استعمال مشرکین کے برتنوں کا جب دھوئے جاویں اور کچھہ کراھت اُن میں نہیں بعد دھونے کے اور برتن اُنکے سوا موجود ہوں یا نہیں اور یہہ حدیث مقتضی ہی اسکي کہ استعمال ان برتنوں کا مکروہ ہی اگر اور برتن انکے سوا موجود ہوں اور صرف دھونا ہي اُنکا کافي نہیں ہی کراھت کے دور کرنے کے لیئے بلکہ دھووے اور برتے اُنکو جب کہ موجود ہوں اور برتن اور جواب یہہ ہی کہ مراد اس حدیث سے یہہ ہی کہ منع کرنا کھانے سے اُنکے اُس برتن میں کہ پکاتے ہیں اُس میں گوشت سوئر کا اور پیتے ہیں اُس میں شراب چنانچہ یہہ ہي تصریح ہی روایت ابي داؤد میں اور منع کیا گیا ہی اُن میں کھانا غسل کے بعد صرف گھن کے سبب اور اسلیئے کہ اُن میں نجاست ہي کي عادت ہی چنانچہ مکروہ ہی کھانا پھوٹوں کے برتن میں جو دھویا گیا ہو — اور فقہاء کي مراد یہہ ہی کہ مطلق برتن کافروں کے جو نجاستوں میں مستعمل نہیں ہیں مکروہ ہی اُنکا استعمال دھونے سے پہلے اور جب اُنکو دھولیا تو کچھہ کراھت نہیں کہ وہ پاک ہوں اور نہیں ہی اُس میں کچھہ گھن اور نہیں مراد ہی فقہاء کي یہہ کہ کراھت نہیں ہی اُن کے اُن برتنوں میں جو مستعمل ہوتے ہیں خنزیر وغیرہ نجاستوں میں واللہ تعالی اعلم —

† عن جابر قال کنا نغزو مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فنصیب من انیة المشرکین و اسقیتهم فنستمتع بها فلا یعیب ذلک علیهم *

‡ وقد سئل مولانا شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوي عن هذا فاجاب هکذا کما هو مذکور في فتاواه وهذه عبارته یکره الاکل والشرب في اواني ـ المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاهر من اوانیهم النجاسة و انهم یستحلون الخمر ویشربون ذلک ویاکلون ویطعمون في قدورهم وفي قصاعهم واوانیهم فکره الاکل فیها قبل الغسل اعتبارا للظاهر کما کره التوضي بسور الدجاجة لانها لاتتوقی من النجاسة غالبا لان الاصل فی الاشیاء الطهارة وتشکیکها فی النجاسة فلم یثبت النجاسة بالشک هذا اذا لم یعلم بنجاسة الواني و اذا علم فانه لا یجوز ان یشرب فیها قبل الغسل ولو اکل وشرب کان شاربا واکلا حراما هذا حاصل ماذکر في الذخیرة *

قال العبد § (ای المجتهب) اصلحه الله تعالی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المایعات من الیهود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم و ان نساءهم لاتتوقین عن السرقین وکذا یاکلون لحم ماقتلوه وذلک میتة فی المجتنب ان لم یجد

---

† جابر سے روایت ہی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ لڑائیوں میں جاتے تھے تو ملتے ہمکو برتنے مشرکوں کے اور پانی کے برتن اُنکے تو برتتے ہم اُنکو سو حضرت عیب نہیں لگاتے تھے اسکا ہم پر —

‡ اور پوچھا گیا شاہ عبدالعزیز سے اسکا حکم تو یہہ ہی جواب دیا کہ وہ مذکور ہی اُنکے فتاوی میں اور یہہ اُنکی عبارت ہی مکروہ ہی کھانا اور پینا مشرکوں کے برتنوں میں پہلے دھونے سے اور ظاہر اُنکے برتن میں نجاست ہی اور وے حلال جانتے ہیں شراب اور پیتے ہیں اُسکو اور کھاتے پکاتے ہیں اپنی دیگوں میں اور اپنے کٹوروں میں اور اپنے برتنوں میں تو مکروہ ہی کھانا اُن میں دھونے سے پہلے باعتبار ظاہر کے جیسا کہ مکروہ ہی وضو ساتھہ جھوٹے پانی مرغی کے کہ وہ غالب نجاست سے نہیں بچتی ہی کہ اصل اشیاء میں طہارة ہی اور شک کرنا ہی نجاست میں تو نہیں ثابت ہی نجاست شک سے جب کہ نہ معلوم ہووے نجاست برتنوں کی اور جب معلوم ہووے تو نہیں جائز ہی کہ پیوے اُن میں پہلے دھونے سے اور اگر کھالیا یا پی لیا اُن میں تو ہوگا حرام کا کھانے والا یا حرام کا پینے والا یہہ حاصل ہی اُسکا جو ذخیرة میں ہی —

§ کہتا ہی بندہ (یعنی مجتبی) صلحیت دے اللہ اُسکو اور وہ چیزیں کہ مبتلا ہیں ہم اُن میں خریدنا گھی کا اور سرکہ کا اور دودہ کا اور پنیر کا اور سب تر رقیق چیزوں کا یہود کے ہاں سے اسی حکم میں ہیں بسبب احتمال آلودگی اُنکے برتنوں کے اور اُنکی عورتوں نہیں بچتی ہیں نجاستوں سے گوبر سے اور کھاتی ہیں گوشت اُس جانور کا کہ قتل کرتے ہیں اُسکو اور یہہ مردار ہی اور مجتنب

بدا منهم أن يستوثق عليهم ان يجتنبوا عن السرقين والعذرة فانشق عليهم باسرهم ان يعطوا ايانهم مسلما يغسلها اويغسلو ايديهم بمرى من المسلمين والا والاباحة فتوى والتحرز التقوى كذافي نصاب الاحتساب *

اور اس باب میں کہ وہ پاني جس سے برتن دھوئے گئے پاک تھا یا ناپاک شرعاً کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ کوئي پاک چیز شبہہ سے ناپاک نہیں ہوجاتي جیسکہ ابھي بیان ہوا *

علاوہ اسکے تیسیر الوصول میں خاص انگریزوں کے گھروں کے پاک ہونے میں اثر صحابہ موجود ھی اور یہہ حدیث اُس میں ھی † وعن ابن عمر قال توضاء عمر رضی اللہ عنہ بالحمیم في جر نصرانية ومن بيتها اخرجه رزين قلت وترجم به البخاري والله اعلم *

الشبهة السادسة میز پر بیٹھہ کر چھوري اور کانٹہ سے کھانا اور تشبہ بالنصاری کرنا کس طرح پر جائز ھی *

اس شبہہ کا حل دو طرح پر کرنا چاہیئے اول یہہ کہ في نفسہ میز پر بیٹھکر اور چھوري اور کانٹہ اور چمچے سے کھانے کا کیا حکم ھی پھر تشبہ کا حکم بیان کیا جاوے چھوري سے کاٹنا جائز بلکہ سنت ھی خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو چھوري سے کاٹکر تناول فرمایا ھی *

بخاري میں عمرو ابن امیہ سے روایت ھی ‡ اخبرہ انہ رای النبي صلی اللہ علیہ وسلم یحتز من کتف الشاة في یدہ فدعي الی الصلوة فالقها والسکین اللتي یحتزبها ثم قام فصلی ولم یتوضا *

میں ھی نہ تیسرا چارہ اس بات کا نہ اعتماد کرے اُن پر کہ بیچیں وہ گوبر اور مردار سے تو دھوار ھوگا کہ حکم کرے اُنکو کہ دیویں وہ اپنے پوتنی مسلمان کو کہ دھوے اُنکو یا دھوویں وہ اپنے ہاتھہ سے سامنے مسلمانوں کے اور اگر یہہ نہو سکے تو اباحة فتوی ھی اور پرھیزگاري تقوی ھی یہہ ھی نصاب الاحتساب میں —

† اور ابن عمر رض سے روایت ھی کہ وضو کیا عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پاني سے جو ایک نصراني عورت کے گھر میں اور اُسي کے مٹکے میں تھا یہہ حدیث امام رزین نے نکالي ھی — اور میں کہتا ہوں کہ اسکو بخاري نے بھي بیان کیا ھی واللہ اعلم —

‡ انکو خبر دي ھی کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوري سے کاٹتے تھے شانہ بکري کا جو آپکے ہاتھہ میں تھا تہ بلائے گئے طرف نماز کے پھر ڈالدیا اُس ہاتھہ کو اور اُس چھوري کو کہ جس سے کاٹتے تھے اور جانورے ہوئے نماز پر اور نماز پڑھائي اور وضو نکیا —

اور ابو داؤد میں جو حدیث درباب منع قطع لحم بالسکین کے ہی اُسکو خود ابو داؤد نے ضعیف لکھا ہی قال القسطلاني † فان قلت هذاالحديث يعارضه حديث ابی معشر عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة رفعته لاتقطعوا اللحم بالسكين فانه من صنع الاعاجم والهشوه فانه اهناء واسراء أجيب بان ابا داود قال هو حديث ليس بالقوي وحينئذ لايحتج به من اجل ابی معشر يحتج السندي الهاشمي صاحب المغازي قال البخاري وغيره منكرالحديث ومن مناكيره حديث لاتقطعوا اللحم بالسكين هذا لكن قال الحافظ ابن الحجر ان له شاهدا انتهی *

اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہہ حدیث بھی صحیح ہی تو اسکی تطبیق پہلی حدیث سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے صراط المستقیم شرح سفر السعادت میں اسطرح پر کی ہی *

اگر حدیث نہی صحیح است در گوشتی باشد کہ نیک نضج یافتہ واحتیاج بریدن ندارد و انچہ در بریدن آید در انچہ نضج نیافتہ بعد اُسکے شیخ محدث دہلوی نے اُسی مقام پر حدیث نہی کو اور بھی ضعیف کیا ہی اور لکھا ہی کہ یہہ نہی ایسی ہی جیسا کہ ہاتھہ سے گوشت توڑنے پر بھی نہی آئی ہی اور اُنکی عبارت یہہ ہی *

همچنانکه نهی از بریدن گوشت بکارد ورود یافته از گرفتن گوشت از استخوان بدست نیز منع گرفته واقع شده ودر جامع الاصول از صفوان بن امیه آورده که گفت بودم من که میخوردم با رسول الله صلی الله علیه وسلم و میگرفتم گوشت را بدست خود از استخوان فرمود نزدیک بگردان گوشت از دهن خود که وے گوارا تر و سبک تر است رواه ابو داؤد و روی الترمذي *

---

† کہتے ہیں قسطلانی — اگر تو یہہ کہے کہ یہہ حدیث معارض ہی حدیث ابی معشر کے جو روایت کرتے ہیں ہشام ابن عروہ سے کہ وہ روایت اپنے باپ سے جو روایت کرتے ہیں حضرت عایشہ سے کہ وہ اس حدیث کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہونچاتی ہیں کہ فرمایا حضرت نے کہ کاٹو گوشت کو چھوری سے کہ یہہ فعل عجم کا ہی اور دانت سے کھاؤ کہ یہہ بہت خوب اور خوش گوار ہی تو جواب یہہ ہی کہ ابو داؤد نے کہا ہی کہ یہہ حدیث قوی نہیں ہی اور اس وقت اس حدیث سے حجت نہوگی بسبب ابی معشر کے کہ حجت لیتے ہیں اُسکہ ساتھہ سندی الهاشمي صاحب المغازي — کہتے ہیں امام بخاری وغیرہ کہ یہہ ابو معشر منکرالحدیث ہیں اور انکے مناکیر سے ہی حدیث لاتقطعوا اللحم بالسکین — یہہ یاد رکھنا چاہیئے — کہتے ہیں حافظ ابن حجر کہ اسکے واسطے شاہد بھی ہی *

پس یہہ نہي ایسي نہیں ہی کہ جسکے ارتکاب میں کچھہ قباحت ہووے کیونکہ یہہ نہي حکمي نہیں ہی چمچہ اور کانٹے کے استعمال کا قیاس چھوري پر کرنا چاہیئے کہ اُن کے استعمال کي ممانعت کہیں نہیں ہی چنانچہ ایسي چیزیں جنسے ہاتھہ بھرتا ہی سب چمچہ سے کھاتے ہیں ولا یعاب ولا یکرہ *

میز پر کھانیکے لیئے کوئي حدیث مفع کي وارد نہیں ہی صرف اتني بات ہی کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کبھي چپاتي تناول نہیں فرمائي اور کبھي تشتریوں اور رکابیوں میں کھانا تناول نہیں فرمایا ہی اور نہ کبھي میز سے اور روے کي اور چھوٹے آٹے کي روٹي کھائي اُسیطرح کبھي خوان پر یعني میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا پس جو حال کہ اُن چیزوں کا ہی وہي میز پر کھانے کا ہی جس طرح وہ مباح ہیں اسیطرح یہہ بھی مباح ہی *

بخاري میں قتادہ سے روایت ہی † ما اکل النبي صلی اللہ علیہ و سلم خبزا مرققا ولا شاتا مسموطة حتی لقي اللہ عز وجل *

اور حضرت انس سے روایت ہی ‡ ماعلمت النبي صلی اللہ علیہ وسلم اکل علی سکرجة قط ولا خبزا مرققا قط ولا اکل علی خوان قط قیل لقتادة فعلی ماکانوا یاکلون قال علی السفر *

§ السکرجة بضم السین والکاف والراء المشددة وفتح الجیم وقیل الراء المفتوحة وهي صحاف صغار کذا فی القاموس *

|| وفي مجمع البحار ولا اکل علی خوان قط هو مایوضع علیه الطعام عند الاکل لانه من داب المترفین لئلا یفتقر الی التطاطوء والا نحناء *

---

† نہیں کھائي نبي صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتي اور نہ بکري کا گوشت پھنا ہوا یہاں تک کہ ملے اللہ عز وجل سے —

‡ نہیں جانا میں نے کہ نبي صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہو اوپر تشتري کے کبھي اور نہ چپاتي کبھي اور نہ خوان پر کبھي تو کہا گیا قتادہ سے پھر کس پر کھاتے تھے تو کہا کہ دسترخوان پر —

§ سکرجة میں سین اور کاف اور راء تشدید والي پر پیش ہی اور جیم پر زبر اور بعض راء پر بھي زبر کہتے ہیں اور وے رکابیاں ہیں چھوٹي چھوٹي یہہ ہی قاموس میں —

|| اور مجمع البحار میں ہی اور نہ کھایا اوپر خوان کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھي خوان وہ چیز ہی کہ جسپر کھانے کے وقت کھانا رکھتے ہیں اسلیئے کہ یہہ دستور ہی ترفکروں کا تاکہ نہ حاجت ہووے جھکنے کي —

اور بخاري میں ابوجحازم سے روایت هی † إنه سئل سهلاً هل رایتم في زمان النبي صلی الله علیه وسلم النقي قال لا قلت کنتم تنخلون الشعیر قال لا ولکن کنا ننفخه *

اس سے ثابت هوا که جس طرح کا کهانا رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے کهایا اُسطرح کا کهانا سنت هی اور اُسکے سوا في نفسه مباح هی اسیطرح دستر خوان پر کهانا سنت اور میز پر کهانا في نفسه مباح هی *

اب باقي رهی بحث نسبت تشبه کے اور اس باب میں حدیث ‡ من تشبه بقوم فهو منهم پر استدلال کیا جاتا هی § کتاب اللباس باب ماجاء في الاقبیة میں ابو داؤد نے لکهي هی *

مگر اس حدیث کو اس مسئله سے کچهه بهي علاقه نهیں هی مناسب هی که اول نفس الفاظ حدیث میں غور کیجاوے که قوم سے کیا مراد هی اور تشبه سے کیا مراد هی اور منهم کے کیا معنی هیں اور اُس کے بعد حدیث کے معني بیان هوں *

تشبه کسي قوم کے ساتهه اُسیوقت کها جاسکتا هی که مابه التشبه خاصه اُسي قوم کا هو اور کسي قوم میں نه پایا جاوے میز پر بیٹهکر کهانا اور چهوري کانٹے سے کهانا قوم نصاري کا خاصه نهیں هی بلکه تمام ترک جو مسلمان هیں وه بهي اسیطرح پر کهاتے هیں پس کیا وجهه هی که جو میز پر بیٹهکر کهانےوالوں کو مشابهت نصاري کے ساتهه دیجاوے اور اتراک کے ساتهه نه دیجاوے علی الخصوص ایسي صورت میں که مسلمان کے حق میں نیک گمان چاهیئے پس جبکه یهه بات بخوبي معلوم هو که جو لوگ میز پر بیٹهکر کهاتے هیں وه مسلمان هیں اور عقائد اسلامیه رکهتے هیں تو کیوں اُنکے اس فعل کو نصاری کے ساتهه تشبیه دیویں اور مسلمانوں کے ساتهه تشبیه نه دیویں اور یهه بات که ترکوں کي قوم کو هندوستان کے لوگوں نے نهیں دیکها که اُنکے ساتهه مشابهت دیں اس میں کچهه قصور مرتکبین کا نهیں هی بلکه مشابهت دینے والوں کا قصور هی *

☆ اب لفظ تشبه پر غور کرنا چاهیئے که آیا اس لفظ سے تشبه تام مراد هی یا غیر تام مراد هی تو کسي طرح درست نهیں هوسکتا کیا جو شخص صرف انگریزي جوتي پهن لے یا بگهي پر سوار هوکر نکلے یا گهوڑے پر انگریزي کاٹهي بجاے زین کے رکهے یا چیني کے برتنوں

---

† پوچها ابو حازم نے سهل سے که دیکها تم نے نبي صلی الله علیه وسلم کے وقت میں میده کیا نهیں پهر کها میں نے که تم چهانا کرتے تهے جو کا آٹا کیا نهیں مگر پهونک مار لیتے تهے —

‡ جو تشبه کرے کسي قوم کے ساتهه وه اُس قوم میں هی —

§ کتاب پوشاک باب اُن حدیثوں کا که آئي هیں پوشاک کے بیانوں میں —

میں کھلوے یا شیشہ کے گلس میں پانی پیوے یا کرسی پر بیٹھے وہ سب معنی لفظ تشبہ میں داخل ہونگے حالانکہ جزئیات میں تشبہ ساتھہ اهل کتاب کے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہی چنانچہ ترمذی نے شمائل میں ابن عباس سے روایت کی ہی † ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان اهل الکتاب فیما یسدلون رؤسہم وکان یحب موافقۃ اهل الکتاب فیما لم یومر فیہ بشئی ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم *

اور اگر لفظ مشابہت سے مشابہت تام مراد ہی ‡ یان لایعرف ام ہو من النصاری ام ہو من الاتراک تو ایسی مشابہت میز پر بیٹھکر کہانے پر متحقق نہیں کیونکہ کوئی شخص جسکی ظاہری و باطنی آنکھیں خدائے تعالے نے اندھی نکردی ہوں اگر مسلمانوں کو میز پر کہاتے دیکھے تو کبھی اُس کو یہہ شبہہ نہیں ہوئے گا کہ یہہ لوگ انگریز ہیں یا مسلمان بلکہ مسلمانوں کو مسلمان پہچان لیگا *

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ نے صاف فتوی دیا ہی کہ جو باتیں کفار کے ساتھہ ایسے مخصوص ہیں کہ کوئی مسلمان اُن کو نہیں کرتا اُن کا کرنا تشبہ میں داخل ہی اور منع اہی اور ایسی باتیں جو کفار پر مخصوص نہیں ہیں گو کفار اُس کو بہت زیادہ کرتے ہوں اور مسلمان کم اُن کے کرنے میں کچھہ مضائقہ نہیں ہی اور اُنہوں نے یہہ بھی لکھا ہی کہ اگر کوئی بات جو مخصوص کفار کے ساتھہ ہو بقطر آرام و فایدہ کے کیجاوے تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی بعد اس کے وہ لکھتے ہیں کہ جو تشبہ کہ منع ہی وہ یہہ ہی کہ اپنے تئیں اُنہیں میں گنے اور بلاشبہہ اس طرح اپنے تئیں کفار میں گننا منع کیا بلکہ کفر ہی نہ یہہ کہ جو باتیں دنیا کے آرام کی کفار کرتے ہیں اُن کے اختیار کرنے میں وہ تشبہ لازم آجاوے جو شرعاً منع ہی چنانچہ ہم اس مقام پر فتوے شاہ عبدالعزیز صاحب کا بعینہٖ نقل کرتے ہیں *

فتوے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ علیہ درباب تشبہ محررہ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۷ ھجری *

موافق قواعد شرع چیزے کہ مخصوص بکفار باشد و مسلمانان آنرا استعمال نکنند خواہ در لباس خواہ در چیز دیگر بطریق اکل و شرب داخل تشبہ است و ممنوع و انچہ مخصوص بکفار نیست گو کہ کفار آنرا بیشتر استعمال کنند و مسلمانان کمتر مضائقہ ندارد و همچنیں

† بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے چھوڑتے تھے اپنے بال اور مشرکین مانگ نکالتے تھے اور اهل کتاب سیدھے چھوڑتے تھے اپنے بال اور حضرت پسند کرتے تھے موافقت اهل کتاب کی جس امر میں کہ حکم نہوا ہو پھر حضرت مانگ نکالنے لگے —

‡ نہیں پہچانا جاتا کہ یہ نصرانی ہی یا ترکی —

اگر بعض ازامور مخصوصه کفار بر بعض آرام وبا بنابر فایده دنیاوي استعمال کنند بے آنکه خودرا مشتبه بانهاسازند مضائقه ندارد آرے تشبهي که ممنوع است مطلقا انست که خود را در اعداد آنها داخل کنند و اعمال قلوب بانها داشته باشند و همچنین تعلیم لغت ایشان و خط ایشان بنابر تشبه البته ممنوع اما بنابر اطلاع بر مضامین کلام ایشان یا خواندن خطوط ایشان اگر تعلم لغت کنند یا خط ایشان بنویسند مضائقه ندارد و در حدیثي که در مشکوة مذکور است که ان حضرت صلی‌الله علیه وسلم زید ابن ثابت را بتعلم خط یهود امر فرمودند و زید ابن ثابت آنرا در عرصه قریب آموختند و تشبه در عبادات و اعیاد مطلقا ممنوع ست احادیث و آیه بریں بسیارند غرض که تشبه بانها بر چیزے که باشد داخل منع است و آموختن زبان ایشان برائے اطلاع یا پوشیدن پوشاک برائے فایده بدني مضائقه ندارد انتهي *

اگرچه جناب مولانا شاه عبدالعزیز رحمةالله علیه نے اپنے اس فتوے میں تشبه ممنوع کي قسمیں بہت سي قیدیں لگائي ہیں اور بالکل مدار تشبه ممنوع کا ان لفظوں پر رکھا ہی که خود را در اعداد آنها داخل کنند پھر بھي درحقیقت اس حدیث کو اس قسم کي تشبه سے بھي کچھه علاقه نہیں ہی جیسا که اسي مقام پر لکھا جاویگا *

اب لفظ مفہم پر غور کرنا چاہیئے که مفہم کے لفظ کے کیا معني ہیں ایا یہه معنی ہیں که جس شخص نے مشابہت تام نصاری کے ساتھه کي تو وہ بھي نصراني ہوگیا † وان اعتقدان لااله الاالله محمدرسول الله وان استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا وان صلی صلواتنا وصام صیامنا غالبا امید ہی که کوئی متعصب سے متعصب یہانتک که نصراني بھي مفہم کے لفظ سے یہه مراد نہیں لینگے پس جب که لفظ مفہم کے یہه معنے نه ٹھہرے تو کوئي اور معني اُسکے لیئے چاہیئیں پس معني اس حدیث کے یہه نہیں ہیں جو لوگ خیال کرتے ہیں بلکه یہه معنی ہیں جو ہم بیان کرتے ہیں *

اصل یہه ہی که اس حدیث کو نه طعام سے علاقه ہی نه کسي قسم کے تشبه سے جو اور کسي قوم کے ساتھه کیا جاوے تعلق ہی نه اس حدیث سے کوئي حکم شرعي بحالت تشبه بقوم اخر بجز ایک حکم کے جسکا بیان کیا جاتا ہی مراد ہی اور وہ ایک حکم یہه ہی که حالت جدال و قتال یا اور کسي واقعه میں جو مسلمان اور آڑ کسي قوم کے لوگ ایک جگهه مارے جاویں تو اُنکی شناخت که کون مسلمان ہیں کون نہیں ہیں کیونکر کیجاوے تاکه مراتب تجہیز و تکفین موافق اُس قوم کے ادا کیا جاوے پس صرف اسي باب میں یہه حدیث ہی اور یہه حکم ہی که جس قوم کے مشابه جو ہو اُسي قوم میں

† اگرچه اعتقاد کرے لااله الاالله محمد رسول الله اور اگرچه قبله بنائے ہمارا قبله اور کھاے ہمارا ذبیحه اور نماز پڑھے ہماري نماز اور روزه رکھے ہمارا روزه *

اُسکو شمار کرنا چاهیئے اور چونکه اس طرح کي شفاخت اغلب اوپر لباس کے منحصر هوتي هی اسلیئے تمام محدثون نے اس حدیث کو کتاب اللباس میں ذکر کیا هی اور اُسي حدیث کي بنا پر روایات فقهیه کتب فقه میں مذکور هیں *

مثل اسکے اور مؤید اور مثبت اس گفتگو کي ایک اور حدیث آؤد داؤد میں آخر کتاب الجهاد میں موجود هی † عن سمرة بن جندب اما بعد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من جاء مع المشرکین وسکن معهم فانه مثله یعني جس طرح که لڑائي میں مشرک کا خون یا غارت مال و اسباب محفوظ نهیں رہ سکتا اسي طرح اُسکا بهي محفوظ نهیں رہ سکتا *

اب رها ایک اعتراض جو بعض متعصبین نسبت اسکے پیش کرتے هیں اور یه کهتے هیں که جو که میز پر بیٹهکر کهانا یا انگریزوں کے ساتهه کهانا اُن هندوستانیوں نے اختیار کیا هی جو عیسائي هوگئے هیں اور اُنکي صورت میں اور انکروں کے لباس میں کچهه فرق نهیں هی بس جو مسلمان انگریزوں کے ساتهه یا میز پر بیٹهکر کهاتا هی وہ اس بات میں تشبه کرتا هی که وہ بهي متقصر هی مگر اس قسم کا شبهه اهل علم کي شان سے نهایت بعید هی بهر حال اس شبهه کا بهي یهي جواب هی که حدیث تشبه کو اس قسم کے افعال سے کچهه تعلق نهیں نه اُسکي نسبت اُس میں کچهه حکم هی معهذا یه تخصیص جو هندوستان میں جاري هی وہ اس سبب سے هی که یهاں کے مسلمانوں نے اُس تعامل کو جو بلاد اسلام میں جاري هی اور تمام انگریز اور مسلمان آپس میں کهاتے هیں اور میزوں پر کهاتے هیں هندوستان میں رائج نهیں کیا پس مسلمانوں کو اسکا رواج دینا چاهیئے که وہ تخصیص از خود باطل هوجاویگي *

‡ فیا ایها المسلمون تعاملوا علیها لا علی نیة العجب والتکبر بل علی نیة ترفع حال المسلمین لئلا ینظرهم قوم بنظر الحقارة مما اعتادوا من الذلة والمسکنة ان الله یعلم مافي صدورنا ویحکم علینا بما في قلوبنا من حسن النیة او غیرہ *

---

† سمرة بن جندب سے روایت هی فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جو شخص که آیا ساتهه مشرکین کے اور رها اُنکے ساتهه تو وہ بهي مانند اُن هي کے هی =

‡ سو اے مسلمانوں پرتاؤ کرو تم اوپر نه به نیت فرور اور تکبر کے بلکه به نیت ترقي حال مسلمانوں کے تاکه نه دیکهه سکے اُنکو کوئي قوم ساتهه حقارت کے بسبب اُنکي اس عادتوں کے جو فلاکت اور مسکنت کي هیں بیشک الله تعالی جانتا هی جو همارے دلوں میں هی اور حکم کریگا موافق اُسکے که همارے دلوں میں هی حسن نیت یا غیر حسن نیت سے =

مولانا مولوي شاه محمد اسمعيل رحمة الله عليه سے کہا گيا کہ رفع يدين نماز ميں اگرچہ سنت هدي هي مگر جو کہ ان بلاد ميں شعار اهل تشيع کا هي تو اُس سے احتراز اولي هي مولانا رحمة الله عليه نے فرمايا کہ اُنکا شعار اسي وجهہ سے هوگيا هي کہ تمغے ترک کرديا هي پس اگر تم اُسکو اختيار کروگے تو اُنکے شعار کي خصوصيت نرهيگي پس جو امر کہ مباح هي اُسکے کرنهواليوں پر اس وجهہ سے کہ اس ملک ميں اور کوئي مسلمان نهيں کرتا کسي طرح کي ملامت نهيں هوسکتي *

انصاف کرنے کي بات هي کہ ميز پر کهانا تو تشبہ بالنصاري هووے اور مباح کو يعني اُنکے کهانے کو ترک کرنا اور اُسکے کهانے والے کو کافر جاننا اور ذات سے گرا ديدينا اور حقہ پاني بند کرديدينا تشبہ باليهود نهووے تمام اهل علم جانتے هيں کہ جهال ميں يهہ مشهور هي کہ جهاں کسي نے کهانا انگريز کے برتن ميں کهاليا وہ کافر هوگيا اور کم قوموں اور کم ذاتوں ميں تو يهہ جهالت کي رسم هي کہ جب تک وہ بيچارہ کچهہ صرف نکرے اور پنچايت نديے اور پهرکر قاضي اُسکو مسلمان نکرے تب تک وہ ذات ميں نهيں ملايا جاتا اور پهر جاهلوں کے خوف سے کوئي عالم يهہ نهيں کهہ سکتا کہ يهہ کيا تمهاري جهالت هي شراب پينے سے بهي آدمي کافر نهيں هوتا تها کہ حلال و مباح کهانے سے يهہ بلا اسي سبب سے هي اور اسي سبب سے عوام ميں اسکا رواج بهي هو رها هي کہ علما اُنکے ڈر سے اور اپني نذر و نياز کے خوف سے اور اپنے تئيں جهوٹ موٹ کا صاحب تقوي و ورع جتانے کے ليئے اور جولاهوں ميں بيٹهکر تعريف سننے کے لالچ سے کلمۂ حق زبان پر نهيں لاتے صاف اور صريح حديثوں کو اور حکموں اور مسئلوں کو چهپاتے هيں اور عوام کي تالیف قلوب کے واسطے اس مسئلہ کو کبهي بنظر تشبيہ کے حرام بتلاتے هيں کبهي اسکو باعث محبت اور دوستي کا بتلاکر منع ٹهراتے هيں مگر افسوس يهہ کہ هندو اور مشرکين کے حق ميں اس قسم کا کوئي مسئلہ جاري نهيں کرتے اُنکے ديني بهائي بنجاتے هوں اور اُنکے مجلسوں ميں شريک هوجاتے هيں اور اُنکے ساتهہ راہ و رسم دوستانہ رکهتے هيں اُنکے گهر کے کهانا کهانے ميں تو کبهي کوئي مسلم کافر کها گنهگار بهي نهووے اور اهل کتاب کے کهانا کهانے سے کافر اور مرتد هوجاوے اسکا کيا سبب هي يهي سبب هي کہ جو طريقہ جاري هوگيا هي وہ سنت هي اور جو جاري نهوا وہ بدعت هي سبحان الله دين کو بهي دل لگي ٹهرا رکها هي *

بعض صاحب فرماتے هيں کہ قبول کيا کہ اس قسم کے ارتکاب ميں کوئي محظور شرعي نهيں هي مگر تقصر کا اتهام تو بهشک هوتا هي اور حديث ميں آيا هي اتقوا مواضع التهم پس مسلمانوں کو ايسے امور سے کہ اتهام تقصر هو بچنا چاهيئے *

یہہ گفتگو نہایت عجیب ہی مواقع تہم وہ ہیں جو محظور شرعي ہوں اور جو امر کہ شرعاً مباح ہیں اُن پر مواقع تہم کا اطلاق کسیطرح نہیں ہوسکتا *

الشبہۃالسابعۃ — بعض شبہہ کرتے ہیں کہ تسلیم کیا کہ ان آیات و روایات سے طعام اہل کتاب کا مباح ہوا مگر مضمون آیت † طعامہم حل لکم وطعامکم حل لہم سے مواکلت اور ایک جگہہ بیٹھکر کھانا کہاں سے نکلا *

اس کا جواب یہہ ہی کہ اول تو خود اشارۃالنص سے صریحا مواکلت نکلتي ہی اس لیئے کہ اللہ تعالے نے صرف یہي نہیں فرمایا ہی کہ اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہی بلکہ یہہ بھي فرمایا کہ ان کو مسلمانوں کا کھانابھي حلال ہی یعني وہ اُن کا کھانا کھاویں اور یہہ اُن کا اور اسي سے اشارہ ہی مواکلت پر *

دوسرے یہہ کہ ابو داؤد میں جو حدیث ابن عباس سے مروي ہی اور جسکے اخیر میں ‡ واحل طعام اہل الکتاب ہی اُس حدیث کو ابوداؤد نے باب ضیف میں لکھا ہی جس سے پایا جاتا ہی کہ بطور ضیافت کے کھانا جایز ہی *

تیسرے یہہ کہ جب ساتھہ بیٹھکر کھانے میں کوئي محظور شرعي نہیں ہی تو اُس کے ممنوع ہونے کي بھي کوئي وجہہ نہیں ہی *

چوتھے یہہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے فتوی میں صاف لکھا ہی کہ انگریزوں کے ساتھہ اور اُن کے دسترخوان پر اور اُن کے برتنوں میں کھانا بشرطیکہ مغتربات میں سے کوئي چیز نہو اور کھانا و برتن نجس نہو مباح ہی اور یہي ہم بھي کہتے ہوں اور کرتے ہیں اس سے زیادہ نہ کچھہ کہیں نہ کریں *

الشبہۃالثامنۃ — اس پر یہہ شبہہ کیا جاتا ہی کہ ساتھہ بیٹھکر کھانا اور آپس میں اختلاط رکھنا باعث ازدیاد محبت و تولا کا ہی اور مسلمان کے سوا اَوْر کسي مذہب والے سے تولا و دوستي شرعاً جایز نہیں اس واسطے اہل کتاب کے ساتھہ بیٹھکر کھانا جو باعث محبت و اخلاص کا ہوتا ہی حرام یا مکروہ تحریمي ہی *

اس اعتراض سے دو امر کي تسلیم تو لازم آتي اوّل تو اس بات کي کہ انگریزوں کے ساتھہ کھانا في نفسہ تو ناجایز نہیں ہی اگر کچھہ عدم جواز ہی تو لغیرہ ہی *

دوسرے اس بات کي تسلیم لازم آتي کہ اگر ایک آدہ دفعہ اتفاق سے کھالے تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ ایک آدہ دفعہ کے کھانے میں کچھہ تودد و اختلاط نہیں ہوتا ہی چنانچہ اس

---

† کھانا اُنکا تمہارے لیئے اور تمہارا اُنکے لیئے حلال ہی —

‡ اور حلال ہی کھانا اہل کتاب کا —

زمانہ کے بعض علما نے بھی دو ایک دفعہ کے کھالینے کا فتوی دیا ہی اور عالمگیری اور مطالب المومنین اور نصاب الاحتساب کی روایتوں پر استدلال کیا ہی اور وہ روایتیں یہہ ہیں*

عالمگیری † ولم یذکر محمد رح الا کل مع المجوس ومع غیرہ من اهل الشرک انه هل یحل ام لا وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب انه ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین فلا باس به واما الدوام علیه فمکروه کذا فی المحیط *

‡ مطالب المؤمنین وههنا تفصیل لابد من معرفته ان الاکل مع المجوس ومع غیر المجوس من اهل الشرک هل مباح ام لا حکی عن الحاکم الامام ابن عبدالرحمن الکاتب انه یقول ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین فلا باس به بما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل فاتاه کافر فقال آکل معک یا محمد فقال نعم فقد اکل النبی صلی الله علیه وسلم مع الکافر مرة او مرتین لتالیف قلبه علی الاسلام فاما علی الدوام فانه مکروه لما فیهما من مخالطتهم و موالاتهم وتکثیر سوادهم وروی انه علیه السلام قال من الجفاء ان تاکل مع غیر اهل دینک وهذا یدل علی انه لایاکل مع غیر اهل ملته وروی انه اکل مع غیر اهل دینه فلابد من التوفیق و وجه ماروینا انه لا یاکل مرة او مرتین ویحمل هذا الحدیث علی الاکل معهم و ذکر القاضی الامام رکن الدین السغدی ان المجوس اذا کان لایلزمهم فلا باس بالاکل معه و ان کان یلزمهم

---

† اور نہیں ذکر کیا ہی محمد رح نے کھانا ساتھہ مجوسی کے اور غیر مجوسی کے جو اہل شرک ہیں کہ حلال ہی یا نہیں — حکایت ہی حاکم امام عبدالرحمن کاتب سے کہ اگر مبتلا ہووے مسلمان اس میں ایک بار یا دو بار تو کچھہ مضائقہ نہیں مگر دوام و مداومت اسپر مکروہ ہی — یہہ ہی محیط میں —

‡ مطالب المومنین میں ہی — اور یہاں ایک تفصیل ہی کہ ضرور ہی جاننا اُسکا — وہ یہہ ہی کہ کھانا مجوسی کے اور غیر مجوسی کے ساتھہ جو مشرک ہیں مباح ہی یا نہیں تو حکایت ہی حاکم امام عبدالرحمن کاتب سے کہ اگر مبتلا ہوا اس میں مسلمان ایک بار یا دو بار تو کچھہ مضائقہ نہیں ہی اسلیئے کہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھا رہے تھے کہ ایک کافر آیا اور کہا کہ میں کھاؤں آپکے ساتھہ اے محمد تو کہا آپنے کہ ہاں کھاؤ سو بے شک کھایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے ساتھہ ایک بار یا دو بار واسطے دل لگانے اُسکے کے اسلام پر مگر مداومت اسپر مکروہ ہی اسلیئے کہ ہم منع کیئے گئے ہیں اُنکی دوستی سے اور خلط ملط سے اور بہت کہنے اُنکی جمعیت سے — اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم کی بات ہی کہ کھاوے تو اپنے غیر دین والے کے ساتھہ — اور یہہ حدیث دلیل ہی اسپر کہ غیر دین والے کے ساتھہ نہ کھانا چاہیئے — روایت ہی کہ کھایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھہ غیر دین والے اپنے کے تو ضرور ہی کہ ان دونوں میں موافقت دی جاوے — اور وجہہ اس حدیث کی کہ ہمنے اول روایت کی ہی یہہ کہ کھانا ایک یا دو بار اور یہہ حدیث حمل کی گئی اس پر کہ کھانا اُنکے ساتھہ — اور ذکر کیا قاضی امام رکن الدین سغدی نے کہ مجوس اگر نہ زمزمہ کریں تو کچھہ مضائقہ نہیں

فلا یاکل معه لانه یظهر الکفر والشرک فلا یاکل معه حال مایظهر الکفر کذا في آخر الفصل العاشر من سیر الذخیرة انتهی *

† نصاب الاحتساب وهل یاکل مع الکافر فان کان مرة او مرتین لتالیف قلبه علی سلم فلا باس فانه صلی الله علیه وسلم اکل مع کافر مرة فحملنا علی انه کان لتالیف قلبه علی الاسلام ولکن یکره المداومة علیه لماروي عن النبي صلی الله علیه وسلم انه قال من الجفاء ان تاکل مع غیر اهل دینک وحمل هذا الحدیث علی المداومة او علی ان لم یکن نوبته تالیف قلبه علی الاسلام وحمل الحدیث الاول علی ان من کان نوبته تالیف قلبه علی الاسلام توفیقا بین الحدیثین *

مگر اس زمانہ کے اُن عالموں سے جنھوں نے ان روایتوں کو اهل کتاب کے ساتھہ صرف ایک دو دفعہ کھانا جائز هونے اور اس سے زیادہ ناجائز هونے پر دلیل پیش کیا هی اُن سے صریح غلطي هوئي هی اسلیئے که ان روایتوں میں جو احکام هیں وہ مجوس اور بت پرست مشرکوں کے ساتھہ کھانے میں هیں نہ اهل کتاب کے ساتھہ اور جس شخص نے اُستاني جي سے بهي قران پڑها هوگا وہ بهي جانتا هوگا که قرآن مجید میں بهت سے ایسے احکام مشرکین کی نسبت هیں جو اهل کتاب سے علاقہ نهیں رکھتے پس ان روایتوں کو اهل کتاب کے ساتھہ کھانے پر استدلال کرنا صریح غلطي هی اور نه یهه روایتیں ایسي قوي هیں جو قران اور احادیث صحیح کے مقابل لائي جاویں مگر هم تولی اور دوستي کے ممنوع هونے کي زیادہ تر تحقیقات کرتے هیں اور جو تولی که شرعاً منع هی اُسکو بالتصریح بیان کرتے هیں چنانچه اُن آیتوں کو نقل کرکر جنمیں تولی کي نهي آئي هی پهر اُسکي تصریح و تحقیق لکهینگے *

اُنکے ساتھہ کھانے میں اور اگر زمزمہ کریں تو نہ کھاویں اُسکے ساتھہ اُسوقت که وہ ظاهر کرتے هیں کفر اور شرک پس نہ کھایا جاوے اُنکے ساتھہ اُسوقت که وہ ظاهر کریں کفر اور شرک یهه هی دسویں فصل کا آخر سیر ذخیرہ کا -

† نصاب الاحتساب میں هی اور کیا کھاوے ساتھہ کافر کے پس اگر هووے ایکبار یا دو بار واسطے دل لگانے اُسکے کے اسلام پر تو کچهه مضائقه نهیں هی اسلیئے که کھایا حضرت صلی الله علیه وسلم نے ساتھہ کافر کے پس حمل کیا هیگے که یهه کیا حضرت نے واسطے تالیف اُسکے کے اسلام پر مگر مکروہ هی مداومت اسپر اسلیئے که روایت هی که فرمایا حضرت نے که ظلم هی کهانا غیر دین والے کے ساتھہ اور حمل کیجاتي هی یهه حدیث منع کي اوپر مداومت کے یا اُسپر که نهووے نیت اُسکے تالیف قلب کي اسلام پر اور حمل کي گئي حدیث پهلي اوپر که هووے نیت تالیف قلب کي اسلام پر * واسطے موافقت کے دونوں حدیثوں میں *

آیت اول † یا ایها الذین آمنوا لاتتخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظلمین فتری الذین في قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة فعسی الله ان یاتي بالفتح او امر من عنده فیصبحوا علی ما اسروا في انفسهم نادمین ویقول الذین آمنوا اهؤلاء الذین اقسموا بالله جهد ایمانهم انهم لمعکم حبطت اعمالهم فاصبحوا خاسرین *

آیت دوم ‡ یاایها الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین *

آیت سوم § لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین *

آیت چہارم || یاایها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة *

آیت پنجم ¶ ولا تعقد بعد الذکری مع القوم الظالمین *

آیت ششم * لاتجد قوماً یومنون بالله والیوم الاخر یوادون من حاد الله و رسوله ولوکانوا اباءهم اوابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم *

ان سب آیات کي نسبت اور جو کہ انکي مثل هیں هم یہہ بیان کرتے هیں کہ ان آیات سے موالات عموماً ممنوع شرعي نہیں هی بلکہ صرف وهي موالات جو من حیث الدین هو حرام اور ممنوع شرعي بلکہ کفرهی اور موالات من حیث الدین یہہ هی کہ هم کسي شخص کو اس وجہہ سے کہ اُسکا مذهب اور دین جسکو اُسنے اختیار کیا هی بہت اچها هی درست رکهیں اور صرف اُسي قسم کي موالات منع هی نہ اَور کسي قسم کي *

---

† اے ایمان والو نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو اپنا دوست کہ بعض اُنکے دوست هیں بعض کے اور جو کوئي اُنسے دوستي کریگا اُس میں سے هوگا بے شک الله تعالی نہیں راہ سوجهاتا هی قوم گنهگار کو پس دیکهوگے تو اُن لوگوں کو کہ جنکے دل میں مرض هی جلدي کرتے هیں اُنکے اندر اور کہتے هیں کہ هم ڈرتے هیں کہ پهونچے هم پر کوئي سخت گردش سو قریب هی کہ الله دیوے فتح یا کوئي اور امر اپنے پاس سے پس هوجاوینگے یہہ لوگ اوپر اُسکے کہ چهپایا انهوں نے اپنے دل میں پشیمان اور کہتے هیں ایمان والے کہ قسم کهائي ان لوگوں نے الله کي بهت مضبوط قسم کہ وے بے شک تمهارے ساتهہ هیں صف گئے کام اُنکے اور هوگئے تونے والے —

‡ اے ایمان والو نہ بناؤ تم کافروں کو دوست سوائے مومنوں کے —

§ چاهیئے کہ نہ بناویں ایمان والے کافروں کو دوست سوائے مومنین کے —

|| اے ایمان والو نہ بناؤ تم میرے دشمن کو اور اپنے دشمن کو دوست کہ ملو تم اُنکي طرف ساتهہ دوستي کے —

¶ اور نہ بیتهہ تو بعد یاد آنے کے ساتهہ قوم گنهگار کے —

* نہ پائیگا تو اُس قوم کو کہ ایمان رکهتے هیں ساتهہ الله کے اور اُسکے رسول کے کہ دوستي کریں اُسکے ساتهہ جو هوگیا وے الله اور اُسکے رسول سے اگرچہ هوویں وے اُنکے باپ یا بیٹے یا بهائي یا اُنکے کنبے کے —

هم مسلمان اپنے مذهب کے علماء متقدمین اور صلحاء اور اولیاء الله سے محبت رکھتے هیں اور کوئي دنیاوي غرض اُن سے یا کوئي جبلي اور فطرتي محبت اُن سے نهیں رکھتے نه کسي قسم کے دنیاوي احسان کے سبب اُن سے محبت رکھتے هیں اور نه کسي قسم کي محبت باعتبار معاشرت کے اُن سے رکھتے هیں پس جو محبت که هماري اُنکے ساتهه هی وه صرف باعتبار دین کے هی † لانهم کانوا علماء دیننا و اتقیاء مذهبنا و اولیاء الامة المرحومة اللتي فتحن فیها پس اگر اس قسم کي محبت کسي غیر کے ساتهه رکهي جاوے بهشک حرام اور بلکه کفر هی اور ماسوا اسکے جو اُڈر قسم کي محبتیں هیں وه لاباس به هیں اور ممنوع شرعي نهیں هیں بلکه اُنکے کرنے میں هم ماموز هیں اور همپر فرض هی که جیسا دین محمدي میں رحمت و شفقت عام هی وهي شفقت و رحمت هم تمام لوگوں کے ساتهه خواه وه مشرک هوں خواه اهل کتاب برتیں اور اپنے تئیں اُس رحمت و شفقت محمدیه کا نمونه بنائیں که تمام لوگ همارے دین کي حقیقت پر همارا نمونه دیکهکر یقین لائیں اور ضلالت اور گمراهي سے نکلکر صراط مستقیم پر آئیں نه یهه که هم اپنے مذهب کو اور مذهبوں میں ایسا بنائیں که پیشوں میں قصائي کا پیشه ‡ وماغعل اولیاء امتنا الا هذا فانهم فروا بنور الاخلاق المحمدیة علی صاحبها الصلوة والسلام والنصیحة وتولوا وتوادوا مع الذین کانوا ینکرون الله و یعبدون الاصنام فاثر اخلاق المحمدیة فی کل صغیر و کبیر من البریة فانتشر نور الاسلام فی الافاق وهدی بهم الی طریق الوفاق و ان کانوا فضا غلیظ القلب کحال مسلمي زماننا لانفضوا من حولهم *

مسلمانوں کو اُن عورتوں سے جو کافرات اهل کتاب هیں نکاح کرنا درست هی باوجود اسکے که وه اپنے مذهب پر رهیں اور هم اپنے مذهب پر § قال الله تعالی والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم واي مودة اترب من الزوجیة لکنه لیست تلک المودة من حمیة الدین *

---

† اسلیئے که وه بهی علماء همارے دین کے اور پرهیز گار همارے مذهب کے اور دوستدار اور اولیا اس اُمت مرحومه کے که جس میں هم هیں —

‡ اور نهیں کیا هی اولیاء هماري اُمت نے مگر یهي اسلیئے که منور هوے وه بنور اخلاق محمدیه کے علی صاحبها الصلوة والسلام والتحیه اور دوستي اور موالات کي انهوں نے اُن کے ساتهه جو منکر تهے الله کے اور عبادت کرتے تهے بتوں کي پس اثر کیا اخلاق محمدیه نے هر چهوٹے اور بڑے میں سب خلائق میں اور پهیل گیا نور اسلام کا جهان میں اور هدایت کي اُس کو طرف راه موافقت کے اور اگر هوتے یهه لوگ بدخو سخت دل مثل همارے زمانه کے مسلمانوں کے تو بے شک بهاگتے وه لوگ انکے پاس سے —

§ فرمایا الله تعالی نے اور عورتوں پاک کتاب والوں کي اور کونسي دوستي زیاده قریب هی زوجیت سے مگر نهیں هی یهه دوستي باعتبار دین کے —

کفار والدین کے ساتھہ محبت کرنے کا همکو حکم هی † لقوله تعالی واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقال عزاسمه وان جاهداك على ان تشرك بي مالیس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا لکنه لیست تلك من حیث الدین *

صله رحم کا همکو حکم هی اور جبکه مسلمان اهل کتاب کے ساتھه نکاح کرتے هیں تو اُنکی تولاد کے ذوی الارحام اهل کتاب هوتے هیں که اُنکو اُنکے ساتھه تودد اور صله واجب هی لکنه لیس من حیث الدین *

همسایه کے ساتھه اگرچه کافر هو محبت اور احسان کرنے پر هم مامور هیں لکنه لیس من حیث الدین *

خود خدائے تعالی نے مسلمانوں سے اور اهل کتاب میں بالتخصیص نصاریٰ کے ساتھه تودد هونا بتایا ‡ حیث قال عزوجل لتجدن اشد الناس عداوة للذین آمنوا الیهود والذین اشرکوا ولتجدن اقربهم مودة للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلك بان منهم قسیسین ورهبانا وانهم لایستکبرون *

پس ان آیات سے ثابت هوا که مطلق تودد ممنوع شرعی نهیں هی نه ان آیتوں کے احکام میں داخل هی بلکه وهی تودد ممنوع هی جو من حیث الدین هووے *

مولانا شاه عبدالعزیز صاحب ایک رساله میں جو تحفه اثنا عشریه کے لکهنے کے بعد مسئله تقضیل میں لکها هی اُسکے مقدمه چهارم میں ارقام فرماتے هیں که تعظیم شرعی آنست که مبنی باشد بر محبت لله و فی الله و ولایت و دوستی از دل و این معنی درغیر اهل فضل هرگز در شرع وارد نشده انتهی *

پس محبت و مودت غیر مشروع وهی هی جو که غیر اهل دین سے من حیث الدین هو اور جو آیات که اوپر مذکور هوئیں اُن سب میں اُسی قسم کی محبت کی نهی وارد هی چنانچه هر ایک آیت کی تفسیر بالتفصیل اس مقام پر لکهی هی *

پهلی آیت منافقوں کے حق میں اور خصوصا عبدالله ابن مالک ابن ابی سلول کے معامله میں وارد هوئی هی جو ظاهر میں ایمان لایا تها اور درحقیقت محبت من حیث الدین

---

† اور جهگڑے اُنکے لیئے بازو فاسد کا بسبب رحمت کے اور فرمایا الله تعالی نے اور اگر جهگڑا کریں تیرے ماباپ که شریک کرے تو میرے ساتھه اُسکو که جسکا علم تجهه کو نهیں هی تو اُنکی اطاعت نکر اور رہ اُنکے ساتھه دنیا میں نیکی سے مگر پهر محبت باعتبار دین کے نهیں هی *

‡ کها الله تعالی نے اور پاؤگے تو البته سخت سب سے دشمنی میں مسلمانوں کے یهود کو اور اُنکو جو مشرک هیں اور پاؤگیا تو نزدیک تر دوستی میں مسلمانوں کے اُنکو جو کهتے هیں که هم نصاریٰ هیں اور یهه اسلیئے که هیں اُن میں عالم اور پرهیزگار اور یهه لوگ فروتن نهیں کرتے هیں *

مدینہ کے یہودیوں کے ساتھہ رکھتا تھا جنکے فتوی اور حکم پر تمام مدینہ کے لوگ چلتے تھے چنانچہ تمام اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ وہ منافقین کے حق میں ہی جو مسلمانوں سے من حیث الدین کچھہ بھی محبت نہیں رکھتے تھے تفسیر معالم میں لکھا ہی † فترى الذين في قلوبهم مرض اي نفاق يعني عبدالله ابن أبي و اصحابه من المنافقين الذين يوالون اليهود ويسارعون فيهم اى فى معونتهم و موالاتهم على ما اسروا في انفسهم من موالات اليهود و من الاخبار اليهم اهؤلاء الذين اقسموا بالله حلفوا بالله جهد ايمانهم اى حلفوا باغلظ الايمان انهم لمعكم اى انهم لمؤمنون يريد ان المؤمنين حينئذ يتعجبون من كذبهم و حلفهم بالباطل پس بیشک جو اس طرح کی محبت غیر دین والوں سے رکھے وہ حرام اور ممنوع شرعی ہی *

اس آیت کی تفسیر ایک اور دوسری آیت سے ہوتی ہی وہ یہہ ہی ‡ قال الله تعالى بشر المنافقين بان لهم عذابا اليما الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا *

تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہی § كان المنافقون يوادون اليهود اعتقادا منهم ان امر محمد لايتم وحينئذ ينتفعون بصدهم ويحصل لهم بهم قوة وغلبة *

اور تفسیر کشاف میں ہی || وكانوا يمايلون الكفرة ويوالونهم ويقول بعضهم لبعض امر محمد فتولوا اليهود *

---

† پس دیکھے گا تو اُن لوگوں کو جنکے دل میں مرض ہی یعنی نفاق ہی یعنی عبداللہ بن ابی اور اُسکے ہمراہی منافقین کہ دوستی رکھتے تھے یہود سے اور جلدی کرتے تھے اُنکے اندر یعنی اُنکی مددگاری اور اُنکی دوستی میں — اوپر اُسکے کہ چھپایا اُنھوں نے اپنے دل میں موالات یہود کی اور خبر دینے کی اُنکو — کیا وہی لوگ ہیں جنھوں نے قسم کھائی ساتھہ اللہ کے یہہ سخت مضبوط قسم کہ بے شک وہ اُنکے ساتھہ ہیں یعنی بیشک وہ مسلمان ہیں مراد یہہ ہی کہ مسلمان تعجب کرتے تھے اُنکے جھوٹ پر اور اُنکے یہودہ قسم کھانے سے —

‡ فرمایا اللہ تعالی نے خوشخبری دے تو منافقوں کو کہ اُنکو عذاب ہی سخت یہہ لوگ ہیں کہ ڈھونڈتے ہیں کافروں کو دوست سوائے مومنوں کے — کیا چاہتے ہیں اُنکے پاس عزت — بے شک عزت سب طرح کی اللہ کو ہی —

§ منافقین دوستی رکھتے تھے یہود سے بدیں اعتقاد کہ کام محمد کا پورا نہ ہوگا اور اب فائدہ مند ہونگے یہود کے روزگار کے ساتھہ اور ملے گی اُنکو بسبب یہود کے قوت اور غلبہ —

|| اور وہ میلان رکھتے تھے کافروں کے ساتھہ اور دوستی کرتے تھے اُنکے ساتھہ اور کہتا تھا بعض بعض کو کہ نہیں پورا ہوگا کام محمد کا تو دوستی رکھو یہود کے ساتھہ —

اور تفسیر زاهد میں هی ومن یتولهم منکم فانه منهم هر که دوستي دارد با ایشان وے از ایشان است این وعید کسی راست که دوستي دارد با اهل کتاب بحکم عقیدت و دیانت *

پس منافقین کي دوستي کفار کے ساتهه یا تو من حیث‌الدین هی یا اس وجهه سے که محمدرسول الله صلی الله علیه وسلم پر اعتقاد نهیں رکهتے تهے پس اسي قسم کي ولا اور دوستي شرعا ممنوع هی *

۲ آیت دوم اس آیت میں بهي جو لفظ اولیاء کا آیا هی اُس سے بهي محبت فی‌الدین مراد هی جیسا که اوپر مذکور هوا تفسیر کشاف میں اسي آیت کے نیچے لکها هی که اخلاق کافروں کے ساتهه کرنا چاهیئے اور خلوص مسلمانوں کے ساتهه جسکا صاف منشا یهه هی که حسن معاشرت کفار کے ساتهه منع نهیں الا خلوص یعني محبت من حیث‌الدین مسلمانوں کے ساتهه هونی چاهیئے *

† عن صعصعة بن صوحان انه قال لابن اخ له خالص المؤمن و خالق الکافر والفاجر فان الفاجر یرضی منک بالخلق الحسن و انه یحق علیک ان تخالص المؤمنین *

علاوه اسکے یهه آیت نصاری کے لیئے آئي تهي جو حلیف یعني دیني بهائي بني قریظه کے تهے جب اُنهوں نے پوچها که اب هم کس سے دوستي کریں تو حضرت نے فرمایا که مهاجرین سے اور اُسوقت یهه آیت نازل هوئي جس سے صاف ظاهر هی که جو محبت که من حیث‌الدین هو وهي ممنوع شرعي هووے *

‡ قال الامام الرازی في تفسیره الکبیر والسبب فیه ان الانصار بالمدینة کان لهم في بني قریظة رضاع وحلف و مودة فقالوا لرسول الله صلی‌الله علیه وسلم من نتولی فقال المهاجرون فنزلت هذه الایة *

اور دوسري روایت اس آیت کي شان نزول میں یهه لکهي هی که یهه آیت منافقوں سے موالات کرنے کے امتناع میں آئي هی یعني سچے مسلمان منافقوں کو بهي سچا مسلمان

---

† صعصعة بن صوحان سے روایت هی که اُنهوں نے اپنے بهتیجے کو کها که خلوص سے محبت کرو مومن کے ساتهه اور خلق کرو کافر کے ساتهه اور فاجر کے ساتهه سو یهه فاجر خوش هوگا ساتهه خلق نیک کے اور حق تیرے ذمه یهه هی که خالص دوستي کرو مسلمانوں سے —

‡ کها امام رازي نے اپني تفسیر کبیر میں اور سبب یهه هی که انصار مدینه کو قریظه کے ساتهه همشیرگي اور دیني بهائي هونا تها اور دوستي اُنکے ساتهه تهي تو اُنهوں نے عرض کیا حضرت رسول الله صلی‌الله علیه وسلم کي خدمت میں که اب هم کسکو دوست نهیں آپ نے فرمایا که مهاجرین کو تو نازل هوئي یهه آیت —

سمجھتے تھے مسلمانوں کی سی محبت اُن کے ساتھ رکھتے تھے اُس پر یہہ آیت نازل ہوئی کہ منافقین سچے مسلمان نہیں ہیں اُن کے ساتھ سچے مسلمانوں کی سی محبت نکرو *

† قال الامام الرازي في تفسيره الكبير قال القفال و هو ان هذا النهي للمؤمنين من موالات المنافقين يقول قد بينت لكم أخلاق هؤلاء المنافقين و مذاهبهم فلا تتخذوهم اولياء *

اور تفسیر کشاف میں لکھا ہی ‡ لا تتخذوا الكافرين اولياء لا تشبهوا بالمنافقين في اتخاذهم اليهود وغيرهم من اعداء الاسلام اولياء - منافقین ظاہر میں مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے اور باطن میں دلی محبت من حیث الدین کافروں سے رکھتے تھے پس اس طرح کی محبت کافروں کے ساتھہ رکھنے میں ممانعت فرمائی *

§ و قد كان تلك الاحكام في ابتداء الاسلام ولا يميز المسلم من المنافق ولا يميز الخبيث من الطيب و يشبه المنافق بالمسلم الصادق و يتشابه اهل الحق والكذب فان المسلمين الذين كانوا حديثي عهد بالاسلام يفعلون كما كان يفعله المنافقون من الاحكام و اما الان فظهر ما ظهر من الدين و لم يبق احد من المنافقين فالمسلمون مسلمون بحق وامتاز الكافرون والمسلمون بخلق و خلق و لم يبق التشابه والتشاكل لا في التعامل و لا في التناول فانتفى العلة فاين المعلول و ظهر الحق المعلول فلا باس بان يعاشر المسلمون بالكفار بحسن المعاشرة بل الان آن ان يظهر الاخلاق المحمدية بكل من خالفنا في الدين والسجية ليحق حق الدين القويم و يصدق خلق نبينا و انك لعلى خلق عظيم *

---

† کہا امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں کہ کہا قفال نے اور وہ یہہ ہی کہ یہہ منع کرنا ہی مسلمانوں کو دوستی منافقین سے تو فرماتا ہی اللہ تعالی کہ جب ظاہر کیا میں نے تمہارے لیئے اخلاق منافقین کے اور اُن کے مذہب تو اب نہ بناؤ اُن کو اپنا دوست —

‡ نہ بناؤ تم کافروں کو ہرسہ نہ مشابہت کرو منافقین کی دوستی کرنے میں یہود وغیرہ دشمنان اسلام کی —

§ یہہ احکام ابتداء اسلام میں تھے اور تمیز نہ تھی جب مسلمان اور منافق میں اور برے اور نیک میں اور ہم شکل تھا منافق مسلمان صادق کے اور متشابہ تھے اہل حق اور اہل کذب کیونکہ مسلمان ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے اسی طرح کرتے تھے کہ جس طرح منافقین کرتے تھے مگر اب ظاہر ہوا جو کچھہ کہ ظاہر ہوا دین اسلام اور نہ رہا کوئی منافق تو مسلمان اب سچے ہیں اور ممیز ہوگئے کافر اور مسلمان اپنی اپنی شکل اور عادات میں اور نہ باقی رہا ہمشکل اور مشابہ ہونا نہ بیچ برتاؤ کے اور نہ دین میں پس جاتا رہا اب وہ سبب تو اب کوئی ہی وہ حکم اور غالب ہوگیا حق آخر رسیدہ تو اب نہیں مضائقہ کہ معاشرت کریں مسلمان کفار کے ساتھہ بحسن معاشرت بلکہ اب وہ وقت ہی

آیت سوم بھی منافقین کے حق میں وارد ھی امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ھی † واعلم انہ تعالی انزل آیات أخر کثیرة في هذاالمعني فمنها قوله تعالی لا تتخذوا بطانة من دونکم و قوله لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاداللہ و رسوله و قوله لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء و قوله یاایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء و قال المؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض و اعلم ان کون المؤمن موالیاً للکافر یحتمل ثلثة اوجه احدها ان یکون راضیا بکفره و یتولاه لاجله الا ان کل من فعل ذلک کان مصوبا له في ذلک الدین و تصویب الکفر کفر والرضی بالکفر کفر فیستحیل ان یبقی مؤمنا مع کونه بهذه الصفة و ثانیها المعاشرة الجمیلة فی الدنیا بحسب الظاهر و ذلک غیر ممنوع منه والقسم الثالث و هوالمتوسط بین القسمین الاولین هو ان موالاة الکفار بمعنی الرکون الیهم والمعونة والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة او بسبب المحبة مع اعتقاده ان دینه باطل و هذا لا یوجب الکفر الا انه منهي عنه لان الموالاة بهذاالمعنی قد یجر الی استحسان طریقته والرضی بدینه و ذلک یخرجه عن الاسلام فلا جرم هدده اللہ تعالی فیه فقال و من یفعل ذلک فلیس من اللہ في شیء انتهی *

کہ ظاہر کیا جاوے اخلاق محمدی ہو ایک کے ساتھہ جو مخالف ہی ہمارے دین اور عادت میں تا متحقق ہووے حقیقت دین راسخ کی اور صادق آوے خلق ہمارے نبی کا کہ تو بیشک اوہو خلق بزرگ کے ہی —

† اور جاں تو کہ اللہ تعالی نے اوتاری ہیں آیتیں اور بھت اس معنی میں ایک یہہ آیت ہی کہ نہ بناؤ تم دوست دلی سوائے اپنے اور ایک یہہ کہ نہ پاؤگے تو اُس قوم کو کہ ایمان لائے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اُس شخص کے ساتھہ کہ مخالف ہووے اللہ اور رسول سے اور ایک یہہ کہ نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو اپنا دوست اور ایک یہہ ہی کہ نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست اور ایک آیت یہہ ہی کہ مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جان تو کہ ہوتا مسلمان کا دوست کافر کے تین وجہہ سے ہی— ایک یہہ کہ ہوگا راضی اُسکے کفر سے اور اُس سبب سے اُس سے دوستی کریگا تو بے شک اُس کے سب کام کو دوست اور پسندیدہ رکھیگا اور دوست اور پسند کرنا کفر کا کفر ہی اور خوش ہونا کفر کے ساتھہ کفر ہی تو محال ہی کہ باقی رہے مسلمان مع اس صفت کے — دوم یہہ کہ معاشرة نیک دنیا میں باعتبارظاہر کے اور یہہ منع نہیں ہی— سوم یہہ کہ یہہ قسم متوسط ہی ان دونوں قسموں میں وہ یہہ ہی کہ دوستی کرنا کافروں کے ساتھہ بمعنی میلان اور اعتماد کے اُن کی طرف ساتھہ مددگاری اور پشت پناہ اور یاری کے یا بسبب قرابت کے یا بسبب محبت کے مع اعتقاد اس کے کہ دین اُس کا باطل ہی تو یہہ موجب کفر نہیں ہی مگر بیشک منع ہی اُسپر کہ دوستی بدیں معنی بیشک پہونچاتی ہی طرف پسند کرنے طریقہ اُس کے کے اور خوشنودی کے اس کے دین کے اور یہہ ثابت ہی اسلام سے تب لاجار دھمکایا اللہ تعالی نے اس مقدمہ میں اور فرمایا کہ جو کوئی کریگا یہہ کام تو نہیں ہی اللہ سے کسی چیز میں تمام ہوا کلام اُس کا —

اگرچہ اس تفصیل کے بعد جو امام فخرالدین رازی نے لکھی ہمکو باقی آیات سے بحث کرنے کی کچھہ ضرورت نہیں رہی تھی مگر احسانا علی المتعصبین ہم اُن آیات کی تفسیر لکھتے ہیں *

۷ چوتھی آیت حاطب ابن ابی بلتعہ کے معاملہ میں وارد ہوئی یہہ بڑے صحابی ہیں اور جنگ بدر میں بھی موجود تھے اور اعرابی ہیں مگر ایام جاہلیت میں قریش کے ساتھہ حلیف یعنی دینی بھائی تھے اس سبب سے اُنہوں نے اہل مکہ کو کچھہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھہ بھیجا تھا کہ اُن کا مال و اسباب و بال بچہ سب مکہ میں تھے وہ خط پکڑا گیا اُن سے حضرت نے جب پوچھا اُنہوں نے عرض کیا † یا رسول اللہ لا تعجل علی انی کنت امرء ملصقا فی قریش کنت حلیفا ولم اکن من انفسہم و کان معک من المہاجرین من لہم قرابات یحمون اہلیہم و اموالہم فاحببت اذا فاتنی ذلک من النسب فیہم ان اتخذ عندہم یدا یحمون قرابتی فلم افعلہ ارتدادا عن دینی ولا رضا بالکفر بعد الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ قد صدقکم فقال عمر یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ہذا المنافق فقال انہ قد شہد بدرا و ما یدریک لعل اللہ طلع علی من شہد بدرا فقال اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم فانزل اللہ تعالی ہذہ السورۃ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ انتہی ما فی العالم اور سب تفاسیر میں بھی یہی ہی *

اب غور کرنا چاہیئے کہ اگرچہ یہہ مودت جو باضرار دین اور باضرار مسلمین تھی منع ہوئی مگر جو یہہ مودت من حیث الدین نہ تھی تو من یتولہم منکم فانہ منہم میں داخل نہیں ہوئی اور نہ اس قسم کا فعل من شہد بدرا سے وقوع میں آسکتا تھا -

---

† یا رسول اللہ نہ جلدی کیجیئے مجھپر میں ہوں ایک مردہ قریش باش قریش میں اور تھا اُن کا دیندی بھائی اور نہ تھا میں اُن کی قوم میں سے اور جتنے لوگ آپ کے ساتھہ مہاجر ہیں ان سب کو قرابت ہی ہی کہ حمایت کرتے ہیں وہ اہل اور اُن کے مال کی تو پسند کیا میں نے کہ جب فوت ہی مجھہ میں نسب اُن سے تو کروں میں اُن کے ساتھہ ایک احسان کہ حمایت کرینگے میرے کنبہ کی سو نہیں کیا میں نے دین سے مرتد ہونے کے لیئے اور کفر کے ساتھہ خوشی کے لیئے ہں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اس نے سچ بولدیا تم سے پھر کہا حضرت عمر نے مجھکو اجازت ہو کہ ماروں میں گردن اس منافق کی تو فرمایا حضرت نے کہ یہہ بے شک بدر میں موجود تھا اور کیا معلوم ہی تجھکو شاید مطلع ہوا اللہ تعالی اُن پر جو بدر میں تھے سو کہا اللہ تعالی نے تم جو چاہو کرو میں نے بخشدیا تمکو پس نازل ہوئی یہہ سورت اے مسلمانوں نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست کہ ملو تم اُن کی طرف ساتھہ دوستی کے تمام ہوا جو مقام میں ہی =

اس بیان کا زیادہ تر ثبوت اس کے بعد کی آیت سے ہوتا ہی تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہی † لما نزلت هذه الاية اي الاية المذكورة في حق حاطب ابن بلتعة فشدد المومنون في عداوة اقاربهم و عشائرهم فنزل آية لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلو كم في الدين و لم يخرجو كم من ديارکم ان تبروهم و تقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين و اخرجو كم من ديارکم و ظاهروا على اخراجكم ان تولوهم و من يتولهم فاولئک هم الظالمون پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہی کہ تولی ممنوع وهي ہی جو من حیث الدین ہو اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہہ آیت بعد جنگ بدر کے نازل ہوئي ہی اور جنگ بدر ضرور بعد آیت قتال و سیف کے ہوئي تھي تو نازل ہونا اس آیت کا بھي بعد آیت سیف ثابت و متحقق ہوتا ہی *

۵ آیت پنجم یہہ ساري آیت اس طرح پر ہی ‡ و اذا رايت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره و اما ينسينک الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين *

اس آیت کو اس معاملہ سے جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں کچھہ تعلق نہیں ہی کفار قریش ہمارے دین کي اور خبروں کي کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے اُس کي تکذیب کرتے تھے اور اپنی مجلسوں میں اُسپر استہزا کیا کرتے تھے اس آیت میں صرف اتنا حکم آیا کہ جب مشرکین اپنی مجلسوں میں دین کے ساتھہ استہزا کریں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر طعن کریں تو ایسي مجلسوں میں شریک ہونے سے احتراز کرو *

---

† جب نازل ہوئي یہہ آیت مذکورہ یعنی حق حضرت حاطب ابن ابي بلتعہ کے سختي کي مسلمانوں نے بیچ عداوت اپنے رشتہ داروں اور کنبوں کے تو یہہ آیت نازل ہوئي نہیں منع کرتا ہی اللہ تمکو اُن لوگوں سے کہ نہ قتال کیا اُنھوں نے تم سے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمھارے وطن سے یہہ کہ احسان کرو تم اور انصاف کرو تم اُن کے ساتھہ کہ بیشک اللہ دوست رکھتا ہی انصاف کرنے والوں کو مگر منع کرتا ہی تمکو صرف اُن لوگوں سے کہ قتال کیا تم سے اُنھوں نے دین میں اور نکالا تمکو تمھارے وطن سے اور مدد دي تمھارے نکالنے پر یہہ کہ دوستي کرو تم اُن سے اور جو دوستي کریگا اُن سے بیشک وہ گنھگار ہوگا —

‡ اور جب دیکھے تو اُن لوگوں کو کہ خوض کرتے ہیں ہماري آیات میں تو اعراض کر اُن سے یہاں تک کہ خوض کرنے لگیں اسکے سوا اور بات میں اور اگر بھلاوے تجھکو شیطان تو نہ بیٹھہ بعد یاد آنے کے ساتھہ قوم ظالموں کے —

† قال الامام فخرالدين الرازي في تفسيره الكبير ان أولئك المكذبون ان ضموا الى كفرهم و تكذيبهم الاستهزاء بالدين والطعن في الرسول فانه يجب الاحتراز عن مقارنتهم و ترك مجالستهم *

اور اُس میں ہی ‡ نقل الواحدي ان المشركين كانوا جالسوا الموصفين وقعوا في رسول الله صلى الله عليه وسلم والقرآن فشتموا واستهزوا فامرهم ان لا يقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره *

§ و في الكشاف يخوضون في آياتنا في الاستهزاء بها والطعن فيها فكانت قريش في الذين هم يفعلون ذلك فاعرض عنهم ولا تجالسهم و قم عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره فلا باس ان تجالسهم حينئذ *

پس یہہ آیت ایسي مجلسوں کي نسبت ہی جنمیں دین کے اوپر استہزا ہو یا جناب رسول خدا صلی الله علیہ وسلم کي نسبت نعوذ بالله منها کچھہ برا بھلا کہا جاوے یہاں تک کہ صاحب کشاف نے صاف لکھدیا ہی کہ اگر اور قسم کي باتیں ہوں تو اُس وقت اُس مجلس میں بیٹھنا کچھہ مضائقہ نہیں ہی پس انگریزوں کے ساتھہ جو مجلسیں کھانے کي ہوتي ہیں اُن میں صرف دل لگي اور دنیا کي باتیں ہوتي ہیں کبھي ذکر کسي مذہب کا نہیں ہوتا اور نہ کوئي کسي پر ہنستا ہی اور نہ کوئي کسي کو برا کہتا ہی پس اس آیت کو ایسے محل پر دلیل پکڑنا بجز ایک بیہودہ بات کے اور کیا ہی *

¶ آیت ششم بھي حاطب ابن بلتعہ صحابي بدری کے معاملہ میں ہی جس کا ذکر ہم ابھي کرچکے ہیں مگر جو کچھہ کہ ہمنے بیان کیا اُس کا استدلال نہایت اقوی وجوہ سے اس

---

† کہا فخرالدین رازي نے اپني تفسیر کبیر میں کہ بے شک یہہ جھٹلانے والے اگر ملادیویں اپنے کفر اور تکذیب کے ساتھہ استہزا دین کے اوپر اور طعنہ زني رسول پر تو بے شک واجب ہی بچنا ان کي صحبت سے اور چھوڑنا اُن کي ہم نشیني کا —

‡ نقل کیا واحدي نے کہ مشرکین جو ہمنشیني کرتے تھے مسلمانوں کي بیٹھتے رسول صلی الله علیہ وسلم اور قرآن کي بھت میں پس ہوا کہتے تھے اور استہزا کرتے تھے تو حکم کیا اُن کو الله تعالی نے کہ نہ بیٹھیں ساتھہ مشرکین کے یہاں تک کہ خوض کریں اور کسي بات میں سوائے اس کے —

§ اور کشاف میں ہی خوض کرتے تھے وہ ہماري آیات میں یعني استہزا اور طعنہ زني کے پس تھے قریش کہ اپني مجلسوں میں یہہ کرتے تھے تو اعراض کر اُن سے اور نہ بیٹھہ اُن میں اور کھڑا ہوجا اُن میں سے یہاں تک کہ خوض کریں کسي اور باب میں سوائے اس کے پھر کچھہ مضائقہ نہیں کہ بیٹھے تو اُن میں اُس وقت —

آیت سے ہوتا ہی یعنی خدا تعالی نے اس آیت میں باپ اور بیٹے اور بھائی اور کنبہ کے تردد سے بھی منع فرمایا ہی حالانکہ اور آیات قرآنی سے صلہ رحم ہم پر واجب ہی *

† قال اللہ تعالی یا ایہاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء واتقواالله الذی تساءلون بہ والارحام ان الله کان علیکم رقیبا *

اور ما باپ کی تعظیم اور اُن کے ساتھہ محبت اور اُن کی خدمت ہمپر واجب ہی اگرچہ وہ کافر ہوں *

‡ کما قال اللہ تعالی واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ و قال و ان جاہداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعہما و صاحبہما فی الدنیا معروفا *

پس اس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ تردد جو آیت ششم میں منع فرمایا ہی وہ وہی تردد ہی جو من حیث الدین ہو *

اب ہم یہہ بات فرض کرتے ہیں کہ مواکلت کسی قسم کی تردد کا باعث ہوتی ہی اور یہہ بھی فرض کرتے ہیں کہ عموما تردد باہی وجہ کان بموجب آیات سابقہ کے ممنوع ہی تو ہم اُس کا جواب یہہ دیتے ہیں کہ آیت § و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم میں جو دونوں طرف کا کھانا ایک دوسرے کو آپس میں حلال کیاگیا ہی اور صاف فرمایا ہی کہ اہل کتاب کا کھانا ہمکو اور ہمارا کھانا اُن کو حلال ہی تو اشارۃ النص صریحا اوپر جواز مواکلت کے دلالت کرتا ہی پس بالفرض اگر مواکلت سے کسی قسم کا تردد ہوتا ہی تو یہہ آیت اُن تمام آیات کے لیئے مخصص ہوگی اور مواکلت جائز رہیگی *

اب باقی رہیں چند روایات جن سے تعرض مناسب ہی تفسیر نیشاپوری میں ابوموسی سے روایت ہی || قال قلت لعمر بن الخطاب ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک قاتلک اللہ

---

† کہا اللہ تعالی نے اے لوگو ڈرو تم اپنے رب سے کہ جس نے پیدا کیا تمکو نفس واحد سے اور پیدا کیا اُس میں سے جوڑ اُس کا اور پھیلایا اُن سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرو اللہ سے کہ مانگتے ہو تم اُس کے ساتھہ اور ارحام سے بے شک اللہ ہی تمپر نگہبان ہے –

‡ جیسا فرمایا اللہ تعالی نے اور جھکا دے ان کے لیئے بازو ذلت کا رحمت کے سبب اور کہا اللہ تعالی نے اور اگر جھگڑا کریں یہہ دونوں اس پر کہ شریک کرے تو میرے ساتھہ وہ کہ اُس کا تجھکو علم ہی پس نہ اطاعت کر اُن کی اور رہ اُن کے ساتھہ دنیا میں نیکی سے –

§ اور کھانا اُن کا جو دیئے گئے ہیں کتاب حلال ہی تمہارے لیئے اور کھانا تمہارا حلال ہی اُن کے لیئے –

|| کہا اُنہوں نے کہ کہا میں نے عمر ابن الخطاب سے کہ میرے لیئے ایک میڈھی ہی نصرانی تو اُنہوں نے کہا کیا ہوا تجھکو ہلاک کرے تجھکو اللہ تعالی –

الاتتخذت حنيفا الا سمعت هذه الاية يعني لا تتخذوا اليهود والنصارى اولياء قلت له دينه ولي كتابته فقال لا اكرمهم اذا اهانهم الله ولا اعزهم اذا اذلهم الله ولا ادنيهم اذا ابعد هم الله اس حديث کا کہیں حديث کي کتابوں میں ٹھکانا نہیں اس قسم کي حديثیں لا يعباء به میں داخل ہیں *

اور جو حديث فتاوی مطالب الموصفین میں ہی † و روي انه عليه السلام قال من الجفاء ان تاكل مع غير اهل دينك اس حديث کي بھي نہ کچھہ سند ہی اور نہ کوئي اس کا راوي ہی پس ایسي حديثوں پر وہي لوگ عمل کرتے ہیں جو بمقابلہ نصوص قرآني ایسي روایات متجہولہ کو اپني خواہش نفس کے مطابق جہلا میں اپني شیخي اور فخر جتلانے کو نکالتے ہیں اور جنکي تائید کے لیئے کوئي حديث صحیح اور نص قرآني موجود نہیں ہی بلکہ اُس کے مخالف موجود ہی *

اب ایک حديث باقي رہي جسکو جہلا عدم جواز مواکلت کے استدلال میں پیش کرتے ہیں *

‡ في الترمذي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما وقعت بنو اسرائيل في المعاصي فنهتهم علماء هم فلم ينتهوا فجالسوهم في مجالسهم واكلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعض على بعض ولعنهم على لسان داود و عيسى ابن مريم بما عصوا و كانوا يعتدون. *

اس حديث پر وہ لوگ اس طریق پر استدلال کرتے ہیں کہ ہرگاہ اہل معاصي کے ساتھہ کھانا اور پیتھنا منع ہی تو اہل کفر کے ساتھہ بدرجہ اولی منع ہی *

مگر یہہ طریقہ استدلال کا ایسا عمدہ ہی کہ ائمہ مجتہدین رضی الله عنهم اجمعین میں سے بھي یہہ طریقہ استدلال کسیکو نہیں سوجھا § وهل هو الا اجتها دعلماء زماننا سلمهم الله تعالى *

کیوں نہیں بنایا تونے منشي دیندار کو کیا نہیں سنا تونے — آیہ کہ نہ لو تم یہود اور نصاریٰ کو دوست کیا میں نے اُس کے لیئے ہی اُس کا دین اور میرے لیئے اُس کي کتابت تو آپ نے کہا کہ نہ اکرام کرو اُن کا جب ذلیل کیا اُن کو اللہ نے اور نہ عزت دے اُن کو جب رسوا کیا اللہ نے اُن کو اور نہ پاس رکھو اُن کو جب دور کیا اللہ نے اُن کو —

† اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم کي بات ہی کھانا تیرا ساتھہ غیر اہل دین والے اپنے کے —

‡ ترمذي میں ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واقع ہوگئے بني اسرائیل بیچ گناہوں کے پس منع کیا اُنکو علماء نے اُنکے پس نہ باز آئے وہ پس ہمنشیني کي اُنکے علما نے اور کھایا اور پیا اُنکے ساتھہ پس مارا اللہ نے اُنکے دلوں پر ایک دوسرے کے اور لعنت کیا اُنکو اوپر زبان داود اور عیسی ابن مریم کے بسبب اُنکے گناہوں کے اور جو وہ زیادتي کرتے تھے —

§ اور نہیں ہی یہہ مگر اجتہاد ہمارے علماء زمانہ کا سلمہم اللہ تعالی —

اس حدیث سے اور اباحت طعام اهل کتاب اور اُنکے ساتھہ مواکلت سے کیا علاقہ ہی جس آیت کا اقتباس اس حدیث میں کیا گیا ہی خود وہ آیت ہی آیات احکام سے نہیں ہی علاوہ اسکے یہودیوں کو فساق یہود کہی اور مسلمانوں کو فساق مسلمین کہی مجالست اور مواکلت شی آخر ہی اور کفار اور اهل کتاب کے ساتھہ معاشرت امر آخر ہی کیونکہ وہ لوگ کسی حکم شرعی کے بجز ایمان کے مکلف نہیں ہیں *

اب رہی یہہ بات کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو اپنے فتوی میں یہہ بات لکھی ہی کہ انگریزوں کے ساتھہ کھانا کھانے میں تلطخ بالنجاسات ہو یا زمزمۃالمجوس ہو تو مواکلت حرام ہی اس بیان میں بھی ایک قہوزا سا تسامح ہی یعنی اگر تلطخ بالنجاست ہی تو بلاشک ماکول حرام ہی اور اگر زمزمۃالمجوس ہی تو ماکول حرام نہیں الا اُس مجلس میں شرکت حرام ہوگی جیسا کہ دعوت ولیمہ کہ اُسکے اندر مکلرات ہوں تو ماکول میں کچھہ حرمت نہیں آتی الا اُس مجلس میں شرکت ممنوع ہی *

† فی الوقایۃ و مقتدی دعی الی ولیمۃ فوجد ثم لعبا وغناء لایقدر علی منعہ یخرج البتۃ وغیرہ ان قعد واکل جاز ولا یحضر ان علم من قبل وقال ابو حنیفۃ رح ابتلیت بہذا مرۃ فتصبرت وقا قبل ان یقتدی بہ ودلل قولہ علی حرمۃ کل الملاہی لان الابتلاء بالمحرم یکون *

اور یہہ بات جو مولانا صاحب نے لکھی ہی کہ اگر وہاں خمر اور اواني فضہ ہوں اور اگرچہ وہ برتن جس میں مسلمان کھاتا ہی نجاست سے صاف ہوں تو بھی حرام ہی اسکی وجہہ ہماری سمجھہ میں نہیں آئی کیونکہ اگر وہ ماکول کسی قسم کی آمیزش سے نجس نہیں ہوا تو وہ کیوں حرام ہی باقی رہی یہہ بات کہ شرکت ایسے مائدہ پر جسپر خمر اور خنزیر ہو حرام ہی تو بفرض اسبات کے فعل شرکت حرام ہوگا نہ ماکول اور نہ فعل مواکلت *

علاوہ اسکے اور بات بھی سمجھہ میں نہیں آتی ہی کہ اهل کتاب جنکے مذهب میں خمر و خنزیر حلال ہی اور وہی اُسکے مرتکب ہوں نہ مسلمان اور نہ مسلمانوں کے برتن اور ماکول اُس سے آلودہ ہوں تو اُس مجلس کی شرکت بھی کیوں حرام ہوئی —

---

† وقایہ میں ہی — اور ایک مقتدی بلایا گیا ولیمہ میں اور پایا وہاں کھیل اور راگ کہ نہیں قدرت رکھتا ہی اُسکے منع کی تو نکل جاوے وہاں سے البتہ اور غیر مقتدی اگر بیٹھہ جاوے اور کھالیوے تو جائز ہی اور چاہیئے نہ کہ حاضر ہووے اگر جان لیا یہہ پہلے اور کہا ہی ابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ نے کہ مبتلا ہوا میں ساتھہ اسکے ایک بار پس بدھوار صبر کیا میں نے اور یہہ پہلے اُنکے مقتدی ہونے سے تھا اور امام صاحب کا کہنا دلیل ہی اسپر کہ حرام ہی سب کھیل کیونکہ مبتلا ہونا حرام میں ہوتا ہی —

† خلافا للمائدة اللتي يدور عليها الخمر و يشربها المسلمون فلاشک ان الشركة في هذاالمجلس حرام لانها قد وقع فيه محرمات شرعية *

الشبهة التاسعة بعضی لوگ ان باتوں کو قبول کرتے هیں اور کہتے هیں که اگرچه یهه امر مباح شرعي هی لیکن اگر اسکی اباحت کا فتوی دیدیا جاوے تو مصلحت عامه کے برخلاف هی کیونکه عوام الناس انگریزوں کا کهانا بلا تمیز اس بات کے که محرمات شرعیه سے خالي هی یا نهیں کهانے لگیں گے پس بنظر عموم بلوا عدم جواز کا فتوی دینا مصلحت هی *

لیکن اگر یهه بات صحیح قرار پاوے تو تمام احکام شرعی حلال و حرام کے هر ایک کی مصلحت پر موقوف هوجاوینگے عموم بلوا کا خیال بهي ایک عجیب قیاس هی آجتک مسئله فقه یوں سنا کرتے تھے که الضرورة تبیح المحظورات مگر اب اُسکی جگهه کها جاتا هی تحریم المباحات فسبحانه و تعالی شانه مشروع کو غیر مشروع بنانا ایسا هی جیسے که غیر مشروع کو مشروع اور درحقیقت ایسا کرنا خیانت فی الدین هی ‡ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه ومن اشار علی اخیه بغیر علم ان الرشد فی غیره فقد خانه رواه ابوداؤد *

فی القاموس الرشد الاستقامة علی طریق الحق مع تصلب فیه همارے بهائي جب که یهه بات بخوبي جانتے هیں کما یعرفون ابنائهم که شرع میں طعام اهل کتاب خواه موائلت منهم بشرط الطهارة جائز و مباح هی تو عام لوگوں کو بهي صحیح اور سیدها مسئله کیوں نهیں بتاتے که انگریزوں کے یهاں کهانا اور اُنکو کهلانا اور ایک ساتهه بیٹهکر کهانا درست هی لیکن حرام چیزوں سے بچنا چاهیئے تاکه عندالله ماجور اور عندالناس مشکور هوں هاں مگر اس کهنے میں مولویت کي شیخي اور جهلا کي آنکهه میں اتقی الناس بني کے تفاخر میں اور پیري مریدي نذر و نیاز لینے کي دوکانداري میں بٹا لگتا هی *

---

† برخلاف اُس دسترخوان کے که شراب کا دور چلے اور چوریں اُسکو مسلمانان تو بیشک شرکت اس مجلس میں حرام هی که اُس میں واقع هوئي محرمات شرعیه —

‡ ابوهریره سے روایت هی که کها رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جو فتوی دیوے بغیر علم کے تو هوگا گناه اُسکا اُسپر که جسنے فتوی دیا اور جس نے مشوره دیا اپنے بهائي کو که بهوٹي اسکي غیر میں هی بغیر علم کے تو بیشک چوري کي اُسکي — روایت کیا اسکو ابو داؤد نے — قاموس میں هی که رشد قائم رهنا اوپر طریق حق کے ساتهه مضبوطي کے اُسپر —

خاتمة

الان نختم هذه الرسالة على بيان امر يليق بهانه في هذا المقام فاعلم ان بعض علمائنا رحمةالله عليه قد منع من تعظيم الكافر من سبقة السلام وغيرها كما هو عادة اهل ديارنا واستدلوا على منعه بما هو مذكور في التهذيب ان كل فعل فيه توقير الذمي فهو حرام كالقيام والسلام والمصافحة والمعانقة لان الجزية عليهم للاهانة وبالسلام توقير هم وفيه نظر بوجوه *

† الاول انه ليوافقها الادلة الشرعية لان اللهتعالى قال ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال انني من المسلمين ولا تستوى الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن فاذا الذي بينك وبينه عداوة كانه ولي حميم ومايلقها الا الذين صبروا ومايلقها الا ذوحظ عظيم وقال الله تعالى و عبادالرحمن الذين يمشون على الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما *

‡ الثاني ان الرواية المذكورة في التهذيب ليس يلائم حالنا ومن سكن ديارنا لان المشركين اوالنصارى في ديارنا ليسوا باهل ذمتنا بل نحن معاشر المسلمين في رعيتهم و في جوارهم ونسكن في امانهم و نعمر في ديارهم وهم احسنوا الينا بوجوه كثيرة لانهم ينحكمون علينا بالعدل على مايحكمهم ولايراعون قوم دون قوم في حكومتهم ومن قواعد هم التسوية بين حقوق العباد

اب ختم کرتے ہیں ہم یہہ رسالہ اوپر بیان اُس امر کے کہ لائق ہی بیان اُسکا اس جگہہ — پس جاننا چاہیئے کہ ہمارے بعض عالم رحمةالله علیہ نے منع کیا ہی کافر کی تعظیم کرنے سے سبقت سلام سے اور اور باتوں سے جیسا کہ وہ عادت ہی ہمارے دیار کی اور دلیل پکڑی ہی اسکے منع پر ساتھہ اُس کے کہ وہ مذکور ہی تہذیب میں کہ ہے شک جو فعل کہ اُس میں توقیر ہو ذمی کی وہ حرام ہی جیسا کھڑا ہونا اور سلام کرنا اور مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا کیونکہ جزیہ اُنپر اہانت کے لیئے ہی اور سلام میں اُنکی توقیر ہی اور اس میں چند وجہوں سے شبہہ ہی —

† اول یہہ کہ نہیں موافق ہیں اسکے دلائل شرعیہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا اور کون ہی کہ بہتر ہو بات کرنے میں اُس شخص سے کہ بلائے طرف اللہ کے اور عمل کرے نیک اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں ہوں اور نہیں برابر ہی نیکی اور بدی — دفع کرو ایسی بات کے ساتھہ کہ یہہ نیک ہو پس اسوقت وہ شخص کہ تجھہ میں اور اُس میں عداوت ہی گویا وہ دوست ہی گرم اور نہیں پہونچتے ہیں اسبات کو مگر وہ جو کہ صبر کرتے ہیں اور نہیں پہونچتے ہیں اسبات کو مگر وہ کہ بڑے نصیب والے ہیں اور کہا اللہ تعالی نے اور بندے رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے اور جب نکلم کریں اُن سے جاہل تو کہتے ہیں سلام —

‡ دوسرے یہہ کہ روایت جو تہذیب میں ذکر ہوئی نہیں مناسب ہی ہمارے حال کے اور اُنکے جو ہمارے ملک میں رہتے ہیں اسلیئے کہ مشرکین یا نصاری نہیں ہیں ہمارے اہل ذمہ بلکہ ہم گروہ مسلمانان اُنکی رعیت میں ہیں اور اُنکی عملداری میں ہیں اور بستے ہیں ہم اُنکے امان میں اور آباد ہیں ہم اُنکے ملک میں اور اُنہوں نے احسان کیا ہی ہمپر بہت طرح سے کہ حکم کرتے ہیں ہمپر ساتھہ انصاف کے جہانتک کہ ممکن ہووے اور نہیں رعایت کرتے ہیں ایک قوم کی اپنی حکم رانی میں اور اُنکے قواعد سے ہی برابری درمیان حقوق عباد کے —

يهوديا كان او نصرانيا مشركا كان او مسلما ثم لايمنعون اداء الفرائض كالصلوة والصيام والزكوة والحج ولايزاحمون اقامة الجمع والاعياد الاالبغي و الفساد و اي شيء اقبح من هذين وهم يحكمون عليهما في القضايا اللتي يتعلق بالمذهب خاصة كالنكاح والطلق والميراث وغيره على ماهو ماثور في شريعتنا فكيف لانوثرهم على انفسنا ونختار هم فانهم يحفظون انفسنا و يرعون اموالنا ويكثرون دمائنا على مابينا مما احسفوا وقدافترض علينا اطاعة اميرالسلطان واستئال حكمه مما يتعلق من امورالدنيا قال في التاتار خانية الاسلام ليس بشرط في السلطان الذي يقلد وفي الدرالمختار ان غلبوا على اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها بدارهم ملكوها و يفترض علينا اتباعهم فماروي في التهذيب عن مفهم السلم والمصلفحة والمعانقة فهو متعلق باهل الذمة كما هو مصرح فيه لا بالحكام والسلطان فعلينا ان نتفكر في حالة يكون اهل الاسلم محكومين وغيرهم عليهم حاكما فما كان طريق معاشرة المسلمين بالحكام فعلينا ان نعمل بذلك الطريق وتلك الحالة وجدت في ثلثة اقران الاول كان بنو اسرائيل عبيدا لفرعون وهو عليهم سلطان قاهر والثاني كان المسلمون بمكته قبل الهجرة والثالث هاجر المسلمون بارض الحبشة فكان هؤلاء

يهودي هو يا نصراني مشرک هو يا مسلمان پهر نهيں منع کرتے هيں ادائے فرايض نماز و روزه و زکوة و حج کو اور نهيں روکتے هيں قايم کرنے جمعه اور عيدوں کو مگر بغاوت اور فساد کو اور ان سے پري کون سي اور چيز هي اور حکم کرتے هيں هم پر همارے اُن جهگڑوں ميں جو متعلق هيں خاص مذهب کے ساتهه مثل نکاح اور طلق اور ميراث کے اور سوائے اسکے موافق اُسکے کہ هماري شريعت ميں منقول هي پهر کيوں نه اختيار کريں هم اُنکو اپني جان کي برابر که وه حفاظت کرتے هيں هماري جاؤں کي اور رعايت کرتے هيں هماري مال کي اور حفاظت کرتے هيں هماري عورتوں کي علاوه اُسکے جو جو بيان کيئے هيں اُنکے احسان اور فرض هي هم پر اطاعت حکم سلطان کي اور فرمان برداري حکم اُنکے کي اُن امور ميں جو متعلق هيں دنيا کے ساتهه کيا تاتار خانيه ميں اسلم شرط نهيں هي اُس بادشاه ميں جس سے نوکري حکومت کي اجيارے اور مختار ميں هي اگر غالب آويں کفار هم پر اور همارے مال پر اگرچه وه ظلم مسلمان هو اور اگرچاريں وه سب اپنے ملک ميں تو وه اُسکے مالک هوجاوينگے اور فرض هي هم پر اُنکي اطاعت سے پس جو روايت که تهذيب ميں هي منع سلم اور مصافحه اور معانقه کي تو وه متعلق هي اهل ذمه سے که اُس ميں اسکي تصريح هي نه ساتهه حکام اور بادشاه کے — لازم هي هميں که فکر کريں اُس حالت ميں که اهل اسلم محکوم تهے اور غير اهل اسلم اُنپر حاکم پس جو طريق تها اُسوقت معاشرة مسلمانوں کا ساتهه حاکموں کے لازم هي هميں که عمل کريں موافق اُسکے هم پهي اور پهه حالت تين وقت ميں پائي گئي هي اول بني اسرائيل تابع تهے فرعون کے اور وه اُنپر سلطان قاهر تها — اور دوم تهے مسلمان مکه ميں پهلے هجرت سے اور سوم هجرت کيا مسلمانوں نے زمين حبشه ميں پس ان لوگوں نے اطاعت کي اُسکي که جو صاحب سلطنت تها اُنپر حتي المقدور اور معاهدت کرتے تهے دوستوں کي سي ساتهه اُن لوگوں کے که اُنپر اُنکو سلطنت تهي يهانتک که قبول کيا حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے

اطاعوا من کان له سلطنة علیهم مااستطاعوا وکانوا یعاشرون معاشرة النخلان بمن لیس لهم علیهم سلطان حتی قبل ابوبکر رضی الله عنه ذمة مالک ابن الدغنة وجواره لینجو ممن ظلمه وجاره ورجع مکة وسکن داره ولم یعد الاستیمان بالکافر عاره فعلینا ان نفعل ذلک اتباعا لهؤلاء ولانقع فی المهالک والله تعالی اعلم و علمه اتم و احسلم *

ذمہ مالک بن دغنہ کا اور ہمسایگی اُسکی کہ نجات پاوے اُس شخص سے کہ ظلم اور جور کیا اُسپر اور چلے آئے مکہ میں اور رہے اپنے گھر اور نہ شمار کیا اس امان لینے کو کافر کے اپنا عار — تو لازم ہی ہمپر کہ ہم بھی کریں یہہ بھی باتباع ان لوگوں کے اور نہ پڑیں ہم تباہی اور ہلاکی میں واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحسلم —

الخطبات الاحمدية
في
العرب والسيرة المحمدية

بسم الله الرحمن الرحيم

ديباچه

عجائبات دنيا ميں سب سے زيادہ عجيب وہ خيال هي جس کو لوگ مذهب کہتے هيں مذهب أس امتياز کا نام هي جو انسانوں کے افعال سے علاقه رکهتا هي اور جس کے سبب انسانوں کے افعال اچهے يا برے يا نه اچهے نه برے خيال کيئے جاتے هيں کيونکه اگر انسان کے افعال ميں يهه تميز نه ٹهرائي جاوے تو کسي مذهب کا وجود باقي نهيں رهتا *

تمام خيالات جو انسان ميں پيدا هوتے هيں اور تمام يقين جو انسان کسي چيز پر رکهتا هي أس کا منشا أن خيالات اور يقين کے سوا کچهه أور چيزيں هوتي هيں جو أن خيالات اور يقين کي اسباب سمجهي جاتي هيں مگر تعجب يهه هي که وہ خيال جس کو مذهب کهتے هيں بغير کسي خارجي اسباب کے اور بغير تجربه اور امتحان کے اور بدون کسي معقول ثبوت کے يکايک دل سے أٹهتا هي اور اس ليئے وهي أس کا مخرج سمجها جاتا هي اور پهر أس پر ايسا يقين هوتا هي که کسي آنکهه ديکهي چيز پر بهي نهيں *

اس تعجب پر اور تعجب يهه هي که أس بن ديکهي چيز اور أن سمجهي بات اور بے دليل خيال کا لوگوں کي طبيعت پر ايسا سخت اثر هوتا هي که وہ اثر انسان کے تمام افعال پر اور قدرتي جذبات پر جو انسان ميں خدا نے پيدا کيئے هيں غالب هو جاتا هي اور جو جوش اور ولوله أس از خود پيدا هوئے خيال سے انسانوں کي طبيعتوں پر هوتا هي کسي دوسري چيز سے نهيں هوتا گوکه أس دوسري چيز کے صحيح اور يقيني هونے کے ليئے کيسي هي عمده عمده دليليں اور کيسے هي قطعي ثبوت موجود هوں *

اگر وہ خيال تمام انسانوں ميں مختلف نهوتا تو شايد يهه کها جاسکتا که تمام عالم کا أس پر يقين رکهنا هي أس کي سچائي کا ثبوت هي مگر تعجب تو يهه هي که هر زمانه اور هر قوم اور هر ملک اور هر فرقه بلکه هر فرد بشر ميں وہ خيال ايسا مختلف رها هي که کسي ايک پر بهي يقين کرنے کي کوئي وجهه نهيں اور اس پر تعجب يهه هي که هر شخص کو يهي يقين هي که ميرا هي خيال اور سب کے خيالوں سے بالکل صحيح اور بالکل سچا هي هم ديکهتے هيں که جس طرح يوناني اپنے خدا اور ديوتا پر اور مسلمان و يهودي اپنے ايک خدا پر اعتقاد اور يقين کامل رکهتے هيں اسي طرح هندو اور مصري اپنے تيلتيس کروڑ ديوتاؤں پر اعتقاد اور يقين کامل رکهتے هيں *

کیا یہہ مسئلہ کہ تمام چیزیں ایک ہي کل کے جزو یا اُسکي عین یا وہ بمنزلہ جان اور یہہ بمنزلہ جسم کے ہیں صحیح ہی کیا یہہ سب مختلف چیزیں جو ہمکو دکھائي دیتي ہیں سب ایک ہیں کیا نور و ظلمت اور کالا اور سفید دونوں یکساں ہیں جیساکہ ایک عارف باللہ کہتا ہی -

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگري

یا یہہ مسئلہ صحیح ہی کہ تمام چیزوں کا اُسي سے ظہور ہی وہي ظلمت کا باعث اور وہي نور کے ظہور کا سبب ہی وہي آسمانوں پر کوکاتا ہی اور وہي زمینوں پر برساتا ہی وہي ستاروں کو چمکاتا ہی اور وہي پھولوں کي کلیوں کو کھلاتا ہی اُسیکا جلوہ بہشتوں کي کہارت اور اُسیکا پردہ دوزخوں کي آفت ہی غمگین دل کا غم اور شادان دل کي شادي اُسي سے ہی وہ کسي جگہہ نہیں اور سب جگہہ ہی وہ کسي میں نہیں اور سب میں ہی عابد کے نوراني سینے اور فاسق کے بریاں دل اور معشوق کي عاشق کش ابرو اور عاشق کي گریاں چشم سب میں اُسکي یکساں جگہہ ہی جس طرح کہ وہ آسمانوں اور زمینوں میں ہی اُسي طرح وہ باریک سے باریک بال میں بھي ہی وہ سب کو دیکھتا ہی اور ہر چیز کو جانتا ہی مگر اُسکا جاننا یا علم ہم سے دو درجہ کم ہی کیونکہ وہاں ماضي اور استقبال نہیں ہی بہر حال اُس بن دیکھي جناب اور اُن سمجھي ذات کو جو کہو سو کہو مگر ان تمام مشکلوں پر ہمکو یہہ مسلماني مسئلہ کہ " انا عند ظن عبدي بي " اُڑر بھي مشکل میں ڈالتا ہی *

ربي انصف عند ظني رحيم فارحم علي

پھر ہمکو اور زیادہ تعجب اسبات پر ہوتا ہی کہ یہہ تمام مختلف خیالات جو لوگوں کے دلوں میں ہیں اور جو مذہب کہلاتے ہیں وہ ایک ہي مخرج سے یعني دل سے نکلے ہیں اور دل کے اُس فعل کا جس سے یہہ خیالات پیدا ہوتے ہیں اعتقاد نام رکھا جاتا ہی پس اگر مدار مذہب کا اعتقاد ہو تو ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط ٹھہرانے کي کوئي وجہہ نہیں ہوسکتي *

کیا وجہہ تمیز کي ہی اُس سچي دلي پرستش میں جو ابراہیم کے باپ نے ایک بت کي کي اور اُس سچے دل کے خیال میں جس سے ابراہیم نے اپنے باپ کے اُس بت کو ترزا *

ایک ہي واقعہ حضرت مسیح کے قتل کا ہی جو کالوري کي پہاڑي میں بیت المقدس کے پاس گذرا اُن بے رحم قاتلوں نے اپني دانست میں جو کچھہ کیا مذہبي نہایت سچے اور مستحکم اعتقاد اور دل کے کپ کپا دینے والے ایماني جوش سے کیا پس اُن دو گروہوں میں سے جو نہایت سچے دل سے اُس کو نہایت ہي نیک کام سمجھتے ہیں اور جو نہایت پاک

دلي سے اُس کو نہايت هي بد کام جانتے هيں کونسي چيز تفرقہ کرنے والي هي
کيا وجهہ تمهز کي هي سفنت پال کي اُس حالت ميں جبکہ وہ دلي اعتقاد اور ايمان کے جوش سے اُن لوگوں کا ساتهي تها جنهوں نے سفنت اسٹيفن شهيد کو سنگسار کيا اور اُس حالت ميں جبکہ اُسنے اپنے سچے دلي اعتقاد سے حضرت مسيح کو مانا

کيا چيز هي جس سے هم عمر کي اُس حالت ميں تمهز کريں جبکہ اُس نے لات و منات پر سچا دلي اعتقاد رکهکر اهيں عرب کے قتل پر کمر باندهي اور اُس حالت ميں جبکہ اُس نے نهايت سچي دلي تصديق سے کہا کہ اشهد ان محمدا رسول الله *

يهہ وهي عجيب خيال هي جو دونوں طرف برابر نسبت رکهتا هي اور جس کو لوگ مذهب کهتے هيں پس ايسي دوچيزوں چيز کي جو ضديں ميں برابر نسبت رکهتي هو کسي جهت پر يقين کرنے کي کوئي وجهہ نهيں البتہ ان تمام خيالوں ميں سچا خيال يا تمام مذهبوں ميں سچا مذهب وهي هوسکتا هي جو ضديں ميں برابر نسبت رکهنے کے نقص سے پاک هو *

مذهب کيا چيز هي ؟ وہ ايک ايسا سچا اصول هي کہ جب تک انسان اپنے قواي جسماني اور عقلي پر قادر هي اُسکے تمام افعال ارادي ' جوارح ' نفساني' و روحاني کا اُسي اصول کے مطابق هونا چاهيئے پهر اگر وہ اصول ايسے هيں کہ صرف کسي قسم کے اعتقاد پر مبني هيں تو اگر متعدد لوگوں کا متضاد اصولوں پر کسي وجهہ سے اعتقاد هي تو ايک کو سچا يا صحيح اور دوسرے کو جهوٹا يا غلط کهنے کي بجز تحکم کے اَور کوئي وجهہ نهيں سچا مذهب وهي هوسکتا هي جسکي سچائي نہ کسي اعتقاد پر بلکہ حقيقي سچائي پر مبني هو کيونکہ مذهب اعتقاد کي فرع نهيں هي بلکہ سچائي مذهب کي اصل يعني عين مذهب هي اور اعتقاد اُسکي فرع هي پس جبکہ هم مختلف مذهبوں ميں سے سچے مذهب کو پرکهنا چاهيں تو ديکهيں کہ وہ سچے اصول کے مطابق هي يا نهيں *

سچا اصول کيا هي ؟ جهاں تک کہ انسان اپنے قواي عقلي سے جان سکتا هي وہ بجز قدرت يا قانون قدرت کے اور کچهہ نهيں جسکي نسبت اسلام کے باني نے يهہ فرمايا کہ " ماتري في خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل تري من فتور ثم ارجع البصر کرتين ينقلب اليک البصر خاسأ وهو حسير " *

قدرت يا قانون قدرت کيا هي؟ وہ وہ هي جس کے بموجب اُن تمام چيزوں مادي يا غير مادي کا جو همارے اِرد گرد هيں ايک عجيب سلسلہ انتظام سے وجود هي اور هميشہ اُنهي کي ذات ميں پايا جاتا هي اور کبهي اُن سے جدا نهيں هوتا قدرت نے جس طرح پر جس کا هونا بنايا هي بغير خطا کے اُسي طرح پر هوتا هي اور اُسي طرح پر هوگا پس

وهي سچ هی اور جو اصول اُسکے مطابق هیں وهي سچے اصول هیں نه وه جنکي بنا ایک فاني قابل سهو و خطا وجود یعني انسان کے اعتقاد پر منحصر هو *

قدرت همکو صرف اپنے وجود اور اپنے سلسله انتظام اور اپنے تعلقات هي کي جو بے انتها مخلوق میں پایا جاتا هی سچائی نهیں دکهلاتي بلکه اُس سے ایسے بهي اصول پائے جاتے هیں جس سے هم اپنے افعال ارادي جسماني اور روحاني کي بهلائي اور برائي بهي جان سکتے هیں اور جو که قدرت سچي اور کامل هی تو ضرور هی نه وه اصول بهي سچا اور کامل هو اور یهي سچا اور کامل اصول یا یوں کهو که وه مذهب جس کے اصول اُس کے مطابق هیں وهي سچا مذهب هونے کے مستحق هی *

یهه مت سمجهو که هم قدرت یا قانون قدرت هي کو مسبب یا اخیر سبب اس تمام کارخانه کا سمجهتے هیں جسکا کوئي خالق نهو جیسے که دهریوں کا مذهب هی نعوذبالله منها بلکه قدرت کو تو هم ایک قانون کهتے هیں جسکا کوئی بنانے والا هی اور اسي لیئے هم یقین کرتے هیں که یهه تمام سلسله ایک هی مسبب اور ایک هی اخیر سبب پر ختم هوتا هی جس پر تمام چیزوں کي هستي منحصر هی اور جسکي اُن پهچان ذات کو هزاروں لاکهوں کروڑوں نامون سے لوگ پکارتے هیں ' او میرے پیارے خدا تم پردہ میں تو هو پر سب پر ظاهر هو ایسے جهوٹ موٹ کے پردہ سے کیا فائدہ *

رشک آیدم وگرنه نقابت کشودمے * دست ترا گرفته بعالم نمودمے

معاذالله توبه توبه میں نے کیا کها که میں کافر تو نهیں هوگیا" الهي انت عبدي و انا ربک استغفرالله استغفرالله انت ربي و انا عبدک" پس آدمي کو چاهیئے که اس کارخانه قدرت سے اُس کے بنانے والے کو اور اُس کی راه کو یا اُس کي راه بنانے والے کو تلاش کرے که یهي سیدهي سڑک سیدهی راسته چلنے کا هی *

مذهب کي تمثیل میں علماء اسلام رحمةالله علیهم اجمعین نے کیسي کیسي غلطیاں کی هیں اور کیا کیا ٹهوکریں کهائي هیں بعضوں نے مالک اور غلام کي تمثیل دي هی اور فرمایا هی که مذهب اور شریعت کو مصالح قدرت اور اعمال کو اُس کے بدله یعني جزا اور سزا سے کچهه مناسبت نهیں اور اُس کے اوامر و نواهي میں بجز اس کے که مالک کا حکم بجا لانا هی اور کچهه فائدہ نهیں شاید اُن لوگوں کا خدا ایسا هو جو لغو کام کرنے کو کهے مگر تو خدا ایسا نهیں وه تو نهایت دانا اور سب سے بڑا حکیم مطلق هی اُس کي تو کوئي بات بهي حکمت اور منفعت سے خالي نهیں *

اس والے کو تو شاه ولي الله صاحب نے بهي غلط ٹهرایا هی چنانچه حجةالله البالغه میں لکهتے هیں که " قد یظن ان احکام الشریعة غیر متضمنة لشی من المصالح و انه لیس

بين الاعمال و بين ما جعل الله جزاءها مناسبة و ان مثل التكليف بالشرايع كمثل سيد اراد ان يختبر طاعة عبده فامره برفع حجر اولمس شجر مما لا فايدة فيه غير الاختبار فلما اطاع او عصى جوزي بعمله و هذا ظن فاسد تكذيبه السنة و اجماع القرون المشهود لها بالخير *

بعض عالموں نے مالک اور بیمار غلام سے مذہب کی تمثیل دی ہی جیسے مالک نے اُس کے علاج کے لیئے اپنا مصاحب مقرر کیا ہو اور اس مصاحب کے حکم کو ماننا باعث نجات اور نہ ماننا باعث درکات ٹھہرایا ہو *

شاہ ولی اللہ صاحب بھی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی رائے کو صحیح قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ " و ظهر مما ذكرنا ان الحق في التكليف بالشرايع ان مثله كمثل سيد مرض عبيده فسلط عليهم رجلا من خاصته ليستقيم دراءفان اطاعوا له اطاعوا السيد و رضي عنهم سيد هم و اثابهم خيرا و نجوا من المرض و ان عصوه عصوا السيد و احاط بهم غضبه و جازهم اسوء الجزاء و هلكوا من المرض " *

مگر میں اس کو نہیں مانتا اور پوچھتا ہوں کہ دوا کا کرنا باعث نجات کا تھا یا مصاحب کے حکم کا ماننا تھا اگر بے حکم مصاحب کے بھی وہ دوا کرتا تو نجات پاتا یا نہیں ضرور پاتا اس لیئے کہ اُس دوا سے نجات پانا قدرت کا قانون تھا جو کسی طرح بدل نہیں سکتا *

بعضے عالموں نے مذہب کی تمثیل ایسے طبیب سے دی ہی جو نہ تو خود کسی چیز کو اصرت بتاتا ہو اور نہ کسیکو حلال ٹھہراتا ہو بلکہ ہر چیز میں قدرت نے جو اثر رکھا ہی اُسی کو بتاتا ہو تاکہ جو لوگ صحیح ہیں اپنے حفظ صحت کے اصول جانیں اور جو بیمار ہیں وہ حصول صحت کی دوا کو پہچانیں اور مذہب بہ نسبت اس کے کہ صرف بیمار غلاموں ہی کے لیئے ہو سب کے لیئے عام ہوجاوے *

افسوس کہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں اس رائے کو نہیں مانتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ " وانه ليس الامر على ماظن من ان حسن الاعمال و قبحها بمعني استحقاق العامل الثواب والعقاب عقليان من كل وجه وان الشرع وظيفته الاخبار عن خواص الاعمال على ماهي عليه دون انشاء الايجاب والتحريم بمنزلة طبيب يصف خواص الادوية وانواع المرض فانه ظن فاسد تمجه السنة بادني ارائے " *

مگر میں اسی کو مانتا ہوں اور اِسی کو سچا اصول سمجھتا ہوں جو قانون قدرت کے بالکل مطابق ہی اور کتاب و سنت دونوں کو اسی کا مؤید پاتا ہوں جو علم مذہب اسلام کی بنیاد ہوں پس جہاں تک کہ سچے مذہب کی میں تحقیق کرسکا میں نے اسلام ہی کو سچا مذہب پایا اور اُمید ہی کہ جو لوگ سچائی کو دوست رکھتے ہیں وہ ہمیشہ

صفائي اوز سچائي سے اسلام کي سچائي کي تحقيقات کرينگے *

مگر ايک مشکل يہہ پيش هی کہ جب اسلام کا نام ليا جاتا هی تو لوگ اُس مجموعہ احکام کو جو اب احکام مذهبی سمجھے جاتے هيں مذهب اسلام خيال کرتے هيں هاں مجازاً تو اُنهو مذهب اسلام کا اطلاق هوسکتا هی مگر حقيقتاً وہ مجموع من حيث المجموع بمعني حقيقي مذهب اسلام کهلانے کا مستحق نهيں هی موجودہ مسايل مذهب اسلام ميں دو قسم کے اصول و احکام شامل هيں ايک وہ جنکو خود شارع نے صاف صاف بيان کيا هی جو احکام منصوصہ کهلاتے هيں اور ايک وہ جنکو عالموں اور مجتهدوں نے اپنے ذهن کي خوبي اور اپنے علم کي روشني سے باستدلال دلالت النص يا اشارۃ النص يا قياس کے قايم کيا هی جو اجتهاديات کهلاتے هيں اور جو بهجز ايک قابل سهو و خطا وجود کي راے کے اور کچهہ زيادہ رتبہ نهيں رکهتے پس اِن دونوں قسم کے مسايل ميں تميز نکرنے سے آدمي طرح طرح کي سخت غلطيوں ميں پڑ جاتے هيں اور يہہ وهي ترک امتياز هی کہ جب مسلمان اُسکو اختيار کرتے هيں تو اُسکا نام تقليد رکهتے هيں اور جب غير مذهب کے لوگ اُسکو اختيار کرتے هيں تو اُسکو ايک حقير نام تعصب يا جهل مرکب يا ضلالت سے موسوم کرتے هيں فاعتبروا يا اولي الابصار *

پهلي قسم کے احکام بهي جنکا نام احکام منصوصہ هی دو قسم کے احکام هيں ايک وہ جو اصلي احکام هيں اور بلا شبهہ وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق بلکہ اُسکي جان هيں اور دوسرے وہ جو ان اصلي احکام کي حفاظت اور اُنکے بقاء اور قيام کے ليئے هيں پس جو کوئي مذهب اسلام کي سچائي اُن سچے قدرتي اصولوں سے پرکهني چاهے تو اُسکو ان دونوں قسم کے احکام کي اور اُن ميں سے هر ايک کے درجہ اور رتبہ کي تميز کرني لازم هی *

علاوہ مذکورہ بالا دو قسموں کے ايک تيسري قسم بهي احکام مذهب اسلام ميں هی جو دو معنوں عبارتوں يا ناکامل سند يا مشتبہہ سندوں سے قايم هوئے هيں ان ميں سے پهلي قسم تو اجتهاديات ميں داخل هی اور دوسري قسم مذهب اسلام ميں کچهہ وقعت اور اعتبار نهيں رکهتي گو اُسپر اس وجهہ سے کہ اُس ميں کچهہ نقصان نهيں هی عمل هوتا هو *

پس يہہ سچا مذهب اور وہ شخص جسکي معرفت همکو اُسکي تعليم هوئي همارے بے انتها ادب اور نامحدود ثنا و صفت کا مستحق هی اور بلاشبهہ اِسي خطاب کے لايق هی کہ " انت احب الي يا رسول الله من نفسي اللتي بين جنبي " چنانچہ همکو بهت بڑي خوشي اور مبارکي اسي بات کي هی کہ همنے اُسکو نہ خدا سمجها اور نہ خدا کا بيٹا نہ کوئي فرشتہ بلکہ ايک وحي بهيجا هوا اِنسان جانا مگر اپني جانوں سے زيادہ عزيز جانا مابي انت واصي يا رسول الله *

دل و جانم فدایت یا محمد * سر من خاک پایت یا محمد

یا ایهاالذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما *

آنحضرت کي زندگي کے حالات جنکو مسلمان سهر اور انگریز لهف کهتے هیں صرف دیندار مسلمان عالموں هي نے نهیں لکهے بلکه غیر مذهب کے علماء اور مورخین نے بهي بهت کچهه لکها هی مگر نهایت افسوس هی که وه دونوں افراط و تفریط میں پڑگئے پهاوں کي آنکهوں میں تو کمال روشني کے سبب چکا چوند آگئي اور پچهلوں کي آنکهیں بجلي کی چمک سے بند هوگئیں پهلے تو شراب محبت کي سرشاري میں بات سے بهٹک گئے اور پچهلے اُس رسته کي ناواقفی سے منزل تک نه پهونچے پهلے تو یه بهولے وه کسکا بیان کرتے هیں اور پچهلوں نے اُسکو نه جانا جسکا وه ذکر کرتے هیں *

کسی مشهور محدث نے بجز ایک کے جسکا هم ابهي ذکر کرینگے کوئي خاص کتاب آنحضرت کي زندگي کے حالات میں نهیں لکهي لیکن تمام محدثین نے جن کی سعي اور کوشش کا دنیا پر بهت بڑا احسان هی اپني اپني کتابوں میں اُن حدیثوں کو بهي بیان کیا هی جو آنحضرت کي زندگي کے حالات سے متعلق هیں پس وهي حدیث کي کتابیں هیں جن سے کم و بیش آنحضرت کي زندگي کے حالات صحیح صحیح دریافت هوسکتے هیں اور جن کو معقول طرح پر ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک معتبر تذکره آپ کي زندگي کا جمع هوسکتا هی *

ابو عیسی ترمذي نے جو سنه ۲۰۹ هجري مطابق سنه ۸۲۴ع عیسوي میں پیدا هوا اور سنه ۲۷۹ هجري مطابق سنه ۸۹۲ عیسوی میں انتقال کیا اپني مشهور کتاب جامع ترمذي کے سوا ایک اَور کتاب بهي آنحضرت کے حالات میں لکهي هی جو شمایل ترمذي کے نام سے مشهور هی مگر اُس میں آپ کی زندگي کے تمام حالات مندرج نهیں هیں بلکه وه خاص خاص باتوں اور عادتیں جو بالتخصیص نفس نفیس آنحضرت سے متعلق تهیں مذکور هیں یا ایسی همه جسقدر حدیثیں آنحضرت کے حالات سے متعلق ان مشهور حدیث کي کتابوں میں مندرج هیں وه اس قابل نهیں هیں که جنکو هم مثل کتاب الله کے بے غور اور بلا تحقیقات اندها دهوندي سے مان لیں بلکه همپر واجب هی که اُن تمام حدیثوں کو خواه وه بخاري کي هوں یا مسلم کی اور جامع ترمذي کي هوں یا شمایل ترمذي کی قبل اُن کے سچا قبول کرنے کے اُن کي سچائي اور صحت کي تحقیقات اُن اصول و قواعد کے ساتهه کرلیں جو اس کے لیئے مقرر هیں اور جنکو همنے ایک جداگانه خطبه میں بیان کیا هی اور اگر هم ایسا نکرینگے تو سخت غلطیوں میں پڑینگے کیونکه بے سند حدیث مسلمانوں کے مذهب میں کوئي وقعت اور اعتبار نهیں رکهتي شاه عبدالعزیز صاحب اپني کتاب تحفه

میں ایک مقام پر لکھتے ہیں " حدیث بے سند گوز شتر است " مگر افسوس ہی کہ بہت ہی کم مصنف ہیں جنہوں نے اس ضروری اور نہایت ضروری اصول کی پیروی کی ہو *

ان حدیث کی کتابوں کے سوا جنکا ابھی ذکر ہوا اور بہت سی کتابیں ہیں جو خاص آنحضرت کے حالات کے لیئے لکھی گئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جن میں اُس کے سوا اَور بھی حالات ہیں اور یہہ تمام کتابیں عموماً کتب سیر کے نام سے موسوم ہیں اور جنمیں سے کتب مفصلہ ذیل زیادہ مشہور ہیں *

ابن اسحاق - ابن ہشام طبقات کبیر(مشہور واقدی - طبری - سیرت شامی - ابوالفدا - مسعودی - مواہب لدنیہ - انکے سوا عربی اور فارسی زبان میں اور بھی کتابیں ہیں جو انھی سے بنائی گئی ہیں ان کتابوں میں سے پہلی چار کتابیں بہت قدیم ہیں اور باقی بہت پچھلی *

یہہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح و موضوع حدیثوں کا مخلوط مجموعہ ہی جس میں صحیح اور غلط مشتبہہ اور درست اور جھوٹی اور سچی کسیکا کچھہ امتیاز نہیں اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں اُن میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہی قدیم مصنفوں اور اگلے زمانہ کے مورخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہہ تھی کہ ہرایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جو اُن کے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہہ جمع کرلیں اور اس بات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کون سی ان میں کی بالکل صحیح ہی اور کون سی غلط اور کس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہی اور کس میں مضمون کے سمجھنے اور واقعہ کے بیان میں غلط فہمی ہوئی ہی آیندہ وقت یا آیندہ نسلوں پر منحصر رکھیں مگر افسوس یہہ ہی کہ پچھلی نسلوں نے بعوض اس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے اُنھی کتابوں کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ ٹھہرایا اور اسلیئے ان پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص پیدا ہوا جو اُن قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا غرض کہ اب فن سیر کی تمام کتابیں کہا قدیم کہا جدید مثل ایسے غلہ کے انبار کے ہیں جس میں سے کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھہ چنا نہیں گیا اور اُن میں تمام صحیح و موضوع جھوٹی اور سچی سند اور بے سند ضعیف و قوی مشکوک و مشتبہہ روایتوں مخلوط اور گتھی ہیں *

سرولیم میور صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ " آنحضرت کے حالات زندگی کی تین کتابیں ہشامی - واقدی - طبری - ایسی ہیں کہ جو شخص دانشمندی سے آنحضرت کے حالات لکھیگا تو اپنی تحریر کے لیئے اُنھی کتابوں کو سند گردانے گا " مگر صاحب ممدوح نے اسبات کو

بیان نہیں فرمایا کہ اُن کتابوں میں کسقدر ایسی روایتیں ہیں جن سے آنحضرت کو کچھہ بھی علاقہ نہیں اور کسقدر ایسی ہیں جن کے راویوں کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے راویوں کی خصلت نہ کہ کسی مذہبی مسئلہ کے سبب بلکہ اخلاقی نقصانوں کے سبب مشتبہ اور اُن کی راست بیانی مشکوک یا مطعون ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے بیان کرنے والے بالکل لا معلوم شخص ہیں اور کسقدر ایسی ہیں جن کی تحقیق یا تصدیق نہیں ہی *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے نہایت گرمجوشی سے واقدی کی قدر و منزلت کو اُس کی اصلی حقیقت سے بہت بڑھا دیا ہی جس کی نسبت سرولیم میور صاحب یہہ ارقام فرماتے ہیں ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کتاب کی تعریف اُس کی حد سے زیادہ کی ہی ' مگر افسوس ہی کہ باوجود اسکے صاحب ممدوح نے بھی واقدی کی کم قدر نہیں کی اور اُوروں پر ترجیح دینے میں کچھہ کوتاہی نہیں کی اسلیئے کہ اُنہوں نے بھی آنحضرت کی زندگی کے تمام حالات کو اُسی کتاب سے لکھا ہی اور اُسی کی سند پر مذہب اسلام کے برخلاف تمام رایوں کو قایم کیا ہی *

واقدی کچھہ بڑا معتبر شخص نہیں ہی وہ تو حاطب اللیل یعنی اندھیری رات میں لکڑیاں چننے والا ہی اُسکی غلط روایتوں اور جھوٹے قصہ اور کہانیوں اور بے سند باتوں سے تمام علماء نے اُسکو نامعتبر ٹھہرایا ہی محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں میزان سے واقدی کی نسبت یہہ جملہ نقل کیا ہی " الواقدی محمد بن عمر بن الواقدی الاسلمی المدنی الذی استمرالاجماع علی وھنہ (کما فی المیزان) " *

کسیکے کہنے اور سننے پر کیا موقوف ہی خود اُسکی کتابیں موجود ہیں جو کچھہ بھی قدر و قیمت کے لایق نہیں بجز اِس کے کہ جو افواہاً اُسنے سنا اور جو آواز چڑیا کی خواہ کوی کی اُس کے کان میں آئی وہ اُسنے لکھدی کوئی طریقہ تحقیق کا اور کوئی رستہ تنقیح کا اُسنے اختیار نہیں کیا پس کیا وہ کتابیں ایسی ہیں جو مذہب الاسلام کی بنیاد سمجھی جاسکتی ہیں اور کیا کوئی مخالف مذہب اسلام کا اُن کتابوں کی سند پر مذہب اسلام یا اُسکے واعظ میں عیب نکال کر اور اپنے آپکو منتصف سمجھکر خوش ہوسکیگا ان هذا لشی عجاب *

البتہ ابوالفدا کی کتاب کسیقدر اچھی ہی اور جہاں تک ہوسکے اعتبار کے لایق ہی اُسنے اپنی کتاب احتیاط سے لکھی ہی اگرچہ تحقیق و تنقیح کے رستہ کو اُسنے اختیار نہیں کیا الا اسبات پر کوشش کی ہی کہ کوئی موضوع یا مشتبہ یا لغو روایت اُس میں نہ داخل ہونے پاوے مگر یا ایہمہ یہہ کہنا کہ اُسکی کوششیں کامیاب ہوئیں اور اُس میں کوئی

روایت موضوع یا مشتبهه نهیں هی حد اعتدال سے آگے بڑه جاتا هی

مسلمان مورخوں کے سوا جن کا اوپر ذکر هوا عیسائي مورخوں نے بهي مذهب اسلام اور اُسکے واعظ کي نسبت بهت سي کتابیں لکهیں مگر افسوس هی که ابتداء زمانه کي تصنیف شده کتابیں مثل کتب مصنفه دیفدل — لوتهر — ملانک تهن — سیبال هوم — دي هربي لات — مجهکو دستیاب نهیں هوئیں مگر جو کچهه اور کتابوں سے اُنکا حال معلوم هوا وه اسقدر هی که اُن کتابوں میں بجز سخت کلامي اور بد زباني کے اَور کچهه نهیں هی *

اِن مصنفوں کے سوا مراکشي صاحب کا ذکر نهایت حقارت انگیز هی وه ایک ایسا سخت متعصب مصنف هی که اُسکا دل اپنے بغض و کینه کے اظهار اور نفرت انگیز جهوٹے طعن و تشنیع اور بد زباني سے کبهي نهیں بهرا مگر مجهکو جو حیرت هوئي وه اِ بات سے هوئي که کوارترلے ریویو کے ایک آرٹیکل کے مصنف نے اُسکي نسبت یهه لکها هی که " مراکشي پر جو یهه الزام لگایا گیا تها که وه باطن میں اسلام کا معتقد هوگیا تها وه الزام کچهه بے رحمه نه تها " کیا مراکشي بارصف اسقدر تعصب کے مثل برهرخورد صاحب کے آخر کو مسلمان هوگیا تها اگر ایسا هوا هو تو میں ذمه دار هوں که اُس سے پہلے جو کچهه اُسنے اسلام اور واعظ اسلام کی نسبت کہا سنا سب نسیاً و منسیاً هوگیا لان الاسلام یهدم ماکان قبله من معصیة الله *

دین پریدتي صاحب بهي اُنهي مورخوں میں سے هیں جن پر مذهب اسلام نهایت شاق گذرتا تها جب کوئي مسلمان اتفاقاً اُن صاحب کي کتاب کو پڑهتا هی تو مذهب اسلام سے اُنکي ناواقفیت پر جو اُنکي کتاب کے هر ورق سے ٹپکتي هی بن هنسے رہ نهیں سکتا *

ان مورخوں کے سوا هاتنجرگیزي لنڈاونلي صاحب نے بهي مذهب اسلام اور آنحضرت کے حالات میں کتابیں لکهي هیں مگر افسوس هی که میں اُنکي محققوں سے مستفید نهوسکا *

گوتهه صاحب اور اماري صاحب اور نالڈانک صاحب اور دواري صاحب نے جو کتابیں اس مضمون پر لکهي هیں اُنکي نسبت مذهب اسلام کے آرٹیکل کا مصنف جو کوارترلے ریویو میں چهپا هی یهه لکهتا هی که " اُن مورخوں نے بهت سي دنیا کو یهه بات دکهلادي که مذهب اسلام ایک شگفته اور تروتازه چیز هی اور هزاروں ثمر ور جوهروں سے بهر پور هی اور محمد (ص) کے گو اُنکي خصلت کو کیسا هي سمجها جاوے انسانوں کي سڌهري کتاب میں اپنے لئے جگهه حاصل کي هی '

نهایت مشهور عیسائي مورخوں میں جنهوں نے آنحضرت کے حالات لکهے هیں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب هیں اُنکي کتاب انگریزي زبان میں بمقام الله آباد سنه ۱۸۵۱ع میں چهپي

ہیں مگر وہ کتاب بسبب غلطیوں کے جو اُسکے مضمون کی صحت میں ہیں کچھہ اعتبار کے لایق نہیں ہی علاوہ اسکے ایک اَور خرابی اُنہوں نے اس کتاب میں یہہ کی ہی کہ اُسکا طرز بیان نہایت مبالغہ آمیز اختیار کیا ہی اُنکی طبیعت پہلے ہی سے ایسے تعصبات اور یکطرفہ راے سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہی جو کسی قسم کے مصنف کو اور بالتخصیص ایک مورخ کو کسیطرح زیبا نہیں ہی — اپنے اس کلام کی تصدیق کے لیئے اُنکی کتاب میں سے ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جس سے اُنکے تعصب کے علاوہ یہہ بات بھی ظاہر ہوتی ہی کہ جس فن میں اُنہوں نے کتاب لکھی ہی اُس سے بھی ماشاء اللہ وہ بہت ہی خوب واقف تھے — وہ لکھتے ہیں کہ " اسلام محمد (ص) کا ایجاد نہیں ہی وہ ایسے مکار کا نکالا ہوا مذہب نہیں ہوسکتا مگر اس میں کچھہ شک نہیں کہ اُس مکار نے اپنی بداخلاقی اور طبیعت کی برائی سے اُس کو بگاڑا اور جو بہت سے مسائل اُس میں قابل اعتراض ہیں وہ اُسی کی ایجاد ہیں " نعوذ باللہ من ہذہ الاقاویل — کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا *

اسی کتاب کی نسبت سروالیم میور صاحب یہہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی کتاب ایسے وقت میں میرے پاس پہونچی جب کہ میں اسی مضمون کی تحصیل اور تلاش کو رہا تھا اور جیسا کہ میں نے اپنی کتاب کے بعض مقامات میں ثابت کیا ہی اُس کے مضامین کی بنیاد غلطی پر معلوم ہوتی ہی چنانچہ اُنہوں نے محمد (ص) کے ماقبل زمانہ کے عرب کا اور خاص محمد کا اور اُن کی خصلت کا جو حال لکھا ہی وہ سب غلط راویوں پر مبنی ہی " *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ایک اَور کتاب جرمنی زبان میں آنحضرت کے حالات میں لکھی ہی جو چھہ جلدوں میں ہی مگر افسوس ہی کہ جرمنی زبان نجاننے کے سبب اُس کتاب سے جسقدر قدرے قلیل فائدہ حاصل کرسکتا اُس سے بھی محروم رہا صرف اسقدر ہوا کہ میرے ایک جرمن دوست نے مجھکو اطلاع دی کہ اُس کے مصنف نے ابن اسحق اور واقدی سے زیادہ تر مطالب اخذ کیئے ہیں اور جو کہ میور اُن مصنفوں کی کتابوں سے واقف ہوں جنسے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں مطالب اخذ کیئے اس لیئے مجھے یقین ہی کہ وہ کتاب بھی مثل اَور کتابوں کے جن کو عیسائی مورخوں نے تصنیف کیا ہی اُس تحقیق اور تلاش سے معرا ہوگی جو صفائی دل سے کی جاتی ہی اس لیئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب اُنہی کتابوں سے لکھی ہی جن میں صحیح اور غلط اور مشتبہہ اور لغو روایتوں سب گڈ مڈ ہیں *

مگر کوارٹر لے ریویو کے آرٹیکل کا مصنف جو غالباً جرمن ہی اس کتاب کی نسبت یہہ راے لکھتا ہی کہ " جن لوگوں نے اسلام کی نسبت لکھا ہی اُن میں سے ڈاکٹر اسپرنگر

کي کتاب کو جو مصنفوں میں اول درجہ رکھتا ہی ہم نے اس لیئے سب سے افضل قرار دیا ہی کہ وہ بہ نسبت اور سب کے نہایت جامع ہی اور بڑي قابلیت سے لکھي گئي ہی اس لیئے کہ اس کتاب میں وہ تمام مطالب ناظرین کے سامنے موجود کر دیئے گئے ہیں جن سے پڑھنے والا اپني راے آپ قایم کرسکے " *

عیسائي مصنفوں کي کتابوں میں سب سے زیادہ عمدہ وہ کتاب ہی جو سر ولیم میور صاحب نے نہایت لیاقت اور قابلیت اور کمال خوبي کے ساتھہ لکھي ہی یہہ کتاب چار موٹي موٹي جلدوں میں ہی اور بہت خوبصورت ٹیپ اور خوش وضع تقطیع میں چھپي ہی اس لایق اور فایق مصنف کو مثل مغربي علوم کے مشرقي علموں میں بھي بڑي واقفیت حاصل ہی اور اس لیئے اُن کي یہہ کتاب تمام تربیت یافتہ یورپ کے ملکوں میں بڑي قدر و منزلت کي ہی جو اسي قدر و منزلت کے لایق ہی اور یورپ کے عالموں اور عالموں کي مجلسوں نے بھي اس کتاب کے سبب اُن کي ایسي قدر کي ہی جسکے درحقیقت وہ مستحق تھے مگر قطع نظر اس نقص کے جو اُس کتاب میں ہی کہ اُس کي بنیاد گویا بالکل واقدي پر ہی جو مسلمانوں میں درجہ اعتبار نہیں رکھتا اور اُسکي روایتیں زیادہ معتبر اور ایسي محقق نہیں ہیں کہ مسلمان اُن پر یقین لاویں جیسا کہ ہم ابھي بیان کرچکے ہیں ایک اَور بڑا نقص یہہ ہی کہ جس منشاء اور مطلب سے سرولیم میور صاحب نے یہہ کتاب لکھي وہ اس لیئے پسندیدہ نہیں ہی کہ وہ منشاء اُس کتاب میں نقصان رہ جائے گا اور واقعات کا اصلي تحقیقات تک نہ پہونچنے کا بہت بڑا سبب ہوا ہی چنانچہ سرولیم میور صاحب خود اقرام فرماتے ہیں کہ " اس کتاب کا لکھنا اور مسلماني مذہب کي سند کي کتابوں کي تحصیل اول اس غرض سے اختیار کي گئي کہ پادري پي فنڈر صاحب نے جو اس بات میں مشہور ہیں کہ اُنہوں نے مسلمانوں سے مباحثہ میں عیسائي مذہب کي بہت حمایت کي اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام کے پیغمبر کے حالات میں ایک کتاب جو اُس کے پھروؤں کے پڑھنے کے لیئے مناسب ہو ایسے قدیم ماخذوں سے ہندوستاني زبان میں تالیف کیجاوے جسکو خود مسلمان صحیح اور معتبر مانتے ہوں چنانچہ اسي منشاء سے مسلماني مذہب کي سند کي کتابوں کو پڑھا اور اس کتاب کو لکھا " *

لیکن میں نہایت افسوس سے یہہ بات کہتا ہوں کہ باوجودیکہ سرولیم میور صاحب نہایت نیک طبیعت ہیں اور بڑي قابل توصیف لیاقتیں رکھتے ہیں اس پر بھي اُن کي طبیعت پر اُس غرض اور منشاء کا جس سے وہ کتاب لکھني شروع کي ایسا اثر پیدا ہوا جیسا کہ ایسي حالت میں آدمیوں کي طبیعت پر پیدا ہونا قیاس کا مقتضا ہی اور اسي سبب سے اسلام کي دلچسپ اور سیدھي سادي عمدہ باتوں بھي اُن کو بري اور بھونڈي اور

نفرت انگیز معلوم ہوئیں اور یہہ اثر اُن کی طبیعت کا ایسا تھا کہ اُس کے سبب سے اُنکی کتاب پڑھنے والے اپنے ذھن میں اُن کی تحریر کو ایک زیادتی سمجھتے تھے لیکن جیسا اکثر ہوتا ھی ویسا ھی اس میں بھی ہوا کہ اُس حد اعتدال سے متجاوز تحریر نے خود اپنے مقصود کو کھودیا اور وہ مطلب حاصل نہوا جس کے لیئے پادری پی فنڈر صاحب نے سر ولیم میور صاحب سے اس کتاب کے لکھنے کی خواہش کی تھی بلکہ برعکس اُسکے یہہ نتیجہ ہوا کہ جس شخص کو پادری پی فنڈر صاحب نے تاریکی کا فرشتہ بنانا چاہا تھا وہ روشنی کا فرشتہ نکل آیا *

جب کہ یہہ کتاب چھپی اور ھندوستان میں پہنچی تو لوگوں نے اُس کو نہایت شوق و ذوق سے پڑھا مگر جب اُن کو یہہ بات دریافت ہوئی کہ اسلام کی اور آنحضرت کے حالات کی نہایت سیدھی سادی اور صاف باتوں کو بھی توڑ مروڑ کر اس وضع پر ڈھالا ھی جس سے یہہ معلوم ہوتا تھا کہ پہلے ھی سے اس کتاب کا اس طرح پر لکھنا مقصود اور مرکوز خاطر تھا تو اُنکا وہ شوق بالکل ٹھنڈا ہوگیا مگر جو نوجوان مسلمان طالب علم انگریزی علم کی تحصیل کرتے تھے اور اپنی دینیات اور آلہیات سے محض ناواقف تھے اُن میں اس بات کا چرچا پیدا ہوا کہ اگر سر ولیم میور صاحب نے سیدھی سادھی اور صاف باتوں کو بھی برے پہلو پر لیجاکر لکھا ھی تو فی الواقع اُن کی اصلیت لکھا ھی *

میرے دل پر جو اس کتاب سے اثر پیدا ہوا وہ یہہ تھا کہ اُسی زمانہ میں میرے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے متعلق حالات میں ایک کتاب اُس طرح پر لکھی جاوے کہ جو جو باتیں صحیح اور اصلی اور واقعی اور منقح ھیں اور معتبر روایتوں اور صحیح صحیح سندوں سے بخوبی ثابت ھیں اُن کو بخوبی چھان بین کر اور امتحان کرکر ترتیب سے لکھا جاوے اور جو حالات مشتبہ اور مشکوک ھیں اور ان کا ثبوت معتبر یا کافی نہیں ھی اُن کو جداگانہ اسی ترتیب سے جمع کیا جاوے اور جو محض جھوٹ اور افترا و بہتان یا خود غرض یا احمق واعظوں اور جہلاء کو دام تزویر میں پھسانے والے لوگوں یا احمق خدا پرست اور جھوٹی فیکی پھیلانے والوں کی بنائی ہوئی باتیں ھیں اُن کو علیحدہ بہ ترتیب لکھا جاوے اور اُنھی کے ساتھہ اُنکے غلط اور اُنکے نامعتبر ہونے کا ثبوت اور اُن کے موضوع ہونے کی وجوہات بھی بیان کی جاویں مگر میں اپنے اس ارادہ کو بہت سے موانعات کے سبب سے جنمیں سب سے بڑا اپنی فکر معاش میں مبتلا رہنا اور اس سے بھی بڑا کسی کا میرے ارادہ کے مدد و معاون نہونا تھا پورا نکرسکا اور علاوہ اس کے اس کام کے لیئے بہت سی پرانی کتابیں جنکو قدیم مصنفوں نے تصنیف کیا ھی درکار تھیں جو مجھکو بسبب برباد ہوجانے قدیم کتب خانوں کے دستیاب نہوسکیں اور یہہ بھی ایک قوی سبب اس ارادہ کے پورا

تھوڑے کا ہوا مگر اس پر بھی مختلف اوقات میں مختصر طور سے مختلف مضامین اور مسایل مذہب اسلام اور آنحضرت کے حالات پر کچھ کچھ لکھتا رہا چنانچہ انھیں تحریروں میں یہہ بارہ مضمون ہیں جو بعنوان بارہ خطبوں کے لکھے گئے ہیں اور جنکو اس ایک جلد میں جمع کردیا ہی اور انشاءاللہ تعالی باقی مضامین اور جلدوں میں جمع کیئے جاوینگے *

اگرچہ میں نے اس دیباچہ میں چند عیسائی ایسے مورخوں کا ذکر کیا ہی جنھوں نے آنحضرت کے حالات اور اصول مذہب اسلام کا انصاف سے فیصلہ نہیں کیا مگر اُن لایق اور قابل اور عالم واجب التعظیم عیسائی مورخوں کا ذکر کیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جنھوں نے نہایت انصاف سے اور بالکل بغیر تعصب کے آنحضرت کے حالات اور مذہب اسلام کی نسبت ٹھیک ٹھیک اپنی راے لکھی ہی بلکہ متعصب اور تنگ حوصلہ مخالفوں کے مقابلہ میں مذہب اسلام کی حمایت کی ہی اگرچہ بعض مقامات میں اُنھوں نے بھی کچھ کچھ سقم اور نقصان بھان کیئے ہیں لیکن صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ اُن کا بھان کسی تعصب پر مبنی نہیں ہی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت وہ نہیں سمجھے یا غلط سمجھ گئے پس یہہ ایک غلطی سمجھ کی تو ہی الا وہ عیب جو تعصب اور تنگ حوصلہ ہونے کے سبب سے ہوتا ہی وہ نہیں ہی بہر حال یہہ قابل ادب شخص ایڈورڈ گبن ڈیم روم کی سلطنت کا مشہور مورخ اور گاتفری ہیگنز رحمہما اللہ تعالی اور ٹامس کارلیل اور جان ڈیون پورٹ سلمہما اللہ تعالے ہیں جنکے علم اور لیاقتوں کی تعظیم و تکریم ہمیشہ ہوتی رہیگی اب میں اُن صاحبوں میں سے تین صاحبوں کی راے جو اُنھوں نے آنحضرت اور مذہب اسلام کی نسبت لکھی ہی اپنے اس دیباچہ میں لکھتا ہوں اور گاتفری ہیگنز کی راے خطبات میں متعدد جگہہ لکھی گئی ہی *

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں " کیا یہہ بات خیال میں آسکتی ہی کہ جس شخص نے اس نہایت نا پسند اور حقیر بت پرستی کے بدلہ جس میں اُس کے ہموطن (یعنی اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے خدائے واحد ہو حق کی پرستش قایم کرنے میں بڑی بڑی دایم الاثر اصلاحیں کیں مثلاً اولاً کشی کو موقوف کیا نشے کی چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہونچتا ہی منع کیا بہتایت سے کثرت ازدواج کا اُس وقت میں رواج تھا اُسکو بہت کچھہ گھٹاکر محدود کیا غرضکہ ایسے بڑے اور سرگروہ مصلح کو ہم فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائی مکر پر مبنی تھی — نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے — بے شک محمد (ص) بھلے دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھہ اپنی

کارروائي پر ابتداء نزول وحي سے جو خديجہ سے بيان کي آخر دم تک جبکہ عايشہ کي گود ميں شدت مرض ميں وفات پائي مستعد نہيں رہ سکتے تھے — جو لوگ ہر وقت اُن کے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے اُن کو بھي کبھي اُن کي رياکاري ميں شبہہ نہيں ہوا اور کبھي اُنہوں نے اپنے نيک برتاؤ سے تجاوز نہيں کيا *

بے شک ايک نيک اور صادق طبيعت شخص جسکو اپنے خالق پر بھروسا ہو اور جو ايمان اور رسم و رواج ميں بہت بڑي اصلاح کرے حقيقت ميں صاف صاف خدا کا ايک آلہ ہوتا ہي اُسکو ہم کہہ سکتے ہيں کہ خدا کا پيغمبر ہي — جسطرح خدا تعالے کے اور وفادار خادم گذرے ہيں اگرچہ اُن کي خدمتيں کامل نہ تھيں اُسيطرح محمد کو بھي ہم خدا کا ايسا سچا خادم کيوں نہ سمجھيں جس نے خدا تعالی کي خدمت ايسي ہي وفاداري سے کي جيسي اَوروں نے جو مثل اَوروں کي خدمت کے پوري اور کامل نہ تھي — اس بات پر کيوں يقين نہ کيا جاوے کہ اُسکو زمانہ اور اپنے ملک ميں اپني قوم کو خدا کي وحدانيت اور تعظيم سکھلانے کے ليئے اور اُن کي حالت کے مناسب اُن کو ملکي اور اخلاقي اُمور ميں نصيحت کرنے کے ليئے خدا نے بھيجا تھا اور وہ راست بازي اور نيک کرداري کا واعظ تھا *

ايڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہيں کہ " محمد کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک صاف ہي قرآن خدا کي وحدانيت پر ايک عمدہ شہادت ہي مکہ کے پيغمبر نے بتوں کي انسانوں کي ستاروں اور سياروں کي پرستش کو اس معقول دليل سے رد کيا کہ جو شي طلوع ہوتي ہي غروب ہوجاتي ہي اور جو حادث ہي وہ فاني ہوتي ہي اور جو قابل زوال ہي وہ معدوم ہوجاتي ہي — اُس نے اپني معقول سرگرمي سے کائنات کے باني کو ايک ايسا وجود تسليم کيا جس کي نہ ابتدا ہي نہ انتہا نہ وہ کسي شکل ميں محدود نہ کسي مکان ميں اور نہ کوئي اُس کا ثاني موجود ہي جس سے اُسکو تشبيہہ دے سکيں — وہ ہمارے نہايت خفيہ ارادوں پر بھي آگاہ رہتا ہي — بغير کسي اسباب کے موجود ہي — اخلاق اور عقل کا کمال جو اُس کو حاصل ہي وہ اُس کو اپني ہي ذات سے حاصل ہي — اُن بڑے بڑے حقايق کو پيغمبر نے مشہور کيا اور اُس کے پيروؤں نے اُن کو نہايت مستحکم طور سے قبول کيا اور قرآن کے مفسروں نے معقولات کے ذريعہ سے بہت درستي کے ساتھہ اُن کي تشريح اور تصريح کي — ايک حکيم جو خدا تعالے کے وجود اور اُس کي صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقيدہ کي نسبت يہہ کہہ سکتا ہي کہ وہ ايسا عقيدہ ہي جو ہماري موجودہ ادراک اور قواے عقلي سے بہت بڑھکر ہي اس ليئے کہ جب ہمنے اُس نامعلوم چيز (يعني خدا) کو زمان اور مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تھکر کے اوصاف سے

مبدا کردیا تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لوئے کیا چیز باقی رہی وہ اصل اول (یعنی ذات باری تعالی) جس کی بنا عقل اور رحی پر ہی محمد کی شہادت سے استحکام کو پہونچی چنانچہ اُس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہی *

مسٹر تامس کارلیل صاحب لکھتے ہیں کہ " ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہہ بات مشہور ہی کہ محمد ایک پر فن اور فطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور اُن کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہی اب یہہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں جو جو جھوٹ باتیں دور اندیش اور مذہبی سوگرمی رکھنے والے آدمیوں (یعنی عیسائیوں) نے اُس انسان (یعنی محمد صلعم) کی نسبت قایم کی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کے باعث ہیں چنانچہ ایک یہہ بات مشہور ہی کہ پاکرک صاحب نے جب گروٹیس صاحب سے پوچھا کہ یہہ قصہ جو تمنے لکھا ہی کہ محمد نے ایک کبوتو کو تعلیم کیا تھا کہ وہ اُن کے کان میں سے میوا نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ہی جو اُن کے پاس وحی لایا کرتا ہی تو اس قصہ کی کیا سند ہی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ " اس قصہ کی کوئی سند اور کچھہ ثبوت نہیں " حقیقت یہہ ہی کہ اب وہ وقت آگیا ہی کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل چھوڑ دیا جاوے — جو جو باتیں اس انسان (یعنی محمد صلعم) نے اپنی زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لوئے بمنزلہ ہدایت کے قایم ہیں اُن اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو بھی اُسیطرح خدا نے پیدا کیا ہی جس طرح ہمکو پیدا کیا اس وقت جتنے آدمی محمد کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اُس سے بڑھکر اَور کسی کے کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے پھر کیا ہم یہہ خیال کر سکتے ہیں کہ جس کلام پر خدائے قادر مطلق کی اسقدر مخلوق زندگی بسر کرگئی اور اُسی پر مرگئی کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ہی جیسا ایک بازی گر کا ہوتا ہی † میں اپنے نزدیک ہرگز ایسا خیال نہیں کرسکتا بلکہ میں یہ نسبت اَور چیزوں کے اُس پر جلد یقین کرتا ہوں اگر جھوٹی اور فریب کی باتیں دنیا میں اس قدر زور آور ہوں اور رواج پکڑ جاویں اور مسلم

---

† میں اسقدر اور زیادہ کرنا چاہتا ہوں کہ — کروڑہں آدمی اسوقت بھی اُسی پر ثبات مستحکم اعتقاد سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور جن ملکوں میں اسلامی سلطنت کبھی نہیں گئی اُن ملکوں کے لوگوں نے بھی اُنکی باتیں سنکر اُنکو قبول کیا — اور اب بھی کہ اُسکے پانیکو دیا سے گئے ہوئے بارہ سو برس ہوگئے ہر ایک ملک میں اور اُن ملکوں میں بھی جہاں اسلامی سلطنت نہیں ہزاروں لاکھ لوگ اُسپر بغیر کسی لالچ اور دھوکے کے اور بغیر کسی تدبیر کرنے والوں کی تدبیر و حکمت کے ایمان لاتے جاتے ہیں اور اسلام کو قبول کرتے ہیں — تو کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ہی جیسا کہ ایک بازی گر کا ہوتا ہی — نہیں بلکہ اُسکے سچے ہونیکا ہر ایک کے دل پر یقین ہوتا ہی — سید احمد *

ٹھہر جاویں تو پھر اس دنیا کی نسبت کوئی کیا سمجھیگا - اس قسم کے خیالات جو بہت پھیلے ہوئے ہیں بہت ہی افسوس کے قابل ہیں اگر ہم کو خدا کی سچی مخلوقات کا علم کچھہ حاصل کرنا منظور ہو تو ہم کو ایسی باتوں پر یقین کرنا ہرگز نہیں چاہیئے — وہ باتیں ایسے زمانہ میں پھیلی تھیں جب کہ توہمات کو بہت دخل تھا اور اُنہیں توہمات کے سبب خیال تھا کہ آدمی کی روحیں غمگین خرابی میں پڑی ہوئی ہیں جو اُن کی ہلاکت کا سبب ہی - میرے نزدیک اس خیال سے کہ ایک جھوٹے آدمی نے ایک مذہب قایم کیا اور کوئی اس سے زیادہ بد اور نا خدا پرست خیال دنیا میں نہیں پھیلا — بھلا یہہ کب ہوسکتا ہی کہ ایک جھوٹا آدمی جو چونہ اور اینٹ اور آڑہ مصالح کی حقیقت کو سچ نہ جانے اور پختہ مکان بنالے وہ پختہ مکان کاہیکو ہوگا بلکہ خاک کا ایک ڈھیر ہوگا — بارہ سو برس تک اُس کو کب قیام ہوسکتا ہی اور اٹھارہ کروڑ آدمی اُس میں کب رہ سکتے ہیں بلکہ اب تک وہ مکان کبھی کا سر کے بل گرپڑا ہوتا ضرور ہی کہ ایک آدمی اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے مطابق کرے اور قدرت کے سامانوں کی حقیقت کو سمجھے اور اُس پر عمل کرے ورنہ قدرت سے اُس کو یہہ جواب ملیگا کہ نہیں یہہ ہرگز نہیں ہوسکتا جو جو قانون اور قاعدے خاص ہیں وہ خاص ہی رہتے ہیں عام نہیں ہو جاتے افسوس ہی کہ کوئی شخص مثل کاک لسٹرو یا آڑہ ایسے ہی بہت سی دنیا کے سر بر آوردہ لوگوں کے چند روز کے لیئے اپنے فند فطرت سے کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اُن کی کامیابی ایک جعلی ہنڈوی کی مانند ہوتی ہی جس کو وہ اپنے نالایق ہاتوں سے جاری کرتے ہیں اور خود الگ تھلگ رہتے ہیں اور آڑوں کو اُس کے سبب سے نقصان پہونچاتے ہیں مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فرانسیسی ہنگاموں اور اسی قسم کے آڑ غضبناک ظہور سے ظاہر ہوکر یہہ بات بہت غضب اور قہر سے دنیا پر ظاہر کر دیتی ہی کہ جعلی ہنڈیاں جعلی ہی ہیں *

راقم

سید احمد

بمقام لندن محلہ میکلن برگ اسکوئیر مکان نمبر ۲۱

سنہ ۱۸۷۰ع مطابق سنہ ۱۲۸۷ ہجری

الخطبة الاولى

في

جغرافية جزيرة العربة و امم العرب العاربة والمستعربة

رب اجعل هذا البلد امنا واجنبني و بني ان نعبد الاصنام

عرب یا وہ جزیرہ نما جو جزیرۃ العرب کہلاتا ہی بحر احمر کے مشرق کی طرف واقع ہی اور یہاں سے خلیج فارس تک منتہی ہوتا ہی — اس بات کا ٹھیک ٹھیک متحقق ہونا کہ اس ملک کا نام عرب کیونکر اور کس زمانہ میں رکھا گیا نہایت مشکل ہی - لیکن کتاب اول ملوک باب (۱۰) درس (۱۵) میں جہاں ملکہ سبا اور حضرت سلیمان کی ملاقات کا ذکر ہی اس ملک کو עֲרַב عرب کے نام سے بیان کیا گیا ہی — یہہ واقعہ سنہ ۳۰۰۰ دنیوی یا سنہ ۱۰۰۵ قبل حضرت مسیح کے گذرا تھا مگر ہماری رائے میں یہہ جزیرہ حضرت سلیمان کے زمانہ کے بہت پہلے سے عرب کے نام سے کہلایا جاتا تھا کیونکہ اس کا ذکر کتاب ملوک میں اس طرح پر کیا گیا ہی کہ گویا ایک بہت معروف اور مشہور ملک کا نام ہی — کتاب تورید مثنی باب (۱) درس (۷) و باب (۲) درس (۸) میں لفظ עֲרָבָה عربہ پایا جاتا ہی مگر جو باتیں † کہ اس جزیرہ نما کی وجہ تسمیہ میں بیان کی گئی ہیں اُن میں سے وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہی جو خود اس لفظ سے

† بعضی اوگ عرب کے نام کو لفظ عربہ کی طرف جسکے معنی ہموار بیابان کے ہیں اور جو عربہ تہامہ کا ایک ضلع ہی منسوب کرتے ہیں اور بعض اوگ لفظ عیبر کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کے معنی عابر یعنی بدوش کے ہیں کیونکہ زمانہ سابق میں عرب عادہ بدوش تھے — اس صورت میں اس کا اشتقاق لفظ عبرانی سے جس کی یہی وجہ تسمیہ ہی ثابت ہوتا ہی — بعض لوگوں کے نزدیک یہہ لفظ عبری مصدر عرب سے نکلا ہی جس کے معنی نیچے جانے کے ہیں اور اس سے وہ ملک مراد ہی جس میں سمٹک یعنی اولاد سام بن نوح کر جو دریاے فرات کے کنارہ پر رہتے تھے آفتاب غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا — ہوکارٹ صاحب کے نزدیک لفظ عرب ایک قدیم شین لفظ سے جس کے معنی اناج کی بالوں کے ہیں مشتق ہوا ہی — لفظ عربہ ایک عبری لفظ یعنی ہی ہی جس کے معنی پنجیر زمین کے ہیں اور توریت میں شام اور عرب کی حد فاصل کے طور پر بارہا بولا گیا ہی — (چیمبرز اینسائکلو پیڈیا صفحہ ۳۴۴) —

نکلتي هی اور جو اس ملک کي طبعي بناوٹ کي طرف اشارہ کرتي هی - لفظ עֲרָבָה عربہ کے معني وادي یا بیابان کے هیں اور جو که ایک بڑا حصہ جزیرہ عرب کا بالکل بیابان هی اور وادي کے نام سے مشهور هی اسي وجهہ سے کل جزیرہ کا عرب نام هوگیا — لفظ عربہ کا هر قصبہ کے نام کے پہلے بطور ایک عام صفت کے لگایا جاتا تها اور اسطرح عَرَبٰت † عربات جو اُسکي جمع هی اس جزیرہ کے ایک حصہ پر بولا جاتا تها جیسا که کتاب توریہ مثنی باب (۳۴) ورس (۱ و ۸) میں آیا هی — بعض مورخ ازراہ جرأت یہہ راے دیتے هیں که ایک ‡ گانوں موسوم عربہ کي وجهہ سے جو تهامہ کے نزدیک واقع هی اس تمام جزیرہ کا یہہ نام پڑگیا مگر یہہ راے ٹهیک نهیں معلوم هوتي — ممکن هی که لفظ عربہ جو کسي گانوں کے نام کے پہلے محض بہ حیثیت ایک جزو ممیزہ کے استعمال کیا جاتا هو اور رفتہ رفتہ اُسکے اصلي نام کے قایم مقام هوگیا هو *

عرب کي حدود اربع یہہ هیں — مغرب میں بحر احمر — مشرق میں خلیج فارس و خلیج عمان — جنوب میں بحر هند — شمال کي جانب اُسکي سرحد بابل اور شام سے ملي هوئي هی اور اُسکو آبناے سوئیز مصر سے علحدہ کرتي هی — یہہ جزیرہ نما شمال اور مغرب کي جانب کنعان سے ملا هوا هی جو بني اسرائیل کا وطن هی اور جسکو متقدمین یوناني فنشیا اور متوسط زمانہ کے لوگ فلسطین یا ارض مقدس کہتے تهے اور بالفعل سوریا یعني شام کے نام سے مشهور هی — اسي زمین کي نسبت خداتعالی نے حضرت ابراهیم اور اُنکي اولاد سے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تها — لیکن جو که ان دونوں ملکوں کي اس سمت میں بیابان حائل هیں اسلیئے قبل اسکے که عرب کي شمالي اور مغربي حد معین کرنے کي کوشش کي جاوے " ارض موعود " کي جنوبي اور مشرقي حد کو محقق کرنا چاهیئے - جبکه خدا تعالی نے حضرت ابراهیم سے وعدہ کیا تها که میں تمهاري اولاد کو ایک ملک عطا کرونگا اُسوقت حضرت ابراهیم اُس مقام پر رهتے تهے جو درمیان (بهت ایل - اور - عي) کے واقع هی جیسا که سفرتکوین باب (۱۳) ورس (۳) میں مذکور هی- اگرچه خدا تعالی نے اپني قدرت کاملہ سے حضرت ابراهیم کو وہ ملک جسکے دینے کا وعدہ کیا تها دکهلا دیا تها لیکن اُسکي ٹهیک ٹهیک حدیں نهیں بتائي تهیں جیسا که سفرتکوین باب (۱۳) ورس (۱۴ و ۱۵) سے ظاهر هوتا هی — مگر جب خدا تعالی نے دوبارہ اپنے وعدہ کي تجدید کي اُسوقت حضرت ابراهیم کو صرف اُسکي دو حدیں بتلائیں جیسا که سفرتکوین باب (۱۵) ورس (۱۸) میں لکها هی که خدا نے ابراهیم سے کہا که اس زمین کو نهر مصر سے نهر بزرگ تک جو نهر فرات هی تیري ذریت کو دونگا *

---

† عربات بالتحریک جمع عربة وهي بلادالعرب (مراصد الاطلاع جلد ۲ صفحہ ۴۳۵) —

‡ عربة قریة في اول وادي ثخلة من جهة مكة (ایضاً صفحہ ۴۳۶) —

مگر تعجب هي كه أسكے بعد كتابهاے مقدس كے كسي لكهنے والے نے درياے مصر كو "ارض موعود" كي سرحد نهيں قرار ديا جسكي كوئي وجهه نهيں معلوم هوتي بلكه برخلاف اسكے بهر شبع † كو بِئِير شَبَع هر جگهه أسكي حد جنوبي قرار ديا هي اور جبكه خدا تعالے نے حضرت موسى كو بيابان مواب مين "ارض موعود" دكهلائي تو أنهوں نے ديكها كه عَيْر ‡ صوعر أسكي جنوبي سرحد هي — صوعر اور بهر شبع قريب قريب ايك هي خط مين واقع هوں اسواسطے أن دونوں مين سے كوئي جگهه بلا تفرقه "ارض موعود" كي جنوبي سرحد قرار پاسكتي هي *

مگر يهه بات بالتخصيص جاننى چاهيئے كه بهر شبع § دو تهے ايك كا نام صرف || بهر شبع بِئِير شَبَع تها اور دوسرے كا نام قريه بهر شبع عِير بِئِير شَبَع يا * شبعه شَبَعَة كها جاتا تها يعني وه جگهه جهاں بيابان جرار مين حضرت اسحاق كے نوكروں نے أسوقت جبكه حضرت اسحاق اور ابي ملك كے باهم عهد و پيمان اور حلف هوا تها ايك كنواں كهودا تها چنانچه سفرتكوين باب ٢٦ ورس ٣٢ و ٣٣ مين لكها هي "اور ايسا هوا كه أسي دن اسحاق كے نوكر آئے اور أس كنوئيں كا حال جو أنهوں نے كهودا تها بتلايا كيا اور أن سے كها كه همكو پاني مل گيا اور أنهوں نے أسكا نام شبع ركها اسواسطے أس شهر كا نام آجتك بهر شبع هي" اور يهه وهي ٤ جگهه هي جهاں سے كه حضرت يعقوب حاران كو روانه هوئے تهے اور اسي ‡‡ جگهه حضرت يعقوب كے بيٹے جبكه وه مصر كو غله لينے جاتے تهے تهيرے تهے اور ايك زمانه مين يهه شهر گرد و نواح كے ملك كا پايه تخت تها اور شموئيل كے لڑكے وهاں §§ حاكم تهے ||| عاموص نبي نے بهي اس مقام كا ذكر كيا هي كه يهاں بت پرستي بهت شايع تهي —

---

† كتاب قضاة باب ٢٠ ورس ١ — شموئيل اول باب ٣ ورس ٢٠ — شموئيل دوم باب ٣ ورس ١٠ و باب ٢٤ ورس ١١ و باب ٢٤ ورس ٢ و ١٥ — ملوك اول باب ٤ ورس ٢٥ — ملوك دوم باب ٢٣ ورس ٨ — تواريخ اول باب ٢١ ورس ٢ — تواريخ دوم باب ٣٠ ورس ٥ —

‡ توريه مثنى باب ٣٤ ورس ٣ —

§ همكو صاف اور صريح غير ملي هي (شموئيل دوم باب ٢٤ ورس ٧ و ١٥) كه بير شبع يهوديه كے جنوب ميں ادوميه كي جانب واقع تها اور اسواسطے أسكو بير شبع كه سمجهنا لازم چاهيئے جو گليلي كے اوپر كے حصه ميں واقع هي اور جسكا ذكر جوسيفس نے اور حال ميں ڈاكٹر رابرٹسن نے كيا هي (بائبل سائكلوپيڈيا مولفه جے پي آسن ايم — اے جلد ١ صفحه ٣٠٧) —

|| سفرتكوين باب ٢١ ورس ٣١ و ٣٢ — * يوشع باب ١٩ ورس ٢ —

† سفرتكوين باب ٢٨ ورس ١٠ — ‡‡ سفرتكوين باب ٤٦ ورس ١ و ٥ —

§§ شموئيل اول باب ٨ ورس ٢ — ||| كتاب عاموص باب ٥ ورس ٥ و باب ٨ — ورس ١٤ و باب ٧ ورس ٩ —

اور † صیداء مادر بنی‌صیدا اس جگہ پیدا ہوئی تھی اور ایلیاہ ‡ ملکہ ایزبل کے خوف سے یہاں بھاگ آئی تھی — یہ شہر § بابل والوں کی گرفتاری تک ویران نہیں ہوا تھا — بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ وہ اب ایک نہایت چھوٹا سا گانوں رہ گیا ہے اور ایک وسیع ریگستان کے قرب و جوار میں واقع ہے جہانتک بحر اطراف سمندر کے آبادی کا نام و نشان نہیں ہے — بیر شبع حبران سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر تھا اور یوسی‌بیس کے زمانہ میں جو چوتھی صدی عیسوی میں گذرا ہے اُس میں ایک رومی فوج رہتی تھی — یہ بیر شبع اکتیس درجہ ستره دقیقہ عرض شمالی پر واقع تھا اور طول شرقی اُسکا چونتیس درجہ اور چون دقیقہ کا تھا — یہ بیر شبع قادیش קָדֵשׁ اور شور שׁוּר کے بیابانوں کے بیچ میں تھا اور حضرت ابراہیم نے اُس کو بنایا تھا — حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کلدانیوں کے شہر کو جسکا نام " اور || کلدانیان " تھا چھوڑ کر حاران کو چلے گئے اور وہاں چند روز ٹھہر کر مصر کی طرف چلے گئے اور جب مصر سے واپس ہوئے تو اُسی ¶ جگہ پر ڈیرے جہانکہ پہلے ٹھہرے تھے اور وہاں سے حضرت لوط اُن کے ساتھ سے جدا ہوکر وادی * اردن کو روانہ ہوگئے اور حضرت ابراہیم نے قادیش اور † شور کے بیابانوں میں سکونت اختیار کی اور وہاں ایک †† کنواں کھودا — حضرت ابراہیم ‡‡ مدت تک یہاں رہے اور ایک باغ §§ لگایا — اور جب حضرت |||| ہاجر حضرت ابراہیم کی پہلی بی بی حضرت سارہ سے ناراض ہوکر نکل گئی تھیں تو اسی جگہ پر آئی تھیں اور اسی کنوئیں کے پاس اُن کو خدا کا فرشتہ دکھائی دیا تھا اور اس لئے اُنہوں نے اس کنوئیں کا نام بیرلحی روئی בְּאֵר לַחַי רֹאִי یعنی " بیرللحی المرئی " رکھا تھا — اس کے بعد ایک قحط سالی کے ایام میں حضرت اسحاق نے اس مقام کی سکونت چھوڑ دی اور جرار ¶¶ גְּרָר کو چلے گئے — اس میں کچھ شک نہیں

کہ قادیش ایک اُجڑ جگہ ہی اور جرار اُس سے بہت دور ہی وہاں کے باشندے حضرت اسحاق سے واقف نہ تھے اور غالباً بد طینت اور بد خصلت آدمی تھے اس لئے حضرت اسحاق نے جیسا کہ توریت میں لکھا ہی اُن لوگوں سے اپنی بی‌بی کی نسبت کہا کہ یہ

† ملوک دوم باب ۱۴ ورس ۹ — تواریخ دوم باب ۲۴ ورس ۱ —
‡ ملوک اول باب ۱۹ ورس ۳ — § حزقیاہ باب ۱۱ ورس ۲۷ و ۳۰ —

|| سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۳۱ — ¶ سفر تکوین باب ۱۳ ورس ۳ —
* سفر تکوین باب ۱۳ ورس ۱۰ و ۱۱ — † سفر تکوین باب ۲۰ ورس ۱ —
†† سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ و ۲۵ و ۳۰ — ‡‡ سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۱۹ —
§§ سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۳۳ — |||| سفر تکوین باب ۱۶ ورس ۸ اشعیاہ ۱۴ —

¶¶ سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۶ —

مهري بهن † هی — مگر جب ابي ملک نے حضرت اسحاق کو جرار سے نکالدیا تب اُنهوں نے بهابان جرار میں بود و باش اختیار کي اور وهاں ایک کنواں کهودا جسکا نام شبع رکها اور جس مقام پر سکونت اختیار کي وهي اُس کا نام ‡ قریہ بهر شبع رکها اس سے ثابت هوتا هی که یهہ جگهہ وهہ جگهہ هرگز نهیں هوسکتي جهاں حضرت ابراهیم نے کنواں کهودا تها *

ان مقاموں کي اُس قدر تفصیل کرنے سے همارا منشاء دو چیزوں کے ثابت کرنے کا هی — اول یهہ که عرب کي شمالي حد ملک شام یا " ارض موعود " سے ملحق هوتي هی اور " ارض موعود " کي جنوبي حد حضرت اسحاق والا بهر شبع یا صوعر جس کو § بلع بهي کهتے هیں هی — دوسرے یهہ که حضرت ابراهیم والا بهر شبع قادیس میں هی جو ملک عرب میں واقع هی *

جن لوگوں کا خیال یهہ هی که حضرت ابراهیم والا بهر شبع اور حضرت اسحاق والا بهر شبع دونوں ایک هي هیں اُن واقعات پر مبني هی جن کو که میں ابهي ثابت کرونگا که اُن پر کسي طرح اعتبار نهیں هوسکتا — سب سے پهلا واقعہ جو اُن کي راے کا مؤید هی یهہ هی که جب حضرت اسحاق قادیس سے چلے گئے تو فلسطین والوں نے حضرت ابراهیم کے کهودے هوئے کنوؤں کو مٹي سے بهرکر بند کردیا اور جبکه ابي ملک نے حضرت اسحاق کو جرار سے نکالدیا تو حضرت اسحاق نے اُنهیں کنوؤں کو از سر نو کهودا جو اُن کے والد حضرت ابراهیم کے زمانہ میں کهودے گئے تهے اور جن کو فلسطین والوں نے روکدیا تها اور اُنهوں نے اُن کنوؤں کے وهي نام رکهے جو اُن کے والد نے رکهے تهے — مفسرین توریت کا یهہ استدلال ابتدائي یا سرسري نظر میں ٹهیک معلوم هوتا هی اور خیال میں آتا هی که بهر شبع ایک هي هوگا مگر هم ثابت کرنا چاهتے هیں که یهہ خیال هرگز صحیح نهیں هوسکتا — سفر تکوین کے چهبیسویں باب کي اٹهارهویں آیت تک توریت میں حضرت ابراهیم کے صرف اُنهیں کنوؤں کا بیان هی جنکو حضرت اسحاق نے پهر کهدوایا تها مگر اُسي باب کي اُنتیسویں آیت سے لیکر آخر باب تک اُن قدیم کنوؤں کا مطلق ذکر نهیں هی بلکه نئے کنوؤں کا ذکر هی — ان نئے کنوؤں کے نام بهي حضرت اسحاق نے نئے رکهے تهے — اول کا نام بهر عسق בְּאֵר עֵשֶׂק دوسرے کا نام سطنہ שִׂטְנָה تیسرے کا نام رحوبوث רְחֹבוֹת اور چوتهے کا نام سبعہ שִׁבְעָה رکها تها — اس سے صریح واضح هی که یهہ کنوئیں حضرت ابراهیم کے کنوؤں میں سے نهیں تهے — پهر اُسي باب کي

† سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۷ —
‡ سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۳۳ —
§ سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۲ —

سترھویں آیت کا صاف صاف یہہ مضمون ھی کہ حضرت اسحاق نے جرار کے وادی میں اپنا خیمہ نصب کیا اور وھاں آباد ھوئے اور اُنیسویں اور بیسویں ورس میں یہاں ھی کہ حضرت اسحاق کے آدمیوں نے وادی میں کنواں کھودا اور وھاں ایک کنواں جاری پانی کا برآمد ھوا اور جرار کے چرواھوں نے حضرت اسحاق کے چرواھوں سے تکرار کی اور پانی پر اپنا دعوی کیا — پس جبکہ ان سب آیتوں کا ایک دوسری سے مقابلہ کیا جاوے تو ظاھر ھوتا ھی کہ یہہ کنویں وادی جرار میں کھودے گئے تھے نہ وادی قادیش میں — ایک آڈر امر جو مذکورہ بالا لوگوں کی راے کی تائید کرتا ھی تیئیسویں آیت کا یہہ مضمون ھی کہ حضرت اسحاق ابی ملک کو چھوڑ کر بیر شبع کو چلے گئے جس سے خود بخود یہہ نتیجہ نکلتا ھی کہ اس بیر شبع سے مراد حضرت ابراھیم والا بیر شبع ھی کیونکہ اُسوقت تک حضرت اسحاق والے بیر شبع کا وجود بھی نہ تھا لیکن یہہ بات بھی صحیح نہیں ھی کیونکہ جس بیر شبع کا اُس آیت میں ذکر ھی وہ حضرت ابراھیم والا بیر شبع نہیں ھی بلکہ حضرت اسحاق والا بیر شبع ھی — کتب مقدسہ لکھنے والوں کا یہہ قاعدہ ھی کہ پچھلے زمانہ کے حالات لکھنے میں جب کسی مقام کا ذکر آتا ھی تو وہ اُس مقام کا وھی نام لکھدیتے ھیں جو زمانہ تحریر میں اُس کا نام ھوتا ھی گو کہ اُس زمانہ میں جس کا وہ حال لکھتے ھیں اُس مقام کا وہ نام نہ تھا بلکہ وجود بھی نہ تھا — چنانچہ اکثر مقامات میں اُنھوں نے بہت سے شہروں اور قصبوں کا جو اُس زمانہ کے عرصہ دراز کے بعد وجود میں آئے تھے نام لیکر ذکر کیا ھی — اکیسویں باب کی چودھویں آیت میں حضرت ابراھیم والے بیر شبع کا نام مذکور ھی اگرچہ اُسوقت تک اُس کنویں نے وہ لقب حاصل نہیں کیا تھا

عرب علی العموم ایک وسیع مسطح اور ویران ملک ھی مگر جا بجا چند بے انتہا سرسبز و شاداب اقطاع بھی واقع ھیں اور بعض عظیم الشان پہاڑ بھی ھیں جنکی گھاٹیاں تازگی اور خوشنمائی کے لیئے مشہور ھیں — اُسمیں جو سب سے بڑے نقصانات ھیں وہ کثرت سے وادیوں کا ھونا اور پانی کا نہ ھونا ھی — میوے مختلف اقسام کے ھوتے ھیں جن میں کھجور نہایت عمدہ اور خوش ذایقہ ھوتی ھی جو عرب کے ملک سے مخصوص ھی اور در حقیقت عرب کے لوگوں کی زندگی کا بہت بڑا ذریعہ ھی — عرب کے گھوڑے تمام دنیا کے گھوڑوں سے عمدہ اور خوبصورت ھوتے ھیں لیکن عرب کے لیئے سب سے زیادہ مفید جانور اونٹ ھی جسکو ریگستان کا جہاز لکھنا بیجا نہیں ھی *

عرب ٹھیک طور سے دو حصوں میں منقسم ھوسکتا ھی ایک عرب الحجر یعنی کوھستانی عرب جو خاکنائے سوئیز سے لیکر بحر احمر اور بحر عرب تک پھیل رھا ھی —

دوسرا عرب الوادي يعني عرب کا مشرقي حصہ — مگر بطلیموس † پرانے جغرافیہ داں نے عرب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہی — عرب الحجر یعني پتھریلا عرب — عرب المعمور یعني عرب آبادان — عرب الوادي یعني ریگستاني عرب — آجکل کے نقشوں میں عرب الحجر میں صرف وہ حصہ ملک کا شامل رکھا گیا ہی جو خلیج سوئز اور خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہی مگر اس تقسیم کے لیئے کوئي معتبر سند نہیں — بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق عرب الحجر کو خلیج سوئز سے لیکر یمن یا عرب المعمور کي حد تک شمار کرنا چاہیئے — وہ لوگ جنکے نزدیک بطلیموس نے عرب المعمور لفظ یمن کا ترجمہ کیا ہی بلاشک غلطي پر ہیں کیونکہ اُس پرانے جغرافیہ داں کے زمانہ میں عرب الحجر کا جنوبي حصہ گنجان آباد تھا اور تجارت کے لیئے مشہور تھا جسکي وجہ سے اُسنے تمام جزیرہ کے اُس حصہ کا عرب المعمور نام رکھدیا — عربي جغرافیہ دانوں نے جزیرہ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہی — تہامہ — حجاز — نجد — عروض — یمن — غیر ملکوں کے مورخ اور جغرافیہ داں جو یہہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اُس ملک کو حجاز اس سبب سے کہتے ہیں کہ حاجي اور زائروں کا عام مرجع ہی وہ بڑي غلطي پر ہیں کیونکہ لفظي معني حجاز کے اُس چھز کے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان میں واقع ہو — تمام ملک کا یہہ نام اُس پہاڑ کي وجہ سے پڑگیا ہی جو شام اور یمن کے درمیان بطور حجاب کے واقع ہی — عرب بلحاظ اُن مختلف قوموں کے جو اُس میں آباد ہیں اور اُن آبادیوں کے ناموں کے اور اُن آبادیوں کے ملکي حالات کے اور اُن کے باشندوں کے اعتبار سے بیشمار حصوں میں منقسم ہوگیا ہی — مگر اسبات کا کہنا کہ یہہ حصے ٹھیک کس طرح پر ہیں بغیر اسبات کے اول جان لینے کے کہ یہہ قومیں جو اُن میں آباد ہیں کون ہیں اور کہاں سے آئي ہیں اور کہاں کہاں آباد ہوئیں اگر محال نہیں تو غیر ممکن ضرور ہی اسلیئے ہم حتی الامکان ان امور کي تلقیح کي کوشش کرینگے — ان امور کي نسبت کتب مقدسہ یا عرب کے قرب و جوار کي قوموں کي کتابوں میں بہت کم تذکرہ پایا جاتا ہی — اسکي وجہ یہہ ہی کہ کتب مقدسہ کے لکھنے والے صرف "ارض موعود" کے حالات لکھنے اور تلاش کرنے میں مصروف رہے اور اُنکي تمام ہمت صرف بني اسرائیل

† جزیرۂ عرب کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا موجد بطلیموس خیال کیا جاتا ہی اور وہ تین حصے یہہ ہیں — عرب الحجر — عرب المعمور — عرب الوادي — عرب الحجر میں تمام شمالي غربي حصہ شامل تھا — عرب المعمور میں غربي اور جنوبي کنارہ — عرب الوادي میں تمام اندرونی حصہ جو پوربي طرح واقع تھا — مگر اس تقسیم کو عرب کے لوگ تسلیم نہیں کرتے اور حال کي تحقیقات کي رو سے بھي صحیح نہیں معلوم ہوتي — چیمبرز ایین سائکلو پیڈیا صفحہ ۳۴۲ — یہہ بھي یاد رکھنا چاہیئے کہ بطلیموس نے ملک کو اُسکي طبعي حالت کے لحاظ سے تقسیم کیا تھا نہ کہ حد بندي کے لحاظ سے —

کے حالات لکھنے پر منحصر تھی اور غیر قوموں نے اس ویران اور بے ثمر ملک کی طرف کچھہ توجہ نہیں کی

اس کتاب کے لکھنے میں جہانتک کہ ہوسکیگا ہم اُن دونوں ذریعوں سے گوکہ اُن سے بہت ہی کم حالات معلوم ہوتے ہیں فائدہ حاصل کرینگے اور اُسکی تائید میں عرب کی ملکی روایتوں سے جو قابل اعتبار معلوم ہوتی ہیں غفلت نہ کرینگے *

جو ملکی روایتیں عرب کی مختلف قوموں کی تقسیم کے باب میں ہیں وہ نہایت معتبر ہیں کیونکہ عرب کے لوگ اپنی آبائی رسوم اور اوضاع اور اطوار کے بدرجہ غایت پابند تھے اور اُنکو کبھی ترک کرنا یا تبدیل کرنا نہیں چاہتے تھے اور اسی وجہہ سے وہ لوگ اپنے نسب ناموں کو یاد رکھنا قریباً قریباً اپنا فرض سمجھتے تھے اور یہی وجہہ تھی کہ ہر ایک قوم نہیں بلکہ ہر ایک قبیلہ اپنا اپنا جدا جدا نام رکھتا تھا اور اس ذریعہ سے ہر ایک شخص اپنی قوم اور قبیلہ کو بخوبی جانتا تھا اور اپنے حسب نسب پر بے انتہا فخر کرتا تھا اور جس طرح کہ پراني قوموں "سکفذنیوین" اور سلٹک" کے ہاں کڑکھت ہوتی تھی اسی طرح عرب کی قوموں میں بھی ہوتی تھی جنکا لڑائیوں میں مردانہ اشعار پڑھنا اور لڑنے والوں کو اُنکے حسب اور نسب کا جتلانا جنگی باجے کا کام دیتا تھا † *

جو کچھہ کہ میں نے عرب کی ملکی روایتوں کی نسبت بیان کیا ہی اُسکی تائید رورنٹ مسٹر فارسٹر کے بیان سے ہوتی ہی اُنہوں نے عرب کا ایک جغرافیہ لکھا ہی اُس میں وہ لکھتے ہیں کہ "عربوں کی قدیمی اوضاع اور رسوم اور یادگاروں کی پابندی کو جو ہمیشہ سے زبان زد خاص و عام ہی تمام دلیل میں سب سے اول رکھنا مناسب ہی کیونکہ اسبات پر سب کا اتفاق ہی کہ اُنکی قومی خاصوں میں سے یہہ خاصہ سب سے مقدم ہی - ایک اور تعجب انگیز مثال عرب کی اس پابندی کی قدامت اور رفاقت کی کرنیل چسنی نے اس طرح بیان کی ہی کہ عجل عربوں کا ایک گروہ بغداد کے قریب خیمہ زن ہوا میں اُنکے خیمہ گاہ کی سیر کے واسطے گیا اُن خیموں کے بیچ میں شاہی نشان اسپہی کا لہراتا ہوا دیکھہ کر مجھکو کمال حیرت ہوئی اور ایک عربی خیمہ میں تین دھاریوں کی علامتوں کو دیکھہ کر میں نے اُنکا حال دریافت کرنے کی کوشش کی - ایک نہایت بڈھے آدمی نے

---

† ہمارے ملک میں جو ہندو قومیں آباد ہیں اُنکے حالات پر غور کرنے سے اور اسیات کے دیکھنے سے کہ باوجود اسکے کہ ہزاروں برس اور مختلف حکومتیں اُنپر گذر گئی ہیں مگر اُنکی جدا جدا قومیں آجتک کس طرح پر محفوظ ہیں اور ہر ایک شخص اپنی قوم اور اپنے گوت یعنی قبیلہ سے بخوبی واقفیت رکھتا ہی اور آجتک اُنکے معزز لوگوں کے ہاں بہاٹ اور کرکیت موجود ہیں — عرب کی قدیم قوموں کے حالات کا کشف بخوبی سمجھہ میں آسکتا ہی اور ہر شخص خیال کرسکتا ہی نہ اسی طرح اُنھوں نے اپنی قوم اور قبیلہ کو علحدہ علحدہ محفوظ رکھا تھا *

مجھسے کہا کہ جبکہ اُنکے آبا و اجداد بربر کے ملک میں گئے تھے اور وہاں سے اسپین کی فتح کے واسطے روانہ ہوئے اُسوقت خلیفہ نے اُنکی خدمات کے جلدوے میں قبیلہ عجل کو شاہی نشان اسپین کا بطور جھنڈے کے عطا فرمایا تھا — ڈین پریڈو نے عرب کی رسم و رواج کی نسبت اسطرحپر لکھا ھی کہ قوم عرب دنیا میں سب سے زیادہ قدیم قوم ھی جو اپنے مورثان اعلی کے زمانہ سے آجتک نسلاً بعد نسل اپنے ملک میں رھتی چلی آئی ھی اور جسقدر کہ عرب اپنی رسم و رواج میں تغیر و تبدل کو ناپسند کرتے ھیں اُسیقدر ملک کے ناموں کے بدلنے کو بھی ناپسند کرتے ھیں — اسوجھہ سے اکثر مقاموں کے وھی نام بدستور چلے آتے ھیں جو ابتدا میں رکھے گئے تھے — اسوجھہ سے ملک مصر کی قدیمی دارالسلطنت کے رھنے والے جو مصری کہلاتے تھے اور بعد کو زمانہ دراز تک بنام ممفس مشہور رھے عربوں کے تسلط کے زمانہ سے پھر مصری کہلانے لگے اور جب سے برابر یہہ نام چلا آتا ھی — یہہ مثالیں مفجملہ اُن بیشمار مثالوں کے ھیں جو علامہ ڈین نے بیان کی ھیں — پروفیسر رالفسن کا بیان ھی کہ فلسطین میں ایک اَور قسم کی قدیمی روایت ھی جس سے کہ کنیسوں کو کچھہ علاقہ نہیں ھی یعنی عوام‌الناس میں مقاموں کے قدیمی ناموں کا بجنسہ چلا آنا — فی‌الحقیقت یہہ قومی اور دیسی روایت ھی جو کسی طرح پر اجنبی کنیسوں اور اجنبی حکام کے اثر سے پیدا نہیں ھوئی ھی بلکہ اُنہوں نے اپنی ماں کے دودھ کے ساتھہ اُس کو پیا ھی اور سمتک زبانوں کی طبیعت میں استحکام کے ساتھہ گھر پکڑ گئے ھیں — مقامات کے عبری نام انجیل کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد تک اپنی آرمینین شکل میں موجود رھے اور باوجود اسکے کہ یونانی اور رومیوں نے اپنی اپنی زبانوں کے ناموں کی ترویج کے لیئے کوششیں کیں مگر عوام‌الناس کی زبان پر وھی پرانے نام جاری رھے " *

غرضکہ ملک عرب کی ملکی روایتیں نہایت عمدہ اور صحیح ذریعہ ملک عرب کے حالات دریافت کرنے کا ھی — اُن کی رسوم کا علم مندرجہ ذیل امور سے معلوم ھوسکتا ھی — میدان جنگ میں کوئی جنگ آور بدون اسکے کہ حریف سے اپنا حسب و نسب بآواز بلند بیان کرے تنہا لڑائی میں مشغول نہیں ھوتا تھا *

کسی عام مہم میں ھر شخص اپنی ھی قوم کے سردار یا رئیس کے جھنڈے کے نیچے تھام کرتا تھا — بعض اوقات جبکہ کسی قوم کے کسی آدمی سے کوئی جرم سرزد ھوتا تھا تو اس کی پاداش میں اُس ساری قوم کے لوگوں کو جرمانہ دینا پڑتا تھا جو اب شرع میں بالفاظ الدیت علی‌العاقلۃ مستعمل ھی *

اس قسم کی رسوم کا نتیجہ یہہ ھوا کہ عرب کے لوگوں کو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم میں جا ملنا غیر ممکن ھوگیا تھا اور اسی بنا پر جزیرہ عرب کے مختلف اقطاع پر تقسیم ھونے کی روایتوں پر کما حقہ اعتبار قایم ھوا اور بر قرار رھا — اپ ھم عربوں کی اُس

مشہور و معروف پا بندي کو جو اپني قومي اطوار اور عادات اور اپنے بزرگوں کي رسوم کے ساتھہ رکھتے ہیں یہاں کرکے سوال کرتے ہوں کہ اس بات کا یقین کرنا کس طرح سے ممکن ہی کہ ایسي قوم پر جو تغیر و تبدیل کے اسقدر برخلاف ہو اور مزیدے براں قبیلوں کے سخت اختلافات کي نسبت اسقدر محتاط ہوں مندرجہ ذیل شبہات کرنے کے لئے کافي وجوہ ہوں یعني ایسے شبہات کے لئے جن کي تائید کے واسطے کوئي دلیل نہوں ہی بلکہ ایک طرفدار مصنف کے خیالي شوشے ہوں ۔ مثلاً یہہ کہنا کہ بني عملاق اور بني نباعا ہوں ہم کو ایسو اور اسمعیل کي اولاد صاف صاف نظر آتي ہی اور اسبات کا فرض کرلینا کچھہ ضرور نہوں ہی کہ اُن کے انساب کا علم یا روایت خود اُن قوموں میں بجنسہ چلي آتي ہی بلکہ فتح کے انقلابات اور دوسري قوموں کے ساتھہ خلط ملط ہونے سے یہہ بات بالکل بعید از عقل معلوم ہوتي ہی کہ ایسي وحشي قوم کے پاس جن کے پاس کوئي تحریري یادداشت نہوں ہی اُن کو اپنے نسب کي واقفیت اتني صدیوں تک محفوظ اور برقرار رہي ہو — مگر اس معترض کو ہمارے اوپر کے بیان سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ یہہ امر ناممکن نہ تھا بلکہ درحقیقت اسي طرح پر واقع ہوا جیساکہ بیان ہوا ہی *

اب یہہ بات غور کرنے کے قابل ہی کہ حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کي سکونت کے باب میں ملکي اور قومي دونوں طرح کي روایتوں نہایت معتبر ذریعہ سے ہمارے زمانہ تک پہونچي ہوں اور وہ ایسي روایتوں ہوں کہ جنکو تمام قوم نے بلا تامل صحیح مان لیا ہی پھر ہم کسطرح کسي عیسائي طرفدار مصنف (سر ولیم میور) کے محض بے دلیل بیانات کو صحیح اور معتبر تصور کرسکتے ہوں جسکا یہہ بیان ہی کہ "یہہ روایت ایک کہانی ہی یا توریت سے اخذ کرکے تحریر کردي گئي ہی" مگر جسوقت کہ اِس عالي رتبہ مصنف نے یہہ بیان کیا اُنکو معلوم نہ ہوگا کہ خود توریت ہي سے حضرت ابراہیم کے نسب کي بابت اُس روایت کي تائید ہوتي ہی — اسکے بعد مصنف موصوف نے کم سن اسمعیل اور اُنکي بیکس ماں کي سکونت کي اصلیت کي نسبت اس طرح پر قیاس دوڑایا ہی کہ "بني اسمعیل اور عملاق کي قومیں جزیرہ عرب کے شمال اور وسط میں پھیلي ہوئي تھیں — غالباً یہي لوگ مکہ کے اصلي متوطن ہونگے یا زمانہ سابق میں یمن کے لوگوں کے شمول میں وہاں آ بسے ہونگے — اُسکے بعد ایک فرقہ بني اسمعیل خواہ نباتي خواہ کسي ہم نسل خاندان کا وہاں کے کنوؤں اور کاروانِ تجارت کے دلپسند موقع کے لالچ میں وہاں چلا گیا ہوگا اور بہت ذي اختیار ہوگیا ہوگا — یہہ فرقہ اپني ابراہیمي نسب کي روائتوں کو اپنے ساتھہ لیگیا ہوگا اور مقامي اوہام اور اعتقادات پر خواہ وہ اُسي ملک کے ہوں یا یمن سے لائے گئے ہوں اُنکو منقش کردیا ہوگا " *

ان قیاسی باتوں کی غلطی اس طرح پر ظاہر ہوتی ہی کہ حضرت اسمعیل کی عمر جبکہ اُنکے باپ نے اُنکو گھر سے نکالا تھا توریت کے مطابق † سولہ برس کی تھی اور یہہ عمر ایسی تھی کہ جو روایتیں اُنہوں نے اپنے والد سے سُنی تھیں اُنکے سمجھنے اور تمیز کرنے اور یاد رکھنے کے قابل تھے — اسکے سوا وہ ہمیشہ اور متواتر اپنے والد سے ملاقات کرتے رہے اور حضرت ابراہیم بھی اکثر اُنکے پاس آتے جاتے تھے — انجام کار سب سے بڑھکر یہہ بات ہی کہ حضرت اسمعیل جبکہ عمر اُسوقت نواسی برس کی تھی بروقت وفات حضرت ابراہیم اپنے والد کے اُنکے پاس موجود تھے — یہہ سب باتیں ہر ذی فہم اور غیر متعصب شخص کے ذہن نشین کرنے کو کافی ہونگی کہ یہہ تمام روایتیں جو مختلف اقوام عرب میں اسقدر شایع ہیں لوگوں کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل سے پہونچی ہیں اور یہہ امور ایسے بدیہی اور ذہن نشین ہونے کے لایق ہیں کہ اگر پھر کوئی شخص براہ جرأت یہہ کہے کہ یہہ روایتیں یہودیوں کی وساطت سے پہونچی ہیں تو اُسکو سنکر کچھہ کم تعجب نہ ہوگا — مگر تعجب اسپر آتا ہی کہ مصنف موصوف نے اپنے قیاسی خیال کے ثابت کرنے کا ادعا کیا ہی اور یہہ لکھا ہی کہ " مگر اُن بنی اسرائیل کو جو توریت پڑھتے ہیں صرف نام اور مقام ہی سے اس نسب کا احتمال عائد ہوتا ہی اور یہودی مصنفوں میں ' الہامی ہوں خواہ غیر الہامی اہم کافی اظہار اس امر کا پاتے ہیں کہ ایسا خیال درحقیقت کیا گیا تھا — یہہ قدرتی استنباط خود اُن قوموں میں جنسے وہ علاقہ رکھتا تھا قرب و جوار کے یہودیوں کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً شایع ہوگیا ہوگا اور اُن بیحیز روایتوں کے غیر مکمل آثار کو جو ہنوز اُنکے تخیلات اور اُنکی عادات اور اُنکی زبان میں موجود تھے تقویت دیدی ہوگی " *

اگرچہ اس راے کی غلطی اوپر کے بیان سے بخوبی ظاہر ہوگئی ہی مگر عرب کی قوموں کی عادت پر خیال کرنے سے اُس راے کی اور زیادہ غلطی ظاہر ہوتی ہی — عرب کے قدیم رہنے والوں نے اپنی جبلی عادت کے موافق اپنی اصلی روایتوں میں کوئی نئی روایت اضافہ نہیں کی تھی اور تمام غیر قوموں سے بالکل علحدہ رہتے رہے یہانتک کہ جب

---

† جب حضرت اسمعیل پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی برس کی تھی (سفرتکوین باب ۱۶ ورس ۱۶) اور جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم کی عمر سو برس کی تھی (سفرتکوین باب ۲۱ ورس ۵) اور حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل کو حضرت اسحاق کے مردہ چھڑانے کے زمانہ میں گھر سے نکالدیا تھا اس حساب سے حضرت اسمعیل جبکہ جلاوطن ہوئے تھے سولہ برس کے تھے — حضرت ابراہیم کا ایک سو پچھتروین برس کی عمر میں انتقال ہوا تھا اور حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق دونوں نے ملکر کمپیلا کے غار میں دفن کیا تھا (سفرتکوین باب ۲۵ ورس ۹) غرضیکہ حضرت اسمعیل کی عمر اُسوقت نواسی برس کی تھی —

حضرت اسمعیل اور اُنکے همراهي وهاں آکر آباد هوئے تو قدیمي عرب اُنکو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور ذلیل لقب "مستعربہ" سے اُنکو ملقب کیا تھا — آنحضرت صلعم کي بعثت سے پہلے بني اسرائیل اور خصوصاً اهل عرب بني اسمعیل کو همیشہ دو مختلف قومیں سمجھتے رہے اور قدیم عرب نے اپني قدیمي روایتوں کا اُن سے مبادلہ نہیں کیا اور بني اسرائیل کے پاس عرب کي قوموں اور عرب کے انبیاء کي نسبت زباني خواہ تحریري کوئي روایت نہ تھي *

آنحضرت صلعم نے جب یہہ بات فرمائي کہ جمیع انبیاء بني اسرائیل برحق نبي تھے اور اُن پر ایمان لانا چاهیئے اُسوقت بني اسرائیل کي اور اُنکے نبیوں کي روایتیں اور قصے عرب کي روایتوں اور قصوں میں مخلوط هوگئے — لیکن جو کہ بني اسرائیل کے هاں عرب کي اچھي روایتیں نہ تھیں اسوجہہ سے عرب کي روایتیں بجاے خود بجنسہ برقرار رهیں *

تمام نئے آباد هونے والے جو وقتاً فوقتاً عرب میں آباد هوئے اور قدیم متوطنان عرب نے تین نام حاصل کیئے تھے — اول عرب البایدہ یعني صحرائي عرب — دوم عرب العاربہ یعني قدیمي عرب — سوم عرب المستعربہ یعني عرب میں نئے آباد هونے والے جو بہ سبب زمانہ دراز کي سکونت کے عرب بنگئے تھے — یہہ تین بڑي تقسیمیں قریب قریب تمام باشندگان عرب پر حاوي هیں خانہ بدوش بدوؤں سے لیکر اُن قدرے شایستہ قوموں تک جو کنارہ کے برابر برابر آباد هیں اور معہذا قدیم باشندگان عرب اور جدید باشندگان عرب کے درمیان تمیز بھي قایم رکھتے هیں — اسلیئے هم مناسب سمجھتے هیں کہ عرب کے باشندوں کا اُن مذکورہ بالا تین عام قسموں کے مطابق علحدہ علحدہ بیان کریں *

اول

عرب البایدہ یا خانہ بدوش صحرائي عرب کي قومیں

عرب البایدہ میں سات شخصوں کي اولاد کي سات مختلف گروهیں شامل هیں —
(۱) کوش پسر حام پسر نوح کي اولاد (۲) عیلام پسر سام پسر نوح کي اولاد (۳) لود پسر سام پسر نوح کي اولاد (۴) عوص پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۵) حول پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۶) جدیس پسر گثر پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد (۷) ثمود پسر گثر پسر ارم پسر سام پسر نوح کي اولاد *

کوش کي اولاد خلیج فارس کے کنارہ پر اور اُس کے قرب و جوار کے جزیروں میں آباد هوئي *

جرهم پسر عیلام بھي اُسي طرف جاکر رود فرات کے جنوبي کناروں پر سکونت پذیر هوا * لود کے جو اُن دو میں سے تیسرا مورث اعلی هی تین بیٹے مسمیان طسم — عملیق — اہیم تھے

جنھوں نے اپنے آپ کو تمام مشرقي حصہ عرب میں یمامہ سے لیکر بحرین اور أسکے گرد و نواح تک پھیلا دیا *

عوص پدر عاد اور حول دونوں نے ایک ھي سمت اختیار کي اور جنوب میں بہت دور جاکر حضر موت اور أس کے قرب و جوار کے میدانوں میں اقامت اختیار کي *

جدیس پسر گثر پسر ارم پسر سام عرب الوادي میں آباد ھوا *

ثمود پسر گثر پسر ارم پسر سام نے عرب الحجر میں اور أس میدان میں جو وادي القری کے نام سے مشہور ھی اور ملک شام کي جنوبي اور ملک عرب کي شمالي حد ھی رھنا اور قبضہ کرنا پسند کیا *

عربی جغرافیہ دانوں نے جو کچھہ اپني تصنیفات میں نسبت عرب البایدہ اور أن کے مقامات سکونت کے لکھا ھی أس کا انتخاب ذیل میں لکھتے ھیں جن سے أن امور کي جو ھمنے اوپر بیان کیئے ھیں تصدیق ھوتي ھی *

قال القاضی صاعد ابن احمد الاندلسي صاحب قضاء مدینہ طلیطلہ ..... ان العرب البایدۃ فکانت امماضخمۃ کعاد و ثمود و طسم و جدیس ولتقادم انقراضھم ذھبت عنا حقایق اخبارھم و انقطعت عنا اسباب العلم بآثارھم *

اما جرھم فھم صنفان جرھم الاولی و کانوا علی عھد عاد فبادروا ودرست اخبارھم و ھم من عرب البایدۃ — ابوالفدا *

سکنت بنو طسم الیمامۃ الی البحرین — ابوالفدا

سکنت بنو عاد الرمل الی حضرموت — ابوالفدا

و بلاد عاد یقال لھا الاحقاف و ھي بلاد متصلۃ بالیمن و بلاد عمان — ابوالفدا *

و الی عاد اخاھم ھودا و ھو عاد بن عوص بن ارام بن سام و ھم عاد الاولی کانت منازل قوم عاد بالاحقاف و ھي رمال بین عمان و حضر موت — معالم التنزیل *

سکنت ثمود الحجر بین الحجاز والشام — ابوالفدا

کانت مساکنھم بالحجر بین الحجاز والشام الی وادي القری — معالم التنزیل *

الحجر بالکسر ثم السکون والراء اسم دیار ثمود بوادي القری بین المدینۃ والشام کانت مساکن ثمود و ھي بیوت منحوتۃ فی الجبال مثل الغایر تسمي تلک الجبال الاثالیب کل جبل منقطع عن الاخر یطاف حولہ و قد نقرفیہ بیوت و نقر علی قدر الجبال التي تنقر فیھا و ھي بیوت في غایۃ الحسن فیھا نقوش و طیقان محکمۃ الصنعۃ و في وسطھا البھر التي کانت تردھا الناقۃ — مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع *

الحجر بکسر الحاء و سکون الجیم والراء دیار ثمود بوادي القری بین المدینۃ والشام — مشترک یاقوت الحموي *

قال ابن حوقل والحجر بهن جبال على يوم من وادي القرى اقول لم يحصل ذلك فان بينهما اثنو من خمسة ايام قال و كانت ديار ثمود الذين قال الله عنهم و ثمود الذين جابوا الصخر بالواد قال رايت تلك الجبال و مانحت منها كما اخبر الله تعالى و تنحتون من الجبال بيوتا فارهين و تسمى تلك الجبال الاثالوب اقول وهي التي ينزلها حجاج الشام وهي عن العلي على نحو نصف مرحلة من جهة الشام — تقويم البلدان *

و وادي القرى فهو بادية الجزيرة و ماكان من بالس الى ايله مواجها للحجاز معارضا لارض تبوك فهو بادية الشام — تقويم البلدان *

اب كه همنے اس مقام پر ايک كامل فهرست سات مختلف اقوام عرب البايدہ كے مورثان اعلى كي لكهدي هى اور أن مقامات كو بهي بيان كرديا هى جهاں جهاں يهہ مختلف قومهں آباد هوئيں تو اب هم حتى المقدور أن شعبوں اور شاخوں كي تفصيل بيان كرينگے جو أن قوموں سے پيدا هوئي هيں *

اولاً — بني كوش — كسي عرب كے مورخ نے بني كوش كا كچهہ حال نهيں بيان كيا سب كے سب خاموش هيں اور اس سبب سے أن كے حالات كچهہ دريافت نهيں هوئے — اسي بناء پر جارج سيل اور أنهوں كي مانند آژر انگريزي مصنفوں نے بيان كيا هى كه "كوش كي اولاد عرب ميں آباد نهيں هوئي تهي" — نويري نے اپنے جغرافيه ميں ايک يهہ فقرہ لكها هى" و ملک شرحبيل على قيس و تميم " اس فقرہ ميں نويري نے بني كوش كا ذكر بشمول بني تميم كے كيا هى جس سے وہ حصۂ سلطنت كا مراد هى جو الحارث نے اپنے دوسرے بهائے شرحبيل كو بخشا تها — نويري كے اس فقرہ پر رورنڈ مسٹر فارسٹر يهہ استدلال كرتے هيں كه مشرقي مورخ بني كوش كو عرب كے رهنے والوں ميں شمار كرنے سے خاموش نهيں هيں — مگر رورنڈ مسٹر فارسٹر كو اس ميں كسيقدر دهوكا هوا هى كيونكه نويري كے فقرہ سے كسي طرح يهہ بات ثابت نهيں هوتي كه بني قيس اور بني كوش ايک هى خاندان ميں يعني حام كي اولاد ميں هيں — مشرقي مورخوں نے جو بني كوش كا كچهہ ذكر نهيں كيا اس كي وجهہ ظاهرا يهہ معلوم هوتي هى كه خود مشرقي مورخ دهوكے ميں پڑگئے هيں كيونكه كوش كي اولاد جو مشرق ميں آباد هوئي تهي اور يقطان كي اولاد جو جنوب كي طرف يمن اور أس كے گرد و نواح ميں آباد هوئي تهي أن دونوں كے ناموں ميں ايک طرح كي مشابهت پائي جاتي هى اور اس سبب سے مشرقي مورخوں نے دهوكے كهاكر تمام واقعات اور حوادث كو جو بني كوش سے متعلق تهے بني يقطان سے متعلق سمجهہ ليا اور أن تمام واقعات اور حوادث كو بني يقطان كي طرف منسوب كرديا *

مگر † رورنٹ مسٹر فارسٹر نے بڑي کوشش اور تلاش سے اور بڑي صحت اور قابليت سے نہايت معتبر اور مستند حوالوں سے اس امر کو بيان کيا هی که بني کوش درحقيقت عرب ميں خليج فارس کے کنارہ کے برابر برابر آباد هوئے تهے اور مشرقي کنارہ کے مختلف شهروں کے ناموں کا اُن ناموں سے مقابلہ کرکے جو بطلميوس نے لکهے هيں اپنے دعوے ميں قطعي کاميابي حاصل کي هی ۔ ليکن مصنف موصوف نے جبکه بني کوش کو تمام جزيرہ عرب ميں اور خصوصاً يمن اور خليج عرب کے کناروں پر پهيلا دينے کي کوشش کي هی تو اُس کي دليلوں ميں ضعف آجاتا هی اور اُسي دهوکے ميں پڑ جاتا هی جسميں مشرقي مورخ پڑ گئے تهے اور اسي سبب سے يمن تک پهونچنے پر اُس کي بحث بدرجه غايت مهمل اور بے معني هوگئي هی اور صرف ايک ناکارہ سلسلہ خيالي اور وهمي استنباطوں کا خيال کي جاسکتي هی — اس ليئے هم کهتے هيں که "نمرود" کے سوا جسکا ذکر تنها کتاب مقدس ميں کيا گيا هی اور اس سبب سے همکو يهه مستنبط کرنا پڑتا هی که وہ اپنے بهائيوں کے ساتهه آباد نه هوا تها باقي اولاد کوش کي جن کے نام — سبا — حويلہ — سبتاہ — رعماہ — سبتکا — تهے اور رعماہ کے بيٹے يعني شبا اور ددان سب خليج فارس کے کنارہ کنارہ آباد هوئے تهے — هم اس امر سے انکار کرنا نهيں چاهتے که کوش کي اولاد ميں سے کوئي جزيرہ عرب کے آؤر اقطاع کي جانب بهي چلے گئے هوں اور وهاں سکونت اختيار کي هو —

† يهه ايک عام اور مسلم راے هی نه صرف اُن لوگوں نے جنهوں نے پورے وہ حصه وادي القري کا آباد کيا جو دريائے فرات کے ملحق هی اور يهه راے بظاهر رجوعات ذيل پر مبني هی — ضلع مذکور کا "خوزستان" يعني کوش کے اصلي وطن کے قريب واقع هونا — زمانہ ما بعد ميں شهر "سيي" اور قوم سبا کا "سوحد" "غالديہ" پر موجود هونا — کوشي ناموں اور خاندانوں — حويلہ — سبتاہ — راماہ — ددان — کا خليج فارس کے کنارہ پر مساوي سلسلہ ميں واقع هونا اور سب سے اخير يهه که اخباريان نبيي کي کتاب کے دوسقاموں ميں کوش اور "سبا" کا ساتهه ساتهه بيان هونا جس سے پايا جاتا هی که "سبا" "خوزستان" سے ملحق هی — "راس مسندم" کے قريب جس کو بطلميوس نے "راس اسابي" کرکے لکها هی هم مسٹر ويل کے نقشه ميں شهر "شکان" جو تورريت کے "شام" کے موافق هی پاتے هيں — بحر عمان کے اسي کنارہ پر "مقان" يا "عمان" اور "تامر" يا "سيب" اور "سو بار" شهروں کے درميان ميں هم ايک ساحل پاتے هيں جس کو "بلوني" نے "ساحل حام جو بالفعل" ماحام" کهلاتا هی — اُس خانانے کے مقابل کي اطراف پر جو "راس مسقدم" ميں منتهي هوتي هی اور "خليج فارس" کے دهانہ کے اندر شهر اور ضلع "رعماہ" جسکو يوناني ترجمہ توريت ميں "رغمہ" اور بطلميوس نے "رغامہ" لکها هی پايا جاتا هی — خليج کے باهر شهر اور ضلع "ددان" يا "داذہ" کا پتا ملتا هی اور توريت ميں جو "ددان" جورثے بيٹے "رعماہ" کا ذکر هی اُس کي طرف منسوب کيا جاتا هی (فارسٹر صاحب کا جغرافيہ عرب صفحہ ۳۸)۔

مگر همنے رورنڈ مسٹر فارسٹر کی جن دلیلوں کو لغو اور مہمل اور وهمی اور حمالی بیان کیا هی اُس کا سبب یہہ هی کہ مصنف موصوف کو بنی کوش کے مقامات سکونت کی تحقیق میں کوئی ایسا مقام ملجاتا هی جسمیں ذراسی بھی مشابہت کوشی ناموں سے هجوں میں یا صرف ایک حرف هی کی مطابقت پائی جاتی هی تو وہ اُس مقام کو کوش کی اولاد کے متعلق کردینے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا حالانکہ بنی کوش کے اکثر نام ایسے هیں جو بنی یقطان کے ناموں سے جو یمن میں رهتے تھے مشابہت تامہ رکھتے هیں *

کتب مقدسہ کے لکھنے والوں نے بنی کوش کی وجہہ سے تمام ملک عرب کو بنام ارض کوش یا اتھوپیا کے موسوم کیا هی اور اس امر کے ثابت کرنے کو رورنڈ مسٹر فارسٹر نے نہایت مضبوط اور قابلانہ دلیلیں پیش کی هیں — وہ لکھتے هیں کہ " توریت اور انجیل کے تاریخی جغرافیہ کے انگریزی ترجمہ میں الفاظ " اتھوپیا " اور " باشندگان اتھوپیا " اکثر مستعمل هوئے هیں اور اُنکی جگہہ عبرانی توریت میں اسم معرفہ کوش واقع هوا هی — اور یہہ لفظ کوش جبکہ کتاب مقدس میں اس طرح مستعمل هوا هی تو اُس سے همیشہ ایشیائی اتھوپیا یعنی عرب مراد لیا گیا هی نہ کہ افریقی اتھوپیا — چند مصرح رسوں کے مقابلہ کرنے سے یہہ امر بخوبی واضح هوجاتا هی — چنانچہ کتاب اعداد باب ۱۲ ورس ۱ میں لکھا هی کہ مریام اور هارون نے حضرت موسی سے اُس اتھوپین (عبرانی میں هی کوشی) عورت کی وجہہ سے جسکے ساتھہ اُنہوں نے شادی کی تھی گفتگو کی اسلیئے کہ اُنہوں نے ایک اتھوپین (عبرانی میں هی کوشی) عورت سے شادی کی تھی — اور کتاب خروج باب ۲ ورس ۱۵ اور ۲۱ سے یہہ امر محقق هی (اور هم حضرت موسی کے دوسرے نکاح کے فرض کرنے کے واسطے کوئی دلیل نہیں پاتے) کہ ایک مدیانی عورت تھی یعنی حضرت ابراهیم کی اولاد میں بنی قطورہ کے سلسلہ میں تھی — اور یہہ امر بھی متحقق هی کہ " مدیان " یا " مادیان " عرب میں بحر احمر کے کنارہ پر ایک شہر یا ملک تھا — اس سے ظاهر هوتا هی کہ حضرت موسی کی بی بی ایک عرب کی عورت تھی اور اسی وجہہ سے عبرانی لفظ کوشی کا ترجمہ لفظ اتھوپین کے ساتھہ ٹھیک نہیں هوا هی تاوقتیکہ اُس سے ایشیائی اتھوپیا یا عرب مراد نہ لیا جاوے — کیونکہ افریقی اتھوپیا اُس سے کسی طرح مراد نہیں لیا جاسکتا " (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۱۲) *

ان دلیلوں سے کسی طرح شک اور شبہہ نہیں رهتا کہ کتاب مقدس کے انگریزی ترجمہ میں جو لفظ کوش کا اتھوپیا ترجمہ کیا گیا هی وہ دو مختلف مقاموں پر مستعمل هوا هی افریقی اتھوپیا پر اور ایشیائی اتھوپیا یعنی عرب کے ایک حصہ پر یا خود ملک عرب پر اور یہہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل هی کیونکہ اس سے کتب مقدسہ کے بہت سے مشکل مقامات کے حل هونے میں مدد ملیگی *

ثانياً — عيلام עֵילָם یا جرهم الاولی — جوکه یهه قوم بني کوش کے مقابله میں کچهه نام آور نهیں هوئي اسلیئے اُسکي نسبت بجز اس کے که بني کوش سے قرابت رکهتي تهي اور اُنهیں کے ساتهه رهتي تهي اور کچهه زیادہ حال معلوم نهیں هوا *

ثالثاً — لود לוּד اُسکے تین بیٹے تهے — طسم — عملیق — اسهم — یهه لوگ بهي عیلام کي اولاد کي مانند کچهه اولوالعزم اور نام آور نه تهے اسلیئے انکا حال بهي بهت کم معلوم هی — مگر اُنکے آثار ساحل خلیج فارس کے بعض مقاموں کے ناموں میں پائے جاتے هیں مثلاً دریاے عمنان (جسکو پلیني نے عمان لکها هی) اور " هماثهم " جو اسهم کے نام سے جو لود کا تیسرا بیٹا تها ماخوذ کیا هوا معلوم هوتا هی — یهه قاعدہ هی که الف هاے هوز سے بدل جاتا هی جیسے اود سے هود اور اجر سے هاجرہ هوگیا جو حضرت اسمعیل کي ماں کا نام تها — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس امر کے ثابت کرنے کي کوشش میں که عمنان یا همنان زمانه حال کے عمان سے علاقه رکهتا هی غلطي کي هی کیونکه سفرتکوین باب ۱۹ ورس ۳۸ سے پایا جاتا هی که حضرت لود کي چهوٹي بیٹي نے (همارے نزدیک یهه صحیح نهیں هی کیونکه جنهیں بیٹیوں کا لفظ اطلاق کیا گیا هی وہ حضرت لود کي بیٹیاں نه تهیں بلکه لونڈیاں تهیں) بیٹا جنا اور اُسکا نام " بن عمي " رکها گیا جس سے بني عمون کي قوم مشهور هوئي — حال کا عمان همارے نزدیک اُسي نام سے علاقه رکهتا هی *

رابعاً — عوص עוּץ اور خامساً — حول חוּל ارم کے بیٹے تهے — هم ان دونوں کا بیان بالاشتراک کرینگے ان کے آثار بهي آجتک اُن مقامات کے ناموں میں پائے جاتے هیں جو خلیج فارس کے کنارہ پر یا قرب و جوار کے مهدانوں میں واقع هیں مثلاً عول اور حول ایک هی نام هیں — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے عول کے اشتقاق میں بهي مغالطه کیا هی کیونکه اُن کا بیان هی که یهه لفظ حویلاہ نام کي ایک مختلف شکل هی *

عاد اولی — پسر " عوص " نے بهت شهرت حاصل کي اور اُس کي اولاد ایک نامي قوم هوگئي اور تمام شرقي اور جنوبي عرب کي مالک بن گئي — اُنهوں نے عالیشان مکان بهي بنائے اور اور قوموں پر تحکم بهي حاصل کیا — اس قوم کے آدمي اپني جسامت اور قوت اور شان میں اور قوموں پر فوق لے گئے تهے جس کا ذکر قران مجید میں بهي آیا هی *

عرب کے جنوب اور مشرق کے باشندے به نسبت اور لوگوں کے تنومند اور قدآور هوتے تهے اُن کي نسبت مسٹر رورنڈ فارسٹر نے ولسٹڈ صاحب کے سفرنامه ملک عرب سے یهه بیان نقل کیا هی — وہ لکهتے هیں که " میں نے حجاز کے عربوں اور اُن عربوں کي وضع جسماني میں جو خلیج فارس کے کنارہ جانب غرب پر آباد هیں ایک بڑا فرق مشاهدہ کیا — اعراب سکنائے ساحل خلیج فارس کا حلیه یهه هی که اُن کے چهرے قریب قریب بیضوي

کے ہیں سر کے بال عموماً سیاہ بالکل منتے ہوئے ہوتے ہیں بھنویں بھی سیاہ ہیں اور کھال چمکتی ہوئی ہی اور ہندوستان کے باشندوں کی نسبت اُن کا رنگ کسی قدر کھلا ہوا ہی ۔ سواحل بحر احمر کے عرب کے باشندے لاغر اندام اور پستہ قد ہوتے ہیں مگر قوی ہیں — چہرہ کسی قدر لمبا رخسارے بے گوشت کے اور سر کے بالوں کو دو لمبی زلفوں کے سوا جو دونوں طرف ہوتی ہیں اور چمکی وہ نہایت درجہ خبر داری کرتے ہیں اسقدر بڑھاتے جاتے ہیں کہ کمر تک آجاتی ہیں اُنکا رنگ کسیقدر کھلا ہوا ہوتا ہی *

" بمبئی " سے چار پانچ منزل جنوب اور مشرق کی جانب سرما کے موسم میں اعراب " دواسر " رہتے ہیں اور گرمیوں کے موسم میں نجد کی سرسبز چراگاہوں میں چلے جاتے ہیں جس کی سب سے قریب سرحد صرف آٹھ منزل ہی — یہ لوگ گھوڑے نہیں رکھتے مگر لڑائی میں وہابیوں کی کمک کے لیئے تین ہزار شتر سوار بھیجتے ہیں — اعراب " دواسر " طویل القامت اور قریب قریب سیہ فام ہوتے ہیں (سفرنامہ ملک عرب ضمیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) مگر یہہ عجیب اِختلاف دراز ی اور رنگ میں گرد نواح کی قوموں سے کچھہ اعراب " دواسر " ہی کے ساتھہ مخصوص نہیں ہی خلیج فارس کے عربوں میں بھی یہی بات پائی جاتی ہی اور اُن اطراف میں بھی جہاں کہ علماء کے نزدیک شہر سبا آباد تھا — کرنیل چسنی کا بیان ہی کہ خلیج فارس کے عرب خوش ہیئت ہوتے ہیں اور طویل القامت اور سیہ فام ہونے میں مشہور ہیں اور اُن دونوں باتوں میں اقوام خلیج عرب سے بدرجہا اختلاف رکھتے ہیں (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۳۱) مگر ورنڈ مسٹر فارسٹر نے اسبات کے خیال کرنے میں کہ صرف بنی کوش ہی طویل القامت تھے غلطی کی ہی کیونکہ تمام قومیں جو خلیج فارس کے کنارہ پر رہتی تھیں اور جنکو ہمنے عرب البایدہ کے ذیل میں بیان کیا ہی نہایت بلند قامت تھیں — زمانہ حال تک بھی خلیج فارس پر ہم دو قسم کے آدمی پاتے ہیں جو درازی قد میں برابر ہیں مگر رنگ میں مختلف ہیں ایک تو سیاہ رنگ کے ہیں اور دوسرے ذرا اُجلے رنگ کے ہیں *

ورنڈ مسٹر فارسٹر کتاب اشعیاہ نبی کی باب ۴۵ ورس ۱۴ کی عبارت کا حوالہ دیتے ہیں جس میں لکھا ہی کہ " خداوند چنانچہ می فرماید کہ معمول مصر و تجارت حبش و اہل سبا کہ مردمان بلند قد اند بتو عبور نمودہ از آن تو خواہند بود " اور اسبات کو کہ بنی کوش سب دراز قد تھے اسی ورس پر مبنی کرتے ہیں — مگر صاحب موصوف نے اس میں دو وجہہ سے غلطی کی ہی — اول اس وجہہ سے کہ جملہ " مردمان بلند قد " خواہ نخواہ یہہ مراد لینی کہ وہ لوگ طویل القامت تھے محض غلط ہی بلکہ اُن لفظوں سے یہہ مراد بھی کہ وہ لوگ معزز اور اشراف تھے چنانچہ عربی ترجمہ جو اشعیاہ

نبي کي کتاب کا هی اُس میں یہی معني لیئے گئے هیں اور اُسکي عبارت یہہ هی ـ " هذہ یقولها الرب تعب مصر و تجارة الکبش وسبایم رجال اشراف یعبروں الیک " — دوم اس وجہہ سے کہ باشندگان سبا متذکرہ عبارت مذکور کا کوش کي اولاد میں هونا ضرور نہیں هی کیونکہ کتب مقدسہ میں بني سبا کا اطلاق اور قوموں پر بھي هوا هی مثلاً بني سبا جنکا ذکر کتاب ایوب باب ۱ ورس ۱۵ میں آیا هی اور جو دریاے فرات کے بني سبا سے هر طرح مشابہت رکھتے هیں اور بلحاظ اپنے اُبائي نام کے هجوں کے قاعدہ کے موافق سبا پسر کلاں کوش کي اولاد نہیں هیں بلکہ اُن تین سباؤں میں سے کسي نہ کسي کي اولاد بیان کیئے گئے هیں جنکو حضرت موسیٰ نے منجملہ اُن سرخیلوں کے بیان کیا هی جنہوں نے ملک عرب کو یکے بعد دیگرے آباد کیا تھا " *

اس قوم کي هدایت کے لیئے خدا تعالی نے ایک نبي جنکا نام هود تھا اور جنکا لقب سفرتکوین باب ۱۱ ورس ۱۴ میں عیبر עבר آیا هی مبعوث کیا تا کہ خداے برحق کي عبادت کي ترویج اور بتوں کي پرستش کا استیصال کریں — لیکن جبکہ اُن لوگوں نے اُنکے احکام اور هدایت سے سرتابي کي تو خداے تعالی کا قہر جوش میں آیا اور تین برس کا قحط اُنپر پڑا اسکا نتیجہ یہہ هوا کہ لوگ اسبات سے آگاہ هوگئے کہ خدا کے پیغمبر کے احکام سے سرتابی کي یہہ سزا هی — اس پریشاني کی حالت میں حضرت هود پھر تشریف لائے اور بت پرستي ترک کرنے اور خداے واحد کي عبادت کرنے کي از سرنو هدایت کي اور اُسکے ساتھہ یہہ بھي کہا کہ اگر تم ایسا کروگے تو خداے رحیم باران رحمت نازل کریگا مگر وہ اپني گمراهي پر ثابت قدم رهے پھر اللہ تعالی نے اُنپر ایک سخت طوفان آندهي کا جو اُسکے غضب کي نشاني تھي نازل کیا — یہہ طوفان آندهي کا سات رات اور آٹھہ دن تک تمام اُس ملک میں ایسے زور شور سے جاري رها کہ هزارها آدمي هلاک هوگئے اور تمام قوم کا باستثناے اُن چند اشخاص کے جنہوں نے حضرت هود کا کہنا مان لیا تھا قریباً قریباً استیصال کلي هوگیا اور جو لوگ بچے آخر کو حضرت هود پر ایمان لے آئے — یہہ واقعہ سنہ دنیوي کي اٹھارویں صدي میں یا بائیسویں صدي قبل حضرت عیسی کي پیدایش کے واقع هوا تھا *

جھوٹي روایتیں جو قوم عاد کي نسبت مشہور هیں

بعض کتابوں میں لکھا هی کہ قوم عاد کے هر شخص کا قد بارہ ارش لمبا تھا یعني بس زمانہ کے جو لوگ هیں اگر اپنے دونوں هاتوں کو سیدھا پھیلاویں تو اُنکي لمبائي سے بارہ گنا زیادہ لمبا قد قوم عاد کا تھا بعض کتابوں میں اُنکے قد کے لمبان کا اُس سے بھی زیادہ مبالغہ کیا گیا هی اور یہہ بھي لکھا هی کہ اُنکي قوت کا یہہ حال تھا کہ چالیس میں اُنکے پانچ زانو تک زمین میں دھس جاتے تھے *

اُنہوں نے جو اُس ریگستان میں کوئي محل بنایا تھا اُسکي نسبت بھي بہت زیادہ مبالغہ کیا گیا ھی اور عاد ثاني کي اولاد کے قصہ کو اس قوم کے ساتھہ جو عاد اولی کي قوم ھی خلط ملط کرکے اُس خیالي باغ کو جسکا نام ایشیائي مورخوں نے " ارم " قرار دیا ھی اسي قوم کي طرف منسوب کیا ھی اور کہا ھی کہ اُس محل اور باغ کي زمین میں لعل اور یاقوت بچھے ھوئے تھے اور اُسکي دیواریں سونے اور چاندي کي تھیں اور درخت زمرد اور یاقوت اور نیلم اور ھر قسم کے بیش بہا جواھروں سے بنائے گئے تھے اور زعفران بجاے گھاس اور عنبر بجاے مٹي کے تھا *

بعض کتابوں میں لکھا ھی کہ معاویہ ابن ابي سفیان کے زمانہ خلافت میں ایک شخص اپنا اونٹ ڈھونڈتا ھوا وھاں چلا گیا اور بیشمار جواھرات وھاں سے رول کر اپني جھولي میں بھر لایا اور جب معاویہ ابن ابي سفیان نے اُس جگھہ دوبارہ جانے کا اور اُس جگھہ کے تلاش کرنے کا حکم دیا تو بہت سي تلاش کرنے کے بعد بھي وہ جگھہ پھر نہ ملي۔ خلیفہ نے کہا کہ خدا تعالی نے اُسکو انسان کي آنکھوں سے پوشیدہ کرلیا ھی *

بعض کتابوں میں حضرت علي مرتضی کی نسبت اور اور بعض معتبر اشخاص کي نسبت ایک جھوٹا اتہام کیا ھی اور لکھا ھی کہ اُنہوں نے یہہ بات کہي کہ خدا تعالی نے اُس باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا دنیا سے اوٹھا کر آسمان پر پہونچا دیا ھی اور قیامت کے دن وہ بھي منجملہ اور آسماني بہشتوں کے ایک بہشت ھوگي *

عاد اولی کي قوم کي بنائي ھوئي عمارات کے باب میں جو کچھہ لکھا ھی وہ صحیح نہیں ھی اسلیئے کہ اس قوم نے کوئي عمارت قابل شہرت نہیں بنائي تھي - اُنکي عمارتیں مثل اور معمولي عمارتوں کے بڑي اور چھوٹي ھر ایک قسم کي تھیں *

بہت سے مصنفوں اور مورخوں نے جو قوم عاد اولی کي طرف عمارات عالي شان بنانا منسوب کرنے میں غلطي کي ھی اُسکي وجہہ ظاھرا یہہ معلوم ھوتي ھی کہ اُنہوں نے قرآن مجید کي اس آیت کے جو ذیل میں مندرج ھی معني سمجھنے میں غلطي کي ھی اور وہ آیت یہہ ھی *

الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التي لم یخلق مثلھا فی البلاد

یعني کیا تونے نہیں دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھہ جو " ارم " کي اولاد تھے اور ایسے قد آور تھے کہ اُنکي مانند شہروں میں پیدا نہیں کیئے گئے تھے *

لفظ " ذات عماد " سے جو اُنکا قد آور ھونا مراد لیا گیا ھی اُسکا ثبوت دوسري آیت سے ھوتا ھی جو ذیل میں لکھي جاتي ھی اور جس میں اُنکے مردہ پڑے ھوئے جسموں درختوں کے اوکھڑے ھوئے تنوں سے مشابہت دي ھی اور وہ آیت یہہ ھی *

و اما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية سخرها عليهم سبع ليال و ثمانية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعى كانهم اعجاز نخل خاوية –

تفسير جلالين اور تفسير بيضاوي كي مندرجه ذيل عبارتوں سے در اصل يه بخوبي ثبوت هوتا هي – ايک يهه که " ارم " سے مراد " بني ارم " هي اور " ارم " عاد کا دادا تها جس طرح که بني هاشم اپنے دادا هاشم کے نام سے مشهور هيں اسي طرح قوم عاد اپنے دادا ارم کے نام سے مشهور تهي اور عاد ارم کهلاتي تهي — دوسرے يهه که لفظ " ذات العماد " سے اُنکا دراز قد اور قوي هونا مراد هي جس طرح که بعض ملکوں کے لوگ دراز قد اور قوي هوتے هيں — کوئي خاص عجوبه بات اُن ميں نهيں تهي – چنانچه تفسير جلالين اور تفسير بيضاوي ميں اس طرح پر لکها هي *

" الم تر " تعلم يا محمد " كيف فعل ربک بعاد ارم " هي عاد الا ولي فارم عطف بيان او بدل منع الصرف للعلمية و التانيث " ذات العماد " اي الطوال . . . . و التي لم يخلق مثلها في البلاد " في بطشهم و تر تهم " جلالين "

" الم تر كيف فعل ربک بعاد " يعني اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح قوم هود سموا باسم ابيهم كما سمي بنو هاشم باسمه " ارم " عطف بيان لعاد على تقدير مضاف اي سبط ارم . . . . " ذات العماد " اي ذات البناء الرفيع او القدر الطوال او الرفعة و الثبات " بيضاوي " *

زمانه جاهليت کے لوگوں کا يهه دستور هي که اس قسم کے پرانے قصوں کو ايک مذهبي قصه بنالیتے هيں اور اُسميں عجوبه و غريب باتيں ملا کر اُسکو تعجب انگيز اور حيرت خيز کرليتے هيں — جس طرح که ملٹن شاعر نے اپني کتاب " پيريڈائزلاسٹ " کو ايک عجوبه قسم کا مذهبي قصه بنالیا هي اسي طرح زمانه جاهليت کے عربوں نے بهي قوم عاد کا ايک قصه گڑه ليا هي جس ميں بيان کيا هي که قحط کے دنوں ميں قوم عاد نے تين شخص مکه ميں اس غرض سے بهيجے تهے که خدائے تعالى سے مينه برسنے کي دعا مانگيں – اُن تينوں ميں سے ايک کا نام لقمان تها وه تو مسلمان تها اور باقي دو کافر تهے — لقمان کي عمر سات گدوں کي عمروں کے مجموعه کي برابر عمر تهي اور اسي سبب سے لقمان بڑي عمر هونے ميں ضرب المثل هوگيا هي — عام لوگوں کا خيال هي که گد کي عمر هزار برس کي هوتي هي اور اس ليئے لقمان کي عمر اُسوقت سات هزار برس کي تهي – اسي قسم کے اور بهت سي لغو اور بيهوده قصے عاد کي قوم کي نسبت جاهلوں نے بنا ليئے هيں جنکي اهل علم کو متوجه هونا يا مذهبي اعتراضات کي بنا اُن قصوں کو قرار ديکر لغو اور بيهوده بات هي * *

سادسا — جديس* — سابعا — ثمود جسکو عاد ثاني کهتے هيں يهه دونوں گذر ٦٦٦

پسر " ارم " חרם بن سام بن نوح کي اولاد تھے جن کا یہاں ہم ایک ساتھہ کرتے ھیں *

جدیس کا حال بجز اس کے اور کچھہ نہیں معلوم ھوا کہ بیابان میں آباد ھوا تھا اور اُس کي اولاد بعد انقضاے عرصہ دراز کے مثل دیگر اقوام صحرائي کے معدوم ھوگئي *

اولاد ثمود نے بہت بڑا نام پیدا کیا اور جلد ایک زبردست قوم ھوگئي اور اُس حصہ ملک پر جو " الحجر " کے نام سے مشہور ھی اور اُس میدان پر جو وادي القریٰ کہلاتا ھی اور جو ملک شام کي جنوبي اور عرب کے شمالي حد بناتا ھی تبضہ کرلیا ھی — قرآن مجید میں اس قوم کا بھي چند جگہہ ذکر آیا ھی — اُنھوں نے پہاڑیوں کو کھود کر اُن کے اندر اپنے گھر بنائے تھے اور نقش و نگار سے مرتب کیئے تھے جو اثالیب کے نام سے مشہور ھیں — عرب کے لوگ اور چند غیر قوم کے لوگ جنھوں نے عرب میں سفر کیا ھی اُن پہاڑي گھروں کي جو پرانے زمانہ کي باتوں کي تلاش کرنے والوں کو تشفي دیتے ھیں اور اُن قوموں کے حالات جنھوں نے اُن کو بنایا ھی بتلانے کو موجود ھیں شہادت دے سکتے ھیں — اسي طرح ان پہاڑي گھروں سے قوم ثمود کي تاریخ کے اُس حصہ کي جو قران مجید میں بیان ھوا ھی بخوبي صداقت پائي جاتي ھی — کچھہ زمانہ کے بعد یہہ قوم بھي بت پرستي کي طرف مایل ھوئي اس واسطے اُن کي فہمایش و ھدایت کے واسطے خداے تعالے نے حضرت صالح بن عبید بن اُسف بن ماشج بن عبید بن جادر بن ثمود کو مبعوث کیا — بعض لوگ اُن پر ایمان لائے اور بہتوں نے اُن کا یقین نہیں کیا اُن لوگوں نے حضرت صالح سے کہا اگر تو سچا ھی تو کوئي نشاني بتلا — حضرت صالح نے جواب دیا کہ اے میري قوم یہہ خدا کي اونٹني تمہارے لیئے نشاني ھی اُس کو چھوڑا پھونے دو تاکہ خدا کي زمین پر چرتے پھرے اور اُس کو کچھہ ایذا مت پہونچاؤ مبادا تمہیں اُس کے عوض عذاب نازل ھو — اس فہمایش کے سبب کچھہ عرصہ تک اُن لوگوں نے اونٹني کو پھونے دیا اور کچھہ ایذا نہیں پہونچائي *

کچھہ عرصہ کے بعد وھاں قحط واقع ھوا اور اُس خشک سالي میں پانے کا بھي تحطھوگیا پاني نہیں ملتا تھا اور جہاں کہیں تہوڑا سا بھي پاني ھوتا تھا تو اونٹني اپني طبعي خاصیت سے جو خدانے اونٹ میں پیدا کي ھی پاني کو تلش کراکتي تھي اور پي لیتي تھي یا خراب کردیتي تھي اور لوگ اُسکو روک نہ سکتے تھے — حضرت صالح نے کہا کہ ایک دن اونٹني کو پاني پي لینے دیا کرو اور کوئي اُس کا مزاحم نہ ھو اور دوسرے دن تم لوگ پاني لیا کرو اور اونٹني کو وھاں نہ جانے دیا کرو — قرآن مجید سے معلوم ھوتا ھی کہ کچھہ عرصہ کے بعد مختلف تو فرقوں کے سرداروں نے جو اُس زمانہ کے کافروں کے فرقے تھے حضرت صالح کو مار ڈالنے کا منصوبہ کیا مگر جب وہ اپنے اس بد منصوبہ پر کامیاب نہ ھوئے تو اُنھوں نے

غصہ میں آکر اُس اونٹنی کو مار ڈالا — اُسوقت حضرت صالح نے اُن سے کہا کہ تین دن تک تم اپنے مکانوں میں چھپ کرلو بعد اُسکے تم ہلاک ہوگے ۔ خدائے تعالی نے قران مجید میں فرمایا ہی کہ جب ہمارے حکم کی تعمیل ہوئے کو ہوئی تو ہمنے صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے بہ سبب اپنے رحم کے اُس روز کی ذلت سے بچالیا — آفت جو اُن پر آئی تھی وہ یہہ تھی کہ آسمان سے ایک خوفناک آواز آئی جو غالباً — رعد اور زلزلوں کی اور اسی قسم کی آفت ارضی و سماوی کی آواز تھی — صبح کو وہ لوگ اپنے مکانوں میں مردہ اور سرنگوں پڑے ہوئے ملے گویا کہ اُن مکانوں میں رہتے ہی نہ تھے — یہہ واقعہ اُسی زمانہ میں واقع ہوا تھا جبکہ سدوم اور گمارہ اور اوماب اور زھائون شہر آسمانی آگ سے جلائے گئے تھے یعنی سنہ ۲۱۰۷ دنیوی یا سنہ ۱۸۹۷ قبل حضرت مسیح کے *

چھوٹی روایتیں جو قوم ثمود کی نسبت مشہور ہوئیں

مفسرین اور مورخین کا بیان ہی کہ کفار نے حضرت صالح سے اُنکی رسالت کے ثبوت میں اس معجزہ کی درخواست کی تھی کہ اگر اس پہاڑ میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو اور بمجرد پیدا ہوئے کے ایک سرخ بالوں کا بچہ جنے اور وہ بچہ اُسی وقت ہمارے سامنے بڑی اونٹنی کی برابر ہوکر چوتا پھرے اور ہم اُس اونٹنی کا دودہ پیئیں تب ہم ایمان لاوینگے *

یہہ روایت محض ساختہ اور مصنوعی ہی — اس روایت کے موضوع کہنے سے اسوقت ہمارا یہہ منشا نہیں ہی کہ ہم امکان معجزہ سے انکار کریں اور اُسپر بحث شروع کریں بلکہ ہم اسوقت صرف سادی طرح سے اس روایت کو اسلیئے موضوع کہتے ہیں کہ اُسکی صحت پر کوئی سند نہیں ہی — اگر یہہ روایت صحیح ہوتی تو ایسے عجیب واقعہ کا ذکر قران مجید میں ضرور ہوتا یا کسی مستند حدیث سے اُسکا ثبوت پایا جاتا — اسی طرح یہہ بھی مصنوعی بات ہی کہ اُس اونٹنی سے انسان اور حیوان دونوں تبرتے تھے اور وہ اونٹنی قوم ثمود کے تمام چشموں اور حوضوں کا پانی ایک گھونٹ میں پیکر سب کو سکھا دیتی تھی — کیونکہ وہ ملک ایسا تھا جہاں کثرت سے پانی میسر ہی نہیں ہوسکتا تھا *

اسی طرح یہہ ایک لغو روایت ہی کہ اگرچہ قوم ثمود کو بتلا دیا گیا تھا کہ اونٹنی کا قتل کرنا اُنکی ہلاکت کا باعث ہوگا لیکن حضرت صالح نے اُن سے یہہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ تمہاری قوم کا ایک لڑکا جسکا حلیہ ایسا ایسا ہوگا اس اونٹنی کو مار ڈالیگا اور اس طرح پر تمہاری ساری قوم پر تباہی اور بربادی آویگی — اس تباہی سے بچنے کے لیئے جسکی پیشگوئی حضرت صالح نے کی تھی لڑکوں کو مار ڈالنا شروع کیا جو لڑکا پیدا ہوتا تھا اور اُس میں اُس نشانی کا شبہہ ہوتا تھا جو حضرت صالح نے بتلائی تھی تو اُس لڑکے کو مار ڈالتے تھے — مگر وہ لڑکا جسکے ہاتھہ سے اُس قوم کا ہرباد ہونا مقدر میں تھا

کسي نہ کسي طور سے بچ گیا اور مارا نہوں گیا — جبکہ وہ جوان ہوا تو آخر کار اُس نے اُس اونٹنی کو مار ڈالا *

اسي طرح حضرت صالح کے مخالفوں کے مارے جانے کي نسبت ایک یہودی روایت آئی ہی اور وہ یہہ ہی کہ حضرت صالح کے مخالفوں نے جب انکے قتل کا ارادہ کیا تو وہ اُن پہاڑوں کي گھاٹیوں میں گئے جہاں سے حضرت صالح آیا جایا کرتے تھے اس غرض سے کہ کوئي عمدہ نمونی گاہ تلاش کرکے اختیار کریں — خداے تعالی نے ایک پہاڑ کو زمین پر سے بہت اونچا اوٹھایا اور جہاں سے وہ پہاڑ اوٹھایا تھا وہاں ایک غار ہوگیا — حضرت صالح کے مخالفوں نے اُس غار کو اپني کمین گاہ کے لیئے پسند کیا اور جبکہ وہ اُس غار کے اندر جاکر چھپے تو خداے تعالی نے اوپر سے اُنکے سروں پر اُس پہاڑ کو چھوڑ دیا اور سب کے سب ایک لمحہ میں کچل کر مرگئے *

اگرچہ ہمنے اس مقام پر عرب البایدہ کا حال کسیقدر تفصیل کے ساتھہ بیان کردیا ہی مگر اُنکا ایک شجرہ بھي اس مقام پر لکھنے ہیں جس سے تمام بیانات کے سمجھنے میں آسانی ہوگي *

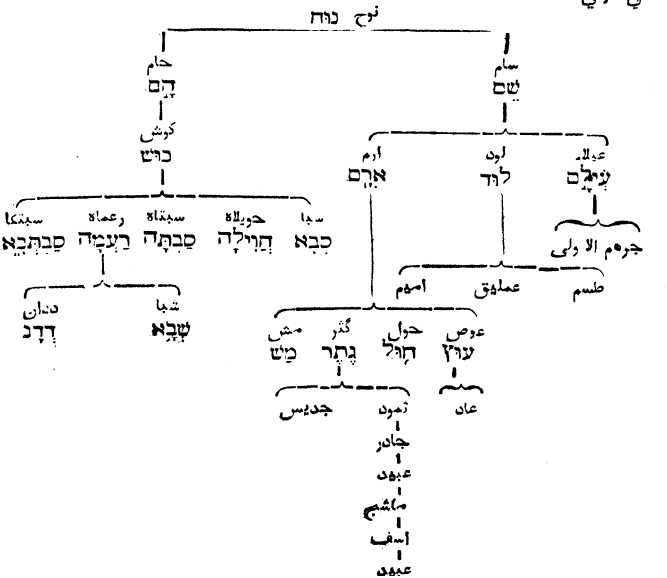

دوم

عرب العاربه يعني قحطانيت عرب

عرب العاربه يقطان يَقْطَن بن عابر عَيْبَر بن شالح شَالَح بن ارفخشد اَرْفَكْشَد بن شام سَام بن نوح نوح كي اولاد مين هين — بعض مورخون كا يهه قول هي كه عرب البائده اور عرب العاربه دونون يقطان كي اولاد هين اور اسليئے وه عربون كو بجاے تين قومون كے صرف دو قومون پر منقسم كرتے هين يعني عرب العاربه اور عرب المستعربه *

قريباً تمام مورخون كي راے هي كه كتب خمسه موسى مين جو يقطان نام آيا هي وهي ايك نام هي جسكو عرب قحطان كهتے هين اور يوناني انجيلون مين اُسكو جو قطان كركے لكها هي اور اسي شخص كي اولاد عرب مين آباد هوئي هي *

رورنڈ مسٹر فارسٹر نے نهايت عجيب اور مستحكم دليلون سے اسبات كو ثابت كيا هي كه ان تينون مذكوره بالا ناموں سے ايك هي شخص مراد هي اور يهه كه يهي شخص يقطان عرب مين آباد هوا تها چنانچه وه اپني كتاب جغرافيه عرب مين ايك مقام پر لكهتے هين كه " كتاب بطليموس مين بهي هم يقطان كا نام اور علاوه قوم بني يقطان كو پاتے هين جو عربون كے قحطان اور انجيل كے جو قطان كے بالكل مشابه هي " (صفحه ۸۰) *

ايك آڈر مقام پر وه لكهتے هين كه " اُس قومي روايت كا قديم اور عام هونا جو عربون كے قحطان كو انجيل كے جو قطان سے مشابه كرتے هين هر ايك پڑهنے والے پر روشن هي " (صفحه ۸۸) *

ايك آڈر مقام پر اُنهون نے لكها هي كه " يهه امر كه قحطان ايك خانداني نام كي صرف مختلف شكلون هين خود عرب هي همیشه سے بيان كرتے آئے هين اور اُنكي عادت سے بهي جس سے وه حرفون كو تبديل كرلينے مين (يعني معرب كرلينے مين) نهايت درجه مهلت ركهتے هين يهه نتيجه قرار واقعي نكل سكتا هي " (صفحه ۸۸) *

ايك آڈر مقام پر يهه لكها هي كه " قديمي قوم سبا كي دارالسلطنت مشهور به مارب مين اعراب يقطان سے جسكي مشابهت توريت كے يقطان كے ساتهه هي يقطاني نام حويلة كے وقوع سے از سرنو ثابت اور مسلم هوگئي هي " (صفحه ۹۰) *

رورنڈ فارسٹر نے مسعودي كے اس قول پر كه بني سعد اور بني قحطان بهت قديم زمانه سے عرب كي قومون مين مشهور چلے آتے هين يهه لكها هي كه " تاريخ عرب قوم عظيم قحطان كي قدامت كے باب مين آواز دے رهي هي اور يهه ايك ايسي آواز هي كه ايك طرف قديمي عام قومي روايت اُسكي تائيد كرتي هي اور دوسري طرف شايد اس سے بهي زيادة مضبوط شهادت متوسط اور جنوبي عربيه كے موجودة مقامون اور آبادیون كے ناموں سے اُسكي حامي هي " (صفحه ۷۹) *

بہر حال امر مذکورہ سے نہ تو مشہور اور معروف سیاح مسٹر برق ہردط † رضي الله تعالى عنه جلكا بيان هى كه اسي يقطان كي اولاد عرب مين آباد هوئے تهے اور نه سر ولهم ميور انكار كرتے هيں *

† اس كتاب كے پڑهنے والے الفاظ " رضي الله تعالى عنه " كو ديكهه كو جو مسٹر برق هردط كے نام كے بعد لائے گئے هيں بےشك متحير هونگے اور اس حيرت كے رفع كرنے كے واسطے ميري دانست مين اس سے بہتر كوئي بات نهين هى كه اسي كتاب كي فهم و ذي علم كان كو فرى هيگنس صاحب كي كتاب كي كيفقدر عبارت كا ترجمه اس جگهه لكهه ديا جاوے " مشهور و معروف سياح برق هردط جسنے دارالعلوم كيمبرج مين تعليم پائي تهي ايك نهايت پر غور تحقيق كے بعد اور خوب سوچ سمجهه كر مسلمان هوگيا اور اپنے عيسائي دوستوں كے مجمع مين بهالت اسلام انتقال كيا — معلوم هوتا هى كه اُسكو مسائل دين اسلام كي تلقين بمقام حلب ايك أفغاني نے كي تهي اور اُسي نے اُسكو مسلمان كيا اور اُسنے وهاں علانيه اسلام كا اقرار كيا اور جبكه يه نهيه حج روانه هوا تو مكه كے قريب اپنے مذهب اور مسائل اسلام كي واقفيت مين اُسكو سخت امتحان ديڪها پڑا جسكے باعث سے وه هميشه حاجي كے لقب كا دعوى كرتا رها اُسكي تو مسلمي سچي اور صاف باطن معلوم هوتي هى اگرچه مين خيال كرتا هون كه اُسكے عيسائي دوستون سے على العموم پوشيده تهي" *

" مين اسبات كے بيان كرنے سے نهايت خوش هون كه مين ايك شريف آدمي سے جو بالفعل (مئي سنه ۱۸۲۹ع سے برٹش گورنمنٹ مين ايك معزز عهده پر مامور هى واقفيت ركهتا هون مگر اُسكا نام ظاهر كرنے كا مين مجاز نهين هون — ان صاحب نے مجهسے بيان كيا كه مسٹر برق هردط كے انتقال سے تهوڑے عرصه پهلے مين وهاں موجود تها اور مسٹر برق هردط نے مجهسے نهايت سنجيدگي كے ساتهه يقين دلايا كه مين در حقيقت مسلمان هون اور اسي حالت مين مرنے كي آرزو هى — اُسكا گمنام سوانح عمري لكهنے والا اپني كتاب مين جو بعد اُسكے مرنے كے مشتهر هوئي اُسكي موت كا حال بيان كرتا هى مگر اُسكے مذهب كے بارة مين كوئي لفظ منهه سے نكالنے سے احتياطاً پرهيز كرتا هى — غالباً اُسكو معلوم هوگا كه اگر حق بات زبان سے نكلي تو پادريوں كے بدنام اور رسوا كرنے كي وجهه سے ميري كتابوں كے فروخت مين هرج واقع هوگا — ليكن ايك فقره جو ميرے بيان كي تائيد كے واسطے كافي هى اُسكي زبان سے نكل گيا هى — ' وه اُسي شب كو مرنے بارة بجے بهوپ افسوس و واويلا كرنے كے مرگيا — تجهيز و تكفين اُسكي وصيت كے موافق بر طريق اسلام كي گئي اور اُس معزز رتبه كا جو وه ديسي لوگوں كي آنكهوں مين ركهتا تها فاحقه لحاظ كيا گيا ' — اگر وه في الحقيقت مسلمان تها تو ضرور اُسنے مسلمانوں كي طرح كے موافق تجهيز و تكفين كي استدعا كي هوگي اور يقيناً اگر عيسائي اُسكي وصيت پر لحاظ نه كرتے تو حكام بمجبوري اُن سے كراتے يهه بعيد از قياس هى كه وه عيسائيوں كا مسلمانوں كو ايك ايسے نو مسلم كے حرف سے محروم ركهنا گوارا كرتے — مگر يهه ظاهر هى كه اُنهوں نے اُسكو بلا تكلف قتصل انگريزي كي نگراني مين اور اُسكے هموطنوں كے هاتهوں مين چهوڑ ديا جنكو كه پورا پورا موقع اُسكي تجديد مذهب كے واسطے اپني كيفيتوں صرف كرنے كا ملا تها — معلوم هوتا هى كه مذهب اسلام كي بلاوجهه تقليد و تائيد كرنے مين اُسكو كوئي غرض مظنون نه تهي بلكه برخلاف اسكے اُن عيسائيوں سے جنكي طرف سے وه مامور تها اور جنكي وجهه سے اُسكا كذاره هوتا تها اُسكو مخفي ركهنا ضروري سمجهتا تها *

" اگر اُسكي سوانح عمري لكهنے كا اختيار كيا جاے تو وه اصلي اصول اور بهتريں چال و چلن كا آدمي معلوم هوتا هى — منجمله اور پسنديده كيفيتوں كے جو اس مرتد كافر كي بابت جس مرحوم نے اُسكو عيسائي لوگ كهينگے مرقوم هوئي هيں ايك يهه بهي هى كه اُسنے اپني مروروثي جائداد قيمتي جس هزار روپيه كو اپني ماں كے ثاں و نفقه كے واسطے هوكر اپنے آپ كو محض مفلس و قلاش بنا ديا تها "
« هيگنس ايا اوجي صفحه ۱۰۱ مطبوعه لندن سنه ۱۸۲۹ع) *

یقطان کي اولاد کے آباد ہونے کي جگہہ کي نسبت توریت میں یہہ لکھا ہی کہ " اُنکي آبادي میشا مَشَّא سے لیکر جہانتک کہ تو سفار סְפָרָה تک جو مشرق میں ایک پہاڑي ہی چلا جاوے تو وہاں تک تھی" - مسٹر برق ہرڈط کے نزدیک میشا اور " سفرہ" جو یقطاني قوم سبا کا خلیج عرب کے دہانہ کے نزدیک ایک بندرگاہ تھا ایک ہي مقام ہی - اور سفار سے جبلي یعني پہاڑي حصہ یمن کا جہانتک بقول بطلیموس شہر سفار اور قوم سفاریہ آباد تھي مراد ہی - لیکن رورنٹ فارسٹر اس مقام کو جسکو مسٹر برق ہرڈط صاحب نے بیان کیا ہی اور جو وسعت میں قریب ڈیڑہ سو میل کے ہی ایک نہایت کثیر قدیمي خاندان کي حدود کے ایک نہایت معتدلانہ معقول اندازہ کے واسطے محض غیر مکتفي خیال کرتے ہیں اور نہایت ضعیف دلائل سے اُنکو نجد کے پہاڑوں تک پھیلا دینے کي کوشش کرتے ہیں- مگر اصل بات یہہ ہی کہ مقدس کاتب توریت نے یقطان کي اولاد کي آبادي کي کچھہ حد مقرر نہیں کي ہی بلکہ وہ سمت بتلائي ہی جہاں وہ جاکر آباد ہوئي تھي *

یقطان کے تیرہ بیٹے پیدا ہوئے - العوداد אֲלְמוֹדָד شلف חַצַרְמָוֶת حضر موت یرح יָרַח هدورام הֲדוֹרָם اوزال אוּזָל دقلہ דִּקְלָה عوبال עוֹבָל ابیمائیل אֲבִימָאֵל شبا שְׁבָא اوفر אוֹפִר حویلاہ חֲוִילָה یوباب יוֹבָב تمام قوم عرب العاربہ کي معہ اپنے مختلف شاخوں اور شعبوں کے اشخاص مذکورہ بالا کي اولاد میں ہیں جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے *

العوداد — اس شخص کا خاندان یمن یا عرب المعمور میں اور اُس ضلع میں جو بحرین تک چلا گیا ہی آباد ہوا اور اُس العودائي سے مطابقت رکھتا ہی جسکو بطلیموس نے یمن کي درمیاني قوم لکھا ہی *

شلف — یہہ شخص کوہ ذامس کے مغربي حصہ میں یا اُس وسیع میدان میں جو کاظم اور مدینہ کے مابین واقع ہی آباد ہوا — یہہ قوم بطلیموس کی بیان کي ہوئي سالفي قوموں سے مطابقت رکھتي ہی — عربوں میں یہہ قوم بنام بني سالف مشہور ہی جو عبرانی نام شالف کی یوناني شکل ہی *

حضر موت — اس قوم نے اپني سکونت کے واسطے وہ زرخیز قطع جو خلیج عرب کے برابر برابر پھیلا ہوا ہی اور جو اس قوم کے نام (حضر موت) سے آجتک مشہور ہی اختیار کیا — اس قوم کے لوگ یونانی اور رومیوں کے ہاں اپني وسیع تجارت اور فن جہازراني اور لڑائي میں جرأت اور بہادري کے لیئے مشہور تھے *

ہدورام — یرح کا حال یہاں چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہم اُسکو اخیر پر ذرا تفصیل کے ساتھہ بیان کرنا چاہتے ہیں — ہدورام کي اولاد نے مشرق کي سمت اختیار کي اور اُسي نواح میں آباد ہوئي — قصبہ ہدرمہ اس قوم کي بہت سي یادگاروں میں سے موجود ہی - ابوالفدا کا بیان ہی کہ صوبہ دار قرا مطاب کي بنا اسي قوم سے ہوئي ہی *

اوزال — یہہ خاندان اوزال میں جسکو اب صنعا کہتے ہیں اور جو سرسبز اور شاداب صوبہ یمن میں واقع ہی آباد ہوا (حزقیل باب ۲۷ ورس ۱۹) *

دقلہ — یہہ قوم بھی یمن میں آباد ہوئی اور ذوالخلاعہ جو یمن کی ایک قوم ہی اور جسکا ذکر پوکاک صاحب نے کیا ہی اسی کی اولاد میں سے ہی *

عوبال — اسکا نشان عرب میں نہیں پایا جاتا مگر رورنڈ فارسٹر صاحب کا بیان ہی کہ یہہ قوم ایتھوپیہ کو چلی گئی *

ابیمائیل — بہت سے آثار جو مختلف اشخاص نے بیان کیئے ہیں اس قوم کے بغی سالف اور حجاز کے قرب و جوار میں متوطن ہونے کے شاہد ہیں *

شبا — اگرچہ یہہ بھی جنوب کی جانب گیا اور یمن میں سکونت پذیر ہوا مگر یہہ وہ شبا نہیں ہی جس نے یمن میں خاندان شبا کی سلطنت قایم کی تھی اور شہر مارب اور شہر سبا کو بنایا تھا — اکثر مورخ عرصہ دراز تک اس غلطی میں پڑے رہے کیونکہ وہ دوسرا شبا عبد الشمس تھا کہ جسنے سلطنت خاندان شبا قایم کی تھی اور شہر مارب اور سبا کو بنایا تھا اور جسکا ذکر ہم آگے کرینگے *

اوفر — یہہ قوم صوبہ عمان میں سبا کے مشرق میں آباد ہوئی جہانتک شہر اوفر میں اُنکے نشانات ابتک پائے جاتے ہیں (ملوک اول باب ۹ ورس ۲۸) *

حویلاہ — یہہ شخص مارب کے ٹھیک شمال میں بسا تھا *

یوباب — یہہ بھی مارب کی جانب روانہ ہوکر اُسی نواح میں آباد ہوا — قوم جو بارتی جسکا بطلیموس نے ذکر کیا ہی اور جسکو عرب بغی جوبار کہتے ہیں اُسی کی اولاد میں ہونے کا دعوی کرتے ہیں *

اُن قوموں کے مختلف شعبوں اور شاخوں نے جو عرب میں ایک ہی اصل سے پیدا ہوئی تھیں صرف دو وجہہ سے علحدہ علحدہ نام حاصل کیئے تھے یا تو یہ ہیئت مجموعی اپنی بڑی قوت اور تعداد کی وجہہ سے یا قوم کے کسی شخص کی شہرت اور کارہاے نمایاں کے باعث سے — پس ظاہر ہوتا ہی کہ مذکورہ بالا اشخاص میں سے کسی نے کوئی کار نمایاں جس سے وہ اپنے لیئے کوئی مخصوص نام اختیار کرنے کے مستحق ہوتے نہیں کیا اور اسی سبب سے شعبوں میں منقسم نہیں ہوئے مگر یرح کا حال ایسا نہیں ہی جسکا بیان ہم اب کسی قدر طوالت کے ساتھہ کرتے ہیں *

عرب کے جغرافیہ داں یقطان کے بیشمار لڑکوں میں سے صرف دو شخصوں کا ذکر کرتے ہیں یعنی یعرب اور جرہم کا — چند مورخوں کی یہہ راے ہی کہ یعرب اور یرح سے ایک ہی شخص مراد ہی اور اگرچہ یہہ قاعدہ ہی کہ (ج) اور (ی) کا باہم تبادلہ ہوجاتا ہی مگر جرہم کے باب میں راؤں مختلف ہیں بعضے کچھہ کہتے ہیں اور بعضے کچھہ مگر جمہور کی

یہہ راے ہی کہ یعرب اور جرہم دونوں یرح کے بیٹے تھے اور استریبو اور جارج سیل کی بھی یہی راے ہی — لیکن ابوالفدا اپنی کتاب کے ایک مقام میں یعرب اور جرہم کو دو مختلف اشخاص بیان کرتا ہی اور دوسرے مقام پر جہانکہ وہ مختلف اقوام عرب کے متفرق شعبوں کا ذکر کرتا ہی تو جرہم کو تنہا مورث اعلی تمام فرقوں کا بتلاتا ہی جسکے یہہ معنی ہیں کہ یعرب اور جرہم سے ایک ہی شخص مراد ہی اور اولاد یعرب کی مختلف شاخیں بنی جرہم میں شامل ہیں *

مشرقی مورخوں نے اس اختلاف کو غیر مفصل چھوڑ دیا ہی مگر رورنٹ فارسٹر صاحب نے نہایت لیاقت سے ثابت کیا ہی کہ جرہم اور یعرب ایک ہی شخص تھے اور جس جگہہ کہ اُنہوں نے اس نام کی چند قدیم و جدید مسلم شکلیں بیان کی ہیں اُس جگہہ بیان کیا ہی کہ ستر مترجموں نے اس نام کو جرح لکھا ہی اور سپنٹ جروم نے جفر اور حال کے عربوں نے جرح اور سرح اور شرح اور زھران لکھا ہی جیسا کہ آگے بیان ہوگا — ان فرضی مختلف ناموں کی مطابقت حسب قواعد تہجی بیان کرکے صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ "علی العموم جو شہادت کہ خود عرب بھی اپنے جرہم کو جرہہ پسر یقطان کے ساتھہ مطابقت کرنے میں زمانہ دراز سے دیتے آئے ہیں اُسکی تصحیح و تصدیق کتاب بطلیموس میں غیر مبدل توریتی نام کے واقع ہونے سے ہوگئی ہی اور یہہ ایک ایسی مثال ہی جسکا ہمکو بارہا حوالہ دینا پڑا ہی یعنی بطلیموس کے اس جملہ کا ' انسولا جراجیوری ' جسکا ترجمہ ہی جزیرہ بنی جرہم جو اسی حصہ حجاز کے کنارہ کے پرے ایک جزیرہ ہی " *

جرہم یا جرہم کی مطابقت تسلیم کرلینے میں ہمیں کچھہ بھی کلام نہیں ہی اور عرب العاربہ کے شجرہ انساب میں ہم اُنکو ایک شخص قرار دیکر یعنی یرح یا یعرب یا جرہم یا جرہم اُنکا شجرہ لکھینگے *

تاریخ عرب العاربہ میں اس شخص کی اولاد کا حال بہت مذکور ہی یہہ اُسی کی اولاد تھی جس نے مختلف فرقوں میں منقسم ہوکر بڑے بڑے کام کیئے اور زبردست سلطنتوں کے بانی ہوئے — مگر عرب العاربہ کی تاریخ لکھتے وقت اُنکے کاموں اور اُن سلطنتوں کے قایم ہونے کے زمانہ کا متعین کرنا سب سے زیادہ مشکل کام ہی — ایک تو اس وجہہ سے کہ زبانی روایتوں میں جو زمانہ بیان ہوتا ہی وہ کبھی غلطیوں سے خالی نہیں ہوتا اور اُسکو معتبر نہیں مانا جاسکتا — دوسرے اس سبب سے کہ مورخان عرب نے ان واقعات کی تاریخیں سیٹواجنٹ یعنی یونانی ترجمہ توریت سے اخذ کی ہیں — توریت کے یونانی ترجمہ میں اور اصل عبرانی توریت میں جو اب موجود ہی زمانوں کا بہت سا اختلاف ہی مگر قریباً قریباً تمام عیسائی ملکوں میں عبرانی توریت کے زمانے تسلیم کیئے جاتے ہیں گو اُسکے مندرجہ زمانے بھی نہایت مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہیں — تیسرے اس باعث سے کہ

عرب کے مورخوں نے دو قسم کي تاریخوں کو یعني اُسکو جو زباني روایتوں سے عرب میں چلي آتي تھي اور اُسکو جسے یوناني توریت سے اخذ کیا تھا خلط ملط کردیا ہی اور اس سبب سے بڑي اکثري اُنکي تاریخ میں پڑگئي ہی بعض واقعات کا زمانہ تو زباني روایتوں کے بموجب متعین کرتے ہیں اور بعض کا یوناني توریت کے موافق — پس ان مشکلات پر غالب آنا جن سے تواریخ عرب بھري پڑي ہی کوئي آسان کام نہیں ہی *

اس پیچیدہ اور مشکل کام کے حل کرنے کے لیئے ہمنے تین ذریعے اختیار کیئے ہیں — اول — اصل عبري توریت جسکو اس زمانہ میں قریباً ہر ایک ذي علم قوم نے تسلیم کرلیا ہی اور علم تواریخ کو اُسی کي مندرجہ تواریخ پر مبني کیا ہی — اُنہوں نے عبري توریت کو اصل اصول فرض کرکے اور اُسکے مندرجہ زمانوں کو تسلیم کرکے بہت سي کتابیں تاریخ کي تصنیف کي ہیں اور ہر قسم کے مباحثوں میں خواہ مذہب سے متعلق ہو خواہ علم تواریخ سے خواہ علم الارض سے خواہ علم حیوانات سے خواہ کسي اَور علم سے اُسیکے مندرجہ زمانوں پر استدلال کرتے ہیں اسواسطے ہمنے بھي اپني اس کتاب میں اُنہیں کي تقلید کو قرین مصلحت سمجھا ہی — دوسرے یہہ کہ ہمنے متعدد واقعات کو جو عرب میں واقع ہوئے اُنکے ہمعصر واقعوں سے جو بني اسرائیل پر واقع ہوئے اور جنکا حال توریت میں مندرج ہی مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہی اور اس طرح پر ہم عرب کے واقعات کا صحیح زمانہ متعین کرنے میں کسیقدر کامیاب ہوئے ہیں — تیسرے یہہ کہ بعض تواریخي واقعات جو عرب میں واقع ہوئے وہ ایسے ہیں کہ اور ملکوں مثلاً فارس اطالیہ اور مصر کے واقعات سے علاقہ رکھتے ہیں اور یہہ ایسے ملک ہیں جنکي تواریخ اور اُن واقعات کا زمانہ جو وہاں واقع ہوئے دنیا میں بخوبي مشہور ہی — علاوہ اسکے بہت سے واقعات ایسے ہیں جو عرب میں واقع ہوئے ہیں اور اُنکے وقوع کا زمانہ قریب بہ صحت معلوم ہی اسلیئے ہمنے اپني اس تحقیقات میں اُن دونوں تاریخوں کو بطور رہنما کے اختیار کیا ہی *

قحطان اول شخص تھا جو عرب میں بادشاہ ہوا اور اپني دارالسلطنت زرخوز اور شاداب صوبہ یمن میں مقرر کي جو کہ قحطان فالغ کا بھائي تھا اسواسطے اُسکي تاریخ ولادت فالغ کي تاریخ ولادت سے بہت بعید نہ ہوگي اور اسلیئے وہ تاریخ قریب سنہ ۱۷۵۷ دنیوي یا سنہ ۲۲۰۰ قبل حضرت مسیح کے قرار پاتي ہی — زبانوں کے اختلاف کے بعد جو بابل میں مینار کي تعمیر کي وجہہ سے عارض ہو گئیں نمرود پسر کوش ملک بابل یا اشور کا بادشاہ ہوا اور حام پسر مصریم مصر کا — اُسي زمانہ میں قحطان بھي یمن کا بادشاہ ہوا یعني سنہ ۱۷۷۱ دنیوي یا سنہ ۲۲۳۴ قبل مسیح میں *

اول من نزل الیمن قحطان بن عابر بن شالح و قحطان المذکور اول من ملک ارض الیمن ولبس التاج (ابوالفدا) —

اسکے مرنے پر یعرب یا جرہم اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اس میں بھی کچھہ شک نہیں ہی کہ اُسکے قبضہ میں یمن اور حجاز کے صوبے تھے جو اُسوقت میں بنی جرہم کے نام سے مشہور تھے - رورنڈ فارسٹر صاحب اور آژر مورخ اس باب میں متفق الرائے ہیں اور اس اتفاق کی صحت اکثر مقامات کے ناموں کی مطابقت سے جو اُن صوبجات میں پائے جاتے ہیں ہوتی ہی - جرہم کے یمن میں آباد ہونے کے باب میں مصلف موصوف نے ایک بہت معقول وجہ ثبوت پیش کی ہی یعنی یہہ کہ جرہم ابویمن کے نام سے ملقب ہوا تھا *

ثم مات قحطان وملک بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان (ابوالفدا)

جرہم کی وفات کے بعد اُسکا بیٹا یشجب تخت پر بیٹھا اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا عبدالشمس ملقب بہ سبا اکبر تخت نشین ہوا — یہہ شہزادہ یمن میں مشہور سلطنت سبا کا بانی ہوا اور اسی نے شہر سبا اور شہر مارب بنایا اور اُس کے بعد اُس کے بیٹے حمیر نے تخت سلطنت پر جلوس کیا *

ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب ثم ملک بعدہ ابنہ عبدشمس بن یشجب ... وسمی سبا وھوالذی بنا السد بارض مارب ... وبنی مدینۃ مارب وعرفت مدینۃ سبا ... وخلف سبا المذکور عدۃ اولاد منھم حمیر وعمرو وکہلان و اشعر وغیرھم ... ولعامات سبا ملک الیمن بعدہ ابنہ حمیر ابن سبا (ابوالفدا)

اب چونکہ حمیر یقطان سے چوتھی پشت میں تھا اور ترح بھی قالغ سے چوتھی پشت میں تھا اسلیئے ہم یہہ نتیجہ نکالنے کے مجاز ہیں کہ حمیر کی ولادت ترح کی پیدایش سے بہت دور نہیں ہوگی یعنی سنہ ۱۸۷۸ دنیوی یا سنہ ۲۱۲۹ قبل حضرت مسیح میں اُسکی ولادت ہوئی ہوگی *

ترح کے تین بیٹے تھے ابرام — ناحور — حاران اور حمیر کے بھی تین بیٹے تھے — وائل — عوف — مالک — اسلیئے ترح اور حمیر کی اولاد کو بھی ہمعصر خیال کرنا چاہیئے یعنی یہہ کہ وہ سنہ ۱۹۴۸ دنیوی یا سنہ ۲۰۵۶ قبل حضرت مسیح کے تھے *

وائل کا بیٹا سکسک اور عوف کا بیٹا قاران ہوا — اب اول اُس مدت پر جو ایک پشت کے واسطے عموماً دی گئی ہی لحاظ کرکے اور بعد ازاں تاریخ پیدایش لوط پسر حاران پر غور کرکے سکسک اور قاران کی ولادت کی تاریخ قرار دینی چاہیئے جو سنہ ۱۷۷۸ دنیوی یا سنہ ۲۲۲۶ قبل حضرت مسیح میں یعنی تیس برس قبل ولادت حضرت ابراہیم کے قرار پاتی ہی *

وائل اپنے باپ کا جانشین ہوا اور عوف کسی جگہہ حجاز اور نجد کے مابین آباد ہوا - *

ثم ملک بعدہ (اے بعد حمیر) ابنہ وائل ابن حمیر ثم ملک

یہہ امر اسبات سے ثابت ہی کہ پہاڑ جو نجد کی جانب مغرب واقع ہی آجتک جبل عوف کے نام سے مشہور ہی -

بعده ابله السكسك بن وائل ثم ملك بعده يعفر بن السكسك ثم وثب علي ملك اليمن ذوريعش وهو عامر بن داران (فاران) (باران) (باران) بن عوف بن حمير (ابوالفدا) -

عوف بفتح اوله وسكون ثانيه وآخره فاء جبل بنجد ... وعرق بالفتح ارض في ديار غطفان بين نجد وخيبر (مراصد الاطلاع على اسماء الامكنه والبقاع)

فاران بن عوف اپنے باپ کے پروس میں آباد ہوا یعنی اُس وادي غیر ذي زرع میں جہاں بالفعل مکہ معظمہ موجود ہی — فاران کا اطلاق صرف اُس وسیع شمالي بیابان پر نہیں ہوتا جو قادیش تک چلا گیا ہی بلکہ اُن پہاڑوں پر ہوتا ہی جو اُس میں واقع ہیں اور اُن پہاڑوں ہي کے نام کي وجہ سے اُس وسیع میدان کو فاران کا میدان کہہ سکتے ہیں — تمام مشرقي مورخ اور نیز وہ لوگ جو قدیم روایتوں کے معتقد ہیں اسبات کو تسلیم کرتے ہیں اور توریت مقدس میں بھي صاف صاف مذکور ہی کہ یہي نواح بمقام فاران موسوم تھا — جو کہ ہم اس مضمون کو زیادہ تر تفصیل سے عرب المستعربہ کے ذکر میں بیان کرینگے اسلئے کچھہ حال فاران بن عوف کا بیان کرتے ہیں *

ابوالفدا اپني تاریخ عرب میں بیان کرتا ہی کہ فاران عوف کا بیٹا تھا — یہہ تاریخ معہ اپنے لاطیني ترجمہ کے سنہ ۱۸۳۱ع میں از سرنو چھاپي گئي تھي اور اُسکا لاطیني زبان میں یہہ نام ہی (ابوالفدا هسٹوریا اینٹي اسلم کا اریبس) یعني تاریخ ابوالفدا در باب عرب ایام جاهلیت اور اُسکا ایڈیٹر " هنریکس آرتھوبیس فلیچر " تھا — لفظ فاران اصل کتاب کے صفحہ ۱۱۴ میں اس شکل سے چھپا ہی (باران) یعني حرف اول پر کوئي نقطہ نہیں ہی — اب ہم یہہ سوچتے ہیں کہ وہ پہلا حرف کیا ہی ف ہی یا ب ہی یا پ ہی اور اس موقع پر بھي تین صورتیں ہوني ممکن ہیں — مگر باوجود اس نقطہ کي غلطي کي یہہ متحقق ہی کہ یہہ لفظ بجز فاران کے اور کچھہ نہیں ہوسکتا *

عربي مصنفوں کا دستور ہی کہ جب کسي لفظ کا تلفظ ف سے ہوتا ہی تو اُسکو ف کے حرف سے لکھتے ہیں — بعض یہودي حروف ف کا تلفظ مثل حرف پ کے کرتے ہیں مگر عربي مصنف پ کي جگہہ ب کا تلفظ کرتے ہیں اور ب ہي سے اُس لفظ کو لکھتے ہیں کیونکہ اُنکي الف بے میں پ کا حرف نہیں ہی — اسي وجہہ سے ابوالفدا نے لفظ فاران کو جسکا یہودي تلفظ پاران پ سے تھا باران ب کے ساتھہ لکھا ہی جسکا نقطہ چھپنے میں رہ گیا ہی اور اسکا ثبوت لاطیني ترجمہ سے ہوتا ہی کہ اُس میں اُسکا ترجمہ " بارانی " ب سے کیا گیا ہی — پس اب اسبات میں کہ عرب کا بیٹا فاران تھا کچھہ شک باقي نہیں رہا *

جس مقام پر کہ عوف نے سکونت اختیار کی تھي وہاں کوئي ایسا رہاني کشمہ واقع نہیں ہوا جس سے اُسکي شہرت کو جو اُسنے عوف کے نام سے حاصل کي تھي گھٹا دیتي

یا مٹا دیتي اور اسلیئے وہ مقام اور وہ پہاڑ عوف هي کے نام سے مشہور رہا — مگر جس جگہ کہ فاران آباد هوا تها اُسکا حال ایسا نہیں هوا کیونکہ وہاں ایک ربانی کرشمہ کے واقع هونے کا وعدہ کیا گیا تها اور جب وہ ربانی کرشمہ واقع هوا جو تمام چیزوں پر چمکي عرب تعظیم اور حرمت کرتے تھے سبقت لیگیا اور اُنکي شہرت کے چاند کو گہن لگادیا — فاران کي شہرت مدهم پڑگئي اور اُسکي جگہ خداے مقدس کے نام کي شہرت قایم هوئي — فاران کا نام نسیا منسیا هوگیا اور بیت اللہ الحرام کے نام سے اُس مقام نے شہرت پائي جو اُمید هی کہ قیامت تک اسي طرح مشہور اور معزز رهیگا *

واثل کے بعد اُسکا بیٹا سکسک اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا یعفر جانشین هوا — اُسکا چچا زاد بهائي عامر ذوریاش پسر فاران پسر عوف نے جو حجاز میں آباد هوا تها یعفر کي سلطنت پر حملہ کیا اور فتح کرلیا لیکن نعمان بن یعفر نے اُسکو نکالدیا اور وہ حجاز کي طرف چلا گیا اور نعمان نے اپنی سلطنت واپس لیلي — اس کارنمایاں کي وجہ سے اُسکا لقب المعافر هوگیا — اُسي قاعدہ کے بموجب جس سے کہ همنے اسقدر اشخاص کي ولادت کي تاریخیں معین کي هیں همکو معلوم هوتا هی کہ یعفر بن سکسک اور عامر بن فاران اور حضرت ابراهیم کے تولد کي تاریخ قریب قریب ایک هی زمانہ میں هی یعني سنہ ۲۰۰۸ دنیوي میں یا سنہ ۱۹۹۶ قبل حضرت مسیح میں — اب جو قدرتي قاعدہ پشتوں کے توالد و تناسل کا هی اُس کے مطابق هم نعمان کے زمانہ پیدایش کو دریافت کرسکتے هیں جسکا وقوع سنہ ۲۰۳۸ دنیوي میں یا سنہ ۱۹۶۶ قبل حضرت مسیح میں واقع هوتا هی *

ثم نهض من بني واثل النعمان بن یعفر بن السکسک بن واثل بن حمیر واجتمع علیه الناس وطرد عامر بن فاران عن الملک واستقل النعمان المذکور بملک الیمن و لقب نعمان المذکور بالمعافر —

ثم ملک بعده ایفع اشمح بن المعافر المذکور ثم ملک بعده شداد بن عاد بن الاطاط بن سبا واجتمع له الملک و غزا البلاد ان بلغ اقصی المغرب و بنی المدائن و المصانع و ابقی الآثار العظام (ابوالفدا) —

اس پچهلے زمانہ کے پهنتالیس برس بعد حضرت ابراهیم مقام " اور " سے جو قوم کالدي سے متعلق تها حاران کو جو عراق عرب میں واقع هی بولائے گئے تھے اور یہہ ایک ایسا زمانہ هی جسکے متعلق جمیع واقعات همکو اس نتیجہ کي طرف رهنمائي کرتے هیں کہ عامر اور نعمان کي جنگ اسي زمانہ میں واقع هوئي هوگي — اسلیئے یہہ مستنبط هوسکتا هی کہ یهي وقت تها جبکہ نعمان نے عامر کو بهگاکر اپنے آبائي تخت کو حاصل کیا تها یعني سنہ ۲۰۸۳ دنیوي یا سنہ ۱۹۲۱ قبل حضرت مسیح میں — نعمان کے بعد اُسکا بیٹا اشمح تخت پر بیٹها اُسکي سلطنت پر شداد نے حملہ کیا اور اشمح کو شکست دیکر جلا وطن کردیا — شداد نے بڑي عظمت اور شہرت حاصل کي اور اپنی حکومت استحکام کے

ساتھہ قایم کرنے میں کامیاب ہوا اُس نے بہت سي عالي شان عمارتیں † بنائیں جنکے نشان اب بھي پائے جاتے ہیں *

شداد کا نام ایسا مشہور ہی کہ قریب قریب ہر مشرقي باشندہ اُس سے واقف ہی اور اُسکي عظمت و شوکت کي نسبت بہت سے عجیب و غریب قصے اور روایتیں مشہور ہیں — یہہ شخص ماطاط بن عداالشمس عرف سبا اکبر کي اولاد میں تھا اُسکے باپ کا نام عاد ہی — مورخوں نے اس عاد کو پہلے عاد کے ساتھہ خلط ملط کردیا ہی اور اس طرح پر مختلف روایتیں جو درحقیقت پہلے عاد سے متعلق تھیں اسکی طرف منسوب کي ہیں اور اس عاد کي روایتیں پہلے عاد کي طرف *

ان دونوں عادوں کے باہم تمیز کرنے کے لیئے ہمنے اس پچھلے عاد کو جسکا ابھي ذکر ہوا بنام عاد ثالث موسوم کیا ہی کیونکہ اس نام کا یہہ تیسرا شخص ہی *

مشرقي تاریخوں میں ہم شداد اور سبا اکبر کے مابین صرف دو نام ایک عاد اور دوسرا ماطاط پاتے ہیں حالانکہ اُنکے مابین کم سے کم پانچ نام ہونے چاہیئیں — مشرقي تاریخوں میں جو سلسلہ انساب میں اس طرح ناموں کي کمي پائي جاتي ہی اُسکي وجہہ یہہ ہی کہ مشرقي مورخوں نے سلسلہ انساب کو پرانے عربي شعرا کے اشعار اور تحریروں سے اخذ کیا ہی اُن شاعروں کا قاعدہ تھا کہ اپنے اشعار میں اُنہیں لوگوں کا ذکر کیا کرتے تھے جنہوں نے کسي بڑے بڑے کاموں کي وجہ سے شہرت حاصل کي ہو اور جن لوگوں نے ایسي شہرت نہیں حاصل کي اُنکے نام اُن اشعار میں نہیں پائے جاتے تھے اور یہي سبب ہی کہ مشرقي مورخوں نے جو سلسلہ انساب قایم کیا ہی اُس میں سے وہ نام چھوٹ گئے ہیں *

عرب العاربہ کا شجرہ انساب ہم اپنے اس مضمون کے اخیر میں شامل کرینگے اس شجرہ میں جہاں تہیں ہمکو اس طرح پر ناموں کے رہ جانے کا شبہہ ہوا ہی یا جہاں نہیں خود مشرقي مورخوں نے ناموں کے رہ جانے کا اقرار کیا ہی وہاں ہمنے ایک نشانی ستارہ کي بنادي ہی جس سے ظاہر ہوگا کہ کسقدر نام ہماري دانست میں اُس سلسلہ میں چھوٹ گئے ہیں *

---

† مسٹر رورنڈ فارسٹر صاحب یرقب یہاں تحریف قوم عاد کي جو مختلف اقطاع عرب میں ظاہر ہوئے ہیں نقب الحجر کے قدیمي آثار کا جو حضر موت میں ہیں ذکر کرتے ہیں — حصن غراب کے آثار بھي کچھہ کم مشہور نہیں ہیں — عدن میں بعض عمارتوں کے آثار بڑي قدامت کا دعوی کرتے ہیں اور لوگوں کو بہت شوق دلاتے ہیں اور قوم عاد سے منسوب ہیں — بعض تشابہات حروف کے جو عموماً تالاب کہلاتے ہیں عدن میں ابتک پائے جاتے ہیں اور جنکي قدامت کي وجہہ سے ہر سیاح کي توجہہ و اشتیاق کو کشش ہوتي ہی انکا پاني شداد کو کہتے ہیں — علاوہ اُن آثار کے جنکا ذکر ہوچکا ہی بہت سے اور بھي دریافت ہوئے ہیں جو خود ان عمارات اور نیز اُنکے پاني کي قدامت کے شاہد ہیں —

جس زمانہ میں کہ شداد نے یمن والوں پر غلبہ حاصل کیا اور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھہ میں لی اُسکا صحت کے ساتھہ متعین کرنا کسیقدر غیر ممکن ہی ہا ایں ہمہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نعمان کی تخت نشینی سے چند سال بعد یا اُسکی وفات سے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں شام کے پانچ بادشاہوں کے باہم لڑائی شروع ہوئی — توریت مقدس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس لڑائی کا اثر عرب میں بھی پہونچا تھا کیونکہ اُس میں لکھا ہی کہ "پس درسال چہار دہم کدر لاعومر وملوکے کہ بہمراہش بودند آمدہ رفائیان را درعشتروت قرنیم وزوزیان را در ہام وایمیان را در شاوہ قریا ثایم شکست دادند و نیز خوریان را در کوہ خود شان سیعیر تا ایل پاران کہ در نزدیک صحراست و برگشتہ بعین مشپاط کہ قادیش است آمدند و تمامی سرزمین عمالیقیان وہم اموریانی کہ در حصصون تا مار ساکن بودند شکست دادند" (سفرتکوین باب ۱۴ ورس ۵ و ۶ و ۷) *

ظاہر ہی کہ یہہ حملہ اُور قادیش کے شمال سے آئے ہونگے کیونکہ سیعیر کے پہاڑ اُس جگہہ سے شمال میں واقع ہیں اور یہہ بھی ظاہر ہی کہ قادیش کے جنوب میں دور جاکر فاران میں چلے گئے جس سے آجتک حجاز مراد لیا جاتا ہی — کیونکہ اگر یہہ بات نہ ہوتی تو اس بیان کے کہ حملہ آور پاران سے قادیش کو لوٹ گئے کچھہ بھی معنی نہ ہوتے — اگر یہہ کہیں کہ یہہ لوگ مغرب کی جانب گئے ہونگے تو یہہ بھی صحیح نہیں ہی کیونکہ اُس طرف بنی عملاق رہتے تھے جن سے کہ ان حملہ آوروں نے اپنی پہلی مہم سے قادیش کو واپس آنے کے بعد جنگ کی تھی *

اسوقت اشمح کی حکومت اور عملداری صوبہ یمن اور حجاز پر پھیل گئی جو کہ یہہ زمانہ اُسکی عہد حکومت کی ابتدا کا تھا اسلیئے خیال ہوسکتا ہی کہ مذکورہ بالا حملہ کی وجہہ سے اُسکی طاقت میں کسیقدر ضعف آگیا ہو جس سے یہہ نتیجہ نکل سکتا ہی کہ سلطنت یمن کی اس ضعف اور شکستہ حالت کو دیکھہ کر شداد نے جو ہمیشہ ایسے موقع کا منتظر رہتا تھا اشمح پر حملہ کیا ہو اور اُسکو حکومت سے بیدخل کرکے تخت چھین لیا ہو — ان وجوہ کی بنا پر ہمکو اسبات کے یقین کرنے کی ترغیب ہوتی ہی کہ اشمح سنہ ۲۰۹۱ دنیوی یا سنہ ۱۹۱۳ قبل حضرت مسیح میں تخت پر بیٹھا تھا اور شداد نے سنہ ۲۰۹۲ دنیوی یا سنہ ۱۹۱۲ قبل حضرت مسیح میں اُسکی سلطنت کو چھین لیا تھا — اور یہہ زمانہ اُس عام قاعدہ سے جو علم انساب میں پشتوں کے پیدا ہونے کے لیئے قرار دیا گیا ہی بالکل مطابق ہوتا ہی *

شداد کے بعد اُسکے دو بھائی لقمان اور ذوشدد یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور ذوشدد کے بعد اُسکا بیٹا الحارث بادشاہ ہوا — اس زمانہ تک اور اس کے بہت عرصہ بعد تک وہاں دو خود مختار

ثم ملک بعدہ اخوہ لقمان بن عاد ثم ملک بعدہ اخوہ ذوشدد

بن هادثم ملک بعدہ ابنہ الحرث بن ذي شدد ويقال لہ الحارث الرايش (ابوالفدا) —

سلطنتوں رهیں ایک یمن کي اور دوسري حضرموت کي آخر کو ایک دوسرا شخص مسمی الحارث جسکا لقب رایش هوا تخت پر بیٹھا اُسنے ان دونوں سلطنتوں کو

ملاکر ایک کردیا — اسلیئے بعض مورخوں نے غلطي سے پہلے الحارث اور دوسرے الحارث کو ایک هي شخص سمجھا اور اُسیکي طرف دونوں سلطنتوں کا ملانا منسوب کیا — اس غلطي کا نتیجہ یہہ هوا کہ اُن بادشاهوں کے نام جو ان دونوں الحارثوں کے مابین فرمان روا هوئے تھے هر ایک مورخ نے چھوڑ دیئے اور اُنکے نام معدوم هوگئے — اس غلطي کا ثبوت اس طرح پر هوتا هی کہ جو زمانہ اُن بادشاهوں کا گذرا هی اور جو تعداد بادشاهوں کي لکھي هی وہ بلحاظ استداد زمانہ کے نہایت کم هی *

حمزہ اصفہاني اپني تاریخ میں بیان کرتا هی کہ الحارث الرایش ذوشدد کا بیٹا اور جانشین نہ تھا بلکہ حضرموت کے خاندان میں سے تھا — افسوس کي بات هی کہ یہہ مصنف اُن بادشاهوں کي تعداد بھي نہیں بتلاتا جنکے نام معدوم هوگئے هیں لیکن اُسکا یہہ بیان کہ حمیر اور الحارث الرایش کے مابین پندرہ پشتیں گذري تھیں همکو کسیقدر ٹھیک ٹھیک وقت کے معین کرنے پر قادر کرتا هی *

الحارث الرایش وهو الحارث بن قیس بن صیفي بن سبا الاصغر الحمیري وکان الرایش اول غزا منهم فاصاب الغنائم و ادخلها ارض الیمن فارتاشت حمیر في ایامہ وکان هوالذي راشهم فبذلک سمي الرایش و بین الرایش وبین حمیر خمسۃ عشراباً (تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء لحمزہ اصفہاني)

اگر هم بیان صدر پر اعتماد کریں تو همکو یہہ نتیجہ نکالنا پڑتا هی کہ الحارث ابن شدد کے اور الحارث الرایش کے مابین سات یا آٹھ اور بادشاہ هوئے هونگے *

الحارث الرایش قیس بن صیفي بن سبا الاصغر کا جو حمیر کي اولاد میں هی بیٹا تھا اور جیسا کہ اوپر مذکور هوا وہ یمن اور حضرموت دونوں سلطنتوں کو ملانے میں کامیاب هوا اور اسي سبب سے رایش یا تبع الاول کا لقب پایا *

ثم ملک بعدہ ابنہ ذوالقرنین الصعب بن الرایش ثم ملک بعدہ ابنہ ذوالمنار ابرهہ بن ذي القرنین ثم ملک بعدہ ابنہ افریقش بن ابرهہ ثم ملک بعدہ اخوہ ذوالاذعار عمرو بن ذوالمنار ثم ملک بعدہ شرحبیل بن عمرو بن غالب بن المقتفات بن زید بن یعفر بن السکسک بن وائل بن حمیر ... ثم ملک بعدہ ابنہ الهدهاد بن شرحبیل ثم ملکت بعدہ بنتہ

أسکے بعد صعب ملقب بہ ذوالقرنین — اور ابرهہ ملقب بہ ذوالمنار — اور افریقش — اور عمرو ملقب بہ ذوالاذعار یکے بعد دیگرے تخت نشین هوئے *

عمرو ذوالاذعار کي عہد حکومت میں شرحبیل نے اُسپر حملہ کیا اور بهشمار خونریز لڑائیوں کے بعد عمرو ذوالاذعار کو شکست دي اور اُسکي سلطنت پر قابض هوگیا — شرحبیل کے بعد اُسکا بیٹا الهدهاد جانشین هوا اور اُسکے

بلقيس بنت الهدهاد و بقيت في ملك اليمن عشرين سنة وتزوجها سليمان بن داؤد (ابوالفدا) —

وقد نقل ابن سعيد المغربي ان ابن عباس سُئل عن ذي القرنين التي ذكره الله تعالى في كتابه العزيز فقال هو من حمير وهو الصعب المذكور فيكون ذوالقرنين المذكور في الكتاب العزيز هو الصعب (بن) الرايش المذكور لا الاسكندر الرومي (ابوالفدا)

وكان اول من اسس السد سبا الاكبر و اسمه عامر وقيل عبد شمس بن يشجب بن يعرب بن قحطان ثم بناه حمير ابن سبا بعد موت ابيه ثم اتمه بعد ذلك ذوالقرنين الحميري وهو الصعب بن ابي مرايد وكان السد من جبل مارب الى جبل الابلق وهما جبلان منيفان على الجبال الشاهقة الممتد من يمين السد وشماله (العقود اللولويه في اخبار دولة الرسوليه يمني) —

ثم ملك بعدها عمها ناشر النعم بن شرحبيل ... ثم ملك بعده شوبرعش بن ناشر النعم ... ثم ملك بعده ابنه ابومالك بن شمر ثم ملك بعده عمران بن عامر الازدي ... ثم ملك بعده اخوه سزيقيا (ابوالفدا) —

ملك الاقرن بن ابي مالك ثم ملك بعده ذوحمشان بن الاقرن ... ثم ملك بعده اخوه تبع بن الاقرن ثم ملك بعده ابنه كليكرب بن

بعد ملكه بلقيس تخت پر بيٹھي جسنے بيس برس سلطنت كركے حضرت سليمان بادشاه يهود سے نكاح كرليا — اس ملكه كي حكومت كا اختتام توريت مقدس سے سنه ۳۰۰۰ دنيوي يا سنه ۱۰۰۵ قبل حضرت مسيح ميں پايا جاتا هي — اسليئے نسلوں كے پهدا هونے كے معيفه قاعده كے مطابق الحارث الرايش اور صعب ذوالقرنين يا تو اٹھائيسويں صدي دنيوي كے آخر ميں يا اُنتيسويں صدي كے شروع ميں هوئے هونگے يعني سنه ۱۰۰۰ قبل حضرت مسيح كے *

ابن سعيد مغربي كا بيان هي كه جب حضرت ابن عباس سے اُس ذوالقرنين كي نسبت جسكا ذكر قران مجيد ميں هي پوچها گيا تو اُنهوں نے جواب ديا كه وه صعب حميري تها — اس دليل پر ابوالفدا نے بيان كيا هي كه اسي ذوالقرنين كا ذكر قران مجيد ميں هي نه كه سكندر اعظم كا *

ايک مشهور و معروف كام سد كي تعمير كا اسي ذوالقرنين كے عهد ميں اختتام كو پهونچا — شاهان يمن كي تاريخ سے ظاهر هوتا هي كه اس سد كي بنا سبا اكبر نے شروع كي تهي — اُسكے بيٹے اور جانشين حمير نے اُسكو جاري ركها اور ذوالقرنين نے اُسے اختتام كو پهونچايا — وه سد دو پهاڑوں كے درميان ميں تهي ايک پهاڑ كا نام مارب اور دوسرے كا نام ابلق تها —

بلقيس كے بعد اُسكا چچازاد بهائي مالک ملقب به ناشرالنعم تخت نشين هوا — اور اُسكے بعد اُسكا بيٹا شمر يرعش اور اُس كے بعد اُس كا بيٹا ابومالک تخت پر بيٹها — اس بادشاه كي سلطنت ميں عمران نے جو خاندان ازد سے تها اُسپر حمله كيا اور شكست ديكر تخت چهين ليا اور سلطنت بني حمير كے خاندان سے بني كهلان كے خاندان ميں منتقل هوگئي — عمران كے بعد اُسكا بهائي عمر سزيقيا تخت نشين هوا *

تبع ثم ملک بعدہ ابوکرب اسعد و ھو تبع اوسط و قتل ثم ملک بعدہ ابنہ حسان بن تبع ... ثم قتلہ اخوہ عمرو بن تبع وملک ... فسمي ذالاعواد ثم ملک بعدہ عبد کلال ابن ذوي الاعواد ثم ملک بعدہ تبع بن حسان ابن کلیکرب و ھو تبع الاصغر ثم ملک بعدہ ابن اختہ الحارث بن عمرو وتھوہ الحارث المذکور ثم ملک بعدہ مرثد ابن کلال ... ثم ملک بعدہ وکیعہ ابن مرثد (ابوالفدا)

ثم ملک ابرھہ بن الصباح ثم ملک صھبان بن محرث ثم ملک عمر بن تبع ثم ملک بعدہ ذرانواس و کان من لایتہود القاء في اخدود مضطرم ناراً فقیل لہ صاحب الاخدود ثم ملک بعدہ ذوجدن وھو اخر ملوک الحمیر (ابوالفدا) —

من کتاب ابن سعید المغربي ان الحبشة استولوا علی الیمن بعد ذي جدن الحمیري المذکور و کان اول من ملک الیمن من الحبشة ارباط ثم ملک بعدہ ابرھة الاشرم صاحب الفیل الذي قصد مکة ثم ملک بعدہ یکسوم ثم ملک بعدہ مسروق بن ابرھہ و ھو اخر من ملک الیمن من الحبشة ثم عاد ملک الیمن الی حمیر و ملکھا سیف بن ذي یزن الحمیري (ابوالفدا) —

أسکے زمانہ میں الافرن بن ابرھہ نے اپنے باپ کي سلطنت کا دعوی کیا اور مزیقیا سے لڑکر أسکو شکست دي اور سلطنت چھین لي اور حمیر کے خاندان میں دوبارہ سلطنت لوٹ آئی *

أس کے بعد أس کا بیٹا ذو جھشان مالک تاج وتخت ھوا - أس کے بعد أس کا بھائي تبع اکبر أس کے بعد أس کا بیٹا کلیکرب اور أس کے بعد أس کا بیٹا ابوکرب اسعد تبع اوسط أس کے بعد أس کا بیٹا حسان أس کے بعد أس کا بھائي عمر ذوالاعواد أس کے بعد أس کا بیٹا عبدکلال تخت نشین ھوا - تبع اصغر پسر حسان نے اس بادشاہ سے سلطنت چھین لي اور خود بادشاہ ھوگیا — اس کے بعد أس کا بھتیجا حارث بن عمر تخت پر بیٹھا — تمام مورخوں کا اتفاق ھی کہ حارث نے یھودي مذھب اختیار کرلیا تھا - أسکے بعد مرثد ابن کلال اور أس کے بعد وکیعہ ابن مرثد تخت نشین ھوئے *

ان بادشاھوں کی حکومت کا زمانہ حارث بن عمر کے یھودي مذھب اختیار کرنے کي وجھہ سے کسي قدر صحت کے ساتھہ معلوم ھوسکتا ھی — جبکہ بخت نصر فلسطین کو فتح کرکے اور بیت المقدس کو مسمار کرکے حضرت دانیال اور أن کے دوستوں کو قیدي بناکر بابل کو لیگیا أس وقت تخمیہ یھودي بچکر یمن کو بھاگ گئے تھے - اس زمانہ میں حضرت یرمیاہ اور دانیال پیغمبر تھے اس لیئے یہہ بات نہایت قرین قیاس معلوم ھوتي ھی کہ ان مغرور یھودیوں کي وجھہ سے الحارث نے خداے واحد کا اقرار کیا ھوگا اور یھودي مذھب کو قبول کیا ھوگا اور یہہ امر واقعي ھی کہ الحارث اور وکیعہ أس زمانہ میں حکمراں تھے یعني سنہ ۳۴۰۰ دنیوي میں یا سنہ ۶۰۴ قبل حضرت مسیح میں - اس امر کا واقعي ھونا زیادہ تر اس لیئے قابل اعتبار ھی کہ قیاسوں کے پیدا ھونے کے قدرتي قاعدہ کے مطابق بھي یہہ زمانہ ٹھیک ٹھیک صحیح آتا ھی کیونکہ جیسے اوپر بیان کیا ھی کہ مالک ناشرالنعم سنہ ۳۰۰۱ دنیوي میں تخت پر بیٹھا تھا مالک اور وکیعہ کے

درمیان گیارہ اور بادشاہ گذرے ہیں جنکا زمانہ مجموعا چار سو برس خیال کرنا قرین عقل ہی — وکھیہ کے بعد چھہ اور بادشاہ خاندان حمیر میں سے تخت نشین ہوئے یعنی ابرھہ بن الصباح — صہبان بن محترث — عمر ابن تبع — ذوشناتر — ذونواس ملقب بہ ذو اخدود وجدن — جو کہ ان بادشاہوں کا خاندانی سلسلہ صاف صاف تحقیق نہیں ہوا اسلیئے ہمنے اُن کے ناموں کو شجرۂ انساب عرب العاربہ میں شامل کردینے کی جرأت نہیں کی بلکہ اُن کے ناموں کو شجرۂ کے حاشیہ پر لکھدیا ہی — ان لوگوں کی سلطنت کا ٹھیک زمانہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہی *

ذونواس ایک متعصب یہودی تھا اور یہودی مذہب والوں کے سوا ہرمذہب کے معتقدوں اور پیروں کو آگ میں زندہ جلوا دیا کرتا تھا - اسباب کے خیال کرنے کے واسطے ایک عمدہ وجہہ یہہ ہی کہ یہہ ہی وہ زمانہ تھا جبکہ آرٹا زر کسیز اوکس نے چند یہودیوں کو جو مصر میں قید ہوئے تھے کیونکہ اُنکا ملک مصر سے ملا ہوا تھا ہر قانیہ (مازندران) کو بھیجدیا اور چونکہ یہہ بادشاہ بھی یہودی تھا اُسکی سلطنت کو بھی سخت صدمہ پہونچا اور حبشیوں نے اُسپر غلبہ کرلیا اور اُسکو سلطنت سے خارج کردیا - پس یہہ زمانہ اس خاندان کا آخری زمانہ معلوم ہوتا ہی اور سنہ ۳۶۵۰ دنیوی یا سنہ ۳۵۴ قبل حضرت مسیح کے مطابق ہوتا ہی *

اس زمانہ سے ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک تو سو برس ہوتے ہیں — اس درمیان میں ایفریقہ کے لوگوں کی جو ارباط حبشہ کہلاتے تھے اور نیز بعض عرب المستعربہ اور ابرہوں کی حکومت رہی *

مشرقی مورخوں نے اس بات کے غلط خیال سے کہ ارباط حبشہ اور ابرھہ دو شخص تھے یہاں کیا ہی کہ اُس زمانہ میں صرف دو ہی بادشاہ ہوئے حالانکہ ارباط حبشہ اور ابرھہ خاندانی لقب ہیں اور ان خاندانوں کے بادشاہ اپنے اصلی نام کے ساتھہ خاندانی لقب کو شامل کر لیتے تھے * ٤

اس خاندان ابرھہ میں ایک بادشاہ کا نام اشوم تھا جو ابرھہ اشرم صاحب الفیل کہلاتا ہی اور جس نے مکہ معظمہ پر سنہ ۳۵۷۰ دنیوی یا سنہ ۵۷۰ عیسوی میں چڑھائی کی تھی — وہ اپنے ساتھہ بہت سے ہاتی اس نیت سے لے گیا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کردے اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابرھہ مسروق تخت نشین ہوا مگر سیف بن ذی یزن حمیری نے اُسکو سلطنت سے بیدخل کردیا جس کو کسرے نوشیروان والی ایران نے بہت مدد دی تھی جیساکہ آگے معلوم ہوگا - اُس کے بعد سے خاندان ابرھہ کی حکومت منقطع ہوگئی *

سیف بن ذی یزن جو حمیر کے شاہی خاندان سے تھا اپنے آپ کو سلطنت یمن کا وارث اور حقدار سمجھتا تھا اُس نے روم کے بادشاہ وقت سے مدد چاہی اور شہر روم میں اسی غرض سے دس برس تک پڑا رہا — مگر جبکہ اُس کی اُمید منقطع ہوگئی تو وہاں سے

کسرے نوشیرواں کے پاس چلا گیا اور اس سے کمک کی استدعا کی *

اس بادشاہ نے اُس کی درخواست کو منظور کیا اور بہت بڑا لشکر اُس کی کمک کو دیا اور اُس نے اُس لشکر کی مدد سے اپنے دشمن کو شکست دی اور خاندان ابرہہ کا خاتمہ ہوگیا اور سیف بن ذی یزن از سرنو تخت پر بیٹھا *

اُس نے اپنی سکونت شاہی محل غمدان میں اختیار کی اور عیش و عشرت میں محو ہو گیا — اس بادشاہ کے عہد کے شعرا نے اُس کی بہت تعریف و توصیف کی ہی اور جو کہ ان اشعار میں بعض تاریخی واقعات ملتے ہیں اس لیئے ہم چند شعر اس جگہہ نقل کرتے ہیں *

لا تقصد الناس الا کابن ذي یزن ... اذ خیم البحر للاعداء احوالا

وافي هر قل و قد شالت نعامته ... فلم یجد عنده النصر الذي سالا

ثم انتحی نحو کسرے بعد عاشرة ... من السنین یهین النفس و المالا

حتی اتی ببني الاحرار یقدمهم ... تختالهم فوق متن الارض اجبالا

لله درهـــم من فتـــیة صبر ... ما ان رایت لهم في الناس امثالا

بیض مراوزهـــة غلب اساورة ... اسد تربت في الغیضات اشبالا

فاثوب هنیا علیک التاج مرتفقا ... براس غمدان داراً منک محتلا

تلک المکارم لاقعبان من لبن ... شیبا بمـــاء فعادا بعـــد ابوالا

سیف بن ذی یزن کو ایک اُس کے درباری حبشی مصاحب نے قتل کیا اُس کے بعد اِس صوبہ کو نوشیرواں نے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا اور اپنی جانب سے وہاں عامل مقرر کرتا رہا — اُن عاملوں میں سے اخیر عامل باذان تھا — اُس کا زمانہ اور آنحضرت صلعم کا زمانہ متحد تھا چنانچہ وہ آنحضرت پر ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا *

وکان سیف بن ذي یزن المذکور قد اصطفی جماعة من الحبشان وجعلهم من خاصته فاغتالوه وقتلوه فارسل کسرے عاملا علی الیمن واستمرت عمال کسرے علی الیمن الی ان کان آخرهم باذان الذي کان علی عهد النبي صلی الله علیه وسلم واسلم (ابوالفدا) —

عرب العاربہ میں خاندان قحطان نے بڑی طاقت اور شہرت حاصل کی اور صوبہ حمیرہ میں ایک بڑی زبردست سلطنت قایم کی — اس خاندان کا پہلا بادشاہ مالک بن فہم تھا اُسکے بعد اُس کے بھائی عمرو کو تخت ملا *

اُس کے بعد جذیمہ بن مالک تخت پر بیٹھا — یہ جریح مگر طامع بادشاہ تھا اُس نے اپنی سلطنت کو بہت قوی اور مستحکم کرلیا تھا ایک طرف تو دریاے فرات اُس

اول من ملک علی العرب بارض الحجرة مالک بن فهم ... ثم ملک بعده اخوه عمرو بن فهم ثم ملک بعده ابن اخیه جذیمة بن مالک بن فهم ... وکانت له اخت تسمی رقاش (ابوالفدا) —

لما قتل جذيمة ملك بعده ابن اخته عمرو بن عدي بن نصر بن ربيعه ... ثم مات وملك بعده ابنه امرؤ القيس ... و كان يقال لامرؤ القيس البدا لے الاول ثم ملك بعد امرؤ القيس ابنه عمرو بن امرؤالقيس ... ثم ملك بعده اوس بن قلام العملیقي ثم ملك اخر من العمالیق ثم رجع الملك الى بني عمرو بن عدي بن نصر بن ربيعة اللخميين المذكورين و ملك منهم امرؤ القيس من ولد عمرو بن امرؤ القيس المذكور و يعرف هذا امرؤالقيس الثاني بالمحرق لانه اول من عاقب بالنار ثم ملك بعده ابنه النعمان الاعور بن امرؤ القيس ... ثم تزهد و خرج من الملك ... ملك بعده ابنه المنذر بن نعمان ... ثم ملك بعده ابنه الاسود بن المنذر (ابوالفدا) —

ثم ملك بعده اخوه المنذر بن المنذر بن نعمان الاعور ثم ملك بعده علقمة الذ سهلي ذوسهل بطن من لخم ثم ملك بعده امر والقيس بن النعمان بن امروالقيس المحرق ... ثم ملك بعده ابنه المنذر بن امروالقيس ... لقب بماءالسماء ... وطرد كسرى قباد المنذر المذكور عن ملك الحيرة و ملك موضعه الحرث بن عمر بن حجر الكندي ... ثم لا تمكن كسرى نوشيروان بن قباد المذكور في الملك طرد الحارث واعاد المنذر

كي سلطنت كي حد تهي اور دوسري طرف حدود شام تک پهيل گئي تهي — شام تک سلطنت پهيلانے ميں اُسکو عملیقی سے لڑنا پڑا اور ایک سخت اور خونریز لڑائي کے بعد اُن کو شکست دي — اس بادشاہ کي بہن نے جسکا نام رقاش تہا ایک شخص مسمی عدي سے جو بني لخم ميں سے تها شادي کي تهي *

جذیمہ کے بعد اسکا بهانجا عمرو بن عدي تخت نشین هوا اُس کے بعد اُس کا بیٹا امروالقیس اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا عمرو بادشاہ هوا مگر اُسکو " اوس " بن قلام عملیقي نے تخت سے اُتار دیا — اُس کے بعد ایک یا دو اور بادشاہ اُسي خاندان کے فرماں روا هوئے جنکے نام معلوم نهیں لیکن اسقدر محقق هی کہ امروالقیس ثانی بن عمرو نے بہت جلد اپنے بهائي کي کهوئي هوئي سلطنت کو لیلیا اور دوبارہ سلطنت کو اپنے خاندان ميں منتقل کرلیا — یہہ اول شخص تها جس نے کہ انسانوں کو زندہ جلانے کي وحشیانہ رسم کو رواج دیا تها اور اس سبب سے اُس نے المحرق کا لقب حاصل کیا تها — اُس کے بعد نعمان جانشین هوا مگر دنیا کے ترددات اور جهگڑوں سے کبیدہ خاطر هوکر تیس برس سلطنت کرنیکے بعد بادشاهت کو چهوڑ دیا اور عبادت ميں مصروف هوا — اُس کے بعد اُس کا بیٹا المنذرالاول تخت پر بیٹها اُس کے بعد اُسکا بیٹا اسود تخت نشین هوا جسکو غساني بادشاهوں سے چند لڑائیاں لڑني پڑیں — اُس کے بعد اُسکا بهائي المنذر الثاني تاج و تخت کا مالک هوا — اُس کے بعد علقمہ ذسهلي اور اُس کے بعد امروالقیس ثالث بن نعمان نے زمام سلطنت اپنے هاتهہ ميں لي — اُس کے بعد اُسکا بیٹا المنذر الثالث ملقب بہ ماءالسماء جانشین هوا مگر اس بادشاہ کو کسري قباد نے سلطنت سے خارج کرکے الحرث کو جو " کندي " خاندان ميں سے تها اور جسنے ایران کے بادشاہ کا مذهب اختیار کرلیا تها مقرر کیا — جبکہ کسري نوشیروان

بن ماء السماء الى ملك الحيرة (ابوالفدا) —
ثم ملك بعد المنذر عمرو سقوط الحجارة ... ثم ملك بعده اخوه قابوس ... ثم ملك بعده اخوهما المنذر بن المنذر ثم ملك بعده ابنه النعمان بن المنذر بن المنذر بن ماء السماء وكنيته ابو قابوس و هوالذي تقصر ... ثم انتقل الى اياس ابن قبيصة الطائي ... ثم ملك بعد اياس زاوية بن ماهان الهمداني ثم عاد الملك الى اللخميين فملك بعد زاوية المنذر بن النعمان بن المنذر بن المنذر بن ماء السماء سمته العرب المغرور واستمر مالكا للحيرة الى ان قدم لها خالد بن الوليد واستولى على الحيرة (ابوالفدا)

اول من ملك غسان جفنة بن عمرو بن ثعلبة بن عمر بن مزيقيا ... ثم هلك و ملك بعده ابنه عمر بن جفنه ... ثم ملك بعده ابنه ثعلبة بن عمرو ... ثم ملك بعده ابنه الحارث بن ثعلبه ثم ملك ابنه جبلة بن الحارث ثم ملك ابنه الحرث ... ثم ملك بعد ابنه المنذر الاكبر (ابوالفدا)

ثم هلك المنذر الاكبر المذكور و ملك بعده اخوه النعمان ابن الحرث ثم ملك بعده اخوه جبلة بن الحارث ثم ملك بعده اخوهم الايهم بن الحارث ... ثم ملك اخوهم عمرو بن الحارث ثم ملك جفنة الاصغر ... ثم ملك بعده اخوه النعمان الاصغر

تخت پر بيٹھا اُسنے الحرث کو حکومت سے علحدہ کردیا اور المنذر الثالث کو پھر حکومت دي - اُسکے بعد اُسکا بھائي عمرو اور اُس کے بعد اُس کا بھائي قابوس اور اُس کے بعد اُس کا بھائي المنذر الرابع اور اُس کے بعد اُس کا بھتا نعمان ابوقابوس تخت پر بیٹھا - اس نعمان نے عیسائي مذھب اختیار کرلیا اور خسرو پرویز کے زمانہ میں ایک مشہور لڑائي میں جو ایرانیوں کے ساتھہ ھوئي تھي مارا گیا — اس کے بعد ایاس ابن قبیصة الطائي اور اُس کے بعد زادویہ اور اُس کے بعد المنذر الخامس بن نعمان ابو قابوس بادشاہ ھوا — اس بادشاہ کو خالد بن ولید سردار لشکر اسلام نے شکست دیکر سلطنت کو چھوڑ دیا *

جس زمانہ میں یہہ سب بادشاہ حکمراں ھوئے اُس زمانہ کا ٹھیک معین کرنا اگر غیر ممکن نہیں تو مشکل تو بیشک ھی — مگر اخیر بادشاھوں میں سے کم سے کم دو بادشاھوں کي فرمانروائي کا زمانہ ٹھیک ٹھیک بدرجہ یقین معلوم ھی اور اگر نسلوں کے ھونے کے معمولي قاعدہ پر غور کیا جاوے تو بعض اور بادشاھوں کے عہد سلطنت کے زمانہ کے محقق ھونے کے لیئے کافي پتہ لگ جاویگا *

عمرو بن المنذر ماء السماء کي حکومت کے آٹھویں سال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبي آخرالزماں پیدا ھوئے تھے اس واسطے یہہ بادشاہ سنہ ۵۶۲ دنیوي یا سنہ ۱۲ عیسوي میں تخت پر بیٹھا ھوگا *

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر پہلے پہل وحي ایاس کي حکومت کے چھٹے مہینے میں نازل ھوئي تھي اس واسطے ایاس سنہ ۶۱۰ دنیوي یا سنہ ۶۱۰ عیسوي میں تخت نشین ھوا ھوگا — عمرو کي تخت نشیني سے پہلے اُنمیں بادشاہ ھوچکے تھے اور اُن کي سلطنتوں کے زمانوں کے مجموعہ کا بطرز معقول پانسو پچاس برس خیال کیا جاسکتا ھی جس کا نتیجہ یہہ

ثم ملک نعمان بن عمرو بن المنذر ... ثم ملک بعدہ النعمان المذکور ابنہ جبلة بن النعمان ... ثم ملک بعدہ النعمان بن الایہم ... ثم ملک اخوہ الحرث ابن الایہم ثم ملک ابنہ النعمان ابن الحرث ... ثم ملک بعدہ ابنہ المنذر بن النعمان ثم ملک اخوہ عمرو بن النعمان ثم ملک اخوہما حجر ابن النعمان ثم ملک ابنہ الحارث بن حجر ثم ملک ابنہ جبلة بن الحرث ثم ملک ابنہ الحارث ابن جبلة ثم ملک ابنہ النعمان بن الحرث و کنیتہ ابو کرب و لقبہ قطام ثم ملک بعدہ الایہم بن جبلة ... ثم ملک بعدہ اخوہ المنذر بن جبلہ ثم ملک اخوہما —

سواحیل بن جبلة ثم ملک اخوہم عمرو بن جبلة ثم ملک بعدہ ابن اخیہ جبلة بن الحرث بن جبلة ثم ملک بعدہ جبلة بن الایہم بن جبلة و ہو اخر ملوک الغسان وہو الذی اسلم فی خلافة عمر ثم عاد الی الروم وتنصر (ابوالفدا) —

فلما ملک حجر سدد امور ہم و ساسہم احسن سیاسة وانتزع من اللخمیین ما کان بایدیہم من ارض بکر ابن وایل ... وملک بعد الحجر المذکور ابنہ عمرو بن حجر ... ثم ملک بعدہ ابنہ الحرث بن عمرو (ابوالفدا)

و ملک اخوہ (أی اخا یعرب) جرہم الحجاز ثم ملک بعد جرہم ابنہ عبد یالیل بن جرہم

ہی کہ پہلا بادشاہ مالک بن فہم اکتالیسویں صدی دنیوی کے آغاز میں یا حضرت مسیح کے زمانہ ولادت کے قریب تخت پر بیٹھا ہوگا *

عرب العاربہ نے ایک آژر سلطنت صوبہ غسان میں قایم کی تھی اور اس سلطنت کے حاکم عرب الشام کے نام سے مشہور تھے — اگر صحیح طور پر غور کیا جاوے تو یہہ حاکم قیصر روم کی طرف سے بطور عمال کے تھے مگر شاہی لقب اختیار کرنے کی وجہہ سے تاریخ عرب میں بادشاہوں کے ذیل میں بیان ہوتے ہیں- جو کہ بعض امور ان لوگوں سے ایسے متعلق ہیں جنسے ہمکو بعض امور کی تحقیقات اور تجسس میں آسانی ہوگی اس لیئے اُن سلطنتوں کا ایک مختصر حال اس مقام پر لکھتے ہیں *

اس سلطنت کی بنا چار سو برس قبل ظہور اسلام کے ہوئی اور یہہ زمانہ تینتالیسویں صدی دنیوی یا تیسری صدی عیسوی سے مطابقت رکھتا ہی *

جفنہ بن عمر اس خاندان کا پہلا شخص تھا جس نے لقب شاہی اختیار کیا — یہہ شخص " ازد " کی اولاد میں سے تھا جو خاندان کہلان سے علاقہ رکھتا تھا — وہ عرب جو اس سے پیشتر غسان میں رہتے تھے ضجاعمہ کہلاتے تھے اُن لوگوں نے عرصہ دراز تک مستعدی کے ساتھہ اُس کا مقابلہ کیا مگر آخرکار جفنہ نے اُن پر فتح پائی اور اُن کو مطیع کرلیا *

اُس کے بعد اُس کا بیٹا عمرو تخت پر بیٹھا اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا ثعلبہ تخت نشین ہوا — ایک عرصہ تک اختیارات شاہی یکے بعد دیگرے — الحارث - جبلہ — الحرث — المنذر الاکبر کے ہاتوں میں رہے - اس اخیر بادشاہ کا جانشین اُس کا بھائی نعمان ہوا اُسکے بعد اُس کا بھائی جبلہ اور اُس کے بعد اُس کا بھائی ایہم اور اُس کے بعد اُس کا بھائی عمرو تخت نشین ہوا — اُس کے بعد جفنة الاصغر بن المنذر الاکبر کی باری آئی اُسکے

ثم ابنه جرشم بن عبد يا ليل ثم ابنه عبدالمدان بن جرشم ثم ابنه ثعلبة بن عبدالمدان ثم ابنه عبدالمسيح بن ثعلبة ثم ابنه مضاض بن عبدالمسيح ثم ابنه عمرو بن مضاض ثم اخوه الحرث بن مضاض ثم ابنه عمرو بن الحارث ثم اخوه بشر بن الحارث ثم مضاض بن عمرو بن مضاض (ابوالفدا) —

من ملوك العرب زهير ابن جناب بن حبل ... و كان زهير المذكور قد اجتمع بابرهة الاشرم صاحب الفيل (ابوالفدا) —

بعد نعمان الاصغر اور اُس کے بعد اُس کا بھتیجا نعمان ثالث بن عمرو بادشاہ ہوا — اُس کے بعد جبلہ بن نعمان ثالث کے ہاتھہ سلطنت لگی — یہہ بادشاہ خاندان حیرہ کے بادشاہ المنذر ماءالسماء کا ہمعصر تھا اور اُس سے چند لڑائیاں بھی لڑا تھا — اُس کے بعد نعمان رابع بن الایہم اور اُس کے بعد الحرث الثانی اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا نعمان الخامس اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا المنذر تخت نشین ہوا اُس کے بعد عمرو برادر المنذر اور حجر برادر عمرو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے — اُس کے بعد الحارث بن حجر اور جبلہ بن الحارث اور الحارث بن جبلہ باری باری سے بادشاہ ہوئے — پھر نعمان ابو کرب بن الحارث اور ایہم عم نعمان تخت پر بیٹھے — الایہم کے بعد اُس کے تین بھائی — المنذر — سراحیل — عمرو — یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے — عمرو کے بعد اُس کے بھتیجے جبلہ بن الایہم بن جبلہ کو سلطنت نصیب ہوئی — یہہ بادشاہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ تک زندہ تھا — پہلے مسلمان ہوگیا اور اُس کے بعد روم کو بھاگ کر عیسائی ہوگیا — اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ قریب سنہ ۶۳۴ دنیوی یا سنہ ۶۴۰ عیسوی میں ہوگیا *

عرب العاربہ کی ایک اور چھوٹی اور چند روزہ سلطنت کی بنیاد " کندہ " کی اولاد نے جو خاندان کہلان سے تھا ڈالی تھی — اس خاندان کا پہلا بادشاہ حجر بن عمرو ہوا جسنے کہ مملکت حیرہ کے ایک حصہ کو دبا کر ایک نئی سلطنت قایم کی تھی اُسکے بعد اُسکا بیٹا عمرو اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا الحرث تخت پر بیٹھا — یہہ وہی شخص ہی جسنے کسرے قباد کا مذہب اختیار کرکے اُسکی اعانت سے سلطنت حیرہ کو فتح کیا تھا — مگر جب نوشیرواں نے اُس سے المنذر کو سلطنت واپس دلادی تب الحارث دیار کلب کو بھاگ گیا — مگر اُسکے بیٹے چند روز تک چند مقامات پر حکومت کرتے رہے — حجر بنی اسد پر حکمراں رہا — سراحیل بکرابن وائل پر — معدی کرب قیس عیلان پر — سامہ تغلب اور نمر پر حاکم رہا *

حجر کے بعد جو مارا گیا تھا اُس کے بیٹے امرءالقیس نے از سرنو بنی اسد کو مطیع کرلیا — یہہ امرءالقیس وہی بہت بڑا مشہور شاعر عرب کا ہی — جبکہ منذر ماءالسماء ازسرنو تخت سلطنت پر بیٹھا تو امرو القیس اُس کے خوف سے بھاگا اور کہیں روپوش ہوگیا — ان سب بادشاہوں نے پانچسو یا چھالیسویں صدی دنیوی یا پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں حکومت کی تھی *

ایک اور سلطنت حجاز میں قایم ہوئی تھی — جس زمانہ میں یمن اور حیرہ کی سلطنتوں اندرونی جھگڑوں سے ضعیف ہوگئی تھیں اُس زمانہ میں اولاد یعرب یا جرہم نے ایک نئی اور خود مختار سلطنت حجاز میں قایم کی تھی - ابوالفدا کے نزدیک اس سلطنت کا پہلا بادشاہ جرہم تھا جسکا بھائی یعرب یمن میں حکمراں تھا - مگر یہہ غلطی ہی اور اس وجہہ سے عارض ہوئی ہی کہ ابوالفدا نے غلطی سے یعرب اور جرہم کو دو شخص خیال کیا تھا حالانکہ یہہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں اور یہی ایک شخص یمن اور حجاز دونوں پر حاکم تھا - ابوالفدا کے مندرجہ ذیل نام بیان کیئے ہیں اور لکھا ہی کہ یہہ لوگ بھی یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے تھے اور وہ نام یہہ ہیں — یالیل - جرشم بن یالیل - عبدالمدان بن جرشم - ثعلبہ بن عبدالمدان — عبدالمسیح بن ثعلبہ - مضاض بن عبدالمسیح - عمرو بن مضاض — الحرث برادر مضاض — عمرو بن الحرث - بشر بن الحرث - مضاض بن عمرو بن مضاض *

اگر ابوالفدا کے نزدیک یہہ بادشاہ حضرت اسمعیل بن حضرت ابراہیم سے پیشتر گذرے ہیں تو وہ بڑی غلطی پر ہی - کیونکہ عبدالمسیح کے نام سے بلا ریب ثابت ہوتا ہی کہ وہ عیسائی تھا اور اس لیئے ممکن نہیں کہ وہ حضرت اسمعیل سے پیشتر گذرا ہو یا اُن کا ہمعصر ہو — کچھہ شک نہیں کہ یہہ سلطنت اُس وقت قایم ہوئی تھی جبکہ یمن اور حیرہ اور کندہ کی سلطنتوں زوال کی حالت میں تھیں اور اس لیئے ہمکو یقین ہی کہ اس سلطنت کے بادشاہ پہلی یسویں اور چھوالیسویں صدی دنیوی یا پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گذرے ہیں *

یہہ بھی واضح ہو کہ عمرو بن لحی سنہ ۴۲۱ دنیوی یا تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں اسی سلطنت پر حکمراں تھا - ابوالفدا کا بیان ہی کہ اسی شخص نے بت‌پرستی کو عرب حجاز میں رواج دیا تھا اور کعبہ میں تین بت - ہول کعبہ کی چھت پر اور اساف اور نائلہ اور مقاموں پر رکھے تھے *

مثل دیگر عرب‌العاربہ کے جو حجاز میں متوطن ہوئے اور پھر وہیں کے بادشاہ ہوئے زھیر ابن جناب نے بھی لقب شاھی اختیار کیا - یہہ بات اُس وقت کی ہی جبکہ ابرھہ اشرم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا — کیونکہ یہہ بات مشہور ہی کہ زھیر بھی ابرھہ اشرم کے ساتھہ اُس مہم میں شریک تھا — اس لیئے بآسانی محقق ہو سکتا ہی کہ اُس کا عہد حکومت چھالیسویں صدی دنیوی یا چھٹی صدی عیسوی کے آخری حصہ میں ہوگا سب سے مشہور واقعہ اُس کے عہد حکومت کا یہہ تھا کہ اُس نے بنی غطفان کے اُس مقدس معبد کو جو اُنھوں نے کعبہ کے مقابلہ کے لیئے بنایا تھا بالکل برباد کردیا تھا *

اب ہم اس مقام پر عرب العاربہ کے انساب کا شجرہ لکھتے ہیں - تمام قوم کا شجرہ لکھنا تو محالات سے ہی مگر یہہ شجرہ اُنھیں لوگوں کا ہی جن کا ذکر ہمنے اس مقام پر کیا ہی اس شجرہ سے اُن مطالب کے سمجھنے میں جو اس جگہہ بیان ہوئے ہیں آسانی ہوگی *

تمام عرب العاربہ جن کا ہمنے اوپر مفصل ذکر کیا ہی بقی جرہم کے خاندان سے علاقہ رکھتے ہیں مگر وقتاً فوقتاً بلحاظ اپنے مورثوں کے متعدد قبیلوں میں منقسم ہوتے گئے ہیں - اُن قبیلوں میں سے جو نامی قبیلے گذرے ہیں اور جن کا ذکر اکثر کتابوں میں آتا ہی اُن کا بیان ہم اس مقام پر کرتے ہیں — ان قبیلوں کی تقسیم قایم کرنے میں ہمنے ابوالفدا اور معارف ابن قتیبہ سے استفادہ کیا ہی *

۱ — یعرب یا جرہم سے — بنوا جرہم
۲ — عبدالشمس بن یشجب سے - بنواسبا
۳ — حمیر ابن سبا سے — بنوا حمیر
۴ — کہلان ابن سبا سے — بنوا کہلان
۵ — اشعر ابن سبا سے — اشعری
۶ — انمار بن سبا سے — بنوا انمار
۷ — عاملہ بن سبا سے — عاملی
۸ — عدی بن انمار بن سبا سے — بنواعدی
۹ — لخم بن عدی سے — لخمی
۱۰ — جذام ابن عدی سے — بنوا جذام
۱۱ — حدس ابن لخم سے — بنوا حدس
۱۲ — غنم ابن لخم سے — بنوا غنم
۱۳ — بنوالدار بن ہانی بن لخم سے — داری
۱۴ غطفان ابن حرام ابن جذام سے - بنوا غطفان

قبایل ذیل بنوا غطفان کی نسل میں ہیں

۱۵ - بنوانضلة — ۱۶ - بنوا احنف
۱۷ — بنوا الضبیب — ۱۸ — بنوا عدرہ
۱۹ - بنوا نفاثہ — ۲۰ - بنوا ضلوع
۲۱ بنوا عایزہ — ۲۲ - بنوا شجرہ
۲۳ - بنوا عبداللہ — ۲۴ - بنوالخضرہ
۲۵ — بنوا سلیم — ۲۶ - بنوا بجالہ
۲۷ - بنوا غنم
۲۸ — بنوا القالہ
۲۹ - سعد بن مالک بن حرام سے - بنواسعد
۳۰ — وائل بن مالک سے — بنواوائل

قبایل ذیل بنوا سعد کی نسل میں ہیں

۳۱ - بنوا عرف — ۳۲ - بنوا عایزہ
۳۳ — بنوا فہیرہ — ۳۴ — بنوا صبحہ
۳۵ - بنوالاخنس
۳۶ — بنوا حی
۳۷ — حشم بن جذام سے — حشمی
۳۸ — حطمہ بن جذام سے — بنوا حطمہ

قبایل ذیل بنوا انمار کی نسل میں ہیں

۳۹ - خثعمی — ۴۰ - بجیلی
۴۱ — قسری ۴۲ بنوا احمس
۴۳ - دھمان بن عامر بن حمیر سے - دھمانی
۴۴ — یحصب بن دھمان سے - یحصبی

۴۵ – اسلف بن سعد بن حمير سے – سلفي
۴۶ – اسلم بن سعد سے – اسلمي
۴۷ – رعين بن حرث بن عمرو بن حمير سے – آل ذي رعين
۴۸ – قضاعة بن مالک بن حمير سے – بنوا قضاعة

قبايل ذيل قضاعة كي نسل ميں هيں

۴۹ – كلب ابن وبرة سے – بنوا كلب
۵۰ – عدي ابن جناب سے – بنوا عدي
۵۱ – علهم ابن جناب سے – بنوا علهم
۵۲ – بنوا العبود – ۵۳ – بنوا رفيدة
۵۴ – بنوا مصار – ۵۵ – بنوا القين
۵۶ – بنوا سلمح – ۵۷ – بنوا تنوخ
۵۸ – جرم ابن ربان سے – بنوا جرم
۵۹ – راسب ابن جرم سے – راسبي
۶۰ – بنوا بهراء – ۶۱ – بنوا بلي
۶۲ – بنوا مهرة – ۶۳ – بنوا عذرة
۶۴ – بنواسعد – ۶۵ – بنواهذيم عبد حبشي
۶۶ – خنه ابن سعد سے – خني
۶۷ – سلامان ابن سعد سے – سلاماني
۶۸ – بنوا جهينة – ۶۹ – بنوا نهد
۷۰ التنابعة

قبايل ذيل التنابعة كي نسل ميں هيں

۷۱ – ذو نلاح – ۷۲ – ذونواس
۷۳ – ذواصبح – ۷۴ – ذوجدن – ۷۵ – ذورعايش
۷۶ – ذويزن – ۷۷ – ذو جوش
۷۸ – بنوا شحول
۷۹ – وايله ابن حمير سے – بنوا وايل
۸۰ – سكاسک بن وايله سے – بنوا سكاسک
۸۱ – عوف بن حمير سے – بنوا عوف
۸۲ – فاران ابن عوف سے – بنوا فاران
۸۳ – طے بن اددكهلاني سے – طائي
۸۴ – غوث بن ادد سے – غوثي

قبايل ذيل طائي كي نسل ميں هيں

۸۵ – بنوانبهان – ۸۶ – بنوانعل – ۸۷ – حاتمي
۸۸ – بنوا السنبس – ۸۹ – بنوا تميم
۹۰ – ثور بن مالک بن مرته كهلاني سے – ثوري
۹۱ – كنده بن ثور سے – كندي
۹۲ – سكون بن كنده سے – سكوني
۹۳ – اوسله بن ربيعه بن خيار بن مالک كهلاني سے – اوسلي
۹۴ – همداني – ۹۵ – سبيعي – ۹۶ – وداعه
۹۷ – مذحج بن يهابر بن مالک كهلاني سے مذحج
۹۸ – مراد بن مذحج سے – مرادي
۹۹ – سعد بن مذحج سے – سعدي يا سعدالعشيرة
۱۰۰ – خالد بن مذحج سے – بنوا خالد
۱۰۱ – عنس بن مذحج سے – عنسي
۱۰۲ – جعفي بن سعد سے – جعفي
۱۰۳ – جنب بن سعد سے – جنبي
۱۰۴ – حكم بن سعد سے – حكمي
۱۰۵ – عايذ الله بن سعد سے – عايذي
۱۰۶ – جعل بن سعد سے – جعلي
۱۰۷ – مران بن جعفي سے – مراني

۱۰۸ - حزيم بن جعفى سے - حزيمي
۱۱۰ - جديلة بن خارجة بن سعد سے - جديلي
۱۱۲ - انعم بن مراد بن مذحج سے انعمي
۱۱۴ - كعب بن عمرو سے - بنوا النار
۱۱۵ - كعب بن عمرو سے - بنوا الحماس
۱۱۷ - الازد بن غوث كهلاني سے - ازدي
۱۱۹ - دوس بن ازد سے - دوسي
۱۲۱ - جفنه بن ازد مازني سے - جفني
۱۲۴ - جبلي
۱۲۶ - دوس بن عدثان بن زهران الازدي سے دوس عدثي
۱۲۸ - جهاضم بن مالک سے - جهاضمي
۱۳۰ - هنايه بن مالک سے - بنوا هنايه
۱۳۲ - يحمد بن معين سے بنوا يحمد
۱۰۹ - زبيد ، بن سعد سے - زبيدي
۱۱۱ - ابوخولان بن عمرو بن سعد سے - خولاني
۱۱۳ - نخع بن جسو بن اوله بن خالد بن مذحج سے - نخعي
۱۱۶ - بنوا قفان
۱۱۸ - مازن بن ازد سے - مازني يا غساني
۱۲۰ - هنو بن ازد سے - هنوي
۱۲۲ - آل عفقا - ۱۲۳ - آل محرق
۱۲۵ - سلامان ابن ميدعن بن ازد سے - سلاماني
۱۲۷ - جذيمه بن مالک بن فهم بن غنم بن دوس سے - جذيمي
۱۲۹ - سلومه بن مالک سے - سلومي
۱۳۱ - معين بن مالک سے - معيني

قبايل ذيل ازد كي نسل مين هين

۱۳۳ - الغطريف - ۱۳۴ - بنوا يشكر
۱۳۵ - بنوا الجدره - ۱۳۶ - لهب بن عامر سے - بنوالهب
۱۳۷ - غامد بن عامر سے - غامدي

قبايل ذيل عبدالله بن ازد كي نسل مين هين

۱۳۸ - قساملي - ۱۳۹ - بنوا عتوك
۱۴۰ - بنوا بارق - ۱۴۱ - بنوا عوف
۱۴۲ - شهران بن عوف سے - بنوا شهران
۱۴۳ - طاحيه بن سود سے - بنوا طاحيه
۱۴۴ - بنوا هداد - ۱۴۵ - خزاعي
۱۴۶ - قمري - ۱۴۷ - بنوا حليل
۱۴۸ - بنوا المصطلق - ۱۴۹ - بنوا الكعب
۱۵۰ - بنوا الملوح - ۱۵۱ - بنوا عدي
۱۵۲ - بنوا سعد - ۱۵۳ - اسلمي
۱۵۴ - جشمي - ۱۵۵ - خزرج بن سابته العنقا سے - خزرجي

قبايل ذيل خزرج كي نسل مين هين

۱۵۶ - جشمي - ۱۵۷ - بنوا تزيد
۱۵۸ - سلمي - ۱۵۹ - بنوا بياضه - ۱۶۰ - بنوا سالم
۱۶۱ - بنوا الجحلي - ۱۶۲ - القواقل
۱۶۳ - بنوا النجار - ۱۶۴ - بنوا ساعده

قبايل ذيل اوس كي نسل مين هين

۱۶۵ - اشهلي - ۱۶۶ - بنوا ظفر
۱۶۷ - بنوا الحارثه - ۱۶۸ اهل قبا ۱۶۹ جحجبي
۱۷۰ - جحادره - ۱۷۱ - بنوا واقف
۱۷۲ - سلمي - ۱۷۳ - بنوا - خطمه

هم اس مقام پر عرب العاربه کے قبایل کا ایک شجرہ لکھتے هیں جس سے مذکورہ بالا بیان کے سمجھنے میں آسانی هوگی اور ایک نظر ڈالنے سے معلوم هوجاویگا که کونسا قبیلہ کس قبیلہ سے نکلا هی *

سوم

عرب المستعربہ یعنی پردیسی عرب

عرب المستعربہ کے تمام قبیلے ایک هی اصل سے نکلے هیں اُن کا نسب ترح بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالغ بن عیبر بن شالح بن ارفخشد بن سام تک پهونچتا هی — ترح کی اولاد جو عرب میں آباد هوئی پانچ شاخوں میں منقسم تهی اور اسوجهہ سے عرب المستعربہ بهی پانچ شاخوں میں منقسم هیں *

اول اسمعیلی יִשְׁמָעֵאל یا بنی اسماعیل بن ابراهیم بن ترح — (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۱۶ ورس ۱۵) *

دوم — ابراهیمی یا بنی قطورہ קְטוּרָה یعنی ابراهیم بن ترح کی اولاد قطورہ کے سلسلہ سے (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۲۵ ورس ۱) *

سوم — ادومی یا بنی عیسو עֵשָׂו یعنی اولاد ادوم بن اسحاق بن ابراهیم بن ترح — (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۲۱ ورس ۳ و باب ۲۵ ورس ۲۵) *

چهارم — ناحوری یا بنی ناحور נָחוֹר یعنی اولاد ناحور برادر ابراهیم بن ترح (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و ۲۹) * *

پنجم — هارانی یا بنی هاران הָרָן یعنی اولاد موآب מוֹאָב وعمان עַמּוֹן بن لوط بن هاران بن ترح — یهہ آخیر قبیلہ کبهی تو موابی کها جاتا هی اور کبهی عمانی مگر همیشه اُس کو هارانی اس واسطے لکها هی که هاران اُن دونوں کے مورث کا نام هی اور دونوں پر حاوی هی (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و ۲۹ و باب ۱۹ ورس ۳۰ و ۳۸) *

اب هم اس مقام پر هر ایک مذکورہ بالا قبیلہ کا علحدہ علحدہ بیان کرینگے اور اسی درمیان میں یهہ بهی ثابت کرینگے که " فاران " جهاں سے ربانی هدایت کے چمکنے کی تورینت مقدس میں پیشین گوئی کی گئی تهی وہ جگهہ حجاز اور بالخصوص مکه کے متصل کے پهاڑ هیں — اور اس خطبہ میں اسی امر کا ثابت کرنا مقصود اصلی هی *

اول اسمعیلی یا بنی اسمعیل

تمام مورخ مسلمان اور غیر مسلمان سب کے سب اس امر پر متفق هیں که حضرت اسمعیل کی اولاد عرب میں آباد هوئی اور ملک عرب کا ایک بڑا حصہ حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹوں کی نسل سے معمور هوگیا — اُن میں جو کچهہ اختلاف هی وہ اُن کے مقام سکونت میں هی اس لیئے هم اُن کے مقام سکونت کے اس مقام پر تحقیقات کرینگے *

توریت مقدس میں حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کے نکالے جانے کے واقعہ کو اس طرحپر بیان کیا هی ۔" و ساراہ پسر هاجر مصري را که بجهت ابراهیم زائیده شده بود دید که استهزامي نماید - پس ابراهیم گفت که این کنیزک و پسر اورا اخراج نما زیرا که پسر این کنیزک با پسر من اسحق وارث نخواهد شد — و این سخن درنظر ابراهیم بسیار ناخوش آمد به سبب پسرش - و خدا با ابراهیم گفت بجهت این جوان و کنیزکت در نظرت ناخوش نیاید هرچه که ساراہ بتو گفته باشد قولش را استماع نما زیراکه ذریه تو از اسحق خوانده مي شود — و از پسر کنیزک قومی امتے خواهم گردانید زیرا که از نسل تست - و ابراهیم در صبحدم سحر خیزي نموده نان و مطهره آب راگرفته بهاجر داده بدوشش گذاشت وهم پسرش را (باو داده) اورا روانه نمود پس راهي شده در بیابان بیرشبع سرگردان شد — و آبے که در مطهره بود تمام شد و پسر را در زیر بوته از بوتها گذاشت — و روانه شده در برابرش بمسافت یک تیر پرتاب نشست و گفت که مرگ پسر را نه بینم و در برابرش نشسته آواز خود را بلند کرده گریست — وخدا آواز پسر را شنید و ملک خدا هاجر را از آسمان آواز داده باو گفت که اے هاجر تراچه واقع شد مترس زیرا که خدا آواز پسر را در جاے بودنش شنیده است — برخیز و پسر را بردار و بدستت اورا بگیر زیرا که اورا اُمت عظیمی خواهم کرد - وخدا چشمان اورا کشاده کرد و چاه آبے دید و روانه شده مطهرہ را از آب پر کرد و به پسر نوشانید — وخدا با پسر بود که نشو و نما نمود و در بیابان ساکن شده تیر انداز گردید — و در بیابان پاران ساکن شد و مادرش از برایش از دیار مصر زنے گرفت " — (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۹ لغایت ۲۱) *

اس عبراني חֲמַת لفظ کا انگریزي میں بوتل ترجمه کیا هی وہ صحیح نهیں هی - قدیم عربي ترجمه میں " سقاء " ترجمه کیا گیا هی اور فارسي ترجمه میں " مطهرہ " اُردو میں اُس کا ترجمه " مشکیزہ " یا " چھاگل " صحیح ترجمه هی جو مشرقي ملکوں میں مروج هی اور جس میں چند روز کے پینے کے لایق پاني سما سکتا هی *

اس واقعه کي نسبت مسلمانوں کي متبرک کتابوں میں بھي چند روایتیں آئي هیں - اور جو که صحیح بخاري مسلمانوں میں سب سے زیادہ معتبر کتاب هی اُس میں دو روایتیں اس واقعه کي نسبت آئي هیں اس لیئے اُن دونوں کو اس مقام پر نقل کیا جاتا هی *

اُن دونوں روایتوں میں اختلاف هی — ایک میں ایک مضمون هی اور ایک میں نهیں - ایک میں کچھ بیان هوا هی اور ایک میں کچھ - اس لیئے هم اُن دونوں روایتوں کو دو مقابل کے کالموں میں اسطرحپر لکھینگے که جو اختلاف اُن دونوں میں هی وہ بمجرد دیکھنے کے معلوم هوجاوے *

یہہ بات کہنی کہ یہہ حدیثیں بخاری میں ہیں اور ضرور ہی کہ ان کو صحیح مانا جاوے صرف ایک فرضی بات ہی ورنہ جو اصول کہ حدیث کے ثبوت کے لیئے قرار پائے ہیں اُن کے مطابق اُس روایت کا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جانا ثابت نہیں ہی یہہ دونوں روایتیں ابن عباس نے بیان کی ہیں اور یہہ نہیں بیان کیا کہ اُنہوں نے کس سے سنیں اور اس لیئے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ درحقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا تھا بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جو باتیں یہودیوں میں مشہور تہیں اُنہوں کو ابن عباس نے بیان کیا ہی پس وہ روایتیں ایک مقامی روایتوں سے زیادہ معتبر ہونے کا درجہ نہیں رکھتی ہیں — بخاری میں اس طرح پر روایتیں مندرج ہونے سے یہہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت وہ پیغمبر کی حدیث ہی بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہی کہ بخاری نے جس شخص سے اُسکو سنا اُس نے اسی طرح بیان کیا تھا *

پہلی روایت	دوسری روایت
۱ — عن ابن عباس قال لما کان بین ابراھیم وبین اھلہ ماکان خرج باسمعیل و ام اسمعیل *	۱ — قال ابن عباس اول ماتخذالنساء المنطق من قبل ام اسمعیل اتخذت منطقا لتعفی اثر ھا علی سارۃ ثم جاء بھا ابراھیم وبابنھا اسمعیل *
۲ — ومعھم شنۃ فیھا ماء *	۲ — * * * *
۳ — فجعلت ام اسمعیل تشرب من الشنۃ فیدر لبنھا علی صبیھا *	۳ — وھی ترضعہ *
۴ — حتی قدم مکۃ فوضعھا تحت دوحۃ	۴ — حتی وضعھما عندالبیت عنددوحۃ
۵ — * * *	۵ — فوق زمزم فی اعلی المسجد ولیس بمکۃ یومئذ احد ولیس بھا ماء فوضعھما ھناک
۶ — * * *	۶ — و وضع عندھما جراباً فیہ تمر *
۷ — * * *	۷ — وسقاء فیہ ماء *
۸ — ثم رجع ابراھیم الی اھلہ فانبعثہ ام اسمعیل *	۸ — ثم قفی ابراھیم منطقا فتبعتہ ام اسمعیل *
۹ — حتی لما بلغوا کداء *	۹ — * * * *
۱۰ — نادتہ من ورائہ یا ابراھیم الی من تترکنا *	۱۰ — فقالت یا ابراھیم این تذھب و تترکنا *

١١ — * * * *

١٢ — قال الى الله *

١٣ — قالت رضيت بالله *

١٤ — قال فرجعت *

١٥ — * * * *

١٦ — فجعلت تشرب من الشفة ويدر لبنها على صبيها حتى لما فنى الماء *

١٧ — * * *

١٨ — قالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدا قال فذهبت *

١٩ — فصعدت الصفا فنظرت و نظرت هل تحس احدا *

٢٠ — فلما بلغت الوادي سعت اتت المروة و فعلت ذلك اشواطاً *

٢١ — * * * *

٢٢ — ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل تعني الصبي فذهبت فنظرت فاذا هو على حاله كانه يشغغ للموت فلم تقرها نفسها فقالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدا فذهبت فصعدت الصفا فنظرت ونظرت فلم تحس احدا *

١١ — في هذا الوادي الذي ليس فيه انيس ولا شيء فقالت له ذلك مرارا وجعل لا يلتفت اليها فقالت له الله امرك بهذا *

١٢ — قال نعم *

١٣ — قالت اذن لا يضيعنا *

١٤ — ثم رجعت *

١٥ — فانطلق ابو نعيم حتى اذا كان عند الثنية حيث لا يرونه استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الدعوات ورفع يديه فقال ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم حتى بلغ يشكرون *

١٦ — وجعلت ام اسمعيل ترضع اسمعيل وتشرب من ذلك الماء حتى اذا نفد ما في السقاء

١٧ — عطشت وعطش ابنها و جعلت تنظر اليه يتلوى او قال يتلبط فانطلقت كراهية ان تنظر اليه *

١٨ — * * * *

١٩ — فوجدت الصفا اقرب جبل في الارض يليها فقامت عليه ثم استقبلت الوادي تنظر هل ترى احدا فلم تر احدا فهبطت من الصفا *

٢٠ — حتى اذا بلغت الوادي رفعت طرف درعها ثم سعت سعي الانسان المجهود حتى جاوزت الوادي ثم اتت المروة فقامت عليها *

٢١ — فنظرت هل ترى احدا فلم تر احداً *

٢٢ — * * * *

۲۳ — حتى اتممت سبعا *

۲۴ — * * *

۲۵ — ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما تفعل فذا هي بصوت *

۲۶ — * * * *

۲۷ — فقالت اغث ان كان عندك خير *

۲۸ — فاذا هو جبريل *

۲۹ — قال فقال بعقبه هكذا وغمز عقبه على الارض قال فانبثق الماء فدهشت ام اسمعيل فجعلت تحفر *

۳۰ — * * * *

۳۱ — قال فقال ابوالقاسم صلى الله عليه وسلم لو تركته كان الماء ظاهرا *

۳۲ — قال فجعلت تشرب من الماء ويدر لبنها على صبيها الى آخر الحديث (بخاري كتاب الانبياء) *

۲۳ — ففعلت ذلك سبع مرات *

۲۴ — قال ابن عباس قال النبي صلى الله عليه وسلم فذلك سعي الناس بينهما *

۲۵ — فلما اشرفت على المروة سمعت صوتا *

۲۶ — فقالت صه تريد نفسها ثم تسمعت ايضا فقالت قد اسمعت *

۲۷ — ان كان عندك غواث *

۲۸ — فاذا هي بالملك عند موضع زمزم *

۲۹ — فبحث بعقبه او قال بجناحه حتى ظهر الماء فجعلت تحوضه وتقول بيدها هكذا

۳۰ — وجعلت تغرف من الماء في سقائها وهو يفور بعد ما تغرف *

۳۱ — قال ابن عباس قال النبي صلى الله عليه وسلم يرحم الله ام اسمعيل لو تركت زمزم او قال لو لم تغرف من الماء لكانت زمزم عينا معينا *

۳۲ — قال فشربت و ارضعت — الى آخر الحديث — (بخاري كتاب الانبياء) *

مذكورة بالا روايتوں سے ظاهر هی كه وه مستند نهيں هيں يعني حضرت ابن عباس نے اُسكو پيغمبر خدا صلى الله عليه وسلم كي طرف مستند نهيں كيا — پس معلوم نهيں كه ابن عباس نے وه روايت كس سے سني اور كس بنياد پر اُنهوں نے اُسكو بيان كيا — بخاري كا ادب صرف اس بات كا مقتضي هی كه هم تسليم كرليں كه ابن عباس نے سعيد ابن جبير سے يه روايت بيان كي اور سعيد ابن جبير نے اور لوگوں سے جن سے بخاري تك يه روايت پهونچي — مگر اس سے يه بات لازم نهيں آتي كه ابن عباس نے درحقيقت اُسكو پيغمبر خدا صلى الله عليه وسلم سے سنا تها *

ان روايتوں ميں دو فقرے (۲۴ و ۳۱) ايسے هيں جن سے كه بادي النظر ميں يه

بات معلوم هوتی هی که ابن عباس نے یہہ روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی هونگی — لیکن یہہ بات نہیں هی کیونکہ اُن دونوں فقروں سے ثابت هوتا هی که وہ دونوں فقرے ان روایتوں کے نہیں هیں اور کسی مقام کے هیں کیونکہ خود راوی نے اُن دونوں فقروں کو سلسلہ بیان روایت سے علحدہ کرکے اور بالتخصیص اُنہیں دونوں فقروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کیا هی اور یہہ ثبوت اس بات کا هی که راوی نے باقی مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں سمجھا هی *

ایک اور امر جو ان روایتوں کی صحت پر شبہہ ڈالتا هی یہہ هی که اس روایت میں حضرت ابراهیم کی یہہ دعا " رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم " بیان هوئی هی اور راوی نے غلطی سے یہہ سمجھا هی که جس زمانہ میں حضرت ابراهیم نے اپنی بی بی هاجرہ اور اپنے بیٹے اسمعیل کو نکالا تھا اُسی زمانہ میں وہ خود مکہ میں اُنکے بسانے کو گئے تھے حالانکہ یہہ بات بالکل غلط هی نہ اُس زمانہ میں حضرت ابراهیم اُنکو یہاں بسانے کے لئے گئے اور نہ اُس زمانہ میں بیت اللہ الحرام بنایا گیا تھا — راوی نے دو مختلف زمانوں کے واقعہ کو ملا دیا هی ایک اُس زمانہ کے واقعہ کو جبکہ حضرت ابراهیم نے حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کو بیابان بے شجر شیخ میں بے سہارے چھوڑ دیا تھا اور دوسرے اُس زمانہ کے واقعہ کو جبکہ حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل نے زمزم کے پاس سکونت اختیار کرلی تھی اور دوبارہ حضرت ابراهیم اُنکے پاس آئے تھے اور بیت اللہ الحرام بنایا تھا اور جاتے وقت یہہ دعا مانگی تھی که " رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم " *

قرآن مجید میں حضرت اسمعیل کی عمر کا جبکہ اُنکو حضرت ابراهیم نے نکال دیا کچھہ ذکر نہیں — بخاری کی اُن روایتوں سے جنکا مشتبہ هونا بخوبی ثابت هوگیا هی اگر حضرت اسمعیل کی عمر کا کچھہ اندازہ ظاهر بھی هوتا هو تو بھی مذهب اسلام پر کوئی الزام عاید نہیں هوسکتا کیونکہ یہہ روایتیں اگر مشتبہ ثابت نہ هوتیں تو بھی بمنزلہ وحی کے متصور نہیں هوسکتیں *

اصل یہہ هی که خود توریت مقدس میں حضرت اسمعیل کی عمر کی نسبت جبکہ وہ نکالے گئے نہایت اختلاف پایا جاتا هی — بعض برسوں سے ظاهر هوتا هی که وہ نہایت بچے تھے اور بعض سے پایا جاتا هی که وہ سوا سترہ برس کے تھے اس اختلاف کی بنا پر عرب کے یہودیوں میں اُنکا بچہ هونا مشہور تھا اُسی یہودی روایت کو ابن عباس نے بیان کیا هوگا اور اسی وجہہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُسکو منسوب نہیں کیا *

توریت مقدس میں جو حضرت اسمعیل کی عمر کے باب میں اختلاف ہی وہ اس طرح پایا جاتا ہی۔ سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ کا فارسی ترجمہ جو ہمنے اوپر لکھا ہی وہ یہہ ہی " وابراہیم در صبحدم سحر خیزی نمودہ نان و مطہرہ آب را گرفتہ و بہ ہاجرہ دادہ بہ دو شش گذاشت وہم پسرش را (باو دادہ) او را روانہ نمود پس راہی شدہ در بیابان بیرشبع سر گردان شد " ۔ اس ترجمہ میں لفظ " باو دادہ " دو ہلالی خطوط میں لکھا ہی جس کا یہہ اشارہ ہی کہ یہہ لفظ اصل عبری توریت میں نہیں ہی درحقیقت یہہ ترجمہ صحیح نہیں ہی ۔ صحیح ترجمہ عبری لفظوں کا یہہ ہی کہ " پانی کے مشکیزے اور اُسکے بچّے کو ہاجرہ کے کندھے پر رکھہ کر اُسکو روانہ کردیا " ۔ اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ اُنکی عمر بہت چھوٹی تھی ۔ اور اسی وجہہ سے لوگوں نے دودہ پیتا ہوا خیال کیا تھا ۔ حالانکہ اسی باب کی چودھویں آیت اسکے برخلاف ہی *

عیسائی عالموں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہی کہ اس چودھویں آیت سے بلاشبہہ حضرت اسمعیل کی اُس زمانہ میں بہت چھوٹی عمر ہونا پایا جاتا ہی جو توریت کی بہت سی آیتوں کے برخلاف ہی اس لئے اُنہوں نے اسکی نسبت بہت کچھہ بحث کی ہی *

مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ " اگر ہم حضرت اسمعیل کی عمر پر غور کریں تو رنج آگیں شوق اور بھی دو بالا ہوتا ہی ۔ یہہ لڑکا اب کچھہ بچہ نہیں تھا بلکہ کم از کم پندرھویں پرس میں تھا مگر تکلیف کی وجہہ سے بچے کی طرح ضعیف سا ہو رہا تھا معلوم ہوتا ہی کہ اس حالت میں اُس کی بچاری ماں جب تک کہ اُسکو طاقت رہی ہوگی اُسکو ہاتھوں میں اوٹھائے رہی ہوگی اور جب وہ تھک گئی ہوگی تو اُسکو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا ہوگا (مگر ہر کوئی سمجھہ سکتا ہی کہ یہہ تاویل کیسی لغو اور بیہودہ ہی) اس کے بعد مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک عمر حضرت اسمعیل کی بآسانی معلوم ہوسکتی ہی ۔ تیرہ برس کی عمر میں اُنکا ختنہ ہوا تھا ۔ حضرت اسحاق اُس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ اُس کے اگلے سال پیدا ہوئے ہیں اور حضرت ہاجرہ اور اُن کے بچے کے بیابان میں بھیجے جانے سے پیشتر اُنکا یعنی حضرت اسحاق کا دودہ چھوٹ چکا تھا " (فارسٹر صاحب کا تاریخی جغرافیہ عرب صفحہ ۱۷۶) *

توریت اور انجیل کے اکثر محققین از علی الخصوص " جیروم لی کلرک " اور " روزنی ملر " خیال کرتے ہیں کہ حضرت اسمعیل کی عمر اُس وقت سترہ برس کی تھی اس لئے یہہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ہاجرہ نے اُن کو اپنے کندھے پر رکھہ لیا ہو *

جیسی بیہودہ تاویل مسٹر فارسٹر نے کی ہی اُس سے زیادہ عجیب تاویل " بشپ

هارسلي " لے کي هی — وہ لکھتے هيں کہ " عبراني توريت کا منشاء يہہ معلوم هوتا هی کہ لڑکے کو اُس کي ماں نے معہ زوٹي اور پاني کے اپنے کندھے پر رکھہ ليا — يہي معني يوناني ترجمہ ميں بهي سمجهے گئے هيں اور يہہ جملہ بهي کہ بچہ کو جهاڑي ميں ڈالديا جو پندرهويں آيت ميں هی اسي معني کي تائيد کرتا هی — حضرت اسحق کي ولادت کے وقت حضرت اسمعيل کي عمر چودہ برس سے کم نہ تهي اس واسطے اُن کي ولادت کے وقت کم سے کم وہ پندرہ سال کے هونگے — مگر يہہ ياد رکهنا چاهيئے کہ حيوانات انساني کو اس زمانہ ميں بہت مختصر رہ گئي هی تاهم زمانہ حال کي مدت عمر سے زيادہ دراز هوتي هوگي — اور جو کہ طفوليت اور هرايک درميانی زمانہ عمر کي حالت تمام عمر کے مجموعہ کے ساتهہ جيسکہ آدمي ڈيڑہ سو برس يا زيادہ عمر کے هوتے تهے همشيہ کوئي معين مناسبت رکهتي هوگي اس لئے قرين قياس هی کہ اُس زمانہ ميں چودہ يا سولہ برس کي عمر تک ضعيف اور ناتواں رهتے هونگے اور مصر سے نزديک اس قصہ سے يہي معلوم هوتا هی کہ حضرت ابراهيم اور اُنکے بيٹوں کے زمانہ ميں يہي صورت هوگي — جو سفس کے ذهن ميں بهي يہي بات اُٹهي تهي کيونکہ اُس کا صريح بيان هی کہ حضرت اسمعيل اُس وقت تنها نهيں جاسکتے تهے — مگر يہہ دليل کيسي بيهودہ هی کيونکہ تين هي پشتوں کے بعد يہہ سب باتيں بدلي هوئي معلوم هوتي هيں اس لئے کہ حضرت يوسف حضرت ابراهيم کے پوتے کے بيٹے سترہ برس کي عمر ميں اپنے بهائيوں کے ساتهہ باپ کي مويشي چرايا کرتے تهے اور تيس برس کي عمر ميں عزيز مصر کے خواب کي تعبير بيان کي تهي اور اُس کے وزير هوگئے تهے *

اسي مضمون پر ايک آؤر مصنف يہہ لکهتا هی کہ حضرت اسمعيل گو بچہ کهلاتے تهے مگر سولہ سترہ برس کے هونگے اور اسليئے اپني والدہ کي اعانت اور مدد کرنے کے قابل هونگے جس طرح کہ اُنهوں نے بعد کو کي *

ايک آؤر مصنف کهتا هی کہ اس جملہ کو " کندهے پر رکهہ ديا " خطوط هلالي کے اندر رکهہ ديا جاتا جيسا کہ بهپ کتير اور استهک هوس اور پايل نے کها هی (جس سے اشارہ هوتا کہ يہہ لفظ توريت کے نهيں هيں) تو يہہ آيت مشتبہہ نہ هوتي *

اصل واقعہ صرف اتنا هی کہ حضرت ابراهيم نے اپني پهلي بي بي سارہ کے کهنے سے اپني دوسري بي بي هاجرہ اور اُنکے بيٹے اسمعيل کو جو هوشيار اور بڑے هوگئے تهے گهر سے نکال ديا اور وہ دونوں بيابان بيرشبع ميں چلے گئے — چلتے چلتے اور منزلوں طے کرتے هوئے وہ اُسمقام پر پهونچے جهاں اب مکہ هی — پياس کي شدت سے حضرت اسمعيل کي حالت خراب هوگئي اور مرنے کي نوبت پهونچ گئي — حضرت هاجرہ اُنکو ايک درخت کے سايہ ميں بيٹها کر پاني کي تلاش کو ادهر اودهر دوڑتي پهريں اور بمشکل پاني ملا اور جهاں پاني ۰ لا تها اُسي جگہہ

اُنہوں نے سکونت اختیار کرلی کیونکہ عرب میں اُسی جگہہ لوگ سکونت اختیار کرتے تھے جہاں پانی دستیاب ہوتا تھا *

قران مجید سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی اُس میں یہہ آیت ہی " ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم " - اِس سے ظاہر ہی کہ حضرت اسمعیل اُس مقام کے پاس سکونت پذیر ہوئے تھے چنانچہ بالفعل خانہ کعبہ واقع ہی اور جہاں کہ اب شہر مکہ آباد ہی — عبرانی لفظ مدبر מִדְבָּר اور عربی لفظ وادی اور الفاظ " غیر ذی زرع " جو قران مجید میں آئے ہیں ایک ہی معنی رکھتے ہیں — لفظ فاران פָּארָן اور لفظ ایل فاران אֵל פָּארָן جو سفر تکوین باب ٢١ ورس ١٤ اور باب ١٤ ورس ٦ میں آیا ہی اُن دونوں سے ایک ہی مقام مراد ہی اور لفظ ایل پاران سے بالتخصیص وہ پہاڑ مراد ہیں جو کعبہ کے گرد واقع ہیں اور صفا اور مروہ اور ابو قبیس اور حرا وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں — عبرانی زبان میں " ایل " کے معنی خدا کے ہیں- فاران کے پہلے " ایل " کا لفظ لگانے سے انسانکا دل اُسکی وجہہ کی تفتیش پر متوجہہ ہوتا ہی اور اسپر قرار پاتا ہی کہ اُس جگہہ ضرور کوئی ربانی کرشمہ ظاہر ہوا ہی یا ظاہر ہونے والا ہی — خانہ کعبہ کے گرد جو پہاڑ ہیں اور جہانکہ مسلمان حج ادا کرتے ہیں علی العموم بنام " الال " مشہور ہیں - بعض صرف و نحو کے عالموں نے " الال " کو واحد لکھا ہی اور بعضوں کے نزدیک جمع کا صیغہ ہی — اِس لفظ کے صحیح اشتقاق کی نسبت بہت بحث ہی بعض کچھہ کہتے ہیں اور بعض کچھہ مگر کوئی بات اطمینان کے قابل نہیں ہی- ہماری راے میں کچھہ شک نہیں ہی کہ یہہ اسی لفظ " ایل " سے مشتق ہوا ہی — ابتدا میں پہاڑ کے نام کے ساتھہ اسکا استعمال تھا بمعنی کوہ خدا — پھر جو کہ ایل فاران خاص حجاز میں تھا عربوں نے اُس نواح کے تمام پہاڑوں کے لیئے " ایل " کی جمع " الال بنالی اور مکہ کے پہاڑوں پر اُس کا اطلاق کرنے لگے *

اگرچہ واقعات مندرجہ توریت مقدس اور قران مجید جنکا ہمنے اوپر بیان کیا آپس میں مطابقت رکھتے ہیں تاہم تین بڑے بڑے سوالات ہیں جو حضرت اسمعیل کی سکونت سے علاقہ رکھتے ہیں *

اول یہہ کہ — حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل اور اُن کی والدہ کو گھر سے نکال دینے کے بعد کہاں چھوڑا تھا *

دوم یہہ کہ — حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ نے بیابان میں آوارگی کے بعد کس جگہہ سکونت اختیار کی *

سوم یہہ کہ — آیا وہ اُسی جگہہ متوطن ہوئیں جہانکہ پہلے پہل تھہریں یا کسی اَور جگہہ *

قرآن مجيد میں ان امور کی بابت کچھہ تذکرہ نہیں ہی لیکن بعض ملکی روایتوں اور چند حدیثوں میں اس کا بیان ہی — وہ حدیثیں غیر مسند ہیں اور اس وجہہ سے راویوں کا سلسلہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہونچتا اور چونکہ مقامی روایتوں میں اُن واقعات کو جو مختلف موقعوں پر واقع ہوئے تھے خلط ملط کردیا ہی اس لیئے اُن پر اعتبار نہیں ہوسکتا — پس ہمارے نزدیک اول سوال کی نسبت جو کچھہ توریت مقدس میں لکھا ہی اُس سے زیادہ بحث کرنی فضول ہی — توریت میں لکھا ہی کہ " اُس نے یعنی ابراہیم نے اُس کو یعنی ہاجرہ کو روانہ کردیا اور وہ چلی گئی اور بیابان بئرشبع میں پھرتی رہی " (سفر تکوین باب ٢١ ورس ١٤) *

دو باقی ماندہ سوالوں کے باب میں توریت مقدس کی عبارت اس طرح پر ہی کہ ایک جگہہ لکھا ہی " اور وہ یعنی اسمعیل بڑا ہوا اور بیابان میں سکونت پذیر ہوا اور ایک تیر انداز ہوگیا " (سفر تکوین باب ٢١ ورس ٢٠) اور دوسری جگہہ لکھا ہی کہ " اُس نے یعنی اسمعیل نے بیابان فاران میں سکونت اختیار کی " (سفر تکوین باب ٢١ ورس ٢١) — توریت کا کوئی مفسر نہیں بیان کرتا اور نہ ملکی روایت سے یہہ بات ثابت ہوتی ہی کہ حضرت اسمعیل پہلے کسی ملک میں آباد ہوئے ہوں اور پھر کسی اور ملک میں چلے گئے ہوں اس لیئے یہہ بات تسلیم کرنی ضرور ہی کہ حضرت اسمعیل اور اُنکی والدہ جس حصہ ملک میں آباد ہوئی تھیں اُسی میں آباد رہیں پس توریت میں جہاں صرف بیابان میں آباد ہونے کا ذکر ہی اُس سے بیابان فاران ہی مراد ہی جسکی تصریح دوسرے ورس میں کی گئی ہی — پس ان سوالوں کا حل کرنا اس بات کی تحقیق پر منحصر ہی کہ بیابان فاران جہاں کہ حضرت اسمعیل کا سکونت پذیر ہونا بیان کیا گیا ہی کونسی جگہہ ہی *

مشرقی جغرافیہ دانوں کا بیان ہی کہ تین مقام بنام فاران موسوم ہیں — اول وہ مقام اور اُس کے گرد نواح کے پہاڑ جہاں اب شہر مکہ واقع ہی کیونکہ اُس زمانہ میں وہ بیابان تھا — دوم وہ پہاڑ اور گانوں جو مشرقی حصہ مصر یا عرب الحجر میں واقع ہی — سوم ایک ضلع جو سمرقند کی نواح میں ہی *

مشرقی جغرافیہ دانوں نے جو کچھہ کہ فاران کی نسبت لکھا ہی اُس کو ذیل میں مندرج کرتے ہیں *

فاران مذکور فی التوراۃ فی قولہ جاء اللہ من سینا و اشرف من سا عیر واستعلن من فاران فسا عیر جبال فلسطین و ھو انزالہ الانجیل علی عیسی و فاران مکۃ لوجبالھا علی ماتشھدبہ التوراۃ و استعلائہ منھا انزالہ القران علی رسولہ محمد صلعم و فاران قریۃ من نواحی سغد من اعمال سمرقند و قیل فاران و الطور کورتان من کور مصر قولہ * مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ و البقاع * و معجم البلدان یا قوت حموی *

و الطور جبل بارض مصر عند كورة تشمل علي عدة قري قبلهها و بالقرب منها جبل فاران * مراصد الاطلاع و معجم البلدان *

فاران ثلثة مواضع فاران اسم جبال مكة و قيل لها اسم جبال الحجاز و لها ذكر في التوراة يجي في اعلام نبوة النبي صلعم قال الا مهر ابو نصر ابن ماكولا ابو بكر نصر بن القاسم بن قضاعة القضاعي الفاراني الا سكندري سمعت ان ذلك نسبته الي جبال فاران وهي الحجاز و فاران قال ابو عبدالله القضاعي في كتاب خطط مصر فاران و الطور كور ثان من كور مصر القبلية و فاران من قري سمر قند * مشترك يا قوت الحموي *

الطور سبعة مواضع و الطور ايضا علم لجبل بعينه عند كورة تشتمل علي عدة قري بارض مصر من جهته القبلية بينها و بين جبل فاران * مشترك *

و طريق اخر علي ساحل البحر القلزمي ... من مصر الي عين شمس ... ثم الي بطن مغيرة ... ثم الي جون فاران ... و بالقرب من فاران موضع صعب اذا سلك و الريح ايضا مغربا و الد بور مشرقا و يسمي جبلان من جبلان الي جبل الطور الي ايله الخ * نزهة المشتاق لشريف الا دريسي *

مجھے معلوم نہیں ھی کہ کسی غیر ملک اور مذھب کے مورخ نے فاران اور حجاز کو جہاں اب مکہ معظمہ واقع ھی ایک ھی قرار دیا ھو - لیکن عربی ترجمہ توریت سامری میں جس کو آر کوئی ٹن صاحب نے سنہ ١٨٥١ ع عیسوی میں بمقام لگدنی بقاورم چھپوایا ھی اُس میں فاران اور حجاز سے ایک ھی جگہ مراد لی ھی اور فاران کے لفظ کے آگے خطوط ھلالی میں حجاز کا لفظ لکھدیا ھی اور وہ عبارت یہہ ھی -

" وسكن في برية فران (الحجاز) واخذت له امه امراة
من ارض مصر " (عربی ترجمہ توراۃ سامری)

عموماً عیسائی مورخ اس بات کو کہ فاران اور حجاز ایک ھی جگہہ سے مراد ھی تسلیم نہیں کرتے اس تسلیم نہ کرنے کا سبب یہہ ھی کہ اگر وہ اُس کو تسلیم کرلیں تو اس بات کی تسلیم بھی لازم آتی ھی کہ جو پیشین گوئی توریت میں فاران کی نسبت بیان ھوئی ھی بالشبہہ اُس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ھونا مراد ھی *

بھر حال اُن مصنفوں کا فاران کی نسبت مختلف طرح کا بیان ھی *

اول - یہہ کہ بعض کہتے ھیں کہ فاران وہ وسیع قطعہ زمین ھی جو بحرشیع کی شمالی حد سے لیکر کوہ سینا تک چلا گیا ھی اور فاران کے نام سے مشہور ھی - اُسکی حدود اربع عموماً یہہ بتلاتے ھیں - شمال میں کنعان - جنوب میں کوہ سینا - مغرب میں مصر - اور مشرق میں کوہ سعیر - اُس میں بیشمار چھوٹے چھوٹے بیابان ھیں جن کو ملاکر کل بیابان بنتا ھی اور وہ چھوٹے چھوٹے بیابان علحدہ علحدہ ناموں سے معروف ھیں مثلاً شور -

بعرشبع - ایثام - سعن - زین - عیدام وغیرہ *

دوم - بعض مصنفوں کا گمان ہی کہ قادیش جہاں کہ حضرت ابراہیم نے ایک کنواں موسوم بہ بیر شبع کھودا تھا اور فاران ایک ہی مقام ہی *

سوم — بعضوں کی یہہ راے ہی کہ فاران اُس بیابان کا نام ہی جو کوہ سینا کے † مغربی ڈھلاؤ پر واقع ہی — بیشمار عمارتوں اور پرانی قبروں اور میناروں وغیرہ کے آثار وہاں اب بھی پائے جاتے ہیں — مسٹر روپر کا بیان ہی کہ میں نے ایک کلیسا کے نشانات جو پانچویں صدی عیسوی میں بنایا گیا ہوگا دریافت کیئے — اور اُنکا یہہ بھی بیان ہی کہ چوتھی صدی میں اس مقام پر عیسائی آباد تھے اور ایک بطریق بھی وہاں رہتا تھا — ان بیانات کی تصدیق کرتے ہیں اس بات کے خیال میں کہ یہہ شہر اُس شہر سے مطابقت رکھتا ہی جسکا مشرقی مورخوں نے مشرقی کنارہ مصر پر موجود ہونا بیان کیا ہی ہمیں کچھہ بھی کلام نہیں ہی *

---

† یہہ ایک ایسا نام ہی جس کا اطلاق تورید میں اُس سارے صحرا پر معلوم ہوتا ہی جو یہودیہ کی سرحد سے ایکر حوالی سینا تک پھیلتا ہی — جو کہ ہم فاران کو حوالی سینا کے جنوب کے قطع میں (سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) اور شمالی جانب قادیش سے (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) ملحق اور اور جگہہ بھی پاتے ہیں اس لیئے اس بات کا فرض کرلینا کہ فاران اُس تمام قطعہ کا نام تھا جو ان حدود سے محدود ہی آسان معلوم ہوتا ہی پر نسبت اس کے کہ مقابل کے دو قطعوں کا ایک ہی نام قرار دیں — اس لحاظ سے وہ دقت جو اس نام کی صحیح صحیح تطبیق میں عارض ہوتی تھی ظاہر ہوگئی ہی جبکہ یہہ دیکھا جاے کہ سب جدا گانہ مقامات جو مختلف مصنفوں نے اُس کے واسطے قرار دیئے ہیں اُس قدرے وسیع قطعہ میں مجتمع ہوتے ہیں جو کہ ہمارے نزدیک اُس کا مصداق ہی — یہہ نام وادی فاران میں بھی بطوری موجود ہی جو سینای اسفل کا ایک وادی ہی اور جس میں ہوکر بنی اسرائیل ہنگام کوچ بجانب ممالک اعلی گذرے تھے — (کنوز سائکلو پیڈیا آف بائبل) *

ایک بیابان فلسطین کے جنوب کی جانب جہانکہ حضرت اسمعیل سکونت پذیر ہوئے تھے (سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۲۱) جس کے مغرب میں مگل اور یاق شمال میں یہودیہ کے جنوبی بھاگ اور مشرق میں قادیش کا بیابان اور اُس کے پہاڑ یہہ اہل پاراں یا بیابان فاران ہی (سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۶) نیز وہ ملک جس کے بعض اقطاع میں موسم برسگال میں کھاس اور سبزہ بہت ہوتا ہی جہانکہ حضرت ابراہیم نے بود و باش اختیار کی تھی قادیش اور شور کے مابین اور جہانکہ بنی اسرائیل کا قادیش کو جاتے وقت گذر ہوا تھا (سفر اعداد باب ۱۲ ورس ۱۶ اور باب ۱۳ ورس ۲۸) بیابان فاران سے مراد اُن پہاڑوں سے بھی ہوسکتی ہی جو اُس میدان کے مشرق کی جانب اور بیابان قادیش کے جنوب کی طرف واقع ہیں یا بیابان قادیش بیابان فاران بھی میدان ملحق کی وجہہ سے کہلاتا تھا جس طرح وہ بھی قادیش کے نام سے برجہہ چشمہ قادیش کے مشہور تھا (ہیجز ورٹ ڈکشنری) *

مگر یہہ سب بیانات درست نہیں ہیں جنکی غلطی ہم ثابت کرینگے — اگرچہ پہلے دو بیانات کی تائید میں کسی قسم کی شہادت موجود نہیں ہی اور اسلیئے اُنکی نسبت صرف یہہ کہدینا کہ وہ ثابت نہیں ہیں کافی تھا لیکن ہم اس غرض سے کہ اُنکے غلط ہونے میں کچھہ شبہہ باقی نہ رہے ہم اُنکی تردید کرتے ہیں *

اول بیان کی تردید کے لیئے یعنی اُس بیان کی تردید کے لیئے جس میں فاران کو ایک وسیع بیابان قرار دیا ہی اور اُس میں اور چھوٹے چھوٹے بیابان مثل شور اور سینا وغیرہ کے شامل کیئے ہیں اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہی کہ اُس کی تردید میں توریت مقدس کی چند آیتیں نقل کردیں کیونکہ اُن سے صاف منکشف ہوتا ہی کہ فاران خود ایک جداگانہ بیابان ہی اور گرد نواح کے بیابان اُس میں شامل نہیں *

(الف) " و بنی اسرائیل از بیابان سینی کوچ نمودند و ابر در بیابان پاران ساکن شد " (سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) — اس عبارت سے جسکا مطلب یہہ ہی کہ بنی اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کیا اور بیابان فاران میں مقام کیا قرار واقعی ثابت ہوتا ہی کہ وہ دونوں بیابان ایک دوسرے سے علحدہ اور جداگانہ بیابان تھے *

(ب) " پس در سال چہار دہم کدر لاعومر وملوکے کہ بہمراہش بودند آمدہ رفائیان را کہ در عشتروت قرنیم وزوزیان را درہام وایمیان را درشاوہ قریا ثایم شکست دادند — و نیز حوریان را در کوہ خود شان سعیر تا ایل پاران کہ در نزدیک صحراست " (سفر تکوین باب ۱۴ ورس ۵ و ۶) *

پس جب تک کہ بیابان فاران کو ایک علحدہ مقام نہ تسلیم کیا جاوے اس ورس کی عبارت سہمل ہوجاتی ہی *

(ج) " و خداوند موسی را خطاب کردہ گفت — کہ مردمانے بہ سفرست تا آنکہ زمین کنعان را کہ بہ بنی اسرائیل میدہم تجسس نمایند از ہر سبط آبائے ایشان یک نفرے کہ درمیان ایشاں سرور باشد بفرستید — پس موسی ایشاں را بفرمان خداوند از بیابان پاران فرستاد و آن مردمان ہمگی روسائے بنی اسرائیل بودند " (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۱ و ۲ و ۳) *

(د) " و روانہ شدہ پیش موسی و ہارون وتمامی جماعت بنی اسرائیل در بیابان پاران بہ قادیش رسیدند و بہ ایشاں وہم بہ تمامی جماعت خبر رساندند وہم بہ ایشاں میوۂ زمیں را نمودند " (سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) *

(ہ) " کہ گفت — خداوند از سینی بر آمد و از سعیر بر ایشاں تجلی کرد و از کوہ پاران در خشندہ شد وبا ہزاران مقدسان ورود نمود و از دست راستش بایشاں شریعتے آتشیں رسید " (سفر توریہ مثنی باب ۳۳ ورس ۲) *

(و) " خداوند از تیمان و قدوس از کوہ پاران آمد — سلاہ — جلالش آسمان هارا مستور کرد و زمین از حمدش پرشد " (کتاب حبوق باب ٣ ورس ٣) *

(ز) " و از مدیان برخاستند و به پاران آمدند و مردمان چندے از پاران به همراه خود شان گرفتند و به مصر بخدمت فرعون پادشاہ مصر آمدند " (کتاب اول ملوک باب ١١ ورس ١٨) *

اور دوسرے بیان کي یعني اسکي که قادیش اور فاران ایک هي مقام هی توریت مقدس کے مندرجہ ذیل ورسوں سے تکذیب هوتي هی *

(الف) " و نهز حوریان را در کوہ خودشان سعیر تاایل پاران که در نزدیک صحراست — و برگشته به عین مشپاط که قادیش است آمدند و تمامي مرز و بوم عمالیقیان وهم اموریاني که در حصصون تا مار سائین بودند شکست دادند " (سفر تکوین باب ١٤ ورس ٦ و ٧) *

یهه ظاهر هی که جب تک قادیش اور فاران دو جداگانه اور مختلف بیابان نه قرار دیئے جاویں ورس مذکورہ بالا کے کوئي معني نهیں هوسکتے *

(ب) " وروانه شدہ پیش موسی و هارون و تمامي جماعت بني اسرائیل در بیابان پاران به قادیش رسیدند و به ایشان وهم به تمامي جماعت خبر رساندند وهم به ایشان میوہ زمین رانمودند " (سفر اعداد باب ١٣ ورس ٢٦) *

اس ورس میں جن لفظوں کے نیچے همنے لکیر کردي هی اُنکے ترجمہ میں همکو شبهه هی اس لیئے هم اصل عبري عبارت اور اُس کا ایک نهایت قدیم ترجمہ عربی کا جو سنه ١٦٧١ عیسوي میں معه لاطیني ترجمہ کے چھپا هی اس مقام پر نقل کرتے هیں

וַיֵּלְכוּ וַיָּבֹאוּ אֶל — מֹשֶׁה וְאֶל — אַהֲרֹן וְאֶל כָּל — עֲדַת בְּנֵי — יִשְׂרָאֵל אֶל — מִדְבַּר פָּארָן קָדֵשָׁה :

و قد سوا الي موسی و هارون و جماعة بني اسرائیل الي برية فاران الي قادس — سفر العدد الاصحاح ١٣ * ٢٦ *

اصل عبري عبارت میں صرف یهه لفظ هیں " ال مدبر فاران قادیش " — عربي زبان میں جو قاعدہ بدل اور مبدل منه کا هی وہ عبري زبان میں نهیں هی اور اس لیئے فاران اور قادیش بدل اور مبدل منه نهیں هوسکتے — اور ضرور هی که ان دونوں کے درمیان کوئي لفظ مقدر مانا جاوے — فارسي مترجم نے حرف ب کو مقدر مانا هی اور " به قادیس " ترجمہ کیا هی — اور عربي مترجم نے " الي " مقدر مانا هی اور " الي قادیش " ترجمہ کیا هی — اور لاطین کے مترجم نے جو لفظ مقدر مانا هی اُس کا ترجمہ یهه هی " جو که هی قادیش کے " مگر عربي قدیم ترجمہ صحیح معلوم هوتا هی اس لیئے که فاران

کے ما قبل بھي ال يعني " الي " کا لفظ آيا هی اور وهي لفظ قادیش پر سے محذوف کردیا هی - پس اس ترجمه کے مطابق معني يهه هوتے هیں که " آئے بیابان فاران کي طرف قادیش کي طرف سے يعني قادیش کے رستہ سے " اس صورت میں صریح ظاهر هوتا هی که فاران اور قادیش دو مختلف مقاموں کے نام هیں اور اسي کي تائید سفر تکوین کے ورسوں سے هوتي هی جو اوپر مذکور هوئے هیں *

اب همکو تیسرے فاران پر غور کرنا چاهیئے جس کا کوہ سینا کے مغربي دهلاؤ پر واقع هونا بیان هوا هی — اس سے انکار نهیں هوسکتا که وهاں ایک مقام هی جو فاران کے نام سے مشهور هی مگر سوال یهه هی که آیا وه وهي بیابان هی جسکا ذکر سفر تکوین میں آیا هی که حضرت اسمعیل صحراے بمرشبع میں سرگرداني کے بعد وهاں آکر ٹهیرے تهے اور کیا وه وهي مقام هی جهاں حضرت اسمعیل فی الحقیقت متوطن هوئے تهے — اس لیئے که اگر از روے تجسس اور تفتیش کے یهه ثابت هوجاوے که حضرت اسمعیل وهاں متوطن نهیں هوئے تهے تو اس سے لازم آویگا که یهه فاران وه فاران نهیں هی جس کا ذکر سفر تکوین میں آیا هی *

کوئي ملکي روایت ایسي موجود نهیں هی جس سے ثابت هو که حضرت اسمعیل نے اس جگهه سکونت اختیار کي تهي — رورنٹ مسٹر فارسٹر جو اسي مقام کو حضرت اسمعیل کي سکونت کي جگهه خیال کرتے هیں اور جسکے دلائل اُس کي تائید میں لاتے هیں وه کسي قسم کي شهادت پر مبني نهیں هیں — مگر هم اس غرض سے که اُنکے غلط هونے میں کچهه شبه باقي نه رهے اُن دلیلوں کي غلطي بیان کرتے هیں *

مصنف موصوف نے سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱۸ پر جس کي یهه عبارت هی " وایشان از حویلاه تاشور که هنگام رفتن تو بمه اشور در برابر مصر است ساکن بودند و مسکن او در حضور تمامي برادرانش أفتاد " — استدلال کرکے بیان کیا هی که " خداے تعالی کے وعدے اسي میں ایفاء هوگئے تهے جبکه اسماعیلیوں کي آبادي شور سے حویلاه تک انتهاے عرب میں یعني سرحد مصر سے لیکر دهانهاے فرات تک پهیل گئي تهي " *

اول غلطي صاحب موصوف کي یهه هی که حویلاه کو † دهانهاے فرات پر قرار دیا هی -

---

† رورنٹ مسٹر فارسٹر صاحب حویلاه کي سکونت کي تصحیح لکهتے هیں نه " ارض حویلاه سے جو حضرت موسی کے زمانے صفحهٔ میں مذکور هی وه حصه عرب کا مراد هی جو دهانهاے فرات سے ملحق هی اور جنوب کي جانب ساحل خلیج فارس کے برابر برابر چلا گیا هی " یهه بیان اس بنا پر هی (اگرچه همارے نزدیک قابل وقعت نهیں هی) که جزایر بحرین میں سب سے مشهور جزیرے " ار ال " کے نام میں اصلي نام حویلاه کے آثار پائے جاتے هیں — اس دلیل کے استحکام میں صاحب موصوف یهه بیان کرتے هیں که " آگم آنے والي مثالوں سے عربي زبان کے استعمال میں جو مختلف تصرفات اس نام میں

در اصل حویلہ جس کے بانی کا نام سفر تکوین باب ١٠ ورس ٢٩ میں مذکور ہی نواح یمن میں ارض بلد شمالي ١٧ درجہ ٣٠ دقیقہ اور طول بلد شرقي ٤٢ درجہ ٣٦ دقیقہ پر واقع ہی اور اسکي کامل تصدیق عرب کے اُس نقشہ کے معائنہ سے ہوسکتي ہی جو عرب کے جغرافیہ کي شکل کے مطابق ہی واکر صاحب کے نقشہ نکس سے چھوٹا کرکے بنایا گیا ہی اور اُسي کے ساتھہ شام اور مصر کے اُن اقطعے کو بھي زیر نظر رکھنا چاھیئے جن کا نقشہ رورنڈ کار ٹرٹ پي کھرے - ایم - اے - نے مرتب کیا ہی

دوسري غلطي یہہ ہی کہ مصنف موصوف نے اور عیسائي مورخوں اور جغرافیہ دانوں کي تقلید اختیار کرکے " شور " کو عرب الحجر کے مغرب میں قرار دیا ہی جبانکہ صحراے ایثام واقع ہی اور یہہ قطعي غلطي ہی کیونکہ صحراے " شور " سے توریت مقدس میں مراد تمام اُس وسیع میدان سے ہی جو شام سے لیکر جانب جنوب ملک مصر تک منتہي ہوتا ہی *

اصل عبري توریت میں صرف دو نام ہیں — شور שׁוּר اور — اشورہ אַשּׁוּרָה بغیر الحاق لفظ صحرا کے موجود ہیں — ان دونوں ناموں میں سے شور سے مراد شام اور اشورہ سے مراد — اسریا - ہی *

اس سے صاف واضح ہی کہ بني اسمعیل اُس وسیع قطعہ میں آباد ہوئے تھے جو شمالي حدود یمن سے جنوبي سرحد شام تک منتہي ہوتا ہی - یہہ جگہہ اب بنام حجاز معروف ہی اور فاران سے مطابقت رکھتي ہی - ہمارے اس نتیجہ کي اس امر سے بھي تصدیق ہوتي ہی کہ یہي سر زمین ٹھیک مصر کے سامنے واقع ہوتي ہی اگر کوئي شخص وہاں سے اسریا کي جانب عزیمت کرے اور توریت مقدس کي اس آیت کي کماحقہ تصدیق ہوتي ہی جہاں لکھا ہی " جو کہ سامنے مصر کے ہی اگر تو اسریا کي طرف روانہ ہو " یعني مصر کے سامنے ہی اگر تم ایک خط مستقیم وہاں سے اسریا تک کھینچو *

فاران کي حدود اربع جو رورنڈ مسٹر فارسٹر نے بہ حوالہ ڈاکٹر ولز کے قرار دي ہیں کہ اُس کے مغرب میں بھابان شور ہی اور مشرق میں کوہ سعیر اور شمال میں ارض کنعان اور جنوب میں بحر احمر یہہ حدود بھي بالکل غلط ہیں *

ہوئے ہیں معلوم ہونگے چاہیے - او ال — او آل — حویل - حویلہ — خو ہے ط — حولان — چول وولان — ان لفظوں میں سے بعضے لفظ ایک ہي جگہہ یا ضلع کے مختلف نام ہیں " ایسے عظیم سوالات کا اس طرح پر حل کرنا اور اُن سے نتائج کا استنباط کرنا کامل اور ذاتواداراتہ تحقیقات کے قواعد معینہ کے مطابق صحیح نہیں ہی اور اسي لیئے وہ قابل وقعت نہیں ہیں اور اسي باعث سے ہمنے لکھا ہی کہ رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بیان میں غلطي کي ہی علی الخصوص اس وجہہ سے کہ یہي نام پورا پورا عرب کے دوسرے حصہ میں موجود ہی *

سفت پال حواري لے جو خط گلتيوں کے نام لکھا هی اُس کے چوتھے باب میں بائیسویں ورس سے چوبیسویں ورس تک یہہ عبارت مندرج هی " یہہ لکھا هی کہ ابراهم کے دو بیٹے تھے ایک لونڈي سے دوسرا آزاد سے - وہ جو لونڈي سے تھا جسم کے طور پر پیدا هوا اور جو آزاد سے تھا سو وعدے کے طور پر پیدا هوا - اس کے یہہ معني ظاهر هیں کہ یہہ عورتیں دو عہد نامے هیں ایک تو کوہ سینا کي جو صرف غلام جلتي هی هاجرہ هی کہ وہ هاجرہ عرب کا کوہ سینا هی اور یہاں کے یروشالم کي همجنس هی اور اپنے لڑکوں کے ساتھہ غلامي میں هی — پر اوپر کي یروشالم آزاد هی سو هم سبھوں کي ماں هی " اسپر رورنڈ مسٹر فارسٹر یہہ نتیجہ نکالتے هیں کہ کوہ سینا اور هاجرہ ایک هي هیں — معلوم هوتا هی کہ یہہ قول خود مصنف موصوف هي کا قول هی کیونکہ جہانتک کہ همکو واقفیت هی هم کسي یوسائي مصنف کا قول اس کے مطابق نہیں پاتے هیں — کوئي مشرقي مورخ یا جغرافیہ داں ایسا نہیں معلوم هوتا جس نے کوہ سینا اور هاجرہ کو ایک هي سمجھا هو اور نہ انجیل مقدس کي کسي آیت سے یہہ مترشح هوتا هی کہ کوہ سینا اور هاجرہ سے ایک هي شی مراد هی — سفت پال حواري کا اصلي منشا یہہ معلوم هوتا هی کہ اسي کوہ سینا پر دو معاهدے کیئے گئے تھے ایک حضرت اسحاق کے ساتھہ اور دوسرا حضرت اسمعیل پسر هاجرہ کے ساتھہ — سفت پال حواري نے کنایاً فرمایا کہ " یہہ هاجرہ کوہ سینا ملک عرب میں هی " یعني یہہ هاجرہ یعني بني هاجرہ وہ معاهدہ هی جو کوہ سینا پر بھي کیا گیا تھا اور اور شلیم کا همسایہ هی جو بالفعل موجود هی اور اُس کي اولاد کے ساتھہ غلامي میں هی - عبارت مذکورہ بالا کو اسطرح پھیرنا کہ اُس کے معني سے هاجرہ اور سینا کا مقام واحد هونا ثابت هوجاوے بالکل غیر ممکن هی *

کتاب اول تواریخ ایام باب ۵ ورس 9 اور ۱۰ میں بعض اقوام بني اسرائیل کے آباد هونے کے ذکر کے ساتھہ یہہ عبارت مندرج هی " و بہ طرف شرقي تا مدخل بیابان کہ بہ کنارہ نہر فرات باشد ساکن میشدند زیرا کہ در زمین گلعاد گلہ هاے ایشاں زیاد میشدند - و در زمان شاول ایشاں با هگریان دعوے کردند کہ انہا بدست ایشاں اُفتادند و در چادر هاے ایشاں در تمامي مرزو بومي کہ بہ طرف گلعاد باشد ساکن شدند " - ان ورسوں پر استدلال کرکے رورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے هیں کہ گلعاد کے شرقي نواح جو رود فرات اور خلیج فارس کي سمت میں هی حضرت اسمعیل کے ابتدائي مقام سکونت سے مطابق هوتا هی ایک عرصہ کے بعد حضرت اسمعیل کي اولاد قریب قریب سارے جزیرہ نماے عرب میں پھیل گئي اور اُنمیں سے بعض لوگ مقام متنازعہ بالا کو قدیمي باشندوں سے چھینکر وهاں جابسے *

مگر ان ورسوں سے جو مقصد رورنڈ مسٹر فارسٹر کا هی وہ حاصل نہیں هوتا کیونکہ اُن سے صرف یہہ بات ظاهر هوتي هی کہ بني هاجرہ نے سواحل خلیج فارس پر شکست کھائي

اور یہہ شکست آٹھہ سو برس بعد حضرت اسمعیل کے واقع ہوئي تھي — ان برسوں سے یہہ بات کسي طرح ثابت نہیں ہوتي کہ یہہ وہي جگہہ تھي جہاں خود حضرت اسمعیل متوطن ہوئے تھے *

رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ حضرت اسمعیل کي اولاد نے خلیج فارس کے شمالي سمت سے لیکر یمن تک تمام ملک پر قبضہ کرلیا تھا مختلف مقامات کے ناموں کي بني هاجرہ کے ناموں کے ساتھہ مطابقت کرنے میں از حد کوشش کي هی — بعض مطابقتیں اس طرح پر کی هیں جن پر اعتبار نہیں هوسکتا اور بعض میں اپنے معمولي قاعدہ کے مطابق صرف ایک حرف کے مطابق هوجانے کو کافي سمجھا هی اور بعض ناموں کے مطابق کرنے میں اُنکو کامیابي بھي هوئي هی — لیکن جس امر کے قایم کرنے میں رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اسقدر جاں فشاني سے ناکام کوشش کي هی دو وجہہ سے قابل التفات اور لایق توجہہ نہیں هی *

اول اسلیئے کہ همارے نزدیک بھي حضرت اسمعیل کي اولاد یعني اُنکے بارہ نامور بیٹے اور اُن بیٹوں کي اولاد صرف اُس تنگ قطعہ زمین میں محصور نہیں رهي جو مکہ معظمہ کے گرداگرد هی بلکہ امتدادزمانہ میں اُنکي اولاد قریب قریب تمام جزیرہ نماے عرب میں پھیل گئي تھي — مشرقي مورخ بھي اس کے قایل هیں جیسا کہ عبارت مندرجہ ذیل سے ثابت هوتا هی — پس یہہ امر متنازعہ فیہ نہیں هی *

ولماکثر ولد اسمعیل صلی اللہ علیہ وسلم ضاقت علیہم مکۃ فانتشروا فی البلاد فکانوا لایدخلون بلداً الا اظہر هم اللہ علی اهلہ و هم نفروا العمالیق * معارف ابن قتیبۃ *

دوم اس لیئے کہ اس مقام پر یہہ امر بحث طلب نہیں هی کہ امتداد زمانہ کے بعد حضرت اسمعیل کي اولاد کہاں کہاں پھیل گئي تھي — بلکہ اس بات پر بحث هی کہ حضرت اسمعیل اور اُنکي اولاد ابتدا میں کس جگہہ آباد هوئي تھی — پس جو کچھہ کہ رورنڈ مسٹر فارسٹر نے لکھا هی اُس سے امر بحث طلب کو کچھہ علاقہ نہیں هی *

اب هم اس امر کو بیان کرنا چاهتے هیں کہ کتب خمسہ حضرت موسی میں اُس فاران کا جو مشرقي مصر میں کوہ سینا کے مغربي ڈھلاؤ پر واقع هی کچھہ بھی ذکر نہیں هی اور یہہ امر اُس وقت بخوبي واضح هوجاتا هی جبکہ حضرت موسی اور اُن کے همراهیان بني اسرائیل کی صحرانوردیوں کے مقامات پر لحاظ کیا جاوے — سفر خروج باب ۱۵ ورس ۲۲ میں لکھا هی — " پس موسی اسرائیلیان را از دریاے احمر کوچانید و بہ بیابان شور رفتند و سہ روز در بیابان راهي شدہ آب نیافتند " اور جبکہ اُنھوں نے بیابان سین کو طے کیا تب عمالیق کي قوم آئي اور رفیدیم میں بني اسرائیل سے لڑي دیکھو (سفر خروج باب ۱۷ ورس ۸)

بني عملیق قدیم رهنے والے رفیدیم کے نهیں تهے بلکه اُس وادي کے رهنے والے تهے جس کا ذکر سفر اعداد باب ۱۴ ورس ۲۵ میں هی اور اس ورس میں بهي جو لفظ "آئے" کا استعمال هوا هی اُس سے بهي ظاهر هوتا هی که وه رفیدیم کے رهنے والے نه تهے *

یهه بات یاد رکهني چاهیئے که رفیدیم سینا کے جانب مغرب یعني مشرقي مصر میں واقع هی اور یهه وهي جگهه هی جهاں حضرت موسی نے اپنے اعجاز سے ایک چٹان میں سے پاني کا چشمه نکالا تها اور اُس کا نام "مساه" اور "مریبا" رکها تها (دیکهو سفر خروج باب ۱۷ ورس ۶ و ۷) اور اسي جگهه حضرت موسی نے ایک قربان گاه بنائي تهي اور اُس کا نام "یهواه نسی" رکها تها (دیکهو سفر خروج باب ۱۷ ورس ۱۵) *

حضرت موسی اب آگے کو مشرق کي طرف بڑهے اور صحراے سینا میں پهونچکر کوه خدا کے پاس ڈیرے ڈالے اور اسي مقام پر اُن کے خسر مسمی یثرو کاهن اُن سے ملنے کو آئے (دیکهو سفر خروج باب ۱۸ ورس ۵ و باب ۱۹ ورس ۲) *

اس میں کچهه شک نهیں که یثرو کاهن حضرت موسی کے خسر کوه سینا کے مشرق کي جانب سے آئے تهے — کیونکه مدیان جهاں که وه کاهن تهے اُس کے مشرق کي سمت میں واقع هی - اس تمام سفر میں جو حضرت موسی نے مصر سے سینا تک کیا فاران کا کچهه ذکر نهیں آیا *

سینا سے بني اسرائیل کا کوچ شمالي مشرق سمت میں تها — اس سفر کے باب میں سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲ میں یهه لکها هی "و بني اسرائیل از بیابان سیني کوچ نمودند و ابر در بیابان پاران ساکن شد" - حضرت موسی نے اس سفر میں پهلي منزل اُس مقام پر کي تهي جس کا نام "تبعیراه" تها (دیکهو سفر اعداد باب ۱۱ ورس ۳) - پهر وهاں سے "قبروت هتا واه" کو روانه هوئے اور وهاں سے "حصیروث" کو کوچ کیا (دیکهو سفر اعداد باب ۱۱ ورس ۳۴ و ۳۵) اور اس اخیر مقام سے کوچ کرکے بیابان پاران میں داخل هوئے (دیکهو سفر اعداد باب ۱۲ ورس ۱۶) - جو که یهه پاران وهي جگهه هی جهاں ابر کا ٹهیرنا بیان کیا گیا هی اس لئے کچهه شک نهیں که حضرت موسی کا کوچ شمالي اور مشرقي سمت میں تها یعني قادیس کي طرف (دیکهو سفر اعداد باب ۱۳ ورس ۲۶) اور اس لئے وه فاران جس کا ذکر حضرت موسی نے کیا هی سینا کے مغرب کي جانب نهیں هوسکتا *

پس بآساني یهه بات کهي جاسکتي هی که وه شهر فاران جسکو روپر صاحب نے بیان کیا هی اور جس کے آثار اُنهوں نے پائے هیں اور جو مشرقي مورخوں کي نظر سے بهي چهپا هوا نه تها حضرت موسی کے زمانه میں موجود نه تها — اور یهه کب خیال میں آسکتا هی که ایسے بیابان میں جس کي نسبت حضرت موسی نے بیان کیا هی که "بیابان

وسیع و هولناک که دراں مار سوزندہ و عقرب و زمین خشک بے آبے بود " اُس زمانہ میں کوئی شہر موجود ہو (دیکھو سفر توریہ مثنی باب ۸ ورس ۱۵) *

عیسائی مصنفوں نے بیابان فاران کا جو مقام قرار دیا ہی اُس پر اعتبار کرنا حضرت موسی اور بنی اسرائیل کی صحراے نوردی کے بیان کی صحت پر منحصر ہی اور اس امر کی نسبت کہ حضرت موسی اور بنی اسرائیل صحرا نوردی کی حالت میں کن کن مقاموں پر ہوکر گذرے تھے خود عیسائی علماء اور فضلا میں اسقدر اختلاف ہی کہ اس قدر اختلاف شاید ہی کسی اَور امر کی نسبت ہو — ہم اس مقام پر حضرت موسی اور بنی اسرائیل کی صحرا نوردی کا ایک نقشہ شامل کرتے ہیں اُس سے ظاہر ہوگا کہ خود علماء عیسائی نے پانچ مختلف رستے صحرا نوردی کے بیان کیئے ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہی جسکی نسبت بطور یقین کے بیان کیا جاسکے کہ درحقیقت ان پانچوں میں سے صحرانوردی کا کونسا صحیح رستہ ہی *

فاران پسر عوف کی اولاد بنی فاران کے نام سے مشہور تھی — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ حضرت موسی کے زمانہ کے بعد کسی وقت میں کچھہ لوگ اس قبیلہ کے یمن والوں اور قرب و جوار کی قوموںکے ساتھہ دایمی جھگڑوں اور قصوں کے سبب سے شمال اور مشرقی سمت کو چلے گئے ہونگے اور کوہ سینا کی مغرب کی جانب مشرقی مصر میں قیام کیا ہوگا جہاں رفتہ رفتہ ایک گانوں یا قصبہ اُسی قوم فاران کے نام سے آباد ہوگیا ہوگا جسکا ذکر روپو صاحب اور اور مشرقی مورخوں نے کیا ہی — مگر حضرت موسی کے وقت میں اُسکا کچھہ وجود نہ تھا اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ وہ اپنے ہمنام بیابان یا پہاڑ سے جسکا ذکر توریت میں ہی بالکل علحدہ ہی *

اگر بیابان فاران سے وہ سارا وسیع میدان مراد لیا جاوے جو شام سے یمن تک چلا گیا ہی جیسا کہ خود کتاب مقدس میں مذکور ہی اور صرف ملکی روایتوں ہی اُس کی تائید نہیں کرتیں بلکہ مشرقی مورخ بھی اُس کے مؤید ہیں تب حضرت موسی کے کوچ کے تمام بیان کی تطبیق ہوجاتی ہی اور اُس کی صحت کی تصدیق ہوتی ہی جیسا کہ آگے بیان ہوگا *

اُس تمام وسیع میدان پر جو شام کے جنوب میں واقع ہی کاتبین مقدس عموماً ارض شور کا اطلاق کرتے ہیں مگر بعض مقام میں اُس کو صرف " بیابان " سے تعبیر کیا ہی (دیکھو سفر خروج باب ۱۳ ورس ۱۸) اور بعض جگہہ " بیابان عظیم " سے (دیکھو سفر توریہ مثنی باب ۸ ورس ۱۵) اور اس بیابان میں ایتام — سین — سینا — سن — قادیس — عیدام جو چھوٹے چھوٹے بیاباں ہیں اور نیز ایک حصہ فاران کا شامل ہی *

جو کچھہ کہ ہمنے اوپر بیان کیا اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ہمنے شور اور شلم کو ایک ہی

ملک قرار دیا ہی — سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱۸ میں دو نام آئے ہیں ایک شور اور دوسرا اشورہ — تمام عیسائی مصنف اشورہ کو " اسریا " سے تعبیر کرتے ہیں — پس کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ شور سے شام مراد ہی — اگر کوئی اس سے انکار کرے تو اُس کی وجہہ بجز اس کے آؤر کوئی نہیں ہوسکتی کہ اس تطبیق کا تسلیم کرنا اسلام کے مفید مطلب ہی کیونکہ سفر توریہ منثنی باب ۳۳ ورس ۲ اور کتاب حبقوق باب ۳ ورس ۳ میں جو پیشگوئی ہی وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صادق آتی ہی *

ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ فاران کی شمالی حد پر قادیش اور مغربی حد پر صحرائے " سن " اور خلیج عرب واقع ہی *

جبکہ حضرت موسی سینا سے روانہ ہوئے تو ابر قادیش کے نزدیک فاران میں ٹھہرا (دیکھو سفر اعداد باب ۱۰ ورس ۱۲) اور حضرت موسی " تبعیراہ " " قبروث ہتا واہ " — اور " حصیروث " — ہوکر فاران میں آئے جو قادیش کے نواح میں ہی — اس جگہہ سے اُنہوں نے ایلچی روانہ کیئے جو واپس آئے وقت اول قادیش میں پہونچے اور اُس کے بعد فاران میں — یہہ ایک سیدھا اور صاف بیان ہی جس سے حضرت موسی کے فاران میں سفر کرنے کا معما بخوبی حل ہوجاتا ہی *

اب ہم توریت مقدس کے اُن ورسوں پر غور کرینگے جو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کے نکال دینے کے باب میں ہیں — سفر تکوین باب ۲۱ ورس ۱۴ و ۱۵ میں لکھا ہی کہ " و ابراہیم در صبح دم سحر خیزی نمودہ نان و مطہرہ آب را گرفتہ و بہ ہاجرہ دادہ بہ دوش گذاشت وہم پسوش را (باو دادہ) اورا رواندہ نمود پس راہی شدہ در بیابان بیرشبع سرگردان شدہ — و آبے کہ از مطہرہ بود تمام شد و پسر را در زیر بوتہ از بوتہا گذاشت " — جس عبارت کے نیچے ہمنے خط کھینچدیا ہی اُس کے خواہ نخواہ یہہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت ہاجرہ بیابان بیرشبع ہی میں پھرتی رہیں اور اُسی مقام پر صرف وہی پانی جو حضرت ابراہیم نے اُن کو دیا تھا اُن کے پاس تھا اور وہی ختم ہوگیا تھا — بلکہ دو وجہہ سے اس ورس کے ایسے معنی لینے صحیح نہیں ہیں — اول اس وجہہ سے کہ بیرشبع جو حضرت ابراہیم نے قادیش کے نزدیک کھودا تھا اور جس کے نواح میں وہ خود ایک عرصہ دراز تک رہے تھے ایک ایسا مقام تھا جس کے حالات اور جس کے قریب پانی کے کنوئیں کا ہونا حضرت ہاجرہ سے پوشیدہ نہ تھا — دوم اس وجہہ سے کہ بیابان بیرشبع میں پانی کا اسقدر نایاب ہونا ناممکن تھا — کیونکہ وہاں صرف حضرت ابراہیم ہی کے بنائے ہوئے کنوئیں نہیں تھے بلکہ قوم فلسطین کے تعمیر کیئے ہوئے بھی موجود تھے (دیکھو سفر تکوین باب ۲۶ ورس ۱۸ لغایت ۲۲) * ہمارے نزدیک اُس عبارت کے

معني جو عيسائي مصنفوں نے قرار ديئے هيں اُس سے زيادہ تر صحيح اور صاف يہہ هيں کہ مکان سے نکلنے کے بعد حضرت هاجرہ بيابان بيرشبع ميں پھرتي رهيں مگر ملک کا وہ حصہ سکونت کے قابل نہ تھا کيونکہ بيرشبع کے ارد گرد ايسي قومیں رهتي تھيں جو لڑا اور جھگڑا تو تھيں اور ذرا سا رحم بھي ان کے دل ميں نہ تھا — اس ليئے حضرت هاجرہ نے ايسے مقام پر جانے کا خيال کيا هوگا جہاں اُن کو امن ملے اور آسايش سے رہ سکيں اور ايسا مقام بلاشبہہ وہ تھا جہاں عرب العاربہ کي قومیں رهتي تھيں اور اس ليئے کچھہ شک نہيں رهتا کہ حضرت هاجرہ نے اُس نواح ميں جانے کا قصد کيا *

جو ايک چھاگل پاني حضرت ابراهيم نے اُن کے ساتھہ کرديا تھا وہ ختم هوگيا هوگا اور رستہ ميں متعدد جگہہ سے جہاں کہيں پاني دستياب هوا هوگا حضرت هاجرہ نے بھرليا هوگا ليکن جب وہ بيابان فاران ميں پہونچي هونگي تو پاني ملنے کي مشکل پيش آئي هوگي کيونکہ اُس بيابان ميں پاني نہايت کمياب هي — ايسا معلوم هوتا هي کہ جب حضرت هاجرہ اُس مقام پر پہونچيں جہاں اب مکہ معظمہ هي تو اُنکے پاس پاني باقي نہيں رها تھا اور حضرت اسمٰعيل تشنگي کے سبب سے ضعيف اور قريب المرگ هوگئے هونگے اور حضرت هاجرہ نہايت تشويش اور اضطراب کي حالت ميں ادهر اودهر پاني تلاش کرنے کو دوڑتي پھرتي هونگي — يہہ بيان ايسا صاف هي جس ميں کوئي امر خلاف قياس يا خلاف فطرت انساني نہيں هي *

خانہ بدوش عرب پاني کے چشمہ کو جو اُن کو جنگل ميں ملتا تھا جھانکڑ وغيرہ ڈالکر مٹي سے چھپا ديتے تھے تاکہ اُن کے سوا اَور تسيکو اُس کا پتہ نملے اور يہہ رسم پاني کے کمياب هونے سے اُن ميں جاري تھي اور ابتک جاري هي *

يہہ بات نہايت قرين قياس هي کہ اسي طرح عربوں نے اُس چشمہ کو جو اُس مقام پر تھا جہاں اب چاہ زمزم واقع هي چھپا ديا هوگا کيونکہ لفظ "بير" عبري ميں چشمہ آپ کے معني ميں بھي آيا هي *

ان تمام حالات سے ظاهر هوتا هي کہ جس وقت حضرت هاجرہ مضطربانہ ادهر اودهر دوڑ رهي تھيں تو اُن کو وہ چشمہ مل گيا — توريت مقدس کي عبارت سے بھي اسي طرف اشارہ پايا جاتا هي جہاں لکھا هي "و خدا چشمان اورا کشادہ کرد و چاہ آبے ديد وروانہ شدہ مطہرہ را از آب پر کردہ و بہ پسر نوشانيد" (سفر تکوين باب ۲۱ درس ۱۹) عربي روايتوں ميں اس واقعہ کو اس طرح پر تعبير کيا هي کہ ايک فرشتہ نے اُس مقام پر اپنے بازو يا پاؤں سے ايک گڑھا کرديا جس ميں سے پاني نکل آيا — يہہ بيان اُسي قسم کا هي جيسا کہ مذهبي روايتوں کو ايک عظمت دينے کے ليئے هوتا هي مگر جو اصلي واقعہ هي وہ اُس سے صاف پايا جاتا هي

بخاري کي حديث همنے اوپر نقل کي هی اور اُسکو بجاے پيغمبر کي حديث هونے کے ايک ملکر اور قومي روايت کا درجه ديا هی اُس سے بهي اتني بات که حضرت هاجره جب اُس مقام پر پهونچيں جهاں اب مکه هی تو پاني هوچکا اور حضرت اسمعيل تشنگي سے قريب المرگ هوگئے تو وهاں اُنکو چشمه مل گيا بخوبي ثابت هوتي هی - پس يهه ايک ايسي روايت هی جس کو ايام جاهليت کے عربوں نے همپشه مستند تسليم کيا هی اور باوجوديکه وه لوگ بيشمار قوموں اور فرقوں ميں جو ايک دوسرے کے مخالف تهے اور هرايک کا مذهب اور اعتقاد بهي جدا گانه تها منقسم هوگئے تهے اسپر بهي مذکوره بالا امر ميں سب متفق تهے — اس ليئے هم اُس روايت کو جهوٹي اور موضوع نهيں خيال کرتے خصوصاً اس صورت ميں که توريت مقدس کے متعدد مقامات سے بهي اُس کي تصديق هوتي هی *

بهر حال حضرت هاجره نے اُس مقام پر جهاں اُن کو پاني کا چشمه ملا تها رهنا شروع کيا — جب اور لوگوں کو اُس چشمه کي خبر هوئي تو بني جرهم کے بهت سے لوگ اُس کے قرب و جوار ميں آکر آباد هوئے *

بخاري نے حضرت اسمعيل کے نکاح کرنے کي بابت ايک روايت لکهي هی جسکو هم بجنسه ذيل ميں لکهتے هيں *

قال (اے ابن عباس) فمرتاس من جرهم ببطن الوادي فاذا هم بطير كانهم انكروا ذلك و قالوا مايكون الطير الا على ماء فبعثوا رسولهم فنظر فاذا هو بالماء فاخبرهم فاتوا اليها فقالوا يا ام اسمعيل اتاذنين لنا ان نكون معك ونسكن معك فباع ابنها فنكح فيهم امراة قال ثم انه بدا لابراهيم فقال لاهله اني مطلع تركتي قال فجاء فسلم فقال اين اسمعيل فقالت امرته ذهب يصيد قال قولي له اذا جاء غير عتبة بيتك فلما جاء اخبرته فقال انت ذلك فاذهبي الى اهلك قال ثم انه بدا لابراهيم فقال لاهله اني مطلع تركتي فجاء فقال اين اسمعيل فقالت امرته ذهب يصيد فقالت الا تنزل فتطعم و تشرب فقال و ما طعامكم وما شرابكم قالت طعامنا اللحم و شرابنا الماء قال اللهم بارك لهم في طعامهم و شرابهم قال فقال ابوالقاسم بركة يدعوة ابراهيم (صلی اللہ علیہما وسلم) قال ثم انه بدا لابراهيم فقال لاهله اني مطلع تركتي فجاء فوافق اسمعيل من وراء زمزم يصلح نبالا فقال يا اسمعيل ان ربك امرني ان ابني له بيتاً قال اطع ربك قال امرني ان تعينني عليه قال اذا فعل اوكما قال فقاما فجعل ابراهيم يبني و اسمعيل يناو له الحجارة و يقولان ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم قال حتى ارتفع البناء و ضعف الشيخ عن نقل الحجارة فقام على حجر المقام فجعل يناو له الحجارة و يقولان ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم * بخاری کتاب الانبياء *

یہہ روایت بھی اُنھیں وجوہات سے جو ہمنے بخاری کی پہلی حدیث کی نسبت بیان کی ہیں ایک ملکی روایت کی مانند ہی نہ پیغمبر صاحب کی فرمائی ہوئی حدیث کی مانند — اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت اسمعیل نے ایک عورت سے نکاح کرلیا اور اُس کے بعد جب حضرت ابراھیم حضرت اسمعیل سے ملنے کو آئے تو اُس عورت سے نکاح کرنے کو نا پسند کیا اور طلاق دیدینے کا اشارہ کیا — چنانچہ حضرت اسمعیل نے اُس کو طلاق دیدی اور رھان کے نو آباد لوگوں میں سے ایک آؤر عورت سے نکاح کرلیا — اُس کے بعد جب دوسری دفعہ حضرت ابراھیم اُن سے ملنے کو آئے تو اُس عورت سے نکاح کرنے کو پسند کیا *

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت اسمعیل کی دونوں بیبیاں بنی جرہم کی قوم سے تھیں مگر توریت مقدس سے پایا جاتا ہی کہ اُنھوں نے پہلی دفعہ ایک مصری عورت سے نکاح کیا تھا *

ھمکو اسبات کے یقین کرنے کی وجہہ ہی کہ مذکورہ بالا روایت میں جو پہلی بیوی کا بھی بنی جرہم سے ہونا بیان کیا گیا ہی صحیح نہیں ہی — غالباً پہلی بیوی ایک مصری عورت تھی اور یہی وجہہ ہوگی کہ حضرت ابراھیم نے اُس عورت سے نکاح کرنا ناپسند کیا ہوگا — یہہ بھی قرین قیاس ہی کہ بنی جرہم نے ابتدا میں اپنی قوم کی بیٹی کو حضرت اسمعیل کے نکاح میں دینے سے تامل کیا ہوگا کیونکہ وہ حضرت اسمعیل کو غیر قوم اور غیر جنس خیال کرتے ہونگے — مگر باہم سکونت پذیر ہونے سے وہ خیال جاتا رہا ہوگا اور اس لیئے یقین ہوتا ہی کہ اُنکی دوسری بیوی بنی جرہم کی قوم سے تھیں *

قران مجید میں نسبت تعمیر خانہ کعبہ کے یہہ آیت موجود ہی " و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم " (سورۃ البقر آیت ۱۲۱) اور اس سے ثابت ہوتا ہی اور تمام آؤر قومی روایتوں سے یقیناً متحقق ہوتا ہی کہ حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل نے خانہ کعبہ کو بنایا تھا *

قران مجید کی رو سے بغیر کسی شک کے ہم مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت اسمعیل پیغمبر تھے اور خدا نے اُنکو مثل حضرت ابراھیم اُن کے باپ کے وحی بھیجنے اور اپنی مرضی ظاہر کرنے کے لیئے مبعوث کیا تھا تاکہ لوگوں کو اللہ تعالی کی عظمت اور وحدانیت کی طرف ھدایت کریں — توریت مقدس میں جو وعدہ کہ خدا تعالی نے حضرت ابراھیم سے حضرت اسمعیل کی نسبت کیا تھا وہ اس طرح پر مندرج ہی " و در حق اسمعیل ترا شنودم اینک اورا برکت دادہ ام و اورا بارور گردانیدہ بغایت زیاد خواھم نمود و دوازدہ سرور تولید خواھد نمود و اورا اُمت عظمی خواھم نمود " (سفر تکوین باب ۱۷ ورس ۲۰) یہہ وعدہ پورا ہوا اور اخیر تک پورا ہوتا چلا آیا

عیسائي مصنف اس وعدہ کے ہونے کي نسبت تو کچھہ کلام نہیں کرسکتے مگر از راہ مکابرہ یہہ کہتے ہیں کہ یہہ وعدہ جسمانی یعنی دنیوي طرز کا وعدہ تھا نہ روحانی طرز کا ۔ اگرچہ یہہ اُن کا کہنا صریح غلط ہی مگر اسمقام پر ہم اس مسئلہ پر بحث نہیں کرنے کے بلکہ آیندہ خطبہ میں جس میں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارات کا توریت اور انجیل میں موجود ہونا بیان کرینگے اُسي خطبہ میں اس امر پر بھی بحث کرینگے *

ایک آڑر روایت عموماً لوگوں میں مشہور ہی کہ خدا تعالی نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسمعیل کي قربانی کرڈالنے کا حکم دیا تھا ۔ اس روایت کي کچھہ اصلیت نہیں ہی ۔ زیادہ تر تقویت اُس روایت کو ہوتي ہی جس میں حضرت اسحاق کي قربانی کرنے کے حکم ہونے کا ذکر ہی اور اس اختلاف کا جو سبب ہی وہ ہم آگے بیان کرینگے *

حضرت ابراھیم نے جو اپنے بیٹے کي قربانی کرنے کا ارادہ کیا اُس کا ذکر قران مجید میں اس طرح آیا ہی " قال یا بني انی اري في المنام اني اذبحک فانظر ما ذا تري قال یا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاءاللہ من الصابرین فلما اسلما و تلہ للجبین وفدیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرویا انا کذلک نجزي المحسنین ان ھذا لھو البلاء المبین وفدیناہ بذبح عظیم " (سورہ الصافات آیت ۱۰۱ الغایت ۱۰۷) *

قران مجید میں اس امر کي تصریح نہیں ہی کہ حضرت اسحاق کي نسبت قربانی کا حکم تھا یا حضرت اسمعیل کي نسبت اور نہ کسي معتبر اور مستند حدیث سے اس کي تفصیل پائي جاتي ہی *

بعض مسلمان مورخوں کا قول ہی کہ حضرت اسحاق کی نسبت قربانی کا حکم تھا اور بعض کا قول ہی کہ حضرت اسمعیل کي نسبت تھا ـــ یہہ اختلاف توریت مقدس کي اُس آیت کے مبہم اور غیر مصرح ہونے کی وجہہ سے ہی جس میں اُس مقام کا ذکر ہی جہاں مذکورہ بالا قربانی کا عمل میں آنا تجویز ہوا تھا اور وہ آیت یہہ ہی " خدا ابراھیم را امتحان نمود و باو گفت ای ابراھیم و او گفت کہ اینک حاضرم و خداوند گفت کہ حال پسر یگانہ خود اسحق را کہ دوست می داري بگیر و بر زمین † موریاہ برو (عربي ترجمہ

---

† موریا کے معني ہیں تلخي خدایا حکم خدا یا خوف خدا اور قیز اور هلیم کے اُس پہاڑ کا نام ہی جسپر بیت المقدس تعمیر ہوا تھا اور جسپر بالفعل حضرت عمر کي بنائي ہوئي مسجد واقع ہی ۔ اسي مقام کو عموماً وہ مقام خیال کرتے ہیں جہانتک حضرت ابراھیم کو اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسحاق کي قربانی کرنے کا حکم ہوا تھا کیونکہ اس پہاڑ کے فرض کرنے میں بعض مشکلات پیش آتي ہیں ۔ توریت سامري سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۲ میں بجاے موریا کے مو زمین موہ لکھا ہی جیسا کہ انگریزي ترجمہ میں ہی اور جسکي نسبت لوگوں کو اطمینان ہوگیا تھا کہ یہہ وہي موہ ہی جو " شکم " کے قریب تھا اور جہاں حضرت

میں بجاے لفظ "موریاہ" کے "ارض الرویا" لکھا ہی اور توریت سامری کے عربی ترجمہ میں "ارض المختارة والمرشدة" لکھا ہی) و دراں جا اورا دریکے از کوہاے کہ بہ قومی گویم از براے قربانی سوختنی تقریب نما" (سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۱ و ۲) بعض مسلمان مصنفوں نے اس گمنام جگہہ کو بیت المقدس اور اُس کے پہاڑ قرار دیئے ہیں اور بعضوں نے مکہ معظمہ کے قریب کے پہاڑ — جو لوگ اُس مقام کو مکہ معظمہ کے پہاڑ قرار دیتے ہیں وہ اپنی راے کی تائید میں بیان کرتے ہیں کہ عبری لفظ "هریم" جس کے معنی جبال کے ہیں تثنیہ اور جمع دونوں صیغوں میں استعمال ہوتا ہی اور اس لیئے وہ استدلال کرتے ہیں کہ اُس سے مکۂ معظمہ کے مشہور دو پہاڑوں صفا اور مروہ میں سے ایک مراد ہی *

توریت مقدس میں اسی باب کی چودھویں آیت میں یہہ لکھا ہی "و ابراہیم اسم آں مکان را یہواہ یراہ گذاشت کہ تا امروزش چنیں ہم میخوانند و در کوہ خداوند نمایاں است" مسلمان مورخوں کے نزدیک یہہ مقام وہ ہی جہ مکۂ معظمہ کے پاس واقع ہی اور آج تک عرفات کے نام سے مشہور ہی — پس جو لوگ اُس قربان گاہ کو مکۂ معظمہ میں قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسمعیل کی نسبت ہوا تھا اور جو لوگ اُس قربان گاہ کو بیت المقدس میں قرار دیتے ہیں وہ حضرت اسحق کی نسبت قربانی کا حکم ہونا کہتے ہیں جیسےکہ مسعودی نے لکھا ہی جس کی عبارت یہہ ہی *

و قد تنازع الناس في الذبیح فمنهم من ذهب الی انه اسحق و منهم من راے انه اسمعیل فان کان الامر بالذبح وقع بمنی فالذبیح اسمعیل لان اسحق لم یدخل الحجاز و ان کان الامر بالذبح وقع بالشام فالذبیح اسحق لان اسمعیل لم یدخل الشام بعد ان حمل منه * مروج الذهب مسعودی *

براهیم پہلے رہا کرتے تھے (سفر تکوین باب ۱۲ ورس ۶) اور وہ پہاڑ جسپر اُنکا معبد بنا تھا "جرزیم" ہا اور یہہ اخیر راے کسی قدر احتیاط کے قابل ہی اگر یہہ متحقق ہوجاوے کہ قوم سامری نے اس مقام و اپنی حدود کے اندر لانے کے واسطے اس ورس میں کچھہ تحریف نہیں کی ہی — یہ پہاڑ سے اس مقام کا فاصلہ ترجمہ سامری کا کسی قدر مؤید ہی کیونکہ یہ پہاڑ مروہ تک پورا تین روز کا رستہ ہی مگر یہ پہاڑ اور بیت المقدس کے درمیان فاصلہ بہت قلیل ہی بشرطیکہ رستہ میں کوئی امر مانع نہ ہوگیا ہو — مسلمان راوی ہیں کہ اس واقعہ کا موقع وہ ہی جہانکہ زمانہ ماہد میں اُنکا مشہور و معروف معبد بمقام مکہ بنایا گیا تھا اور اس معاملہ میں اور نیز دیگر معاملات میں وہ حضرت اسحاق کی جگہہ حضرت اسمعیل کو بتلاتے ہیں — یہہ ایک عجیب بات ہی کہ یہودی — سامری — مسلمان سب اپنے اپنے معبدوں کے موقعوں کو حضرت ابراہیم کے ایمان کی آزمایش یا امتحان کے مقام ہونے کا دعوی کرتے ہیں — (یانیل سائکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۴۰) *

مگر ذبي علم مسلمان عالموں کا صاف بیان ہی کہ حضرت اسحاق کي نسبت قربانی کا حکم ہوا تھا نہ حضرت اسمعیل کي نسبت اور یہی امر مندرجہ ذیل حدیث سے بھي پایا جاتا ہی *

عن محمد ابن المنتشر قال ان رجلا نذر ان ینحر نفسه ... (فقال له مسروق) لاتنحر... واشتر کبشا فاذبحه للمساکین فان اسحاق خیر منک وفدی بکبش ... (رواہ ابن زین مشکوۃ) *

اس حدیث میں مسروق کا صاف قول ہی کہ حضرت اسحاق قربان ہونے والے تھے *

حضرت اسمعیل کے بارہ بولتے تھے — نبایوث بِכֹר قیدار קֵדָר ادبئیل אַדְבְּאֵל مبسام מִבְשָׂם مشماع מִשְׁמָע دومہ דּוּמָה مسا מַשָּׂא حدر חֲדַד تیما תֵּימָא یطور יְטוּר نافیش נָפִישׁ قدمہ קֶדְמָה *

نبایوث — یہہ شخص شمالی مغربی حصہ عرب میں آباد ہوا — ٹھیک مقام اس قوم کے آباد ہونے کا نقشہ مرتبہ رورنڈ کا ٹھیري پن ڈیوي ایم — اے میں مابین ۲۸ و ۳۰ درجات عرض بلد شمالی و ۳۶ و ۳۸ درجات طول بلد شرقي میں واقع ہی — رورنڈ فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ یہہ قوم عرب الحجر کے وسط سے لیکر مشرق کي جانب اور وادي القریٰ کے اندر تک اور جنوب کي طرف کم از کم منتہاے خلیج عقبہ اور حدود حجاز تک پھیلي ہوئی تھي — اسطرابو اس سے بھي زیادہ وسیع قطعہ اُن کي طرف منسوب کرتا ہی — کیونکہ وہ دو مقاموں کا ذکر کرتا ہی جو خلیج عرب پر واقع ہیں اور جن سے صریح ظاہر ہی کہ اُن کي مملکت کي وسعت جنوبي اور غربي سمت میں مدینہ کي عرض بلد پر منتہي ہوتي تھي اور یہہ دو مقام شہر و بندرگاہ حور یعني بندرگاہ سفید جو ینبوع کي شمال میں ہی اور خود بندرگاہ ینبوع ہیں — رورنڈ فارسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہہ قوم صرف پتھریلے بیابان عرب ہي میں نہیں بلکہ صوبجات مظیم حجاز اور نجد کے اندر تک بھي پھیلي ہوئی تھي *

ممکن ہی کہ یہہ قوم رفتہ رفتہ اُس وسیع ملک میں پھیل گئی ہو جس کا اوپر ذکر ہوا — کتاب اشعیاہ نبي کے مندرجہ ذیل ورس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ ایک ناسي اور زبردست قوم تھي اور وہ ورس یہہ ہیں " تمامي گوسفندان قیدار نزد تو گرد آمده قوچهاے نبایوث بکارت خواهند آمد و بر مذبحم به رضا مندي بر خواهند آمد و خانۂ جلال خود را جلال خواهم نمود " (کتاب اشعیاہ باب ۶۰ ورس ۷) *

قیدار — یہہ شخص بني نبت کي جنوب کي طرف گیا اور حجاز میں آباد ہوا — زبور داؤد — کتاب اشعیاہ — ارمیاہ — حزقیل — وغیرہ میں اس قوم کي عظمت و شوکت کي بیشمار شہادتیں ہیں — اسي قوم میں سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے — اُنکي بعثت سے خداے تعالیٰ کي رحمت اپنے بندوں پر ظاہر

ہوئی — اُنکي ذات پاک کے سومند اثروں سے رفتہ رفتہ دنیا کے ایک بڑے حصہ پر خدا کي برکت اور خدائے واحد کي عبادت پھیل گئی اور ابتک پھیلتي جاتي ہی - عربوں اور اور مشرقي اقوام کے ہاں بیشمار روایتیں اس قوم کے باب میں موجود ہیں مگر ہم اس مقام پر اُس روایت کا بیان کرنا چاہتے ہیں جس کو رورنٹ مسٹر فارسٹر نے مستند تسلیم کیا ہی *

مصنف موصوف نے لکھا ہی کہ " اشعیاہ نبی کے کلام سے (جو اوپر مذکور ہی) جو یہہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ قیدار کي خیمہ گاہ اس اخیر حصہ ملک میں تلاش کرني چاہیئے اُسکي کماحقہ تصدیق اسی نبي کے کلام کے ایک اَور مقام سے بھي ہوتي ہی یعنی ارض قیدار کے بیان سے جس کو ہر شخص جو جغرافیۂ عرب سے واقف ہوگا پہچان لیگا کہ اُس قطعہ حجاز کا نہایت صحیح بیان ہی جس میں نامي شہر مکہ اور مدینہ واقع ہیں — جس شخص کو زیادہ ثبوت اُس کي مشابہت کا درکار ہو تو اُس کو حجاز کا جغرافیۂ جدیدہ معائنہ کرنا چاہیئے جہاں کہ یذبوع کے قریب شہرہاے الخضیر اور نبت جو اسماے معرفہ قیدار اور نبایوث کي با قاعدہ عربي شکلیں ہیں خط حد کنندہ آجتک چلا آتا ہی اور کسي قدر معني رکھتا ہی " *

اس کے بعد رورنٹ مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ " بہانتک تو ہمنے قیدار کے آثار جغرافیۂ قدیمہ کي استعانت سے دریافت کیئے ہیں اب یہہ دیکھنا رہا ہی کہ یونانی اور رومي بیانات کا عربي روایتوں سے مقابلہ کرنے میں کسقدر ثبوت کي زیادتي حاصل ہوتي ہی - کیونکہ محققین یورپ کي راے میں عربي روایتوں کي غیر مؤیدہ شہادت کیسي ہي قابل اعتراض اور مشکوک کیوں نہو مگر منصفانہ بحث کے مسلمہ قواعد کي رو سے اُن کا قطعي اتفاق تواریخ دیني اور دنیوي سے انکار کرنا صریح غیر ممکن ہی — خود عربوں کے ہاں زمانہ نامعلوم سے یہہ ایک روایت چلی آتي ہی کہ قیدار اور اُس کي اولاد ابتداء حجاز میں آباد ہوئے تھے - اس شخص کي اولاد میں ہونے کا بالتخصیص قوم قریش جو مکہ کے والي اور کعبہ کي محافظ تھي ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے اور خود محمد (صلعم) نے قران میں اپني قوم کي ریاست اور اعزاز کے دعووں کي اسي بنا پر تائید کي ہی کہ اسمعیل کي اولاد میں قیدار کے سلسلہ سے تھے - ایسي قومي روایت کا اعتبار جیسکہ یہہ ہی تاریخي روایت کے پایہ کو پہونچ جاتا ہی جبکہ اُس کي تائید ایک طرف تو کتب مقدسہ کے اُن بیانات سے ہوتي ہی جن سے قیدار کا اسي حصہ جزیرہ نما میں ہونا ثابت ہوتا ہی اور دوسري جانب - اَریا نوس - بطلیموس - پلیني اکبر کے زمانوں میں ملک حجاز میں قوم کیدري - درائي - کدرون تائي - یا کدیتي کي موجودگي کي غیر مشتبہ اور ناقابل اشتباہ امر سے اُس کي تصدیق ہوتي ہی " (جغرافیہ تاریخي جلد ۱ صفحہ ۲۴۸) *

ادبمُول — مشرقي مورخوں نے اس شخص کي نسبت کچھہ نہیں لکھا — رورنٹ مسٹر فارسٹر کا بیان ہی کہ کتب مقدسہ میں صرف ایک موقعہ اس کا ذکر آیا ہی — اور اُنہوں نے جوسفس کی سند پر بیان کیا ہی کہ ادبمُول کا ابتدائي مقام سکونت اُس کے بھائیوں کے قرب و جوار میں تھا — اسقدر بیان کے صحیح ہونے میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا لیکن جب وہ اُس کے آثار دریافت کرنے پر متوجہہ ہوتے ہیں اور مقاموں کے ناموں میں صرف چند حرف کي مشابہت ہونے سے اُس کے آثار قرار دیتے ہیں تو اُس پر اعتماد نہیں ہوسکتا *

مبسام — حال کے جغرافیہ اہل عرب کی تاریخ میں اس شخص کا کچھہ پتہ نہیں لگتا — رورنٹ مسٹر فارسٹر کا بھی بیان ہی کہ اس اسمعیلی کے نام و نسل کے آثار بہ نسبت اس کے اور بھائیوں کے کمتر اور ضعیف تر ہیں — پورا نام نہ قدیم جغرافیہ عرب میں پایا جاتا ہی اور نہ جدید جغرافیہ میں *

مشماع — مشرقي تاریخوں میں اس شخص کا پتہ کچھہ نہیں چلتا — لیکن اگر رورنٹ مسٹر فارسٹر کي یہہ بات تسلیم کیجاوے کہ سفر تکوین اور تواریخ الایام کا مشماع اور یونانی توریت کا مسما اور جوسفس نے جس کو مسماوس اور بطلموس نے مسي صانیس اور عربوں نے بغی مسما لکھا ہی اس سے ایک ہي شخص یعنی مشماع مراد ہی تو یہہ کسیقدر آسانی سے کہا جاسکتا ہی کہ اس شخص کا ابتدائي مقام سکونت نواح نجد میں تھا *

دو مہ — اس شخص کی اولاد اول تہامہ کی جنوب میں مدینہ کے قرب و جوار میں آباد ہوئی مگر جبکہ اُس کی اولاد بڑہ گئی تو نقل مکان کرنے کے لیئے مجبور ہوئي اور اُس مقام پر آباد ہوئی جہانکہ بالفعل دومۃ الجندل واقع ہی — شام اور مدینہ کے درمیان اور بہت سے مقامات ہیں جنکے نام اس شخص کے نام پر ہیں — رورنٹ مسٹر فارسٹر بھي اسي بات کو تسلیم کرتے ہیں اور مشرقي مورخوں کا بھي یہي قول ہی جسکي سند ذیل میں مندرج ہی *

دومة الجندل ... وقد جاء في حديث الواقدي دومة و عدها ابن السقفيه من اعمال المدينة سميت بدوم ابن اسمعيل بن ابراهيم و قال الزجاجي دومان ابن اسمعيل و قيل كان لاسمعيل ولد اسمه دما لعله مخير منه و قال ابن الكلبي دوماء بن اسمعيل قال و لماتئر ولد اسمعيل عم بالتهامة خرج دوماء بن اسمعيل حتي نزل موضع دومة و بني له حصنا فقيل دوماء و نسب الحصن اليه ... قال ابو عبيد السكوني دومة جندل حصن و قري بين الشام و المدينة قرب جبلي طي ..... و دومة من القريات من وادي القري * معجم البلدان *

مسا — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے کہنے میں کہ اس شخص کی اولاد عراق عرب (الجزیرہ) میں آباد ہوئی تھی بلا شبہ غلطی کی ہی — اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہہ قوم یمن میں آباد ہوئی اور اس امر کی تائید " موسا " کے نام سے ہوتی ہی جو ابتک یمن میں موجود ہی — یہہ مقام پی کھری صاحب کے نقشہ کے بموجب ۱۳ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض بلد شمالی اور ۴۳ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض بلد شرقی میں واقع ہی *

معلوم ہوتا ہی کہ یہہ قوم ابتداء نواح حجاز میں متوطن ہوئی تھی مگر اُس مقام کی تنگی کے باعث بعد کو یمن میں چلی گئی جو بوجہہ اپنی بے انتہا شادابی اور بہ کثرت پیداوار کے ملک حجاز پر بدرجہا فوقیت رکھتا تھا *

حدر — تواریخ الایام میں اس کو " حدد " لکھا ہی — اس شخص نے جنوبی سمت اختیار کی اور حجاز میں آبسا — اس امر کی تصدیق بیشمار بیرونی اور اندرونی شہادتوں سے ہوتی ہی — ایک مسلمان مورخ " الزمخشری " " حدد " کو منجملہ اُن بیشمار قوموں کے جن میں عرب کے باشندے منقسم تھے بالتصریح بیان کرتا ہی — یمن میں شہر حدیدہ اور بنی حدد کا موجود ہونا صریح ہمارے بیان کی صحت پر دلالت کرتا ہی *

تیما — حضرت اسمعیل کے پہلے دو بیٹوں کے بعد باعتبار شہرت کے تیما کا درجہ ہی — اس شخص کا ابتدائی مقام سکونت صوبہ حجاز تھا لیکن کسی نہ کسی زمانہ میں اُسکی اولاد تمام وسط نجد میں پھیل گئی اور بعض اُن میں سے خلیج فارس کے ساحل کی برابر برابر منتشر ہوگئی مگر ہمکو حضرت موسی کے کلام کی تصدیق جس سے حضرت اسمعیل کے بیٹوں کی ابتدائی آبادی کی جگہہ پائی جاتی ہی منظور ہی تو ہمکو اُسی مقام کی تحقیق اور تدقیق پر جہانکہ اُن میں سے ہر ایک شخص کے ابتداً سکونت اختیار کی تھی زیادہ تر توجہہ مبذول کرنی چاہیئے نہ اُس جگہہ کی نسبت جہانکہ اُنکی اولاد بعد کو جا بسی *

یطور — رورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اس بات کے یقین کرنے کے واسطے کامل دلیل ہی کہ اس قوم کا ابتدائی مقام سکونت ضلع " جدور " تھا — جبل قاسیون کے جنوب اور جبل ایشخ کے مشرق اور شاہراہ حجاج کے مغرب میں *

نافیش — مشرقی مورخ کچھہ نہیں بیان کرتے کہ اس شخص نے کہاں سکونت اختیار کی تھی — مگر رورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اس شخص کی اولاد سے ایک قوم عرب کا وائلی القری میں موجود ہونا حضرت موسی اور مصنف تواریخ الایام اور جوسفس کی سہ گانہ شہادت سے بلاشک و اشتباہ متحقق ہی *

قیدماہ — معلوم ہوتا ہی کہ یہہ شخص ملک یمن کی نواح میں آباد ہوا — کیونکہ

مسعودي کا قول هی که ایک قوم موسوم به "قدمان" یمن میں تهی چنانچه اُس نے لکها هی *

اصحاب الرس کانوا من ولد اسمعیل و هم قبیلتان یقال لاحداهما قدمان والاخری یاسین و قیل رعویل و ذلک بالیمن * مروج الذهب مسعودي *

رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس بات کے خیال کرنے میں عجیب غلطي کی هی که "کاظمه" جو خلیج فارس پر واقع هی اور جس کا ذکر ابوالفدا نے کیا هی اسي قید ماء سے مطابقت رکهتا هی *

تمام تلاش اور تفتیش کے بعد جو همنے حضرت اسمعیل کي اولاد کے ابتدائي مقام سکونت کے باب میں کي اُس سے یهه نتیجه پیدا هوا که اُن کے آثار یمن — (حویلة) سے لیکر شام (شور) تک پائے جاتے هیں اور اسطرح پر حضرت موسی کے اس بیان کي تصدیق هوتی هی جو سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱۸ میں مندرج هی که "وه حویلة سے شور تک آباد هوئے جو سامنے مصر کے هی جبکه تو اسریا کو روانه هو" *

حضرت اسمعیل سنه ۹۴۳۰ دنیوي مطابق سنه ۱۹۱۰ قبل حضرت مسیح کے پیدا هوئے تهے اور گهر سے نکلے جانے کے وقت اُن کي عمر سوله برس کي تهي — اگر اس مدت عمر پر بیس برس اور اضافه کیئے جاویں تو همارے نزدیک حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹوں کي ولادت کے واسطے کافي مدت هوگي — پس هم اس بات کو کهه سکتے هیں که سنه ۲۱۳۰ دنیوي یا سنه ۱۸۷۴ قبل حضرت مسیح تک اُن کا کوئي بیٹا پیدا نهیں هوا تها *

ان بارہ بیٹوں نے کوئي اور بڑي شهرت حاصل نهیں کي بجز اس کے که عرب کي بارہ مختلف قوموں کے مورث هوئے اور اسي باعث سے یهه قومیں مختلف شعبوں اور فوجوں میں منقسم نهیں هوئیں بلکه یکساں حالت میں رهیں — مگر ایک مدت مدید کے بعد عدنان کي اولاد جو تیدار ابن اسمعیل کي نسل میں تها مختلف شعبوں میں متفرق هوگئي اور کارهاے نمایاں سے شهرت حاصل کي *

مشرقي مورخ متفق الراے هیں عدنان کے دو بیٹے تهے "معد" اور "عک" — عک کي نسبت اُنکا صرف اسقدر بیان هی که وه یمن کو چلا گیا — مگر اُن کتبوں سے جنکو رورنڈ مسٹر فارسٹر نے عاد کي قوم کے کتبوں سے موسوم کیا هی اور جو حضر موت میں بمقام "حصن غراب" دریافت هوئے هیں صاف ثابت هوتا هی که اُس نے کچهه عرصه تک اُس ملک میں بادشاهي کي تهي — یهه کتبے مذکورة الصدر مقام میں سنه ۱۸۳۴ میں آنریبل ایسٹ انڈیا کمپني کے جهاز مسمی "پالي فورس" کے افسروں نے دریافت کیئے تهے — ان کتبوں کا پورا پورا بیان معه کتبوں کي نقل کے ایشیاٹک سوسائٹي آف بنگال کے جرنل کي تیسري جلد میں ملیگا — رورنڈ مسٹر فارسٹر نے جو کچهه لکها هی اُس سے پایا

جاتا هی که اُس زمانه میں "عک" وهاں کا فرمان روا تھا *

اس شاعرانه کتبه کی ٹھیک تاریخ قایم کرنے کی غرض سے رورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے هیں که "عک" عدنان کا بیٹا تھا اور بموجب حدیث حضرت ام سلمه کے جو آنحضرت صلعم کی ازواج مطهرات میں سے تھیں عدنان حضرت اسمعیل سے چوتھی پشت میں تھا جسکا یهه نتیجه هی که وه کتبه مصر کے قحط سے تھوڑے هی عرصه پہلے لکھا گیا هوگا — لیکن رورنڈ مسٹر فارسٹر نے اس میں بڑی غلطی کی هی کیونکه اُنهوں نے اس بات کے ثبوت میں کوئی کافی سند پیش نهیں کی هی که آنحضرت صلعم نے عدنان کا حضرت اسمعیل کی چوتھی پشت میں هونا کبھی بیان کیا تھا — انساب کی معتبر روایتوں کے بموجب عدنان آنحضرت صلعم سے بائیس پشت پہلے تھا — اب ایک پشت کی قدرتی میعاد پر نظر کرنے سے معلوم هوتا هی که عک اُنتالیسویں صدی دنیوی میں یا دوسری صدی قبل حضرت مسیح میں هوگا *

واثله ملقب به کلیب ابن ربیعه بھی جو عدنان کی اولاد میں تھا بادشاه هوا تھا اور یمن والوں سے چند لڑائیاں بھی لڑا تھا *

زهیر ابن جذیمه اور نیز قیس ابن زهیر بھی باری باری سے حجاز کے بادشاه هوئے تھے مگر ان لوگوں کی تاریخیں معین کرنے کے واسطے همارے پاس کوئی معتبر سند نهیں هی اس لیئے هم کسی قدر تردد کے ساتھه تاریخیں قرار نهیں دے سکتے لیکن خیال کرتے هیں که یهه بھی زمانه هوگا جبکه سلطنت یمن اور اُڑ سلطنتیں حالت زوال میں تھیں *

عدنان کی نسل میں حضرت محمد رسول الله صلی الله علیه و سلم سنه ۵۷۰ دنیوی یا سنه ۵۷۰ عیسوی میں پیدا هوئے اور تمام جزیرة نماے عرب پر دینی اور دنیوی حکومت حاصل کی — عیسائی مصنفوں نے آنحضرت صلعم کے نسب نامه کی نسبت بهت کچھه لکھا هی اور اُسکو غیر معتبر قرار دینے کے لیئے سعی بےحاصل کی هی اور یهه مناسب موقع تھا که هم بھی اُس بحث میں شامل هوتے اور عیسائی مصنفوں کے هر ایک اعتراض کی تردید کرتے لیکن چونکه همارا ارادہ هی که اس مضمون پر ایک جداگانه خطبه لکھیں گے اس لیئے بالفعل اس بحث کا ملتوی کردینا مناسب هی *

دوم — ابراهیمی یا باقی قطررة

توریت مقدس میں لکھا هی که "و دیگر ابراهیم زنے گرفت که اسمش قطوراء بود و برایش زمران ویقشان و مدان و مدیان و یشباق و شوح را زائید و یقشان شبا و ددان را تولد نمود و پسران ددان اشوریم و لطوشیم و لئومیم بودند و پسران مدیان عیفاه و عیفر و حنوک و ابیداع والدعاه بودند تمامی ایشان پسران قطوراء بودند — پس ابراهیم تمامی مایملکش خود را باسحق داد" (سفر تکوین باب ۲۵ ورس ۱ لغایت ۵) *

یہہ سب لوگ عرب کو چلے گئے اور اُس قطعہ میں آباد ہوئے جو حدود حجاز سے خلیج فارس تک منتہی ہوتا ہی اور اُن کے قشاقات ابتک جو اُس ملک میں واقع ہیں پائے جاتے ہیں *

انہی ابراہیمیوں میں سے حضرت شعیب نبی کو خدائے تعالی نے اقوام عائکہ اور مدیان کو اپنی خالص عبادت کی تلقین اور ہدایت کرنے کے واسطے مبعوث کیا تھا *

مگر ہم ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ یہہ نبی کس زمانہ میں ہوئے تھے - لیکن اگر ہم یثرو کاہن مدیان کو جنکا ذکر سفر خروج باب ۱۸ ورس ۱ و ۲ میں ہی اور شعیب کو ایک ہی شخص خیال کریں جیسا کہ عرصہ دراز سے لوگوں کو گمان ہی تو البتہ یہہ کہنا بہت صحیح ہی کہ یہہ نبی اُس وقت میں تھے جبکہ حضرت موسی بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تھے *

۴ - ادومی یا بنی عیسو

عیسو یعنی ادوم کی تین بیویاں تھیں - عاداہ — اہلیبما ماہ - باسمث - دختر حضرت اسمعیل و خواہر نبایوث — پہلی بیوی سے "الی فز" پیدا ہوا دوسری بیوی سے یعوش اور یعلم اور قورح پیدا ہوئے تیسری سے رعوئیل پیدا ہوا - الی فز کے بیٹے تیمان — اومر - صفو - گعتم - قنز - عمالیق تھے — رعوئیل کے بیٹے — نحث — زرح — شمامہ - مزاہ پیدا ہوئے (سفر تکوین باب ۳۶) *

عیسو کی تمام اولاد قریباً قریبا کوہ سیعیر کے قرب و جوار میں آباد ہوئی تھی - بعض نے ان میں سے اپنی سکونت عرب الحجر میں اور حجاز کی شمالی سرحد پر اختیار کی تھی مگر اُن لوگوں کی تعداد اسقدر کم تھی کہ اسوجہہ سے بعض مصنفوں نے بیان کیا ہی کہ عیسو کی اولاد کبھی عرب میں آباد نہیں ہوئی ،

۵ - بنی ناحور

سرولیم میور بیان کرتے ہیں کہ "حوص" اور "بوز" (دیکھو سفر تکوین باب ۲۲ ورس ۲۱) پسران ناحور برادر ابراہیم شمالی عرب کی بیشمار قوموں کے مورث تھے اور اس کی سند میں کتاب ایوب باب ۱ ورس ۱ اور نبوات یرمیاہ باب ۲۵ ورس ۲۱ اور کتاب یرمیاہ باب ۲۵ ورس ۲۰ کا حوالہ دیتے ہیں *

۶ - بنی ہاران

سرولیم میور لکھتے ہیں کہ "یہہ قوم بہ نسبت دیگر اقوام متذکرہ بالا کے سب سے زیادہ شمال کی جانب رہتی تھی — اُن کے نہایت جنوبی مقامات بحر لوط (تذکرہ) کے مشرق میں واقع تھے اور اُن میں عمدہ سبزہ زار "بلکا" اور "کوک" کے شامل تھے" * ہاران کے بیٹے حضرت لوط کے بیٹے موآب اور بن عمی تھے - توریت

مقدس میں اُن کے پیدا ہونے کا نہایت ناپاک واقعہ اس طرح پر لکھا ہی " و لوط از صوعر بر آمد و در کوہ ساکن شد و دو دخترانش به همراهش زیرا که از سکون در صوعر ترسید و او و دو دخترانش در مغاره ساکن شدند — و دختر بزرگ به دختر کوچک گفت که پدرما پیر شد و کسی در زمین نیست که موافق عادت کل زمین بما درآید — بیا پدر خود را شراب بنوشانیم و با او بخوابیم و از پدر خود نسلی را زنده نگاه داریم — پس در آن شب پدر خویشتن را شراب نوشانیدند و دختر بزرگ داخل شده با پدر خود خوابید و او نه بوقت خوابیدنش و نه بوقت برخاستنش اطلاع بهم رسانید — و روز دیگر واقع شد که دختر بزرگ به دختر کوچک گفت که اینک دی شب با پدر خود خوابیدم امشب نیز اورا شراب بنوشانیم وتو داخل شده با او بخوابی و از پدر خود نسلی را زنده نگاه داریم — و آن شب نیز پدر خود را شراب نوشانیدند و دختر کوچک برخاسته با او خوابید که او نه بوقت خوابیدنش و نه بوقت برخاستنش اطلاع بهم رسانید — و دو دختر لوط از پدر خود شاں حاملہ شدند — و دختر بزرگ پسرے را زائید و اسمش را موآب نامید که تا بحال پدر موآبیان او است — ودختر کوچک او نیز پسرے را زائید و اسمش را بن عمی نامید که تا بحال پدر بنی عموں او است " (سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۳۰ لغایت ۳۸) *

حضرت لوط اور اُنکی بیٹیوں کی نسبت جوکچھہ اس مقام میں لکھا ہی عیسائی اُس سب کو قبول کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ حضرت لوط نے اپنی صلبی بیٹیوں سے مقاربت کی تھی مگر ایسا یقین کرنا در حقیقت تصحیک کے قابل ہی اگر ایسا ہوا ہوتا تو کیا یہہ ایک مقدس شخص کی تہذیب اور متانت کے متناقض نہیں ہی ؟ اور کیا حضرت لوط جیسے پاک شخص کے خلاف شان نہیں ہی ؟ *

مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور قرآن مجید میں اگرچہ لوط کا قصہ ہی مگر اُس میں یہہ بات کہ اُنہوں نے اپنی بیٹیوں سے مقاربت کی تھی مذکور نہیں ہی *

توریت مقدس میں جو کچھہ بیان ہی اُس کی نسبت ہم خیال کرتے ہیں کہ جو معنی عیسائی مصنفوں نے لیئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں — آٹھویں ورس میں لوط کا قول لکھا ہی کہ " سوا دو دختریست که مردے را ندانسته اند تمنا اینکه ایشاں را به شما بیروں آو م و با ایشاں آنچه در نظر شما پسند است بکنید " *

قرآن مجید میں اس جگہہ تثنیہ کا لفظ نہیں ہی بلکہ جمع کا ہی جیساکہ سورۂ ہود میں ہی " ہٰؤلاء بناتی ہن اطہر لکم " اور سورۂ حجر میں ہی " قال ہٰؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین " — مسلمان عالموں کا قول مختار یہہ ہی کہ لفظ " بنات " سے حضرت لوط کی صلبی بیٹیاں مراد نہیں ہیں بلکہ قوم کی عورتیں مراد ہیں اور یہہ بات حضرت لوط نے اس مراد سے کہی تھی جیسےکہ وہ ہمیشہ اُن کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ تم اپنی خراب

عادت فعل خلاف فطرت السانی کو چھوڑو اور عورتوں سے نکاح کرو اور اُن کے ساتھہ رہو کہ وہ تمہارے لیئے پاکیزہ زندگی ہی *

توریت مقدس میں اس مقام پر لفظ بغوث בְּגוּת آیا ہی جو بمعنی بنت کے ہی - مگر جس طرح عربی زبان میں بنت کا استعمال سوائے اصلی بیٹیوں کے اور عورتوں پر بھی ہوتا ہی اسی طرح عبری زبان میں بھی عام عورتوں پر بھی ہوتا ہی - ڈاکٹر ولہم اسمتھہ کی عبرانی ڈکشنری میں لفظ "بث" اور لفظ "بثوث" کی نسبت لکھا ہی کہ وہ عام عورتوں پر بھی بولا جاتا ہی جیسا کہ کتاب امثال سلیمان باب ۳۱ ورس ۲۹ میں استعمال ہوا ہی - پس اس مقام میں بھی اس لفظ سے اصلی بیٹیاں مراد نہیں ہیں عورتیں مراد ہیں بلکہ غالباً لونڈیاں - کیونکہ حضرت لوط کی جو بیٹیاں تھیں جیسیکہ سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۱۲ میں لکھا ہی اُن کی شادیاں ہوچکی تھیں اور اُن کے شوہر موجود تھے *

جب حضرت لوط سدوم سے فرار ہوئے تو اُن کے داماد اور اُن کی بیٹیاں اُن کے ساتھہ نہیں گئے صرف حضرت لوط کی بیوی اور دو عورتیں جن کا اوپر ذکر ہوا اور جن کو بیٹیاں کرکے تعبیر کیا ہی اور جو غالباً لونڈیاں تھیں ساتھہ گئی تھیں - رستہ میں اُن کی بیوی زندہ نہیں رہی صرف دو چھوکریاں اُن کے ساتھہ تھیں *

قرآن مجید میں اگرچہ اُس مقاربت کا جو مغائرۃ کو میں اُن دونوں چھوکریوں نے حضرت لوط کے ساتھہ کیا کچھہ ذکر نہیں ہی — لیکن جو کچھہ کہ توریت مقدس میں لکھا ہی اگر اُس کو صحیح تسلیم کرلیا جاوے تو بھی اُن دونوں چھوکریوں کا حضرت لوط کی اصلی بیٹیاں ہونا اُسی وجہہ سے جو ہم نے اوپر بیان کی قابل یقین کے نہیں ہی - اور جبکہ وہ لونڈیاں تھیں تو اُن کے ساتھہ مقاربت گو کہ وہ دھوکے ہی سے ہوئی ہو بموجب اُس زمانہ کی شریعت کے ناجایز نہ تھی *

سفر تکوین باب ۱۹ ورس ۳۲ و ۳۴ میں لکھا ہی کہ اُن دونوں چھوکریوں نے حضرت لوط کو باپ کہکر تعبیر کیا ہی اس کہنے سے بھی اُن چھوکریوں کا اصلی بیٹیاں ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ باپ کا لفظ بہت زیادہ عام ہی اور اُس کا اطلاق مالک اور بزرگ شخص پر عموماً ہوتا ہی *

سروِلہم میور کے اس بیان کو کہ بنی عمان عرب کے کسی حصہ میں آباد نہیں ہوئے بلکہ شمال ہی میں رہے ہم تسلیم نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے نزدیک بنی عمان خلیج فارس کے برابر برابر بستے تھے اور اُن کا نام اب تک اُس حصہ عمان میں پایا جاتا ہی جو تمام قطعہ کے درمیان موجود ہی — اگر بنی عمان عرب میں آباد نہیں ہوئے تھے جیسیکہ سروِلہم میور کی راے ہی تو اُن کو اقوام عرب میں شمار کرنا مناسب نہ تھا *

تمام عرب المستعربہ میں جو ترح کی نسل سے ہیں صرف بنی اسمعیل ہی کی کثرت

ہوئی اور کچھہ عرصہ کے بعد مختلف قوموں اور شعبوں میں منقسم ہوگئے — مگر اُن کے مقابل کی قومیں ایک سکون اور غیر مبدل حالت میں رہیں *

جبکہ ہم ان قوموں کے شعبوں کا شمار اور حال بیان کرینگے تو یہہ بات ظاہر ہوگی کہ ایک قوم کے کسی شخص کو اپنی قوم چھوڑ کر دوسری قوم میں جاملنا اگر بالکل ناممکن نہ تھا تو حد سے زیادہ دشوار تو ضرور تھا خصوصاً اس وجہہ سے کہ اُس زمانہ میں تمدنی حالت نہایت محدود تھی اور لوگ اپنے مورثوں کے کارہاے نمایاں کی بڑی عظمت کرتے تھے اور اُن کو فخریہ یاد رکھتے تھے اور ہرایک شریف قوم کا آدمی خودستائی کا بندہ تھا اور بالتخصوص عرب کی مختلف قومیں اپنی قوم کی امتیاز موجودہ کو قایم اور برقرار رکھنے اور اپنی قوم کو آثر قوموں کی ملاوٹ سے علحدہ رکھنے میں نہایت درجہ محتاط تھیں *

مندرجہ ذیل فہرست اُن قوموں کی ہی جو سکون اور غیر مبدل حالت میں رہیں *

۱ — بنی ناحور ابن ترح سے — بنوا ناحور ۲ — ہاران ابن ترح سے — بنوا ہاران

۳ — مواب ابن لوط ابن ہاران ابن ترح ۴ — عمان ابن لوط سے —— بنوا عمان سے ——— بنوا مواب

۵ — اولاد ابراہیم سواے اولاد اسمعیل ۶ — اولاد ابراہیم بطن قطورہ سے — بنوا قطورہ سے ——— بنوا ابراہیم

۷ — عیسو عرف ادوم ابن اسحق ابن ابراہیم سے — بنوا ادوم —

مندرجہ ذیل قومیں اسمعیل کی اولاد میں ہیں جو بہ مقابل اور قوموں کے بہت جلد بڑہ گئیں اور عرب کے تمام ملک میں پھیل گئیں *

۸ — اسمعیل ابن ابراہیم سے — بنوا اسمعیل — مگر اسمعیل کے بارہ بیٹوں کے نام سے علحدہ علحدہ بارہ قومیں چلیں —

۹ — نبایوث سے — بنوا نبایوث — ۱۰ قیدار سے — بنوا قیدار — ۱۱ — ادبئیل سے — بنوا ادبئیل — ۱۲ — مبسام سے — بنوا مبسام — ۱۳ — مشماع سے — بنوا مشماع ۱۴ — دوماہ سے — بنوا دوماہ — ۱۵ مسا سے — بنوا مسا — ۱۶ حدر سے — بنوا حدر ۱۷ — تیما سے — بنوا تیما — ۱۸ — یطور سے — بنوا یطور — ۱۹ نافش سے — بنوا نافش ۲۰ — قید ماہ سے — بنوا قید ماہ *

حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد نے ایک عرصہ کے بعد شہرت حاصل کی اور مختلف شاخوں میں متفرع ہوگئی — مگر بہت صدیوں تک یہہ بھی اپنی اصلی حالت پر رہی اور مدت تک اُن میں ایسے لُغت اور نامی اشخاص جنھوں نے اپنی لیاقتوں اور عجیب و غریب قابلیتوں کی وجہہ سے نامور ہونے کا استحقاق حاصل

کیا ہو یا سلطنتوں اور قوموں کے بانی ہوئے ہوں پیدا نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے قیدار کی اولاد کی تاریخ کے سلسلہ کو مرتب کرنے میں بہت سی صدیوں کا فصل واقع ہوجاتا ہی — مگر یہہ ایک ایسا امر ہی جس سے عرب کی قومی اور ملکی روایت کی جو حضرت اسمعیل کی نسبت چلی آتی ہی کما حقہ تصدیق ہوتی ہی — کیونکہ ایک جلا وطن ماں اور بیٹے کی اولاد کی کثرت اور ترقی کے واسطے جو ایسی بیکس اور مصیبت زدہ حالت میں خانہ بدر کی گئی تھی ضرور بلکہ یقیناً ایک عرصہ درکار ہوا ہوگا — خصوصاً ایسی ترقی کے واسطے جس نے انجام کار اُن کو دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت نامور اور ممتاز جگہہ پر پہونچایا اور اُن کی اولاد کے ایسے ایسے کارہاے نمایاں کیئے جنکی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی *

مگر باوجود ان تمام باتوں کے ہم عرب کی تاریخ میں قیدار کی اولاد میں اُس قوم کی ابتدا سے اُس وقت تک کہ اُس کو شہرت ہوئی آتہہ نام پاتے ہیں یعنی — حمل — نابت — سلامان — الهمیسع — الیسع — أدد — آں — عدنان *

یہہ وہی عدنان ہی جس کا بیٹا عک یمن کا بادشاہ ہوا تھا اور جس کا ذکر ہم اوپر کرچکے ہیں *

مندرجہ ذیل قبایل عدنان کی اولاد میں ہیں

۲۱ — ایاد ابن معد ابن عدنان سے ایادي ۲۲ — قنص ابن معد سے — قنصي

۲۳ — مضر ابن نضر ابن معد سے — بنوا مضر ۲۴ — ربیع ابن نضر ابن معد سے — بنوا ربیعہ

۲۵ — اسد ابن ربیع سے — بنوا اسد ۲۶ — صبیعہ ابن ربیعہ سے — — بنوا صبیعہ

قبایل ذیل صبیعہ کی اولاد میں ہیں

۲۷ — بنوا ابوالکلب — ۲۸ بنوا شحنہ ۲۹ جد یلہ ابن اسد ابن ربیعہ سے — بنوا جدیلہ

۳۰ — عنزہ ابن اسد سے — بنوا عنزہ ۳۱ — عمیر ابن اسد سے — بنوا عمیر

۳۲ — عبدالقیس ابن افصی ابن دوسي ۳۳ — الدیل ابن شن ابن افصی ابن ابن جدیلہ سے — بنوا عبدالقیس عبدالقیس سے — بنوا الدیل شقي

قبایل ذیل الدیل کی اولاد میں ہیں

۳۴ — بنوا بهثہ ۳۵ — ضوحان ابن وادیہ ابن نکمہ ابن افصی ابن عبدالقیس وایلہ سے — بنوا وایلہ

۳۶ — انمار ابن عمرو ابن وادیہ سے — بنوا انمار ۳۷ — عجل ابن عمرو سے — بنوا عجل قهسي

۳۸ — محارب ابن عمرو سے بنوا المحارب ۳۹ — الدیل ابن عمرو سے — بنوا الدیل

قبایل ذیل الدیل کی شاخ ہیں

۴۰ — بنوا صوحان ۴۱ — العوق ابن عمرو ابن وادیہ سے — بنوا العوق یا عوقي

٤٢ — اولاد بكر ابن هيصم ابن عمرو ابن غنم ابن تغلب ابن وايل ابن قاسط ابن حنب ابن اقصى ابن دعمي ابن جديله ہے — ——— ——— الاراقم ۴۳ — بكر ابن وايل ابن قاسط ہے - بنوا بكر ۴۴ - ثعلب ابن وايل ابن قاسط ہے — بنوا ثعلب -

قبايل ذيل ثعلب كي اولاد مين هين

۴۵ — بنوا عكب — ۴۶ - بنوا عدي - ۴۷ — بنوا كنانه يا قريش ثعلب — ۴۸ بنوازهير — ۴۹ — بنوا عقاب - ۵۰ — غنم ابن هيصم ابن كعب ابن يشكر ابن وايل ہے ——— ——— بنوا غنم

۵۱ — لجيم ابن صعب ابن علي ابن بكر ہے — بنوا لجيم -

قبايل ذيل لجيم كي اولاد مين هين

۵۲ — بنوا هفان - ۵۳ بنوا عجل - ۵۴ — اولاد مالك ابن صعب ہے - بنوا ازمان ۵۵ — ذهل ابن ثعلبه ابن عكبه ابن صعب ہے — بنوا شيبان ۵۶ — شيبان ابن ثعلبه ہے — بنوا شيبان

قبايل ذيل شيبان كي اولاد مين هين

۵۷ — بنوا الورثه - ۵۸ - بنوا الجدره ۵۹ - بنوا الشقيقه -

۶۰ - اولاد تيم اللات ابن ثعلبه ہے - اللهازم ۶۱ - سدوس ابن شيبان ابن ذهل ہے - سدوسي ۶۲ - تمعه عرف قيس عيلان ابن الياس ۶۳ — عمرو ابن قيس عيلان ہے - بنوا عمرو ابن مضر ہے — قيس عيلاني يا بنوا قيس

قبايل ذيل عمرو كي اولاد مين هين

۶۴ — بنوا خارجه - ۶۵ - بنوا وابش ۶۶ - بنوا يشكر - ۶۷ - بنوا عوف - ۶۸ - بنوارهم ۶۹ - بنوا رباح - ۷۰ — سعد ابن قيس عيلان ہے — بنوا سعد

۷۱ - غطفان ابن سعد ہے — بنوا غطفان ۷۲ - معن ابن عسر ابن سعد ہے - بنوا معن ۷۳ - غني ابن عسر ہے ——— بنوا غني

قبايل ذيل غني كي اولاد مين هين

۷۴ — بنوا ضهيمه - ۷۵ — بنوا بهثه ۷۶ - بنوا عبيد

۷۷ - سلميه ابن عسر ہے — بنوا سلميه

قبايل ذيل سلميه كي اولاد مين هين

۷۸ - بنوا حسر - ۷۹ - بنوا سفان ۸۰ - اشجع ابن غطفان ابن صعب ہے - بنوا اشجع

قبايل ذيل اشجع كي شاخ هين

۸۱ — بنوا دعمان - ۸۲ - ذبيان ابن بغيض ابن رايس ابن غطفان ہے - بنوا ذبيان

قبايل ذيل ذبيان كي اولاد مين هين

٨٣ - بنوا فزارة - ٨٤ - بنوا العشراء ٨٥ - عبس ابن بغيض سے - بنو عبس
٨٦ - سعد ابن ذبيان ابن بغيض سے - بنوا سعد -

قبايل ذيل سعد كي اولاد مين هين

٨٧ - بنوا جحاش - ٨٨- بنوا سهيع - ٨٩ - بنو حشور -
٩٠ - خصفه ابن قيس عيلان سے - بنوا خصفه -

قبايل ذيل خصفه كي شاخ هين

٩١ - بنوا جسر - ٩٢ - ابو مالک ابن عکرمه ابن خصفه سے -
٩٣ - منصور ابن عکرمه سے - بنوا سليم بنوا ابو مالک -

قبايل ذيل منصور كي اولاد مين هين

٩٤ - بنوا حرام - ٩٥ - بنوا خفاف ٩٦ - بنوا سمان - ٩٧ - بنوا رعل -
٩٨ - بنوا ذكوان - ٩٩ - بنوا مطرود ١٠٠ - بنوا بهز - ١٠١ - بنوا قنفذ -
١٠٢ - بنوا رفاعه - ١٠٣ - بنوا شريد ١٠٤ بنوا قبيثه -
١٠٥ - سلامان ابن عکرمه سے - سلامانی ١٠٦ - هوازن ابن منصور سے - بنوا هوازن
١٠٧ - مازن ابن منصور سے - بنوا مازن ١٠٨- سعد ابن بکر ابن هوازن سے - بنوا سعد
١٠٩- نصر ابن معاويه ابن بکر سے - بنوا نصر ١١٠ - مره ابن صعصعه ابن معاويه سے -
بنوا مره يا بنوا سلول -
١١١ -نمير ابن عامر ابن صعصعه سے - نميري ١١٢ - هلال ابن عامر سے - بنوا هلال
١١٣ - ربيعه ابن عامر سے - بنوا مجد- ١١٤ - اولاد عمرو ابن عامر سے - بنوا البکا
١١٥ -معاويه ابن کلاب ابن ربيعه سے -بنوا معاويه ١١٦ - جعفر ابن کلاب سے - بنوا جعفر
١١٧ - اولاد عمرو ابن کلاب سے - بنوا ددان ١١٨ - اولاد عبدالله ابن کعب ابن ربيعه
سے - بنوا العجلان -
١١٩ - اولاد قشير ابن کعب سے- بنواضمره ١٢٠ - اولاد صعبه ابن هوازن سے - ابوثقيف

قبايل ذيل ابو ثقيف كي اولاد مين هين

١٢١ - بنوا مالک - ١٢٢ - بنوا احلاف ١٢٣ - طابخه ابن الياس ابن مضر سے - بنوا
طابخه يا بنوا خندف -
١٢٤ - تيم ابن عبد مناف ابن عد ابن
طابخه سے ---------- بنوا تيم
١٢٥ - عدي ابن عبد مناف سے - بنواعدي ١٢٦ - ثور ابن عبد مناف سے - ثوري

قبايل ذيل عبد مناف كي اولاد مين هين

١٢٧ - الرباب - ١٢٨ - بنوانصر ١٢٩ - بنوا مازن - ١٣٠ - بنوا السيل

١٣١ - بنوا عايذة - ١٣٢ - بنوا قوم اللات ١٣٣ — بنوا زمان — ١٣٤ — بنوا عوف
١٣٥ - بنوا شمّوم - ١٣٦ - بنوا الرحال ١٣٧ — بنوا بنجالة —
١٣٨ - مزينة ابن عد ابن طابخة بے - مزني ١٣٩ — مر ابن عد بے — بنوا ظاعنة -

قبايل ذيل ظاعنة كي شاخ هيں

١٤٠ — بنوا صوفة — ١٤١ — تميم ابن مر بے — بنواتميم —

قبايل ذيل تميم كي اولاد ميں هيں

١٤٢ — حبطات — ١٤٣ - بنوا عصية ١٤٤ — البواجم — ١٤٥ — بنوا كلوب
١٤٦ — بنوا رياح — ١٤٧ — بنوا سرة ١٤٨ — بنوامقرة — ١٤٩ — بنواحمان
١٥٠ — بنوا حنظلة - ١٥١ — بنوا دارم ١٥٢ — بنوا عدوية — ١٥٣ — بنوا لطمية
١٥٤ - آل صفوان — ١٥٥ - آل عطارد — ١٥٦ - بنوا عوف -
١٥٧ — مدركة ابن الياس ابن مضر سے ١٥٨ - هذيل ابن مدركة سے — بنوا هذيل
بنوا مدركة يا بنوا خندف — يا هذيلي —
١٥٩ - تميم ابن سعد ابن حذيل سے - بنواتميم ١٦٠ - خريب ابن سعد سے — بنوا خريب
١٦١ - مناعة ابن سعد سے — بنوا مناعة ١٦٢ - خناعة ابن سعد سے — بنوا خناعة
١٦٣ - جهم ابن سعد سے ——— جهمي ١٦٤ — غنم ابن سعد سے ——— غنمي
١٦٥ - حرث ابن سعد سے ——— حرثي ١٦٦ خزيمة ابن مدركة سے ——— بنوا خزيمة
١٦٧ - الهون ابن خزيمة سے - بنوا الهون -

قبايل ذيل الهون كي اولاد ميں هيں

١٦٨ — بنوا القارة — ١٦٩ — عضلي ١٧٠ — الديشي —
١٧١ - اسد ابن خزيمة سے — بنوا اسد ١٧٢ - دودان ابن اسد سے ——— دودانى
١٧٣ — كاهل ابن اسد سے — كاهلي ١٧٤ — حملة ابن اسد سے ——— حملي
١٧٥ - عمرو ابن اسد سے — عمري -

قبايل ذيل عمرو كي اولاد ميں هيں

١٧٦ - بنوا فقعس — ١٧٧ - بنوا الصيدا ١٧٨ - بنوا نصر — ١٧٩ — بنوا الزنية
١٨٠ - بنوا عاضرة — ١٨١ - بنوا نعامة - ١٨٢ — كنانة ابن خزيمة سے — بنوا كنانة
١٨٣ - مالك ابن كنانة سے — بنوا مالك -

قبايل ذيل مالك كي اولاد ميں هيں

١٨٤ - بنوا فقيم — ١٨٥ — بنوا فراس ١٨٦ بنوا بجير -
١٨٧ — ملكان ابن كنانة سے - بنوا ملكان ١٨٨ — عبد مناف ابن كنانة سے —
بنوا عبد مناف

قبايل ذيل عبد مناف كي اولاد مين هين

١٨٩ - بنوا مدلج — ١٩٠ - بنوا جديمه ١٩١ — بنوا ليث — ١٩٢ — بنوا الديل
١٩٣ - بنوا ضمرة — ١٩٤ — بنوا غفار ١٩٥ — بنوا عريج -
١٩٦ — عمرو ابن كنانه سے — عمريون ١٩٧ — عامر ابن كنانه سے — عامريون

قبايل ذيل كنانه كي شاخ هين

١٩٨ — الاحابيش — ١٩٩ — نضر ابن كنانه سے — بنوا النضر
٢٠٠ - مالک ابن نضر سے — بنوا مالک ٢٠١ - الحرث ابن مالک سے — مطيبون

قبايل ذيل الحرث كي شاخ هين

٢٠٢ — بنوا الخليج — ٢٠٣ - فهر ابن مالک سے - بنوا فهر يا قريش
٢٠٤ - محارب ابن فهر سے — بنوا محارب ٢٠٥ — غالب ابن فهر سے — بنوا غالب
٢٠٦ - تيم ابن غالب سے - بنوا تيم يا بنوا الادرم ٢٠٧ — لوي ابن غالب سے — بنوا لوي
٢٠٨ — عامر ابن لوي سے — بنوا عامر -

قبايل ذيل عامر كي اولاد مين هين

٢٠٩ — حسل — ٢١٠ — معيص ٢١١ - سامه ابن لوي سے — بنوا سامه —
٢١٢ — سعد ابن لوي سے — بنوا سعد —

قبايل ذيل سعد كي شاخ هين

٢١٣ — بكانه — ٢١٤ - خزيمه ابن لوي سے — بنوا خزيمه

قبايل ذيل خزيمه كي شاخ هين

٢١٥ - بنوا عايذة — ٢١٦ - حرث ابن لوي سے - بنوا الحرث
٢١٧ - عوف ابن لوي سے - بنوا العوف ٢١٨ - كعب ابن لوي سے - بنوا كعب
٢١٩ - عدي ابن كعب سے - بنوا عدي ٢٢٠ - هصيص ابن كعب سے - بنوا هصيص

قبايل ذيل هصيص كي اولاد مين هين

٢٢١ - بنوا سهم - ٢٢٢ - بنوا جمح ٢٢٣ - مره ابن كعب سے — بنوا مره
٢٢٤ — تيم ابن مره سے — بنوا مره ٢٢٥ — مخزوم ابن مره سے — بنوا مخزوم
٢٢٦ — كلاب ابن مره سے — بنوا كلاب ٢٢٧ — زهره ابن كلاب سے — بنوا زهره
٢٢٨ - قصي ابن كلاب سے - بنوا قصي يا مجمع —

قبايل ذيل كلاب كي اولاد مين هين

٢٢٩ - نوفليون — ٢٣٠ - عبدالدار ابن قصي سے — داري -

قبايل ذيل عبدالدار كي شاخ هين

٢٣١ - شيبي - ٢٣٢ - اُميه ابن عبد الشمس ابن عبد مناف ابن قصي سے — بنوا اُميه

۲۳۳ - هاشم ابن عبد مناف سے - بنواهاشم ۲۳۴ - عبدالمطلب ابن هاشم سے - بنوا مطلب
۲۳۵ - عباس ابن عبدالمطلب سے — عباسي ۲۳۶ - علي ابن ابوطالب ابن عبدالمطلب سے علوي
۲۳۷ - فاطمه بنت محمد صلى الله عليه وسلم سے - سادات بني فاطمه عليها السلام —

اس مطلب سے که اقوام مذکورہ بالا کا سلسله بخوبي ذهن نشين هوجائے اور آساني سے سمجهه مين آجائے اس مقام پر ايک شجرہ عرب مستعربه کي قومون کا شامل کيا جاتا هي *

عرب کي قومون کے بيان کو ختم کرتے وقت اس بات کا بيان کرنا مناسب هي که عرب مين ايک دستور تها که ايک ضعيف قوم يا وہ قوم جو زوال کي حالت مين پڑجاتي تهي اکثر اپنے آپ کو کسي زبردست قوم مين ملا ديتي تهي — اس اختلاط کے مقصد کو نه سمجهنے سے غير ملک کے مورخ بڑي غلطي مين پڑے هين — کيونکه اُن مين سے بعضون نے يهه خيال کيا هي اور بعض مورخ اب تک يهي سمجهتے هين که ايسا اختلاط نسب کے اختلاط سے علاقه رکهتا هي اور اُس کے بعد وہ دونون قومين ايک هي لقب يعني زبردست قوم کے لقب نسبي سے ملقب هوجاتي تهين اور اسي بنا پر اُن کا مقوله هي که عرب کي قومين انقلابات اجتماع کے هميشه زير مشق رهي هين — ليکن يهه خيال بالکل غلط هي - کيونکه وہ دونون قومين اس طرح پر مخلوط نهين هوتي تهين که ايک هي مورث اعلى کي نسل سے خيال کي جاتي هون بلکه اُس اختلاط کے يهه معني تهے که زبردست قوم زبردست قوم کے تابع اور اُس قوم کے قوانين اور رسم ورواج کي پابند هوجاتي تهي اور ضرورت کے وقت اور هر ايک امر مين اُس قوم کي ساتهي اور مدد گار هوتي تهي - دونون قومون کے آدمي ايک هي نامي سردار کے جهنڈے کے نيچے جمع هوتے تهے اور اگر اُن دونون قومون کے کسي آدمي سے کوئي جرم سرزد هوتا تها جسکي عوض تمام قوم سے تاوان لئے جانے کا دستور تها تو وہ تاوان برابر دونون قومون پر عايد هوتا تها *

افظ سراسين کي تحقيق

اس خطبه کے ختم کرنے سے پهلے مناسب هي که لفظ " سراسين " کي بابت جو يونانيون نے زمانه جاهليت کے بعض عربون کي نسبت استعمال کيا هي اور جسکا اطلاق انجام کار تمام جزيرہ نماے عرب کے باشندون پر قبل ظهور اسلام اور نيز بعد ظهور اسلام هوگيا هي کچهه گفتگو کي جاوے - متعدد مورخون نے اپني ذهانت کو اس لفظ کے ماخذ کے بيان کرنے کي کوشش مين صرف کيا هي اور هر ايک نے ايک نيا ڈهنگ اُس کے ماخذ تلاش کرنے کا اختيار کيا هي جس نے بارها پرانے تعصبات کو ظاهر کرديا هي *

همارے نزديک يهه بات کافي هي که ورنٹ پوکاک صاحب نے اپني کتاب تاريخ عرب مين جو کچهه اُس کي نسبت لکها هي بعينه اُس کو اِس مقام پر ترجمه کرديں

وہ لکھتے ہیں کہ اس مضمون پر ہمارے مصنفوں نے ابتک جو کچھہ چھاپا ہی اُس میں کسی جگہہ میں اس امر کی قابل اطمینان دلیل نہیں پاتا ہوں کہ وہ لوگ جو پہلے عرب کہلاتے تھے آخر میں " سراسینوں " کے نام سے کیوں موسوم ہوئے - جن لوگوں نے کہ اس نام کو " سرح " سے مشتق کیا ہی اُن کی راے کی کماحقہ تردید ہوگئی ہی — اب عموماً یہہ گمان ہی کہ یہہ نام " سرق " (چوری) سے نکلا ہی جس سے ایک وحشی اور لٹیری قوم سے صریح مراد ہی — مگر یہہ نام اُن کو کہاں سے ملا ؟ - اسمیں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ یہہ نام خود اُنہوں کے ہاں سے نہیں شروع ہوا ہوگا بلکہ کسی آؤر قوم کی زبان سے یہہ لفظ لیا گیا ہی - کیونکہ عرب ایسے نام کو جو موجب رسوائی اور ذلت کا ہی اپنے لیئے کب گوارا کرتے — اب عالموں کو یہہ تحقیق کرنا باقی ہی کہ آیا اُن لوگوں کے نام کو جو عام طور پر اور علانیہ قضاقی اور رھزنی کے لیئے مشہور ہیں لفظ " سرق " سے مشتق کرنا جایز ہوسکتا ہی جسکے معنی خفیہ چوری کرنے کے ہیں یا نہیں - اب اگر کوئی " سراسینوں " کی تحقیق میں مغربی تبعیت کرنا چاہے تو اُس کو اپنی آنکھیں شرق کی طرف کھولنی چاہیئیں — کیواسطے کہ " سراسینس " اور " سراسی نائے " کی آواز میں " شرقی " اور اُس کی جمع " شرقیوں " اور " شرقیین " کی نسبت کیا فرق ہوگا جس کے معنی اہل الشرق یعنی باشندگان شرقی کے ہیں جس طرح کہ سابق میں عربوں کو علی الخصوص یہودی خیال کرتے تھے کیونکہ اُن کی سر زمین کا شرقی حصہ (حسب قول طالمیطوس) عرب سے محدود ہی — اسیطرح توریت مقدس (سفر تکوین باب ۱۰ ورس ۳۰) یقطان کی اولاد کو جو عرب تھی مشرق میں بتان کرتی ہی یعنی ساحل کے اُس حصہ پر جو سابین " میشام " اور " سفار " کے جو مشرق میں ایک پہاڑ ہی واقع ہی - یعنی اگر " آرساتیاس " قابل اعتبار ہو " من مکة الی ان تجئی مدینة الجبل الشرقی " یعنی مکہ سے وہاں تک کہ تم اس مشرقی پہاڑ کے شہر تک آؤ یا جیسا کہ مسودہ " کو ڈیکس " میں مرقوم ہی " اے المدینة الشرقی " — یعنی مشرقی شہر تک (جس سے مغربی دانست میں مدینہ (مغورہ) مراد ہی) جو جانب شرق واقع ہی - حضرت سلیمان کی عقل כָּל בְּנֵי קֶדֶם تمام اہل الشرق کی عقل سے بڑھکر خیال کی گئی ہی یعنی (حسب بیان اُس یہودی کے کہ وہ کوئی ہو جس نے کہ صحف ملوک کا عربی میں ترجمہ کیا ہی) " سراسینوں " یا عربوں کی عقل سے اسطرح یرمیاہ نبی (باب ۴۹ ورس ۲۸) میں اعراب بنی قیدار کو " اہل الشرق " בְּנֵי קֶדֶם کہا ہی - علامہ " ہیو گو گروشیس " بیان کرتا ہی کہ عیسائیان سابق کی یہہ راے تھی کہ وہ عقلاء جو حسب بیان متی حواری (باب ۲) پرستش کو آئے تھے ملک عرب سے آئے تھے اور اُس کا خود بھی یہی عقیدہ تھا - نقا - وس (فرانسس میرن) لکھتا ہی کہ میں اپنی سفارت کی جو بجانب بنی عثمانیہ - -

بقي حمير — اور سراسين اور ديگر اقوام پرستش كنندة كي تهي تعميل كردي — اس ليئے " سراسينس " كا اور مشرقي اقوام كے زمرة ميں شامل هونا صرف اسي وجهه سے تها كه وة مشرق ميں آباد تهے — محمد الفيروزآبادي — صفي الدين اور اور لوگوں كا بيان هى كه مشرق كے چند اور مقامات بهي بدين وجهه كه وة مشرق كے اور حصوں ميں واقع تهے بنام " شرقة " " و شرقية " موسوم تهے — اور اُن كا يهه بهي بيان هى كه هم نے سنا هى كه ايسے مقامات كے باشندے اهل الشرق كهلاتے هيں — ايسي هي دليل سے اُن لوگوں كو بهي جو ايسے ملک ميں بستے هوں كه به لحاظ اور ملكوں كے " الشرق " يعني پورب كهلاتا هو اسي نام سے ملقب كهوں نهيں كرنا چاهيئے ورنه وة اپنے اور اُن لوگوں كے درميان جو اپني هي بولي ميں اپنے آپ كو مغربي يعني باشندۂ جزيرۂ عربي تانيا كهتے هيں كس طرح پوري پوري تميز كر سكتے هيں — اسي طرح سے جيسے كه باشندهاے ملک مغرب " المغاربة " كهلاتے هيں وة لوگ بهي جو عرب ميں متوطن هيں " مشارقة " يا " سراسينس " كهے جاسكتے هيں اور يهه نام انكي عادات و اوضاع كے لحاظ سے نهيں ركها گيا هى بلكه باعتبار اُنكي جاے سكونت كے ركها گيا هى — اسي طرح سے تم اُس مشهور و معروف حكيم بوعلى سينا كي اُس ناسي كتاب كا نام " سراسينک فلاسفي " يعني " الفلسفة المشرقية " كچهه اُسكي جاهليت كي وجهه سے نهيں كهتے هو بلكه اُس كے مشرقي هونے كے سبب سے — رهي يهه بات كه عربي حرف ش كا يونانی Σ كي مانند تلفظ هوا هى اس سے كوئي دشواري نهيں هوتي كيونكه وة عبراني حرف ש كا بهي اسي طرح تلفظ كرتے تهے — لفظ " سراسينس " كا ايک اور مادة بهي هوسكتا هى يعني " شرک " اس واسطے كه وة خداے واحد كے شريک قرار ديتے تهے — ليكن يهه نام جو قديمي عربوں كي نسبت اس قدر موزں هى مسلمان لوگ اُن كا اطلاق از راة بے انصافي و ناحق انديشي عيسائيوں پر كرتے هيں اور عيسائي اُس سے استغفار بهيجتے هيں مگر يهه امر همارے مضمون سے علاقه نهيں ركهتا *

همارے اس خطبه كے ساتهه ملک عرب كا ايک نقشه بهي هوگا جس سے اُميد هى كه اكثر متفازعه فيه مقامات مختلف قومونكي سكونت گزيني كا ٹهيک مقام بهت سے بهانوں كا صحيح صحيح موقع — پهاڑوں شهروں وغيرة كي كيفيت واصلهت دريافت هوجاويگي *

شايد اس كے پڑهنے والے كو توقع هو كه ناسي گواسي شهر مكه معظمه كا مفصل حال — اُس كي بنا كي كيفيت — سنگ اسود كي اصلهت — اور اُن رسوم كي ابتدا اور اُن كي حقيقت جو بهت الله ميں كي جاتي هيں يهه سب باتيں اس خطبه ميں دريافت هونگي ليكن چونكه ايسے عظيم الشان اور دل چسپ مضامين كي كامل تشريح كي اس خطبه ميں گنجايش نه هوگي اس ليئے هم اُن كا بيان ايک آئندہ خطبه ميں كسقدر تفصيل كے ساتهه كرينگے *

نقشۂ عرب

جسمین ایسے نام بھی لکھے گئے ہین جو کتب عہد عتیق یعنے توریت وغیرہ
کتب یہود اور اسلامی روایتون مین مذکور ہین
اِن نامون کے ساتھہ توریت وغیرہ کتابون کا حوالہ دیا گیا ہے

نقشہ متذکرہ بالا میں ہمنے اُن مقامات کو بھی درج کیا ہی جنکا حوالہ توریت مقدس سے دیا ہی اور اُن کے ساتھہ اس پاک کتاب کے مخصوص باہوں اور آیتوں کا بھی حوالہ دیدیا ہی *

ان مقامات کی ٹھیک ٹھیک جگہوں کے متعین کرنے میں ہم نے اُس بڑے نقشہ عرب سے فائدہ اُٹھایا ہی جس کو رورنڈ کارٹرٹ پی - کیری - ایم - اے - نے مرتب کیا ہی *

النصوص الباهرة في حرية الهاجرة علي مايستفاد من كتب اليهود

افادها

المولوي عنايت رسول چريا كوٹي سلمه الله تعالى

اُم حضرت اسمعیل علیہ السلام کا نام عبری زبان میں (هاغار) הָגָר اور عربی میں (هاجر) ہی یہہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں *

سفر الپشار میں جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہی لکھا ہی کہ " شہر بابل دارالسلطنت نمرود میں جہاں تارح یعنی آذر ابن ابراهیم علیہ السلام اور اُن کے تمام خاندان کے لوگ رہتے تھے ایک شخص حکیم ہنر مند ذکی الطبع فطین جو اکثر علوم و صنایع میں کمال رکھتا تھا رہتا تھا اُس کا نام رَقِيون רָקִיוֹן تھا مگر وہ بہت مفلس ومحتاج و مفلوک تھا تنگدستی و سختی سے وطن میں رہنا نا مناسب سمجھکر مصر کی راہ لی جب وہ وہاں پہونچا اور اُس کی لیاقت و دانشمندی باشندگان مصر پر ظاہر ہوئی تو بادشاہ مصر نے اُس کو براہ قدر دانی اعیان سلطنت میں داخل کیا رفتہ رفتہ بالکل حاوی ہوا بالآخر وہاں کا بادشاہ ہوگیا یہہ پہلا شخص ہی جس کا لقب فرعون ہوا اسی فرعون کے زمانہ بادشاہت میں بوجہہ قحط سالی کے حضرت ابراهیم علیہ السلام فلسطین سے معہ اپنے اہل بیت کے مصر میں تشریف لیگئے *

رقیون רָקִיוֹן اور هاغار הָגָר دونوں عبری لفظ ہیں اور اس سے استدلال ہوسکتا ہی کہ وہ دونوں عبرانی یعنی بنی عیبر تھے اور کیا عجب ہی کہ اُسی قبیلہ کے ہوں جس قبیلہ کے حضرت ابراہیم تھے اور ظاہرا اسی خیال سے کہ بادشاہ مصر اُن کا ہموطن یا ہم قبیلہ ہی اس قحط و مصیبت میں حضرت ابراهیم نے مصر میں جانے کا قصد کیا ہو جیسا کہ ہرایک انسان کو ایسے موقع پر اس قسم کا خیال ہوسکتا ہی *

جب حضرت ابراهیم مصر میں پہونچے اور اُنہوں نے حضرت سارہ کا اپنی بی بی ہونا ظاہر نہ کیا بلکہ بہن ہونے کا جو رشتہ تھا وہ ظاہر کیا تو فرعون نے حضرت سارہ سے شادی کرنی چاہی اور حضرت ابراهیم کو بہت کچھہ دیکر حضرت سارہ کو بقصد شادی اپنے گھر لے گیا *

اس واقعہ سے بھي استدلال ہوسکتا ہی کہ فرعون بادشاہ مصر کو بسبب ہم قوم ہونے کے زیادہ تر حضرت سارہ سے شادي کرلے کي رغبت ہوئي تھي *

غرضکہ ہنوز شادي نہولے پائي تھي کہ مختلف قسم کے صدمات فرعون پر واقع ہوئے اور اُن کے سبب سے فرعون نے حضرت سارہ کے حال کي زیادہ تفتیش کي تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم کي بھوي بھي ہیں اُسوقت فرعون نے اُن کو حضرت ابراھیم پاس بھیجدیا اور ہاجرہ اپني بیٹي کو بھي اُن کے سپرد کیا *

فرعون نے جو اپني بیٹي ہاجر کو حضرت سارہ کے ساتھہ کردیا ظاہرا اُس کے کئي سبب معلوم ہوتے ہیں — ابراھیم اور سارہ کي نیکي اور بزرگي اور اُن کا اور فرعون و ہاجر کا ہم قوم ہونا اس بات کے لیئے بڑي رغبت ہوئي ہوگي کہ فرعون اپني بیٹي کو اُن کي تعلیم اور تربیت اور صحبت میں سپرد کرے کیونکہ مصري اُس کے قوم و قبیلہ سے نہ تھے — علاوہ اس کے اُس زمانہ میں اور اُس خاندان میں شادي و بیاہ میں ہم کفو ہونے کا بہت خیال تھا مصر میں رئیسوں فرعون مصر کے خاندان کا کوئي شخص نہ تھا اور یہہ بہت بڑي ترغیب اس بات کي تھي کہ ہاجر سارہ کے سپرد کي جاوے تاکہ اُن کي تربیت میں رہے اور کہیں کفو میں اُس کي شادي ہوجاوے — رخصت کے وقت فرعون نے اپنے بیٹي ہاجر کو سمجھایا کہ تورا رہنا ان کے ساتھہ تیرے لیئے میرے پاس رہنے سے بہتر ہی — اِس سمجھانے سے بھي صاف ظاہر ہوتا ہی کہ کس خیال سے فرعون نے اپني بیٹي اُن کے سپرد کي تھي *

بعد اس کے جب حضرت ابراھیم معہ ہاجر فرعون کي بیٹي کے وہاں سے چلے تو فرعون نے اُن کے ساتھہ پیادے مامور کیئے تاکہ بحفاظت پہونچ جاویں چنانچہ یہہ سب لوگ بہ آرام تمام معہ احمال و اثقال و لونڈي و غلام وغیرہ کے جو بادشاہ مصر نے اُن کو دیئے تھے اپنے ملک میں جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کي تھي بخیر و خوبي پہونچ گئے اُس وقت ابراھیم ہاجر کي بدولت بہت دولت مند و مالدار ہوگئے چنانچہ توریت میں لکھا ہی *

וַיַּעַל אַבְרָם מִמִּצְרַיִם הוּא וְאִשְׁתּוֹ וְכָל — אֲשֶׁר לוֹ וְלוֹט עִמּוֹ הַנֶּגְבָּה
וְאַבְרָם כָּבֵד מְאֹד בַּמִּקְנֶה בְּכֶסֶף וּבְזָהָב :

ان لفظوں کو اس مقام پر عربي خط کے حرفوں میں لکھتے ہیں *

وَ یَعْلُ اَبْرَمَ مِصْرَایِمَ هُو وَ اِشْتُو وَکُلَ اِشْرَارِ وَ لُوطَ عِمُو هَغْنَبَا

وَ اَبْرَامَ کَابِدَ مِتَوْ بِمِقْنَهَ وَ بِکَسِفَ وَ بِزَّاهَابَ

ترجمہ عربي " فصعد ابرام من مصر هو و زوجته و کل ماله و لوط معه الی القبیلة و ابرام عظیم جدا بالماشیة والفضة و الذهب

ترجمه اُردو " اور کوچ کیا ابراهیم نے مصر سے اُس نے اور اُس کی بی بی نے سمیت اپنے کل مال کے اور لوط کے شمال کی طرف کو — کتاب پیدایش باب ١٣ آیت ١ و ٢ *

غرضکه اس مورخ کے بیان سے ظاهر هی که هاجر بادشاه مصر کی بیٹی تهیں تعلیم تهذیب کے لیئے سارہ کے سپرد کی گئی تهیں اور اُن کا هم وطن هونا بلکه ادنی تامل سے اهل خاندان سے هونا پایا جاتا هی *

مفسرین توریت بهی حضرت هاجر کو بادشاه مصر کی بیٹی لکهتے هیں چنانچه (وبی شلومو اسحاق) نے کتاب پیدایش کے سولهویں باب کی پهلی آیت کی تفسیر میں جو لکها هی اُس کو بعینه اس مقام پر نقل کرتے هیں *

בַּת פַּרְעֹה הָיְתָה נִפְשֶׁרְאָה נִסִּים שֶׁנַּעֲשׂוּ לְשָׂרָה אֲמֵר מוֹטֵב שֶׁתִּהְיֶה בִּפְנֵי שִׁפְחָה בְּבֵת זֶה וְלֹא גְּבִירָה בְּבֵת אַחֵר :

اس عبارت کو عربی خط کے حرفوں میں لکها جاتا هی *

" بَتْ پَرْعُهْ هَا ثَا كِشْرَا نِسِيم شَنَعْسُو اِسَارَ، اَمَر مُوطَاب شِتِّهَا بِتِّي شِفْحَه بِبِيت زِه وْلُو گِبِيرَه بِبِيت آحِير "

(ترجمه عربي) هي كانت بنت فرعون لمارا الايات التي اخرجت بسارة قال ما اطيب ان تكون بنتي خادمة في بيت ذا ولا ان تكون سيدة في بيت اخر *

(ترجمه اُردو) " وه فرعون کی بیٹی تهی جب دیکها اُن کراماتوں کو جو بوجهه سارہ واقع هوئیں تو کها بهتر هی که رهے میری بیٹی اُس کے گهر میں خادمه هوکر اس سے که هو دوسرے کے گهر میں ملکه " *

اس عبارت کا ترجمه اس طرح پر بهی هوسکتا هی که " میری بیٹی کا رهنا اس کے خاندان میں خادمه هوکر بهتر هی دوسرے کے خاندان میں ملکه هوکے رهنے سے " *

سنه ١٨٥٠ ع میں بمقام کلکته اسی بات کا مباحثه هوا تها اور اکثر یهودیوں نے اس بات کو تسلیم کیا تها که حضرت هاجر لونڈی نهیں تهیں بادشاه مصر کی بیٹی تهیں *

توریت مقدس سے کسی طرح حضرت هاجرہ کا لونڈی هونا ثابت نهیں هی نهایت صاف اور روشن بات هی که اُسوقت کے حالات پر جو هم نظر کرتے هیں تو معلوم هوتا هی که اُس زمانه میں لونڈی و غلام دو طرح پر هوتے تهے شرا سے اور غنیمت سے یعنی یا تو وه لونڈی و غلام هوتے تهے جو لڑائی میں اسیر هوکر آتے تهے اور وه (شِبْيُوت حرب) שִׁבְיוּת חֶרֶב کهلاتے تهے یعنی غنیمت جنگ صیف یا وه لونڈی اور غلام کهلاتے تهے جو خریدے جاتے تهے اور اُن کو מִקְנַת כֶּסֶף (مقنی کسف) کهتے تهے یا اُن کی اولاد لونڈی و غلام هوتے تهے

بڑا پاپ (یا ناپاک) ولید البیوت یعنی گھانہ زاد مگر حضرت ھاجرہ اُن باتوں سے پاک تھیں پھر وہ کیونکر لونڈی ھوسکتی تھیں اُن کو لونڈی کہنا محض بہتان ھی *

اب رھی یہہ بات کہ یہودی اُن کو کیوں لونڈی کہتے تھے اس کا بڑا سبب یہہ ھی کہ یہودی بنی اسمعیل کی ھمیشہ حقارت کرتے ھیں اور ضد و عداوت سے ایسی باتیں جن سے بنی اسمعیل کی نسبت بنی اسرائیل کے حقیر سمجھے جاویں منسوب کرتے ھیں اور اسی خیال سے اُن لوگوں نے غلط طور پر توریت مقدس سے بھی حضرت ھاجر کے لونڈی ھونے پر استدلال کیا ھی مگر وہ استدلال سرتاپا غلط اور بالکل تحریف ھی جس کو بالتفصیل ھم بیان کرتے ھیں *

حضرت سارہ اولاد سے ھوگئی تھیں اور اُن کے اولاد نہوتی تھی اس لیئے اُنھوں نے حضرت ھاجر کو زوجہ بنانے کی اجازت دی کہ اُنھی سے کچھہ اولاد پیدا ھو چنانچہ ھاجر سے حضرت اسمعیل پیدا ھوئے اس کے چند روز بعد حضرت سارہ بھی حاملہ ھوئیں اور حضرت اسحاق پیدا ھوئے حضرت اسحاق کئی برس کے ھوگئے تھے اُن کا دودھ بھی چھوٹ چکا تھا اور حضرت اسمعیل اُن سے عمر میں کچھہ بڑے تھے دونوں میں آپس میں کچھہ تکرار ھوگئی جیسا کہ دو بچوں میں ھوجاتی ھی حضرت سارہ کو یہہ بات بری معلوم ھوئی اور اُس لڑائی جھگڑے میں حضرت ابراھیم سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اُس کے لڑکے کو نکال دو اس مقام پر جو حضرت سارہ نے حضرت ھاجر کو لونڈی کہا اس سے یہہ استدلال نہیں ھوسکتا کہ وہ درحقیقت میں لونڈی تھیں بلکہ جس طرح عورتوں لڑائی غصہ میں خصوصاً جبکہ دو عورتوں بلکہ دو سوکنوں میں بچوں پر تکرار ھوجاوے ایک دوسرے کو تہتک اور حقارت کے کلمے کہہ اُٹھتی ھیں اسیطرح حضرت سارہ نے بھی یہہ لفظ امۃ הָאָמָה یعنی لونڈی کا حضرت ھاجر کی نسبت کہا اس سے کسیطرح یہہ ثابت نہیں ھوسکتا کہ وہ درحقیقت لونڈی تھیں مگر یہودیوں کو اور جو لوگ یہودیوں کی پیروی کرتے ھیں اُن کو ایک موقع حضرت ھاجر کو لونڈی کہنے کا مل گیا *

حضرت سارہ کی اس بات سے حضرت ابراھیم نہایت ناراض ھوئے مگر خدا نے اُن کی تسلی کی اور کہا کہ اس لونڈی اور بچہ کی طرف سے رنج مت کر تو انکو نکال دے میں اس لونڈی کے بچہ سے ایک قوم پیدا کرونگا *

اس مقام پر جو خدا نے لونڈی کہا وہ بعینہ نقل حضرت سارہ کے قول کی ھی یعنی سارہ نے جس کو حقارت سے لونڈی اور لونڈی کا بچہ کہا ھی اُسی سے میں ایک قوم پیدا کرونگا یہہ ایسی بات ھی کہ جیسے کوئی شخص کسی لایق آدمی کو کہے کہ یہہ نالایق کیا کام کرتا ھی پس اس دوسرے شخص کا یہی اُس کو نالایق کہنا اس بات کی دلیل نہیں ھوسکتا کہ درحقیقت وہ شخص نالایق ھی۔ اور جبکہ یہہ بات ثابت ھوچکی ھی کہ حضرت

هاجر بیٹی رتیون بادشاہ مصر کی بلکہ ہم قوم و ہم وطن ابراہیم کی تھیں اور جو وجوہ رقیت کی اُس زمانہ میں تھیں اُن سے بھی حضرت هاجر بری تھیں تو ان الفاظ سے جو لڑائی و جھگڑے و غصہ میں بولے گئے ہیں کسی طرح اُن کا واقعی لونڈی ہونا مراد نہیں ہوسکتا *

علاوہ اس کے لفظ امہ שִׁפְחָה مجازاً محاورہ میں زوجہ پر بھی بولا جاتا ہی یہودیوں میں دستور تھا کہ دختر کا باپ بروقت شادی کے بعوض دختر کے پسر کے باپ سے کچھ روپیہ لیتے تھے تب بیٹی دیتے تھے جیسے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بعض قوموں میں دستور ہی اور اس دستور کو بیٹی کا بیچنا کہتے تھے مگر وہ لونڈی نہوتی تھی بلکہ زوجہ شرعی ہوتی تھی اور تمام حقوق زوجیت کے اُس کو حاصل ہوتے تھے ایسی زوجہ پر بھی لونڈی کا مجازاً اطلاق ہوا ہی چنانچہ توریت مقدس کی دوسری کتاب باب ۲۱ — آیت ساتویں میں لکھا ہی کہ " خدا نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کو بیچے (امہ) ہونے کے لئے تو وہ لونڈیوں کی طرح نکل نہ جائیگی اگر وہ اپنے مالک کی نظر میں ناپسند ہو جس سے اُس نے زفاف قبول کیا تو فدیہ دیکر بوجہہ نا پسند ہونے کے اجنبی قوم کے پاس بیچنے نہیں سکتا اور اگر اپنے پسر کی خلوت میں دیا تو لڑکیوں کے دستور کے موافق برتاؤ ہوگا اور اگر اُس کے اوپر دوسری کرلی تو حقوق زوجیت یعنی کھانا کپڑا خلوت کم نکریگا اور اگر یہہ تینوں اسر اُس کے ساتھہ نہ کیئے جاویں تو بلا فدیہ چھوٹ جاویگی " *

جو کہ ان آیتوں سے مسایل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں اس لیئے علماء یہود نے اس میں بہت غور کی ہی کل مباحثہ لکھنا طول ہی مگر جسقدر کہ اس مقام کے مناسب ہی مختصراً لکھا جاتا ہی *

ان آیتوں میں لفظ امہ שִׁפְחָה سے لونڈی مراد نہیں ہوسکتی اول تو انہی آیتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ یہاں لونڈی سے یعنی زوجہ شرعی مراد ہی دوسرے یہہ کہ یہہ سب آیتیں بنی اسرائیل کی شان میں ہیں جیسا کہ سیاق دلالت کرتا ہی اور بموجب توریت مقدس کے لونڈیوں کیطرح بنی اسرائیل کی بیع و شرا جایز نہیں ہی چنانچہ اس کی تفصیل توریت مقدس کی تیسری کتاب باب ۲۵ — آیت ۴۲ اور دوسری کتاب باب ۲۱ آیت ۳ میں مندرج ہی — بنی اسرائیل چوری کے جرم میں یا دشمن کی قید میں سے چھوڑانے کے لیئے خریدے جاسکتے تھے اور صرف سات برس تک مالک کی بطور غلام کے خدمت کرتے تھے حضرت یوسف کے بھائی بھی چوری کے جرم میں بطور غلام رکھہ لیئے گئے تھے مگر وہ غلام نہ تھے *

اور اگر فرض کریں کہ اس آیت میں جو احکام ہوں وہ غیر بنی اسرائیل کے لیئے ہیں تو بھی آیت کے معنی درست نہونگے کیونکہ غیر بنی اسرائیل لونڈی و غلام بجاسوہر

برس لو خود آزاد هوجاتے تھے اور آیت میں حکم ہی کہ وہ آزاد نہوگي اس مقام پر تفسیر وشي کي عبارت نقل کي جاتي ہی جس سے مطلب مذکور ثابت هوتا ہی *

אִם רָעָה בְּעֵינֵי אֲדֹנֶיהָ : שֶׁלֹּא נִשֵּׂאָהּ חֵן בְּעֵינָיו לְהוֹנָתָהּ : אֲשֶׁר לֹא יַעֲדָהּ : שֶׁהָיָה לוֹ לְיַעֲדָהּ לְהַכְנִיסָהּ לוֹ לְאִשָּׁה וּבְקָלּ קְנֵנִי תָּה הוּא בְּקָלּ קְרוּ שִׁיהָ וְכֵאוֹן רָמַז לָךְ הַכָּתוּב שֶׁמִּצְוָה בְּיִעוּד וְרָמַז לָךְ שֶׁאֵינָהּ צְרִיכָה קְרוּ שִׁים אֲחֵרִים :

صورت اس کي عربي خط میں تورات *

אִם רָאָה בְּעֵינֵי אֲדוֹנֶיהָ שֶׁלֹּא נִשֵּׂאָהּ חֵן בְּעֵינָיו לְהוֹנָתָהּ : אֲשֶׁר לֹא יְעָדָהּ : שֶׁהָיָה לוֹ לְיַעֲדָהּ לְהַכְנִיסָהּ לוֹ לְאִשָּׁה וּבְקָלּ קְנֵנִי תָּה הוּא בְּקָלּ קְרוּ שִׁיהָ וְכֵאוֹן רָמַז לָךְ הַכָּתוּב שֶׁמִּצְוָה בְּיִעוּד וְרָמַז לָךְ שֶׁאֵינָהּ צְרִיכָה קְרוּ שִׁים אֲחֵרִים :

(ترجمہ عربي) و ان قبحة بعين بعلها : لانه لخلوتها ماهرى الذي لم يزفها : وكان له ان يزفها و يتخلى بها للتزويج و ثمن شرايها هو ثمن نكاحها و في الاية كناية بسر النكاح و بانه لايجوز مع الغير عرسها *

اُردو ترجمہ (توریت) اگر بري هی اپنے خاوند کي نظروں میں (تفسیر) که اُسے رغبت نہوئی اُس کے ساتھہ خلوت کي (توریت) جس نے زفاف نکیا (تفسیر) که اُس کو مناسب تھا اُس سے زفاف اُس کے ساتھہ خلوت کرنا چھوڑ کرنے کے لیئے اور قیمت اُس کي خرید کي قیمت هی اُس کي شادي کي اور یہاں کنایہ هی که آیت میں حکم شادي کا هی اور کنایہ هی که وہ دوسرے سے شادي کرنے کي مجاز نہوں *

اسي موقع پر اس بات کا بھي خیال کرنا چاهیئے که جس طرح ایسي چھوڑ پر جس کي بابت بعوض شادي روپیہ دیا گیا هو مجازاً لونڈي کا اطلاق هوا اسي طرح ایسي چھوڑ پر بھي جو بطور ذرلہ کے آئي هو مجازاً لونڈي کا اطلاق هوا هی چنانچہ ابي غایل حضرت داؤد کي بیوي پر لونڈي اور خادمہ کا اطلاق هوا هی جس کا ذکر عنقریب آتا هی اور چونکہ یہہ امر حضرت هاجر کے حال سے بھي نہایت مناسب تھا اس لیئے مجازاً اُن کي نسبت بھي امہ یعني لونڈي بولا گیا مگر چونکہ رقیت کسی طرح ثابت نہوں هی تو اُس لفظ سے حقیقي لونڈي مراد هو نہوں سکتي

اگر یہہ کہا جاوے که ان مقاموں میں بھي امہ سے چھوڑ مراد هی مگر سریہ تو یہہ

کہنا بھی صحیح نہوگا اس لیئے کہ جب بنی اسرائیل کی لڑکیاں لونڈیاں ہو ہی نہیں سکتی تھیں تو سریہ کیونکر ہوسکتی ہیں *

اور اگر یہہ شبہہ کیا جاوے کہ جن مقاموں کا بیان ہوا وہاں قرینہ ہی جس سے امہ سے لونڈی مراد نہیں ہوسکتی مگر جہاں حضرت ہاجر کی نسبت امہ کا اطلاق ہوا ہی وہاں کیا قرینہ ہی جس سے حقیقی معنی چھوڑکر مجازی معنی لیئے جاویں اس شبہہ کے رفع کرنے کو ناظرین کو ذرا توجہہ کی تکلیف دی جاتی ہی *

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بلکہ اُن کے بعد بھی یہہ دستور تھا کہ لونڈی میراث نہیں پاتی تھی چنانچہ اسی وجہہ سے لیا اور راحیل یعقوب علیہ السلام کی بیویوں نے اُن سے کہا کہ " کیا اب ہمارے لیئے اپنے باپ کے گھر میں کچھہ حق میراث ہی کیا ہم اجنبیہ نہیں شمار کی گئیں کیونکہ بیچ ڈالا ہمکو اور قیمت بھی کھا گیا " پیدایش باب ۳۱ آیت ۱۴ و ۱۵ *

اور لونڈی کی اولاد جو دوسری سے ہو وہ بھی لونڈی اور غلام ہوتی تھی اُنکے لیئے میراث نہ تھی چنانچہ یہہ حکم موسی کو بھی دیا گیا اور لونڈی کی اولاد جو مالک سے ہو وہ بھی کی اولاد کے ساتھہ میراث نہیں پاتی تھی جو کچھہ اُنکو باپ اپنی زندگی میں دیدیوے وہی اُنکہ ملتا تھا اور یہی وجہہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے قطورہ کی اولاد کو اپنی زندگی میں کچھہ دیکر الگ کردیا تھا جیسا کہ کتاب پیدایش باب ۲۵ میں مندرج ہی ــ جبکہ یہہ قاعدہ شرعی معلوم ہوگیا تو اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ جب سارہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اس لونڈی اور اُس کے لڑکے کو نکال تو اُس کی وجہہ یہہ بیان کی کہ میراث نہ پاوے لونڈی بچہ میرے بیٹے اسحاق کے ساتھہ ــ اس سے صاف ظاہر ہی کہ سارہ کو اندیشہ یہی تھا کہ اسمعیل اسحاق کے ساتھہ میراث پاوینگے پس اگر ہاجر لونڈی ہوتیں یا اسمعیل لونڈی بچہ ہوتے تو میراث پانے کا خیال کیونکر ہوتا بلکہ اُس وقت کی شریعت میں یہہ حکم تھا کہ زوجہ مطلقہ میراث نہیں پاتی تھی اور جس لڑکے کو باپ عاق یعنی ساقط المیراث کردیتا تھا وہ بھی میراث سے محروم ہوجاتا تھا اس لیئے حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم سے درخواست کی تھی کہ ہاجر کو اور اُس کے لڑکے کو نکال دے یعنی ایک کو طلاق دے اور ایک کو عاق کرے تاکہ دونوں مستحق میراث نہ رہیں یہہ قرینہ ہی کہ ان آیتوں میں امہ کا لفظ جو خلاف محل واقع ہوا ہی اُس سے اُس کے مجازی معنی مراد ہیں اور حقیقی مراد نہیں ہوسکتے علاوہ اس کے اور بھی قرینے قویہ ہیں جنکا ذکر آگے آتا ہی *

ان مقامات کے سوا کسی مقام میں حضرت ہاجر کی نسبت لونڈی کا لفظ توریت میں نہیں آیا ہی بلکہ (شفحة) שִׁפְחָה کا لفظ آیا ہی اور "شفحة" کے معنی لونڈی کے

ہیں ہیں انقلوس یہودی نے جس نے توریت کا ترجمہ کالدی زبان میں کیا ہی شفحہ کا ترجمہ امتا جو بمعنی امۃ ہی لکھا ہی اور اس سبب سے اکثر مترجموں نے توریت کے ترجموں میں جو آثر زبانوں میں کیئے اُس لفظ کا یونانی ترجمہ کیا حالانکہ یونانی کو عبری زبان میں (امۃ) אָמָה سے ہیں جو عربی لفظ امۃ کا مرادف ہی اور شفحہ کے معنی خادمہ کے ہیں ہم تفرقہ بتانے کے لیئے سموئل باب ۲۵ کی ۴۱ آیت نقل کرتے ہیں اُس سے امۃ اور شفحہ کا فرق ظاہر ہوجاویگا *

וַתֹּאמֶר הִנֵּה אֲמָתְךָ לִשְׁפָחָה לְרָחֹץ עַבְדֵי אֲדֹנִי :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَتُو مِرْ هٰذِهِ اَمَائِحَا لِشَفْحَهِ اِرْ حُوصِ رِجْلِي عَبْدِي اَدُونِي *

(ترجمہ عربی) وقالت نعم انا امۃ لہ خادمۃ تغسل رجل عبید سیدی *

(ترجمہ اُردو) اور کہا ہاں اُس کی یونانی خادمہ ہی اپنے سردار کے خادموں کا پاؤں دھونے کے لیئے *

یہہ قول ابی غایل حضرت داؤد کی بی بی کا ہی جبکہ حضرت داؤد نے اُس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور وہ بطور دولہ کے حضرت داؤد کے ہاں آئی تھیں *

(شفحہ) کے اصلی معنی جیسا اہل لغت لکھتے ہیں قبیلہ کی عورت کے ہیں . ملہ اس لفظ کا اور (مشپحہ) מִשְׁפָּחָה کا جس کے معنی قبیلہ کے ہیں ایک ہی لیکن عرف میں اس کے معنی خادمہ کے ہیں پھر اس لفظ سے یونانی سمجھنا یا غلطی ہی یا تعصب ہی *

تیسرا مقام جہاں سے اُنکے یونانی ہونے پر استدلال کرتے ہیں پیدائش باب ۲۵ پہلی آیت سے ۶ آیت تک جسکا ترجمہ یہہ ہی اور ابراہیم نے پھر عورت کی جسکا نام قطورہ تھا اور اُس سے زمران ویقشان ومدان ومدیان ویشبق وشوحہ پیدا ہوئے : اور یقشان کے شبا اور ددان پیدا ہوئے : ددان کی اولاد اشوریم لطوشیم لعمیم : مدیان کی اولاد عیفہ وحنوخ ابی دع اور الداعہ یہہ سب قطورہ کی اولاد ہیں : اور جو ابراہیم نے جو کچھہ اُسکا تھا اسحاق کو : اور سریہ کی اولاد کو ابراہیم نے اپنی حیات میں کچھہ دیکر اسحاق کے پاس سے نکال دیا پورب طوف پورتی عرب میں : یہاں چھٹی آیت میں واقع ہی لِבְנֵי הַפִּלַגְשִׁם (لبنی هپیلغشم) جس سے استدلال کرتے ہیں פִּלֶגֶשׁ (پیلغش) פִּלֶגֶשׁ پیلغش جسے کلدی میں יַלְדְּתָא (یلدتا) یا פִּלְקָתָא پلقتا کہتے ہیں یا לְחִיָּה (لحیہ) بولتے ہیں اس کے معنی نے شبہہ سریہ ہیں اور اُس کی جمع سوائے قاعدہ کے פִּלַגְשִׁים

(یوقشیم) آتي هی ربي سلیمان ابن اسحاق نے لکها هی يَسْمِ بِقَتْ וּבְהּ בְּלֹאכְתּוֹבָה اس کے معني یہہ هیں کہ جس کے لیئے کتبہ صداق یعني کابین نامہ هو اُسے ناشم" کہتے هیں اور جس کے لیئے کابین نامہ نہو اُسي" یوقشیم" کہتے هیں پهر نوع یہہ امر ثابت هي کہ یوقشي سریہ هی استدلال یہہ هی کہ آیت میں" یوقشیم" بلفظ جمع هی اور اُس سے سواے قطورہ اور هاجر هیں کیونکہ سارہ کے سوا یہی دو بهویاں ابراهیم کی ثابت هیں اسلیئے یہہ سریہ هونگے فقط یہہ شبہہ" یوقشیم" کے لفظ سے پیدا هوا حال یہہ هی کہ عبري میں جمع" یے" اور" میم" سے آتي هی لہذا جمع یوقشیم هونا چاهیئے لیکن تورات میں اُس مقام میں یوقشیم بدون یے کے وارد هی یوقشیم نہیں هی اس لفظ پر مفسرین نے بحث کي هی بعض نے اسکو جمع مانا هی اور یے کے نہونے کي یہہ توجیہہ کي هی کہ ابراهیم کے ایک هي سریہ تهی اس واسطے یے کو گرا دیا ۞ رشي חֶסֶר כְּתִיב שֶׁלֹּא הָיְתָה אֶלָּא פִּלֶגֶשׁ אֶחָת ؛ مقصور لکها گیا کیونکہ ایک هي سریہ تهي ۞ ساتهہ هی اس کے اس مفسر نے یہہ بهي لکهدیا هی کہ وہ سریہ هاجر تهیں اور وهي قطورہ هیں یعني هاجر اور قطورہ ایک هي کا نام هی یہہ بات صحیح نہیں معلوم هوتي جسکا بیان هوگا انشاء اللہ تعالی اور اسي طرح اکثر مفسرین نے تسلیم کیا هی کہ سریہ ابراهیم کي ایک هي تهي لہذا یوقشیم سے جمع مقصود نہیں اور نہ بصورت جمع هی تو اسي وجہہ سے اونقلوس نے جو قدیم مترجم هی اس لفظ کے ترجمہ میں لِحِیزَاءَ(لحویقاث)لفظ واحد اختیار کیا هی ایسي حالت میں اس سے استدلال کیونکر هوسکتا هی کیونکہ مدار حجت جمعیت تهي اور وہ غیر مسلم هی باقي رهي یہہ بات کہ وہ سریہ جس کی شان میں یہہ آیت وارد هی هاجر هیں اس بیان سے کہ هاجر هی کا نام قطورہ هی دعوی بالدلیل هی سیاق کلام سے ظاهر هی کہ اس باب میں قطورہ اور اُن کي اولاد کا ذکر هی اور اُنهیں کو آیت سریہ بتاتي هی علاوہ اس کے دِبْرِي הַיָּמִים سفرالتواریخ اول کے پہلے باب کي ۳۲ آیت میں جہاں سب کے نسب نامے لکهے هیں جو اهل کتاب میں معتبر هی لکها هی וּבְנֵי קְטוּרָה פִּילֶגֶשׁ אַבְרָהָם . ترجمہ اور بني قطورہ سریہ ابراهیم فلں اور فلں یہہ وهي اشخاص هیں جنهوں پیدایش کے باب ۲۵ میں قطورہ کي اولاد گنایا هی اور فلسطین کے پورب سکونت کی اجازت دي هی یہاں یہ قطورہ کا سریہ هونا بخوبی ثابت هی اور اسي مقام پر ۳۳ آیت کے اخیر میں لکها هی כָּל-אֵלֶּה בְּנֵי קְטוּרָה ؛ یہی سب قطورہ کی اولاد هیں اس سے ثابت هی کہ قطورہ هاجر نہ تهیں ورنہ اسمعیل کو بهی اُن میں شمار کرتا بلکہ اسی باب کی ۲۶ آیت میں گنایا هی ابراهیم کے بیٹے اسحاق اور اسمعیل اُسوقت یہہ دستور تها یعنی اکثر یہہ معیار تها کہ بیان نسب میں سریہ کي اولاد کو ما کي طرف نسبت کرتے تهے اور بیوي

کي اولاد کو باپ کي طرف — اسي ليئے نسب نامہ اسمعيل کو ابراهيم کي طرف منسوب کيا اور قطورہ کي اولاد کي نسبت ابراهيم کي طرف نہيں کي بلکہ قطورہ کي طرف کي — علاوہ اسکے هاجر کي اولاد پاران ميں بسي اور قطورہ کي اولاد فلسطين کے پورب جيسا تورات ميں بيان هوا هي باوجود ان سب تباين اور تغائر کے دونوں کو ايک کہنا بغاوت هي علاوہ اس کے ابراهيم نے هاجر کو طلاق دي تهي اور ائمہ کو زن مطلقہ سے نکاح جايز نہيں چنانچہ موسي کي شريعت ميں يہہ حکم منصوص هي تو اگر يہي شريعت ابراهيم کے وقت ميں بهي تهي جيسا يہود دعوي کرتے هيں تو يہہ کہنا کہ قطورہ هاجر ايک هيں بالکل خلاف هي اور اگر ابراهيم کے وقت ميں يہہ شريعت نہ بهي رهي هو تو خلاف دستور انبيا کے هي کسي نبي کا سواے پيغمبر آخرالزماں کے زن مطلقہ سے نکاح کرنا ثابت نہيں *

اب هم رجوع کرتے هيں پيلغشم کے لفظ اور اُس آيت کے معني کي طرف اگر تسليم کيا جاوے کہ يہہ لفظ جمع هي جيسا اب جو نسخے موجودہ مطبوعہ لندن وامستردام وغيرہ ديکھے گئے اُن ميں פִּילַגְשִׁים پيلغشيم ہے اور مدم کے ساتهہ لکها هوا خلاف بيان مفسرين کے پايا جاتا هي تو بهي مدعا مستدل کا ثابت نہوگا کيونکہ جايز هي کہ يہہ جمع פִּילַגְשִׁי پيلغشي اسم منسوب کي هو جيسا کہ اسم منسوب کي جمع اس وزن پر متعارف هي امثلہ ذيل سے واضح هوگا — מִצְרִי مِصْرِي : חֲרִיחֹרִים : יִשְׁמְעֵאלִי يِشْمَعِيلِي : وغيرہ بہت لفظ هيں פִּילַגְשִׁי پيلغشي کے معني سريہ زا هيں جيسے اس ملک ميں پرستار زادہ کہتے هيں معني آيت کے يہہ هيں کہ ابراهيم نے سريہ زا لڑکوں کو کچهہ ديکر وهاں سے رخصت کرديا اور ان کو فلسطين کے پورب بسنے کي اجازت دي — ليکن اُن ميں اسمعيل نہ تهے بلکہ اسي باب کي نويں آيت ميں لکها هي کہ دفن کيا ابراهيم کو اسمعيل اور اسحاق اُن کے لڑکوں نے — توريت اور اُس کي تفسير ديکهنے والوں پر بخوبي واضح هوجاويگا کہ هاجر کا لونڈي هونا کتب مقدسہ سے ثابت نہيں

الخطبة الثانية

في

مراسم العرب و عاداتهم قبل الاسلام

انحكم الجاهلية يبغون و من احسن من الله حكما لقوم يوقنون

ایام جاهلیت کے عرب بلکہ بالعموم سب عرب بغیر کسی استثنا کے (کیونکہ زمانہ حال کے بدو عرب بھی اپنے مورثوں سے بہت کم اختلاف رکھتے ہیں) ایک نہایت سادہ مزاج قوم تھی اُنکی معاشرت کا سادہ اور بے تکلف طریقہ قوانین قدرت کے قریب قریب تھا یا اُس سے بالکل مطابقت رکھتا تھا — وجود انسانی کا سلسلہ ابتدائی اور ادنی درجہ کی حالت سے رفتہ رفتہ ترقی حاصل کرتا گیا اور آخرکار گلہ بانی کے رتبہ پر پہونچ گیا جو بمقابلہ اُس کی پہلی حالت کے نہایت عمدہ اور افضل تھا — اس حالت کے تبدیل ہونے سے انسانوں کو آپس میں امن اور صلح سے رہنے اور اپنی معدود اور سادہ احتیاجوں کے رفع کرنے کو بہت سا سرمایہ مل گیا — بھیڑوں کی اُون سے ایک قسم کا موٹا تات بنانا سیکھ لیا جسکو بذریعہ میخوں کے زمین پر خیمہ کی طرح کھڑا کرکے اُسکے اندر رہا کرتے تھے اور جب اُنکو اپنے گلہ کو کسی دوسری عمدہ چراگاہ پر لیجانے کی ضرورت ہوتی تھی تو اپنے ڈیروں کو اُس جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ لیجا کھڑا کرتے تھے اور وہیں رہنے لگتے تھے — اُنکی پوشاک صرف ایک لمبی بن سئی ہوئی چادر ہوتی تھی جسکو بطور تہمت کے اپنی کمر سے لپیٹ لیتے تھے — اُنکا کھانا لحم برشت گوشت اور اُونٹ کا دودہ اور کھجوریں ہوتا تھا اُنکی تمام ملکیت اور جائداد مویشی گھوڑے اور وہ عرب کا بیش بہا جانور یعنی اُونٹ اور لونڈی اور غلام ہوتی تھی اور تمام ملکیت میں لونڈی اور غلام سب سے گراں بہا خیال کیئے جاتے تھے *

بدو عرب کی معاشرت جسکو خانہ بدوش اقوام عرب کا نمونہ خیال کرنا چاہیئے ایک چرواہے کے طریقہ معاشرت سے کچھہ زیادہ نہ تھی — خیمہ میں رہا کرتا تھا پانی اور چراگاہ کی جستجو میں پھرا کرتا تھا — مگر بعض جو زیادہ تمدن پسند تھے باہم مجتمع ہوکر اپنے خیموں کو باقاعدہ ترتیب اور انتظام سے دیہات بنا لیتے تھے اور اگر اُنکی تعداد اور

بھي بڑھ جاتي تھي تو تصبی اور شہر پھدا ھوجاتے تھے اور وھاں کے باشندے کسي قدر مہذب وزندگاني کے فوائد سے جلد متمتع ھوتے تھے — اُنکا وقت کاشتکاري میں کھجوروں اور درختوں کے بونے میں جنکے پھلوں سے اوقات بسري ھو اور مختلف انواع کي دست کاري اور ھرقسم کي تجارت اور سوداگري میں صرف ھوتا تھا — وہ ان اشیاء کي سوداگري کیا کرتے تھے — گرم مصالح - بلساں - مر - لوبان - دارچیني - سقا - لیڈنم - سونا - جواھرات — موتي - ھاتي دانت - آبنوس اور اونٹني اور غلام *

بہت پرانے زمانہ سے یہہ لوگ مصر اور شام اور اور قرب و جوار کے ملکوں سے بذریعہ کارواں کے تجارت کرتے تھے — توریت سے بھي پایا جاتا ھی کہ یہہ لوگ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے وقت میں بھي یہي پیشہ رکھتے تھے — مگر ان دونوں قوموں یعني خانہ بدوش اور تجارت پیشہ کا قومي چال چلن ایک ھي سا تھا - کھانے پینے میں کم خرچ اور کفایت شعار ھونا اور اُسپر راضي اور قانع رھنا ایک عمدہ اور پسندیدہ وصف خیال کیا جاتا تھا — ھاھلي ایک نامي شاعر اپنے بھائي کے ایک مرثیہ میں جس میں اُس کے اُسکي موت کا حال لکھا تھا اس طرح پر اپنے بھائي کي تعریف کرتا ھی :—

تبغیہ فلذة لحم ان الم بھا * من الشواء و یکفي شربہ الغمر

معتدل خوراک کي بھي بہت تعریف کي جاتي تھي - ھذلي ایک نامي شاعر اس عادت کي یوں تعریف کرتا ھی :—

قلیل غرار النوم اکبر ھمہ * دم الثار اویلقي کمھا مسغبا

علی الصباح اُٹھنا بھي ایک عمدہ صفت شمار ھوتي تھي اور اُس آدمي کي قوت اور مستعدي پر دلالت سمجھي جاتي تھي — امرءالقیس خود اپني تعریف اس طرح پر کرتا ھی :—

و قد اغتدي والطیر في وکناتھا

نہایت فیاضي سے مہمان نوازي اُنکا قومي خاصہ تھا اور اُسکو جملہ حسنات اور اوصاف میں اعلی اور افضل سمجھتے تھے — مسافروں اور مہمانوں کي خاطر داري پے انتہا فیاضي سے کرنا اور مہربانی اور اخلاق اور تعظیم کے ساتھہ پیش آنا ایک پاک فرض خیال کیا جاتا تھا اور اگر کوئي اُسکو ترک کردیتا یا غفلت کرتا تو تمام لوگ دل سے اُسکو برا جانتے تھے اور اُسکي حقارت کرتے تھے — ھذلي شاعر خود اپنے پر اس شعر میں بد دعا کرتا ھی اگر وہ مہمان نوازي کے طریقہ میں کچھہ قصور کرے :—

لعمر دري ان اطمعت نازلکم * قصیر القنا قي و عقدي الیر مکفوز

ھمسایہ کے حال پر مہربانی اور اُسکي خبرگیري کرنا اور اُس کے مکان اور خاندان اور مال کي نگرانی اور حفاظت کرنا نیکیوں کے اوصاف میں سے تھا اور اگر کوئي اس

دیتے میں ذرا بھی بے پرواہی یا سستی کرتا تھا تو اُسکو خطر خطارت سے دیکھتے تھے اور اُسکا کوئی معیوب لقب رکھ دیتے تھے بکری شاعر علقمہ کی اس طرح پر ہجو کرتا ھی :—

تبیتون فی المشتا ملاء بطونکم * وجارتکم غرثی یبتن خماصا

اور ایک اَور شاعر زبیدی اس صفت میں ایک شخص کی اس طرح پر تعریف کرتا ھی :-

وجارهم اخمی اذا ضوم غیرهم

قیدیوں کو چھوڑانا اور محتاجوں اور بیکسوں کی مدد کرنا تمام نیکیوں میں افضل اور جمیع اوصاف میں سب سے زیادہ قابل ستایش خیال کیا جاتا تھا — ایک شاعر اپنی تعریف اس طرح پر کرتا ھی :—

وفککنا غل امرء القیس منه * بعد ما طال حبسه والعناء

ایک اَور شاعر طرفہ اس صفت کا بیان اس طرح پر کرتا ھی :—

ولکن متی یستر فد القوم ارفد

هذلی شاعر اس صفت کو اس طرح بیان کرتا ھی :—

و احمی المصاب اذا مادعی

ایک شریف عرب کو اپنی عزت کا لحاظ اور اپنے وعدہ کا خیال ایسا ھی ضروری سمجھا جاتا تھا جیسے کہ مذکورہ بالا اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے — عمرو ایک مشہور شاعر اس طرح پر کہتا ھی :—

و نوجد نحن اسمعهم ذمارا * و ارفاهم اذا عقدوا یمینا

صاف اور ستھری پوشاک اور خوشبودار چیزیں عمدہ اور پسندیدہ اشیا میں سمجھی جاتی تھیں عدوانی کی بیٹی اپنے شوہر کی تعریف میں اس طرح پر کہتی ھی :-

حدیث الشباب طیب الثوب والعطر

بالوں کو مشک سے معطر کرنا اور خوشبودار چمڑے کی جوتیاں پہننی امارت کی نشانیاں تھیں — ایک شاعر اپنی ممدوحہ کی اس طرح پر مدح کرتا ھی :—

اذا التاجر الدارمی جاء بفارة * من المسک ارابحت فی مفارقه تجری

پرھیزگاری بھی اوصاف حسنہ میں شمار کی جاتی تھی — حاتم طائی اس طرح پر لکھتا ھی

واغفر عوراء الکریم ادخاره * واعرض عن شتم اللئیم تکرما

فصاحت و بلاغت لطافت ظرافت بھی فضیلت کے دائرہ کی تکمیل کے لیئے ضروری تھیں — عمرو شاعر اپنے بھائی قرار کی تعریف میں کہتا ھی :—

وان قرارا ان یکن غیر واضح * فانی احب النجم ذا المتلاطق الدمم

نابغہ شاعر کذب زبان ہونے سے اس طرح خدا سے پناہ مانگتا ھی :—

اعدنی رب من حسد وغی

گھوڑے کی سواری کی اگر بچپن ہی سے مشق کی جاتی تھی تو نہایت تعریف اور توصیف ہوتی تھی اور اگر کوئی بڑا ہوکر گھوڑے کی سواری سیکھتا تھا تو ھجو اور طعنہ کا نشانہ بنتا تھا ایک شاعر نے ایک قوم کی ھجو اس طرح پر کی ھی *

لم یرکبوا الا بعد ماکبروا فھم ثقال علی اکفا فھم میل

بھوڑیہ کا شکار کرنا بہادر ہونے کا عمدہ ترین ثبوت تھا - شامخ شاعر اس طرح پر کہتا ھی :-

وماہ قد دفعت الذئب عنہ

زیگسفان کے طول و عرض کا اندازہ اُسکی ریت کی ایک مٹھی بھر کر سونگھنے سے دریافت کرتے تھے - امرءالقیس شاعر اس طرح پر بیان کرتا ھی :-

اذالناقۃ العوذ الدیافی غرغرا

زمانہ جاھلیت کے عرب میں شعر و شاعری نہایت اعلی درجہ پر پہونچ گئی تھی *

جہاں یہہ خوبیاں اُن میں تھیں اُسکے ساتھہ نہایت بد اخلاقی اور فحش عرب جاھلیت میں پھیلا ہوا تھا — قصائد کے شروع میں جو تشبیب کے اشعار ہوتے تھے اُن میں دولتمند اور امیروں کی لڑکیوں اور عورتوں اور بیٹوں کا حال نام لے لے کر بیان کرتے تھے اور ہرطرح کے عیبوں کو علانیہ اُن کی طرف منسوب کرتے تھے - اُن کا یہہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے اختیار میں ایک جن رہتا ھی اور جسقدر بڑا شاعر ہوتا ھی اُسیقدر زبردست جن اُس کے زیر حکم رہتا ھی - حسن نامی شاعر اپنی تعلی میں اس طرح کہتا ھی :-

و ما نفرت جنی و ما فل مبردی

بدکاری اور زنا کاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور ہر طرح کی غیر مہذب نظم میں از راہ بے شرمی اُس کو مشتہر کرتے تھے اور اُس پر فخر کرتے تھے *

سب لوگ شراب اور نہایت قوی منشی عرقوں کے پینے سے بدرجہ غایت انس رکھتے تو اور مدھوشی کی حالت میں تمام لوگوں سے نہایت خراب اور معیوب باتیں سرزد ہوتی تھیں *

قمار بازی سب لوگوں کا بلا استثناء ایک ہو دل عزیز کھیل تھا اور اگر کوئی خاص مقام قمار بازی کا مشہور ہوتا تھا تو لوگ دور دراز مسافت سے وہاں جوا کھیلنے کو جایا کرتے تھے سود خواری بھی عام طور سے نہایت درجہ مروج تھی *

لونڈیوں کو جو قحبات کہلاتی تھیں گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا تھا اور وہ حرام کاری کرنے کی مجاز تھیں اور اس حرام کاری کی آمدنی اُن کے آقا اپنے تصرف میں لاتے تھے *

رھزنی اور غارتگری اور قتل روز مرہ کی باتیں تھیں - انسانوں کا خون بلا خوف اور بغیر تاسف کے ہر روز ہوا کرتا تھا - لڑائی میں جو عورتیں قید ہوتی تھیں اُن کو فتحمند لونڈیاں بنالیتے تھے — حارث شاعر اس طرح پر کہتا ھی :-

ثم سلمنا علی تمیم فاجو سلما * و قھنا بنات بصر اسلا

توٹکوں میں اور شگون لینے میں اُن کو نہایت مضبوط اعتقاد تھا - جب کوئی مصیبت یا تباہی اُن پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی کنکریوں پر کچھ پڑھ کر پھوکتے تھے اور اُن کو پھینکتے تھے اور ایسا کرنے سے اُس مصیبت کے دور ہونے کی توقع رکھتے تھے - جانوروں کے اُڑنے اور بولنے سے بھی فوک اور بدشگون لیا کرتے تھے — مثلاً اگر کوئی جانور کسی شخص کی بائیں طرف سے دائیں طرف رستہ کاٹ گیا تو اُس کو فوک شگون سمجھتے تھے اور " سانح " کہتے تھے لیکن اگر دائیں جانب سے بائیں طرف رستہ کاٹ گیا تو اُس کو بد شگونی سمجھتے تھے اور " جارح " کہتے تھے — اس قسم کی تفاؤل کا عام نام " طیرہ " تھا *

لبید ابن ربیعۃ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس موقع پر جبکہ اُس کا بھائی بجلی کے صدمہ سے مارا گیا یہہ شعر کہا تھا :-

لعمرک ما تدري الضوارب بالحصي ولا زاجرات الطير ما الله صانع

جاہلیت کے عرب کسی کام کے ہوجانے پر بھیڑ کی قربانی کرنے کی منت مانتے تھے اور جب وہ کام ہوجاتا تھا تو بھیڑ کے بدلے ہرن کو مار دیتے تھے اور اُس ہرن کو عتیرہ کہتے تھے مگر بھیڑ کے بدلے ہرن کو مار دینا ایک معیوب کام خیال کیا جاتا تھا — کعب شاعر اپنے خاندان کی تعریف میں کہتا ہی :-

و ما عتر الظباء بحي كعب

اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تھا تو خون کے عوض خون ہی معزز بدلا گنا جاتا تھا — جو لوگ خون کے بدلے دیت لے لیتے تھے اُن کو اُن کے ہم جنس اور ہم وطن حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے — عمرو ابن معدیکرب کی بہن اپنے بھائی کے خون کا کسی شرط پر تصفیہ کرنے سے منع کرتی ہی :—

و لا تا خذوا منهم اقالا و ابكرا

اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جاوے تو ایک چھوٹا پردار کیڑا مقتول کے سر میں سے نکل کر آسمان میں چیختا پھرتا ہی — اس عجیب کیڑے کو " ہامۃ " اور " صدی " کہتے تھے — لبید شاعر ایک نوحہ میں اس طرح کہتا ہی :-

فلبس الناس بعدك في لفوف * وساهم غير اصداء وهام

ہر شخص کے مرنے کے بعد دستور تھا کہ اُس کے اُونٹ کو اُسکی قبر سے باندہ دیتے تھے یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کے مارے وہ مرجاتا تھا اور اُس اُونٹ کو " بلیہ " کہتے تھے - لبید شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت کی اس طرح تعریف کرتا ہی :—

تاوي الى الاطناب كل ذريرة * مثل البلية قالص اهدابها

جب کوئی سرجاتا تھا تو برس روز تک اُس کا سوگ رکھتے تھے اور اُس کو رویا کرتے تھے لبید شاعر اپنے یاروں کو یوں وصیت کرتا ہی :—

الی الحتول ثم اسم السلام علیکما ومن یبک حولاً کاملاً فقد اعتذر

لڑائی میں عورتیں مردوں کے همراہ هوتی تھیں اور هر طرح اُن کی مدد کرتی تھیں جبکہ اُن کے شوهر لڑائی میں مصروف هوتے تھے تو وہ پکار پکار کر کہتی تھیں " آگے بڑھو آگے بڑھو اے همارے چچی اور پھوپھی خاوندوں اگر تم کوتاهی کروگے اورهمکو دشمن سے نہ بچاؤگے تو هم تمهاری بیویاں نہ هونگی " *

قحط اور گرانی کے زمانہ میں اپنے اُونٹوں کو مجروح کرکے اُن کا خون پیا کرتے تھے — خشک سالی میں مینہ برسنے کا ٹوٹکا اس طرح پر کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ایک گائے کو لے جاتے تھے اور اُس کی دم میں سوکھی هوئی گھاس اور کانٹے اور جھاڑیاں باندھکر اُسمیں آگ لگا دیتے تھے اور گائے کو پہاڑوں میں چھوڑ دیتے تھے *

گھوڑ دوڑ اور اُسپر بازی لگانا جسکو وہ " رهان " کہتے تھے اُنمیں مروج تھی — دو قوموں اور فریقوں کے باهم جنگ و جدل ایک تھوڑی سی غلط فہمی کی وجہہ سے قایم هو جاتی تھی — بعض اوقات یہہ لڑائیاں ایک مدت مدید تک جاری رهتی تھیں جیسیکہ عبس اور ذبیان کے باهم پورے سو برس تک لڑائی جاری رهی *

باوجودیکہ کوئی شخص اپنے غلاموں کو آزاد کردیتا تھا تو بھی اُس کی ملکیت کا استحقاق اُس کو باقی رهتا تھا اور اُس استحقاق کو فروخت کردینے کا بھی مجاز تھا اور مشتری اُن غلاموں پر اپنی ملکیت قایم کرتا تھا اور اس طرح سے یہہ بد بخت همیشہ کی آزادی سے بالکل محروم تھے *

عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوهتی تھیں اور اگر کسی خاندان کی عورتوں کو دودھ دوهتے دیکھہ پاتے تھے تو اُس خاندان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور وہ خاندان لوگوں کی آنکھوں میں دفعتاً حقیر هو جاتا تھا *

مجرم کو فوجداری کی سزا میں جلتی هوئی ریت پر بٹھا دیتے تھے — مردہ جانوروں کا گوشت کھاتے تھے اور اُس کو بہت لذیذ غذا سمجھتے تھے — جو اُونٹنی یا بھیڑ یا بکری دس دفعہ بچہ جن لیتی تھی اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور وہ چھوٹی پھرا کرتی تھی اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُس کا گوشت مرد کھاتے تھے اور عورتوں کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی — اگر اُونٹنی یا بھیڑ یا بکری پانچویں دفعہ مادہ بچہ جنتی تھی تو اُس کے کان کاٹ کر اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور اُس کو " بحیرہ " کہتے تھے اور اُس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا منع تھا *

کسی کام کے هو جانے پر اُونٹوں کو بطور سابق کے چھوڑ دینے کی سنت مانتے تھے اور

جب وہ کام ہو جاتا تھا تو اُونٹ کو بطور سانق کے چھوڑ دیتے تھے اور وہ جہاں چاہتا تھا پھرا کرتا تھا *

اگر کوئی اُونٹنی دس بچے دے چکتی تھی اور بکری سات بچے تو عورتوں کو اُسکا گوشت کھانے کی ممانعت تھی اور صرف مرد ہی اُسکا گوشت کھا سکتے تھے

اگر کسی بکری کے مادہ بچہ ہوتا تھا تو مالک اُسکو اپنے لیئے رہنے دیتا تھا اور اگر نر پیدا ہوتا تھا تو بتوں پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا اور اگر دو بچے ایک نر اور ایک مادہ پیدا ہوتے تھے تو مالک دونوں کو اپنے لیئے رکھتا تھا اور وہ " وصیلہ " کہلاتی تھی *

جو اُونٹ کہ دس بچوں کا باپ ہوچکتا تھا وہ چھوڑ دیا جاتا تھا اور جہاں وہ چاہتا تھا پھرا کرتا تھا اور بغام " حامی " موسوم ہوتا تھا *

قسم لینے کا نہایت سنجیدہ قاعدہ یہہ تھا کہ آگ جلاکر اُس میں نمک اور گندھک پھینکا کرتے تھے یہہ آگ " ھولہ " کہلاتی تھی اور اُسکا جلانے والا " مھول " کہلاتا تھا — غرض شاعر اس طرح پر کہتا ھی :—

اذا استقبلته الشمس صد بوجهه * كما صد عن نارالمهول حالف

قسم کے مستحکم کرنے کا ایک یہہ بھی طریقہ تھا کہ مہزاب خانہ کعبہ کے نیچے چابک کمان اور جوتی رکھدیتے تھے اور اس طرح کرنے سے قسم پختہ ہوجاتی تھی *

اقرار اور وعدہ کے مستحکم کرنے کو اپنے بزرگوں کی اور بتوں کی قسم کھایا کرتے تھے *

بالغ مرد اپنے والدین کی وراثت پانے کے مستحق ہوتے تھے — نابالغ لڑکے اور عورتیں حصہ نہیں پاتے تھیں *

قرضہ پر سود لیتے تھے — ایک قاعدہ یہہ تھا کہ اگر قرضہ وقت معینہ پر ادا نہ ہوتا تھا تو اُسکی تعداد کو دوچند کردیتے تھے اور مہلت ادا کو بڑھا دیتے تھے *

عرب جاھلیت انتقام لینا واجب سمجھتے تھے لیکن مختلف قوموں میں باہم حقوق کی برابری کو نہیں مانتے تھے *

اگر کسی شخص کے قاتل کا سراغ نہ لگتا تھا تو جس قوم کے شخص پر قتل کرنے کا شبہ ہوتا تھا پچاس معزز شخص فرداً فرداً اپنی بیگناھی پر قسم کھاتے تھے *

ہر شخص گو وہ اجنبی ہی ہو دوسرے شخص کے گھر میں مہمانہ چلے آنے کا مجاز تھا اور اندر آنے سے پہلے اندر آنے کی اجازت طلب نہیں کرتے تھے *

کسی رشتہ دار کے گھر کھانا کھانا معیوب سمجھا جاتا تھا *

دس آدمی بشرائط ایک جانور کو خریدتے تھے اور ہر ایک شخص کے حصہ کو متعین کرنے کے واسطے دس پانسے (جس میں سے ایک سادہ ہوتا تھا اور باقی نو پر حصوں کے اندازہ کا نشان بنا ہوتا تھا) پھینکے جاتے تھے اور جو پانسا جسکے نام کا پڑتا تھا

وهي أسكا حصه هرتا تها *

خانه کعبه میں سات تیر رکھے هوئے تھے اور هر تیر پر ایک علامت بني هوئي تهي — بعضوں پر کام کرنے کے حکم دینے کي اور بعضوں پر اُس کام کرنے سے منع کرنے کي علامت تهي هر شخص پیشتر اس سے که کوئي کام شروع کرے اُن تیروں سے استخارہ کرتا تها اور اُسي کے بموجب کام کرتا تها ان تیروں کو " ازلام " کهتے تھے *

تمام عرب جاهلیت کا شیوہ بت پرستي تها اور جن بتوں کي وہ پرستش کیا کرتے تھے اُنکي تفصیل یہه هی :—

(۱) هبل — ایک بهت بڑا بت تها جو خانه کعبه کے اوپر رکھا هوا تها *

(۲) ود — قبیلہ بني کلب کا یہه بت تها اور وہ قبیلہ اُسکي پرستش کرتا تها *

(۳) سواع — قبیلہ بني مذحج کا یہه بت تها اور وہ اُسکي پرستش کرتے تھے *

(۴) یغوث — قبیلہ بني مراد کا یہه بت تها اور وہ اُسکي عبادت کرتے تھے *

(۵) یعوق — بني همدان کے قبیلہ کا یہه بت تها اور وہ اُسکو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے *

(۶) نسر — یمن کے قبیلہ بني حمیر کا یہه بت تها اور یمن کے لوگ اُسکي پرستش کرتے تھے *

(۷) عزیٰ — قبیلہ بني غطفان کا یہه بت تها اور اُسکي پرستش وہ قبیلہ کیا کرتا تها *

(۸) لات (۹) منات — یہه بت کسي خاص قبیلہ سے علاقه نهیں رکھتے تھے بلکه عرب کي تمام قومیں اُنکي پرستش کیا کرتي تهیں *

(۱۰) دوار — یہه بت نوجوان عورتوں کي پرستش کرنے کا تها وہ چند دفعه اُسکے گرد طواف کرتي تهیں اور پھر اُسکو پوجتي تهیں *

(۱۱) اساف — جو کوہ صفا پر تها اور (۱۲) نائله — جو کوہ مروہ پر تها — ان دونوں بتوں پر هر قسم کي قربانی هوتي تهي اور سفر کو جانے اور سفر سے واپس آنے کے وقت اُنکو بوسه دیا کرتے تھے *

(۱۳) عبهب — ایک بڑا پتهر تها جسپر اُونٹوں کي قربانی کرتے تھے اور ذبیحه کے خون کا اُسپر بهنا نهایت ناموري کي بات خیال کي جاتي تهي *

کعبه کے اندر حضرت ابراهیم کي مورت بني هوئي تهي اور اُنکے هاتهه میں وهي استخارہ کے تیر تھے جو " ازلام " کهلاتے تھے اور ایک بهیڑ کا بچه اُنکے قریب کهڑا تها اور حضرت ابراهیم کي بهي مورت خانه کعبه میں رکھي هوئي تهي اور حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل کي تصویریں خانه کعبه کي دیواروں پر کهنچي هوئي تهیں

حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ اُنکی گود میں ہیں یا اُنکی تصویر اسی طرح پر خانہ کعبہ کی دیوار پر کھنچی ہوئی تھی *

عرب کی دیسی روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ " ود " اور " یغوث " اور " یعوق " اور " نسر " مشہور لوگوں کے جو ایام جاھلیت میں گذرے ہیں نام ہیں اُنکی تصویریں پتھروں پر منقش کرکے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھہ دی تھیں - ایک مدت مدید کے بعد اُنکو رتبۂ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے — اس میں کچھہ شک نہیں کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور نہ اُن لوگوں کو جنکی یہہ مورتیں تھیں معبود سمجھتے تھے بلکہ اُنکو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں *

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا عرب جاھلیت اُن مورتوں کو اُن شخصوں اور اُنکی ارواحوں کی یادگار سمجھتے تھے اور اُنکی تعظیم اور تکریم اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ اُن مورتوں میں کوئی شان الوھیت موجود ہی بلکہ محض اس وجہ سے اُنکی عزت اور تعظیم کرتے تھے کہ وہ اُن مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہی جن میں بموجب اُنکے اعتقاد کے جملہ صفات الوھیت یا کسی قسم کی شان الوھیت موجود ہی - اُنکے نزدیک اُن مورتوں کی پرستش سے اُن لوگوں کی ارواحیں خوش ہوتی تھیں جنکی وہ یادگاریں تھیں *

اُنکا یہہ اعتقاد بھی تھا کہ خدا تعالی کی جملہ قدرتوں بیماروں کو شفا بخشنا - بیٹا بیٹی عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا اُنکے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں بھی تھا جنکی طرف اُنھوں نے صفات الوھیت منسوب کی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر مورتوں کی تعظیم اور پرستش کی جاویگی تو اُنکی دعائیں اور منتیں قبول ہونگی *

اُنکا یہہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہہ اشخاص خدا تعالی کے محبوب تھے اور اپنی مورتوں کی پرستش سے خوش ہوکر پرستش کرنے والوں کو خدا تعالی کے قرب حاصل کرانے کا ذریعہ ہونگے اور اُنکو تمام روحانی خوشی عطا کرینگے اور اُنکی مغفرت کی شفاعت کرینگے *

اُنکا قاعدہ بتوں کی پرستش کا یہہ تھا کہ بتوں کو سجدہ کرتے تھے اُنکے گرد طواف کرتے تھے اور نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے — اُونٹوں کی قربانی اُنپر کرتے تھے — مویشوں کا پہلا بچہ بتوں پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا — اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشی کی انتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے واسطے اوٹھا رکھتے تھے اور اگر بتوں کا حصہ کسی طرح ضایع ہوجاتا تو خدا کے حصہ میں سے اُسکو پورا کردیتے اور اگر خدا کا حصہ کسی طرح ضایع ہوتا تو بتوں کے حصہ میں سے اُسکو پورا نہیں کرتے تھے *

حجر اسود اور خانہ کعبہ کی تعظیم تاریخ عرب کے ابتدائی زمانہ سے ہوتی چلی آئی

هی اُسکی بنا کو خود حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل کی طرف منسوب کرتے هیں مگر برخلاف اُن مقدس چیزوں کے جنکا ذکر اوپر هوا خانه کعبه کو کسی شخص کی یادگار نهیں سمجهتے تهے بلکه وه تمام عمارت هی به لقب بیت الله معوز اور ممتاز تهی اور الله تعالی هی کی عبادت کے واسطے مخصوص تهی درحقیقت اسکو ایسا سمجهتے تهے جیسے که یهودی بیت المقدس کو اور عیسائی گرجا کو اور مسلمان مسجد کو خدا کی عبادت کرنے کے لیئے اس زمانه میں سمجهتے هیں — قران مجید میں خانه کعبه کو متعدد جگهه مسجد کے نام سے تعبیر کیا هی *

حجر اسود کو بهی مثل ایک بت کے یا کسی مشهور و معروف شخص کی یادگار کے نهیں سمجهتے تهے عام خیال یهه تها که یهه ایک بهشت کا پتهر هی مگر تحقیق نهیں هی که شروع زمانه سے یهه خیال تها یا بعد کو پیدا هوا — جو بات که محقق هی وه یهه هی که خانه کعبه کی بنا هونے سے پهلے یهه حجر اسود ایک میدان میں اکیلا پڑا هوا تها کوئی عرب کی روایت ایسی نهیں ملی جس سے یهه بات تحقیق هو که یهه پتهر اُس میدان میں کیوں پڑا هوا تها اور جس زمانه میں که وه وهاں پڑا هوا تها اُسکے ساتهه کیا کیا رسمیں متعلق تهیں — مگر یهودیوں کی تاریخ سے هم کسی قدر صحت کے ساتهه بیان کرسکتے هیں که اگر اس حجر اسود کے ساتهه کچهه رسمیں ادا هوتی هونگی تو وه اُنهیں کے مشابه هونگی جنکا برتاؤ حضرت ابراهیم اور حضرت اسحق اور حضرت یعقوب اس قسم کے پتهروں کے ساتهه کیا کرتے تهے دیکهو کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۷ و ۸ و باب ۳۱ ورس ۱۸ و باب ۳۶ ورس ۲۵ و باب ۲۸ ورس ۱۸ و کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ *

خانه کعبه کی تعمیر اور حجر اسود کے خانه کعبه کے ایک کونه میں نصب هونے کے بعد بهی کسی رسم کا اُسکے ساتهه بالتحقیق هونا پایا نهیں جاتا جو رسم که اب تسلیم کی جاتی هی اور جو حجر اسود کے ساتهه مخصوص خیال هوتی هی وه بوسه دینا هی' مگر یهه رسم بهی کچهه اُسکے واسطے مخصوص نه تهی خانه کعبه کے اور حصے بهی اسی طرح چومے جاتے تهے — خانه کعبه کا حال یهه تها که سب لوگ اُسکے اندر بیٹها کرتے تهے اور خدا تعالی کی عبادت کرتے تهے اور اُسکے گرد طواف بهی کرتے تهے — لیکن عجیب ترین رسم یهه تهی که یهه عبادت و پرستش مطلق برهنگی کی حالت میں هوتی تهی — عرب جاهلیت اس بات کو برا سمجهتے تهے که خدا تعالی کی عبادت کپڑے پهن کر کریں جو هر قسم کے گناهوں سے ملوث هوتے هیں *

خانه کعبه کی همسری کے واسطے دو معبد اور یکے بعد دیگرے بنائے گئے تهے ایک تو قبیله غطفان نے اور دوسرا یمن میں قبائل خثعم اور بجیله نے باشتراک بنایا تها — ان دونوں معبدوں میں بت رکهے هوئے تهے جن کو اُن قبیلوں کے لوگ بطور معبود کے پوجتے تهے —

ان نقلی کعبوں میں سے اول کو تو زہیر بادشاہ حجاز نے چھٹی صدی عیسوی میں بالکل غارت کردیا تھا اور دوسرے کو جرہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں یعنی اُن کے پیدا ہونے کے بعد ملہدم کردیا تھا *

حج کی رسم کو عرب کے باشندے زمانہ دراز سے مانتے چلے آتے تھے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے زمانہ تک اُس کا پتہ چلتا ہی *

وقت ادائے حج کے احرام باندھنے کی رسم بھی اُن میں شایع تھی اور اگر کوئی شخص احرام باندھے ہوئے اپنے گھر میں آنا چاہتا تھا تو دروازہ کی راہ سے نہیں آتا تھا بلکہ پچھواڑے کی دیوار پھلانگ کر اندر آتا تھا *

صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کی رسم بھی زمانہ جاہلیت سے عرب میں رائج تھی جیسی کہ اب بھی مروج ہی *

جو لوگ حج کرنے کو آتے تھے اُس مقدس میدان میں جمع ہوتے تھے جو عرفات کے نام سے مشہور ہی لیکن قوم قریش جملہ اقوام عرب میں ذی اختیار تھی اس لیئے قریش معہ اپنے دوستوں کے مقام مزدلفہ پر جو گردنواح کی زمین کی نسبت زیادہ بلند اور موقع ہی ٹھہرتے تھے اور باقی گروہ عرفات میں مقیم ہوتے تھے جہانکہ حج کی رسم ادا کی جاتی ہی *

حج کی رسم ختم ہونے کے بعد یہہ مجمع ایک مقام کو جو منا کہلاتا ہی چلا جاتا تھا اور وہاں اپنے بزرگوں کے نام اور بہادرانہ کاموں کا فخر کے ساتھہ بیان کیا کرتے تھے اور اُن بہادری کے حالات کو اشعار میں پڑھنے سے اور بھی جلا دیتے تھے *

سال کے چار مہینے متبرک سمجھے جاتے تھے اور حج کی رسم جیسا کہ بالفعل دستور ہی انہیں مہینوں میں سے ایک مہینہ یعنی ذالحجہ میں ادا کیجاتی تھی — مگر اُن مہینوں کی حرمت بعض اوقات مبدل اور ملتوی ہوجاتی تھی کس واسطے کہ اگر کوئی لڑائی ان مہینوں میں سے کسی میں واقع ہوتی تھی تو لوگ اُن کی قدرتی ترتیب کو بدل دینے سے گناہ سے بری الذمہ ہوجاتے تھے یعنی موجودہ مہینے کو غیر حرام فرض کرلیتے تھے اور ماہ آیندہ کو حرام کا مہینا سمجھہ لیتے تھے *

عرب جاہلیت ایک مہینہ معین تک لڑائی کے موقوف رکھنے کا عہد کرلیتے تھے اور اس رسم کو حج کا ہمپایہ سمجھتے تھے *

باشندگان عرب کی ایک تعداد کثیر بت پرست تھی مگر وہاں ایک فرقہ موسوم بہ "صابئی" بھی تھا جو ثوابت اور سیاروں کی پرستش کرتا تھا — اُنہوں نے بے شمار بتیا کل یعنی ستاروں کی پرستش کے معبد تمام ملک میں تعمیر کیئے تھے اور اُن کو اُن مقدس ستاروں کی پرستش کے واسطے مخصوص کیا تھا — اس وجہہ سے عرب کے لوگ علی العموم یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اجرام فلکی انسان کی قسمت پر فرداً فرداً اور نوع بہ ہیئت

مجموعی نیک یا بد اثر رکھتے ہیں اور باقی مخلوقات پر بھی موثر ہیں اور بالخصوص اُن کا یہہ اعتقاد تھا کہ مینھہ کا برسنا یا امساک باراں کا ہونا انھیں اجرام فلکی کی نیک یا بد تاثیر پر بالکل منحصر ہی — اس کے علاوہ اور مذاہب بھی عرب میں شایع تھے لیکن ہم اس جگہہ اُن کی بحث نہیں کرنے کے کیونکہ یہہ مضمون ہمارے اُس خطبہ سے جو اُس کے بعد آویگا علاقہ رکھتا ہی *

عورتوں حقیقت میں نہایت خراب اور ذلیل حالت میں تھیں — مردوں کو بالکل اختیار تھا کہ جتنی چاہیں اُتنی عورتیں کریں — اگرچہ اس بات کے تعین کے لیئے کوئی قانون منضبط نہ تھا کہ مرد کو کون سی قرابت مند عورتوں سے شادی کرنا جائز ہی اور کونسی سے ناجائز مگر با ایں ہمہ یہہ رسم شایع تھی کہ اُس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو اژدواج نہیں کرتے تھے اور یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہی *

ازدواج کی رسم ادا کرتے تھے اور مہر بھی باندھتے تھے — طلاق بھی دیدیتے تھے ہر شخص اپنی زوجہ کو جس طرح ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد پھر اپنی زوجیت میں لے سکتا تھا اسیطرح ہزار بار طلاق دینے کے بعد بھی پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا کیونکہ تعداد طلاق کی کوئی حد مقرر نہیں تھی *

طلاق کے بعد ایک میعاد مقرر تھی جس کے اندر عورت کو کسی اور مرد کے ساتھہ ازدواج کرنے کی ممانعت تھی اور اُس میعاد کے اندر اگر فریقین میں آشتی ہو جاتی تو پھر اپنی زوجیت میں لے لیتے تھے — مرد اس رسم سے بہت ظالمانہ اور وحشیانہ طور سے مستفید ہوتے تھے — وہ اپنی جورو کو کسی بہانہ سے طلاق دیدیتے تھے — بیچاری عورت میعاد معہودہ تک منتظر رہتی تھی اور اُس میعاد میں کسی دوسرے سے ازدواج نہ کرسکتی تھی لیکن جب میعاد قریب الانقضا ہوتی تھی تو اُسکا شوہر پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا اور تھوڑے عرصہ بعد پھر اُس کو طلاق دیدیتا تھا اور میعاد معہودہ کے اختتام کے قریب پھر اپنے ازدواج میں لے لیتا تھا اور اسی طرح بار بار کیا کرتا تھا — عربوں میں ایک یہہ بے رحم رسم رائج تھی کہ ہر شخص اس بات کو ایک قسم کی ذلت خیال کرتا تھا کہ وہ عورت جو ایک مرتبہ اُس کی زوجہ تھی دوسرے شخص کے ازدواج میں آوے *

ایک اور قسم کی طلاق بھی زمانہ جاہلیت کے عربوں میں جاری تھی جو "ظہار" کہلاتی تھی اور وہ اس طرح پر ہوتی تھی کہ مرد اپنی زوجہ کے ایک عضو کے چھونے سے باز رہتا تھا یہہ کہکر کہ مجھکو اپنی زوجہ کے جسم کے کسی عضو کا چھونا ایسا ہی حرام ہی جیسا کہ اپنی ماں یا کسی اُور قریب رشتہ والی عورت کے جس کے ساتھہ ازدواج ناجایز ہی عضو کا چھونا — اس کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی *

عرب جاهلیت کی رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور سب سے زیادہ بے رحم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اُن کو زندہ دفن کردینا تھا *

تبنیت کی رسم بھی اُن میں شایع تھی اور پسر متبنیٰ اپنی والدین کی جائداد کا حقدار اور وارث خیال کیا جاتا تھا *

لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھہ ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنیٰ کی زوجہ کے ساتھہ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا اور اس کے خلاف عمل کرنا نہایت معیوب اور گناہ سمجھا جاتا تھا *

شوہر کے مرنے کے بعد اُسکا سوتیلا بیٹا اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہدار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا اور وہ شخص جو اس طرح چادر ڈالتا تھا اُس سے شادی کرنے پر مجبور ہوتا تھا *

عورتیں متوفی شوہروں کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھیں اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اُونٹ کی چند خشک مینگنیاں یا تو کسی کتے پر یا کندھے پر سے خود اپنے ہی پیٹھہ پر پھینک دیتی تھی جس سے یہہ مراد تھی کہ اب بیوہ کو اپنے متوفی شوہر کا کچھہ بھی خیال نہیں رہا *

عورتوں میں اپنے گھر سے نکلنے اور عام مجمع میں بدون پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام‌الناس کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات خیال نہیں کرتی تھیں *

عورتیں مصنوعی بال سر پر لگایا کرتی تھیں اور اپنے جسم کو نمل سے گودا کرتی تھیں *

خاندان کے تمام اشخاص قسم ذکور تمام قسم کی عورتوں کو چھوڑ کر جبکہ وہ اپنے معمولی ایام میں ہوں بروز کرتے تھے اور اُن عورتوں کو باقی اشخاص خاندان کے ساتھہ ملنے جلنے کی ممانعت تھی *

مردوں کو قبر میں دفن کرنے کا اعزاب جاہلیت میں رواج تھا اور جس کسی جنازہ کو دفن کرنے کے لیئے لیجاتے ہوئے دیکھتے تھے تو اور آدمی مردہ کی تعظیم اور اُس پر افسوس ظاہر کرنے کے لیئے سر و قد اُٹھہ کھڑے ہوتے تھے *

اُن کا عقیدہ تھا کہ انسان کا خون بجز انسان کی سانس کے اور کچھہ نہیں ہی اور روح محض ایک ہوا انسان کے جسم کے اندر ہی مگر بعض لوگ جو بہ نسبت اُن کے زیادہ تعلیم یافتہ تھے یہہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہی جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اُس کے جسم میں گھس جاتا ہی اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑھاتا رہتا ہی۔ انسان کے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قبر کے گرد چھکتا پھرتا ہی یہانتک کہ ایک اُلو کے برابر ہو جاتا ہی *

زمانہ جاهلیت کے عرب دیوں اور خبیث ارواحوں کو مانتے تھے — تمام خیالی اور وهمی اور فرضی صورتیں جو بیابانوں یا پراگندہ مسمار اور منہدم عمارتوں میں اُن کو نظر آتیں اور جن کی کہ تنہا آدمی کے خیال میں اکثر صورت بن جاتی ہی اُن سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحیں تصور کرتے تھے *

بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروج کی تاثیر کی طرف منسوب کرتے تھے اور اُن کی رائے اوروں کی رائے کے مقابلہ میں افضل تر معلوم ہوتی تھی *

زمانہ جاهلیت کے عرب نیک اور بد جنات میں عقیدہ رکھتے تھے - اُن کی مختلف صورتیں اور شکلیں مقرر کی تھیں اور مختلف نام رکھے تھے — اُن کے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کا سا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے — زمانہ جاهلیت کے عرب اور قوتوں اور وجودوں میں بھی اعتقاد رکھتے تھے جو انسان کی نظر سے غایب تھے مگر آیندہ کی خبروں کو بآواز بلند ظاهر کر دیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے — وہ فرشتوں کو اور اور ارواحوں کو بھی جو دکھائی نہیں دیتیں مانتے تھے اور مختلف شکلیں اُن کی طرف منسوب کرتے تھے *

عرب کے زمانہ جاهلیت کی رسم و رواج کو اس مقام پر ہم نے نہایت سرسری طور پر بیان کیا ہی مگر ہم کو اُمید ہی کہ اُن فہم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش باشندگان عرب کے خانگی اور سوشیل عام حالات معلوم ہونے سے ایک منصف مزاج شخص اگر ایسا شخص دنیا میں پایا جاتا ہی اس بات کا فیصلہ کرسکیگا کہ اسلام کے قبل عربوں کا کیا حال تھا اور بعد اسلام کے اُن کا کیا حال ہوگیا اور بالعموم اُن کے اخلاق کس طرح پر تبدیل ہوگئے — اُن کی اگلی اور پچھلی حالت کے مقابلہ کرنے میں ہمارا یہہ سرسری بیان اُس منصف مزاج شخص کو کافی مدد دیگا اور ایسے نتایج مستنبط کرنے کے قابل کریگا جن کی جانب اُس کی انصاف پسندی اُسکو ہدایت کریگی *

تمت

الخطبة الثالثة

في

الاديان المختلفة التي كانت في العرب قبل الاسلام

ومن يبتغ غيرالاسلام دينا فلن يقبل منه و هو فى الاخرة من الخاسرين

اس خطبہ میں ہم اس امر کی تحقیقات بھی کرینگے کہ اُن ادیان میں سے جو زمانہ جاهلیت میں مروج تھے اسلام کونسے دین سے مشابہ تر ہی اور ایا اس مشابہت اور مماثلت کی وجہہ سے اسلام ایک دین حق ثابت ہوتا ہی یا ایک عمارانہ بنایا ہوا قصہ *

توریت مقدس میں جو بیان انسان کے پیدا ہونے کا اور اُسکے بعد بابل میں زبانوں کے مختلف ہوجانے اور روے زمین پر پراگندہ ہونے کا ذکر ہی اُسي کو ہم اپني اُس بحث کا جو اس خطبہ میں ہی ابتدائي مقام فرض کرتے ہیں اور اُسي بنا پر یہہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ عبادت اور پرستش کي سادگي اور یکرنگي خود بخود اُس وقت تک جاري رهي هوگي جبکہ انسان تعداد میں کم اور ایک محدود مقام میں تھے — مگر جبکہ وہ زیادہ وسیع ملکوں میں پھیل گئے جنکي آب و هوا اور ملک کي بناوٹ مختلف تھي تو اُس وقت اُنکے دلوں کو نئے اور عجیب خیالات نے قریباً هر ایک بات کي نسبت گھیر لیا — خصوصاً اُس وجود کي ماهیت کي نسبت جسکي عظمت کے جلوے نیک یا بد خوف و هراس سے اُنکو تسلیم کرلے پڑے *

وہ لوگ اُن قدرتي ظهور کے طبعي اسباب سے جنکے دیکھنے سے ایک تربیت یافتہ آدمي کے دل میں بھي خوف و هراس پیدا هوتا هی جیسے کہ بھونچالوں کا آنا زمین کا دھنس جانا اور پھٹ جانا — دریاؤں کا جوش — سمندروں کا تلاطم پہاڑوں کے عجائبات — درختوں کی کرامات — بادلوں کي گڑگڑاهٹ — بجلي کي کڑک اور چمک — اور اُسکے گرنے سے بربادي — اور خوفناک طوفانوں کي تباهي کے اسباب سے محض ناواقف تھے — اس لیئے اُنھوں نے ان سب کاموں کو کسي ایسے وجود کے کام تصور کیئے هونگے جسکو وہ اپنے آپ سے بدرجہا اعلی اور زبردست اور بوجہہ غیر ظاهر هونے اُس وجود کے اور بھي زیادہ خوفناک تصور کرتے هونگے — یہي اسباب هیں جنکے سبب ابتدا میں انسان کے دل میں عبادت کرنے اور قربانیاں چڑھانے اور پوجا کرنے کا خیال پیدا هوا — مگر اُن دیوتاؤں کو ان تین

طریقوں سے خوش کرنے یا اُنکا غصہ مٹانے میں بوجہ ملک کی خاصیت اور ملک کی آب و ہوا کے اور اُسکے باشندوں کے عام مزاج اور چال چلن کے ہر ایک ملک کے باشندوں میں اختلاف پیدا ہوگیا — ہمکو اُسمیں ہی کہ جو کچھہ ہم نے بیان کیا اُس سے اس کتاب کے پڑھنے والے سمجھہ جاوینگے کہ عرب میں عموماً مذہبوں کی ابتدا کس طرح پر شروع ہوئی *

عرب میں جو قومیں قبل اسلام کے موجود تھیں اُنکے حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اپنے زمانہ میں باعتبار مذہب کے چار مختلف فرقوں میں منقسم تھیں — بت پرست — خدا پرست — لامذہب اور معتقدین مذہب الہامی *

بت پرستی

انسان کی جبلت میں جو ہر ایک چیز کے سمجھنے کی طاقت ہی اور جسکو ہم سمجھہ یا عقل سے تعبیر کرسکتے ہیں اُسکا یہہ نتیجہ تھا کہ وہ اپنے وجود کی نہایت ابتدائی منزل میں اولاً بتوں کی پرستش کا اپنے ذہن میں خیال پیدا کرے — اسی سبب سے اولاً اُسکے ذہن میں بتوں کی پرستش کا خیال پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ قایم و مستحکم ہوگیا *

ایک مصنف کا قول ہی کہ " آدمی از روے خلقت اور جبلت کے مذہب کو ماننے والا پیدا ہوا ہی" — اگر وہ معبود حقیقی سے ناواقف ہوگا تو مجازی معبود اپنے لئے بنا لیگا۔ وہ خطروں اور مشکلوں سے گھرا ہوا ہی وہ قدرت کی عظیم‌الشان طاقتوں کو ہر طرف اپنے اپنے کام میں مشغول دیکھتا ہی جنکے سبب سے اُسکو خوف و رجاء پیدا ہوتی ہی اور باوصف اسکے اُنکے کام اُسکے حوزِ ادراک اور قبضہ قدرت سے باہر ہیں — اس واسطے اُسکے دل میں اپنے سے کسی زیادہ طاقتور شی سے ایک تعلق پیدا کرنے کا جسپر وہ تکیہ اور بھروسہ کرسکے خیال پیدا ہوتا ہی ... قدرت کے ان کاموں کو ذہن نشین کرنے اور اُنکے سمجھہ میں آنے کے لئے اب اُسکے واسطے صرف ایک طریقہ ہی — طبعی اسباب کا تصور تو بہت تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہی — ابتدائی انسان صرف ایک قسم کی علت کا گمان کرسکتا ہی یعنی مثل اپنے ایک یا ارادہ طبیعت کا — اس لئے وہ تمام چیزوں کو جنمیں متحرک اور عمل کنندہ پاتا ہی ذی روح اور ذی فہم وجود ٹھہرا لیتا ہی اور اُنکی طرف مثل انسانوں کے خیالات اور طبایع منسوب کرتا ہی اور اس سے زیادہ کیا قرین قیاس ہوسکتا ہی کہ بذریعہ نذروں اور التجاؤں کے اُنکے مہربان کرنے یا اُنکی بد مزاجی یا غصہ کے دور کرنے کے واسطے کوشش کرے *

جب کہ انسان ہنوز وحشیانہ حالت میں تھا اُسلئے قدرت کی بڑی بڑی اشیاء کو اپنے فرحت یا مصیبت کے اسباب کی نظر سے دیکھا اور اسی واسطے اُنکو وہ نسبت اپنے زیادہ

طاقتور سمجھا — اور اس نیت سے کہ اپنی دعاؤں اور التجاؤں اُن سے ایک ظاہری شکل میں کرے اُس کو اپنی خیالی چیزوں کے مجسم کرلے کے واسطے جو اب اُس کے معبود ہوگئے نقاشی یا مصوری گو کسی ہی ناقص ہو عمل میں لائی پڑی — بت پرستی کی ایک اور بنا کسی قوم کے کسی شخص کی خدمات کی جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے مشہور و معروف ہوا ممنونیت کی خواہش تھی — یعنی ایسے کارہائے نمایاں جو شاعروں کے وحشیانہ گیتوں اور نظموں میں مشہور ہوئے اور مرنے کے بعد اُس شخص کو معبود ہونے کے رتبہ کا صلہ دلایا — یہی امر عرب پر بھی صادق آتا ہی — آفتاب - ماہتاب سیارے اور بروج ملائک اور ارواح جو بقول اُنکے انسانوں کی زندگانی کے واقعات پر حاوی اور قادر تھے اُن سب کو رتبہ الوہیت دے رکھا تھا اور اُنکی پرستش کرتے تھے — اسی طرح اُن آدمیوں کی بھی پرستش کرتے تھے جنھوں نے اپنے شکر گذار ملک کی خدمتیں بجا لا کر نام حاصل کیا تھا *

اس طریقہ پرستش کے اختیار کرنے میں انسانوں کا مبلغاء محض معلل بہ دفعا تھا — اُن بتوں یا اُن اشیاء اور اشخاص کی پرستش کا باعث جنکے وہ قایم مقام ہوں یہہ اعتقاد تھا کہ اپنے پرستش کنندہ کو ہر قسم کی دنیوی خوشی اور آسایش عطا کرنا اور اُن مصیبتوں اور خرابیوں کو جو اُسپر نازل ہونے والی ہوں رد کردینا اُنکے اختیار میں ہی - اور اُنکی پرستش کو ترک کردینے کی سزا اُنکے اعتقاد میں افلاس - بیماری - اولادی اور عبرت انگیز موت ہوتی تھی *

جب کہ زمانہ بڑھتا گیا جب کہ تہذیب اور شایستگی کو ترقی ہوتی گئی جبکہ باہمی راہ و رسم کے ذریعے زیادہ شایع اور پر امن ہوتے گئے جبکہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے ملاقی ہونے کا زیادہ اتفاق ہوتا گیا یہانتک کہ اپنے خیالات اور اپنی رایوں اور اپنے عقاید کا تبادلہ کرلے کے قابل ہوئے اُنکے دماغ عالی ہوتے گئے اور اُنکی خوشیاں زیادہ شایستہ اور پاک ہوتی گئیں *

یہی غیر محسوس خیالات کی ترقی عرب میں بھی واقع ہوئی اور اُس ملک کے باشندوں نے اپنے معبودوں کو ہو جسمانی آسایش اور روحانی خوشی کے عطا کرنے کا اُس شخص کی نسبت جس سے وہ راضی ہوں اختیار کل دیدیا *

قدیمی باشندگان عرب کی نسبت یعنی قوم عاد - ثمود - جدیس - جرہم الاولی اور عملوق اول وغیرہ کی اسقدر محققق ہی کہ یہہ لوگ بت پرست تھے مگر ہمارے پاس کوئی ایسی مقامی روایت عرب کی نہیں ہی جو ہمکو اُنکی پرستش اصنام کے طریقوں کی تمہیدوں اور جو قدرتوں کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف منسوب کرتے تھے اُنکی تصریح اور جن اغراض اور ارادوں سے کہ وہ مورتوں کو پوجتے تھے اُنکے بیان کرنے میں مطمئن کرے - قریب

قریب تمام حال جو همکو عرب کے بتوں کي نسبت معلوم هی صرف یقطان اور اسمعیل کي اولاد کے بتوں کي نسبت معلوم هی جو عرب العاربہ اور عرب المستعربہ کے نام سے مشہور هیں اُنکے بت دو قسم کے تھے — ایک قسم کے تو وہ تھے جو ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے جنپر کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے اور جنکو مونث خیال کرتے تھے نسبت رکھتے تھے — اور دوسري قسم کے وہ تھے جو نامي اشخاص کي طرف جنھوں نے اپنے عمدہ کاموں کي وجہہ سے شہرت حاصل کي تھي منسوب تھے *

وہ قدرتي سادگي اور بے تکلفي جو ابتدائي درجہ تمدن میں آدمیوں کي نشانیاں هیں اُنکي پرستش کے طریقوں میں قابل تمیز نہیں رهي تھیں — علاوہ اسکے اُنہوں نے بہت سے خیالات غیر ملکوں کے اور نمز اپنے هي وطن اصلي کے الہامي مذهبوں سے اخذ کرلیئے تھے اور ان سب کو اپنے توهمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودوں کو دنیا اور عقبی دونوں کے اختیارات دیدیئے تھے — لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوي اختیارات بالکل اُنکے معبودوں کے هاتھہ میں هیں اور عقبی کے اختیارات کي نسبت اُنکا یہہ اعتقاد تھا کہ اُنکے بت یعني وہ جنکي پرستش کے لیئے وہ بت بنائے گئے هیں اُنکے گناهوں کي معافي کي خدا تعالی سے شفاعت کرینگے — اُنکي طرز معاشرت اور اُن کي خانگي سوشیل اور مذهبي اطوار اور رسوم نے بھي اسیطرح سے گرد نواح کے ملکوں سے جنکے باشندے الہامي مذهب رکھتے تھے اثر حاصل کیا تھا — غرضکہ قبل ظهور اسلام کے ملک عرب میں بتپرستي کي یہہ کیفیت تھي *

لا مذهبي

زمانہ جاهلیت میں ملک عرب میں ایک فرقہ تھا جو کسي چیز کو نہیں مانتا تھا نہ تو بت پرستي کو اور نہ کسي الہامي مذهب کو — اُن کو خدا کے وجود سے انکار تھا اور حشر کے بھي منکر تھے اور جو کہ وہ گناہ کے وجود کے قائل نہ تھے اسي لیئے عقبی میں بھي روح کي جزا یا سزا کے قائل نہ تھے — وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانوني خواہ رسمي سے مبرا تصور کرتے تھے اور اپني هي آزاد مرضي کے موافق کاربند هوتے تھے — اُن کا عقیدہ یہہ تھا کہ انسان کا وجود اس دنیا میں ایک درخت یا جانور کي مانند هی — وہ پیدا هوتا هی اور پختگي پر پہنچکر تنزل پکڑتا هی اور مرجاتا هی جس طرح کہ کوئي اُدني جانور مرجاتا هی اور جانوروں هي کي مانند بالکل نیست و نابود هوجاتا هی *

خدا پرستي

زمانہ جاهلیت کے عربوں میں بھي خدا پرست عرب تھے اور وہ دو قسم کے تھے ایک تو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کو جس کو وہ اپنے وجود کا خالق قرار دیتے تھے مانتے تھے

لیکن باقي امور میں اُن کا عقیدہ المذھبوں کے عقیدہ کي مانند تھا — دوسري قسم کے فرقہ کے لوگ خدا کو برحق مانتے تھے اور قیامت اور نجات اور حشر اور بقاے روح اور اُس کي جزا اور سزا کے جو حسب اعمال انسانوں کو ملیگي قائل تھے مگر انبیا اور وحي پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے *

اس اخیر فرقہ کا عقیدہ تھا کہ غیر فاني روح کي جزا اور سزا دوسرے جہان میں محض آدمیوں کے نیک اور بد اعمال پر جو اس دنیا میں کیئے ہوں منحصر ہی — اس لیئے ضرور ہوا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اُن کو دائمي خوشي حاصل ہو اور اُن کو ابدي تکلیف اور خرابي سے محفوظ رکھے لیکن خود اُن کے پاس کوئي ایسا اصول جس پر وہ کاربند ہوں موجود نہ تھا اس لیئے اُنہوں نے اُن قواعد کي طرف توجہہ کي جن کو اُن کے گرد نواح کي قومیں مانتي تھیں اور اپني سمجھہ کے موافق ہر قوم سے کچھہ کچھہ باتیں اخذ کرکے اختیار کیں — یہي اسباب تھے جن کے سبب سے عرب کے کچھہ لوگ بت پرست ہوگئے اور بعض نے کسي مذھب معینہ کي پابندي نہیں کي بلکہ اپني ہي عقل اور سمجھہ کے بموجب کاربند ہوئے *

الہامي مذھب

اسلام سے پہلے چار الہامي مذھب عرب میں وقتاً فوقتاً جارے ہوئے — (۱) مذھب صائبي (۲) مذھب ابراھیمي اور دیگر انبیاء عرب کا (۳) مذھب یہود (۴) مذھب عیسوي *

مذھب صائبي

اس مذھب کو عرب میں قوم سامري نے رواج دیا تھا جو اپنے آپ کو قدیم مذھب کے پیرو سمجھتے تھے — وہ حضرت شیث اور حضرت اخنوخ یعني ادریس کو اپنے نبي کہتے تھے اور اپنے مذھب کو اُن کي طرف منسوب کرتے تھے — اُن کے ہاں ایک کتاب بھي تھي جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے — ہماري راے میں کوئي یہودي یا عیسائي یا مسلمان صائبیوں کے اُس عقیدہ پر جو وہ حضرت ادریس کے ساتھہ رکھتے تھے کسي قسم کا اعتراض نہیں گرسکتا ہی — توریت میں حضرت ادریس کو ایک مقدس اور با خدا شخص لکھا ہی اور وہ آیت یہہ ہی " و اخنوخ با خدا سلوک نمود بعد ازان نا پدید شد چہ خدا اورا گرفتہ بود " (کتاب پیدایش باب ۵ ورس ۲۴) وہ شخص جسکو مسلمان ادریس یا الیاس کہتے ہیں اور توریت کا اخنوخ ایک ہي شخص ہیں — صائبیوں کے ہاں سات وقت کي نمازیں تھیں اور وہ اُن کو اُسي طرح ادا کرتے تھے جس طرح کہ مسلمان نماز ادا کرتے ہیں — مردہ کي بھي وہ نماز پڑھا کرتے تھے — مسلمانوں کي طرح وہ بھي ایک

قمري مہینہ کا روزہ رکھا کرتے تھے — مگر جو برائي کہ آہستہ آہستہ اُن کے مذہب میں پھیل گئي تھي وہ یہہ تھي کہ ستاروں کي پوستش کرنے لگے تھے — اُنہوں نے سات ہیاکل یعني معبد سبع سیاروں کے لیئے بنائے تھے اور جس ستارہ کا جو معبد تھا اُسي معبد میں اُس ستارہ کي پرستش کرتے تھے — حرّان کے معبد میں سب لوگ بہ نیت حج جمع ہوا کرتے تھے — خانہ کعبہ کي بھي بڑي تعظیم کرتے تھے — اُن کا سب سے بڑا مذہبي تیوہار اُس روز ہوا کرتا تھا جب کہ آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا اول برج ہی داخل ہوتا تھا اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اُس وقت ہوتے تھے جب کہ پانچ سیارے یعني زحل — مشتري — مریخ — زہرہ — عطارد بعض برجوں میں یکے بعد دیگرے داخل ہوا کرتے تھے — اُن کا اعتقاد تھا کہ ان سیاروں کا سعد اور نحس اثر انسان کي قسمتوں پر اور دنیا کے اور امور پر ہوتا ہی — وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا سوکھہ کي کشش انہیں ستاروں کي تاثیر پر منحصر ہی — یہہ خیال اور اسي قسم کے اور خیالات اور عقاید صابیوں کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھي رائج ہوگئے تھے — اُن میں اعتکاف کرنے کا بھي رواج تھا اور غاروں یا پہاڑوں میں چند روز مراقبہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے *

ابراھیمي یا دیگر انبیاء عرب کا مذہب

اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب میں مبعوث ہوئے تھے (۱) ہود (۲) صالح (۳) ابراھیم (۴) اسمعیل (۵) شعیب — یہہ سب نبي حضرت موسی سے اور بني اسرائیل کو احکام عشرہ کے عطا ہونے سے پیشتر گذرے ہیں *

اصل اصول ان جمیع انبیاء کے مذاہب کا خداے واحد کي عبادت تھا — اور دیگر احکام و مسائل جنکو انبیاء مذکور نے بتایا تھا باستثناء احکام و مسائل حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل کے سب فراموش ہوگئے تھے اور کوئي مقامي روایت ایسي موجود نہیں ہی جو ہمکو اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کتنے تھے *

حضرت ابراھیم اور حضرت اسمعیل کے مذہب کے احکام و مسائل کے لیئے بھي اسیطرح کوئي ایسي کافي سند نہیں ہی جس سے کہ ہم اُن کو تفصیل وار بیان کرسکیں اور ایسے بہت کم مسائل ہیں جنھوں نے باستعانت روایت مذہبي اور روایت مقامي کے ایسا تاریخي رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اُس کے حوالہ دینے کے لایق ہوں *

حضرت ابراھیم کے تقوے اور پرھیزگاري کا سب سے پہلا کام بت پرستي کا ترک کرنا اپنے باپ کے بتوں کا توڑنا اور خداے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اُسکي پرستش کرنا تھا *

ختنہ اور داڑھی کا رکھنا رسوم مذہبي ہیں جن کے بیان کرنے کي چنداں ضرورت نہیں ہی کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہی کہ یہہ رسمیں حضرت ابراھیم نے مروج اور معین کي تھیں — خداے پاک کي پرستش کے واسطے قربان گاہوں کے بنانے کي رسم بھي حضرت

ابراهيم نے جاري کي تهي اور منجمله بيشمار قربان گاهوں کے جو حضرت ابراهيم نے بنائيں ايک قربان گاه اُس مقام پر بهي بنائي تهي جهاں که حجر اسود قبل اس کے که ديوار کعبه ميں اور پتهروں کے ساتهه نصب هو کهڑا هوا تها *

خداے تعالی کے نام پر قرباني کرنا بهي حضرت ابراهيم نے مقرر کيا تها اور يهه رسم آجتک اُنکي اولاد ميں اور اُنکي اولاد کے پهروں ميں بچنسه مروج هی *

خداے تعالی کي عبادت کے واسطے خانه کعبه کي تعمير کي نسبت عرب کي تمام مقامي روايتوں اور تمام مورخ اس امر پر متفق هيں که خانه کعبه کو حضرت ابراهيم اور حضرت اسمعيل نے بنايا تها *

سهنٹ پال حواري نے جو گليشيا والوں کے نام خط لکها هی هماري راے ميں اُس سے بهي بخوبي ثابت هوتا هی که خانه کعبه کو " جو بيت المقدس کا هم پايه هی " حضرت ابراهيم اور حضرت اسمعيل نے بنايا تها *

خانه کعبه ميں اول خدا کي عبادت اُسکے اندر اور باهر کيا کرتے تهے اور اُسکے بعد اُسکے گرد طواف کيا کرتے تهے اور طواف کے وقت ساري جماعت پکار پکار کر خدا کا نام ليتي تهي اور خانه کعبه کو بوسه ديتي جاتي تهي *

اس مقام پر خود به خود ايک سوال پيدا هوتا هی اور وه يهه هی که کيا فرق هی خانه کعبه کے گرد طواف کرنے اور اُسکو اور حجر اسود کو بوسه دينے اور قربان گاهوں کے بنانے اور اُنکي تعظيم کرنے اور حضرت يعقوب کے پتهر کهڑا کرنے اور اُسپر تهل ڈالنے اور نماز ميں بيت المقدس يا کعبه کي طرف سجده کرنے غرض که اشياے مجسم کي تعظيم اور حرمت کرنے ميں اور بت پرستوں کي اُن رسوم ميں جو وه اپنے بتوں کي نسبت عمل ميں لاتے هيں اور جسکي وجهه سے اُنکو هر شخص حقارت اور غصه کي نظر سے ديکهتا تها اور اب بهي ديکهتا هی *

بلا شبهه ان دونوں کاموں ميں بڑا فرق هی مگر جو امر که لوگوں کو ان دونوں کاموں ميں صاف صاف تميز کرنے سے روکتا هی وه لفظ " بت پرستي " هی جس سے يهه سواد سمجهي جاتي هی که آدمي کسي مجسم اور مصنوعي شی کي تعظيم اور پرستش کرنے ميں گنهگار هوتے هيں *

مگر يهه غلطي هی — بت پرستوں کے مشرک اور گنهگار هونے کي صرف يهه وجهه نهيں هی که وه مجسم اور مصنوعي اشياء کي تعظيم اور پرستش کرتے هيں بلکه اُس کي وجهه يهه هی که وه چند روحاني يا ني جسم وجودوں يا طاقتوں يا عظيم الشان قدرتي اشياء کو اُن سب قدرتوں کا مالک سمجهتے هيں جو درحقيقت صرف الله تعالی هي کي ذات سے علاقه رکهتے هيں اور اُن اشياء وغيره کي اس طرح بندگي بجا لاتے هيں جو صرف خدا تعالے

هي کو سزا وار هی — اُنکے بت اُن وجودوں کے جو غیر خدا هیں قایم مقام اور یادگار هوتے هیں نه که خدا تعالی کے — اس اعتقاد کي وجهه سے وه مشرک اور گنهگار هوجاتے هیں خواه وه اُن روحاني یا ذي جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم‌الشان قدرتي اشیاء کے ناموں پر کوئي مورت یا بت قایم کرکے پوجتے هوں خواه صرف اپنے دل هي میں یهه اعتقاد رکهه‌کر اُنکي پرستش کرتے هوں — اور ظاهر میں اُنکا کوئي بت نه بناتے هوں — اُنکو بت‌پرست اس لیئے کہا گیا هی که وه اکثر اُن روحاني یا ذي جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم‌الشان قدرتي اشیاء کي جلکو وه صفات الهي کا مخزن اور معدن سمجهتے تهے اپنے خیال کے موافق بت اور مورتیں بناکر اُنکے توسل سے اُنکو پوجتے تهے — اگر وه ان ظاهري وسائل پرستش کو اختیار نه کرتے لیکن باطن میں یهي اعتقاد رکهتے تب بهي اُنکو بت پرست کهنا ناموزوں نه هوتا *

حضرت ابراهیم کي بنائي هوئي قربان گاهیں جن میں که حجر اسود بهي شامل هی اور حضرت یعقوب کا کهڑا کیا هوا پتهر اور خانه کعبه اور بیت المقدس یهه سب چیزیں کسي مشهور و معروف اشخاص کي یادگار کے طور پر نهیں بنائي گئي تهیں اور نه وه کسي فرشته یا عظیم‌الشان قدرتي شی کے نام پر قایم کي گئي تهیں بلکه بالتخصیص قادر مطلق کے نام پر جو تمام چیزوں کا خالق هی اور اُسیکي پرستش کي غرض سے بنائي گئي تهیں جملہ رسوم اور تکلفات جو ان مقاموں پر برتے جاتے تهے صرف خدا تعالی کي عبادت اور پرستش کے مختلف طریقے تهے اور خدا تعالی کي بندگي گو کسي طور پر بجا لائي جاوے جسکو خدا تعالی کے منظور اور مقبول کرلیا هو هرگز گناه یا شرک یا بت پرستي نهیں هوسکتي *

تمام آدمیوں کا میدان عرفات میں جمع هونا جهاں که نه حضرت ابراهیم کا حجر اسود هی نه حضرت یعقوب کا سنگ قربان گاه اور نه حضرت اسمعیل کا معبد بلکه محض ایک وسیع میدان هی — اُن لوگوں کا ایک ساتهه شامل هوکر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناهوں کي معافي چاهنا خاص خدا کي عبادت هی جسکا نام مسلمانوں نے حج رکها هی اور حضرت ابراهیم اور حضرت اسمعیل اس طرح پر عبادت کرنے کے باني هوئے تهے — پس کون شبهه کرسکتا هی که حج اُس واجب الوجود لاشریک له کي خاص الخاص عبادت هی *

افسوس هی که رفته رفته ملک عرب میں بت پرستي کا عام رواج هوگیا تها — مگر هاں همکو معلوم هوتا هی که بهت سے اشخاص ایسے بهی تهے جو ان مذاهب الهامي میں سے کسي نه کسي مذهب کے متبع تهے اور خدائے واحد کي پرستش کرتے تهے — اُنهیں لوگوں میں سے متعدد نے مجدد مذهب هونے کا دعوی کیا اور الله تعالی کے معبوث

حقیقی ہونے کا مجمع عام میں وعظ کہا اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے پر ترغیب دی — وہ لوگ جنہوں نے اپنی نسبت مجدد مذہب ہونے کی شہرت دی تھی اُنکے نام یہہ ہیں — حنظلہ ابن صفوان — خالد ابن سنان — اسدابو کرب — قیس ابن صعداہ وغیرہ اور بعضوں نے عبدالمطلب کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہی *

لیکن یہہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیوں نہ معلوم ہو کہ اُس شخص کی اولاد جسنے اپنے باپ کے بتوں کو توڑا اور اُنکی پرستش سے منوہہ موڑا اور خدائے برحق کی پرستش کے لوئے متوجہ ہوا اور کہا " انی وجہت وجہی للذی فطرالسموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین " — رفتہ رفتہ اُسی بت پرستی کی حالت میں ڈوب جاے — مگر اس سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت آمیز یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ اُسی کی اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جسنے پھر اپنے موروثوں کے بتوں کو بلکہ تمام عرب کے بتوں کو غارت کردیا اور جس نے خداے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو جو تمام چیزوں کا مبداء اور مرجع ہی رواج دیا اور اعلی ترین درجہ پر پہونچا دیا — اور جس نے کہ جہالت اور کفر کی اُس گہری تاریکی کو جس میں کہ اُس کے ہموطنی مبتلا تھے دین حق کے پاک اور شفاف نور سے منور کردیا *

یہودی مذہب

یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب کے ملک میں شایع کیا تھا جو اُس ملک میں جاکر آباد ہوئے تھے — بعض مصنف ناواجب جرأت کرکے یہہ راے دیتے ہیں کہ ایک قوم بنی اسرائیل کی اپنے جتھے سے علحدہ ہوکر ملک عرب میں جابسی تھی اور وہاں اکثر قوموں کو اپنا مذہب تلقین کیا — مگر یہہ راے صحت سے بالکل معرا ہی — اصل یہہ ہی کہ یہودی مذہب عرب اُن یہودیوں کے ساتھہ آیا تھا جو پیغمبوسویں صدی دنیوی میں یا پانچویں صدی قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے جو اُنکے ملک اور قوم کی تخریب کے درپے ہوا تھا بھاگ گئے تھے اور شمالی عرب میں بہ مقام خیبر آباد ہوئے تھے — تھوڑے عرصہ بعد جب کہ اُنکی مضطرب حالت نے کسی قدر سکون اور قرار پکڑا اُنھوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ اور حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے — جب کہ سنہ ٣٦٥ دنیوی میں یا سنہ ٣٥٤ قبل حضرت مسیح کے یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا تب اُس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اس مذہب میں داخل کرکے اُس کو بہت ترقی دی — اُس زمانہ میں یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے اُن کے قبضہ میں تھے *

اس بات کے یقین کرنے کا بڑی قرینہ یہہ ہی کہ یہودی بت پرستی کو غصہ اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہونگے — مگر عرب کی کوئی مقابلی روایت اس مضمون کی نہیں پائی

جاتي کہ خانہ کعبہ کي نسبت اُن یہودیوں کي راے عربوں کي راے سے برخلاف تھي — مگر یہہ امر تسلیم کیا گیا ہی کہ ایک تصویر یا مورت حضرت ابراہیم کي جن کے پاس ایک مینڈھا قربانی کے واسطے موجود تھا یہودیوں کے ذریعہ سے خانہ کعبہ میں اُس مکان کے مطابق جو توریت میں ہی کھودنچي گئي ہوگی یا رکھي گئي ہوگي — کیونکہ یہودي اس قسم کي تصویروں یا مورتوں کے بنانے اور رکھنے کو گناہ نہیں سمجھتے تھے *

اس میں کچھہ شک نہیں کہ یہودیوں کے ذریعہ سے ملک عرب میں خدا تعالی کي معرفت کا علم جیسا کہ قبائل عرب میں بالعموم پیشتر تھا اُس سے بھي دوچند ہوگیا — وہ عرب جنھوں نے یہودي مذہب قبول کرلیا تھا اور وہ لوگ بھي جو اُن سے راہ و رسم رکھتے تھے اُس سے فائدہ مند ہوئے تھے — کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک عمدہ قانون شریعت اور سوشیل اور پولیٹیکل کا موجود تھا اور اُس زمانہ کے عرب اس قسم کي چیز سے بالکل بے بہرہ تھے — اس سے ایک معقول طور پر استنباط ہوتا ہی کہ بہت سے خانگي اور سوشیل آئین اور رسوم کو جو اُس قانون میں مذکور ہیں عربوں نے اختیار کرلیا ہوگا خصوصاً یمن کے رہنے والوں نے جہاں کہ اُن کے بادشاہ ذرنواس نے یہودي مذہب قبول کرلیا تھا اور اُس نے یہودي مذہب کي ترویج میں کوشش کي ہوگي *

ہمکو اس مقام پر مذہب یہود کے مسائل اور عقاید اور اُنکی رسموں اور طریقوں پر بحث کرنے کي ضرورت نہیں معلوم ہوتي — کیونکہ یہہ سب باتیں توریت میں موجود ہیں اور ہر شخص اُن سے کسي نہ کسي قدر واقف ہی — اور وہ امور جنکا بیان کرنا ہمکو بالتخصیص مد نظر ہی اُس مقام پر بیان ہونگے جہاں کہ ہم مذہب یہود اور اسلام کے تعلق باہمي پر بحث کرینگے *

عیسوي مذہب

یہہ بات محقق ہی کہ عیسوي مذہب نے تیسري صدي عیسوي میں ملک عرب میں دخل پایا تھا جبکہ اُن خرابیوں اور بدعتوں کي وجہ سے جو آہستہ آہستہ مشرقی کلیسا میں شایع ہوگئي تھیں قدیم عیسائیوں کي تداہي ہوئي تھي اور وہ لوگ ترک وطن پر مجبور ہوئے تھے تاکہ اُژر کسي جگہہ جاکر پناہ لیں — اکثر مشرقي اور نیز یوریپین مورخ جنھوں نے اس مضمون کو مشرقي مصنفوں سے اخذ کیا ہی اس بات پر متفق الراے ہیں کہ وہ زمانہ ذرنواس کي سلطنت کا زمانہ تھا — مگر ہم اس راے سے کسي طرح اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے حساب کے موافق جسکا بیان ہم نے خطبہ اول میں کیا ہی ذرنواس کا زمانہ قریباً چھہ سو برس پیشتر اس واقعہ کے گذر چکا تھا اور اسي وجہ سے ہم اُن مصنفوں کي اس راے کو بھي تسلیم نہیں کرتے جنکا بیان ہی کہ ذرنواس نے عیسائیوں کي تخریب کي تھي *

اول مقام جہاں کہ یہہ بھاگے ہوئے عیسائي آباد ہوئے تھے نجران تھا اور اُس سے پایا جاتا ہی کہ وہاں کے معتدبہ لوگوں نے عیسوي مذہب قبول کرلیا تھا - یہہ عیسائي فرقہ جھکوبائٹ یعني یعقوبي فرقہ تھا اور اس لقب سے مشرقي فرقہ " مانوفیزیٹیز " کا موسوم کیا جاتا تھا - اگرچہ صحیح طور پر یہہ لقب شام اور عراق اور بابل کے فرقہ " مانوفیزیٹیز" پر اطلاق ہوسکتا ہی - جھکوبائٹ کا لقب ایک شام کے راہب کے سبب سے جسکا نام جھکوبس براذیس تھا اس فرقہ کا پڑ گیا تھا اور جس نے کہ یونان کے بادشاہ جستي نین کے عہد میں اپنے ملک سے نکلے ہوئے " مانوفیزیٹیز " کا ایک علحدہ فرقہ قایم کرلیا تھا — اُن کا عقیدہ یہہ تھا کہ حضرت عیسی صرف ایک صفت رکھتے ہیں یعني ایک انسانی صفت نے اُن میں تقدیس کا درجہ حاصل کرلیا ہی *

عیسائي مصنفوں نے بیان کیا ہی کہ عیسوي مذہب نے اہل عرب میں بہت ترقي حاصل کي تھي مگر ہم اس باب میں اُن سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوي مذہب اختیار کرلیا تھا قبایل حمیر — غسان - ربیعہ - تغلب - بحرو - تونخ - طي - قوذیہ اور خیرہ میں محدود اشخاص نے اُن کي تقلید کي تھي اور کوئي جماعت کثیر یا قوم کي قوم عیسوي مذہب میں نہیں آئي تھي - جس طرح کہ یہودي مذہب میں آگئي تھي — اغلب ہی کہ ان متفرق اعراب متنصرہ کي وساطت سے حضرت مریم کي تصویر خواہ مورت حضرت عیسی کو گود میں لیئے ہوئے خانہ کعبہ کي اندروني دیواروں پر کھینچي گئي ہو یا اُس کے اندر رکھي گئي ہو *

خانہ کعبہ میں متعدد قوموں کے معبودوں کي یا بزرگوں کي تصویریں یا مورتیں رکھي ہوئي تھیں اور جس فرقہ سے وہ تصویر یا مورت علاقہ رکھتي تھي وہي فرقہ اُس کي پرستش کرتا تھا — جب کہ عرب کے لوگوں نے یہودي اور عیسائي مذہب اختیار کرلیا تو اُسي مذہب کے لوگوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کي تصویر یا مورت خانہ کعبہ میں رکھي یا کھینچي ہوگي — کیونکہ جس طرح عرب کے اور فرقوں کو اپنے معبودوں یا بزرگوں کي مورتیں رکھنے یا کھینچنے کا کعبہ میں حق تھا اسي طرح اُن عربوں کو بھي حق تھا جو یہودي یا عیسائي ہوگئے تھے — اور کسي کو اُس کي ممانعت کا حق نہ تھا *

اسلام سے پیشتر ملک عرب کي یہہ مذہبي حالت تھي اور ایسے مختلف مذہب جو زمانہ واحد میں وہاں مروج ہوگئے تھے اُس کا ضروري نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ اُن مذہبوں کے احکام اور مسائل اور رسوم باہم خلط ملط اور اہل عرب میں بالعموم مروج ہوگئے ہونگے - کیونکہ یہہ بات بعید از قیاس ہی کہ اُن نیم وحشي اور جاہل لوگوں میں اس قدر شعور ہو کہ اپنے مذاہب مختلفہ کے باہمي تفریق کو جانچ سکتے ہوں اور ایک کو دوسرے سے علحدہ کرکے تفریق تفاوت کي تمیز کرتے ہوں *

ان مذاهب کے بھاری بوجھ کے نیچے ملک عرب ایک مذبوحی حرکت کررہا تھا کہ دفعۃ اسلام نمودار ہوا اور اُس کو حیرت آمیز سرور میں ڈالکر اُس کا غیر متحمل بوجھ دور کردیا اور دفعۃ جزیرہ عرب کے چاروں کونوں کو صدق کے نور سے بھر پور کردیا اس لیئے اگر یہہ کہا جایز ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام عرب کے حق میں رحمت ایزدی سے بھی کچھہ زیادہ تھا — اسلام از روے اصول کے بت پرستی کے بالکل متناقض تھا کیونکہ وہ حقایق قدرتی اور ابدی کی تعلیم و تلقین کرکے انسان کو اعلی درجہ پر پہونچانا چاہتا تھا اور بت پرستی انسان کو جہالت کی حالت میں رکھہ کر از روے تمدن اور اخلاق کے دونوں طرح سے غلام بنانا چاہتی تھی — اسلام لا مذہبی سے بھی کچھہ موافقت نہ رکھتا تھا کیونکہ اُسکا ابتدائی اور خاص اصول یہہ ہی کہ خدا تعالی کی وحدانیت پر اور اُس کے وجود پر بیچون و چرا اعتقاد رکھنا چاہیئے جس کے وجود سے لا مذہبوں کو انکار تھا — مذہب اسلام میں اور عرب کے خدا پرستوں کے مذہب کے دونوں فرقوں میں سے دوسرے فرقہ سے کوئی سخت مخالفت نہ تھی کیونکہ اگر اس فرقہ کے عقاید میں وحی کے عقیدہ کو اضافہ کیا جاوے تو مذہب اسلام کے اصلی اصول کے بہت قریب قریب ہوجاتا ہی — مذہب صابی کے عقاید الہام سے اسلام بالکل مماثل تھا لیکن اُس مذہب میں اجرام فلکی کی پرستش کو رد کرتا تھا اور ستاروں کے نام پر مورتیں بنانے اور معابد قایم کرنے کو بھی جو ایک قسم کی بت پرستی ہی اور جس میں قوم صابی بوجہ امتداد زمانہ کے آہستہ آہستہ آپڑی تھی فاروا ٹھہراتا تھا *

ابراھیمی مذہب اور عرب کے اور نیچوں کے مذہب اور یہودی مذہب کے اصول اور احکام اور عقاید اسلام کے اصول اور احکام اور عقاید کے کچھہ بھی متناقض نہ تھے — بلکہ درحقیقت اسلام کے اصول اور احکام ابراھیمی مذہب اور دیگر انبیاے عرب کے مذہب اور یہود کے مذہب کے اصول اور احکام کو مکمل کرتے تھے — اسلام میں اور یہودی مذہب میں صرف یہہ فرق تھا کہ اسلام حضرت یحیی کو تسلیم کرتا تھا مگر یہودیوں اور عیسائیوں کی بعض غلط تفاسیر کو جو وہ توریت اور انجیل کی آیتوں کی کرتے تھے نہیں مانتا تھا — اصول اسلام اُن عمدہ اصول سے جلکی در حقیقت حضرت عیسی کے تلقین کی تھی مطابقت تامہ رکھتا تھا — لیکن زمانہ اسلام میں جو عیسائی تھے اُن کے اصول اور عقاید اور مسائل اور رسوم مذہبی اور اُن کے برتاؤ سے بالکل مخالف تھا اور بجز چند متفرق اور متعدد مسائل اخلاق کے کسی اَور چیز میں ان دونوں مذہبوں میں مشابہت نہ تھی *

اس سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ مذہب اسلام کیا ہی — ہم جواب دیتے ہیں کہ مذہب اسلام صابی مذہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسایل کی تکمیل اور ابراھیمی مذہب اور عرب کے دیگر الہامی مذہبوں کے اصول اور احکام اور مسایل کی تکمیل اور

ترتیب اور یہودی مذہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی قرار واقعی تکمیل اور اللہ جل شانہ کی وحدانیت کی ایسے اعلیٰ درجہ پر توضیح جو کسی اور مذہب میں اس تکمیل سے نہیں تھی اور جس کو ہم وحدت فی الذات اور وحدت فی الصفات اور وحدت فی العبادۃ سے تعبیر کرتے ہیں اور اخلاق کے اُن اصولوں کی جن کی حضرت عیسیٰ نے در اصل تلقین کی تھی تکمیل ہی — اور اُن تمام مذاہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی تکمیل اور اجتماع کا نام اسلام ہی — ہم اپنے اس جواب کو بعض مثالوں کے حوالہ سے مشرح کرتے ہیں *

مذہب اسلام میں دوسرے معبود کی پرستش کا امتناع اور بت پرستی کا استیصال یہودیوں کے مذہب کے اصول کے بالکل مماثل ہی — توریت میں لکھا ہی کہ " در حضور من ترا خدایان غیر نہ باشند " (سفر خروج باب ۲۰ ورس ۳) " بھرچہ شمارا مامور داشتم رعایت نمائید و اسم خدایان غیر را ذکر نہ نمودہ از دہانت شنیدہ نہ شود " (سفر خروج باب ۲۳ ورس ۱۳) " بجہت خود صورت تراشیدہ و ہیچ شکل از چیزہائیکہ در آسمان ست در بالا و یا در زمین ست در پائین و یا در آب ہاے کہ در زیر زمین ست مساز — آنہارا سجدہ نہ نمودہ ایشاں را عبادت مفما زیرا کہ من خداوند خداے تو ام (سفر خروج باب ۲۰ ورس ۴ و ۵) " بہ بتہا توجہ مفمائید و خدایان ریختہ شدہ از براے خود مسازید خداوند خداے شما منم " (سفر لویان باب ۱۹ ورس ۴) " از براے خود تان بتان و اصنام تراشیدہ شدہ مسازید و نصب شدہا از براے خود تان برپا مفمائید و در زمین خود تان تصویر ہاے سنگی جہت سجدہ نمودنش مگذارید زیرا کہ خداوند خداے شما منم " (سفر لویان باب ۲۶ ورس ۱) " خدایان ایشاں را سجدہ نہ نمودہ بآنہا عبادت مکن و موافق اعمال ایشاں عمل مفما بلکہ ایشاں را بالکل مہندم ساختہ و بت ہاے ایشان بالتمام بشکن " (سفر خروج باب ۲۳ ورس ۲۴) *

سب سے بہتر اور اعلیٰ احکام یہودی مذہب میں یہہ ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں اسلام میں بھی احکام بجنسہ موجود ہیں " پدر و مادر خود را احترام نما — قتل مکن — زنا مفما — دزدی مکن — بر ہمسایۂ ات شہادت دروغ مدہ — بخانۂ ہمسایۂ ات طمع مورز " — (سفر خروج باب ۲۰ ورس ۱۲ — ۱۷) *

اوقات نماز جو اسلام میں مقرر ہیں اور جنکی تعداد † سات یا پانچ یا تین ہیں مذہب صابی اور مذہب یہود کی اوقات نماز سے بہت مشابہ ہیں *

---

† یعنی فجر — ضحی — یعنی چاشت — ظہر — عصر — مغرب — عشا — تہجد — دوسری اور ساتویں نماز مسلمانوں میں فرض نہیں ہی اور پانچ پانچ نمازیں فرض ہیں — دوسری اور تیسری تو اور چوتھی اور پانچویں کو ایک وقت میں پڑھ لینے کا اختیار ہی اس صورت میں پانچ نمازیں اور تین وقت رہ گئے ہیں

اسلام میں نماز پڑھنے کا جو طریقہ ہی وہ صابی مذہب اور یہود کے مذہب کے طریقہ سے نہایت مماثل ہی — نماز دل کی صفائی کےلئے تھی اور یہی اصلی مقصد نماز کے مقرر کرنے کا تھا اور جسم اور پوشاک وغیرہ کی صفائی جس کے واسطے شرع اسلام میں حکم ہی صابیوں اور یہودیوں کی اس قسم کی رسومات سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں — توریت میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ " نزد قوم روانہ شدہ ایشان را امروز و فردا تقدیس نماے تاکہ جامہاے خود را شست و شو نمایند " (سفر خروج باب ۱۹ ورس ۱۰) " پس موسیٰ ہارون و پسرانش را نزدیک آوردہ ایشاں را بہ آب شست و شو داد " (سفر لویان باب ۸ ورس ۶) *

مذہبی امور میں صرف ایک یہی بات اسلام میں نئی ہی جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی یعنی نماز کے بلانے کے لئے یہودیوں کی قرنا بجانے اور عیسائیوں کے گھنٹے بجانے کے بدلے اذان مقرر کی گئی ہی اس نرالے پن کی نسبت ایک عیسائی مصنف اس طرح لکھتا ہی کہ " مختلف اوقات نماز کی اطلاع مؤذن مسجدوں کی مناروں یا مادنوں پر کھڑے ہوکر اذان دینے سے کرتے ہیں — اُن کا لحن جو ایک بہت سادہ مگر سنجیدہ لہجہ میں بلند ہوتا ہی شہروں کی دوپہر کی دوند پکار میں مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آواز معلوم ہوتا ہی لیکن سنسان رات میں اُس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہی یہاں تک کہ اکثر فرنگیوں کی زبان سے بھی پیغمبر صاحب کی تعریف نکل گئی ہی کہ یہودیوں کی معبد کی قرنا اور کلیساے نصاری کے گھنٹوں کی آواز کے مقابلہ میں انسانی آواز کو پسند کیا " *

تمام قربانیاں جو مذہب اسلام میں جایز ہیں مذہب یہود کی قربانیوں کے مشابہ ہیں گویا یہہ قربانیاں شارع اسلام نے مذہب یہود کی بیشمار قربانیوں سے منتخب کرلی ہیں اور جو تاکیدی حکم مذہب یہود میں اُن قربانیوں کے کرنے کی نسبت تھا اُسکو نہایت خفیف بلکہ اختیاری کردیا ہی *

مذہب اسلام میں جو روزے مقرر ہیں وہ بھی مذہب یہود اور مذہب صابی کے روزوں سے مشابہ ہیں بلکہ صابی مذہب کے روزوں سے بہ نسبت یہودی مذہب کے روزوں کے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں *

ہفتہ کے ایک معینہ دن میں نماز اور دیگر رسوم مذہبی کے مقررہ وقت پر لوگوں کو کارہاے دنیوی سے منع کرنا یہودیوں کی اسی قسم کی رسم سے مطابقت رکھتا ہی لیکن حضرت ابراھیم کے زمانہ سے اہل عرب جمعہ کو متبرک دن سمجھتے آئے ہیں *

ختنہ بھی وہی ہی جسکا یہود اور پیروان حضرت ابراھیم کے ہاں دستور تھا — نکاح اور طلاق کا بھی قریب قریب ویسا ہی قاعدہ ہی جیسا کہ اور مذاہب الہامی میں تھا —

توریت میں لکھا ھی کہ " اگر کسی زنے را گرفتہ بہ نکاح خود در آورد و واقع شود کہ بہ سبب چرکھائے کہ درو یافت شد در نظرش التفات نہ یابد اینگاہ طلاق نامہ نوشتہ بدستش بدھد و اورا از خانہ اش رخصت دھد " (سفر توریہ مثنی باب ۲۴ ورس ۱) *

بعض عورتوں سے نکاح کرنے کے جواز یا عدم جواز میں جو احکام مذھب اسلام میں ھیں وہ اکثر باتوں میں یہودیوں کے مذھب کے احکام سے مشابہ ھیں *

جنب مرد اور عورت کو مسجد میں جانے یا قرآن مجید کے چھونے کا امتناع اُنھیں دستوروں سے مشابہت رکھتا ھی جو مذھب یہود میں جاری ھیں - مگر فرق اتنا ھی کہ مذھب اسلام میں بہ نسبت مذھب یہود کے یہہ امتناع کم سختی سے ھی *

سوئر کے گوشت کھانے کی ممانعت مذھب اسلام میں ویسی ھی ھی جیسی کہ بنی اسرائیل کے مذھب میں تھی — توریت میں لکھا ھی" وخرک باوجودیکہ ذی سم چاک و تمام شگاف است اما نوش خوار نمی کند آں برائے شما ناپاک ست" (سفر لویان باب ۱۱ ورس ۷) *

جانوروں کے حلال یا حرام ھونے اور مرے ھوئے جانور کا گوشت نہ کھانے کی نسبت جو احکام مذھب اسلام میں ھیں وہ موسوی شریعت کے نہایت ھی مشابہ ھیں بلکہ علماے اسلام نے وہ تمام مسائل موسوی شریعت سے مستنبط کیئے ھیں *

شراب خواری اور دیگر مسکرات کا امتناع بھی موسوی شریعت کے مشابہ ھی توریت میں ھی کہ " ھنگام در آمدن شما بہ خیمہ مجمع شراب و مسکرات را نخورید " (سفر لویان باب ۱۰ ورس ۹) مگر مذھب اسلام نے اس خرابی کی جو شراب سے ھوتی ھی پوری بندش کردی ھی یعنی شراب کو بالکل حرام کردیا ھی اور کسی وقت پینے کی اجازت نہیں ھی *

مذھب اسلام میں مختلف جرائم اور تقصیرات کی نسبت جو سزائیں مقرر ھیں وہ بھی اُن سزاؤں سے جو موسوی شریعت میں ھیں نہایت درجہ مشابہت رکھتی ھیں — زنا کی سزا سو کوڑے مارنا مذھب اسلام میں ھی — یہہ سزا یہودیوں کے قانون سے مختلف ھی - لیکن جو علماے اعلام یہہ سمجھتے ھیں کہ مذھب اسلام میں بھی زنا کی سزا سنگسار کرنا ھی تو یہہ سزا یہودیوں کے مذھب سے بالکل مماثلت رکھتی ھی *

مسلمان فقہا نے ارتداد کی سزا قتل قرار دی ھی - اگر در حقیقت مذھب اسلام میں ارتداد کی یہی سزا ھو وہ بھی موسوی شریعت سے بالکل مماثل ھی — توریت میں لکھا ھی " و ھر کسے کہ اسم خداوند را کفر بگوید البتہ باید کشتہ شود تمامی جماعت باید اورا بے تامل سنگسار نمایند خواہ غریب و خواہ متوطن چونکہ اسم خداوند را کفر گفتہ است کشتہ شود" (سفر لویان باب ۲۴ ورس ۱۶)

بعض عیسائي مورخوں نے کہا ھی کہ اسلام میں ملائک کا تصور اور اعتقاد یہودیوں کی کتاب تالمد سے اور جنات اور شیاطین کا اعتقاد یہودیوں کي کتاب مدراش اور تالمد دونوں سے اور مرنے کے بعد جسم اور روح کي حالت کا بیان یہودیوں سے اور بہشت اور دوزخ کي کیفیت یہودیوں اور عیسائیوں سے اور قیامت اور روز حشر کے حالات کا یہودیوں کي کتاب مدراش اور تالمد سے اخذ کیا ھی ۔ مگر ھماري راے یہہ ھی کہ اول تو وہ حالات جس طرح پر کہ لوگ خیال کرتے ھیں اُس طرح پر مذھب اسلام سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتے — دوسرے، یہہ کہ اُن امور میں سے جسقدر کہ مذھب اسلام سے علاقہ رکھتے ھیں وہ اُن ذریعوں سے اخذ نہیں کیئے گئے کیونکہ بجز اتحاد نام کے اور جو کچھہ کہ اسلام میں بیان کیا گیا ھی وہ کتب مذکورہ بالا کے بیان سے بالکل اختلاف رکھتا ھی *

اس خطبہ میں اسقدر گنجایش نہیں ھی کہ ھم اُن امور پر تفصیل کے ساتھہ بحث کریں اور اُن امور میں سے جو امور کہ متعلق اسلام ھیں اور جو امور کہ متعلق اسلام نہیں ھیں اُن میں تمیز کریں اور امور متعلقہ اسلام کي کامل تشریح کریں اس لیئے ھم اس مضمون کو یہہ کہکر ختم کرتے ھیں کہ اگر بالفرض امور مذکورہ بالا مذھب اسلام سے علاقہ رکھتے ھیں جیسے کہ بالعموم مسلمانوں کي ایک جماعت کثیر کا اعتقاد ھی تو وہ امور بھي مذھب اسلام میں اسي قسم کے تصور کیئے جاوینگے جیسے کہ مذھب اسلام کے اور احکام یہودي مذھب سے مشابہ ھیں *

اسلام نے عیسائي مذھب سے بجز دو مندرجہ ذیل عقیدوں کے اور کوئي عقیدہ اخذ نہیں کیا ھی ایک یہہ کہ " اللہ کو جو تیرا خدا ھی اپنے سارے دل سے اور اپني ساري جان سے اور اپني ساري عقل سے پیار کر " (انجیل متی باب ۲۲ ورس ۳۷) دوسرا یہہ کہ " اور جیسا تم چاھتے ھو کہ لوگ تم سے کریں اُن سے ویسا ھي کرو " (انجیل لوک باب ۶ ورس ۳۱) *

اس مقام پر اگر کسي محقق اور صداقت کے متلاشي مزاج آدمي کے دل میں یہہ خیال پیدا ھو کہ اگر یہي حال ھی تو اسلام اصول اور عقائد متفرقہ اور منتشرہ مذاھب سابق کي محض ایک ترتیب اور اجتماع کا نام ھی جو ادھر اودھر سے جمع کرلیئے ھیں اور اُسمیں کوئي ایسي چیز نہیں ھی جو اسلام کے ساتھہ خصوصیت رکھتي ھو — لیکن ھر ذي فہم شخص پر یہہ بات ظاھر ھوگي کہ یہہ مشابہت اور مماثلت اصول اور عقائد مذھب اسلام کي دیگر مذاھب الہامي کے اصول و عقاید سے مذھب اسلام کے پاک اور الہامي ھونے کي سب سے بڑي دلیل ھی * تمام چیزیں جنکا مبدا ایک ھي غیر متغیر اور کامل ذات ھو ضرور ھی کہ ایک ھي قسم کي اور ایک ھي کامل اصول پر ھونگي — جس طرح کہ خدا تعالی سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ھی — جس طرح کہ اُسکي ذات سے کسي

پیدا کي هوئي چيز کو اپني مرضي اور اپني حکومت کے احاطه سے خارج کرديتا محال هی اسي طرح سے يهه بهي ناممکن هی که ايک هي غرض کے انجام ديئے کے ليئے دو متناقض اصول اور احکام اُسکي ذات سے صادر هوں — مسلمانوں کو بلکه تمام دنيا کو حضرت محمد صلی الله عليه وسلم کا هميشه ممنون رهنا چاهيئے جنهوں کے ابتداے دنيا سے اپنے زمانه تک کے تمام نبيوں کي رسالت کو برحق ٹهرايا — جنهوں نے دنيا کے تمام الهامي مذهبوں کي تکميل کي — اور جنهوں نے اپنے با ايمان متبعوں کے ليئے بے بها اور لازوال نور کے دروازے کهولا . ديئے *

تمت

الخطبة الرابعة

في

ان الاسلام رحمة للانسان وحجة لاديان الانبياء با وضح البرهان

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا

مذهب اسلام انسان کے حق میں رحمت هی اور موسوي اور عیسوي مذهب کو اس سے نهایت فائدے پهونچے هیں *

یهه مضمون جسکو اب هم لکهنا چاهتے هیں ایک ایسا مضمون هی که همکو اُس کا لکهنا یا پڑهنا شروع کرنے سے پهلے نهایت بے تعصب دل پیدا کرنا چاهیئے کیونکه طرفدار دل سچے اور صحیح نتیجه تک نهیں پهونچتا — اس الزام کے رفع کرنے سے تو هم مجبور هیں که هم مسلمان هیں اور مسلماني مذهب میں جو فی الواقع خوبي هی اُسکو ظاهر کرتے هیں مگر جهانتک همسے هوسکا هی همنے نهایت تهذیبي طبیعت اور ناطرفدار دل اور سیدهی سادي سچي نیت سے یهه مضمون لکها هی اور اسي لیئے همکو یقین هی که اگر هم اپني اس راے پر دوسرے کو یقین نه دلا سکینگے تو اُسکو رنجیدہ بهي نهیں کرینگے — همارا یهه مضمون چار حصوں پر مقسم هی *

پهلے حصه میں اُن فائدوں کا بیان هی جو مذهب اسلام سے عموماً انسان کي معاشرت کو پهونچے هیں *

گو هم کهسے هي سچے دل اور نیک نیت سے ناطرفدارانه اس مضمون کو لکهیں مگر همکو نهایت افسوس هی که جو بات مذهب اسلام کے متعلق هوتي هی اُسکو عیسائي مصنف همیشه بدظني کي نگاه سے دیکهتے هیں اور نیکی کو چهوڑ کر بدي پر حمل کرتے هیں اسلیئے همکو توقع نهیں هوتي که جو خاص هماري راے اس باب میں هو وہ اُسي بدگماني اور بدظني کی نگاه سے نه دیکهي جاوے اسلیئے هم مناسب سمجهتے هیں که اس موقع پر هم اُنهیں راؤں کا بهان کریں جنکو خود بعض عیسائي مصنفوں نے انسان کے حق میں مذهب اسلام کے مفید هونے کي نسبت لکهي هیں *

سر ولیم میور جو ایک نهایت دیندار عیسائي هیں اور جب تک که علانیه اور نهایت روشن بات نه هو اسلام کے حق میں گواهي نهیں دے سکتے اپني کتاب لائف آف محمد میں

جسکے لیئے ہم مسلمانوں کو اُنکا شکر کرنا چاہیئے ارقام فرماتے ہوں کہ " ہم بلاتامل اس بات کو تسلیم کرتے ہوں کہ اُس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جنکی تاریکی مدتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چھا رہی تھی کالعدم کردیا — اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہوگئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہوگیا ہی جیسے کہ خاص حضرت محمد کے دل میں تھا — مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی ہوں یہہ ہی کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیئے بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھہ کم خوبیاں نہوں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھہ برادرانہ محبت رکھیں۔ یتیموں کے ساتھہ نیک سلوک کرنا چاہیئے — غلاموں کے ساتھہ نہایت شفقت برتنی چاہیئے — نشہ کی چیزوں کی ممانعت ہی — مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہی کہ اُس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہی جو کسی اَور مذہب میں نہیں پایا جاتا " *

سر ولیم میور کی اس تحریر میں کچھہ حاشیہ لکھنا چاہتا ہوں — میں سمجھتا ہوں کہ صدائے جنگ نے بت پرستی کو معدوم نہیں کیا بلکہ اُس سچے مسئلہ وحدانیت کے وعظ نے بت پرستی کو معدوم کیا ہی جسکا اثر قرآن مجید کے نہایت فصیح اور پرتاثیر فقروں سے لوگوں کے دلوں پر ہوتا تھا اور نہ صرف عرب سے بت پرستی کو نیست و نابود کیا بلکہ تمام مذہبوں میں جو اُس وقت دنیا میں رائج تھے اور وہاں تک وعظوں کی آواز پہونچتی تھی اس خیال کو پیدا کردیا کہ بت پرستی نہایت کمینہ خصلت اور ایک سخت گناہ ہی *

برادرانہ دینی محبت کا برتاؤ آپس میں مسلمانوں کے ایک خدا کے ماننے والے ہونے کی وجہہ سے بنایا جو ایک قدرتی رشتہ دینی بھائی ہونے کا ہی مگر انسانی محبت کا برتاؤ تمام انسانوں سے بلکہ ہر ایک سے جو جگر تر رکھتا ہو برتنے کو فرمایا *

غلاموں کی نسبت اگر صحیح تسلیم کیا جاوے تو اسلام نے غلامی کو بالکل نیست ونابود کردیا ہی — اسیران جنگ کے سوا کوئی غلام نہوں ہوسکتا تھا — وہ بھی زمانہ جاہلیت کی رسم کے موافق مگر قرآن نے " اما منا بعد و اما فداء " کہکر اُس کو بھی نابود کردیا — جو لوگ اسیران جنگ کو احساناً چھوڑ دیتے ہوں نہایت اعلی درجہ پاتے ہوں — اور جو کچھہ لیکر چھوڑتے ہوں وہ اُن سے کمتر گنے جاتے ہوں — اس حکم کے پہلے سے جو لوگ غلام رکھتے تھے اُن کی پرورش کا اسی طرح اُن کو حکم دیا جس طرح کہ وہ آپ اپنی جان کی پرورش کرتے ہوں *

ان سب باتوں کي نسبت سر ولیم میور نے مذکورہ بالا فقرہ میں اشارہ کیا ھی مگر اتني بات اور زیادہ کرني چاھیئے تھي کہ مذھب اسلام نے قمار بازي کو منع کرنے اور ناشایستہ کلمات کے منھہ سے نکالنے کي ممانعت سے والدین کے ساتھہ محبت اور تعظیم سے پیش آنے کي تاکید سے ایک مناسب اندازہ سے خیرات دینے کي رغبت دلانے سے لوگوں کو اُن کي حاجت میں قرض حسنہ دینے سے وعدہ کے وفا کرنے کي تاکید سے جانوروں کے ساتھہ رحم اور مہربانی برتنے کے حکم سے انسانوںکے اخلاق اور اُنکي حسن معاشرت میں بہت کچھہ ترقي دي ھی *

مشہور اور نہایت لایق اور قابل مورخ گبن اپني کتاب میں جہاں یہہ بحث کرتا ھی کہ حضرت محمد اپنے ملک کي نسبت کیسے تھے اس طرح پر لکھتا ھی کہ " حضرت محمد کي سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لایق ھی وہ یہہ ھی کہ اُن کا عظم و شان لوگوں کي بھلائي اور بہبودي کے حق میں مفید ھوا یا مضر — جو لوگ کہ آنحضرت کے سخت دشمن ھیں وہ بھي اور نہایت متعصب عیسائي اور یہودي بھي باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کرینگے کہ آنحضرت نے دعوی رسالت ایک نہایت مفید مسئلہ کي تلقین کے لیئے اختیار کیا — گو وہ یہہ کہیں کہ صرف ھمارے ھي مذھب کا مسئلہ اُس سے اچھا ھی (گویا وہ اس بات کو تسلیم کرتے ھیں کہ سوائے ھمارے مذھب کے اور تمام دنیا کے مذھبوں سے مذھب اسلام اچھا ھی) آنحضرت یہودیوں اور عیسائیوں کي کتب سماویہ قدیمہ کي سچائي اور پاکیزگي اور اُن کے بانیوں یعني اگلے پیغمبروں کي نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداري کو مذھب اسلام کي بنیاد خیال کرتے تھے — عرب کے بت خدا کے تخت کے روبرو توڑ دیئے گئے اور انسان کے خون کے کفارہکو نماز روزہ خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادھے طریقہ کي عبادت ھی (یعني جو انسان کي قربانی بتوں پر ھوتي تھی اُس کو معدوم کیا اور بعوض اُس کے نماز و روزہ و خیرات کو بطور کفارہ قرار دیا) اُن کے عقبی کي جزا و سزا ایسي تمثیلوں میں بیان کي جو ایک جاھل اور ھوا پرست قوم کي طبیعت کے نہایت موافق تھیں — شاید وہ اپنے ملک کا اخلاقي اور ملکي انتظام درستي سے نہ کرسکتے ھوں مگر آنحضرت نے مسلمانوں میں نیکي اور محبت کي ایک روح ڈالدي — آپس میں بھلائي کرنے کي ھدایت کي اور اپنے احکام اور فیصلھوں سے انتقام کي خواھش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم و ستم ھونے کو روک دیا — قومیں جو کہ مخالف تھیں اعتقاد میں فرمان برداري میں متفق ھوگئیں — خانگي جھگڑوں میں جو بہادري بیھودہ طور سے صرف ھوتي تھي نہایت مستعدي سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلہ پر مائل ھوگئي " *

مسٹر گبن کي یہہ راے بھي کسیقدر حاشیہ لکھنے کے لایق ھی — اسمیں کچھہ شک

نہیں کہ مسٹر گبن ایک نہایت غیر متعصب مورخ ہی اور مسلمانوں کی تاریخ بھی اُس نے نہایت سچائی اور دیانت داری سے لکھی ہی — مگر بعض مذہبی مسائل جو اُس کو تحقیق نہیں ہوئے یا غلط طور سے اُس تک پہونچے یا جہاں اصلی مسئلہ اور علماء کی راے اور اجتہاد میں اُس نے تمیز نہیں کی اُن مقاموں میں اُس کے نسبت آنحضرت صلعم کے یا مذہب اسلام کے غلط راے قایم کی ہی اور ہمکو اُس نامی مورخ کے نہایت بے تعصب ہونے کی وجہہ سے یقین ہی کہ اگر صحیح مسئلہ اُس تک پہونچتا تو کبھی وہ راے قایم نہ کرتا جو اُس نے دی *

اُنہوں نے یہہ خیال نہیں کیا کہ عقبی کی سزا اور جزا کا بیان غیر ممکن ہی اُن دیکھی اُن چھوئی اُن چکھی اُن سمجھی چیز کیونکر سمجھہ میں آسکتی ہی — جس چیز کے لیئے لفظ ہی انسان کی زبان میں نہوں وہ کیونکر بیان ہوسکتی ہی — کیفیت جو ایک ذاتی وجدانی چیز ہی وہ دوسرے کو کیونکر بتلائی جاسکتی ہی یہہ تمام امور محالات سے ہوں پس وحی یا الہام اُنکو کیونکر بیان کرسکتا ہی — سچا اورصحیح مسلمانی مسئلہ سزا و جزا کا یہہ ہی کہ " لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر " پس کوئی بیان کرنے والا گو کہ وہ الہام ہی کی زبان ہو جزا کو بجز اس کے کہ نہایت ہی محبوب چیز ہی اور سزا کو بجز اس کے کہ نہایت ہی موذی چیز ہی اور کچھہ نہیں بتا سکتا — سو وہ بھی دنیا ہی کی محبوب اور موذی چیزوں پر قیاس ہوسکتا ہی نہ عقبی کی واقعی محبوب و موذی چیز پر — اس لیئے تمام انبیاء نے دنیا ہی کی محبوب و موذی چیزوں کی تمثال میں عقبی کی سزا و جزا کا بیان کیا ہی — موسی بھی فرمایا کیئے کہ نیک کام کروگے تو میوہہ برسیگا غلہ پیدا ہوگا وبا نہوگی گناہ کروگے تو قحط پڑیگا وبا پھیلیگی — اُنھوں نے اپنی تمام زندگی میں عقبی کا نام ہی نہیں لیا کیونکہ اُس زمانہ کے لوگ بجز اُس کے اور کسی چیز پر سزا و جزا کا قیاس کرھی نہیں سکتے تھے *

آنحضرت صلعم نے سزا و جزا کا اُن دنیاوی تمثالوں میں بیان کیا جسپر اُس ملک کے لوگ سزا و جزا کے محبوب و موذی ہونے کا قیاس کرسکتے تھے نہ یہہ کہ اُس سے وہی حقیقت مراد تھی جو اُن لفظوں کے لغوی معنی تھے — اگر آنحضرت صلعم یورپ کے کسی ٹھنڈے ملک میں پیدا ہوتے تو ضرور بجاے تمثیلی نہروں کے گرم پانی کی نہروں اور بجاے موتی کے محلوں کے آتش خانہ والے محل بیان فرماتے اور نہ اُس سے حقیقت مراد ہوتی نہ اُس سے بلکہ صرف ایک تمثیل قیاس کرنے کو تھی وہ بھی صحیح قیاس کرنے کو نہیں بلکہ قیاس مع الفارق کرنے کو — جس قدر علماے ربانی گذرے ہیں وہ سب اسی بات کے قائل ہیں قل اعوذی ملانے بلکہ کٹ ملا ہمیشہ اُن کے برخلاف رہے ہیں مگر جو حقیقت ہی وہ کسی کے مخالف یا موافق ہونے سے تبدیل نہیں ہوتی *

اخلاقی اور ملکی انتظام کی نسبت بھی جو کچھ مسٹر گبن صاحب نے لکھا حاشیہ چڑھانے کے قابل ہی۔ اخلاق کا لفظ جو اُنہوں نے استعمال کیا وہ اسپریچوئل اور سوشیل یعنی روحانی اور تمدنی دونوں برتاؤ کو شامل ہی — روحانی برتاؤ کی نیکی تمدنی برتاؤ کی خوبی کو لازم ہی — الا تمدنی برتاؤ کو روحانی نیکی یا بدی سے تعلق ہونا کچھہ ضرور نہیں ہی — آنحضرت صلعم کا کام صرف اسپریچوئل ورچو یعنی روحانی نیکی کا بتانا تھا اور جہاں تک اُسکو تمدن سے تعلق تھا بطور لازم کے تھا نہ بطور مقصود بالذات کے کیونکہ وہ از خود انسان کی حالت ترقی کے ساتھہ ترقی پاتی جاتی ہی — پس یہہ بات کہ آنحضرت صلعم نے روحانی اخلاق کو کافی ترقی دی خود مسٹر گبن نے تسلیم کیا ہی — باقی رہی تمدنی حالت وہ اُنکے اصلی کام کی جوہر وہ کھرے ہوئے جزو نہ تھی گو اُس میں بھی بہت کچھہ ترقی ہوئی *

ملکی انتظام محض ایک دنیاوی کام تھا اور جہانتک جان و مال کے امن سے متعلق تھا وہ اُس زمانہ کی حالت کے مطابق بطور ایک دنیاوی کام کے نہایت اعلی درجہ کی ترقی پر پہونچا تھا اور آیندہ کے لیئے وہ انتظام یہہ فرماکر کہ " انتم اعلم بامور دنیاکم " اُن لوگوں کے ہاتھوں چھوڑا تھا جو آیندہ زمانہ میں ہوں یہہ ایک نہایت غلطی ہی جو لوگ یہہ سمجھتے ہوں کہ دنیاوی امور اور انتظام ملکی بھی ایک جزو پیغمبری کا تھا *

مسٹر جان ڈون پورٹ نے اپنی کتاب مسمی " اپالوجی فار دی محمد ایاند قران " میں یہہ رائے لکھی ہی کہ " اسبات کا خیال کرنا جیساکہ بعضوں نے کیا ہی بہت بڑی غلطی ہی کہ قران میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہی اُسکی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتوں تعصب سے بھرا ہوں وہ سب بلا تامل اس بات کو تسلیم کرینگے کہ حضرت محمد کا دین (جس کے ذریعہ سے انسانوں کے خون یعنی قربانی کے بدلے نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہہ فیاضی اور حسن معاشرت کی ایک روح لوگوں میں پھونک دی اور جس کا اسوجہہ سے بہت بڑا اثر شایستگی پر ہوا ہوگا) مشرقی دنیا کے لیئے ایک حقیقی برکت تھا اور اس وجہہ سے خاصکر اُس کو اُن خونریز قدیمروں کی حاجت نہ پڑی ہوگی جنکا استعمال بلا استثنا اور بلا امتیاز کے حضرت موسیٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کو کیا تھا — پس ایسہ اعلی وسیلہ کی نسبت جس کو قدرت نے بھی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہی گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بیہودہ بات ہی — جب ان معاملات پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اُس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جاوے تو بجز اس کے اور کچھہ چارہ نہیں ہی کہ اُس پر نہایت دل سے توجہہ کی جاوے — اس امر

ہوں بھی کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہی اور اُن پر غور کی ہی اُن میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات تردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد میں — بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا " *

جان ڈیون پورٹ نے یہہ بھی لکھا ہی کہ " ہر ایک طرح کی شہادت سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ جن شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور ایک سلسلہ کے بیان کیئے گئے ہیں بلاشبہہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مُور تھے جو خلفاے عباسیہ اور بنی اُمیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے — علم جو ابتداء ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اُس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا - یہہ بات معروف و مشہور ہی کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے اور یورپ میں جہالت اور وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا اور علم ادب تقریباً نیست و نابود ہوگیا تھا — علاوہ اس کے یہہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیئے کہ تمام علوم طبیعات — ہیئت — فلسفہ — ریاضی — جو دوسری صلیبی میں یورپ میں جاری تھے ابتداء عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیئے جاتے ہیں " *

جان ڈیون پورٹ نے یہہ بھی لکھا ہی کہ " یورپ مذہب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ہی کیونکہ اگر اُن جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائیوں میں ہوئے جسکو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کی جاوے تو بالتخصیص مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خون مختاری یورپ سے موقوف ہوگئی جس کے باقی ماندہ اثروں پر ہمارے ملک یورپ کی آزادیوں کی نہایت بڑی عالیشان عمارت کی بنیاد قایم ہوئی — اہل یورپ کو یہہ بات بھی یاد دلانی چاہیئے کہ وہ حضرت محمد کے پیروؤں کے (جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکماء کی بہت سی کتابیں اُنہی کی کوششوں سے فنون اور علم ریاضی اور طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اشاعت ہوئی " *

چیمبرز ان سکلو پیڈیا میں ایک آرٹیکل لکھنے والے نے مذہب اسلام کی نسبت یہہ راے لکھی ہی کہ " مذہب اسلام کا وہ حصہ بھی جس میں بہت کم تغیر تبدیل ہوئی ہی اور جس سے اُسکے بانی کی طبیعت نہایت صاف صاف معلوم ہوتی ہی اُس مذہب کا

نہایت کامل اور روشن حصہ ہی — اس سے ہماری مواد توان کے علم اخلاق سے ہی — نا انصافی — کذب — غرور — انتقام — غیبت — استہزا — طمع — اسراف — عیاشی — بے اعتباری — بد گمانی — نہایت قابل ملامت کی گئی ہیں — نیک نیتی — فیاضی — حیا — تحمل — صبر — بردباری — کفایت شعاری — سچائی — راست بازی — ادب — صلح سچی محبت — اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانا اور اُس کی مرضی پر توکل کرنا سچی ایمانداری کا رکن اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہی " *

اُسی مصنف نے یہہ بھی لکھا ہی کہ " ہم اس بات پر غور نہیں کرسکتے ہیں کہ اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لیئے کیا کیا — لیکن اگر نہایت ٹھیک کہا جاوے تو یورپ میں علوم و فنون کی ترقی میں اُسی کا حصہ تھا — مسلمان علی العموم نویں صدی سے تیرھویں صدی تک وحشی یورپ کے لیئے روشن ضمیر معلم کہے جا سکتے ہیں — خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سوسیٹی ہوتی شمار کیا جاسکتا ہی — قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہو جاتا اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اُسکو پناہ نہ ملتی — عربی فلسفہ — قدرتی جیوزونکی تیلوجی — جغرافیہ — علم تاریخ — صرف و نحو — علم کلام — اور فن شاعری کی (جس کی تعلیم پرانے آستاد دیتے تھے) بہت سی کتابیں پیدا ہوگئیں جن میں سے اکثر اُس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم دی جاویگی جب تک نسلیں تعلیم ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی " *

ایک جواب مضمون لکھنے والے نے جس نے یہہ مضمون اختیار کیا تھا کہ " اسلام ایک ملکی انتظام ہی جو مشرق و مغرب میں جاری ہی " اسلام کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ " اسلام نے بچہ کشی کا انسداد کردیا جو اُس زمانہ میں قوب و جوار کے ملکوں میں جاری تھی — گو عیسائی مذہب نے بھی اُس کو روکا تھا مگر اسلام کی برابر اُس کو کامیابی نہیں ہوئی — اسلام نے غلامی کو موقوف کردیا جو اُس ملک کی پرانی جاہلیت کی رسم تھی — اسلام نے ملکی حقوق کو برابر کردیا اور صرف اُنہی لوگوں کے حق میں انصاف نہیں کیا جو اُس مذہب کے معتقد تھے بلکہ اُن شخصوں کے ساتھہ بھی برابر انصاف کیا جنکو اُسکے ہتھیاروں نے فتح کیا تھا — اسلام نے اُس محصول کو جو سلطنت کو دیا جاتا تھا گھٹا کر صرف دسواں حصہ کردیا — اسلام نے تجارت کو تمام محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کردیا — اسلام نے مذہب کے معتقدوں کو اسبات سے کہ اپنے مذہبی سرگروہ کو یا مذہبی کام کو جبراً روپیہ دیں اور تمام لوگوں کو اس بات سے کہ غالب مذہب کو ہر ایک قسم کا مذہبی چندہ دیں بالکل بری کردیا — اسلام نے فرقہ اجتہاد کے تمام حقوق مفتوحہ لوگوں میں سے اُن شخصوں کو دیدیئے جو اُسکے مذہب کے پابند تھے — اُن کو ہر ایک قسم کی پناہ دی — اسلام نے

مال کي حفاظت کي — سود لينے کو اور خون کا بدلا بغير حکم عدالت کے لينے کو موقوف کيا — صفائي اور پرهيز گاري کي حفاظت کي — اور ان باتوں کي صرف هدايت هي نهيں بلکه اُن کو پيدا کيا اور قايم کرديا — حرام کاري کو موقوف کرديا — غريبوں کو خيرات دينے اور هر ايک شخص کي تعظيم کرنے کي هدايت کي " *

وهي مصنف يهه بهي لکهتا هي که " جو نتيجے اسلام سے هوئے وه اسقدر وسيع اور دقيق اور مستحکم هيں که اُن کي تکميل کرليںا تو درکنار هم يقين نهيں کرسکتے که وه انسان کے خيال ميں بهي آسکيں — اسي سبب سے بعوض اس کے که اُس کي نسبت اس طرح پر دلولهے کي جاويں جس طرح که سولن کے قانون يا نپولين کے فتوحات کے نتيجوں کے اندازه کرنے ميں کي جاتي هيں — يا تو اُن کي نسبت يهه کها جاوے که اتفاقيه هوگئے هيں يا به مجبوري رباني مرضي کي طرف منسوب کيا جاوے — يا اِس همه پهه نظم ايک شخص واحد نے کيا تها جس نے اپنے ملک کے تمام باشندوں ميں اپني روح پهونک دي اور تمام قوم کے دلوں ميں تعظيم و تکريم کا خيال جو کسي انسان کے واسطے کبهي ظاهر نهوں کيا گيا نقش کرديا — جو سلسله قوانين و اخلاق کا اُنهوں نے بنايا وه اعلي درجه کي ترقي سے بهي اسيطرح موافق تها جيسا که ادني ترين لوگوں سے اور اُس سلسله نے ايک قوم سے دوسري قوم ميں گذرکر هرايک قوم کو جس نے اُس کو قبول کيا اُن قوموں اور سلطنتوں سے فايق کرديا جن سے اُن کا ميل هوا " *

طامس کارلهل نے جو اُس زمانه کي دنيا ميں نهايت نامور عالم هيں اپني کتاب ميں جسکا نام " لکچرز آن هيروز " هي اِس مضمون کي نسبت جسپر هم بحث کر رهے هيں يهه راے لکهي هي که " اسلام کا عرب کي قوم کے حق ميں گويا تاريکي ميں روشني کا آنا تها — عرب کا ملک پهلے هي پهل اُسکه ذريعه سے زنده هوا — اهل عرب گله بانوں کي ايک غريب قوم تهے اور جب سے دنيا بني تهي عرب کے جنگل ميدانوں ميں پهرا کرتے تهے اور کسي شخص کو اُنکا کچهه خيال بهي نه تها — اُس قوم ميں ايک اولوالعزم پيغمبر ايسے کلام کے ساتهه جسپر وه يقين کرتے تهے بهيجا گيا — اب ديکهو که جس چيز سے کوئي واقف هي نه تها وه تمام دنيا ميں مشهور و معروف هوگئي اور چهوٹي چيز نهايت هي بڑي چيز بن گئي — اُس کے بعد ايک صدي کے اندر عرب کے ايک طرف قسطنطنيه اور ايک طرف دهلي هوگئي — عرب کي بهادري اور عظمت کي تجلي اور عقل کي روشني زمانهاے دراز تک دنيا کے ايک بڑے حصے پر چمکتي رهي — اعتقاد ايک بڑي چيز اور جان ڈالنے والا هي — جس وقت کوئي قوم کسي بات پر اعتقاد لاتي هي تو اُس کے خيالات بارآور اور روح کو عظمت دينے والے اور رفيع الشان هوجاتے هيں — يهي عرب اور يهي حضرت محمد اور يهي ايک صدي کا زمانه گويا ايک چنگاري ايسے ملک ميں پڑي جو ظلمت ميں

کس مپرس ایک ریگستان تھا = مگر دیکھو کہ یہہ ریگستان زور شور سے اوج جانے والی باروت لے نولے آسمان تک اڑتھتے ہوئے شعلوں سے دھلی سے غرناطہ تک روشن کردیا " یہہ رائیں ھیں عیسائی مصنفوں کی جو اُنھوں نے اسلام کی نسبت لکھی ھیں - اب ھم اپنے خطبہ کے اس حصہ کو اُنھیں کی راٹیوں پر ختم کرتے ھیں اور دوسرے حصہ پر متوجہ ھوتے ھیں *

دوسرے حصہ میں عیسائی مصنفوں کی اس راے کی کہ اسلام انسانوں کی حالت معاشرت کے حق میں مضر ھوا ھی تردید کی جاتی ھی *

آنریبل سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں فرماتے ھیں کہ " اگر چھوٹی چھوٹی باتوں سے قطع نظر کی جاوے تو بھی مذھب اسلام سے تین بڑی بڑی خرابیاں پیدا ھوئی ھیں - اول یہہ کہ اُس میں ایک سے زیادہ جوروؤں کا ھونا اور طلاق دیدینا اور غلام بنا لینا مستحکم کیا گیا ھی اور رائیج ھورھا ھی اور یہہ باتیں عام اخلاق کی بیخ کنی کرتی ھیں - عام زندگی کو آلودہ اور ناپاک کرتی ھیں اور حسن معاشرت اور انسان کے گروھوں کی حالت کو درھم برھم کردیتی ھیں - دوم یہہ کہ مذھبی آزادی یعنی یہہ بات کہ لوگ جونسا مذھب چاھیں اختیار کریں اور اُس کے لوازم مذھبی آزادی سے ادا کریں بالکل روکدی گئی ھی بلکہ معدوم کردی گئی ھی - تحمل کا تو نام و نشان بھی نہیں دکھائی دیتا - سوم یہہ کہ مذھب عیسائی کی ترقی میں اور اُس مذھب کے قبول کرنے میں ایک مزاحمت قایم کی گئی ھی " پس اب ھم اپنے اس خطبہ میں ان تینوں خرابیوں میں سے جنکا ذکر سر ولیم نے کیا ھر ایک پر علحدہ علحدہ غور کرینگے *

اس بات کا خیال کرنا ایک بڑی غلطی ھی کہ مذھب اسلام میں ایک سے زیادہ جوروں کرنی اسلام لانے والوں پر لازمی قرار دی گئی ھیں یا کچھہ زیادہ ثواب کی بات تھرائی ھی — بلکہ برخلاف اُس کے عموماً ایک سے زیادہ جو روں کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی - صرف اُن لوگوں کو اجازت دی ھی جن کو وجوھات طبعی سے ایسا کرنے کی ضرورت ھو - لیکن اگر یہہ عذر نہو تو ایک سے زیادہ جو روں کرنی اُن نیکیوں اور اخلاق کے بالکل برخلاف ھی جنکی ھدایت اسلام نے فرمائی ھی *

مگر افسوس یہہ ھی کہ جو مخالفت عیسائی مصنفوں اور مسلمانوں کے طور و طریق دستورات و خیالات میں ھی وہ اس امر کا مانع قوی ھی کہ اس معاملہ میں سنجیدگی اور نیک نیتی اور صفائی قلب سے غور کی جاوے — مثلاً کثرت ازدواج کے لفظ سے بھی عیسائی مصنفوں کے دل میں ایسے مکروہ خیالات گذرتے ھیں کہ وہ اس امر میں ھر ایک بات کی نسبت پہلے ھی سے مصمم ارادہ کرلیتے ھیں کہ اُس میں عیب نکالیں اور اس امر پر لحاظ نہیں کرتے کہ ملک کی آب و ھوا، اور مرد و عورت کی تعداد اور مختلف طبعی وجوھات اور معاشرت کے لحاظ سے وہ کس حالت میں اور کس حد تک جایز ھوسکتی ھی *

هم اس معاملہ کي نسبت تين امر يعني قانون قدرت اور ماهيي معاشرت اور مذهب کے لحاظ سے بحث کرينگے - چنانچہ پہلے امر پر غور کرنے کے ليئے هم اس بات کا دريافت کرنا (بشرطيکہ ممکن هو) ضرور سمجھتے هيں کہ اس امر ميں تمام ذي روح مخلوقات کے پيدا کرنے والے کي مرضي اور ارادہ کيا تھا — يعني اُس نے انسان کثير الازواج ذي روح بنايا هي يا نهيں — خالق کائنات کا ارادہ جو کچھہ کہ هو صاف صاف بلا کسي حجت و تکرار کے قدرت کے تمام کاموں سے ظاهر هوتا هي - کيونکہ يہہ امر صريح ناممکن هي کہ اُس کي مرضي اُن چيزوں کے برخلاف هو جو اُس کي مرضي سے پيدا هوئي هيں *

پس هم قانون قدرت کي بے خطا نشانيوں سے پاتے هيں کہ جن ذي روح کي نسبت اُن کے خالق کا يہہ منشاء تھا کہ اُن کے صرف ايک هي مادہ هو اُن کي نسل هميشہ جوڑا جوڑا پيدا هوتي هي جن ميں سے ايک نر و ايک مادہ هوتا هي - برخلاف اس کے جن ذي روح کے متعدد مادائيں هوني مقصود هيں اُن کے ايک سے زيادہ بچے پيدا هوتے هيں اور اس بات کا کچھہ لحاظ نهيں هوتا کہ نر و مادہ کي تعداد ميں باهم ايک هي نسبت هو اور يہہ بھي معلوم هوتا هي کہ جو جاندار زمين پر رهنے والے اور چلنے والے هيں وہ اکثر بلکہ قريباً کل کے اسي قسم کے هيں - پس اس قانون قدرت کے بموجب انسان بھي اسي دوسري قسم ميں داخل هي مگر جو کہ رتبہ ميں بوجھہ اُس بيش بها و قادر و عجيب قوت کے جسکو عقل يا نطق بمعني مدرک کليات و جزئيات کہتے هيں اور اُس کے خالق نے اُس ميں وديعت کي هي اور تمام مخلوقات سے اشرف هي اسليئے اُسکا فرض هي کہ جو قوتيں اور حقوق مثل اور ذي روحوں کے (جو اُسکے گرد پيش رهتے هيں) قدرت نے اُسکو عطا کيئے هيں اُنکو احتياط سے اور موقع بموقع بلحاظ امورات طبعي اور حسن معاشرت اور انتظام خانہ داري يا نظم ملکي و قوانين حفظان صحت اور ملک کي تاثيرات آب و هوا کے کام ميں لاوے ورنہ اُس ميں اور ديگر حيوانات ميں جو اُس کے آس پاس پھرتے هيں کچھہ فرق نهيں هي اور ايک بکري يا مرغي سے زيادہ کچھہ رتبہ نهيں رکھتا هي پس جيسےکہ کثرت ازواج اکثر حالتوں ميں قابل نفرت هي ويسے هي قطعي التزام ايک سے زيادہ نہ هونے کا خلاف فطرت هي *

دوسرے امر کي نسبت يہہ بات غور کرنے کے قابل هي کہ انسان اپني سرشت سے مدني الطبع پيدا هوا هي — اسي بات کو توريت ميں يوں بيان کيا هي کہ جب کہ خدا تعالى کو يہہ خيال آيا کہ انسان کا اکيلا رهنا اُس کے حق ميں اچھا نهيں هي تو اُسنے اُس کے واسطے ايک ساتھي پيدا کيا — اور وہ عورت هي جو اسواسطے پيدا کي گئي هي کہ انسان کي زندگي کے تفکرات و ترددات - لطف و فرحت - رنج و راحت ميں شريک هو — اپني معاشرت سے اُسکي خوشي کو بڑھاوے اور اپني مصيبت اور اُلفت کي بھري

هوئي همدردي سے اُسکي تکليف کو کم کرے اور سب سے اخير غرض جسکے لۂئے وہ پيدا کي گئي هی يہہ هی کہ انسانکے ساتھہ شريک هوکر خدا کے اس بڑے حکم کي تعميل ميں کہ "بڑهو اور پهلو اور زمين کو آباد کرو" مدد دے - مگر جب کبھي يہہ مددگار کسی سبب سے اپنے ان قدرتي فرضوں کے ادا کرنے ميں قاصر هو تو اُس دانشمند حکيم خالق زن و مرد نے اس نقصان کے رفع کرنے کي بالقصد کرئي تدبير رکھي هوگي اور وہ بجز اسکے آڑر کوئي نهيں هوسکتي کہ يا ايسي حالتوں ميں ايک سے زيادہ مگر کسي حد خاص تک ايک هي وقت ميں جوروں رکھنے کي اجازت هو خواہ يہہ هو کہ پهلي زوجہ کے طلاق دينے کے بعد دوسري جورو کرے — پچهلا حق عورت کو بهي حاصل هونا چاهيئے چنانچہ مذهب اسلام کي رو سے اُس کو حاصل هی — سياست مدن کے لحاظ سے صرف اتنا فرق هی کہ مرد جب چاهے اس علاج کو کرسکتا هی ليکن عورت کو اول جج (يعني قاضي) کي اجازت حاصل کرني چاهيئے — اگر اس تدارک کي انسان کو اجازت نهوتي جس کي ضرورت هم نے صاف صاف لفظوں ميں ثابت کي هی تو اُس کے سبب سے حسن معاشرت ميں نهايت نقصان پهونچتا کيونکہ ايسي سخت قطعي قيد سے نهايت قبيح اور بد ترين برائيوں اور گناهوں کی طرف انسان کو مايل هونا پڑتا — اگرچہ اس نقصان کا تعليم و تربيت کي ترقي سے کم هونا ممکن هی ليکن مٹنا محالات سے هی پس جهاں اس کي ضرورت هی وهاں اس کے عمل ميں نہ لانے سے وهي تمام نقصان پيدا هوتے هيں جو حسن معاشرت کے لۂئے سم قاتل هيں *

مسٹر هگنز صاحب نے جو اپني راے نسبت تعدد ازواج لکهي هی اور جان ڈيون پورٹ نے جو مانٹسگيو کي راے اس باب ميں نقل کي هی اُس کا اس مقام پر بيان کرنا بےموقع نهيں هی — اگرچہ يہہ بات افسوس کي هی کہ ان دونوں صاحبوں نے تعدد ازواج پر صرف ايک نظر سے نگاہ کي هی يعني امورات طبعي کے لحاظ سے مگر مذهب اسلام ميں يہہ خاص اجازت حالات خاص ميں صرف امورات طبعي هی کے لحاظ سے نهيں دي گئي هی بلکہ جيسا هم نے اوپر بيان کيا اس غرض سے دي گئي هی کہ تزوج کي تلخيوں کے واسطے اور مقاصد تزوج کے فوت هوجانيکي حالت ميں ايک تدارک حاصل هو جو عين موافق آدم و هوا کے پيدا کرنے والے کي اُس کے قدرت کے کاموں کي نشانيوں سے معلوم هوتي هی *

مسٹر جان ڈيون پورٹ نے مانٹسگيو کي يہہ راے نقل کي هی کہ "گرم ملک ميں عورتيں آٹهہ نو يا دس برس کي عمر ميں نکاح کے لايق هوجاتي هيں — پس اُن ملکوں ميں بچپن اور نکاح کے لايق جواني گويا ساتهہ هي ساتهہ هوتي هی — بيس برس کي عمر ميں وہ بڑهيا هوجاتي هيں — پس اس لۂئے يہہ ايک قدرتي بات هی کہ اُن ملکوں ميں جبکہ کوئي قانون مانع نهو انسان ايک جورو کو طلاق ديکر دوسري جورو کرلے اور تهوڑے

ازواج کا قاعدہ جاري کیا جاوے " *

مسٹر هگنز صاحب لکھتے هیں که " علم قواے انساني اور علم طبعیات کے ماهرین نے بعض وجوهات ایسے دریافت کیئے هیں جو کثرت ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور هوسکتے هیں اور هم شمالي ملکوں کے سرد خوں والے مهذک کے سے مزاج کے جانوروں سے متعلق نهیں هوسکتے هیں مگر بني اسمعیل سے جو گرم ریگستان کے رهنے والے هیں متعلق هوسکتے هیں — علاوہ اس کے وہ بیان کرتے هیں که سر ڈبلیو اوسلي صاحب کے مشرقي مجموعه صفحه ۱۰۸ میں یهه بیان کیا گیا هی که ایشیا کے گرم ملکوں کي تاثیر سے دونوں گروہ یعني مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف هوتا هی جو یورپ کي آب و هوا میں نهیں هي جهاں دونوں برابر برابر اور به تدریج عالم ضعفي کو پهونچتے هیں مگر ایشیا میں صرف مرد هي کو یهه بات حاصل هوتي هی که ضعیفي میں بهي قوي اور طاقتور رهتا هی — اگر یهه بات سچ هی تو باني مذهب اسلام کے لیئے اس بات کي که اُنهوں نے متعدد جوروؤں کي اجازت دي ایک وجهه بڑي تهي اور یهه ایک کافي سبب اس بات کا هی که حضرت عیسی نے اس مضمون کي نسبت اپني کوئي راے ظاهر نهیں کي بلکه اُسکو ملکوں کي گورنمنٹوں کے اُنهیں پر چهوڑ دیا کیونکه جو بات ایشیا کے واسطے مناسب هوگي وہ یورپ کے واسطے نامناسب هوگي " *

اب هم اس مقام پر اُن بدعادتوں اور خراب اخلاق کا جو آنحضرت صلعم سے پهلے ایام جاهلیت میں عموماً جاري تهے اس ناظرفدارانه بحث میں ذکر نه کرنا مناسب نهیں سمجهتے هیں — ملک ایران اپنے اخلاق کي خرابي میں سب سے بڑها هوا تها وهاں قوانین نکاح بالاے طاق رکهدیئے گئے تهے اور رشته داري کا گو وہ کیسي هي قریب هو یا بعید مطلق پاس و لحاظ نهیں تها — بیٹے کو اُس کي ماں ایسي هي مباح تهي جیسے باپ کو اُس کي بیٹي اور بهائي کو اُس کي بهن — غرض که اس معاملہ میں فی‌الواقع ایک جانوروں کے گله سے مشابهت رکهتے تهے جو کسي قسم کے قانون کے پابند نهیں هوتے — ایران کے گوشه شمال و مغرب میں یهودي بهي کثرت آباد تهے — اُن کے هاں کثرت ازدواج کي رسم بلا کسي قید اور حد کے بے روک ٹوک کے جاري تهي — اور زمانه جاهلیت کے عرب کے حالات کو به نظر غور دیکهنے سے جهاں یهودیوں اور ایرانیوں کے دستورات خلط ملط هوگئے تهے معلوم هوتا هی که عرب میں یهه دونوں رسمیں یکساں جاري تهیں — تعدد ازواج کي کچهه انتها نه تهي — لوگ جس عورت کو چاهتے تهے پسند کرتے تهے — اپنے پسند میں کسي قسم کے قانون کے پابند نه تهے — تمام عورتیں بغیر کسي امتیاز و رتبه یا عمر یا رشته داري کے مردوں کي وحشیانه خواهشوں کے پورا کرنے کا کام دیتي تهیں — عورتوں کي نسبت بدنیتي کے وحشیانه خیالات اور اُنکے ساتهه وحشیانه حرکات کا تفاخر صرف بے عمب

هي نهيں گنا جاتا تها بلكه شيخي اور عالي همتي اور بڑي بهادري كا كام سمجها جاتا تها ۔ اُس زمانه كے عيسائي مذهب پر (اگر وه مذهب عيسوي كها جاسكے) جب هم نظر ڈالتے هيں تو اُسكے معتقدوں كو ايك ايسے طريقه كا پابند پاتے هيں جو اوپر كے دستوروں سے بالكل برخلاف هي يعني ايك بهي جورو كرني كچهه نهيں كهي جاتي تهي بلكه رهبانيت و تجرد محض كي عام هدايت تهي اور مرد عورت دونوں كے لئے وهي نهكي گني جاتي تهي ـــ ايسے زمانه ميں جس ميں عقل كي اور دل كي تاريكي چهائي هوئي تهي اور رسم و رواج اور اخلاق اور طرز معاشرت اس درجه خراب هوگيا تها ـــ بانئ اسلام نے نهايت خوبي اور دانشمندي سے ايك ايسا عمده قانون بنايا جو به لحاظ اپني اصلحت كے نهايت كامل اور عقل كامل كے بالكل مطابق اور انسان كي تندرستي اور بهبودي اور حسن معاشرت كي ترقي كا نهايت عمده ذريعه اور زن و مرد كي حالت زوجيت كے حق ميں اور دونوں كے لئے اُسكي تلخيوں كو دور كرنے ميں نهايت هي مفيد هي ۔

تيسرے جبكه هم اس معامله پر به لحاظ مذهب كے بحث كرنا چاهتے هيں تو هم پهلے يهه ديكها چاهتے هيں كه دو اور الهامي مذهبوں نے يعني يهودي مذهب نے اور خصوصاً عيسائي مذهب نے جسكے پيرو مذهب اسلام كے اس مسئله پر نهايت طعن كرتے هيں اس باب ميں كيا كها هي اور اُسكے بعد هم دكهاديںگے كه مذهب اسلام نے كيا كيا اور پهر اهل انصاف سے پوچهيںگے كه مذهب عيسوي نے تعدد ازدواج كو روكا هي يا مذهب اسلام نے ۔

مذهب يهود تو ايك مخزن هي جس ميں به كثرت ازدواج اور بلا تعين حد موجود هي عيسائي مذهب نے بهي تعدد ازدواج كي كهيں ممانعت نهيں كي چنانچه هم اپنے اس قول كي تائيد ميں چند مشهور و معروف عيسائي عالموں كي رائيں نقل كرتے هيں جنسے تعدد ازدواج كي تائيد هوتي هي ـ مسٹر هنكز بيان كرتے هيں كه " حضرت محمد نے اُس نهايت قديم موسوي مذهب كے مقنن كي پيروي كركے اپني قوم كو جو اسمعيل كي اولاد هي (جو مسلمانوں كے باپ كا بيٹا تها) متعدد بيويوں كي اجازت دي اسواسطے عيسائي هميشه اُس پر عيب نكالتے هيں اور كهتے هيں كه اُنهوں نے اپنے پيروؤں كي كمينه خواهش كو پورا كيا ليكن هميں نهيں جانتا كه متعدد بيويوں كي اجازت كي نسبت ايسا سخت طعن كهوں كيا جاتا هي ـــ حضرت سليمان كي نظير اور حضرت داؤد كي نظير پر (جو خدا كي دلي مرضي كے مطابق چلتے تهے اور جنكو خدا نے خاص اپني شريعت كے احكام كي تعميل كے لئے بنايا تها) يهه امر چنداں اعتراض كے لايق نهيں هي ـــ خصوصاً اس وجهه سے كه عيسى مسيح نے بهي اُن بهس انجيلوں ميں سے جنكو اُنكے معتقدوں كے گروه ميں سے كسي نه كسي نے اُنكے احكام كے قلمبند كرنے كے واسطے تجويز كيا تها كسي انجيل ميں اُس كي ممانعت نهيں هي " ۔

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بیبل کی بہت سی آیتوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ " اُن آیتوں سے پایا جاتا ہی کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہی بلکہ خاص خدا نے اُسمیں برکت دی ہی" نہایت مشہور و معروف عالم جان ملٹن تعدد ازواج کا ایک مشہور حامی ہی جس نے اس امر کی تائید میں بیبل میں سے بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد یہہ تحریر کیا ہی کہ " علاوہ اس کے خدا نے ایک تمثیلی صورت (حزقیل) میں مسمانان اہولا و اہولیا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہی — اور یہہ ایک ایسا طرز بیان ہی کہ اُس کو خداوند تعالی بالتخصیص اس حالات کے ساتھہ ایک تمثیل میں بھی ہرگز نہ اختیار کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جسکی دلالت اُس سے ہوتی ہی فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی — پس جس رسم کا استنفاع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہی وہ کیونکر معیوب یا مذموم خیال کی جاسکتی ہی — کیونکہ انجیل میں اُن ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہی جو انجیل سے پیشتر جاری تھے " *

جان ملٹن یہہ بھی کہتے ہیں کہ " میں عبرانیوں کے خط کے باب ۱۳ ورس ۴ سے اس طرز سے جواز تعدد ازواج پر استدلال کرتا ہوں کہ تعدد ازواج کی رسم یا تو نکاح جایز ہی یا فجور ہی یا زنا ہی — پس اُس مقدس رسول نے کوئی چوتھی صورت تسلیم نہیں کی — پس میں یقین کرتا ہوں کہ اُن بہت سے بزرگوں کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازواج تھے ہرایک شخص اُس کو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہیگا — کیونکہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کو سزا دیگا حالانکہ اُن بزرگوں پر خدا کی خاص نظر تھی جیسا کہ خود اُس نے فرمایا ہی — پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک نکاح ہو تو وہی جائز ہی اسی حواری کا قول ہی کہ " سب میں نکاح کرنا بھلا ہی اور تسپر ناپاک نہیں *

یہہ حال تو تعدد ازواج کی نسبت مذہب موسوی اور عیسوی میں تھا اب ہم کہتے ہیں کہ مذہب اسلام نے تمام مذہبوں سے بڑھکر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہی اور صرف ایک ہی بیوی کو پسند کیا ہی تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت میں جائز رکھا ہی — ہمکو کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اُس کی مرضی کے موافق ہو جس نے مرد و عورت کا جوڑا پیدا کیا ضرور ایسا ہوگا جو قانون قدرت کے تو برخلاف نہ ہو اور حسن معاشرت میں کوئی نقصان نہ پیدا کرے اور وہ یہی ہوسکتا ہی کہ عموماً کثرت ازواج کی ممانعت اور صورت ہاے خاص اور حالات مستثنی میں اجازت ہو اور تہمت یہی مسئلہ تہمت اسلام کا ہی قرآن مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پر پیچ مطلب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظوں میں بیان کردیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ " فان خفتم ان لا تعدلو فواحدة " یعنی اگر تمکو خوف ہو کہ متعدد جوروؤں

میں عدل نہ کرسکوگے تو صرف ایک ہی چھوڑ رکھنی چاہیئے - اگر ان لفظوں پر کافی غور نکی جاوے اور صرف اوپری اوپری معنی لئے جاویں جیسے کہ اکثر علماء اور فقہا نے لئے ہیں تو بھی اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ لوگوں کو بے اعتدالی سے باز رکھنے کی غرض سے (جو ہمیشہ بد تر اور بعض دفعہ خطرناک ہوتی ہی) اور اس بات کا یقین ہونے کی نظر سے کہ جس شخص نے ایک سے زیادہ جوروں کیں وہ ایک واقعی ضرورت کے سبب سے مجبور تھا بہت سخت قیدیں اور شرطیں لگائی گئی ہیں مثلاً یہہ کہ سب کو بالکل برابر حق حقوق دیئے اور سب کے ساتھہ برابر محبت رکھنی تاکہ عدل کے معنی متحقق ہوں — پس جو لوگ سچے دیندار اور درحقیقت مذہب کے تابع ہیں وہ از خود بجز ضرورت مجبورہ کے ایک سے زیادہ جوروں کرنے سے باز رہتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اس اجازت سے بغیر اُس کی شرایط کے پورا کیئے جن کا پورا کرنا نہایت مشکل ہی فائدہ اوتھانا اپنے مذہبی فرائض کو ٹھیک طور پر ادا کرنا نہیں ہی *

لیکن اگر ان مختصر لفظوں پر بتعمق نظر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ شارع نے ایک سے زیادہ جورو کرنے کی اجازت کو نہایت محدود اور خاص حالت میں مخصوص کردیا ہی کیونکہ اُس نے فرمایا ہی کہ اگر تمکو خوف ہی کہ عدل نہ کروگے تو صرف ایک ہی ہونی چاہیئے لفظ "خوف عدم عدل" ایک ایسا لفظ ہی کہ جب تک "محل عدل" ساقط نہو "خوف عدم عدل" زائل نہیں ہوسکتا — گو اس وقت ہم کیسا ہی سچا ارادہ کرلیں کہ ہم دونوں جوروؤں میں عدل کرینگے (جو درحقیقت بحالت قیام "محل عدل" ناممکن ہی) تب بھی "خوف عدم عدل" اگر "محل عدل" قایم ہی زائل نہیں ہوتا *

دوسری جگہہ قرآن مجید میں اس کی بخوبی تفصیل ہی جہاں خدا نے اُن لوگوں کی نسبت جن کے پاس متعدد جوروں تھیں صاف صاف فرمادیا ہی کہ تم ہرگز متعدد جوروؤں میں عدل نکروگے گو تم عدل کرنے کی کتنی ہی حرص کرو پس مت جھک پڑو اندھا دھندی سے جھک پڑنا تاکہ چھوڑ دو اُن کو آدھر میں لٹکتے ہوئے کہ نہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہی کہ دوسرا شوہر کرسکے اور نہ سہاگن ہی کہ خصم کے ساتھہ خوشی سے زندگی بسر کرے پھر اگر تم صلح کرلو اور پرہیز گاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہی اور اگر تم دونوں جدا ہوجاؤ تو اللہ تعالے دونوں کو اپنی وسعت رزق سے بے پرواہ کریگا اور اللہ بڑی وسعت والا حکیم ہی — اس آیت سے صاف ثابت ہوگیا کہ عدل غیر ممکن ہی اور اس لیئے "خوف عدم عدل" کبھی ساقط نہیں ہوسکتا جب تک کہ "محل عدل" باقی ہی اور اس آیت میں طلاق کو مسبقاً "محل عدل" بتایا ہی

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة و ان تصلحوا و تتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما - و ان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ و کان اللہ واسعا حکیما - سورۂ نساء — آیت ۱۲۹ و ۱۳۰

اگرچہ اور بھی چند امور مثلاً امراض یا نقصان خلقت مسقط "محل عدل" ہوسکتے ہوں۔ پس اجازت تعدد ازواج کی "عدم وجود محل عدل" میں منحصر ہوگی اور "عدم وجود محل عدل" مستلزم عدم حسن معاشرت ہی پس کس دانائی اور احتیاط اور خوبی اور بے انتہا عمدگی سے شارع نے قانون قدرت اور حسن معاشرت دونوں کو قایم رکھہ کر اس باب میں حکم دیا ہی اور ہر غیر متعصب شخص کا دل قبول کریگا کہ بیشک یہہ حکم اُسی شخص کا ہی جس نے مرد و زن کا جوڑا پیدا کیا ہی *

ہاں بلاشبہہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیوں کو چکنی زندگی کا عین مقصد تکی کی اوجھل شکار کھیلنا ہی ایک حیلہ ہاتھہ آگیا ہی مگر اس عمدہ اور مفید قاعدہ کے بیجا عمل درآمد کرنے سے وہ لوگ اُس خدا کے سامنے جوابدہ ہونگے جو انسانوں کے دلوں کا محرم راز ہی اور وہ یقیناً اُنکو اُس قسم کی سزا دیگا جو اُن کے گناہ کے لحاظ سے واجب ہوگی *

ان تمام باتوں کے سمجھنے کے بعد ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے یقین کرینگے کہ یہہ جو تعدد ازدواج اس زمانہ میں رائج ہی کہ جہاں ذرا دولت ہوئی اور دو دو اور تین تین اور چار چار جورؤاں کرنے لگے اور ایک بازار کی عورت کو داؤں پر چڑھایا اور نکاح کرمارا — جہاں مقدس بزرگ مولوی ہوئے اللہ میاں کے ساندہ بنے اُس مریدنی کو لے ڈالا وہاں وعظ کہنے گئے اور سنت نکاح ثانی کو جاری کیا — قران پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃالنکاح کا پڑھانے لگے — اور ہمارے دوسرے بھائیوں نے ایک حیلہ متعہ کا جو جاھلیت میں تھا اسلام میں پیدا کرکے عورتوں کو کھنگالنا شروع کردیا — ان سب باتوں کو مذھب اسلام سے کچھہ تعلق نہیں ہی — یہہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہیں جنسے اسلام نفرت کرتا ہی اور وہ سب ہوا پرست اوباش ہیں جنسے اسلام کا نام بد ہوتا ہی — پس ایسے شخصوں کے افعال پر اسلام کی خوبی و حقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑوں کے لیئے آفتاب کا سیاہ کرنا ہی *

اب طلاق کی نسبت ہمکو گفتگو کرنی ہی — یہہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ جس طرح ہمنے تعدد ازواج کی نسبت تین طرح پر یعنی قانون قدرت — حسن معاشرت — اور مذہب کی رو سے بحث کی ہی اس طرح پر بحث نہیں ہوسکتی اور اس لیئے ہم اس مسئلہ پر صرف بہ لحاظ حسن معاشرت اور مذہب کے بحث کرینگے *

اس میں کچھہ شک نہیں ہی کہ تمام قدیم و جدید قوموں و مذہبوں میں نکاح کا عام رواج ہی اور وہ علی العموم انسان کی ذاتی و تمدنی بہبودی کی بنیاد بھی تو جو چیز اُسکو معدوم کرنے والی ہی یعنی طلاق وہ نہایت ہی بد چیز فوائد ذاتی و تمدنی کو برباد کرنے والی ہوگی — یہی وجہہ ہی کہ روم کے گرجا نے بہ نظر اُس کی حفاظت کے نکاح

کو اپنے ساتھہ پاک رسموں میں قرار دیکر اُس کو متبرک ٹھہرایا ہی اور انگلستان کے پروٹسٹنٹوں نے طلاق کا حکم صرف ایک حالت میں جائز رکھا ہی جبکہ ہوس آف لارڈز سے زر کثیر صرف کرنے کے بعد حاصل ہو - یہہ انتظام سنہ ۱۸۵۶ ع تک قایم تھا یعنی اُس وقت تک جبکہ طلاق کے تمام مقدمات کے سفنے اور جھوری کی راے سے اُسکی نسبت تجویز ہونے کے لیئے ایک نئی عدالت قایم کی گئی *

عموماً یہہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہی کہ سب سے بڑا دشمن حسن معاشرت و تمدن کا طلاق ہی اُس کے سبب سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہی اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھہ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھہ اعتبار نہیں رہتا — لیکن اسبات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اگر کسی سبب و حالت سے ایسی خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہوجاویں جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہوں تو اُن کا بھی کچھہ علاج ہونا چاہیئے اور وہ علاج طلاق ہی - پس کچھہ شک نہیں ہی کہ ایسی حالت میں طلاق سے فائدہ ہی اُس کے باعث سے مرد و عورت کو آزادی ہوجاتی ہی جن کے مزاج کی مخالفت یا سختی یا بے استقلالی سے دونونکی زندگی تلخ ہوگئی تھی - با ایں ہمہ اگرچہ طلاق ایک شخص واحد کے حق میں مفید ہو لیکن بلحاظ اُن بد اخلاقیوں کے جو اکثر اوقات نہایت آشکارا طور پر وقوع میں آتی ہیں اور نیز اُس مضرت بخش اثر کی وجہہ سے جو طرفین کی اولاد پر اپنے والدین سے جدا ہونے سے ہوتا ہی تمدن کے حق میں کچھہ کم مضرت پہونچانے والا نہیں ہی — پس جبکہ طلاق کے ساتھہ ایسی خرابیاں لگی ہوئی ہیں تو اُس کو بطور ایک علاج کے سمجھکر اُسی حالت میں اُس کی جانب رجوع کرنا جایز ہوسکتا ہی جبکہ اُسپر عمل کرنے سے ایسی مصیبتیں جو طلاق کی مصیبتوں سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہوں اور ایسے ترددات اور تفکرات میں ڈالنے والی ہوں جو طلاق کے رنجوں سے بھی زیادہ رنج دینے والی اور روز افزوں رنجشیں پیدا کرنے والی اور باہمی حسن معاشرت کے بدلے دن رات کی لعن و طعن جوتی پیزار رکھنے والی ہوں دور ہوسکتی ہوں - اگر ایسی حالت میں طلاق کو جایز رکھا جاوے (جیسے کہ اسلام نے صرف اسی حالت میں اُس کو بے گناہ ٹھہرایا ہی) تو وہ کسی طرح حسن معاشرت کے مخالف نہیں ہی بلکہ اُسکی اصلاح کرنے والی اور ترقی دینے والی ہی *

جبکہ ہم بہ لحاظ مذہب کے طلاق کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو یہہ پاتے ہیں کہ مذہب اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہی جسنے طلاق کے مسئلہ میں سب سے زیادہ حسن معاشرت کی حفاظت اور اصلاح پر نظر رکھی ہی — یہودی مذہب میں طلاق دینا بغیر کسی قید و شرط و حالت کے مرد کے اختیار میں تھا کہ جب وہ چاہے طلاق نامہ لکھکر جو روکے حوالہ کردے اور ایسا کرنے سے کسی حالت میں وہ کسی گناہ کا گنہگار متصور نہیں ہوتا تھا — حضرت

عیسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور جیساکہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اگر وہ صحیح ہو) تو بجز ایک خاص وجہہ کے آڑر کسی حالت میں طلاق کا دینا جایز نہیں رکھا اور فرمایا کہ "میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہی اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہی" اگر اس فقرہ سے عدم جواز طلاق سمجھا جاوے جیساکہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اور شاید وہ سمجھہ صحیح نہیں ہی) تو یہہ ایک ایسا سخت حکم تھا جس کی برداشت انسانوں سے قریب نا ممکن کے تھی — چنانچہ حضرت مسیح کے معتقدوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ "اگر جورو سے مرد کا یہہ طور ہی تو جورو کرنا خوب نہیں" پس اگر یہہ حکم اسیطرح مانا جاوے جسطرح کہ اس زمانہ کے عیسائی مانتے ہیں تو حسن معاشرت کے لیئے نہایت ہی مضر ہی اور جو رنج وہ امور زن و شوہر میں واقع ہو جاتے ہیں جن سے تمام حسن معاشرت اور اغراض تزوج برباد ہو جاتے ہیں اُس کا کچھہ بھی علاج نہیں ہی اور زن و مرد دونوں کے لیئے اور بہت سی خرابیاں اور خوفناک حالتوں میں پڑنے کا اندیشہ ہی — با ایںہمہ بعض عیسائی عالموں کی یہہ راے ہی کہ اس حکم سے عدم جواز طلاق نہیں پایا جاتا اور اس لیئے وہ عالم عیسائی مذہب کی رو سے بھی طلاق کا جایز ہونا سوائے زنا کے اور حالتوں میں بھی تسلیم کرتے ہیں — چنانچہ جان ملٹن نے اپنی کتاب مسائل مذہب عیسوی میں یہہ بحث لکھی ہی کہ "نکاح کی جو تعریف کی گئی ہی اُسکی رو سے نکاح نہایت مرتبہ کا ایک اتحاد ہی مگر نا قابل انفکاک یا ناقابل تفریق نہیں ہی — بعض لوگ اُس کے نا قابل تفریق ہونے کی نسبت متی کی انجیل باب ۱۹ ورس ۵ سے استدلال کرتے ہیں جسمیں لکھا ہی کہ "وہ دونوں ایک تن ہو جاوینگے" اگر ان الفاظ پر مناسب طور سے غور کیا جاوے تو اسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح قطعاً قابل تفریق نہیں بلکہ اُن سے صرف یہہ بات ثابت ہوتی ہی کہ خفیف خفیف باتوں پر نکاح کو منقطع کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ جو کچھہ نکاح کے نا قابل انفکاک ہونے کی نسبت کہا گیا ہی وہ خاص عقد نکاح اور اُس کے تمام مقاصد و لوازمات کی پوری پوری تعمیل ہونے پر منحصر ہی خواہ وہ الفاظ بطور ایک حکم کے یا بطور ایک قدرتی نتیجہ کے خیال کیئے جاویں اور اسی وجہہ سے متی کی انجیل میں اُن لفظوں کے ساتھہ یہہ لفظ بیان کیئے گئے ہیں کہ "مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا * * * اور وہ دونوں ایک تن ہونگے" یعنی بشرطیکہ نکاح کی اصلی نوعیت کے مطابق (جسکا بیان کتاب پیدایش باب ۲ ورس ۱۸ لغایت ۲۴ میں ہی) عورت خاوند کے واسطے ایک مددگار ہو یا یہہ کہ جانبین کے باہم خیر خواہی اور محبت اور آرام و وفاداری میں کچھہ فرق نہ آوے کیونکہ عرف عام کے بموجب یہی اصلی وضع نکاح کی

هی لیکن اگر اصل منشاء نکاح کا منقطع هوجاوے تو اس سے لازم آتا هی که نکاح بهی در اصل منقطع هوگیا *

دوسری آیت میں جو بیان هوا هی اور جسپر بڑا زور دیا گیا هی یعنی "جو کچهه خدا نے ملایا هی اُسے آدمی جدا نه کرے" لحاظ کے قابل هی - مگر نکاح هی کے عقد سے یهه بات ظاهر هوتی هی که خدا نے کس چیز کو ملایا هی نه خدا نے صرف اُس چیز کو ملایا هی جو ملاپ کے قابل هی اور جو مناسب هی بهتر هی اور محترم هی - اُس نے انسان کی قدرتی طبیعت کے خلاف اور نا مناسب حالت کے ملاپ کا حکم نهیں دیا جس میں صرف بے عزتی اور تکلیف اور عداوت و مصیبت بهری هوئی هو - خدا تعالی کچهه اس قسم کے ملاپ نهیں کرتا هی جو درحقیقت ملاپ نهیں هوں - بلکه جبر یا ناواقفیت اندیشی یا غلطی یا بدسلوکی کے اثر سے هوئے هوں — پس ایسی ناگوار خانه داری کی برائی سے اپنے تئیں نجات دینا کس وجهه سے ناجایز هی — علاوه اس کے همارا مسئله اُن شخصوں کو جدا نهیں کرتا جنکو خدا تعالے نے اپنے مقدس آئین کے بموجب ملایا هی بلکه صرف اُن شخصوں کو علحدہ کرتا هی جنکو خود خدا نے اپنے ایسے هی مقدس آئین کی رو سے جدا کردیا هی - اور یهه ایک ایسا حکم هی جسکا اثر هم پر اب ایسا هونا چاهیئے جیساکه سابق میں اُسکی اُمت پر هوتا تها - مذهب عیسوی کے کمال کو جسکی ترقی بعض لوگ نکاح کے ناقابل انفکاک هونے کی ایک دلیل بیان کرتے هیں اُسکی نسبت هم کهتے هیں که اُس ترقی کو جبر اور قوانین تعزیری کے ذریعه سے هم میں زبردستی اس کا رواج نهیں دینا چاهیئے بلکه اگر هو تو اُسکو ترغیب اور عیسائی پند و نصایح کے ذریعه سے جاری کرنا چاهیئے - کسی شخص کی نسبت صرف اُس حالت میں یهه بات کهه سکتے هیں که اُسنے اُس نکاح کو قطع کیا جو شرعاً منعقد هوا تها جبکه وه احکام الهی میں اُسبات کو زیادہ کرکے جو خاص اس حکم میں شامل نه هو مذهب کے حیله سے اُس شخص سے جدا هوجاوے جو اُسکی منشاء کے موافق هو بکیونکه یهه بات یاد رکهنی چاهیئے که خدا تعالی نے اپنے منصفانه اور پاک اور مقدس قانون میں صرف مختلف وجهوں پر طلاق کی اجازت هی نهیں دی هی بلکه بعض صورتوں میں اُسکو جایز قرار دیا هی اور بعض صورتوں میں اُس کی هدایت کی هی اور یه حالت خلاف ورزی سخت سزائیں قرار دی هیں دیکهو کتاب خروج باب ۲۱ ورس ۴ و ۱۰ و ۱۱ اور کتاب استثنا باب ۲۱ ورس ۱۴ و باب ۲۴ ورس ۱ و کتاب عزرا باب ۱۰ ورس ۳ نحمیا باب ۲۳ ورس ۲۰ *

توریت کتاب استثنا باب ۲۴ ورس ۱ میں لکها هی که "جب که کوئی شخص ایک بیوی کرلے اور اُس سے نکاح هوجاوے اور ایسا اتفاق هو که وه اُس کو پسند نهو کیونکه اُس میں کچهه ناپاکی هی تو اُسکو چاهیئے که ایک طلاق نامه لکهه کر اُس کے هاتهه میں دیدے

اور اُسکو اپنے گھر سے نکال دے " پس اگر فرض کیا جاوے کہ جو سبب طلاق بتایا گیا ہی وہ سچا ہی اور مصنوعی نہوں تو اس مقام میں خداوند تعالے نے ایک بھوپی ابتدا ہی میں اس غرض سے دی کہ وہ اُسکی مدد اور تسلی و خوشی کا باعث ہو جیسا کہ خود آئین نکاح سے ظاہر ہوتا ہی تو اگر بعد کو جیسا کہ اکثر اتفاق ہوتا ہی وہ بیوپی رنج و رسوائی اور تباہی اور اذیت اور مصیبت کی باعث ہو تو ہمکو کیونکر یہہ خیال کرنا چاہیئے کہ خدا ہم سے ایسی عورت کے طلاق دیدے سے ناخوش ہوگا — میں دلکی سختی کو اُس شخص سے منسوب کرتا ہوں جو اُس عورت کو اپنے پاس رہلے دے نہ کہ اُس شخص سے جو اُسکو ایسی صورتوں میں گھر سے نکالدے اور صرف میں ہی نہیں بلکہ خود حضرت سلیمان یا شاید خود خدا کی روح نے حضرت سلیمان کے منہہ سے یہی بات کہی چنانچہ توریت کتاب امثال سلیمان باب ۳۰ ورس ۲۱ و ۲۳ میں لکھا ہی کہ " تین چیزوں سے دنیا کو بے چینی حاصل ہوتی ہی بلکہ چار چیزیں ہیں جنکو وہ برداشت نہیں کرسکتی ہی × × × اور ایک مکروہ عورت سے جبکہ اُس کا نکاح ہوجاوے " اس کے برخلاف کتاب واعظ باب ۹ ورس ۹ میں بیان ہوا ہی کہ " تو اُس عورت کے ساتھہ ہنسی خوشی سے بسر کر جسکو اُسنے (خدا) نے تجھے دیا ہی اور جسکو تو اپنی فانی زندگی کے تمام زمانہ میں پیار کرتا ہی " پس جو عورت اُس نے تجھکو دی ہی وہ عورت ہی جس کو تو پیار کرتا ہی نہ کہ وہ جس سے تو نفرت کرتا ہی — اور کتاب ملاخی باب ۲ ورس ۱۶ میں بیان ہوا ہی کہ " جو شخص نفرت کرتا ہی (یا اُس وجہہ سے کہ وہ نفرت کرتی ہی) اُسکو چاہیئے کہ اُس کو چھوڑ دے " چنانچہ یونہوس سے پہلے سب نے اس فقرہ کا ایسا ہی ترجمہ کیا ہی † پس معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ نے اس حکم کو حضرت موسیٰ کی معرفت اس غرض سے صادر نہیں فرمایا اور نہ اس نبی کی معرفت اُس پر اُسکو اس غرض سے دوہرایا کہ شوہر کو اپنی سنگدلی کے برتاؤ کا موقع ملے بلکہ اس غرض سے صادر کیا ہی کہ جہاں ضرورت ہو اس بد نصیب عورت کو اس کے اثر سے بچاوے کیونکہ اس میں کوئی سنگدلی نہیں ہی کہ اس عورت کو عزت سے اور بلا تکلف رخصت کردے جس کا خود ہی یہہ قصور ہی کہ وہ محبوب نہیں ہوئی — ایسی عورت جو نہ صرف یہی ہی کہ محبوب نہیں ہوئی بلکہ وہ معلق چھوڑ دی گئی ہو اور اُس سے نفرت اور عداوت کی جاتی ہو — غرضکہ جس عورت کا یہہ حال ہو اُس کو ایک نہایت تکلیف دہ قانون کا اتباع کرکے

---

† صحیفہ ملاخی باب ۲ کی آیتوں کے ترجمے اصطراح پر ہوئے ہیں =

ترجمہ عربی سنہ ۱۸۱۱ ع میں ہی =' و امراۃ عیابک لاتترک لکی اں ابغضتہا سرحہا " اور ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۷۱ ع میں " و زوجۃ فلاتترک لاترذلہا اذا بغضت فاطلق — اور ایسا ہی رومن کیتھلک بیبل میں ہی اور انگریزی ترجمہ پروٹسٹینٹ کے حاشیہ پر یہی یہی عبارت ہی جس سے مقتن نے استدلال کیا ہی =

اُس کے شوہر کے نہایت بھاري غلامي کے جوئے میں رکھنا (کیونکہ نکاح بے محبت ایسا ھي ھوتا ھی) جسکو نہ تو اسکے ساتھہ اُلفت ھو اور نہ دوستي ھو یہي در حقیقت ایسي سختي ھی جس میں ھرایک قسم کي طلاق سے زیادہ بھرحمي ھی — اسوجہ سے خداوند تعالیٰ نے طلاق کي اجازت دیدي ھی جسکا اگر مناسب طور سے عمل درآمد کیا جاوے تو وہ نہایت منصفانہ اوز رحیمانہ ھی بلکہ اُس نے اُس کے فائدوں کو اُن شخصوں تک بھي وسعت دي ھی جن کي نسبت وہ یہہ جانتا تھا کہ یہہ اپني سنگدلي کي وجہ سے اسکا بھیجا عملدرآمد کرینگے اور اُسي نے بدکار آدمیوں کي سنگدلي گوارا کرنا اس سے بہتر تصور فرمایا کہ نیک آدمیوں کي تکلیف رفع کرنے سے باز رھے — یا جس رسم کا ایک ربانی برکت سے ایک بدترین مصائب ھوجانے کا اندیشہ تھا خود اسي کو درھم برھم کردے *

خود حضرت عیسیٰ نے نویں آیت میں زنا کي وجہ سے طلاق کي اجازت دي ھی اور یہہ بات فہوتي اگر خدا تعالیٰ کو یہہ بات منظور ھوتی کہ جن شخصوں کو خدا نے ایک مرتبہ عقد نکاح میں باندہ دیا ھی وہ ھرگز آیندہ جدا نہوں — مگر مشرقي زبانوں کے محاورہ کے بموجب اُس لفظ سے جس کا ترجمہ زنا کیا گیا ھی صرف زنا ھي مراد نہیں ھوتا بلکہ یا تو اس سے وہ چیز مراد ھی جس کو " ناپاک چیز " کہا گیا ھی یا کسي ایسے امر کا نقصان مراد ھی جو جس امر کا ایک بیوي کي ذات میں ھونا واجباً ضروري ھی جو کتاب استثنا کے ۲۴ باب کي پہلي آیت میں مذکور ھی — جیسا کہ سولدن نے سب سے پہلے اپني کتاب اکزرو ھیریا میں ایسے محاورہ کو بہت سي ربانیون یہود کي شہادت سے ثابت کیا ھی — اور یا اس سے وہ شی مراد ھی جو محبت — وفاداري — باھمي اعانت یا معاشرت یعني اصلي آئین نکاح کے مقصد کے خلاف ھو کہ ھرگز اس سے موافقت نہوسکے جیسا کہ سولدن نے ثابت کیا ھی اور میں نے بھي ایک دوسرے رسالہ میں ثابت کیا ھی کیونکہ جسوقت فریسیوں نے یہہ سوال کیا تھا کہ آیا ایک بیوي کو ھر ایک وجہہ سے طلاق دینا جایز ھی یا نہیں تو یہہ جواب دینا لغو ھوتا کہ سوائے زنا کے اُور کسي حالت میں جایز نہیں ھی کیونکہ یہہ بات تو بخوبي مشہور و معروف تھي کہ زنا کي حالت میں وہ جایز ھي نہیں تھي بلکہ ایک زانیہ کو نکالدینا ضروري تھا اور وہ بھي طلاق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ قتل کردینے سے — پس اسمقام پر اُس لفظ سے یہ نسبت محض زنا کے زیادہ تر وسیع معني سمجھنے چاھیئیں جیساکہ کتاب اقدس کے اکثر مقامات سے خصوصاً قاضیوں کي کتاب باب ۱۹ آیت ۲ سے ظاھر ھی جہاں لکھا ھی کہ " اُسکی بھري زنا کرکے چلي گئي " یہاں زنا کے عرفي معني نہیں ھوسکتے کیونکہ ایسي حالت میں اُسکو جرأت نہ ھوتي کہ وہ اپنے باپ کے گھر چلي جاوے بلکہ یہہ مراد ھی کہ وہ اپنے شوھر سے تمردانہ (نشوز) برتاؤ کرکے چلي گئي — اور نہ ایسي صورت میں (یعني جبکہ بجز زنا کے طلاق جایز نہ تھي) پولوس مقدس

کسي کافر مرد یا عورت کے جدا ہو جانے کے سبب سے طلاق کي اجازت دیتے † اگر یہہ بھي ایک قسم کا زنا نہ ہوتا - اس بحث سے یہہ امر کچھہ متعلق نہیں ہی کہ یہہ مسئلہ کافر مرد یا عورت کے متعلق ہی کیونکہ جو شخص خاندان کو ترک کردے وہ کافر سے بدتر ہی (پولوس کا پہلا خط تموتي کے نام باب ۵ آیت ۸) اور نہ نکاح کے اصلي منشاء کے حق میں کوئي بات اس سے زیادہ تر ضروري اور پسندیدہ ہوسکتي ہی کہ جو عقد محبت اور تمام عمر کي باہمي اعانت کي توقع اور نیک ارادوں سے کیا گیا ہو وہ کینہ اور سنگین عداوت اور طرفین کي جانب سے ناپسندیدہ برتاؤ کے سبب سے قطع کردیا جاوے — پس خدا تعالے نے انسان کے لوئے جب کہ وہ بہشت میں معصومیت کي حالت میں تھا دنیا میں گناہ کے آنے سے پہلے یہہ حکم دیا کہ نکاح نا قابل انفکاک ہونا چاہیئے - گناہ کے بعد حالات کے تغیر کے موافق اور نوح اس نظر سے کہ معصوم آدمي بدکار آدمیوں کے ہاتھہ سے ہمیشہ کے ضرر سے محفوظ رہے اُس نے نکاح کے انفکاک کي اجازت دي اور یہہ اجازت قانون قدرت اور موسوي شریعت کا ایک جزو ہی اور حضرت مسیح نے بھي اسکي ممانعت نہیں کي پس ہر ایک معاہدہ سے جبکہ ابتداءً عمل میں آوے اُسکا دواسي اور نا قابل انفکاک ہونا مقصود ہوتا ہی گو وہ کسي فریق کي بد عہدي کے سبب سے کیسي ہي جلد کیوں نہ ٹوٹ جاوے اور نہ اب تک کوئي معقول وجہہ اس بات کي بیان کي گئي ہی کہ نکاح کي نوعیت اس باب میں اور تمام معاہدوں سے مختلف ہونی چاہیئے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ پولوس مقدس نے یہہ بات بیان کي ہی کہ کوئي بھائي یا بہن ایسي باتوں میں مقید نہیں ہی — یہہ نہ صرف چھوڑ دینے کي نسبت بلکہ ایسي تمام صورتوں میں جو ایک نالایق قید پیدا کرنے میں ہوتي ہی جیسا کہ قرنتھیوں نے پہلے خط میں لکھا ہی (باب ۷ آیت ۱۵) کہ " کوئي بھائي یا بہن ایسي باتوں میں مقید نہیں کہ خدا نے ملاپ کے لوئے بلایا ہی " پس خدا تعالے نے ہمکو اس غرض سے نہیں بلایا کہ ہم دائمي نزاع اور تردد اور کے باعث سے پریشان خاطر رہیں کیونکہ ہمارے بلانے کا مقصد امن اور آزادي ہی نہ کہ نکاح جیسے جا کہ دائمي نزاع اور ایک ناخوش ازدواج کي غلامانہ قید جسکو رسول نے تمام چیزوں سے زیادہ ایک آزاد آدمي اور عیسائي کے نا قابل بتلایا ہی — یہہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے موسوي شریعت سے کوئي ایسا حکم خارج کردیا جس سے مظلوم اور معصومہ زدہ شخصوں پر رحم کرنے کا موقع ملتا تھا اور نہ اس موقع پر حضرت مسیح کو یہہ ملحوظ تھا کہ اُنکا یہہ قول حکم عدالت سمجھا جاوے یا اس معاملہ کي نسبت کوئي نیا اور سخت حکم دیا جاوے بلکہ قانون کے بھیجا عملدرآمدوں کے بیان کرنے کے بعد اُنھوں نے اپنے حسب معمول ایک زیادہ تر کامل دستور معاشرت کا بتلایا اور اس موقع

† اس مقام پر پولوس کے خط موسومہ قرنتھیوں کے ساتویں باب کي ۱۵ آیت پر اشارہ ہی -

پر مثل اور تمام موقعوں کے منصب قضا کا دعوي نہیں کیا اور امر حق کو محض نصیحت کے طور پر بیان فرمایا نہ کہ جبریہ احکام سے - پس انجیل کي نصیحتوں کو ملکي آیتیں قرار دینا اور احکام تعزیري کے ذریعہ سے اُس کو نافذ کرنا ایک سخت غلطي ہی " *

یہہ تمام تقریر جان ملٹن کي تھي جو اُنہوں نے ایک محققانہ اور عالمانہ طور پر بوبل کے احکام سے استنباط کي ہی - ہماري راے میں یہہ مطلب نہایت مختصر تقریر سے ختم ہوتا ہی — یہودیوں نے حضرت عیسی سے پوچھا کہ جورو کو ہر ایک طرح پر طلاق دینا درست ہی یا نہیں اُن کا جواب یہہ ہی کہ بجز افعال ذمیمہ کے اور کسي صورت میں جایز نہیں — جس لفظ کا ترجمہ حرام کاري یا زنا کیا گیا ہی وہ عام لفظ ہی اور سب قسم کي برائیاں اُس میں داخل ہیں اور اُس کا ٹھیک ترجمہ افعال ذمیمہ ہوسکتا ہی پس جو کچھہ کہ حضرت عیسی نے فرمایا اُس سے امتناع طلاق نہیں نکلتا بلکہ بلاقصور صرف ایذي نفساني بد خواہشوں کے لیئے طلاق دینا ناجایز بتایا گیا ہی *

اب دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام نے نسبت طلاق کے کیا کہا ? اُس کو بطور علاج ایک مرض لا علاج کے جایز اور مباح بتایا — مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا معاملہ ہی کہ اُس میں جو بیماري پیدا ہو سواے اُن ہي دونوں کے اور کوئي تیسرا شخص اس بات کي تشخیص نہیں کرسکتا کہ آیا وہ اس حد تک پہونچي گئي ہی جس کا علاج بجز طلاق کے اور کچھہ نہیں اس لیئے بانی اسلام نے اُس کي تشخیص نہ کسي (جج) کي یعني قاضي کي راے پر منحصر کي ہی نہ کسي مفتي کے فتوے پر بلکہ صرف اُس کي راے اور اخلاق پر جس کي تسلي اور موانست کے لیئے ابتدا میں عورت بطور انیس دلنواز اور مونس غمگسار کے پیدا ہوئي تھي *

اب اسبات کي بندش کہ وہ علاج بے محل اور بے موقع نہ استعمال کیا جاوے صرف مرد کے حسن اخلاق اور دلي نیکي اور روحاني تربیت پر منحصر تھي جو نہایت اعلی درجہ پر خاص اسي معاملہ میں مذہب اسلام نے اپنے سچے مریدوں اور تہمت مسلمانوں کو کي ہی *

ماخلق اللہ شیئا علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق (رواہ الدار قطني) -

بانی اسلام نے اسلام کے سچے پیروؤں کو بتایا کہ " بجز طلاق کے اور کوئي چیز خدا تعالی نے زمین کے پردہ پر پیدا نہیں کي جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب ہو " *

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (رواہ ابو داؤد) *

پھر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ " مباح چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کو غضب میں لانے والي چیز طلاق ہی *

یہہ ہدایت تو مردوں کي نسبت تھي اور عورتوں کو جو طلاق لینا چاہتي ہیں یہہ فرمایا ہی کہ " جو عورت اپنے خاوند سے بغیر ضرورت شدید اور بغیر حالت سختي کے طلاق چاہے اُس پر خوشبو جنت کي حرام ہی یعني جنت میں نہ جاویگي

ایما امراۃ سالت زوجہا طلاقا في غیر مابأس فحرام علیہا رایحۃ الجنۃ (رواہ احمد والترمذي و ابوداود وابن ماجہ والدارمي) -

ہمارے پیغمبر خدا صلعم طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے جس سے بعض لوگوں کو یہہ خیال ہوگیا کہ جو شخص اپني جورو کو دفعتاً طلاق دیدے وہ قتل ہونے کے لایق ہی چنانچہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم کو اطلاع ہوئي کہ ایک شخص نے اپني جورو کو دفعتاً تین طلاقیں دیدي ہیں یہہ سنکر آنحضرت صلعم غصہ کے مارے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا خداے بزرگ کے حکم کو کھیل بنایا ہی ایسي حالت میں بھي کہ میں تم میں موجود ہوں یہہ سنکر

اخبر رسول اللہ صلعم عن رجل طلق امرتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل و انا بین اظہرکم حتی قام رجل فقال یارسول اللہ الاقتلہ (رواہ النسائي)

ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے کیا میں اُس کو قتل کرڈالوں یعني وہ شخص آنحضرت کے غصہ ہونے سے یہہ سمجھا کہ اُس شخص نے قتل کیئے جانے کے لایق کام کیا ہی *

بانيِ اسلام نے انھي ہدایتوں اور تہدیدوں ہي پر طلاق کے روکنے میں بس نہیں کیا بلکہ نکاح اور ملاپ کے قایم رکھنے کي اور بھي نہایت عمدہ تدبیر رکھي ہی یعني پوري تفریق واقع ہونے کو تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا ہی اور پھر اس کي ممانعت فرمائي ہی کہ دفعتاً تین طلاقیں نہ دي جاویں بلکہ سوچ سوچ اور سمجھہ سمجھہ کر مناسب مناسب فاصلہ سے طلاق دي جاوے کہ ہرایک میں قریباً پچیس روز کا فاصلہ ہوجاتا ہی اور پھر بھي اجازت دي کہ پہلي طلاق کے بعد اگر آپس میں صلح ہوجاوے اور رنجش مٹ جاوے اور دونوں کي محبت تازہ ہوجاوے تو پھر بدستور جورو خصم رہیں — دوسري طلاق کے بعد بھي اسیطرح وہ پھر آپس میں مل سکتے ہیں اور بدستور جورو خصم رہ سکتے ہیں — لیکن پھر اگر تیسري دفعہ طلاق دي جاوے تو ثابت ہوگیا کہ یہہ بھل منڈھے چڑھنے والي نہیں پھر بہتر ہی کہ پوري تفریق ہوجاوے *

ان ہدایتوں کے سوا ایک اور نہایت عمدہ ہدایت یہہ فرمائي ہی کہ ایسي حالت میں جبکہ عورت کو مرد سے کنارہ کش رہنا پڑتا ہی طلاق نہ دي جاوے اس سے مطلب یہہ ہی کہ شاید زمانہ مقارمت میں محبت و اُلفت کي ایسي تحریک ہو کہ خیال طلاق کا اُن دونوں کے دل سے جاتا رہے *

علاوہ اِن ہدایتوں کے ہمیشہ عورتوں کے ساتھہ محبت رکھنے اور اُن کے ساتھہ مہرباني اور خاطر داري سے پیش آنے اور اُن کي سختي اور بد مزاجي کو تحمل کے ساتھہ برداشت

کرنے کي نہایت تاکید سے ہدایت فرمائي ہی اور یہہ سب باتیں اُسي مکروہ چیز یعني طلاق کے روکنے کو ہیں *

ان سب احکام سے بخوبي ثابت ہوتا ہی کہ باني اسلام نے صرف اُسي حالت میں طلاق کي اجازت دي ہی جبکہ وہ ایک نہایت بیش بہا نعمت ثابت ہونے میں ذرا بھي *خطا نہ کرے اور جبکہ اُسکے ذریعہ سے حالت زوجیت کے ترددات اور تکلیفوں اور تلخیاں یا تو بالکل رفع ہوجاویں یا بہرکیف کچھہ کم ہوجاویں اور اگر طلاق کو کام میں نہ لایاجاوے تو حالت معاشرت روز بروز زیادہ تکلیف دہ ہوتي جاوے - ایسي صورت میں طلاق حسن معاشرت کے نقصان کا باعث نہیں ہوسکتي بلکہ برخلاف اُسکے وہ دونوں کے حق میں ایک برکت اور حالت معاشرت کي ترقي کا کامل ذریعہ ہوتي ہی — ہاں میں اس بات کو قبول کرونگا کہ مسلمانوں نے اس عمدہ حکم کو نہایت قابل نفرت طریقہ پر استعمال کیا ہی- پس اُنکے افعال کي نفرین اُنہیں پر ہوني چاہیئے نہ مذہب اسلام پر — ہمکو اُمید ہی کہ تمام منصف مزاج لوگ جب توجہ اسلام کے اس مسئلہ پر غور کرینگے تو قبول کرینگے کہ جو عمدہ طریقہ اس باب میں اسلام نے اختیار کیا ہی وہ عقل انصاف معاشرت کي نظر سے ایسا عمدہ ہی کہ اُس سے بہتر ہو ہي نہیں سکتا اور صاف صاف یقین دلاتا ہی کہ یہہ مسئلہ اُسي اُستاد کا بنایا ہوا ہی جسنے انسان کو پیدا کرکے اُسکے لیئے اُسکا جوڑا پیدا کیا تاکہ اُس کي تسلي اور دل کي خوشي کا باعث ہو — اگر غور کیا جاوے تو یہہ کہنا کچھہ بیجا نہ ہوگا کہ جان ملٹن نے اپني بحث میں جو کچھہ روشني بھٹیل کے ورسوں پر ڈالي ہی وہ سب اسلام کي روشني سے لي گئي ہی کیونکہ اسلام نے بارہ سو برس پیشتر بتا دیا تھا کہ طلاق نہ بطور معجون مفرح کے استعمال کرنے کو ہی بلکہ صرف ایک مرض لاعلاج کا علاج ہی *

اب ہم غلامي کے الزام کي طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ایک سب سے بڑا الزام اُسکے جائز رکھنے کا مذہب اسلام کي نسبت لگایا گیا ہی اور بیان ہوا ہی کہ قوانین حسن معاشرت اور اخلاق کے بالکل برخلاف ہی — قوانین حسن معاشرت کي قید ہم نے اسلیئے لگائي ہی کہ اگر اس معاملہ پر مذہبي طور پر نظر کي جاوے تو نہ یہودیوں کو اور نہ عیسائیوں کو اسقدر جرأت ہوسکتي ہی کہ وہ اُس میں کچھہ عیب نکالیں یا اُس کي نسبت کچھہ اعتراض کریں کیونکہ توریت کا ہر صفحہ ایسے مضامین سے بھرا ہوا ہی جس میں غلامي کا جواز تسلیم کیا گیا ہی (خواہ اُس کو خدا کا حکم مانو یا حضرت موسی کا اُس زمانہ کے رسم و رواج کا قانون) اور انجیل میں کسي مقام پر ایک مضمون بھي نہیں پایا جاتا جس میں اُس بے رحم دستور کي ممانعت ہو — قبل اس کے کہ ہم اس معاملہ میں اپني رائے ہر بناء مذہب اسلام ظاہر کریں گائزو صاحب نے جو کچھہ اس کي نسبت لکھا ہی اُس کو بیان کرتے ہیں *

گاڈفري هگانز صاحب لکهتے هیں که " انسان کے حق میں یهه ایک بدقسمتي کی بات معلوم هوتي هی که نه تو حضرت عیسي نے اور نه حضرت محمد نے غلامي کا موقوف کرنا مناسب خیال کیا — یهه بات کهي جاسکتي هی که جب حضرت عیسی اور حضرت محمد دونوں نے اپنے معتقدوں کو یهه هدایت کي که اُن کو اوروں کے ساتهه وه کرنا چاهیئے جیسا که اوروں سے اپنے ساتهه کرنا چاهتے هیں تو اُنهوں نے درحقیقت غلامي موقوف کردي — یهه بات ظاهر میں تو بهت اچهي معلوم هوتي هی مگر افسوس هی که عمل میں ایسا نهیں هی — مسلمانوں کي خانگي غلامي بالشبهه ناقابل حمایت هی لیکن افریقه کي بوده فروشي اور ویست انڈیز کے کارخانه باغات میں غلاموں پر کي سختیوں اور بےرحمیوں کے مقابله میں (جو عیسائي ملکوں میں مروج تهیں) کچهه بهي حقیقت نهیں رکهتیں هم نهایت اعتقاد سے روم کے پوپ اور کینٹر بري کے آرچ بشپ اور کونسلوں اور مجلسوں اور پوپ کے احکام اور عقاید اور مذهبي قوانین اور معاهدوں کا ذکر سنتے هیں مگر هم نے کب یهه بات سني هی که اُن لوگوں نے کوئي عام تدبیر اس خرف ناک تجارت کے انسداد کے لیئے کي (واضح هو که اُس زمانه میں تمام فرنگستان میں غلامي کي تجارت رائج تهي) ورنه اُس کي نسبت همکو پوپ کا کوئي حکم دکهاؤ یا کسي مجلس کا کوئي قانون بتاؤ روم اور کینٹر بري کے بشپ خود اس خطاب کے مستحق هیں که وه اپنے معتقدوں کي خواهشوں کے پورا کرنے کے کام دیتے تهے جو خطاب که اُنهوں نے حضرت محمد کو اس وجهه سے دیا هی — جبکه روم کے پوپوں کو اس تجارت کا فساد عظیم صاف صاف ثابت هوگیا تها تو اُنهوں نے اُن شخصوں کو قوم سے خارج نهیں کیا جو اُس تجارت میں مصروف تهے — جیسا که کیوکارس یعني پوپ وان جارج فاکس نے کیا تها *

میں اس بات سے واقف هوں که وه یهه ظاهري عذر کریں گے که وه کسي شخص کو اس وجهه سے که غلاموں کا مالک هی قوم سے خارج نهیں کرسکتے تهے — کیونکه انجیل اور حواریوں کے ناموں کے هر صفحه میں غلاموں کا جواز تسلیم کیا گیا هی مثلاً جهاں کهیں لفظ " سروس " یا " دولوس " پایا جاتا هی اور اُس کا ترجمه خدمتگار کیا گیا هی — وهاں اُس کا ترجمه غلام هونا چاهیئے — لفظ " سروس " کے لغوي معني اُس شخص کے هیں جو بازار میں خریدا گیا هو یا فروخت کیا گیا هو اور " فریڈیٹین " همارے اُجوره دار اور خدمتگار کے نیم معني هیں — لیکن اگر بد قسمتي سے عیسائیوں کو خانگي غلامي کي اجازت دي جاوے تو اس سے کسي طرح پر یهه بات ثابت نهیں هوتي هی که افریقه کي بوده فروشي جائز هی جسکي زیادتي کا زمانه اگلے لوگوں کے گمان میں بهي نه تها اور جو هر طرح پر اُن کي خانگي غلامي سے مختلف هی *

اگرچه پیغمبر صاحب نے اس مکروه دستور کو موقوف نهیں کیا جیسا که اُن کو کرنا

چاهئے تھا تاهم اُنہوں نے بالکل بغیر ذکر کیئے ہوئے نہیں چھوڑا — بلکہ اس بات کے فرمانے سے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور کسی شخص کو اپنے بھائی کو غلامی میں رکھنا نہیں چاہیئے — اُنہوں نے انسانوں کے ایک گروہ کثیر کو آزاد کردیا — جس وقت کوئی یہہ کہدے کہ میں ایمان لے آیا تو وہ فوراً آزاد ہی — اگر حضرت محمد نے اسباب میں جیسا کہ چاهیئے تھا ویسا نہیں کیا تو اُنہوں نے کچھہ تو کیا جو بالکل نہونے سے (جیسہکہ انجیل میں کچھہ نہیں ہی) بہتر ہی اور اس سبب سے غالباً کچھہ لوگ بلا تصدیق قلبی بھی مسلمان ہوگئے ہونگے گو کہ اس امر کو کوئی پکا دیندار عیسائی جس کا گرم ایمان مذہبی کے دہکتے ہوئے انگارے سے زیادہ تر گرما گرم ہی عیب لگاوے اور اُس کو بد نہتی پر حمل کرے — لیکن تاهم اس تدبیر نے لاکھوں آدمیوں کو مصیبت سے بچایا ہی — ایک اور تدبیر غلامی کی ترمیم یا اُس کی تباحتوں کی تخفیف کرنے کی پیغمبر صاحب کے اس حکم سے ملتی ہی جہاں یہہ فرمایا ہی کہ غلاموں کے فروخت کرنے میں ماں سے بچے جدا نکیئے جاویں — ہمارے ویسٹ انڈیز والے ہر روز یہی جرم کرتے ہیں — مجھکو ایسا کوئی حکم انجیل میں نہیں ملا اس لیئے حضرت محمد نے اُس کو انجیل میں سے نہیں لیا ہی *

گاڈفری هگنز صاحب لکھتے ہیں کہ " ہم عیسائی اکثر اوقات بیچارے حبشیوں کو عیسائی بنانے کی خواهش کرتے ہیں مگر میں انہی مشنریوں سوسیٹیوں کو یہہ صلاح دیتا ہوں کہ وہ اپنی دولت کثیر کو اس باب میں صرف کریں کہ جس وقت حبشیوں کا مذهب تبدیل ہوجاوے تو اُن کو فوراً آزاد کردیں اور اُن کو اپنا بھائی قرار دیں جیسا کہ مسلمان کیا کرتے ہیں اور میں اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ اُن کے تمام وعظوں سے اسقدر لوگ اُن کے معتقد نہونگے جیسہکہ اس بات سے ہونگے " *

گاڈفری هگنز صاحب نے ویسٹ منسٹر ریویو کا یہہ فقرہ نقل کیا ہی کہ اُنکا مسئلہ قانون غلامی کے باب میں یہہ ہی کہ " اگر غلام تمہارے پاس آویں تو تم اُن کو قید اور اُس کے بعد اُن کو سر بازار مت فروخت کرو گو کوئی دعویدار اُن کا موجود نہو (جیسا کہ اُنہوسویں صدی میں عیسائی انگلستان کا قانون اُس کے صوبوں میں جاری ہی) بلکہ اُن کو آزاد کردیو اور تمکو مناسب نہیں کہ اُن کو نکالدو مگر حضرت محمد (جنہوں نے غلامی کے مٹانے کی نسبت نہایت عمدہ تدبیریں کیں) وہ تھے جو ساتویں صدی میں عرب کے بیابانوں میں کھڑے ہوئے تھے " *

حضرت محمد فرماتے ہیں کہ " ایسے غلاموں کو جو ہم سے اس مضمون کی ایک تحریری سند چاهیں کہ جس وقت وہ ایک رقم معین ادا کردیں تو وہ اپنے تئیں آزاد کرلیں تو تم همیشہ یہہ دستاویز اُن کو لکھدو — اگر تم اُن میں کوئی بھلائی جانو تو تم خدا

کي دولت میں سے جو اُس نے تمکو دي" هی اُن کو دو " گانڈهي هگنز کهتے هیں که مجهکو انجیل میں ایسا کوئي حکم نهیں ملا *

یهه جو کچهه لکها گیا گانڈهي هگنز کا استدلال تها مگر یهه استدلال کسیقدر حاشیه لکهنے کا محتاج هی اُن کا یهه بهان که " حضرت محمد نے غلامي کو موقوف کرنا مناسب خیال نکیا " صحیح نهیں هی — جو لوگ تقلید کي تاریکي میں اندهے هو رهے هیں وه بهی اس بات کو تسلیم کرتے هیں که آنحضرت صلعم کي مرضي اور خوشي غلاموں کے آزاد کرنے کي تهي اور همیشه هر حکم میں غلاموں کي آزادي پر رغبت دلاتے تهے — اور جو لوگ خاص آنحضرت صلعم کو اپنا هادي اور پیشوا جانتے هیں ابو زید اور عمرو کي راے اور اجتهاد کي کچهه پرواه نهیں کرتے وه تو صاف صاف قرآن مجید میں پاتے هیں که باني اسلام نے آیندہ کي غلامي کو بالکل قطعاً موقوف کردیا هی جیسا که هم آگے بیان کرینگے — پس یهه فخر صرف مذهب اسلام هي کو هی که اُس نے غلامي کو معدوم کیا هی اور هر انسان کو آزاد قرار دیا هی *

اسلام لانے سے غلامي ساقط هوجانے پر جو استدلال گانڈهي هگنز نے کیا هی هم کو دل سے اُس پر اتفاق هی — خدا تعالے نے سورہ حجرات میں صاف فرمایا هی که " انما المومنون اخوة " یعني سب ایمان لانے والے آپسمیں بهائي هیں اور سورہ آل عمران میں فرمایا هی که

واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (سورہ آل عمران) —

سب لوگ اکهٹے هوکر خدا کي رسي کو مضبوط پکڑو اور جدي جدي راهوں میں مت بهٹکو اور تمکو جو نعمت خدا نے دي هی (یعني اسلام) اُسکا شکر کرو — ایک وقت تها که تم ایک دوسرے کے دشمن تهے — پهر تمهارے دلوں میں خدا نے محبت ڈالدي پهر تم هوگئے الله کي نعمت (یعني اسلام) کے سبب آپس میں بهائي " پس کون شخص اس سے انکار کرسکتا هی که تمام مسلمان آپس میں بهائي هیں اور اس لهٹے کوئي مسلمان دوسرے مسلمان کا غلام نهیں هوسکتا — یهي " اخوت " اس امر کا باعث هی که جب کوئي مسلمان بغیر وارث قریب کے مرجاتا هی تو اُسکا مال بیت المال میں اُسکے سب مسلمان بهائیوں کے لهٹے چلا جاتا هی مگر جب همارے پیغمبر نے علانیه صاف صاف لفظوں میں آیندہ کي غلامي کو عام طور پر معدوم کردیا هی تو همکو اس قسم کي خاص خاص باتوں پر استدلال کي حاجت نهیں هی *

کتابت کا جو ذکر گانڈهي هگنز صاحب نے کیا هی وه حکم صرف ایسا هي نه تها که اُسکا کرنا یا نه کرنا مالک کي مرضي پر موقوف هو بلکه اُسکا کرنا واجب تها اور انکار کرنا قابل سزا کے تها — چنانچه بخاري کي ایک حدیث سے (اگر وه صحیح هو) معلوم هوتا

ھی کہ ابن سیرین نے جب حضرت انس کے کتابت کی درخواست کی تو اُنھوں نے انکار کیا — ابن سیرین نے وہ مقدمہ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا اور حضرت عمر نے حضرت انس کو اُس انکار کرنے پر دروں سے پٹوا دیا اور کتابت یعنی خط آزادی بمعاوضہ روپیہ کے بجبر حضرت انس سے لکھوا دیا — گو یہہ حدیث قابل شبہہ ہو مگر خون قرآن مجید سے پایا جاتا ہی کہ کتابت کی درخواست کرنے پر خط آزادی بمعاوضہ روپیہ کے لکھدینا لازم ہی *

بہر حال جو حمایت اس عالم اور فاضل مصنف نے نہایت قابلیت اور بڑی سرگرمی سے مذہب اسلام کی کی ہی اُسکا واجب شکریہ ادا کرنے کے بعد ہم یہہ کہتے ہیں کہ اس مصنف نے غلامی کی ترمیم یا اُسکی خرابیوں کی تخفیف میں جو بچوں کو ماں سے جدا نہ کرنے کا ذکر کیا ہی اُس کے ساتھہ چند اور اسی قسم کے احکام زیادہ کرنے چاہیئیں جو غلامی کی ترمیم اور اُس کی خرابیوں کی تخفیف کے حق میں ویسی ہی مفید ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے † غلاموں کے حق میں فرمایا ہی کہ " وہ تمہارے بھائی ہیں (برجہہ انسان ہونے کے) جو تمہاری خدمت کرتے ہیں تمہارے کاموں کو سنوارتے ہیں اللہ نے اُنکو تمہارے " تابع کردیا ہی — پس جو شخص کہ اُسکا بھائی اُسکے تابع ہو تو اُسکو چاہیئے کہ جو آپ کھاتا ہی اُس میں سے اُسکو کھلاوے اور جو آپ پہنتا ہی اُس میں سے اُسکو پہناوے اور اُنسے ایسی تکلیف کے کام جو اُنکو تھکادیں نہ لے اور اگر ایسی تکلیف کا کام اُنکو دیا جاوے جو اُنکو تھکادیگا تو خود اُنکی مدد کرے " اس حکم کا لوگوں کے دلوں پر اسقدر اثر ہوا کہ تمام شخص اُس زمانہ میں اپنے غلاموں کو ویسا ہی کپڑا پہناتے تھے جیسا کہ خود پہنتے تھے اور ایک خوان میں اپنے ساتھہ وہی کھانا اُنکو کھلاتے تھے جو آپ کھاتے تھے اور جب سفر میں جاتے تھے تو غلام کو اپنے ساتھہ اونٹ پر بٹھاتے تھے اور اگر ایک کو نکیل پکڑ کر چلنے کی ضرورت ہوتی تو باری باری سے سوار ہوتے تھے اور باری باری سے نکیل پکڑ کر پیادہ چلتے تھے *

قال (ای النبی صلعم فی حق العبید) ان اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ویلبسہ مما یلبس ولاتکلفوھم مایغلبھم فان کلفتموھم مایغلبھم فاعینوھم (بخاری باب قول النبی صلعم العبید اخوانکم صفحہ ۳۴۹) —

خلیفہ عمر عین اپنی خلافت کے عروج کے زمانہ میں (خواہ اُنکے عالی مرتبہ کو پیغمبر کا جانشین ہونے کی وجہہ سے خیال کرو خواہ ایک ایسی سلطنت کا بادشاہ تصور کرنے سے

† اس حدیث میں برجہہ اسلام کے بھائی ہونے کا ذکر نہیں ہی اور آیہ قرآن مجید میں جو اوپر مذکور ہوئی برجہہ اسلام بھائی ہونے کا ذکر ہی اسلیئے اسلام سے غلامی ساقط ہونے پر گاڈفرے ھگنز صاحب نے استدلال کیا ہی —

جو دنیا میں سب سے زیادہ وسیع اور باعظمت تھی) اپنی باری میں اُس اونٹ کی سوار چھوڑ کر جسپر اُنکا غلام اپنی باری میں سوار ہوتا تھا عرب کی جلتی ہوئی ریگستان اور جھلستی ہوئی گرم ہوا میں نہایت خوشی اور فخر آمیز خیالات اور نیکی بھرے ہوئے دل سے پیادہ پا اونٹ کو گھسیٹتے ہوئے چلتا کمال خوشی سمجھتے تھے — فاطمہ پیغمبر کی بیٹی اپنی لونڈی کے ساتھ بیٹھکر چکی پیستی تھیں کبھی اُنکا دست مبارک ہتی کو نیچے سے تھامتا تھا اور کبھی لونڈی کا تاکہ دونوں کو برابر محنت پڑے — پس اگر کبھی وہ غلامی ہی جسکو سر ولیم میور حسن معاشرت کو ابتر کرنے والی بتاتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ برابری کے حقوق میں اور کیا ہوتا ہی — ایسی غلامی (اگر اُسکو غلامی کہہ سکو) در حقیقت حسن معاشرت کی بے انتہا خوبی اور عام اخلاق کی زاید از حد ترقی منصور ہی — پس مذہب اسلام کی غلامی کو ویسٹ انڈیز کی غلامی پر جو عیسائیوں میں مروج تھی قیاس کرنا محض غلطی ہی — آنحضرت صلعم نے صرف اسی بات پر بس نہیں کیا بلکہ اُنکی نسبت لونڈی و غلام کے لفظ کے استعمال کو بھی جس سے اُنکی رقعت اور حقارت نکلتی تھی منع فرمایا اور نہایت شایستہ و مہذب و شفقت آمیز الفاظ سے مخاطب کرنے کی ہدایت فرمائی یعنی یہہ فرمایا کہ " اُن کو لڑکا " اور " لڑکی کہکر پکارا کرو جسکو بگاڑ کر ہندوستان کے ناخدا ترسوں نے " چھوکرا " اور " چھوکری " بمعنی لونڈی و غلام کہنا شروع کیا ہی — مسلم کی اس حدیث کے لفظوں کو دیکھو اور سمجھو کہ تمہارے پیشوا محمد رسول صلعم نے کیا فرمایا ہی کیا اس فرمانے کے بعد بھی ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا غلام بنا سکتا ہی — پیارے پیغمبر رحمۃللعالمین نے فرمایا کہ " کوئی تم میں سے میرا غلام اور میری لونڈی ہرگز نہکے تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں مگر یوں کہو کہ میرا بچا اور میری بچی اور میرا لڑکا اور میری لڑکی " علاوہ اس کے آنحضرت صلعم نے غلاموں کے آزاد کرنے پر ہمیشہ رغبت دلائی ہی اور فرمایا

ان رسول الله صلعم قال لایقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید الله وکل نساء کم اماء الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی و فتای وفتاتی (مسلم کتاب الالفاظ من الادب)

ہی کہ کوئی کام خدا کے نزدیک غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کرنیکا نہیں ہی *

اب ہم ثبوت مذہب اسلام کی رو سے غلامی کی نسبت کچھہ لکھنا چاہتے ہیں — اسمیں کچھہ شک نہیں کہ اسلام نے آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ بموجب قدیم رسم جاہلیت کے غلام ہوچکے تھے اُن کی آزادی کا احساناً بلاعوض زر معاوضہ کے حکم نہیں دیا وہ بدستور اُن لوگوں کے ملک رہے جن کے وہ غلام ہوچکے تھے — اگر کوئی ناسمجھہ یہہ الزام مذہب اسلام پر دے کہ اُن کو بھی دفعتاً کیوں نہ آزاد کردیا تو اُس کی اس ناسمجھی کا ہمارے پاس کچھہ علاج نہیں ہی — مگر اس ناسمجھہ کے دل کو اُن تمام باتوں کے جاننے

سے جو ہم نے اوپر بیان کیں اسقدر تو ضرور تسلی ہوگی کہ اُن بد قصیبوں کی جو اب حالت غلامی کی ترمیم اور تخفیف میں جو کچھ اسلام نے کیا وہ کچھ کم نہیں ہی اور ایسا رحم و شفقت جو اسلام نے اُن کی نسبت کیا بے مثل و بے نظیر ہی اور متعدد تدبیریں اور تاکیدیں اور ہدایتیں اُن کی آزاد ی کی نسبت کیں اور طرح طرح سے آزاد کرنے پر رغبتیں دلائیں ہاں بلاشبہہ جو سمجھدار اور دانشور لوگ ہیں وہ سمجھینگے کہ آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ غلام ہوچکے تھے اُن کی آزاد ی کا دفعتاً حکم دیدینا محالات عملی سے تھا اور غلامی کے معدوم کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ تھی کہ آیندہ سے غلاموں کا ہونا بند کردیا جاوے اور پچھلے غلاموں کی آزاد ی اور غلامی کی حالت کی ترمیم کی تدبیر کی جاوے — پس یہی کام اسلام نے کیا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ کام کسی انسان کا نہیں ہی بلکہ اُسی کا ہی جسنے انسان میں حسن معاشرت کو پیدا کیا ہی *

بقول مسٹر ہگنز کے گو حضرت مسیح نے غلامی کو موقوف نہ کیا ہو مگر ہم نہایت خوشی اور فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے پیارے حضرت محمد رحمۃ للعالمین نے غلامی کو بالکل موقوف کردیا تمام قوا عد اور قانون غلامی کے جنکی رو سے ایک شخص دوسرے کا مملوک ہوجاتا تھا اور جو قدیم زمانہ کے بت پرستوں اور اُس وقت کی تمام دنیا میں بطور ایک ملکی رسم کے جاری تھی اور جن رسموں کو اُس بڑے مقدس متقی موسیٰ نے بھی بطور ملکی قانون کے اپنی مقدس کتاب میں داخل کیا تھا اور جنکو حضرت مسیح نے بھی نہیں توڑا تھا اور جنکو حضرت مسیح کے حواریوں نے بھی تسلیم کیا تھا دفعتاً منسوخ کردیا اور تمام پرانی رسموں اور معطول قانونوں کو ایک دو لفظ کے فرمانے سے کہ " اما مناً بعد و اما فداء " مٹا دیا —

یتیمی کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

صلی اللہ علیہ وسلم — بابی انت وامی یا رسول اللہ *

اُس رسول مقبول ہادی دمالرقمت ناصرالانسان رحمۃ للعالمین نے اپنے مبارک ہونٹوں سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ یہہ حکم دیتا ہی کہ جب تم مقابلہ ہو کافروں کے تو گردنیں کاٹو جبکہ تم اُنپر غلبہ حاصل کرچکو تو اُنکو قید کرلو پھر قید کرنے کے بعد یا تو اُن پر احسان رکھو کہ یا اُن سے فدیہ یعنی چھوڑائی لیکر چھوڑ دو *

فاذالقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتمو ھم فشدالوثاق فاما منا بعد واما فداء (سورہ محمد آیت ۴) —

اس آیت سے پایا جاتا ہی کہ کافروں کے مغلوب ہوجانے پر جو اُن کے قید کرنے کا حکم ہی اُس سے مقصد اُن کی جان بچانا ہی اور قید کرنے کے بعد جو حکم اُنکی نسبت ہی

وہ دو امر میں منحصر ہی — ایک تو احسان رکھکر چھوڑنے میں اور دوسرے اُن سے چھوڑائی لیکر چھوڑنے میں — جب دو حکم دیئے جاتے ہیں تو اُن لوگوں کو جنکی نسبت وہ حکم ہیں اسقدر تو ضرور اختیار رہتا ہی کہ اُن دونوں میں سے جونسی حکم کی چاہیں تعمیل کریں مگر دونوں میں سے ایک کا بجالانا واجب ہوتا ہی — اُنکو یہہ اختیار نہیں ہوتا کہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہ کریں بلکہ کوئی اور امر اختیار کریں - پس قیدیوں کے ساتھہ ان دونوں حکموں میں سے ایک کا عملدر آمد کرنا واجب ہی — ان احکام دوگانہ سے جو خدا نے دیئے رقیت یعنی قیدیوں کا لونڈی اور غلام بنانا بالکل نیست و نابود ہوگیا ہی - ہاں یہہ بات ہوسکتی ہی کہ اگر کوئی شخص قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنا چاہے تو جبتک فدیہ ادا نہو اُسوقت تک اُسکو قید رکھے - مگر وہ قیدی بدستور ایک قیدی ہوگا اور رقیت و مملوکیت کسی حالت میں اُسپر طاری نہ ہوگی — اور جب قیدی سے فدیہ کا ادا ہونا ناممکن ہوگا تو درحقیقت تعمیل ایک حکم کی ناممکن ہوگی اور اسی لیئے اُس پہلے حکم کی تعمیل واجب ہوگی *

ہمارے ہاں کے عالموں کی رائے میں اس امر کی نسبت اختلاف ہی کہ کن صورتوں میں قیدیوں کو احسان رکھہ کر چھوڑنا چاہیئے - بعض کی یہہ رائے ہی کہ اُنکو صرف اُس حالت میں چھوڑنا چاہیئے جبکہ وہ مسلمانوں کی رعایا ہوکر مسلمانوں کے ملک میں رہنا قبول کریں - اور بعضوں کی یہہ رائے ہی جو بظاہر معقول بھی معلوم ہوتی ہی کہ قیدیوں کو بغیر کسی شرط کے چھوڑ دینا چاہیئے اور کوئی شرط اُنپر نہ لگائی جاوے اور چھوٹ جانے کے بعد اُنکو اختیار ہی کہ چاہیں مسلمانوں کے ملک میں رعیت ہوکر رہیں اور چاہیں اپنے خاص ملک کو چلے جاویں — قران مجید کی مذکورہ بالا آیت میں احسان رکھہ کر چھوڑ دینے کی حالت میں کوئی قید و شرط نہیں لگائی ہی اور اسی لیئے ہمارے نزدیک پچھلی رائے اُن عالموں کی پہلی رائے سے زیادہ مستند و معتبر و صحیح ہی *

دیکھو کتابت یعنی بمعاوضہ روپیہ کے خط آزادی لکھہ دینے اور فدیہ لیکر چھوڑنے میں چنداں فرق نہیں ہی اگلے غلاموں کی نسبت جو کتابت کا حکم ہی وہ اگلے غلاموں کی آزادی کی نہایت معتبر دستاویز ہی *

جس نالایق اور خراب اور قابل افسوس حالت سے غلامی کا زوال مسلمان ریاستوں میں (بعض عیسائی ملکوں میں بھی) ہوتا ہی اُس کو دیکھکر ہمکو کچھہ کم رنج نہیں ہوتا مگر ہم اس خطبہ کے پڑھنے والوں کو یقین دلاتے ہیں کہ جو شخص خون اُسکا پوتا کرتا ہی یا اوروں کو کرنے دیتا ہی وہ تہمت اسلام کے حکم اور اُس کے عالی اصولوں کے برخلاف عمل کرتا ہی اور وہ ضرور ایک دن اُس حقیقی شہنشاہ کی ہیبت ناک عدالت میں بطور ایک گنہگار کے حاضر ہوگا خواہ مکہ میں جاکر یہہ کام کرے یا مدینہ میں *

سرولم مور اسلام میں ایک یہہ نقص بتلاتے ہیں کہ " اسلام میں مذہب کے معاملہ میں راے کی آزادی روک دی گئی ہی بلکہ بالکل معدوم کردی ہی " *

مگر سرولم مور کی اُس راے کا جس سے وہ مذہب الاسلام میں مذہبی راے کی آزادی نہونے کا نقص نکالتے ہیں ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھنا نہایت مشکل ہی - کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اسلام میں ایسی کونسی چیز ہی جو مذہبی معاملات میں آزادی راے کو روکتی اور معدوم کرتی ہی اور اور مذہبوں میں کونسی ایسی بات ہی جو اُس آزادی کی اجازت دیتی ہی *

یہودی جن کی کتب مقدسہ گویا مذہب اسلام اور مذہب عیسائی دونوں کی بنیاد ہیں یہہ پکا عقیدہ رکھتے ہیں کہ توریت کا ہرایک لفظ معہ اُس کے تاریخی مضمون کے باوجودیکہ اُن کے مصنف بھی معلوم نہیں ہیں وحی آسمانی ہیں اور اس لیئے سہو و خطا و غلطی سے بالکل مبرا ہیں اور ہرایک انسان کو بغیر ذرا سے بھی تامل کے اور بغیر کسی حجت کے اور بغیر استعمال کرنے اپنے قواے عقلیہ کے اُن کے حق ہونے کا اعتقاد کرنا چاہیئے *

عیسائیوں کا یہہ حال ہی کہ بلحاظ اعتقاد نسبت کتب مقدسہ کے وہ دو فرقہ ہوگئے ہیں ایک وہ جو یہہ یقین کرتے ہیں کہ کتاب مقدس تمام و کمال وحی من السماء ہی - دوسرا وہ جو صرف اُس کے ایک حصہ کو وحی سمجھتا ہی جو مسائل و احکام سے متعلق ہی اور دوسرے حصہ یعنی تاریخی حالات کو وحی نہیں سمجھتا *

مگر قطع نظر اُس اختلاف سے جو عیسائیوں کو کتب مقدسہ کے اعتقاد اور اُن کے وحی ہونے کی نسبت ہی اُن کو دو ایسے بڑے بڑے مذہبی مسائل پر یقین کرنا فرض ہی جن کے سبب سے مذہبی معاملات میں آزادی راے کامل طور سے بالکلیہ نیست نا بود ہوجاتی ہی اور اس لیئے عیسائی خدا کی برگزیدہ قوم (یعنی یہود) سے بھی زیادہ خراب حالت میں ہیں اور وہ دو مسئلے یہہ ہیں *

ایک مسئلہ " توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید " کا ہی - یہہ ایک نہایت عجیب طور کا مسئلہ ہی جس کی نسبت عقل کو کام میں لانا منع ہی - لفظ تثلیث کا خدا کے تین مقدس جسموں کے ظاہر کرنیکو حضرت عیسیٰ کی دوسری صدی تک یعنی اُسوقت تک جبکہ تھیوفلس بشپ آف ایفسوس نے اُسکو ایجاد کیا جاری نہیں ہوا تھا اور یہہ تثلیث کا مسئلہ مذہبی کونسل نائس یا نائسیا میں بھی جو ۳۲۵ برس بعد حضرت عیسیٰ کے ہوئی تھی اور جس میں ایریس کے مسائل کی نسبت اعتراض کیا گیا تھا طے نہیں ہوا تھا اور کچھہ اسی پر موقوف نہیں ہی کیونکہ پارسن اور اور مشہور و معروف یونانی عالموں کی تحقیقات سے یہہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ اصل عبارت متن انجیل کی جسپر خاص

اِس مسئلہ کا استدلال کیا جاتا ہی الحاقی ہی — پس اگر اعتقاد کی خوبی نہایت عجیب و مشکل و خلاف عقل مسایل پر اعتقاد لانے میں ہو تو بلاشبہہ عیسائیوں کا اعتقاد بہت بڑا اعتقاد متصور ہوگا — قبل اس کے کہ کوئی شخص عیسائی کہلاوے اور اُسکو عیسائیوں کے حقوق خدا کی بارگاہ میں حاصل ہوں اُسکو اس مسئلہ عجیب و غریب پر پکا اعتقاد لانا چاہیئے — تمام عیسائی یہہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ یہہ مسئلہ قانون قدرت اور آئین عقل کے بالکل برخلاف ہی تاہم آنکھہ بند کرکے اور عقل کو محض بیکار و معطل چھوڑکر نہایت اصرار و تعصب سے اُسپر اعتقاد کرنا چاہیئے — دلایل و عقل کو اُس میں دخل دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہی *

دوسرا مسئلہ فدیہ کا یعنی حضرت عیسی کا تمام بنی نوع انسان کے پچھلے اور حال کے اور آیندہ کے گناہوں کے عوض صلیب پر چڑھنے اور جان دینے کا ہی — اور یہہ ایک ایسا مسئلہ ہی جو قدرت اور عقل دونوں کے برخلاف ہی اور یہہ مسئلہ بھی ایسا مسئلہ ہی جس سے معاملات مذہبی میں آزادی رائے بالکل معدوم ہوجاتی ہی — اگرچہ یہہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ مسئلہ فدیہ کا ایک ایسا مسئلہ ہی جس کے سبب سے انسان اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں رہتا اور بدی اور بد اخلاقی کے دروازہ کو کھولدیتا ہی کیونکہ جس قدر کثرت سے کوئی گناہ کرے گا اُسیقدر زیادہ نجات دینے والے کی نیکی کا ثبوت ہوگا بقول شخصے *

"گناہ من ار فاضلے در شمار * ترا نام کے بودے آمرزگار"

پس جو کوئی زیادہ گناہ کریگا وہی شخص زیادہ رحمت کا مستحق ہوگا جو حق ایک نیرنے ولی کو ہونا چاہیئے — اس لیئے سب سے بڑا گنہگار سب سے بڑا ولی ہوگا — مگر ہم ایسی رائے کو پسند نہیں کرتے اور سچے ایمانداروں کو جو وہ کسی معبود حق یا باطل پر یقین رکھتے ہوں اُن کا نیکو کار ہونا لازم سمجھتے ہیں — مگر افسوس یہہ ہی کہ فدیہ کے بعد بھی دوزخ بالکل خالی نہوگی کیونکہ عیسائی مذہب کے موافق بھی تمام کافر جو بیشمار گروہ ہیں اور جن کے بیشمار نام ہیں سب دوزخ میں جاوینگے اور اُس کے تنگ و تاریک مکانوں میں قید رہینگے *

ایک مسئلہ مذہب عیسوی کا جو سرنوشت کے نام سے مشہور ہی حسن معاشرت کے حق میں ویسا ہی مضرت بخش ہی اگر اُس مسئلہ کا معتقد نیک طبیعت اور صاف دل ہو تو بآسانی اُس کو یقین ہوجاتا ہی کہ خداوند تعالے نے ازل سے اُس کا نام کتاب حیات میں لکھہ رکھا ہی اور اسیوجہہ سے وہ خیال کرتا ہی کہ اگر اُس کی برائیاں اور اُس کے گناہ سمندر کے کناروں کے ریت کے برابر بھی ہوجاویں تب بھی اُس کا نام صفحہ کتاب حیات سے نہ مٹاسکینگے اور اگر وہ کم بخت بے نصیب پھچدار اور بد خصلت خشک

طبیعت عبوس صورت ہی تو وہ سمجھتا ہی کہ اُس کا نام صفحہ کتاب حیات میں مندرج نہیں ہی اور اس لیئے وہ اپنے قدرتی مزاج کے خراب ہونے کو روکنے کی کچھہ پرواہ نہیں کرتا اور نیکی کیطرف رجوع کرنے کو اُسے کوئی ترغیب نہیں رہتی *

مذہب اسلام کی نسبت یہہ بات بڑے اطمینان اور بھروسہ سے کہی جاسکتی ہی کہ سرولیم میور نے جو رائے اُس کی نسبت لکھی ہی وہ تہمت اسلام کے بالکل برخلاف ہی — بلکہ مذہبی عقیدہ اور مذہبی معاملات میں جو آزادی رائے اسلام نے دی ہی وہ بے نظیر ہی اور شاید دنیا میں کوئی مذہب اس معاملہ میں اُس سے فایق نہیں ہی *

ہم اس مقام پر ایک مشہور و معروف فرانسیسی عالم یعنی ایم تی سفت ہلیئر کی رائے نقل کرتے ہیں جس سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ ہم اپنی اس تحریر کی تائید میں صرف اپنے ہم مذہبوں ہی کی شہادت کو پیش نہیں کرتے بلکہ اور مذہب اور خصوصاً مذہب عیسائی کے فیاض اور دانشمند بے تعصب معتقدوں کی بھی شہادت پیش کرسکتے ہیں *

مصنف موصوف نے لکھا ہی کہ " اسلام میں کوئی بات مشتبہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھکر بطور اعجوبہ کے نہیں ہی — مذہب اسلام خود اس بات کے مخالف ہی کہ وہ کسی پردہ میں پوشیدہ کیا جاوے اور اگر اب تک اُس میں چند شبہات موجود ہیں تو اُس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہی کیونکہ وہ ابتدا ہی سے ایسا صاف اور سچا ہی جتنا کہ ہونا ممکن ہی " *

اب مذہب اسلام کی آزادی رائے کا حال مذہبی معاملات کی نسبت غور کرو — دین محمدی صلعم کی رو سے تمام مذہبی روایتوں اور حدیثوں کی نسبت ہر ایک شخص آزادانہ رائے دے سکتا ہی راویوں کی نسبت — روایت کے مضمون کی نسبت — نہایت آزادانہ تحقیقات و تفتیش کرنے کا اور اُن تمام روایتوں اور حدیثوں کو جو اُس کی آزادانہ تحقیقات اور بے تعصب رائے میں تحقیق کے بعد نامعتبر ٹہریں نامقبول کرنے کا ہر ایک شخص کو کلیۃ اختیار حاصل ہی — جو روایتیں اور حدیثیں کہ غور و فکر اور تحمل سے تحقیقات کرنے کے بعد عقل اور قدرت کے برخلاف ثابت ہوں یا اُڑر کسی طرح موضوع قرار پاویں یا جو روایتیں اور حدیثیں بے سند ہوں اُن سب کو رد کردینے کا کلیۃ مجاز ہی — مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہی کہ " حدیث بے سند گوز شتر است " یہہ قول ایک ایسے بڑے شخص کا ہی جسکو لوگوں نے نبی سے کچھہ ہی کم مان رکھا ہی *

قران مجید کی نسبت بھی جس کے ہر ایک لفظ کو مسلمان رحی سے مانتے ہیں مذہب اسلام میں جسقدر آزادی حاصل ہی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہی — ہم نے قران مجید کے سچے ہونے کو بھی اُسکے سچے ہونے سے مانا ہی — تہمت مذہب اسلام کی

ہو سے ہر ایک شخص کو آزادي ہی کہ خود قران مجید کے احکام پر غور کرے اور جو ہدایت اُس میں پاوے اُسپر عمل کرے — کوئی شخص کسي دوسرے کي راے اور اجتہاد اور سمجھہ کا پابند نہیں ہی — مذہب اسلام میں ایسي قوت کسي کو نہیں ہی کہ دوسرے کو خواہ نخواہ برخلاف اُسکے سمجھہ کے اپني اطاعت اور اپنے اجتہاد کي پیروي پر مجبور کرے — ہر شخص آپ اپنے لیئے مجتہد ہی — صحابہ جنکو ہم بعد پیغمبر کے بزرگ سمجھتے ہیں اُنکي نسبت بھي اکابر مذہب اسلام کا یہہ قول ہی کہ " نحن رجال وہم رجال " پس اس سے زیادہ اور کیا مذہبي معاملات میں آزادي راے ہوسکتي ہی *

مگر ہم یہودي اور عیسائي مذہب میں اس قسم کي آزادي راے معاملات مذہبي میں نہیں دیکھتے - مذہب اسلام میں یہہ بھي ہدایت نہیں ہی کہ اُسکا جو سب سے بڑا اصول ہی یعني خدا کے وجود اور اُسکي وحدانیت کا ماننا وہ بھي اندھا دھوندي کے اعتقاد اور بے مداخلت عقل اور بے سمجھے غلامانہ طور پر تسلیم کرلیا جاوے - کیونکہ خود قران مجید ہي اس بڑے مسئلہ کو جبر و سختي و نا سمجھي سے تسلیم کرنے کو نہیں کہتا بلکہ دلیلوں اور قدرتي نشانیوں سے اُسکو سکھاتا ہی - قران مجید میں سب سے پہلے خدا تعالی کے وجود اور اُسکي وحدانیت کو تمام قدرتي چیزوں کے وجود سے ثابت کیا ہی اور اُسکے بعد اُس لازوال ہستي اور ہمہ راستي پر یقین کرنے کي ہدایت کي ہی - چنانچہ اُس پاک کتاب میں لکھا ہی کہ " خدا کے ہونے کي نشانیوں میں سے یہہ بھي ایک نشاني ہی کہ تمکو مٹي سے پیدا کیا پھر تم چلتے پھرتے آدمي ہوئے - خدا کے ہونے کي نشانیوں میں سے ہی کہ تمکو پیدا کیا اور تمھي میں سے تمھارے لیئے جوڑا بنایا کہ اُس سے تمکو چین ہو اور آپس میں تمھاري محبت و شفقت پیدا کي اسي میں اُن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے ہیں خدا کے ہونے پر بہت سي نشانیاں ہیں — خدا ہونے کي نشانیوں میں سے ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمھاري زبانوں بولیوں کا اور تمھارے بہانت بہانت کے رنگوں کا ہونا ان چیزوں میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیئے خدا کے ہونے پر بہت سي نشانیاں ہیں خدا کے ہونے کي نشانیوں میں سے ہی تمھارا رات میں اور دن میں سو رہنا اور اُس کي مہرباني سے رزق کا تلاش کرنا اسي میں اُن لوگوں کے لیئے جو بات کو سنتے یعني

ومن آیاته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون -

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة و رحمة ان في ذلک لایات لقوم یتفکرون -

و من آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان في ذلک لایات للعالمین -

و من آیاته منامکم باللیل والنهار و ابتغاؤکم من فضله ان في ذلک لایات لقوم یسمعون -

و من آیاته یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیي

به الارض بعد موتها ان في ذلك لايات لقوم يعقلون —
ومن آياته ان تقوم السماء والارض بامره
و من آياته ان يرسل الرياح مبشرات ولذيقكم من رحمته ولتجري الفلك بامره —
الله الذي يرسل الرياح فتثير سحابا فيبسطه في السماء كيف يشاء ويجعله كسفا فترى الودق يخرج من خلاله —
الله الذي خلقكم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوة ثم جعل من بعد قوة ضعفا وشيبة (سورة روم)
الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها و من الجبال جدد بيض و حمر مختلف الوانها و غرابيب سود و من الناس والدواب و الانعام مختلف الوانه كذالك (سورة فاطر)
ان في السموات والارض لايات للمومنين وفي خلقكم وما يبث من دابة آيات لقوم يوقنون واختلاف الليل والنهار و ما انزل الله من السماء من رزق فاحيا به الارض بعد موتها و تصريف الرياح آيات لقوم يعقلون — تلك آيات الله نتلوها عليك بالحق فبا ی حديث بعد الله وآياته يومنون (سورة جاثية) —
هوالذي انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات كل شي فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا و من النخل من طلعها قنوان دانية وجنات من اعناب والزيتون و الرمان مشتبها وغير متشابه انظروا الى ثمره اذا اثمر وينعه ان في ذالكم

سمجھتے ھیں خدا کے ھونے پر بہت سي نشانیاں ھیں — خدا کي ھونے کي نشانیوں میں سے ھی بجلي کي چمک اور کڑک کا تمکو دکھلانا جس سے تم ڈر جاتے ھو اور مینھہ برسنے کے لالچ کرتے ھو اور برساتا ھی آسمان سے مینھہ پھر مري ھوئي یعني خشک زمین کو زندہ یعني ھرا کردیتا ھی اسمیں اُن لوگونکے لیئے جو سمجھدار ھیں خدا کے ھونے پر بہت سي نشانیاں ھیں " خدا کے ھونے کي نشانیوں میں سے ھی کہ اُسیکے حکم سے آسمان و زمین کھڑے ھیں — خدا کے ھونیکي نشانیوں میں سے ھی کہ مینھہ کي خوش خبري لانے والي ھوا کو چلاتا ھی تاکہ اُس کي رحمت کا تم مزا چکھو اور اُس کے حکم سے پاني سے کشتیاں چلیں — خدا وہ ھی کہ ھوا چلاتا ھی پھر وہ بادلوں کو ھانک لاتي ھی پھر جس طرح چاھتا ھی آسمان میں پھیلا دیتا ھی اور پھر بادلوں کا دل کردیتا ھی پھر اُن میں سے بوندیں ٹپکاتا ھی — خدا وہ ھی جس نے تمکو پہلے نہایت ھیچ فاتواں پیدا کیا پھر تمکو فاتواني سے قوي کیا پھر قوي سے ضعیف کردیا اور بڑھاپے سے تمہارے بال بھي سفید کردیئے — کیا تونے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پاني برسایا پھر اُس سے رنگ برنگ کے پھل پیدا کیئے اور پہاڑوں میں سفید و سرخ اور سیاہ بھجنگ تھیں نکالیں اور اسي طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپاؤں میں طرح بہ طرح کے رنگ بنائے — آسمانوں میں اور زمین میں خدا کے ھونے پر یقین والوں کے لیئے بہت سي نشانیاں ھیں اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جانوروں کو بہتایت سے پھیلا نے میں یقین والوں کے لیئے بہت سي نشانیاں ھیں اور رات کے جانے اور دن کے آنے اور اُن کے بڑا ھونے اور چھوٹا ھونے اور آسمان سے مینھہ کے برسنے پھر مردہ زمین کے زندہ کرنے اور ھوا کے ادل بدل کرنے میں سمجھدار لوگوں کے لیئے بہت سي نشانیاں ھیں — یہ اللہ کي نشانیاں ھیں جو ٹھیک تجھکو بتلاتي ھیں —

لايات لقوم يومنون (سورة انعام)
هوالذي مدالارض وجعل فيها رواسي وانهارا ومن كل الثمرات فيها جعل زوجين اثنين يغشي الليل النهار ان في ذلك لايات لقوم يتفكرون (سورة رعد) —
وفي الارض قطع متجاورات و جنات من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقى بماء واحد ونفضل بعضها على بعض في الاكل ان في ذلك لايات لقوم يعقلون (سورة رعد) —
الذي جعل لكم الارض مهدا و سلك لكم فيها سبلا و انزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجا من نبات شتى كلوا وارعوا انعامكم ان في ذلك لايات لاولي النهى (سورة طه) —
والانعام خلقها لكم فيها دف ومنافع ومنها تاكلون ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون وتحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس (سورة نحل)
وان لكم في الانعام لعبرة نسقيكم مما في بطونها من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين (سورة نحل) —
و من آياته الجوار في البحر كالاعلام ان يشاء يسكن الريح فيظللن رواكد على ظهره ان في ذلك لايات لكل صبار شكور (سورة شورى) —
والله اخرجكم من بطون امهاتكم لاتعلمون شيأ وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون —

پھر کونسی بات ہی جسپر اللہ کی اور اُسکی نشانیوں کے بعد ایمان لاینگے — خدا وہ ہی جو برساتا ہی آسمان سے پانی پھر پانی کے سبب ہم نے تمام اوگنے والی چیزیں پائیں پھر ہم نے اُس سے سبز پودے نکالے جس میں سے دانوں کے گچھے نکلتے ہیں اور کھجور کے درختوں میں اُنکی پھلنگ میں سے پھل کے بوجھ سے زمین کو جھکے ہوئے کابھے نکلتے اور انگور اور زیتونوں اور انار کے باغ ایک سے اور الگ طرح کے اُگتے ہیں دیکھو اُس کے پھل کو جبکہ وہ پھلے اور پکے اُس میں بھی بلاشبہہ اُن لوگوں کے لیئے جو ایمان والے ہیں خدا کے ہونے کی نشانیاں ہیں — اللہ وہ ہی جس نے زمین کو ایسا بڑا بنایا اور اُس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور اُس میں تمام پھلوں کو دو دو بنایا — رات سے دن کو چھپا دیتا ہی اس میں بھی بے شک اُن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں — اور زمین کے مختلف ٹکڑے آپس میں ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ ہیں کھیت ہیں اور کھجور کے درخت ہیں کسی کی بہت گھنی شاخیں ہیں اور کسی کی چھدری جو ایک سے پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور کھانے میں ایک دوسرے سے مزیدار ہیں اس میں بھی بیشک اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں — وہ خدا ہی جس نے تمہارے لیئے زمین کو پلنگوڑھا بنایا اور تمہارے لیئے اُس میں رستے جاری کیئے اور آسمان سے مینھہ برسایا پھر ہم نے پانی کے سبب مختلف اُگنے والی چیزوں کے جوڑے نکالے کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ اس میں بھی عقل والوں کے لیئے خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں اور تمہارے لیئے مویشی کو پیدا کیا اُن میں گرم ہونے کا سامان اور بہت سے منافع ہیں اور اُن ہی میں سے تم کھاتے ہو اور تمکو اُن سے زیبایش ہی جبکہ شام کو چرا کر لاتے ہو اور چرانے کو لے جاتے ہو اور تمہارا بوجھ کسی شہر کو

الم يروا الى الطير مسخرات في جو السماء مايمسكهن الا الله ان في ذلك لايات لقوم يومنون (سورة نحل) —

اوتھا لیجاتے ھیں جہاں تم بغیر ادہ موٹے ھوئے نہ پہونچ سکتے تھے — اور تمہارے لیئے مویشی میں ایک بڑی تصوحت ھی ھم تمکو وہ چیز پلاتے ھیں جو اُن کے پیٹ میں گوبر و لہو کے سبب بنتی ھی یعنی اچھا خاصا دودہ جو پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اوتر جاتا ھی — اور خدا کے ھونے کی نشانیوں میں ھیں پہاڑوں کی مانند جہاز سمندر میں چلنے والے اگر خدا چاھے ھوا بند کردے وہ سمندر کی پیٹھ پر ٹھر جاویں اس میں بھی بیشک اُن لوگوں کے لیئے جو صابر و شاکر ھیں خدا کے ھونے پر نشانیاں ھیں — اور اللہ نے تمکو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا تم کچھہ نہیں جانتے تھے بنایا تمہارے لیئے سننا تاکہ تم شکر کرو کیا تم پرندوں کو نہیں دیکھتے جو ادھر آسمان کی وسعت میں ھیں کون اُن کو تھامے ھوئے ھی بجز خدا کے اس میں بھی بیشک اُن لوگوں کو جو ایمان والے ھیں خدا کے ھونے پر نشانیاں ھیں " *

اگر چند آیتوں کے مضامیں کو مختصراً ایک جگہہ جمع کردیا جاوے تو معلوم ھوگا کہ کس خوبی اور فصاحت و بلاغت سے خدا کے ھونے پر قدرتی چیزوں سے استدلال کیا گیا ھی — دنیا کو دیکھو کہ وہ کیسی عجیب چیز ھی — تاروں بھرا آسمان — اندھیرے کو اوجالا کرنے والا سورج — گھٹنے بڑھنے والا — اندھیری رات میں چاندنی کے سے پتلے بچھا دینے والا چاند — دریا کی موجوں اور بے نشان رستوں میں رستہ بتانے والے ستارے خدا کی طرح بہ طرح کی صنعتیں کھلی ھوئی آنکھوں والوں کو خدا کے ھونے کی بڑی نشانیاں ھیں — یہہ زمین خدا نے تمہارے لیئے بنائی اُس میں ھر طرف کو جانے آنے کے رستے رکھے تم اُس پر رھتے ھو اور ادھر اودھر پھرتے ھو — بادلوں کے بے انتہا دل اس نیلے گھیرے کے سینہ میں پیدا ھوتے ھیں کھڑے رھتے ھیں ڈولتے پھرتے ھیں پھر غایب ھوجاتے ھیں کہاں سے آتے ھیں اور کہاں چلے جاتے ھیں — یہہ پہاڑوں کی صورت کے اجگر بادل روئی کے پھوٹے کی طرح ھوا کے جھوکے سے اوڑنے پھرنے والے دل کے دل موسلا دھار مینھہ برساتے ھیں بژمردہ زمین کو سرسبز کرتے ھیں — گھاس اوگتی ھی اونچے اونچے کھجور کے درخت پتوں کی خوشنما چھتریوں سمیت اوگتے ھیں جن کے گرد کھجوروں کے گچھے لٹکتے ھیں کیا یہہ اُس کے پیدا کرنے والے ھونے کی نشانیاں نہیں ھیں — تمہاری مویشی بھی کیا عجیب نہیں ھی — تمہارے لیئے گھانس کو دودہ بنا دیتی ھی اُس کے اُون سے تم اپنی پوشاکیں بناتے ھو — دن بھر جنگل میں چرتی ھیں شام کو صف باندھکر تمہارے گھر آتی ھیں — پھر اُن بڑے بڑے پہاڑوں یعنی جہازوں کو دیکھو جو اپنے کوڑے کے پر پھیلائے سمندر کی لہروں پر دوڑتے اوڑتے پھرتے ھیں — پر پھیلاتے ھیں جست کرتے ھوئے جاتے ھیں ھوا اُن کے لیئے موتی ھے . مگر جب خدا نے ھوا بند کرلی تو وہ مردہ کی طرح پڑے ھیں

پھر ہل تک نہیں سکتے کیا یہہ ایک کرشمہ نہیں ہی - تم کیا کرشمہ چاہتے ہو تم خود کیا کچھہ کرشمہ نہیں ہو - چند برس پہلے تمہارا وجود نہ تھا - تمکو خدا نے مٹی سے پیدا کیا - چیونٹے سے بڑا کیا - خوبصورت بنایا — طاقت تمکو دی — خیالات کی قوت تم میں رکھی — تمکو ایک دوسرے پر رحم آتا ہی - اگر تمکو ایسا نہ بناتا تو تمہارا کیا حال ہوتا - پھر تمہارے بال سفید ہوتے ہیں - تمہاری طاقت گھٹ جاتی ہی - ناتواں ہوجاتے ہو - پھر تمہارا وجود نہیں رہتا - یہہ سب چیزیں اُس کے بنانے والے ہونے کی نشانیاں ہیں *

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار * ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تمام قرآن اسی قسم کے قدرتی مضامین سے بھرا ہوا ہی جن سے اُس علۃ العلل یعنی خدا کے ہونے پر استدلال کیا ہی - پھر خدا کی وحدانیت کی دلیلیں عام فہم طریقہ پر بیان کی ہیں اور یوں فرمایا ہی کہ " کسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور کس نے تمہارے لیئے آسمان پر سے مینہہ برسایا پھر ہمنے اُس سے فرحت بخش باغ اُگائے تم اُن کے درخت نہیں اُگا سکتے تھے کیا خدا کے ساتھہ کوئی اور خدا ہی مگر کافر وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ سے پھر جاتے ہیں — کس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہہ بنایا اور کس نے اُس میں دریا بنائے اور کس نے زمین کے پہاڑ بنائے اور کس نے دو سمندروں میں جزیرہ بنایا - کیا خدا کے ساتھہ کوئی اور خدا ہی مگر بہت کافروں میں سے نہیں جانتے — اگر آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو دونوں برباد ہوجاتے " *

امن خلق السموات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدایق ذات بھجۃ ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون - امن جعل الارض قراراً و جعل خلالھا انہارا وجعل لھا رواسی و جعل بین البحرین حاجزا ءالہ مع اللہ بل اکثر ھم لایعلمون (سورہ نمل) -

ہر گیاہکہ از زمین روید * وحدہ لا شریک لہ گوید

پس امور مذہبی میں جیسی آزادی رائے اسلام میں ہی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی * یہہ کہنا کہ اسلام کے نہ قبول کرنے کی لازمی سزا تلوار ہی مذہب اسلام پر سفیحانہ اُن سخت اور جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہی جو غیر مذہب والوں نے ناانصافی سے اُس پر کیئے ہیں یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دید و دانستہ حق پوشی کی نظر سے باندھے ہیں - اسلام صرف دلی یقین اور قلبی تصدیق پر منحصر ہی اور دلی یقین جبر و زبردستی سے پیدا ہی نہیں ہوسکتا - پس کیونکر یہہ بات خیال میں آسکتی ہی کہ جس چیز سے وہ بات پیدا ہی نہیں ہوسکتی جس کی ضرورت اسلام کے لیئے ہی اُس کے کرنے کو خود اسلام ہی ہدایت کرے - جو لوگ مذہب اسلام سے کچھہ بھی واقفیت رکھتے ہیں اور خدا کے کلام کو ایک ادنی توجہہ سے ہی دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ خیال کہ اسلام زبردستی و تلوار کے زور سے قبلوایا جاتا ہی قرآن مجید کے اس صاف

اور روشن حکم کے بالکل برخلاف ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی کہ " دین پر لانے میں کچھہ دباؤ ڈالنا نہیں ہی کیونکہ سیدھی راہ یعنی اسلام گمراہی یعنی کفر سے علانیہ کھل گئی ہی پھر جو کوئی بتوں کا منکر ہو اور اللہ پر ایمان لائے تو بیشک اُس نے نہایت مضبوط کنگورہ پکڑ لیا ہی جو توٹنے کے قابل نہیں ہی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہی " — ایک اور جگہہ خدا نے فرمایا ہی کہ " اگر چاہتا اللہ تو اور پروردگار تو سب جو زمین میں ہیں اکٹھے ایمان لے آتے پھر کیا تو دباؤ ڈال سکتا ہی لوگوں پر تاکہ مسلمان ہوجاویں (یعنی دباؤ سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا) کسی شخص کو یہہ بات ممکن نہیں ہی کہ بغیر حکم خدا کے ایمان لاوے اور اللہ اُن لوگوں پر ناپاکی ڈالتا ہی جو نہیں سمجھتے "*

لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقے لاانفصام لہا واللہ سمیع علیم (سورہ بقر آیت ۲۵۷) —

ولوشاء ربک لامن من فی الارض کلہم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین و ماکان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون (سورہ یونس آیت ۹۹ و ۱۰۰)۔

جس اصول پر کہ حضرت موسی نے کافروں پر تلوار کھینچی تھی اور یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک خدا کے حکم سے وہ تلوار کھینچی گئی تھی کہ تمام کافروں اور بت پرستوں کو بغیر کسی استثنا کے قتل و غارت و نیست و نابود کردیں — اُس اصول پر مذہب اسلام نے کبھی تلوار کو میان سے نہیں نکالا — اُس نے کبھی تمام کافروں اور بت پرستوں کے نیست و نابود کرنے کا یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کر کے اسلام قبلوانے کا ارادہ نہیں کیا — ہاں بلاشبہہ اسلام نے بھی تلوار کو نکالا مگر دوسرے مقصد سے یعنی خدا پرستوں کے امن اور اُنکی جان و مال کی حفاظت اور اُنکو خدا پرستی کا موقع ملنے کو اور یہہ ایک ایسا مقصفانہ اصول ہی جس پر کوئی شخص کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا *

اسلام میں سب سے بڑا مقصد جیسا اُس لازوال ہستی پر خود یقین لانا ہی ویسا ہی اُس کے وجود اور اُسکی وحدانیت کا علی العموم مشتہر کرنا ہی — شروع اسلام کے زمانہ کے مسلمانوں پر بہت بڑا فرض تھا اور حال کے زمانہ کے مسلمانوں پر بھی بقدر اُس حاجت اور ضرورت کے جو اب باقی ہی فرض ہی کہ کافروں میں اور کافروں کے ملک میں جاویں اور ایسے خدائے واحد کے وجود کا یقین جو دکھائی نہیں دیتا اپنے وعظ و نصیحت سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلاویں — جن ملکوں میں اس مقصد کے ادا کرنے میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہی اُس ملک پر اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت نہیں دی — مگر جب کافر خدا کے نام کی منادی کے مانع ہوں اور خدا پرستوں کو جان و مال کے امن سے نہ رہنے دیں جیسے کہ مکہ کے کافروں نے کیا اور پھر جہاں گئے وہاں بھی تعاقب میں دوڑے اُس وقت بلاشبہہ اپنا

بچاؤ کرنے کا اور خدا کے نام کو بلند کرنے کی غرض سے اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت دی ہی مگر اُسی وقت تک جہاں تک کہ یہہ مقصد حاصل ہو جاوے تاکہ مسلمانوں کو جان و مال کی حفاظت ہو اور بذریعہ وعظ و تلقین و پند و نصایح کے خدائے واحد ذوالجلال کا جلال لوگوں کے دل میں بٹھاویں تاکہ اُسی واحد حقیقی کی پرستش دنیا میں جاری ہو۔ مسلمان کافروں میں بہ امن و امان رہیں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت اور اخلاق محمدی سے خود اپنے تئیں مجسم اسلام بناویں تاکہ کافر اور اسلام کو اُس مجسم اسلام میں دیکھیں اور اسلام پر دل سے یقین لاویں *

ہمارے اس قول کی تصدیق کہ وہ تلوار صرف اُسی مقصد کے حاصل ہونے تک نکالی جاتی ہی نہ کافروں کے زبردستی مسلمان ہونے کے مقصد سے وہ اسبات سے ہوتی ہی کہ بمجرد حاصل ہونے اس مقصد کے تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی گو کہ ایک بھی کافر مسلمان نہ ہوا ہو *

یہہ مقصد یعنی یہہ کہ مسلمان امن سے رہیں اور خدائے واحد کی پرستش کیا کریں اور خدا کا نام لوگوں میں بلند کریں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت و اخلاق و محبت و ہمدردی سے اسلام کی مجسم صورت لوگوں کو دکھلاویں تین طرح سے حاصل ہوتا ہی یا یہہ کہ ایک مذہب ہو جاوے اور وہاں کے لوگ مسلمان ہوجاویں جیسا کہ مدینہ میں ہوا *

یا یہہ کہ صلح رہے یعنی یہہ کہ کفار اداے فرایض مذہبی سے متعرض نہ ہوں جیسیکہ ابتداءً مکہ میں تھا یا جن مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی اُن کا حال تھا یا کافر لڑائی کی حالت میں مسلمانوں کو ملک میں رہنے اور آمد و رفت کرنے اور اُن کی جان و مال کی حفاظت اور اداے فرایض مذہبی سے متعرض نہ ہونے پر صلح کرلیں *

یا یہہ کہ ملک فتح اور کفار مغلوب ہو جاویں تاکہ اُن کو طاقت تعرض کی مسلمانوں سے اداے فرایض مذہبی اور اعلاے کلمۃاللہ کی نہ رہے *

ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے مقصد حاصل ہونے کے بعد فوراً تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی گو کہ ایک کافر بھی مسلمان نہ ہوا ہو اور اگر پچھلے دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ میں امن قایم ہوا ہو تو کسی کو کسی کی مذہبی رسومات میں دست اندازی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا - ہر شخص کو آزادی رہتی ہی کہ بغیر اس کے کہ کوئی شخص اُس کو ایذا پہونچائے اپنے مذہب کی تمام رسومات کو ادا کرے *

اس بیان سے اُن مصنفوں کی بھی سخت غلطی صاف صاف ظاہر ہوتی ہی جنہوں نے لکھا ہی کہ "اسلام میں دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنے دینا مطلق نہیں ہی" ہاں

هم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ مسلمان فتحمندوں میں سے بعضوں نے نہایت بے رحمی کی اور دوسرے مذہب کی آزادی کو برباد کردیا — مگر مذہب اسلام کا اندازہ اُن کے افعال سے نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہم کو یہہ بات تحقیق کرنی چاہیئے کہ آیا اُنہوں نے مذہب اسلام کے مطابق عمل کیا یا نہیں اور اُس وقت ہم کو صاف یہہ بات معلوم ہوجاویگی کہ اُن کے افعال مذہب اسلام کے بالکل برخلاف تھے۔ مگر اسی کے ساتھہ ہمکو یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ مسلمان فتحمند جو اپنے مذہب کے بھی پابند تھے دوسرے مذہب کی آزادی میں خلل انداز نہ تھے اور اپنی تمام رعایا کو بلا لحاظ قوم و مذہب کے ہر طرح کا امن اور آزادی بخشتے تھے — تواریخ سے ہمکو بے شمار مثالیں مسلمان فتحمندوں کی دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھنے کی ملتی ہیں اور ہم اس مقام پر چند رایوں کو نقل کرتے ہیں جو اس باب میں عیسائی مصنفوں نے لکھی ہیں اور جن سے ثابت ہوتا ہی کہ دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھنا اسلام کی خاصیت میں سے ہی *

چیمبرز سائکلو پیڈیا میں ایک عیسائی مصنف نے جس کی ذات سے بہت کم توقع ہوسکتی ہی کہ وہ اسلام کا طرفدار ہو اسپین کے علم تواریخ پر ایک آرٹیکل لکھا ہی اور اُس نے اُس معاملہ میں یہہ لکھا ہی کہ " اسپین کے بقی اُمیہ خلفاء کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان کے ہی کیونکہ اُس سے اسپین کے ہمعصر (یعنی عیسائی) اور پچھلے مسلمان بادشاہوں کے مقابلہ میں بلکہ اس اُنیسویں صدی کے زمانہ تک اُن بادشاہوں کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہی یعنی اُن کا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات میں آزادی کا دینا " *

گاڈ فری ہگنز صاحب نے اس معاملہ کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ " کوئی بات ایسی عام نہیں ہی جیسا کہ عیسائی پادریوں کی زبانی مذہب اسلام کی مذمت اس وجہہ سے سنیے میں آتی ہی کہ اُس میں تعصب زیادہ ہی اور اُس میں دوسرے مذہب کو آزادی نہیں ہی — یہہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہی — وہ کون تھا — (عیسائی) جس نے مُور مسلمان باشندگان اسپین کو اسپین سے بایں وجہہ جلا وطن کر دیا تھا کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تھے اور وہ کون تھا (عیسائی) جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں باشندوں کو قتل کیا تھا اور اُن سب کو بطور غلام کے دیدیا تھا اس وجہہ سے کہ وہ عیسائی نہ تھے — مسلمانوں نے بمقابلہ اس کے یونان میں کیا کیا — کئی صدیوں سے عیسائی امن و امان کے ساتھہ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہیں اور اُن کے مذہب — اُن کے پادریوں — اُن کے بشپ — اُنکے بزرگوں — اُن کے گرجاؤں کی نسبت دست اندازی نہیں کی گئی ہی — جو لڑائی بالفعل (یعنی بزمانہ تحریر کتاب) یونانیوں اور ترکوں میں ہو رہی ہی وہ بہ نسبت اُس لڑائی کے جو حال میں دیسوارا کے حبشیوں اور

انگریزوں میں ہوتی تھی کچھہ زیادہ مذہب کی وجہہ سے نہیں ہی — یونانی اور حبشی اپنے فتحمندوں کی اطاعت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں اور اُنکا ایسا کرنا واجب ہی — جب کبھی خلیفہ فتحیاب ہوتے تھے اور وہاں کے باشندے مسلمان ہوجاتے تھے تو فوراً اُنکا رتبہ بالکل فتحمندوں کے برابر ہوجاتا تھا — ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے سپراسپین یعنی مسلمانوں کے ذکر میں بیان کیا ہی کہ " وہ کسی شخص کو ایذا نہیں دیتے تھے اور یہودی اور عیسائی سب اُن میں خوش و خورم تھے " *

" لیکن اگرچہ معلوم ہوتا ہی کہ محور اس وجہہ سے جلا وطن کیئے گئے تھے کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تھے مگر مجھکو گمان ہی کہ اسکا سبب اور ہی تھا یعنی میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اپنی دلیلوں سے عیسائیوں پر اسقدر غالب آگئے تھے کہ انمان عیسائی مانگ یعنی دیندار سمجھتے تھے کہ اُن کی دلیلوں کا جواب صرف مذہبی عدالت سے سزا دینا اور تلوار سے ہوسکتا ہی — اور مجھکو کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ جہانتک اُن کی ناقص قوت جواب دینے کے باب میں تھی وہاں تک اُنکا یہہ خیال صحیح تھا — جن ملکوں کو خلیفہ فتح کرتے تھے وہاں کے غریب باشندے خواہ یونانی — ایرانی — اسپین خواہ ہندو قتل نہیں کیئے جاتے تھے جیسا کہ عیسائیوں نے بیان کیا ہی بلکہ فتح ہوتے ہی وہ سب بہ امن و امان اپنی ملکیت اور اپنے مذہب پر قابض چھوڑدیئے جاتے تھے — اور اس پچھلے حق کی بابت ایک محصول † دیتے ہیں جو اسقدر خفیف ہوتا ہی کہ کسی کو گراں نہیں معلوم ہوتا — خلفاء کی تمام تاریخ میں کوئی بات ایسی نہیں مل سکتی ہی جو ایسی رسوائی کا باعث ہوجیسیکہ (عیسائیوں میں) مذہبی عدالت سے سزا دینا تھا اور نہ ایک مثال بھی اس بات کی پائی جاتی ہی کہ کوئی شخص اپنا مذہب نہ چھوڑنے کے سبب جلایا گیا ہو — نہ مجھکو یہہ یقین ہی کہ زمانہ امن میں صرف اس وجہہ سے قتل کیا گیا ہو نہ اُس نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا — اس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ پچھلے مسلمان فتحمندوں نے اپنی فتوحات میں بڑی بڑی بے رحمیاں کی ہیں جنکا الزام عیسائی مصنفوں نے بھی جد و جہد سے مذہب اسلام پر لگایا ہی مگر یہہ واجب نہیں

---

† مسٹر گبنز نے یہاں غلطی کی ہی — کافروں سے جو مقرر ہوجاتے ہیں اس معاوضہ میں کہ اُن کو اُن کے مذہب پر چھوڑ دیا گیا ہی جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ اس وجہہ سے کہ مثل مسلمانوں کے بلا مزد یا قابل مزد پر فوجی خدمت کرنے پر مجبور نہیں کیئے جاتے اور کورانمنٹ کی بفرض قایم رہنے حکومت اسلامی اور بحال رکھنے امن و آمان کے کوئی خدمت بجا نہیں لاتے بلکہ گورنمنٹ اُن کے حفظ و امن کی ضمہ دار ہوتی ہی — ان سب باتوں کے معاوضہ میں اُن سے جزیہ لیا جاتا ہی اور یہہ بھی لازمی نہیں ہی بلکہ خلیفہ کو یہ اختیار ہی مطلق بالکل اختیار ہی چاہے لے چاہے نہ لے — پس یہہ امر سیاست مدن سے متعلق ہی نہ مذہب سے — مسلمانوں پر اس سے بہت زیادہ محصول ہی یعنی ہر سال چالیسواں حصہ اپنے مال کا *

ھی — در حقیقت مذھبی تعصب کے باعث لڑائی کی خرابیاں زیادہ ھوگئیں — مگر اس باب میں مسلمان فتحمند کچھہ عیسائیوں سے زیادہ بدتر نہ تھے " *

اس کے بعد مسٹر گاڈفری ھگنز صاحب نہایت شایستہ ملکوں میں بھی دوسرے مذھب کی آزادی کے باب میں شبھہ کرتے ھیں اور ایک دلچسپ تقریر لکھتے ھیں کہ " عیسائی پادریوں کی کوشش کو اگرچہ بہ حسب ظاھر بہت بڑی وسعت دی گئی ھی مگر معلوم ھوتا ھی کہ اُس میں کچھہ بڑی کامیابی نہیں ھوئی " وہ لکھتے ھیں کہ " مجھکو اس امر کی نسبت کسی قدر شبھہ ھی کہ اس شایستہ زمانہ میں بھی جیسا کہ وہ مشہور ھی اُس وقت کیا ھو اگر سلطان روم (جس طرح کہ ھمارے پادریوں نے مسٹر تریمنڈ نامی کو اپنے خاص مذھب کی تلقین کے لیئے جنیوا میں بھیجا تھا) اپنے ایک نہایت عالم مفتی کو لندن میں ایک مسجد بنانے اور قران کا وعظ کرنے کو بھیجے — مجھکو اندیشہ ھی اور مورا یہہ اندیشہ معقول وجھہ پر مبنی ھی کہ اُس کے سبب سے جو آگ سنہ ۸۰ع میں یا حال میں بمقام برمنگھم مشتعل ھوئی تھی وہ پھر پادریوں کی بدولت بھڑک اوٹھے اور ھمارے وزیر اُس کا جواب ایک ایڈمرل یعنی امیرالبحر کے ساتھہ سے دیں جس کی یہہ راے ھوگی کہ قسطنطنیہ پر گولہ اندازی کرنا ممکن ھوگا " *

مگر مجھکو مسٹر ھگنز کی راے کے ساتھہ ایک بات کا ذکر کرنا مناسب ھوگا — میں سمجھتا ھوں کہ لندن کی شایستگی مسٹر ھگنز کے زمانہ سے اب ترقی پر ھی — جب میں لندن میں تھا تو ایک شخص مسمی ڈاکٹر پرفکت نے عین لندن میں ایک مکان لیا تھا اور ھر اتوار کو اُس مکان میں برخلاف مذھب عیسائی کے لکچر دیا کرتا تھا اور جو لوگ چاھتے تھے وھاں جاکر اُس کا لکچر سنتے تھے — میں بھی کئی دفعہ اُس کا لکچر سننے گیا تھا اور ایک دفعہ اُس نے قران اور اسلام پر بھی لکچر دیا تھا — اچھا لکچر تھا مگر جو عام غلطیاں قران اور اسلام کی نسبت انگریزوں میں پھیلی ھوئی ھیں وہ اُس کے لکچر میں بھی تھیں — میں نے سنا کہ پادریوں نے اُس کا لکچر بند کرنے میں بڑی کوشش کی مگر پارلیمنٹ سے کچھہ کامیابی نہیں ھوئی *

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب مسمی اپالوجی میں لکھا ھی کہ " نائیسا کی کونسل میں یہہ امر واقع ھوا تھا کہ کانسٹنٹائین نے پادریوں کی جماعت کو وہ اختیار دیا تھا کہ جس سے نہایت ھیبت ناک نتیجے پیدا ھوئے تھے جنکا خلاصہ ان چند سطروں میں موجود ھی — خونریزی اور بربادی اُن اُحمقانہ نو جہادوں کی جو عیسائیوں نے قریب دو سو برس کے عرصہ تک ترکوں پر کیئے تھے اور جس میں کئی لاکھہ آدمی ھلاک ھوئے — قتل کرنا اُن شخصوں کا جو اِس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے کہ انسان کا دو بارہ اصطباغ ھونا چاھیئے — لوتھر کے پیروؤں اور رومن کیتھلک مذھب والوں کا دریاے رائن سے لیکر انتہاے شمال تک قتل ھونا —

وہ قتل جسکا حکم ہنري ہشتم اور اُسکي بیٹي مہري نے دیا - فرانس میں سینٹ بارتھولومیو کا قتل ہونا - چالیس برس تک اور بہت سي خونریزیوں کا ہونا - فرانسس اول کے عہد سے ہنري چہارم کے پیرس میں داخل ہونے تک — عدالت مذہبي کے حکم سے قتل کا ہونا جو اب تک قابل تعریف ہی کہوئنکہ وہ عدالت کي راے سے ہوا تھا — علاوہ اس کے اور بے انتہا بدعتوں کا اور اُس بیس برس کي خرابیوں کا تو کچھہ ذکر ہي نہیں ہی جبکہ پوپ پوپ کے مقابلہ میں اور بشپ بشپ کے مقابلہ میں تھے - زہر خوراني اور قتل کي وارداتوں کا ہونا اور تیرہ چودہ پوپ کي بے رحم لوٹ اور گستاخانہ دعوے جو ہر قسم کے گناہ اور عیب اور بدکاري میں جو ایک نہیں یا ایک گیارہ کو لے نہایت فوق لے گئے تھے - آخرکار اس خوفناک فہرست کا خاتمہ ہونے کے لیئے ایک کروڑ بیس لاکھہ نئے دنیا کے باشندوں کا صلیب ہاتھہ میں لیئے قتل ہونا - یقیناً یہہ بات تسلیم کرني چاہیئے کہ ایک ایسا مکروہ اور قریباً ایک غیر منقطع سلسلہ مذہبي لڑائیوں کا چودہ سو برس تک سواے عیسائیوں کے اور کہیں ہرگز جاري نہیں رہا — اور جن قوموں کي نسبت بت پرست ہونے کا طعن کیا جاتا ہی ان میں سے کسي قوم نے ایک قطرہ خون کا بھي مذہبي دلایل کي بنا پر نہیں بہایا " *

مشہور و معروف مورخ مسٹر گبن جو زمانہ حال کے مورخوں میں سب سے بڑا مورخ ہی اور جس کي سند نہایت معتبر گني جاتي ہی اس امر کي نسبت اپني کتاب میں یہہ لکھتا ہی کہ " مسلمانوں کي لڑائیوں کو اُنکے پیغمبر نے مقدس قرار دیا تھا مگر آنحضرت نے جو اپني حیات میں مختلف نصیحتیں کیں اور نظمیں قایم کیں اُن سے خلیفاؤں نے دوسرے مذہب کو آزادي دینے کي نصیحت پائي جس سے اسلام کے غیر معتقدوں کي مخالفت رفع ہوجاوے - ملک عرب حضرت محمد کے خدا کي عبادت گاہ اور اُس کا مملوک تھا — مگر وہ دنیا کي قوموں کو محبت سے اور بہت کم رشک سے دیکھتا تھا - بہت سے دیوتاؤں کے ماننے والے اور بت پرست جو اُن کو نہ مانتے تھے شرعاً نیست و نابود کیئے جاسکتے تھے - مگر انصاف کے فرایض سے نہایت عاقلانہ تدبیر اختیار کي گئي - ہندوستان کے مسلمان فتحمندوں نے بعض کام دوسرے مذہب کي آزادي کے برخلاف کرنے کے بعد اُس مرتبہ اور آبادي ملک کے مندروں کو چھوڑ دیا ہی - حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معتقدوں سے یہہ متانت یہہ استدعا کي گئي ہی کہ وہ حضرت محمد کے الہام کو جو زیادہ تر کامل ہی قبول کریں لیکن اگر اُنہوں نے نہ مانا ہر ایک معتدل خراج یعني جزیہ دینا قبول کرلیا تو وہ اپنے عقیدہ پر اور مذہب پرستش میں آزادي کے مستحق تھے " *

ایک مصنف نے اپنے ایک آرٹیکل میں جو ایسٹ اور ویسٹ اخبار میں چھپا تھا اور جس کا عنوان یہہ تھا کہ " اسلام بطور ایک ملکي نظام کے بھي " اسلام میں آزادي مذہب

کي نسبت يہہ لکھا هی کہ " صرف حضرت محمد هي ايسے بانئ مذهب کے تهے جو ايک دنيوي بادشاہ بهي تهے اور سپاهي بهي تهے اور يہہ دونوں قوتيں خاصکر اسليئے تهيں کہ تشدد اور اولوالعزمي کو روکا جاوے اور اولوالعزمي کي جانب وہ مائل تهے اور تلوار اُنکے اختيار ميں تهي اسليئے خيال هوتا هی کہ جبکہ اُنهوں نے مذهب کو دنيوي حکومت کا وسيلہ قرار ديا اور اپنے معتقدوں کي طبيعتوں پر وہ غلبہ حاصل کيا جسکے سبب سے وہ لوگ شرع اور حق اُسي بات کو سمجهتے تهے جو آپ جاري کرنا چاهتے تهے تو چاهيئے کہ اُنکا مجموعہ احکام شرعي اَور تمام مجموعوں سے مختلف هو بلکہ يہہ خيال هوتا هی کہ اُن احکام انصاف سے بهي مختلف هو جو هر ايک انسان کي طبيعت ميں پڑے هوئے هيں — اب اگر هم يہہ بات ديکهيں کہ آنحضرت کے احکام کا مجموعہ ايسا نهيں هی بلکہ اُس کے برخلاف يہہ ديکهيں کہ حضرت محمد نے قومي معاملات ميں حق رساني اور فتح کرنے ميں رحم اور حکمراني کرنے ميں اعتدال اور سب سے مقدم دوسرے مذهب کي عدم مزاحمت کے احکام قرار ديئے هيں تو همکو يہہ بات تسليم کرني چاهيئے کہ آنحضرت اپنے همجنسوں ميں ايسي هي تعظيم کا استحقاق رکهتے تهے " *

پهر اُسي مصنف نے اُسي آرٹيکل ميں دوسرے مقام پر لکها هی کہ " اسلام نے کسي مذهب کے مسائل ميں دست‌اندازي نهيں کي کسيکو ايذا نهيں پهونچائي کوئي مذهبي عدالت خلاف مذهب والوں کو سوا ديئے کے ليئے قايم نهيں کي اور کبهي اسلام نے لوگوں کے مذهب کو بجبر تبديل کرنے کا قصد نهيں کيا — هاں اُسنے اپنے مسائل کا جاري هونا چاها مگر اُسکو جبراً جاري نهيں کيا — اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فتحمندوں کے برابر حقوق حاصل هوتے تهے اور مفتوحہ سلطنتيں اُن شرايط سے بهي آزاد هوجاتي تهيں جو هر ايک فتحمند نے ابتداے دنيا سے حضرت محمد کے زمانہ تک هميشہ قرار دي تهيں " *

اُسي مصنف نے لکها هی کہ " اسلام کي تاريخ ميں ايک ايسي خاصيت پائي جاتي هی جو دوسرے مذهب کو غير آزاد رکهنے کے بالکل برخلاف هی " — اسلام کي تاريخ کے هر ايک صفحہ ميں اور هر ايک ملک ميں جهاں اُس کو وسعت هوئي دوسرے مذهب سے مزاحمت نہ کرنا پايا جاتا هی يہاں تک کہ فلسطين ميں ايک عيسائي شاعر لا مارٹين نے اُن واقعات کا جنکا هم ذکر کر رهے هيں بارہ سو برس بعد علانيہ يہہ کہا تها کہ " صرف مسلمان هي تمام روے زمين پر ايک قوم هيں جو دوسرے مذهب کو آزادي سے رکهتے هيں " اور ايک انگريز سياح سليڈن نے مسلمانوں پر يہہ طعنہ کيا هی کہ " وہ حد سے زيادہ دوسرے مذهب کو آزادي ديتے هيں " اب ديکهو کہ يہہ سب واقفوں بہت هي با اعتبار اور فياض طبع عيسائي مصنفوں کي سو برس بهر کے اس پرسند دعوے کے کہ اسلام ميں دوسرے مذهب کو آزاد رکهنے کا نام بهي نهيں هی کيسي برخلاف هيں *

تیسرے حصہ میں ہم اُن فائدوں کا بیان کرتے ہیں جو یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام کی بدولت حاصل ہوئی ہیں *

مذہب یہود اور عیسائی مذہب کے شامل بیان کرنیکی یہہ وجہہ ہی کہ مجھے اسبات کا یقین ہی کہ حضرت عیسیٰ نے شریعت موسوی کے کسی حکم یا مسئلہ کو تغیر و تبدیل نہیں کیا بلکہ حضرت موسی کی شریعت کو بدستور جاری رکھا — خود حضرت عیسی کے اس قول سے جو متی کی انجیل باب ۵ ورس ۱۷ میں مندرج ہی کہ " یہہ مت خیال کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا — میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں " — ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہی پس اسوجہہ سے ضرور بالضرور یہہ بات کہی جاسکتی ہی کہ جو فائدے یہودی مذہب نے مذہب اسلام سے اوٹھائے ہیں مذہب عیسوی نے بھی لزوماً وہ فائدے حاصل کیئے ہیں — مذہب یہود بلاشبہہ زبانی مخرج سے پیدا ہوا تھا اُسمیں اُس لازوال مسئلہ یعنی وحدانیت خدا کی تلقین اُس حد تک کی جسقدر کہ نجات ابدی کے حاصل کرنے کو ضروری اور اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق تھی — مگر اُس وحدانیت کو کاملیت سے اسلام نے شایع کیا جس سے مذہب یہود کا مسئلہ بھی کامل ہوگیا *

تین چیزوں میں وحدت کے یقین کرنے سے خدا کی وحدانیت پر کامل طور سے یقین ہوسکتا ہی — وحدت في الذات — وحدت في الصفات — وحدت في العبادت — وحدت في الذات کے یہہ معنی ہیں کہ خدا کے ساتھہ کوئی دوسرا شخص یا کوئی شی شریک نہیں ہی وہ وحدہ لاشریک لہ ہی اور نہ کوئی شی اُس کے مشابہ ہی نہ آگ نہ پانی نہ ہوا — وحدت في الصفات کے یہہ معنی ہیں کہ جو صفتیں خدا کی ہیں وہ دوسرے میں نہیں اور نہ دوسرے میں ہوسکتی ہیں اور نہ دوسرے سے متعلق ہوسکتی ہیں — وحدت في العبادت کے یہہ معنی ہیں کہ نہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا نہ کسی دوسرے کو عبادت کے لایق سمجھنا اور نہ وہ افعال جو خاص خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص ہوں کسی دوسرے کے لیئے بجالانا جیسے سجدہ کرنا روزہ رکھنا نماز پڑھنا وغیرہ — ان تینوں وحدتوں میں سے پہلی دو وحدتوں کو اور تیسری وحدت کے پہلے حصہ کو اوسط طور پر (جو نہ ناقص تھا کیونکہ نجات کے لیئے کافی تھا اور نہ کامل طور پر تھا کیونکہ وحدت کا پورا کمال اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق نہ تھا) یہودی مذہب نے بیان کیا اور تیسری و وحدت کے اخیر حصہ کو جسمیں درحقیقت اُس وحدت کا کمال ہی مطلق ذکر ہی نہیں کیا — اسلام نے پہلی دو وحدتوں کو بھی " لیس کمثلہ شئی " فرماکر کامل کیا — پس نہ آگ جو موسی نے دیکھی خدا تھا اور نہ وہ آواز " انی انا اللہ " کی جو موسی نے سنی خدا تھا اور نہ وہ نیک اور برگزیدہ شخص جس کو یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا خدا ہوسکتا تھا — اسلام نے تیسری وحدت کو ایسے کمال پر پہونچایا جسکے سبب ایمان والوں کے ذہن میں بجز خدا کے اور کچھہ نہیں

رہا جس کی تصدیق " ایاک نعبد و ایاک نستعین " سے ہوتی ہی — اسلام میں بھی کمال ہی اور اسی کمالیت کی وجہ سے خدا نے فرمایا " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا " *

موسیٰ کی پانچوں کتابوں میں نہ قیامت کا ذکر ہی نہ مرنے کے بعد روح کی حالت کا کچھ بیان ہی — نیکی کی جزا — دشمن پر فتح پانا — عمر کا بڑا ہونا — مفلسی سے نجات پانا بیان ہوا ہی اور گناہ کی سزا — مرنا — قحط پڑنا — وبا کا ہونا — مفلسی کا ہونا اور اسی قسم کی اور مصیبتوں کا آنا — موسیٰ کے بعد اور پیغمبروں اور نبیوں نے اُن کا کچھ کچھ ذکر کیا مگر جس تفصیل اور کاملیت سے اسلام نے اُس کو بتایا جس کے لیئے خدا نے گویا عمداً یہہ کام رکھہ چھوڑا تھا کسی نے نہیں کیا تھا — مگر جو کہ روحانی حالتوں کو یعنی گنہگاروں کی ارواحوں کی تکلیفوں کا اور نیک آدمیوں کی ارواحوں کی راحت اور خوشی کا بیان کرنا اور تصویر کھینچدینا بجز اس کے اور کسی طرح ہو نہیں سکتا تھا کہ اُس کو ایسی چیزوں اور حالتوں کے پیرایہ میں تشبیہاً بیان کیا جاوے جن کو انسان اپنی اس زندگی میں اپنے حواس سے محسوس کرتے ہیں اور یہی سبب ہی کہ اُنکا حال بہشت و دوزخ کے نام سے اور خوشی و ایذا و تکالیف اُٹھانے کے مختلف طریقوں اور سامانوں سے بیان کیا گیا ہی *

اسلام سے پہلے یہودی اور عیسائی اکثر پیغمبروں اور پاک شخصوں سے نہایت بداخلاقی کے افعال قبیحہ منسوب کرتے تھے اگرچہ ہماری دانست میں اُن تحریروں کو الہام ربانی سے کچھ تعلق نہ تھا مگر تمام یہودی اور عیسائی اُن تمام تحریروں کو الہام ربانی اور اُن نبیوں اور مقدس لوگوں کو اُن افعال قبیحہ کا مرتکب یقین کرتے ہیں *

اسلام نے اُن معصوم نبیوں اور خدا پرست شخصوں اور پاک خصلت بزرگوں کو اُن تہمتوں سے بچایا اور جو اتہام یہودیوں اور عیسائیوں نے اُنپر لگائے تھے اُنکو قطعیطور سے دفع کیا اور تمام پیغمبروں اور نبیوں اور بہت سے مقدس بزرگوں کے معصوم اور بےگناہ ہونیکا دنیا کے بہت بڑے حصہ پر یقین کرا دیا — مسلمان عالموں نے اسلام کے اس مسئلہ پر یقین دلانے سے کہ انبیاء و پیغمبر سب پاک و معصوم ہیں توریت کو بڑے غور سے پڑھا اور عیسائیوں اور یہودیوں کی تمام غلطیوں کو ظاہر کردیا اور اُنہوں نے دریافت کیا کہ یہہ غلطیاں کچھہ تو اس سبب سے پڑی ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت کی عبارت اور الفاظ کی غلط طور پر تعبیر کی اور کچھہ اس سبب سے وہ غلطیاں ہوئیں کہ خود توریت کے قدیمی نسخوں میں جو کوڈیسس کہلاتے تھے اور جو قلمی تھے متعدد وجوہ سے غلطیاں تھیں اور پھر جن لوگوں نے مقابلہ کرکے اُن کو صحیح کیا اُن کی تصحیح بھی غلطیوں سے خالی نہ تھی اور سب سے بڑا سبب اُن غلطیوں کا یہہ ہوا کہ تاریخی واقعات جو انسانوں نے بغرض تسلسل مطلب حضرت موسیٰ کے کلام کے ساتھہ ملاکر لکھے تھے اور جن میں بلا شک بہت سی غلطیاں ہیں اُن کو بھی

یہودیوں اور عیسائیوں نے مقدس تحریر سمجھا تھا - پس اگر اسلام نہوتا تو اُن پیغمبروں اور نبیوں اور خدا کے پاک بندوں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت لوط اور اُن کی بیٹیوں اور حضرت اسحاق اور یعقوب اور حضرت یعقوب کی بیویوں اور بیٹوں اور ہارون اور داؤد و سلیمان کی دنیا میں ایسی ہی مٹی خراب رہتی جیسی ایک بدکار آدمی کی خراب ہوتی ہی — تمام دنیا کی نظروں میں ویسے ہی حقیر ہوتے جیسے یہ ایسے جرموں کے مجرم حقیر ہوتے ہیں جن کو دائم الحبس کرکے کالے پانی بھیجتے ہیں یا اُن کے گناہوں کی سزا کے لیئے اُن کو سولی پر لٹکاتے ہیں - صرف یہہ اسلام ہی کا احسان ہی جس نے اُن تمام بزرگوں کی بزرگی دنیا میں اُس حد تک پھیلائی جس کے وہ مستحق تھے *

چوتھے حصہ میں ہم اُن فائدوں کو بیان کرتے ہیں جو اسلام کی بدولت خاص عیسائی مذہب کو پہنچے ہیں *

دنیا میں مذہب اسلام سے زیادہ کوئی مذہب عیسائی مذہب کا دوست نہیں ہی اور اسلام نے کسی مذہب کو اس قدر فائدے نہیں پہنچائے ہیں جس قدر کہ عیسائی مذہب کو پہنچائے ہیں — مذہب عیسائی کی بنیاد اُس نیک اور حلیم شخص سے ہی (یعنی حضرت یحییٰ پیغمبر سے) جو خدا کا رستہ درست کرنے آیا تھا اور پھر بالکل دار و مدار اُس عجیب شخص پر ہی جس کو اُنہوں نے اتنا بزرگ و مقدس سمجھا کہ خدا یا خدا کا بیٹا مانا (یعنی حضرت عیسیٰ پر) مذہب اسلام ہی کا یہہ احسان عیسائی مذہب پر ہی کہ وہ نہایت مستقل ارادے اور نڈر دل اور نہایت اُستوار ثابت قدمی سے عیسائی مذہب کا طرف دار ہوا اور یہودیوں سے مقابلہ کیا اور علانیہ اور دلیرانہ اسبات کا اعلان کیا کہ ' جان نی بپتسمہ ' یعنی حضرت یحییٰ بلاشبہہ سچے پیغمبر اور حضرت عیسیٰ بیشک عبد اللہ اور کلمۃ اللہ و روح اللہ تھے پس کون سا مذہب اس بات کا دعوی کرسکتا ہی کہ وہ عیسائی مذہب کے حق میں اسلام سے زیادہ تر مفید ہی اور اُس نے عیسائی مذہب کی حمایت میں اسلام سے زیادہ کوشش کی ہی — جو سب سے بڑی خرابی حواریوں کے بعد عیسائی مذہب میں پیدا ہوگئی وہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کا مسئلہ تھا اور یہہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو اُس لازوال سچ کے بھی متناقض تھا اور اُن خاص نصیحتوں کے بھی برخلاف تھا جو حضرت عیسیٰ نے فرمائی تھیں اور حواریوں نے انجیل میں لکھی تھیں — یہہ امر اسلام کی لازوال عظمت کا باعث ہی کہ اُسی نے خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کو پھر جاری کیا اور اُس خالص مذہب کو پھر سرسبز کیا جس کی خالص تلقین حضرت عیسیٰ نے کی تھی — اسلام ہمیشہ اُس زمانہ کے عیسائیوں کو اُنکی غلطیوں سے متنبہہ کرتا رہا اور اب بھی کرتا رہتا ہی — اسلام نے عیسائیوں سے اُسی سچے مذہب کے قبول کرنے کی استدعا کی جس کا وعظ حضرت مسیح

نے کہا تھا جیسا کہ قرآن میں آیا ہی " قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً " بہت سے عیسائیوں کی اسلام کی روشنی سے آنکھیں کھل گئیں اور اُس ذلیل حالت سے خبردار ہوئے جس میں وہ مبتلا تھے اور اُنہوں نے پھر اُسی رتبہ کے حاصل کرنے کی کوشش کی جو پہلے اُن کو حاصل تھا — یعنی اُنہوں نے صرف قرآن کی ہدایت سے تثلیث کے عقیدہ کو غلط سمجھا اور خدا کو وحدہ لا شریک لہ اور عیسیٰ مسیح کو خدا کا مقدس بندہ مانا جو عین مسئلہ مذہب اسلام کا ہی چنانچہ وہ فرقہ اب موجود ہی اور نہایت معزز لقب "یونیٹیرین" یعنی موحدین عیسائی سے معزز ہی *

اگر یہہ عقیدہ تھوڑی دیر کے لیئے دنیا میں سے اُٹھا لیا جاوے تو مسٹر گبن کی یہہ رائے عیسائیوں کے حال پر بالکل مطابق ہوجاویگی کہ " اگر سینٹ پیٹر یا سینٹ پال ویٹیکن یعنی پوپ کے محل میں آجاویں تو غالباً وہ اُس دیوتا کا نام دریافت کرینگے جسکی پرستش ایسی پر اسرار رسومات کے ساتھہ اُس عظیم الشان عبادت گاہ میں کی جاتی ہی — اکسفورڈ یا جنیوا میں جاکر اُن کو چنداں حیرت نہوگی مگر گرجا میں جاکر سوال و جواب کا پڑھنا اور جو کچھہ صادق القول مفسروں نے اُن کی تحریرات اور اُن کے مالک کے کلمات کی تفسیر کی ہی اُس پر غور کرنا پڑیگا " *

جو فائدے اسلام نے عیسائی مذہب کو پہنچائے اُس میں سب سے بڑا فائدہ یہہ ہی کہ اُسنے عیسائیوں کو پوپ کے بے انتہا اختیارات ناجائز سے نجات دی اور عیسائیوں میں ایک زندگی کی روح پھونک دی — تمام عیسائی پوپ کو حضرت عیسیٰ کا پورا بااختیار نایب سمجھتے تھے اور اُس کو معصوم جانتے تھے جیسے کہ اب بھی بہت سے فرقے عیسائیوں کے سمجھتے ہیں — اُنکا یقین تھا اور بہتوں کا اب بھی یقین ہی کہ دوزخ اور اعراف اور بہشت کے دروازوں کے کھولنے کا پوپ کو بالکل اختیار ہی — پوپ گنہگاروں کے گناہوں کے بخش دینے کا دعوے رکھتا ہی — پوپ کو پورا اختیار تھا کہ جس ناجایز چیز کو چاہے جایز کردے — در حقیقت پوپ بلحاظ اُن اختیارات کے جو اُس کو حاصل تھے اور جن اختیاروں کو وہ کام میں لاتا تھا کسی طرح حضرت عیسیٰ سے کم نہ تھا بلکہ دو چار قدم آگے بڑھا ہوا تھا — قرآن ہی نے عیسائیوں کو اس خرابی سے مطلع کیا اور جو برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں اُن کو بتلایا اور جا بجا عیسائیوں کو اس غلامانہ اطاعت پر ملامت کی اور اُن کو سمجھایا کہ اس رسوائی اور بے عقلی کی اطاعت کو چھوڑیں اور خود آپ اپنے لیئے سچ کی جستجو کریں — چنانچہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا — " اے کتاب والوں یعنی عیسائیوں آؤ ایک بات پر کہ ہم میں اور تم میں یکساں ہی اور وہ بات یہہ ہی کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور نہ ہم کسی چیز کو اُس کے ساتھہ شریک

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً و لا

يتخذ بعضنا بعضا ارباما من دون الله (آل عمران آیت ۵۷) کریں اور نہ بناویں ہم ایک دوسرے کو (یعنی پوپوں اور بڑے بڑے پادریوں کو) پروردگار خدا کے سوا " *

اور پھر دوسري جگہہ فرمایا کہ " عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار بنا لیا خدا کے سوا اور مسیح ابن مریم کو بھي اور اُن کو سوائے اسکے اور کچھہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کي عبادت کریں کہ صرف وھي خدا ھی اور نہ اورکوئي — خدا پاک ھی اُس چیز سے کہ † شریک کرتے ھیں " *

اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم و ما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما يشركون — (سورۂ توبہ آیت ۳۱)

جب یہہ آیت نازل ہوئي تو عدي بن حاتم جو اُس وقت عیسائي تھے آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور اُن کے گلے میں سونے کي صلیب پڑي ہوئي تھي آنحضرت نے فرمایا کہ اے عدي اس بت کو اپنے گلے سے نکال پھینک چنانچہ اُنہوں نے نکال ڈالي جب وہ پاس آئے تو آنحضرت قران کي یہہ آیت پڑھتے تھے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار بنا لیا خدا کے سوا جب آنحضرت پڑہ چکے تو عدي نے عرض کیا کہ ہم تو اُن کي پرستش نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ کیا یہہ نہیں ھی کہ وہ حرام کردیتے ھیں اُس چیز کو جسے خدا نے حلال کیا پھر اُسکو حرام سمجھتے ہو عدي نے کہا ھاں یہہ تو ھی آنحضرت نے فرمایا کہ بس یہي اُنکا پوجنا ھی *

روي عن عدي بن حاتم رضي الله عنه قال اتيت رسول الله صلعم و في عنقي صليب من ذهب فقال لي يا عدي اطرح هذا الوثن من عنقك فطرحته فلما انتهيت اليه و هو يقرأ اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله حتى فرغ منها قال فقلت له انا لسنا نعبدهم قال اليس يحرمون ما احل الله فتحرمونه و يحلون ما حرم الله فتستحلونه قال فقلت بلى قال فتلك عبادتهم — (معالم التنزيل)

ایک مدت تک عیسائي اسلام کو عداوت سے دیکھا کیئے اور اُس کے ھر ایک مسئلہ سے بے سمجھے نفرت کرتے رھے — مگر بعض نیک دل عیسائیوں نے کچھہ تھوڑے بہت غور سے اُس کو دیکھا اور کالون اور لوتھر مقدس کے دل پر اُس کا کچھہ کچھہ اثر ہوا جبکہ ان دونوں نے قران مجید کي اس قسم کي آیتوں کو پڑھا جس میں پوپ کو اور پادریوں کو خدا کے سوا دوسرا خدا یا جھوٹا خدا ماننے کي مذمت تھي تو وہ سمجھے اور اُس سچے مسئلہ نے اُنکے دل پر اثر کیا اور جیسے کہ قران نے ھدایت کي تھي وہ سمجھے کہ ھر شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور اپنا پادري ھی وہ چلا آتے کہ پالتا پالیا اور اُسي وقت پوپ کي غلامي سے آزاد ھوئے اور غلامانہ اور ذلیل حالت سے جس میں وہ خود اور اُن کے تمام ھم مذھب مبتلا تھے نکل آئے اور صاف صاف اُس کے برخلاف وعظ کرنے کو کھڑے ھوگئے *

† حاشیہ خیال نے قران کے ترجمہ میں (جلد ۱ صفحہ ۴۳) لکھا ھی کہ پیروؤں اور عیسائیوں پر بت پرستي اور دیگر الزاموں کے سوا حضرت محمد نے یہہ الزام لگایا ھی کہ وہ اپنے قسیسوں اور رھبانوں کي حد سے زیادہ اطاعت کرتے ھیں جنہوں نے اس بات کا قرار دیدیا کہ کونسي چیز حلال ھی اور کونسي چیز حرام اور خدا کے احکام کي تعمیل کو ملتوي کرکے اپنے اختیار میں لیا ھی —

جس کي بدولت هم لاکهوں عيسائيوں کو پروٹسٹنٹ مذهب ميں ديکهتے هيں اگر اسلام مذهب عيسائي کو يهه نعمت نه بخشتا تو آج تمام دنيا کے عيسائي ايسے هي بت پرست هوتے جيسے که اب تک رومن کيتهلک فرقه کے لوگ بت پرست هيں اور حضرت مسيح کي مجسم صورت صليب پر لٹکي هوئي کے آگے سجده کرتے هيں پس عيسائي مذهب پر يهه کتنا بڑا احسان اسلام کا هي *

جو که درحقيقت لوتهر مقدس نے مذهب اسلام سے يهه هدايت پائي تهي اسليئے اُسکے مخالف علانيه اُسپر يهه الزام لگاتے تهے که وه دل سے † مسلمان تها — تاهم اُسنے اپني کوششوں کو نهيں چهوڑا اور آخرکار اُس عظيم‌الشان اصلاح کرنے پر کامياب هوا جو عموماً مذهب پروٹسٹنٹ يا رفارميشن کے نام سے مشهور هي اور طبيعت انساني کو تمام غلاميوں کي بدترين غلامي سے (جو ايک سرشدانه غلامي تهي) آزاد کرديا — همکو يقين هي که اگر لوتهر مقدس اور زنده رهتا تو ضرور وه مسئله تثليث کے بهي مخالف هوتے اور اسلام کي هدايت سے خدا کي وحدانيت کے مسئله کو بهي جو درحقيقت حضرت عيسي نے بهي يهي مسئله تلقين کيا تها لوگوں ميں پهيلاتے اور آخر اُس نبي آخرالزماں پر يقين کرتے جسنے ايسي ايسي بڑي غلطيوں سے عيسائي مذهب کو بچايا تها — پس مذهب عيسوي کو همیشه اسلام کا احسانمند رهنا چاهيئے *

---

† جيني بيرانڈ نے يورپ کي طرف سے جو مسلمانوں کے اور خصوصاً لوتهر مقدس کے ذمه يهه الزام لگايا تها که وه عيسائيوں ميں مذهب اسلام کو جاري کرنے اور تمام پادريوں کو اُس مذهب ميں لانے کي کوشش کرتے هيں — موافقي کي يهه راے هي که مذهب اسلام ميں اور لوتهر کے عقيده ميں کچهه بهي فرق نهيں هي — چنانچه دونوں کا جو ميل بت پرستي کے برخلاف هي اُس پر غور کرو — مارٹينس الفانسس و والنٹس کهتا هي که تيرهوں ڈهائيوں اس بات کے ثابت کرنے کو موجود هيں که اسلام ميں اور لوتهر کے مذهب ميں ايک رسق بهر کا بهي تفاوت نهيں هي — حضرت محمد نے بهي اُنهي باتوں کي طرف اشاره کيا هي جو يهه موتد (يعني پيروان لوتهر) کرتے هيں — اُنهوں نے (يعني حضرت محمد نے) روزوں کا وقت تبديل کرديا اور يهه لوگ (يعني پيروان لوتهر) تمام روزوں سے نفرت کرتے هيں (ايک شخص نے اسکي تائيد ميں يهه کها تها که قرآن ميں بهي روزوں کي جهڈان تاکيد نهيں هي بلکه بعرض روزه کے غريبوں کو کهانا کهلا ديڈا لکها هي — اُسيکي پيروي سے لوتهر نے روزوں سے نفرت اختيار کي تهي — پس لوتهر کا مذهب اور اسلام کا مسئله درحقيقت ايک هي تها) اُنهوں نے اتوار کي جگهه جمعه کو سبت قرار ديا اور يهه کسي تهوار کو نهيں مانتے (اُسي شخص نے اُسکي تائيد ميں کها که اسلام نے بهي درحقيقت سبت کا کوئي دن نهيں ٹهيرايا وه جمعه کو بهي سب کام کرتے هيں پس اُسيکي پيروي لوتهر نے کي تهي) اُنهوں نے ديڈوں کي پرستش کو رد کيا اور لوتهر کے فرقه کے لوگ بهي ايسا هي کرتے هيں — حضرت محمد صاحب کيطرح اصطباغ نهيں ديتے تهے اور کانوں سے بهي اُس کو ضروري نهيں سمجهتا اُن دونوں نے طلاق کو جايز رکها هي ر علي هذاالقياس (انتخاب از کوارٹرلي ريويو نمبر ۲۵۴)

الخطبة الخامسة

في

حالات كتب المسلمين

حسبنا كتاب الله

جس زمانه سے که خداے مجید کي توحید کے سب سے بڑے مجدد نے لااله الاالله کا وعظ فرمایا اُس زمانه سے تمام مسلمان خداے پاک بھچوں و بے نمون پر دلي مضبوطي اور متزلزل اعتقاد اور ایمان رکھنے میں همیشه اور هر جگهه ممتاز اور سرفراز رهے هیں اور دیني علوم کي طرف بھي بهت بڑي توجهه کي هی مگر جب تک که خلفاے بني عباس کي خلافت کو جو بني اُمیه کے بعد هوئي تھي پوري مضبوطي نه هولي مسلمانوں میں دنیاوي علوم و فنون کا رواج جیسا که چاهیئے ویسا نه هوا — آٹھویں صدي عیسوي کے درمیان میں خلفاے عباسیه کي سرپرستي سے مسلمانوں میں هر ایک قسم کے علوم و فنون کا چرچا هوا — اُنکے سلطنت میں علم کي محبت بھي قران مجید کي ترویج کے شوق کي همسري کرنے لگي — عرب کے لوگوں کے چال چلن میں بالشبهه یه ایک عجیب و غریب وصف هی که جب اسمعیل کي اولاد کو مناسب تحریک هوئي تو اُنھوں نے هرقسم کے علم کي دولت کو بھي اُسي آساني سے لوٹ لیا جس طرح که اُنھوں نے مشرق میں بے مثل فتوحات حاصل کي تھیں — اُنکے قلم کي فتوحات بھي اُنکي تلوار کي فتوحات کي مانند معروف و مشهور لیکن اُن سے زیادہ دیرپا هوئیں — پراني دنیا کا ایک بهت بڑا حصه اپني موجوده شایستگي اور روشن دماغي میں مسلمانوں کا مرهون منت هی — کیونکه یورپ کي مغربي حدود کے مرکز سے علم کي وہ شعاعیں نمودار هوئیں جنھوں نے خداتعالے کي کروڑها مخلوق کے دلوں کو منور کردیا *

ایک غیر متعصب عیسائي مصنف کا قول هی که " اگر زیادہ تصریح سے بیان نه کیا جاوے تو بھي یهه کها جاسکتا هی که مسلمان نویں صدي سے تیرهویں صدي تک جاهل یورپ کے روشن دماغ معلم بنے هیں — عربي علم حکمت — علم طب — تاریخ طبعي — جغرافیه — تواریخ عام — صرف نحو — بلاغت اور دل آویز فن شاعري میں به کثرت تصنیفیں

عمل میں آئیں اور اکثر اُن میں سے تا قیام سلسلہ بنی آدم جاری رہینگی اور اپنے مفید مطالب سے اُنکو فیض بخشینگی " *

مگر حال کے زمانہ کے نکتہ چینوں کو اگلے زمانہ کے علماے دین کی تصانیف کے عیب و ہنر جانچنے کے وقت اُن تصانیف کے اصلی حالات پر خیال نہیں رہتا - اُنکو یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن مصنفوں نے وہ تصنیفیں اُس زمانہ میں کی تھیں جب کہ " علم تحقیق " کے مسلم قواعد کا عرب میں وجود بھی نہ تھا - اسی وجہ سے جس طرح کہ اُن مصنفوں کے خیالات کی بلند پروازی اور اُنکے استعارات کی وسعت کی کچھہ روک ٹوک نہ تھی اسی طرح قواعد ترکیب اور خوش اسلوبی سے اتفاقیہ انحراف کی بھی کوئی چیز اُنکے مانع اور مزاحم نہ تھی *

یہہ بات بھی ظاہر ہی کہ کسی مصنف کے عیب و ہنر کی نسبت کوئی صحیح راے قایم نہیں ہوسکتی اور نہ کسی شخص کو اُسکے منشاء کا ٹھیک علم ہوسکتا ہی بجز اُنکے جنکو مصنف کے زمانہ کے قواعد انشا پردازی اور خیالات کے ڈھنگ سے یا اُن امور سے جو کسی نہ کسی طرح پر اُس مضمون سے جس میں وہ کتاب تصنیف ہوئی ہی علاقہ رکھتے ہوں پوری واقفیت اور کامل مہارت حاصل ہو — اسی عدم مہارت اور عدم واقفیت کا سبب ہی کہ غیر ملک کے محققین نے جب ہمارے مذہب کی خوبیوں پر کوئی راے قایم کرنیکا حوصلہ کیا ہی تو اُس میں فاش فاش غلطیاں کی ہیں *

اس کے سوا اور اُمور بھی ایسے ہیں جو کسی مصنف کی لیاقت کا صحیح صحیح اندازہ کرتے وقت دھوکے میں ڈال دیتے ہیں — مثلاً ایک ہی مصنف کی دو تصنیفوں میں سے ایک تو بہت بڑا اعلی درجہ رکھتی ہی اور دوسری محض بے حقیقت ہوتی ہی اور اُس کا سبب دونوں تصنیفوں کے موضوع کا مختلف ہونا ہی — محمد اسمٰعیل بخاری مسلمانوں میں بہت بڑا عالم اور مقدس مصنف ہی — ایک کتاب اُس کی صحیح بخاری ہی جو بلحاظ اُس حیثیت کے جس حیثیت سے کہ وہ تصنیف ہوئی ہی نہایت معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہی گو کہ دوسری حیثیت سے وہ ویسی نہو — دوسری کتاب اُس کی تاریخ بخاری ہی جو کچھہ بھی قدر کے لایق نہیں ہی — اس کا سبب یہی ہی کہ اُن دونوں کتابوں کی تصنیف کا موضوع مختلف ہی — اسی طرح نام کی مشابہت بھی دھوکے میں ڈال دیتی ہی اور سمجھا جاتا ہی کہ یہہ کتاب اُسی شخص کی ہی جو ایک مشہور مصنف ہی حالانکہ وہ اُس کی تصنیف نہیں ہوتی بلکہ اُس کے ہم نام دوسرے شخص کی تصنیف ہوتی ہی — کبھی اس طرح پر دھوکا پڑجاتا ہی کہ ایک کتاب میں اُسکے مصنف نے کسی مشہور شخص کی روایتوں کثرت سے نقل کیں لوگوں نے سمجھا کہ وہی مشہور شخص اُس کا مصنف ہی اور اس خیال سے اُس کتاب کو اُس

مشہور شخص کی طرف منسوب کیا اور مستند قرار دیا — رفتہ رفتہ اُس کی ایسی قدر ہوگئی جس کی وہ ہرگز مستحق نہ تھی جیسیکہ کہ تفسیر ابن عباس کا حال ہی *

یہہ باتیں تو صرف تمہید کی تھیں جن کو ہم لکھہ چکے اب ہم اس طرف متوجہہ ہوتے ہیں کہ کتب مذہبی کی تصنیف کے فن کا نرالا ڈھنگ جو مسلمانوں نے اختیار کیا تھا سب لوگوں کے ذہن نشین ہوجاوے اور اس مقصد کے لیئے مصنفین نے جو مختلف طریقہ دیفیات کے متعدد شعبیں مثل حدیث — سیر — تفسیر — فقہ کی کتابوں کی تصنیف میں اختیار کیئے ہیں اُن کو بیان کریں — اس سے ہماری غرض یہہ ہی کہ ہمارے مذہب کے آیندہ لکھنہ چیزوں کی ہدایت کے لیئے ایک سیدھا رستہ بن جاوے کیونکہ اکثر لوگوں نے جو ہماری دیفیات کی کتابوں کے حالات سے ناواقف تھے ہماری کتب دیفیات کو دیکھہ کر نہایت نامزا اور درشت کلمات کہے ہیں اور اُن کے بعد جو لوگ گذرے ہیں اُنہوں نے بھی بارہا اندھوں کیطرح اُن کی تقلید کی ہی *

اول کتب حدیث

جناب پیغمبر خدا اور صحابہ کرام اور نوز تابعین کے زمانہ میں حدیثوں کے قلمبند نہونے کی دو وجہیں تھیں — ایک یہہ کہ اُس زمانہ میں لوگوں کو اُس کی چنداں ضرورت نہ تھی اور اگر تھیک اور اصلی وجہہ بیان کی جاوے تو یہہ تھی کہ حدیثوں کے لکھنے اور جمع کرنے کے اکثر صحابہ کرام شدید مخالف تھے اور ہمارے نزدیک اُنہوں صحابہ کرام کی راے نہایت صحیح اور بہت درست تھی — دوسرے یہہ کہ اُس زمانہ میں فن تصنیف عرب میں محض ایک ابتدائی حالت میں تھا اُس وقت میں ایسی باتوں کے لیئے حافظہ بہترین مخزن خیال کیا جاتا تھا — ان اسباب سے نبوت سے دو سو برس تک اور ہجرت سے دو سو برس کے قریب تک حدیثوں کا قلمبند ہونا عمل میں نہیں آیا تھا — جب حدیثوں کا لکھنا شروع ہوا تو اُس وقت یہہ مشکل پیش آئی کہ مختلف سندوں سے احادیث موضوعہ جو صحیح حدیثوں میں مخلوط ہوگئی تھیں اسقدر زمانہ کے بعد صحیح حدیثوں کو موضوع حدیثوں سے تمیز کرنا ایک امر اہم معلوم ہوا — مگر ہا ایں ہمہ بہت سے شخصوں نے جنکی استعداد اور علم کے اعلی درجہ میں کسی کو کلام نہ تھا صحیح حدیثوں کو موضوع حدیثوں سے علحدہ کرنے کا بوجھہ اپنے سر پر اوٹھایا اور اپنے کام میں بہت کچھہ کامیابی حاصل کی *

اُن علماء نے جو محدثین کہلاتے ہیں حدیثوں کے اعتبار کا اندازہ کرنے کو چند قواعد قرار دیئے جنکو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں *

اول — حدیث کے ہر ایک راوی کو جملہ راویوں کے نام جنکے ذریعہ سے اُس کو حدیث پہونچی ہو سلسلہ وار پیغمبر خدا تک یا جہاں تک وہ جانتا ہو بتلا دینا لازمی قرار دیا *

دوم — یہہ امر ضروري قرار دیا کہ خود راوي اور جس سے لوگ جنکے ذریعہ سے سلسلہ وار وہ حدیث اُس تک پہونچي ہو راست گو اور معتبر ہوں — اگر اُس سلسلہ راویوں میں سے ایک راوي بھي ایسا نہ خیال کیا جاتا تو وہ حدیث معتبر نہیں سمجھي جاتي تھي بلکہ سلسلہ حدیث سے خارج کردي جاتي تھي *

سوم — حدیثوں کے لکھنے کے وقت اس بات کو بھي لازمي کیا تھا کہ جملہ راویوں کے نام جن تک اُس حدیث کا سلسلہ پہونچتا ہی حدیث کے ساتھہ لکھہ دیئے جاویں — تاکہ اگر اُن راویوں کے عام چال چلن کي بابت اور لوگوں کو کسي قسم کي آگاہي ہو تو اُس سے مطلع کردیں اور یہہ بھي معلوم ہوجاوے کہ وہ راوي کس درجہ تک اعتبار کے لایق ہی *

چہارم — مذکورہ بالا قواعد کے سوا بعض محدثوں نے اپني تصنیفات میں حدیثوں کے درجہ اعتبار کے قلم بقد کرنے کي رسم اختیار کي تھي *

جملہ حدیثیں مختلف اوقات میں ان اصولوں پر لکھي گئي تھیں رفتہ رفتہ کتب احادیث کي اسقدر کثرت ہوگئي ہی کہ اگر سب کي سب ایک جگہہ جمع کي جاویں تو اُن کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانے کو اونٹوں کي ضرورت ہو — اُن بیشمار کتب احادیث میں سے کتب مندرجہ ذیل بمقابلہ اوروں کے زیادہ مستند ہیں *

(۱) صحیح † بخاري (۲) صحیح مسلم (۳) ترمذي (۴) ابو داؤد (۵) نسائي (۶) ابن ماجہ (۷) موطا امام مالک *

ابو عبدالرحمن نے احمد نسائي سے پوچھا کہ تیري کتاب کي سب حدیثیں صحیح ہیں تو اُس نے انکار کیا — صراط المستقیم میں لکھا ہی کہ " از وے پرسیدند کہ کتاب سنن تو ہمہ صحیح است گفت لا " *

---

† محمد اسمٰعیل بخاري سنہ ۱۹۴ ہجري مطابق سنہ ۸۱۰ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۵۶ ہجري مطابق سنہ ۸۷۰ع میں انتقال فرمایا —

مسلم سنہ ۲۰۴ ہجري مطابق سنہ ۸۱۹ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۶۱ ہجري مطابق سنہ ۸۷۵ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عیسی محمد ترمذي سنہ ۲۰۷ ہجري مطابق سنہ ۸۲۴ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۷۹ ہجري مطابق سنہ ۸۹۲ ع میں انتقال فرمایا —

ابو داؤد سنہ ۲۰۲ ہجري مطابق سنہ ۸۱۷ ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۷۵ ہجري مطابق سنہ ۸۸۸ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عبدالرحمن احمد نسائي نے سنہ ۲۰۳ ہجري مطابق سنہ ۹۱۵ ع میں انتقال فرمایا —

ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ نے سنہ ۲۹۳ ہجري مطابق سنہ ۹۰۶ ع میں انتقال فرمایا —

امام مالک سنہ ۹۵ ہجري مطابق سنہ ۷۱۴ ع میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹ ہجري مطابق سنہ ۷۹۵ ع میں انتقال فرمایا —

اُن کتب احادیث کی اور کتابوں پر ترجیح کی وجہ یہہ ہی کہ اُن میں وہی حدیثیں منقول ہیں جو حتی الامکان صرف معتبر اشخاص سے مروی ہوئی ہیں اور اور کتب احادیث میں یہہ قید نہیں ہی - مگر یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح کتب مذکورہ بالا میں بعض مشتبہ یا موضوع حدیثوں کے ہونے کا احتمال ہوسکتا ہی اسی طرح اور کتب حدیث میں بعض احادیث صحیح کا ہونا بھی ممکن ہی *

مگر پہلی قسم کی کتابوں کے استثناء کی نسبت یہہ درجہ اشتباہ کا ایسا ضعیف ہی کہ علماء کو اُنپر اعتماد کامل رکھنے سے (بشرطیکہ وہ اعتقاد صرف مذہبی بنا پر نہو) تاوقتیکہ اُن کی تکذیب میں کوئی صریح دلیل نہ پیش ہو باز نہیں رکھتا - مگر دوسری قسم کی کتابوں کی نسبت یہہ اعتقاد نہیں ہی — جو حدیثیں کہ اُن میں منقول ہیں وہ جبھی قابل اعتبار خیال کی جاتی ہیں کہ اُنکی صحت کے لیئے کوئی شہادت موجود ہو یا اُنکے نامعتبر ہونے کے لیئے کوئی دلیل نہ ہو *

جس زمانہ میں یہہ کتب حدیث زبانی روایتوں سے لکھی گئی تھیں راویوں نے اس بات کا التزام نہیں کیا (اور یقیناً ویسا کرنا بھی ناممکن تھا) کہ وہی الفاظ بجنسہ جو پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے نکلے تھے بیان کریں بلکہ اپنے الفاظ میں پیغمبر خدا کا مدعا ادا کرتے تھے *

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جو کوشش کسی حدیث کے مخصوص الفاظ کے معنی معین کرنے سے بعض احکام یا واقعات کے قایم کرنے میں کی جاوے اُس میں بڑی احتیاط چاہیئے کیونکہ ہمکو اطمینان کامل نہیں ہی کہ در حقیقت جناب پیغمبر خدا نے اُنھیں الفاظ کو استعمال کیا تھا *

بہت سی حدیثیں ایک ہی باب میں ایک دوسری سے مختلف ہیں — پس اُن میں سے ایک کو صحیح مان لینا اور باقیوں کو غلط بہت مشکل کام ہی — اس مشکل کے حل کرنے کو عالموں نے چند قواعد وضع کیئے ہیں اور اُن کا نام اُصول علم حدیث رکھا ہی — ممکن ہی کہ بعض اُن میں کے کسی خاص حالت میں اُس مدعا کے انجام دینے کے لیئے وضع کیئے گئے ہیں قاصر ہوں *

تمام بیہودہ قسم کی حدیثیں مشتبہ خیال کی گئی ہیں اور ایسی حدیثیں جو مطالب قرآن مجید سے متناقض ہیں غلط قرار دینے کے لایق ہیں - جسطرح کہ حضرت عایشہ نے حدیث " سماع موتی " کی نسبت کہا تھا - کیونکہ وہ حدیث قرآن مجید کے اس بیان سے بالکل مخالف تھی " و ما انت بمسمع من فی القبور " حضرت عایشہ کے اس قول سے ہر ایک مسلمان واقف ہی *

ایسے لوگ جو بہ کثرت حدیثیں بیان کرتے تھے صرف اُنکے کثیرالروایت ہونے کی وجہ سے اُنکی روایتوں کی صحت میں کلام ہوتا تھا - اور اگر کسی شخص کی روایت کی ہوئی

کوئی حدیث غلط ثابت ہوجاتی تھی تو اُسکی اور تمام روایتوں کے مشتبہ ہونے کے لیئے کافی ثبوت سمجھا جاتا تھا اسی لیئے راویوں کے باب میں بہت سی کتابیں اسماء الرجال کی مرتب ہوئیں تاکہ معتبر اور غیر معتبر راویوں کا حال معلوم ہوجاوے - مجدالدین فیروزآبادی نے جو ایک مشہور محدث اور بہت بڑا عالم ہی اپنی کتاب مسمی بہ سفرالسعادت میں ترانوے مضمون شمار کیئے ہیں اور بیان کیا ہی کہ تمام حدیثیں جو ان مضمونوں میں سے کسی مضمون کے باب میں ہوں سب غیر معتبر ہیں - علاوہ اس کے اور بہت سے نبی لیاقت محدثوں نے احادیث موضوعہ پر بحث کی ہی اور کتابیں لکھی ہیں *

پس اُن لوگوں کو جو ہمارے دین کے اصول پر رائے دیتا یا ہمارے دین کے مختلف مسائل پر بحث کرنا چاہیں تو اُنکو اپنی رائے اور خیال کی تائید میں صرف اُن حدیثوں کے حوالہ دینے پر اکتفا کرنا نہیں چاہیئے جنکا اوپر ذکر ہوا - بلکہ مثل ایک محقق کے سب سے پہلے اُس ذریعہ کے صدق و صحت کی تحقیق کرنی چاہیئے جہاں سے وہ حدیثیں پہونچی ہیں *

ان ضروری اصول کی فراموشی یا ناواقفیت کی وجہ سے غیر ملک کے بعض مصنفوں سے (شاید نادانستہ) جناب پیغمبر خدا کی سوانح عمری یا تاریخ لکھتے وقت بڑی ناانصافی کا جرم سرزد ہوا ہی - علی الخصوص اُس وقت جبکہ باقاعدہ اور غیر متعصبانہ تحقیق کی جائے دلیلوں کے عوض اُنہوں نے اپنی ناواقفی سے ٹھوک تضحیک اور ہجو اختیار کی ہی

دوم کتب سیر

مصنفین کتب احادیث نے تو یہہ بھی خیال کیا تھا کہ جس مضمون پر وہ کتابیں لکھتے ہیں اور حدیثیں جمع کرتے ہیں اُنکو مذہب سے تعلق ہی اور وہ مذہبی مسائل کی بنا قرار پاوینگی اور اُنکی بنیاد پر بے انتہا مسائل اور جدید عقائد اور مناظرات مذہبی پیدا ہونگے - اگر اُنمیں احتیاط نکی جاوے تو مذہب اسلام کو نقصان پہونچے گا — اسی خیال سے اُنہوں نے راویوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے پر نہایت کوشش کی اور جس کو معتبر سمجھا اُس کی روایتیں لکھی مگر اہل سیر نے سیر کی کتابیں تصنیف کرتے وقت اس کا کچھہ خیال نہیں کیا - کیونکہ اُن کو اس قسم کا مطلق اندیشہ نہ تھا اور کبھی اُن کو یہہ خیال نہیں تھا کہ اُن کی لکھی ہوئی کتابیں کسی عقیدہ یا مذہبی مسئلہ کی بنیاد قرار پاوینگی اور مذہبی اختلافات اور بدعات کا مادہ ہونگی — اس لیئے اُنہوں نے مثل اہل حدیث کے اُن مضامین کی صحت پر جو اُنہوں نے اُس میں لکھے اور اُن راویوں کے اعتبار پر جن سے وہ حالات اُن کو پہونچے بہت ہی کم التفات کیا - اُن کی تحریرات کا سب سے بڑا خزانہ زبانی روایتیں ہیں — جس کسی نے جو قصہ اُن سے بیان کیا اُنہوں نے نہایت اشتیاق

اُس کو سنا اور اُس قصہ کي اصليت اور راوي کے چال چلن کي نسبت ذرا بھي تفتيش نہيں کي اور اُس قصہ کو اپني کتاب ميں لکھ ليا *

ان مصنفوں کي غرض نہ تو کسي قصہ کي تصديق تھي اور نہ کسي روايت کي اصليت کي تحقيق بلکہ اُن کا مقصد يہہ تھا کہ جو کچھہ ہر ايک واقع کي نسبت مشہور اور زبان زد ہي اُس کو لکھہ ليں اور ايک جگہہ جمع کردیں اور اُن قصوں کي صحت يا لغويت کي جہان ہون پڑھنے والے کي جاں فشاں تحقيق اور راے پر چھوڑ دیں - يہہ رسم بہت جلد عام ہوگئي — اول اول تو راويوں کے نام بھي لکھے گئے اور پھر رفتہ رفتہ راويوں کے نام لکھنے کو بھي متروک کردیا - ان کتابوں ميں اکثر ايسي روايتيں بھي مندرج ہوں جنکے راوي مصنف کے زمانہ سے بہت پہلے گذر چکے تھے اور کچھہ پتا نہيں معلوم ہوتا کہ مصنف نے کس طرح پر اُس روايت کو اپني کتاب ميں لکھديا — ان کتابوں ميں اکثر انبياے سابقين کے قصے بھي مندرج ہوں اور وہ وھي قصے ہيں جو ايک زمانہ ميں يہوديوں ميں مشہور اور زبان زد تھے اور جن کي اصليت بالکل محض تاريکي ميں ڈوبي ہوئي تھي اور اُن کا رتبہ ديو و پري کے قصوں سے کچھہ زيادہ نہ تھا اس ليئے مسلمانوں کے جملہ علوم ميں سے وہ علم جو سب سے زيادہ غور اور تحقيق کا محتاج ہي وہ علم سير ہي اور جس پر تمام علماء کو نہايت عميق توجہہ کرني لازم ہي *

پس اُن کتابوں کو صرف يہہ اسر کہ وہ مشہور اور معروف علماے سابقين کي تصنيفات سے ہيں اعتبار کا مستحق نہيں کرتا ہي — مذہب اسلام پر نکتہ چيني کرنے والوں کو اُنکے اعتبار کو بلحاظ اُس اصول کے جس پر خود اُن کے مصنفوں نے اُنکو تصنيف کيا ہي ساقط سمجھنا چاھيئے اور جب تک کہ اُن کتابوں کي مندرجہ روايات کي صحت في نفسہ نہ ثابت ہوے اور اصول تحقيقات سے اُن پر طمانيت نہ ہوے اُن روايتوں کا اُن کتابوں ميں مندرج ہونا اعتبار کے ليئے کافي نہيں ہي

اُن وجوہ سے تاريخ محمد اسمعيل بخاري - تاريخ محمد جرير طبري - سيرت ابن سعد کاتب الواقدي - اور ديگر علماے متبحر کي مشہور و معروف تصنيفيں جيسے مدارج النبوت - قصص الانبياء - معراج نامہ - شہادت نامہ — مولد نامہ وغيرہ اور اسي قسم کي کتابيں سب کي سب يکساں حالت ميں ہيں *

ہمارے جناب پيغمبر خدا کي سوانح عمري لکھنے ميں اور کتب سير سے اُن حالات کو منتخب کرنے ميں يورپين مصنفوں نے اسقدر متحملانہ تحقيقات کو اختيار نہيں کيا ہي جو اُس مضمون کي عظمت کے شايان ہي بلکہ برخلاف اس کے از راہ تعصب اور بغض کے اُنہوں نے دیدہ و دانستہ اُس روشني سے آنکھہ چراني ہي جس کي شعاعيں اُن کے چہرہ پر پڑ رہي تھيں اور اس طرح پر اُنہوں نے اپنے حق ميں اس مثل کي تصديق کي ہي کہ

۴۱ کوئی شخص ایسا اندھا نہیں ہی جیسے کہ وہ لوگ جو ارادتاً نہیں دیکھتے ۴۱ *

سوم کتب تفسیر

اکثر لائق شخصوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہی — بعض نے اُس کے بلاغت اور فصاحت آمیز کلام اور خوبصورت اور بے نظیر طرز بیان کی تفسیر کی ہی - بعض نے اُس کے پڑھنے کا خاص طریقہ معہ قرارت اور لہجہ کے بتلایا ہی — بعضوں نے صرف آیات احکام کی جو قرآن مجید میں ہیں تفسیر کی ہی — بعض نے اپنا وقت اور اپنی محنت آیات کے شان نزول دریافت کرنے میں صرف کی ہی — بعض نے اپنی تفسیروں میں واعظین کے لئے دلچسپ اور عجیب و غریب اور حمقا کے خوش کرنے کے لئے دور از عقل و قیاس مضامین جو یہودیوں کے ہاں مروج تھے جمع کردیئے ہیں — بعضوں نے ایسی تفسیریں لکھی ہیں جو ان تمام مضامین پر حاوی ہیں *

ان مفسرین نے اپنی تفسیریں لکھنے میں کتب سیر اور احادیث کی طرف رجوع کیا تھا جنکا بیان ہم ابھی کرچکے ہیں- یہہ بات نہایت افسوس کے قابل ہی کہ یہہ مفسرین اُن بیشمار جھوٹی روایتوں اور مصنوعی قصوں ہی کو جنکا موجود ہونا اُن کتابوں میں ابھی بیان ہوچکا ہی کام میں نہیں لائے — بلکہ ایسی روایتیں اور حدیثیں بھی اُنھوں نے اپنی تفسیروں میں لکھدیں جو صرف اُنھیں تفسیروں میں پائی جاتی ہیں *

حدیث کی کتابوں میں بھی جو بعض حیثیات سے درجہ اعتبار کا رکھتی ہیں اور جو صحاح ستہ یا صحاح سبعہ کے نام سے مشہور ہیں اور جنکے نام ہم اوپر لکھ آئے ہیں قرآن مجید کی تفسیر کے لئے خاص ابواب مخصوص ہیں جو کتاب التفسیر کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اگر اُن کل کتابوں کے مضامین کو جو قران مجید کی تفسیر سے متعلق ہیں ایک جگہہ جمع کیا جاوے تو معدودے چند صفحوں سے زیادہ نہ ہونگے - مگر مفسرین نے نہایت موٹی موٹی جلدیں ایسی بیہودہ اور نامعتبر روایتوں سے بھرلی ہیں جنکو دیکھہ کر تعجب ہوتا ہی غرضکہ ایسی تفسیریں اور علی الخصوص وہ جو واعظین کے فائدہ کے لئے لکھی گئی ہیں اور جن میں خیالی اور بیہودہ قصہ انبیاء علیہم السلام کے بھرے ہوئے ہیں اور ملائک اور بہشت اور دوزخ اور اُنکے اوصاف و خواص کے بیان کرنے کا دعوی کرتے ہیں اور کتب سیر سے خلاف قیاس بیانات کو پیش کرتے ہیں سراسر غیر معتبر روایات سے مملو ہیں اور وہ روایتیں صرف یہودیوں کے ہاں جاری تھیں مگر خود مذہب یہود میں اُن کے معتبر ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہی — ان تفسیروں میں اکثر ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جو علماے دین کی طرف منسوب کی گئی ہیں مگر اس امر کا تحقیق کرنا کہ وہ روایتیں درحقیقت اُنھیں عالموں کی روایتیں ہیں ایسا ہی مشکل ہی جیسے کہ اس بات کا دریافت کرنا کہ وہ روایتیں ان مفسرین تک کہونکر پہونچیں *

ان تفسیروں کے وہ حصے جن میں قرآن شریف کی بلاغت اور فصاحت اور اُس کے طرز بیان کی خوبصورتی اور اُسکی قرأت کے خاص لہجوں کا بیان ہی بلاشبہہ نہایت عمدہ اور قابل قدر کے ہیں مگر ان حصوں کے سوا تمام روایتیں اور قصے جو ان تفسیروں میں شامل ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ وہ مثل سچے اور جھوٹے موتیوں کے باہم مخلوط ہیں اور یہہ کام خریدار کا ہی کہ اُن میں سے سچے موتیوں کو منتخب کرلے — اس کا نتیجہ یہہ ہی کہ جو شخص بدون مناسب چھان بین اور کافی تحقیقات کے کسی ایسی تفسیر کے قصوں کا حوالہ دیکر ہمارے پاک مذہب پر خوردہ گیری اور عیب چینی کی بنیاد قایم کرتا ہی جیسے کہ اکثر یورپ کے مصنفین نے کیا ہی وہ نہایت غلطی اور دھوکہ میں پڑتا ہی *

غرض کہ یہہ تینوں قسم کی کتابیں جنکا اوپر ذکر ہوا مذہبی امور پر لکھنے والے اور بحث کرنے والے کے لیئے نہایت بیش بہا اور نہایت بیقدر مادہ کو اُن واحد میں جمع کرتی ہیں علماے محققین اسلام نے بہت سے طریقے اختیار کیئے ہیں جنکے وسیلہ سے وہ اس مخلوط مادہ سے معتدبہ فائدہ اُٹھاتے ہیں مگر یورپ کے مصنفین اُس سے محروم ہیں *

اکثر عالم ایسے گذرے ہیں جو خدا تعالی کی قدرت کاملہ میں اپنی نوک دلی سے نہایت سچا اور مضبوط اعتقاد رکھتے ہیں - وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالی کو اپنی قدرت کاملہ سے ہر ایک امر کرنے کا پورا اختیار ہی گو وہ کام عقل اور قوانین فطرت کی رو سے کیسے ہی متناقض کیوں نہ ہوں - اس مسئلہ کا اُنکر ایسا دلی اعتقاد ہی کہ جو کوشش اُنکے اس اعتقاد کے سست اور متزلزل کرنے میں کی جاوے وہ یقیناً ناکام ہوگی - وہ ہر حجت اور دلیل کے سننے سے یا اُسپر ذرا سی بھی غور کرنے سے جو اُنکے دلنشین عقیدہ کے مخالف ہو ضد سے انکار کیئے جاوینگے - ایسے سادہ مزاج اور صاف باطن آدمیوں کو بہشتی آدمیوں کا لقب دیا گیا ہی " کما قیل اهل الجنة بله " ان مقدس اور بزرگوار لوگوں نے اپنی تصنیفات میں یہہ طریقہ اختیار کیا ہی کہ بلا کسی تمہز کے جملہ روایتوں کو معتبر خیال کرتے ہیں اور ہر واقعہ کو جو اُس میں مندرج ہی صحیح سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی روایت مختلف صورتوں میں اُن کے پاس پہونچے یا ایک ہی واقعہ کی نسبت متعدد روایتیں جو آپس میں متناقض ہوں اُن تک پہونچیں تو وہ اُنکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ واقعہ متعدد دفعہ اور متعدد صورتوں میں واقع ہوا ہوگا جنکا الگ الگ بیان ہر ایک روایت میں ہی *

پس ایسے لوگوں کی تصنیفات جنہوں نے صحیح اور کامل غور و فکر کے ساتھہ اُس مضمون کو نہیں لکھا ہی بلکہ اندھا دھندی سے مذہبی جوش و حرارت کی بنا پر لکھہ ڈالا ہی غیر ملکیکے اُن علماء کی نکتہ چینی کے قابل نہیں ہی جو اپنی دلائل کو اُن کتابوں کی روایات مندرجہ پر مبنی کرکے اُن سے ایسے نتائج مستنبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں

جو مذهب اسلام کے حق میں مضر ہوں *

اقسام مذکورہ بالا کے سوا ایک آؤر قسم کی کتابیں بھی ہیں جو محض ان لوگوں نے لکھی گئی ہیں جو مذهب اسلام پر بغیر کسی وسوسہ کے قوی اعتقاد رکھتے ہیں — یہہ کتابیں اس غرض سے لکھی گئی ہیں کہ اُن لوگوں کا مذهبی اعتقاد زیادہ ہو اور اُنکی حرارت مذهبی زیادہ مشتعل ہوجاوے جیسی کتاب شفاء قاضی عیاض ہی جسکی سند پر ہم اُسی کتاب سے عبارت پیش کرتے ہیں *

" قال القاضي ابوالفضل حسب المتامل ان يحقق ان كتابنا هذا لم نجمعه لمفكر نبوة نبينا ولا لطاعن في معجزاته فنحتاج الى نصب البراهين عليها و تحصين حوزتها حتى لاتوصل المطاعن اليها و نذكر شروط المعجزة والتحدي وحده وفساد قول من ابطال نسخ الشرايع وردة بل الفقاء لاهل ملة المبين لدعوته والمصدقين لنبوته ليكون تاكيداً في صحيحتهم وسماة لاعمالهم ولمزداد ايماناً مع ايمانهم " *

ان مصنفین نے اپنی تصنیفات میں واقعات کا ذکر بلا تمیز اُن کی صحت اور عدم صحت کے اور بدوں کوشش اُن واقعات کے اصلی معنی دریافت کرنے کے کیا ہی — پس اگر کوئی محقق نکتہ چین اپنی دلیل کو کسی جھوٹی روایت پر جو ایسی کتاب میں منقول ہوں مبنی کرتا ہی تو وہ ایمانداری اور راست بازی سے ہمارے مذهب کی تحقیق اور تدقیق نہیں کرتا *

اسی قسم کے بعض بزرگوار ذی علم لوگوں نے جو اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اپنی تصنیف کے دایرہ کو اور بھی وسیع کردیا ہی — وہ ہرچیز کے امکان کو خدا تعالے کی قدرت کاملہ کی طرف منسوب کرکے اس بناء پر ہرایک واقعہ کو صحیح خیال کرتے ہیں اور اُس کے وقوع کے امکان کو منطقی دلیلوں سے ثابت کرکے اپنے مذهب کے مخالف عیب چینوں کو جواب باصواب دینے کی کوشش کرتے ہیں *

یہہ کتابیں درحقیقت ایسی مصرح اور مدلل لکھی گئی ہیں کہ کوئی شخص جو کسی مذهب کو مانتا ہو اور مذهبی معجزات کا قایل ہو کسی عقیدہ مندرجہ کتب مذکور پر بدون اس کے کہ اپنے مذهب کو بھی ویسے ہی الزامات اور اعتراضات کا مہرد بنادے حرف گیری نہیں کرسکتا *

لیکن اُس شخص کے نزدیک جو قوانین قدرت کے برخلاف کسی امر کے ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتا اور وحی اور الہام کو بھی نہیں مانتا ان کتابوں کی دلیلیں جن کی نصف کی بناء مذهب کے اوپر ہی اُس آدمی کی مانند ہیں جس کی صرف ایک ٹانگ ہو اور چلنے پھرنے سے عاری ہو *

اُن علماء نے جو اوروں کی نسبت زیادہ ذی علم تھے اپنی تصانیف میں ایک فلسفیانہ

قاعدہ اس امر کے ثابت کرنے کے لیئے اختیار کیا ھی کہ مذھب علم سے مطابقت رکھتا ھی اُنھوں نے ھر روایت کي صحت کي تحقیق کي ھی اور ھرایک لفظ کے معنوں پر بحث کي ھی اور بتایا ھی کہ ان الفاظ سے کیا مراد ھی - شاہ ولي اللہ دھلوي رحمۃ اللہ علیہ ان علماے فلسفي میں سب سے پچھلے خیال کیئے جاتے ھیں — مگر افسوس کي بات ھی کہ ایسي تصنیفات جیسي اُن کي ھیں کچھ زیادہ مطبوع اور مروج نہ ھوئیں — کچھ تو اس وجہ سے کہ اُن کے مضامین عام لوگوں کے احاطۂ فہم و ادراک سے باھر ھیں اور کچھ اس سبب سے کہ وہ اُن بزرگوار مصنفوں کے مطبوع خاطر نہیں ھیں جو عقاید مذھبي پر فلسفي دلیلوں لانے پر اعتراض کرتے ھیں — اور اس بات کو ناپسند کرتے ھیں کہ مذھب کے ثبوت پر حکمت سے استمداد کي جاوے *

پہلي قسم کے علماء کو جنھوں نے اپنے مذھب کے واسطے فلسفي دلایل پیش کرنے میں جاں فشاني کي ھی دوسري قسم کے علماء اُن کو دین حق کا دشمن قرار دیتے ھیں اور اُن کو گمراہ کہتے ھیں جس انعام سے خود شاہ ولي اللہ صاحب بھي نہیں بچے *

لیکن ان کتابوں میں ایک اور نقص بھي پایا جاتا ھی یعني وہ دلیلیں جو اُن میں مستعمل ھوئي ھیں فلسفہ قدیم کے اصول پر مبني ھیں جن میں سے اکثر تو رواج سے ساقط یا غلط ثابت ھوگئي ھیں یا علوم جدیدہ میں مختلف طور پر بیان ھوئي ھیں — مگر یہہ نقص صرف علماے دین اسلام ھي پر موقوف نہیں ھی بلکہ اور مذھبوں کے عالموں میں بھي جو دین کي بحث اصول فلسفہ پر کرتے ھیں موجود ھی — اس لیئے ھر مذھب و ملت کے عالموں کا جو اُسکو پاک اور بے لوث رکھنا چاھتے ھیں یہہ فرض ھی کہ اُن کتابوں کي جو فلسفہ قدیم کے اصول پر لکھي گئي ھیں نظر ثاني کریں اور فلسفہ جدید کے اصول پر نئي کتابیں لکھیں اور اپنے مذھب کے اصول کو اصول قانون قدرت کے مطابق بحث کرنے کے قابل کریں *

چھارم کتب فقہ

جب کہ حدیثوں کا یہہ حال تھا جو ھمنے اوپر بیان کیا تو اُن لوگوں کا کام جنھوں نے احکام شرعی کو مستنبط کرنا چاھا نہایت ھي مشکل تھا اور جبکہ کتب حدیث لکھي جاچکیں اُس وقت یہہ کام اور بھي زیادہ مشکل ھوگیا جو عالم کہ سب سے زیادہ لایق تھا اُس نے صرف † قرآن مجید کو اپنا رھنما سمجھا جس کي صحت و صداقت علي العموم

† جناب پیغمبر خدا کے زمانہ میں قرآن مجید جیسا کہ بالفعل موجود ھی تمام و کمال یکجا لکھا ھوا نہ تھا بلکہ وہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں لکھا ھوا تھا اور کچھ آیتیں ایسي تھیں جو صرف لوگوں کو یاد تھیں اور بعض آدمي ایسے بھي تھے جنکو تمام و کمال حفظ تھا — حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اُن لوگوں نے اُن تمام متفرق حصوں کو ایک جگہ جمع کیا جس طرح کہ اب موجودہ حالت قرآن مجید کي ھی اور اُن تمام لوگوں نے جنھوں نے اُس کو خود پیغمبر خدا کي زباني سنا تھا اُس مجموعہ کو صحیح اور درستي کو تسلیم کیا *

مسلم تھي اور اور بڑے بڑے عالموں نے جو مجتہد کہلاتے ہیں قرآن اور احادیث کو جو دستیاب ہوئیں (اور کچھہ شک نہیں جو افادہ ظن سے زیادہ اور کوئي بات اُن سے حاصل نہ ہوتي تھي) احکام شرع کے لیئے ماخذ قرار دیا - اول قران مجید کو اور بعد اُس کے اُن حدیثوں کو جنکي صحت پر اُن لوگوں کو یقین تھا جنھوں نے اُنکو جمع کیا تھا درجہ دیا جاتا تھا اُسکے بعد صحابہ کے اقوال اور کاموں کو اور بعض عالم تابعین کے اقوال اور کاموں کو بھي اس کام کے لیئے فایدہ مند خیال کرتے تھے *

جو لوگ کہ اس کام پر متوجہہ ہوئے مجتہد اور فقیہ اُن کا لقب تھا - اکثر ایسي صورتیں بھي فقہاے اسلام کے سامنے پیش کي گئیں یا درحقیقت واقع ہوئیں جو قران مجید یا احادیث میں نہیں پائي گئیں اور اسوجہہ سے بادي النظر میں کوئي قطعي فیصلہ اُن صورتوں کا قران مجید یا کتب حدیث میں نہیں پایا گیا - اس مجبوري کي حالت میں فقہاے اسلام نے قران مجید اور احادیث میں ایسے اصول کي تلاش کي جو اُن صورتوں پر بھي حاوي ہوں اور خوش قسمتي سے وہ اُس پر کامیاب ہوئے اور الفاظ کے استعمال اور طرز بیان سے اور ایک حکم کے جو کسي واقعہ میں ہوا تھا اُس کے مشابہ ایک دوسرے واقعہ پر قیاس کرنے سے اُس مطلب کو حاصل کیا *

ان علماء نے بعض اوقات قران مجید کے ایسے حکم کو جو کسي صورت خاص سے متعلق تھا عام ٹھہرایا اور کبھي قران مجید کے ایسے حکم میں جو ظاہر میں عام ہوتا تھا مستثنیات قایم کیئے — انھوں علماء نے بعض ایسے اصول و قواعد منضبط کیئے جن پر عمل کرنے سے عجیب و غریب مقدمات میں بھي قران مجید اور حدیث سے احکام مستخرج ہوسکیں اور یہہ ایک نئي شاخ علم دین کي علوم دینیہ میں قایم ہوگئي جو بنام اصول فقہ موسوم ہی - اسي بنیاد پر انسان کے تمام افعال کي نسبت احکام استخراج کیئے گئے اور اس میں کتابیں لکھي گئیں جو کتب فقہ کہلاتے ہیں — ان کتابوں میں سب سے پچھلي کتاب جو فرقہ حنفیہ کے اصول پر لکھي گئي وہ فتاوے عالمگیري ہی جو شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے مرتب ہوئي تھي — فقہ کي تمام کتابوں کے مصنفین کا نہایت شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے اسقدر محنت اور جاں فشاني سے اُن کو لکھا ہی اور جسقدر تعظیم و اکرام اُن مصنفین کي شایاں ہی اوتني ہي قدر و منزلت اُن کتابوں کي سزاوار ہی - لیکن باستثناے اُن احکامات کے جو خاص قران مجید سے جن میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا اخذ کیئے گئے ہیں اور اُن احکامات کے جو اُن احادیث سے لیئے گئے ہیں جن میں روایتاً اور درایتاً دونوں طرح پر صحیح و معتبر ہونے کا ظن غالب ہی باقي احکامات کو گو کہ فقہا نے قران مجید اور احادیث ہي سے مستنبط کیا ہو یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ مثل نصوص صحیحہ کے مذہبي احکام ہیں — غیر ملک کے مصنفین اور نکتہ چین محققین نے ایسے مستخرجہ

احکام کو اصلي ارکان دین اسلام سمجھنے میں اکثر مغالطہ کھایا ھی *

اس میں کچھہ شک نہیں ھی کہ وہ ذي لیاقت علماء جنھوں نے اُن احکامات کو اسلام کے اصول اصلي سے مستخرج کیا ھی بہ نسبت ھمارے بہت بڑے عالم تھے — مگر اس اصول پر کہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُن میں کچھہ خطا نہیں ھی اور وہ سب احکامات مستخرجہ خطاء و غلطي سے بالکل مبرا ھیں — اس بیان سے ثابت ھوتا ھی کہ ھماري کتب فقہ دو قسم کے اصول واحکامات سے بھري ھوئي ھیں — ایک اُن احکامات اصلی سے جو بغیر کسي شبہہ کے منصوص ھیں دوسرے وہ جنکو علماء مجتھدین نے مستنبط اور مستخرج کیا ھی اور جو اسي وجہہ سے ممکن الخطا خیال کیئے جاسکتے ھیں — پس اُن لوگوں کا جو ھمارے احکام شرعي کي تحقیق و تدقیق کرنا چاھیں فرض ھی کہ اول قسم کے احکام کو دوسري قسم کے احکام سے تمیز کریں کیونکہ اگر دوسري قسم کے احکام میں کوئي نقص پایا جاوے تو اُسکو مذھب اسلام پر عاید کرنا نہیں چاھیئے بلکہ اُسکا الزام اُس عالم کے سرپر ھی جسنے اُن احکامات کو استخراج کیا ھی اور جو مذھب اسلام کے ایک فقیہ ھونے سے کچھہ زیادہ رتبہ کا مستحق نہیں ھو

مذھب اسلام میں جو چار بڑے بڑے فقیہ اور مجتھد گذرے ھیں جنکي تمام مسلمان پیروي کرتے ھیں اُنکي بھي یہی راے ھی † *

قال الشیخ عبدالوھاب الشعراني في الیواقیت کان ابو حنیفة رحمة الله اذا افتی یقول ھذا رای النعمان ابن ثابت یعني نفسه و ھو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فھو اولی بالصواب *

وقال کان الامام مالک رحمة الله تعالی یقول مامن احد الا ھو ماخوذ من کلامه و مردود علیه الا الرسول صلی الله علیه وسلم *

ثم قال وکان الامام احمد رحمة الله یقول لیس لاحد مع الله و رسوله صلی الله علیه وسلم کلام وقال ایضا للرجل لا تقلد وني ولا تقلدن مالکا ولا الا وزاعي ولا النخعي ولا غیر ھم وخذوا الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة وروی الحاکم والبیھقي من الشافعي رحمة الله انه قال یوماً للمزني یا ابراھیم لا تقلد ني في کل ما اقول وانظر في ذالک بنفسک فانه دین وکان رحمة الله یقول لا حجة في قول احد دون رسول الله صلی الله علیه وسلم *

---

† امام ابو حنیفہ سنہ ۸۰ ھجري مطابق سنہ ۶۹۹ع میں پیدا ھوئے اور سنہ ۱۵۰ ھجري مطابق سنہ ۷۶۷ع میں وفات پائي —

امام مالک سنہ ۹۵ ھجري مطابق سنہ ۷۱۳ع میں پیدا ھوئے اور سنہ ۱۷۹ ھجري مطابق سنہ ۷۹۵ ع میں وفات پائي —

امام احمد حنبل سنہ ۱۶۴ ھجري مطابق سنہ ۷۸۰ع میں پیدا ھوئے اور سنہ ۲۴۱ ھجري مطابق سنہ ۸۵۵ ع میں وفات پائي —

امام شافعي سنہ ۱۵۰ ھجري مطابق سنہ ۷۶۷ ع میں پیدا ھوئے اور سنہ ۲۰۴ ھجري مطابق سنہ ۸۲۹ ع میں وفات پائي —

الخطبة السادسة

في

الروايات المرويات في الاسلام

يا ايها الذين آمنوا ان جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين

مذهب اسلام کي روايتوں کي اصليت اور اُن کے رواج کي ابتدا

تاريخ اسلام کے ابتداء زمانہ سے آج تک قرآن مجيد شرع محمدي کا لا زوال منبع رہا هی اور هميشہ تک رهيگا — هر مسلمان کا يہہ اعتقاد هی کہ خود جناب پيغمبر خدا هميشہ قرآن مجيد کے موافق کار بند هوئے هيں يعني جو احکام قرآن مجيد ميں يہ نص صريح مندرج هيں خواہ استدلا لاً اُس سے نکلتے هيں اُنهوں کے مطابق عمل فرمايا هی — يہہ اصول هر قرن ميں ملحوظ رها اور کوئی قول بر خلاف قرآن مجيد کے تسليم نهيں کيا گيا — يہي اصول هميشہ حضرت عايشہ نے سکھايا هی جبکہ اُنهوں نے سماع موتے کي حديث کو قرآن مجيد کے برخلاف هونے کي وجہہ سے رد کرديا — پس جو حديث کہ قرآن مجيد کے منشاء کے متناقض هو اُسکو يک لخت غير معتبر اور موضوع خيال کرنا چاهيئے *

ليکن جبکہ هم وحي "غير متلو" ميں بهي يعني ايسي وحي ميں جس کا مطلب آنحضرت پر القا هوا هو اور اُس مطلب کو آنحضرت نے اپنے لفظوں ميں بيان فرمايا هو جسپر حديث کا اطلاق هوتا هی اعتقاد رکهتے هيں تو بلاشک هميں واجب هی کہ احاديث نبوي کو جمع کرکے جهانتک ممکن هو اُن کي تحقيق اور تدقيق کريں — مگر جبکہ همارا مقصود يہہ هی کہ کوئي صحيح حديث قرآن مجيد کے منشاء کے خلاف نهيں هوسکتي تو همکو اُس تحقيقات ميں معلوم هوگا کہ صحيح حديثوں صرف تين قسم کي هوسکتي هيں — اول وہ جو قرآن مجيد کے مطابق هيں اور اُس کي تائيد کرتے هوں — دوسري وہ جن سے قرآن مجيد کي آيتوں کي تفسير هوتي هو — اور تيسري وہ جو ايسے امور سے متعلق هوں جنکا قرآن مجيد ميں کچهہ ذکر نهيں هی *

لیکن خود جناب پیغمبر خدا نے ہمکو ہدایت کی ہی کہ سوائے قرآن مجید کے اُنکا تمام کلام وحی نہیں ہی بلکہ وحی وہی ہی جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتی ہی اور جس کی نسبت خود جناب پیغمبر خدا نے اُن کا وحی سے ہونا بیان فرمادیا ہی یا اُن میں ایسے امور بیان ہیں جو عقاید مذہبی - اخلاق - عالم عقبی اور روح کے حالات سے علاقہ رکھتے ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہی کہ بغیر وحی کے معلوم نہیں ہوسکتے - مذکورہ بالا اقسام کے سوا باقی کلام آنحضرت کا وہ ہی جو تبلیغ رسالت سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتا اور جسکی نسبت خود آنحضرت نے فرمایا ہی کہ " اس کے سوا کچھہ نہیں کہ میں ایک انسان ہوں

انما انا بشر اذا امرتکم بشئی من امردینکم فخذوہ واذا امرتکم بشئی من رائی فانما انا بشر -

جب میں تمکو تمہارے دین کی کسی چیز میں حکم کروں تو اُسکو پکڑلو اور جب میں تمکو اپنی راے سے کسی چیز میں حکم کروں تو میں بھی انسان ہوں *

اور حدیث تابیر النخل میں فرمایا ہی کہ " میںنے ایک طرح کا گمان کیا تھا اور گمان کرنے میں تم مجھہ سے کچھہ جھگڑا مت کرو لیکن جب میں تمکو خدا کی طرف سے کوئی بات کہوں تو اُس کو پکڑ لو کیونکہ میں خدا پر جھوٹ نہیں کہتا *

فانی انما ظننت ظنا ولاتواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئا فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ -

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے جو بیماریوں کا علاج بتایا یا کسی رنگ کے گھوڑے کو پسند یا نا پسند کیا یا کوئی کام آنحضرت نے بطریق عادت کیا نہ بطور عبادت کے یا اتفاقیہ کوئی کام بغیر قصد کے ہوگیا یا آنحضرت کی ایسی باتیں جیسی کہ لوگ آپسمیں کیا کرتے ہیں اور نوز ایسے کام جو سردار کو لشکروں کے معین کرنے اور اُن کے لئے نشانوں کے قرار دینے اور مختاصمین کے درمیان فیصلہ کرنے کے ہیں پہہ سب اسی دوسری قسم میں داخل ہیں - زید ابن ثابت نے کہا کہ میں آنحضرت کے ہمسایہ میں رہتا تھا پھر جب وحی آتی تھی تو مجھکو یاد فرماتے تھے اور میں اُسکو لکھدیتا تھا — پھر جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تھے تو آنحضرت بھی ہمارے ساتھہ اُسیکا ذکر کرنے لگتے تھے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تھے تو ہمارے ساتھہ اُسیکا ذکر کرنے لگتے تھے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو کھانے ہی کا ذکر فرماتے تھے — پس سوائے ذکر آخرت کے باقی تمام باتیں تبلیغ رسالت سے کچھہ علاقہ نہیں رکھتیں — با ایں ہمہ ہم آنحضرت کے تمام افعال و اقوال کا نہایت ادب کرتے ہیں اور اُن کو مقدس اور نہایت نیک اور پاک اقوال اور افعال سمجھتے ہیں — مگر رسالت سے اُن کو کچھہ تعلق نہیں *

غرضکہ چار قسم کے اقوال آنحضرت کے ایسے ہیں جن پر ہمکو غور کرنی لازمی ہی (۱) وہ جو ہمارے دین سے علاقہ رکھتے ہیں (۲) جو جناب پیغمبر خدا کے مخصوص حالات سے علاقہ رکھتے ہیں (۳) ایسے اقوال جو تمام لوگوں کے حالات پر موثر ہیں (۴) وہ

احکام جو سیاست ملکی اور انتظام مدنی سے متعلق ہیں *

ان میں سے پہلی قسم تو کچھ غور طلب نہیں ہی مگر صرف پچھلی دو قسموں اس قابل ہیں کہ اُن کی نسبت اس قسم کی تحقیق و تدقیق کی جاوے کہ کونسے اُن میں نے ازروے وحی کے ہیں اور کونسے اُن میں کے ازروے وحی کے نہیں ہیں اور ہمکو لازم ہی کہ صرف اُنہیں احادیث کو وحی سمجھیں جنکی نسبت ہمکو ایسا سمجھنے کے لیئے کافی دلیل اور ثبوت ہو *

اگرچہ جناب پیغمبر خدا نے ہمکو بہ تصریح اُن کے قدم بقدم چلنے بلکہ صحابہ اور تابعین کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہی مگر یہہ حکم محض متعلق بہ معاملات دین سمجھا گیا ہی — ہم مسلمانوں نے بھی حتی الامکان مذکورہ بالا امور میں اُن کی پیروی کی کوشش کی ہی مگر اخیر کے دو امروں کی پیروی کرنے میں اتنا فرق ہی کہ پہلی صورت میں یعنی اگر اُنکا وحی سے ہونا ثابت ہو تو اُسکی اطاعت اور پیروی ہمپر فرض ہی اور دوسری صورت میں ہم اپنی خوشی سے عالم عقبیٰ میں ثواب حاصل کرنے اور اپنے پیغمبر کی محبت اور اُنکی تعظیم اور عقیدت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں یا حالات زمانہ اُس کے ترک پر ہمکو مجبور کریں تو بغیر اس کے کہ مذہب میں کچھ نقصان عاید ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوں اُسکو ترک کرسکتے ہیں *

اسی قسم کی خیالات نے ہمکو جناب پیغمبر خدا کی جملہ احادیث کے جمع کرنے اور اُن کی تحقیق کرنے پر مجبور کیا — جناب پیغمبر خدا کی حیات ہی میں اسلام کی سلطنت جزیرہ عرب میں وسیع ہوگئی تھی اور بیشمار لوگوں نے دین اسلام قبول کرلیا تھا — ہر مسلمان کی جناب پیغمبر خدا تک رسائی محال تھی اس لیئے جناب پیغمبر خدا کے اقوال اور افعال اور عادات کا علم اُن مسلمانوں تک پہونچانا جو اقطاع دور دراز میں رہتے تھے لازم ہوا اور اسی وجہ سے پیغمبر خدا نے اس امر کو پسند کیا جیسا کہ حدیث ذیل میں مذکور ہی پس اُسی زمانہ سے روایتوں کے بیان کرنے کا رواج ہوا *

عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول نضر اللہ امرأ سمع منا شیأ فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی لہ من سامع (رواہ الترمذی وابن ماجہ ورواہ الدارمی عن ابی الدرداء) —

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ نے فرمایا کہ خدا اُس شخص کو سرفراز کرے جس نے مجھسے کوئی بات سنی اور اُسکو اُسی طرح دوسروں کو پہونچایا جیسے کہ مجھسے سنا تھا — سو اکثر پہونچائی گئی سننے والے سے زیادہ اُس کو یاد رکھنے والے ہیں *

اگرچہ یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کی حیات ہی میں چند اشخاص بعض متفرق احادیث کو بھی قلمبند کرلیا کرتے تھے اور آنحضرت کی وفات کے بعد سے اس رواج کو زیادہ ترقی ہوتی گئی مگر ان دونوں زمانوں میں یہہ رسم اسقدر محدود تھی کہ

کسی خاص غور اور توجہ کے لایق نہیں ہی ۔ اُس زمانہ میں بہت سے لوگ زندہ موجود تھے جنھوں نے خود جناب پیغمبر خدا کا کلم سنا تھا اور جو ایسے نہ تھے اُنکو جناب پیغمبر خدا کے اقوال اور افعال اورعادات کی نہایت آسانی سے واقفیت ہوسکتی تھی اور اس لیئے احادیث کے جمع کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی *

مگر رفتہ رفتہ جبکہ وہ سن رسیدہ آدمی جنھوں نے جناب پیغمبر خدا کا زمانہ دیکھا تھا یکے بعد دیگرے انتقال کرتے گئے اُس وقت لوگوں کو احادیث کے جمع کرنے کی اشد ضرورت معلوم ہوئی یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے شروع میں چند دیندار اور پرہیزگار آدمیوں نے جنھوں نے اس دنیاے دون پر لات ماری تھی اور اپنی جان کو محض راہ خدا میں وقف کردیا تھا احادیث کے جمع کرنے کا بوجھ اپنے سر پر اُٹھالیا کتابیں لکھنی شروع کیں اور رفتہ رفتہ صحیح اور غیر صحیح کتابوں کا ایک انبار ہوگیا *

اُس سزا کا بیان جس کا مستحق جھوٹ حدیث بیان کرنیوالے کو جناب پیغمبر خدا نے قرار دیا ہی

ہم نے ابھی بیان کیا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کی حیات ہی میں اور آنحضرت کے ارشاد کے مطابق حدیثوں کے اور لوگوں تک پہونچانے کی رسم شروع ہوگئی تھی مگر اس بات کا بھی بیان کرنا ضروری ہی کہ ایک شخص کے دوسرے شخص تک حدیث پہونچانے میں کس قدر احتیاط کرنے کا منشاء آنحضرت کا تھا اور اُس منشاء کے ظاہر کرنے کو ترمذی اور مسلم کی حدیثوں کا اس مقام پر ذکر کردینا کافی ہوگا *

ترمذی کی حدیث میں ہی کہ ابن عباس سے روایت ہی وہ کہتے ہیں کہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم اتقوا الحدیث عني الا ما علمتم فمن کذب علي متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار (رواہ الترمذي) —

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھسے حدیث روایت کرنے میں پرہیز کرو مگر اُس قدر جتنا کہ تم جانتے ہو ۔ سو جو شخص قصداً مجھپر جھوٹ کہیگا اُسکو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیئے — (ترمذي) *

مسلم کی حدیث میں ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص مجھسے کسی حدیث کو یہہ جانکر روایت کرے کہ وہ جھوٹ ہی تو وہ خود جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہی * (مسلم) *

عن سمرۃ بن جندب والمغیرۃ بن شعبۃ قالا قال رسول اللہ صلعم من حدث عني بحدیث یري انہ کذب فہو احد الکاذبین (رواہ مسلم) —

مگر باوجود اس احتیاط کے ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اسلام میں جھوٹی اور بے بنیاد روایتیں بھیڑ اسی طرح پر پھیل گئیں جس طرح کہ جھوٹی روایتیں اور موضوع کتابیں یہودیوں اور عیسائیوں میں مروج ہوگئی تھیں — لیکن اتنا فرق ہی کہ علماے اسلام نے

مقدس جھوٹ کو کبھی اپنے مذھب کے عقاید میں قرار نہیں دیا بلکہ وہ ایسے کام کو ھمیشہ گناہ عظیم سمجھتے رھے اور اس لیئے اُنھوں نے ایسی جھوٹی روایتوں کے بنانے والوں کو گو کیسے ھی پاک اور نیک ارادہ سے اُنھوں نے ایسا کیا ھو جھنم کے سوا اور کہیں جگہ نہیں دی اور اُن کو اُس آگ سے بچانے میں کبھی کوشش نہیں کی — مگر برخلاف اس کے علماے مذھب عیسوی نے مثل آرجن وغیرہ کے صریح اپنے باطنی عقاید کے خلاف معاملات مذھبی میں مقدس جھوٹ کو کچھ جائز ھی نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالے کے نزدیک مقبول خیال کیا *

سرولیم میور صاحب اپنی اُردو تاریخ دین مسیحی میں بیان کرتے ھیں کہ " دوسری صدی صوح مسیحیوں میں گفتگو رھی کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ کیا جاوے تو اُنھیں کی بحث کا طرز اور طریقہ اختیار کرنا جائز ھی کہ نہیں — آخرکار آرجن وغیرہ کی راے کے بموجب طریقہ مذکور تسلیم ھوا — اس سے البتہ مسیحی بحثوں کی تو عقلی نکتہ سنجی نے بحث میں زیادہ رونق پائی لیکن راستی اور صفائی میں کچھ خلل پڑا — پھر اسی سبب سے بعض لوگ یہہ بھی جانتے ھیں کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ھوئیں جو کہ اس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھی گئیں اس طرح سے کہ فیلسوف لوگ جب کسی طریقہ کی پوزوی کرتے تھے تو کبھی کبھی اُسکے حق میں کتاب لکھ کے کسی معروف حکیم کے نام سے اجرا کرتے تھے کہ اس حیلہ سے لوگ اُسپر متوجہ ھوکر اُسکی باتیں زیادہ مانینگے — اگرچہ اُسکی باتیں برملا خود مصنف کی ھوتیں سو اسی طرح مسیحی جو فیلسفیں کی طرح بحث کرتے تھے کتاب لکھ کے کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اُسقف کے نام سے رواج دیتے تھے — ایسا دستور تیسری صدی میں شروع ھوا اور کئی سو برس تک رومی کلیسیا میں جاری رھا — یہہ بات بہت ھی خلاف حق اور قابل الزام شدید کے تھی " (میور صاحب کی تاریخ دین مسیحی حصہ دوم باب ۳) *

موشیم نے اپنی کتاب تاریخ مذھبی میں اس طرح پر لکھا ھی کہ " افلاطونی اور فیثا غورثی حکماء نے صدق اور پاکبازی کی حمایت میں فریب دینے اور جھوٹ بولنے کو جایز ھی نہیں قرار دیا تھی بلکہ مستحسن ٹھہرایا ھی — یہودیاں ساکن مصر نے اس عقیدہ کو قبل سنہ مسیحی کے اُن سے سیکھا — اس میں اُس شخص کو کچھ کلام نہ ھوگا جس کو کہ کتابوں کو مشہور آدمیوں کی طرف منسوب کرنے کی بیشمار جعل سازیاں نظمی نثری گوشاں اور اسی قسم کی واھیات چیزیں جن کی ایک بڑی مقدار اس صدی اور آیندہ صدیوں میں ظاھر ھوئی تھی یاد ھیں — میں نہیں کہتا کہ یکے عیسائیوں نے اس قسم کی سب کتابوں کو موضوع کیا تھا برخلاف اس کے اغلب یہہ ھی کہ ان کے ایک جزو اعظم کے موجد فرقجات غیر متعلق باقی ھوگئے تھے مگر اس بات سے کہ یکے عیسائی اس قصور سے منقض

معمرا نه تھے صریح انکار نهوں ہوسکتا (ایکلوپیڈیا سٹکل ھسٹری بب ۰ صفحہ ۷۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع) "۔

ایک اور مقام پر موشم نے اسی مضمون کو اس طرح پر لکھا ھی " لیکن اس کا اسقدر جلد عمل میں آنا مختلف اسباب پر موقوف تھا بالخصوص یہہ امر کہ حضرت مسیح کے صعود کے بعد بھی اُن کی سوانح عمری اور احکامات کی بہت سی تواریخیں جن میں جھوٹے قصے اور کہانیاں بھری ہوئی تھیں ایسے لوگوں نے شاید مرتب کی تھیں جن کے ارادے شاید برے نہ تھے بلکہ وہ وھمی سادہ مزاج اور مقدس جھوٹ کے عادی تھے اور بعدازاں مختلف مرضوع تصنیفات بلام نہاد حواریان مقدس سارے جہان میں مشتہر کی گئیں " (ایکلوپیڈیا یا سٹکل ھسٹری (سیرت) حصہ دوم باب ۲ صفحہ ۳۶) ۰

اُس طرز تحریر کے بیان میں جو روایات کے لکھنے میں مستعمل کیا گیا تھا

اس بات کے ظاھر کرنے کو کہ حدیث ایک شخص سے دوسرے تک کس طرح پہونچی محدثین نے چند کلمات بطور اصطلاح کے مقرر کیئے تھے اور اسی لیئے حدیث کے ھر ایک راوی پر واجب تھا کہ اُنھیں کلمات مخصوص سے جو اُس حدیث کے واسطے موزوں ھوں حدیث کو شروع کرے اور یہہ اسلیئے کیا گیا تھا کہ ھر حدیث پر بلحاظ بیان کے اُسقدر اعتبار کیا جاوے جس درجہ اعتبار کی وہ سزا وار ھو ۰

کلمات مذکورہ یہہ ھیں (۱) " حدثنا " یعنی اُس نے مجھسے کہا (۲) " سمعتہ یقول " یعنی میں نے اُس کو کہتے سنا (۳) " قال لنا " یعنی اُس نے مجھسے کہا (۴) " ذکرنا " یعنی اُس نے مجھسے ذکر کیا (۵) " اخبرنا " یعنی اُس نے مجھکو خبر دی ۶) " انبانا " یعنی اُس نے مجھکو آگاہ کیا (۷) " عن فلان " یعنی اُس سے ۰

اول کے چار کلمے صرف اُس صورت میں استعمال کیئے جاتے تھے جبکہ کوئی راوی دوسرے شخص سے حدیث کے الفاظ بجنسہ بیان کردیتا تھا — پانچواں اور چھٹا کلمہ اُس مقام پر استعمال کیا جاتا تھا جبکہ کوئی راوی اپنے سے اوپر کے راوی سے کسی امر یا واقعہ کی صحت یا عدم صحت کی نسبت دریافت کرتا تھا — اخیر کلمہ ایک مبہم کلمہ ھی اور اسی وجہ سے یہہ امر ملحوظ نہیں ہوسکتا کہ اخیر راوی نے جو دوسرے راوی کا نام لیا ھی وہ حدیث درحقیقت اُس راوی نے بیان کی ھی یا اُس کے اور اخیر راوی کے درمیان اور لوگ روایت کرنے والے بھی چھوٹ گئے ھیں — اس اشتباہ کے رفع کرنے کو خارجی امور کی تحقیقات ضرور ھوتی ھی مگر اُن کی نسبت علماء کی مختلف رائیں ھیں ۰

ایک رائے یہہ ھی کہ اگر یہہ معلوم ھوجاوے کہ وہ راوی سلسلہ روایت میں اور راویوں کے نام بفریب چھوڑ دینے میں متہم نہیں تھی اور وہ ایسے زمانہ میں اور ایسے مقام پر رھتا

تھا کہ اُن کا ایک دوسرے سے ملاقی ہونا ممکن تھا گو کہ اُس ملاقات کا ثبوت نہو تو بھی یہہ فرض کرلیا جاسکتا ھی کہ اُن دونوں کے درمیان کوئی اور راوی نہوں چھوٹا ھی *

دوسری راے جو بعض علماے مستند کی راے ھی یہہ ھی کہ اس امر کا ثابت ہونا بھی ضرور ھی کہ وہ دونوں اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی ملاقی ہوئے ہوں *

تیسری راے جو بعض علماء کا قول ھی یہہ ھی کہ اس امر کا ثبوت بھی ضروری ھی کہ وہ اتنے عرصہ تک یکجا رہے ہوں جو اُن کے ایک دوسرے سے حدیث سیکھنے کے واسطے کافی ہو *

چوتھی راے بعض عام عالموں کی یہہ ھی کہ اس امر کا ثبوت بھی ضرور ھی کہ ایک نے دوسرے سے درحقیقت حدیث سیکھی بھی تھی *

درجات احادیث کے بیان میں ایک راوی سے دوسرے تک ہونچنے کے لحاظ سے

جب کبھی کوئی حدیث بیان ہوتی ھی اُس کا رتبہ سلسلہ روایت سے جانچا جاتا ھی اور اُس کی شناخت کے لیئے الفاظ مصطلح مقرر کیئے گئے ھیں *

اول — " مسند یا مرفوع " — یہہ لقب اُس حدیث کو دیا جاتا ھی جب کہ راوی صاف صاف بیان کرتا ھی کہ فلاں بات خود پیغمبر خدا نے بیان فرمائی تھی یا خود کی تھی یا اوروں نے اُن کے روبرو کی تھی اور آپ نے منع نہیں فرمایا تھا *

دوم — " مرفوع متصل " — اگر ایسی حدیث کے راویوںکا سلسلہ پیغمبر خدا تک لگاتار یعنی بلا فصل پہونچتا ہو تو اُسکو یہہ لقب دیا جاتا ھی *

سوم — " مرفوع منقطع " — اگر ایسی حدیث کے راویوں کا سلسلہ بلا فصل پیغمبر خدا تک نہ پہونچے تو اُس حدیث کو یہہ لقب دیا جاتا ھی *

چہارم — " موسل یا موقوف " — یعنی وہ حدیث جس کو پیغمبر خدا کے اصحاب نے بیان کیا ہو مگر پیغمبر خدا سے منسوب نہ کیا ہو *

پنجم — " مرسل یا موقوف متصل " — اگر راویوں کا سلسلہ اُس صحابی تک جس نے اُس کو بیان کیا ھی بلا فصل چلا گیا ہو تو اُس حدیث کو یہہ لقب دیا جاتا ھی *

ششم — " مرسل یا موقوف منقطع " — لیکن اگر راویوں کا سلسلہ اُس صحابی تک مسلسل نہ ہو تو اُس حدیث کا یہہ لقب ہوتا ھی *

اس بات میں کہ آیا حدیث " مرسل یا موقوف متصل " کو معتبر اور قابل استدلال خیال کرنا چاہیئے یا نہیں علماء میں اختلاف راے ھی — لیکن صحابہ کی ایسی حدیث جس میں ایک ایسے واقعہ یا مقام کا مذکور ہو جہاں وہ خود موجود نہیں تھے تو اُس حدیث کو کسی طرح بغور اور کسی سند کے حدیث نبوی کے ہم پایہ نہیں سمجھا

جاسکتا — اُن علماء کي راے نہایت صحیح اور قوین انصاف ھی جو دربارہ نزول وحي کے حضرت عایشہ کي روایات کو قابل سند نہیں خیال کرتے کیونکہ وہ اُس زمانہ میں موجود نہ تھیں *

ھشتم — "مقطوع" یعني وہ حدیثیں جو تابعین نے بیان کي ھیں اور اپنے سے اوپر کے صحابہ کي طرف منسوب نہیں کیا ھی *

ھشتم — "مقطوع متصل" — اگر ایسي حدیث کے راویوں کا سلسلہ اُس تابعي تک برابر چلا جاوے تو اُس حدیث کا یہہ نام ھی *

نہم — "مقطوع منقطع" — اگر اُس کا سلسلہ اُس تابعي تک نہ پہونچے تو اُس حدیث کو اس نام سے پکارتے ھیں *

دھم — "روایت" — یہہ اقسام مانذکرہ بالا سے بالکل علحدہ ھی — یہہ نام اُن حدیثوں کا ھی جو اس طرح پر شروع ھوتي ھیں — "یہہ بیان کیا گیا ھی" یا فلاں شخص نے یوں روایت کي ھی" — اس قسم کي روایتوں بازاري گپ سے کچھہ زیادہ قابل اعتبار نہیں ھیں — ایسي ھي روایتوں سے ھمارے مفسرین و مورخین نے اپني تصنیفات کا حجم بڑھا لیا ھی اور ایسي ھي واھیات اور بیہودہ باتوں سے ھشامي طبقات کبیر — کتاب الواقدي وغیرہ کتابیں سیر و تواریخ کي پایہ اعتبار سے ساقط گني جاتي ھیں اور جو مایہ افتخار و ناز اُن عیسائي مصنفوں کا ھی جو مذھب اسلام کے برخلاف کتابیں لکھتے ھیں

درجات احادیث کے بیان میں بلحاظ راویوں کے چال و چلن یعني اُنکے ثقہ اور غیر ثقہ ھونے کے

جب کبھي کسي حدیث کے درجہ صحت کا امتحان راویوں کے ثقہ اور غیر ثقہ ھونے کے لحاظ سے کیا جاتا ھی تو اُسکا درجہ بہ ترتیب ذیل قرار پاتا ھی

اول — "صحیح" — اس نام سے وہ حدیث موسوم ھوتي ھی جسکے تمام راوي اول سے آخر تک پکے دیندار اور متقي اشخاص ھوں اور کبھي کسي قسم کي برائي کے ساتھہ متہم نہ ھوئے ھوں بلکہ تدین اور صدق مقال کے واسطے مشہور اور سب لوگوں کے نزدیک مسلم ھوں

ایسي حدیثوں کا درجہ اعتبار اس سبب سے اور بھي بڑہ جاتا ھی جب کہ اسي قسم کے راویوں نے علحدہ علحدہ بلا کسي اختلاف کے اُسي حدیث کو بیان کیا ھو مگر ایسي حدیثیں نہایت ھي قلیل ھیں

دوم — "حسن" — اس قسم سے وہ حدیثیں منسب ھوتي ھیں جنکے تمام راوي اول الوصاف بحمدہ میں اول قسم کي حدیث کے راویوں کي کوئي ھمسري نہ کرسکتے ھوں مگر

باایں همه پرهیزگاری اور عام ثقاهت کے ساتهه متصف هوں اور اُس حدیث کی اصلیت بهی غیر مشتبه هو — اس قسم کی بهشمار حدیثیں هیں جنسے معتبر کتب احادیث مملو هیں *

سوم — "ضعیف" — یهه تمام اُن حدیثوں کو دیا جاتا هی جنکے تمام راویوں میں سے ایک شخص بهی اول یا دوم قسم کے راویوں کی مانند نه هو — ان احادیث کے ضعف کا درجه دیگر اسباب سے بهی زیادہ یا کم هوجاتا هی — همارے هاں کی کتب احادیث جو دوسرے درجه کی کهلاتی هیں اسی قسم کی احادیث سے بهری پڑی هیں *

چهارم — "غریب" — یهه لقب اُن حدیثوں کا هی جنکے راویوں میں سے کسی نے بجز ایک آدہ حدیث کے اور کوئی حدیث نقل نه کی هو جس سے یقین هوتا هی که وہ فن حدیث میں کچهه تبحر نهیں رکهتا *

راویوں کے درجه اعتبار کے بیان میں اُنکے تفقه فی الدین کے لحاظ سے

تمام صحابه کبار اور تابعین اور تبع تابعین جب کوئی حدیث آنحضرت کی بیان کرتے تهے تو اُنکے الفاظ بعینه وهی نهوتے تهے جو آنحضرت نے فرمائے هوں اور ایسا کرنا امکان سے بهی خارج تها سهذا یهه خیال کیا گیا هی که بعض دعائیں ایسی هیں جنکے الفاظ بجنسه محفوظ هیں — غرضکه تمام حدیث کے راویوں میں حدیث کو بالمعنی روایت کرنے کا رواج تها — پس یهه بات قرین قیاس هی که جو لوگ زیادہ علم رکهتے تهے اور تفقه فی الدین کا اُنکو زیادہ ملکه تها وہ آنحضرت کے کلام کا به نسبت اوروں کے اچهی طرح پر مطلب سمجهتے هونگے اور اوروں کو بهی ٹهیک طور پر بخوبی سمجها سکتے هونگے اسواسطے راویوں کے باعتبار اُنکے علم کے سات درجے کهئے گئے هیں *

اول — وہ جو علم اور تفقه میں زیادہ تر ممتاز تهے اور حافظه بهی قوی رکهتے تهے — ایسے اشخاص ائمه حدیث کهلاتے هیں *

دوم — وہ جو پهلوں سے کم درجه رکهتے تهے اور جن سے شاذ و نادر هی کسی غلطی کے سرزد هونے کا احتمال تها *

سوم — وہ جنهوں نے مسائل مذهبی میں اختلاف کیا تها مگر اُنکو اسقدر تعصب نهوں هوگیا تها که اعتدال سے متجاوز هوگئے هوں اور نهز اُنکے تدین اور صدق کلام میں کسی طرح کا شک و شبهه نهوں تها *

چهارم — وہ جنکے حالات کی نسبت کچهه اچهی طرح سے آگاهی نهیں هی *

پنجم — وہ جنهوں نے مسائل مذهبی میں اختلاف کیا تها مگر اُنکا تعصب حد اعتدال سے متجاوز هوگیا تها *

ششم — وہ جنکي طبیعت میں شک اور وہم بڑھا ہوا تھا اور اُنکا حافظہ بھي قابلِ اعتبار کے نہ تھا *

ہفتم — وہ جو جھوٹي حدیثوں بنانے میں مشہور اور بدنام تھے *

علماے دین کي یہہ راے ہی کہ اول تین درجے کے لوگوں کي ہوئي حدیثوں کو باعتبار اُن کے مراتب کے صحیح خیال کرنا چاہیئے اور اخیر کے تین درجے کے لوگوں کي بیان کي ہوئي حدیثوں کو بلا تامل رد کردینا چاہیئے — باقي رہ گئے چوتھے درجے کے لوگ اُن کي بیان کي ہوئي حدیثوں کو جب تک کہ اُن کے راویوں کا حال معلوم نہو قابل اعتبار سمجھنا نہ چاہیئے *

جو روایتیں کہ یہودیوں کے ہاں مذکور تھیں اُن کے بیان کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت ہو تھي

آنحضرت نے فرمایا تھا کہ یہودیوں کے ہاں جو روایتیں ہیں اُن کے بیان کرنے میں کچھہ حرج نہیں ہی — چنانچہ اس کي تصدیق اُس حدیث سے ہوتي ہی جو بخاري میں مذکور ہی اور اسي وجہہ سے مسلمان یہودیوں کي روایتوں کے بیان کرنے میں کچھہ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے اور وہ حدیث یہہ ہی *

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلم نے فرمایا کہ پہونچاؤ مجھسے اگرچہ ایک ہی آیت ہو — اور حدیث بیان کرو بني اسرائیل سے اس میں کچھہ حرج نہیں ہی — اور جو شخص تصداً مجھہ پر جھوٹ بولیگا تو اُس کو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیئے — (بخاري) *

عن عبداللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم بلغوا عني ولو آیۃ وحدثوا عن بني اسرائیل ولا حرج ومن کذب علي متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار (رواہ البخاري)

روایات میں اختلاف ہونے کے اسباب

جب کبھي ہم راویوں کي روایتوں میں اختلاف دیکھیں تو ہمکو یہہ نتیجہ نکالنا نہیں چاہیئے کہ یہہ روایتیں راویوں کي بناوٹ ہی جیسا کہ عیسائي مورخ عموماً خیال کرتے ہیں — اس لیئے کہ احادیث موضوعہ کے سوا اور بھي قدرتي اسباب ایسے موجود ہیں جن کي وجہہ سے روایات میں اختلاف پڑنا ممکن الوقوع ہی — چنانچہ ہم اُن قدرتي اسباب کو بیان کرتے ہیں جن کے سبب روایتوں میں اختلاف پڑتا ہی *

اول — حدیث کے مطلب کي غلط فہمي *

دوم — حدیث کے معني سمجھنے میں دو راویوں کے باہم اختلاف — یعني ایک ہي حدیث کے ایک نے کچھہ معني سمجھے اور ایک نے کچھہ *

سوم — حدیث کا مطلب لوگوں سے صاف صاف بیان کرنے کي عدم قابلیت *

چہارم — راوي کے حافظہ کا قصور کہ یا تو اُس نے کسي حدیث کا کوئي جزو چھوڑ دیا

یا دو مختلف حدیثوں کو باہم خلط ملط کردیا *

پنجم — راوي کا کسي جزو حدیث کي تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سننے والا بآساني اُس کو سمجھ جاے لیکن سننے والے نے از راہ غلطي اُس تفصیل کو بھي حدیث کا جزو سمجھا *

ششم — راوي نے اپني گفتگو میں جناب پیغمبر خدا کے چند کلمات بیان کیئے اور سننے والوں نے اُس کے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا *

ہفتم — کسي راوي نے یہودیوں کي روایتیں بیان کیں اور سننے والوں نے اُنکو غلطي سے حدیث سمجھ لیا اور اسي ذریعہ سے یہودیوں کي روایتوں کا اختلاف مسلمانوں کے ہاں منتقل ہو آیا — اگلے نبیوں اور بزرگوں کے قصے جن سے ہمارے ہاں کي تاریخیں اور تفسیریں سیاہ ہیں سب انھیں ذریعوں سے پیدا ہوئے ہیں *

ہشتم — وہ اختلاف جو زباني روایات کے سلسلہ سے خود بخود عارض ہوتا ہی اور اسي ذریعہ سے معمولي باتوں معجزات اور کرامات کي صورت پیدا کرلیتي ہیں *

نہم — مختلف حالات جن میں کہ راوي نے آنحضرت کو دیکھا تھا یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا *

یہہ تمام اسباب ایسے ہیں جن کے سبب سے بغیر ارادہ تصنع کے قدرتي طور پر روایتوں میں اختلاف پڑجاتا ہی — منجملہ ان کے نویں قسم ایسي ہی کہ باوجود اختلاف کے کل روایتوں کا سچا ہونا ممکن ہی *

موضوع حدیثوں کا بیان

اس میں کچھہ شک نہیں ہی کہ بہت سي حدیثیں جناب پیغمبر خدا کے نام سے چھوڑي اور موضوع بنائي گئیں اور جو لوگ کہ ایسي شرمناک جعلسازي کے مرتکب ہوئے تھے وہ مختلف قسم کے لوگ تھے *

اول — وہ لوگ تھے جو عوام الناس میں کسي نیک رسم یا کسي ثواب کے کام کي ترویج کے خواہاں تھے اور اپنے کامیاب ہونے کي غرض سے اُنھوں نے کوئي حدیث بنالي — اس قسم کي جعلسازي زیادہ تر اُن حدیثوں سے متعلق ہی جن میں چھوٹے چھوٹے نیک کاموں کے کرنے میں بڑے بڑے ثواب بیان کیئے ہیں اور نوافل کے پڑھنے میں گناہوں کے بخشے جانے اور قیامت میں اعلی درجے ملنے کے وعدے کیئے گئے ہیں — قران کي سورتوں کے پڑھنے کي عجیب عجیب خاصیتیں بیان کي گئي ہیں — بیماریوں سے شفا پانے اور رزق میں فراخي ہونے کي خاصیتیں یا بعض قران کي سورتوں کا قیامت میں گناہ بخشوانے کے لیئے شفیع ہونا بیان ہوا ہی — ان موضوع حدیثوں کے بنانے والوں کا منشاء یہہ تھا کہ لوگ نیک کاموں میں اور قران مجید کي تلاوت اور نوافل کے ادا کرنے پر زیادہ تر متوجہ

ہوں - لیکن مذہب اسلام اس قسم کے فریبوں اور جھوٹوں کو پناہ نہیں دیتا بلکہ اُنکو جہنم کی آگ میں ڈالتا ہی *

دوم — واعظوں نے اس غرض سے کہ اُنکے گرد بہت سے لوگ جمع ہوجاویں اور سننے والے عجیب و غریب باتوں کے سننے سے خوش ہوں اور نہ اس غرض سے کہ سننے والوں کے دل میں نرمی اور رحم اور خدا ترسی اور رقت قلب اور نیک کاموں کی رغبت پیدا ہو اور برے کاموں کی دہشت اُنکے دل میں پیدا ہو اور خدا کا خوف اور نجات کی اُمیدیں اُن کے دل میں بھڑک اوٹھیں بہت سی حدیثیں موضوع کرلیں — مگر افسوس ہی کہ اُنکو یہہ خیال نہیں کہ اُنکے ان افعال سے مذہب اسلام بالکل نفرت کرتا ہی- یہہ حدیثیں زیادہ تر دوزخ اور بہشت اور ملائک کے حالات وغیرہ سے علاقہ رکھتی ہیں

سوم — وہ لوگ ہیں جنہوں نے مذہب کے مسائل میں اختلافات کیئے اور اُس تعصب میں جادۂ اعتدال سے بڑہ گئے اور اپنی دلیلوں میں غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے اس قسم کی حدیثیں وضع کرلیں جو اُنکے مفید مطلب ہوں

چہارم — مخالفین مذہب اسلام نے جو اُس زمانہ میں زیادہ تر یہودی اور مشرکین تھے بہت سی باتیں سچ اور جھوٹ آنحضرت کی نسبت مشہور کی تھیں اور وہ عرب میں پھیل گئی تھیں — رفتہ رفتہ بطور روایت کے بیان ہونے لگیں اور لوگوں نے غلطی سے اُنکو حدیثوں میں شمار کیا *

ہمارے علماء نے احادیث موضوع اور غلط روایات مروجہ کے دریافت کرنے میں از حد کوشش کی ہی اور اس باب میں اکثر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور صحیح اور باطل روایتوں کی تحقیق اور تمیز کرنے کے لیئے قواعد اور اصول مضبوط کیئے ہیں *

مقدم اصول جو اس امر کی تحقیق کے لیئے علماء نے قرار دیئے ہیں وہ یہہ ہیں کہ احادیث کے الفاظ اور طرز عبارت کا امتحان کیا جاوے — ہر حدیث کے مضمون کو قرآن مجید کے احکام اور عقاید و مسائل مذہبی مستخرجہ قرآن اور احادیث مستند سے مقابلہ ہو — احادیث کے منشاء اور بیان کی تحقیق اور تدقیق کی جاوے کہ اُس میں کوئی ایسا تاریخی واقعہ تو نہیں ہی جو از روے تاریخ کے غلط ہو یا اُس میں ایسے عجائبات تو نہیں بیان ہوئے جن کو عقل تسلیم نہ کرتی ہو — جن حدیثوں میں اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں وہ موضوع خیال کی جاتی ہیں *

مختصر طور پر اس کتاب کے پڑھنے والے جان لینگے کہ جن احادیث کو ہم مسلمان قابل سند خیال کرتے ہیں اُن میں کم سے کم مندرجہ ذیل امور کا ضرور بالضرور ہونا چاہیئے یعنی راوی نے صاف اور مصرح طور پر بیان کردیا ہو کہ فلاں بات پیغمبر خدا نے فرمائی تھی یا کی تھی — سلسلۂ راویوں کا پیغمبر خدا تک غیر منقطع ہو - پیغمبر خدا سے لیکر

اخیر راوي تک جملہ راوي تقوے اور تدین اور نیک اعمال کے لیئے مشہور ہوں — ہر راوي کو اپنے ماسبق راوي سے ایک سے زیادہ حدیثوں پہونچي ہوں — ہر راوي لیاقت علمي اور تفقہ میں ممتاز ہو تاکہ یہہ امر متیقن ہوجاوے کہ اُس نے حدیث کے صحیح معني کو سمجھہ لیا ہوگا اور اوروں کو بھي ٹھیک طور سے سمجھا دیا ہوگا — حدیث کا منشاء احکام مندرجہ قران مجید یا عقاید مذھبي مستخرجہ قران یا حدیث مستند سے متناقض نہو— اُس میں عجائبات و غرائبات دور از عقل بیان نہوں بلکہ منشاء حدیث کا اس قسم کا ہو جس کے تسلیم کرنے میں لوگوں کو کلام نہو *

کوئي حدیث جس کي صحت اس طرح ثابت ہوجاوے کسي عقیدہ مذھبي کي بناء ہوسکتي ہی مگر یا ایں ہمہ اُس میں ایک اور شبہہ کا عارض ہونا باقي رہ جاتا ہی یعني وہ حدیث اس لیئے کہ صرف ایک ہي شخص کي روایت ہی مفید یقین نہیں ہوسکتي بلکہ افادہ ظن کرتي ہی *

اس شبہہ کے سبب سے احادیث مستندہ کے بھي تین درجے قایم کیئے گئے ہیں اور وہ یہہ ہیں (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر احاد *

متواتر وہ حدیثوں کہلاتي ہیں جن کو جناب پیغمبر خدا کے زمانہ سے لیکر جملہ صحابہ کبار اور علماے دین نے ہر ایک زمانہ میں پے در پے بالاتفاق صحیح اور مستند تسلیم کرلیا ہو اور اُن میں کسي نے کبھي کوئي جرح و قدح نہ کي ہو — ہر زمانہ کے علماء کا قول ہی کہ صرف قران مجید ہي حد تواتر کو پہونچا ہی — مگر بعض حدیثوں کو بھي متواتر بتاتے ہیں اور اُن کي تعداد پانچ سے متجاوز نہیں ہوتي — ایسي احادیث پر بلا تکلف اعتبار کرنا اور اُن پر معتقدانہ عمل کرنا واجب ہی

مشہور — اُن حدیثوں کو کہتے ہیں جو تواتر کے درجہ تک نہ پہونچي ہوں مگر ہر زمانہ کے عالموں نے اُنکو صحیح تسلیم کیا ہو — یہہ وہ حدیثیں ہیں جو ہماري کتب حدیث میں جو معتبر گني جاتي ہیں منقول ہیں اور اس باعث سے اُنکي صحت بالعموم مسلم ہی اور ہمارے بعض عقاید مذھبي بھي اُنپر مبني ہیں گو کہ وہ درایتاً تنقیح اور تنقید کے امتحان سے بري نہیں ہیں *

خبر احاد اُن حدیثوں کا نام ہی جو مذکورہ بالا حدیثوں کے اوصاف تک نہیں پہونچیں اور اسي قسم کي حدیثوں بہت کثرت سے حدیث کي کتابوں میں ہیں — علماے اسلام اس باب میں کہ اس پچھلي قسم کي حدیثوں پر کوئي عقیدہ مذھبي مبني ہوسکتا ہی یا نہیں مختلف الراے ہیں *

جن لوگوں نے کہ احادیث کے جمع کرنے کا بیڑہ اُٹھایا تھا اُن میں سے جو سب سے اعلی اور افضل اور ائمہ حدیث کہلاتے تھے اُنہوں نے اپنی همیت صرف اس باب پر مصروف

تھی تھی تھ راویوں نے اعتبار کی کماحقہ تحقیق کرنے کے بعد حدیثوں کو لکھیں اور اُنہیں لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں صحاح میں داخل ہیں - اور بعضوں نے اس بات پر ہمت مصروف کی تھی کہ جسقدر حدیثیں اُنکو ملیں وہ جمع کرلیں اُنہیں کی لکھی ہوئی کتابیں دوسرے درجہ کی گنی جاتی ہیں - اس میں کچھہ شک نہیں کہ جامعین حدیث نے ایسی کسی حدیث کو نہ اختیار کیا ہوگا جو ظاہر بادی النظر میں غلط ہو مگر جسقدر کہ حدیثیں اُنہوں نے منتخب کرکے جمع کرلیں اُسپر انکو از روے درایت کے تحقیق اور تدقیق کرنے کا موقع نہیں ملا - اُنہوں نے یہہ کام اپنے سے بعد کے لوگوں پر چھوڑا تھا افسوس ہی کہ اُنکے بعد اُنکی حدیثوں کی ایسی وقعت لوگوں کے دلوں میں بیٹھہ گئی تھی کہ اُنکو بجز خاص علماے محققین کے درایتاً اُن حدیثوں کی تنقیح اور تنقید کی جرأت نہیں ہوئی - مگر از روے مذہب اسلام کے ہر ایک مسلمان کا حق ہی کہ اُن حدیثوں کی درایتاً تنقیح اور تنقید کرے — ہمارے مورخین نے اور مفسرین نے جو کام اختیار کیا ہی وہ یہہ ہی کہ تمام دلدر اور ناقص اور ضعیف حدیثیں کو اپنی تصنیفات میں جگہہ دیتے ہیں *

عیسائی عالم جو کسی حدیث کے درجہ صحت اور تحقیق کے اُن قواعد سے جو علماے اسلام نے مقرر کیئے ہیں محض ناواقف ہوتے ہیں اور درایت کے تو فلم سے بھی وہ واقف نہیں ہیں جب کوئی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جس میں بجز بدترین احادیث اور روایات کے اور کچھہ نہیں ہوتا تو اپنے دل میں سمجھہ لیتے ہیں کہ جزئیات اسلام سے واقف ہوگئے اور ہمارے مذہب کی نکتہ چینی اور تضحیک شروع کرتے ہیں اور جبکہ اُنکی یہہ سادہ انتخاب تصنیفیں مسلمانوں کی نظر سے گذرتی ہیں تو اُسکا نتیجہ صرف یہہ ہوتا ہی کہ مصنفوں کی بے علمی اور تعصب پر جو اُن کی تصانیف سے مترشح ہوتی ہی ہنستے ہیں اور اُنکی بے فائدہ صرف اوقات پر افسوس کرتے ہیں *

سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفوں کی شبہات کی تردید

اگرچہ ہمکو مسلمانوں کی روایتوں کا پورا پورا اور بہ تفصیل بیان کیا ہی تاہم بہ نظر مزید تحقیق اُس آنکھی کو نظر انداز نہیں کرسکتے جو ہمکو اپنے نبی کی سوانح عمری لکھنے والے دو لئیق عیسائی مصنفوں سے حاصل ہوئی ہی یعنی اے اسپرنگر ایم تی اور سر ولیم میور ایل ایل تی سی *

ڈاکٹر اسپرنگر نے مسلمانوں کی روایتوں اور راویوں کی نسبت بہت تھوڑا بیان کیا ہی اور اُس تھوڑے ہی بیان سے اُنکے اس مضمون سے بہت کم واقفیت ظاہر ہوتی ہی — یہانتک کہ اُنکی مثال ٹھیک ٹھیک اُس شخص کی سی ہی جو نہایت تاریکی میں بڑا ہو اور غور کی حقوقت کی تلاش میں تعصب اور کم فہمی سے جھوٹے شبہوں سے دھوکہ کھاکر

راہ گم کرگیا ہو اور بے اصل چیزوں کی پیروی میں اصل چیز کو بھی ہاتھ سے کھو دیا ہو۔ مگر اُنکا ایک یہاں قابل غور ہی وہ کہتے ہیں کہ کتب دیگیات میں اہل سنت و جماعت کے ہاں چھ کتابیں سب سے معتبر ہیں یعنی صحیح بخاری - مسلم - سنن ابو داؤد — ترمذی - نسائی - ابن ماجہ - انکے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جو اکثر کتب سابق پر مبنی ہیں جنکی سندیں کے ہاں بہت قدر ہی - مثلاً (واضح ہو کہ بعض ناموں کی صحت جو انگوریزی میں لکھے ہوئے تھے نہیں ہوسکی) دارمی- دارقطنی - ابن عیینہ - اصمعی - برقانی - احمد سلفی - بیہقی - حمیدی - خطابی - بغوی - رزین - جزری ابن الاثیر مبارک - ابن جوزی - نووی *

اب اول تو یہہ اخیر کی چودہ کتابیں اُن میں سے جسقدر سے کہ ہم واقف ہیں پہلی چھ کتابوں پر مبنی نہیں ہیں سوائے مشکواۃ کے جو بغوی کی ہی اور اکثر ان میں کی غیر معتبر اور غیر مستند ہیں اور اُن میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اُن چھ کتابوں میں نہیں ہیں — دوسرے یہہ کہ کوئی حدیث ہو خواہ وہ پہلی قسم کی کتابوں میں ہو خواہ دوسری قسم کی کتابوں میں نہ کسی مذہبی عقیدہ کی بناء قرار پاتی ہی نہ صحیح اور مستند تسلیم ہوتی ہی جب تک کہ وہ اُن قواعد سے جو اوپر مذکور ہوئی صحیح نہ ثابت ہوئی ہو *

سرولیم میور نے کسقدر طوالت کے ساتھہ اسلام کی روایتوں اور راویوں کی نسبت بحث کی ہی مگر ہم بافسوس بیان کرتے ہیں کہ اُن کے طرز تحریر سے صاف منکشف ہوتا ہی کہ قبل اس کے کہ ایک غیر متعصبانہ اور آزادانہ تحقیق اور جائز نور منصفانہ دلیل سے کوئی نتیجہ مستخرج کریں اُن کے دل میں یہہ بات سمائی ہوئی تھی کہ یہہ سب روایتیں جھوٹی اور لوگوں کی محض بناوٹیں اور ایجادیں ہیں اور اول ہی سے اس بات کا قصد کرلیا ہی کہ ان سب روایتوں کو ایسا ہی ثابت کریں — وہ امر حق کی تحقیق کرنا نہیں چاہتے گو وہ امر حق کچھہ ہی کیوں نہو جس کی تحقیق ہر بے غرض مصنف کا اصلی منشاء ہوتا ہی یا کم سے کم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہونا چاہیئے — اُن کے طرز استدلال ہی سے اُن کی غرض ظاہر ہوجاتی ہی — وہ اس فقرہ سے مغالطہ کو آغاز کرکے کہ " اگلے مسلمانوں کی عادتیں روایت کے رواج کی مؤید نہیں " فرماتے ہیں کہ " اپنے نبی کے کاموں اور باتوں سے زیادہ اور کس مضمون پر مسلمانان سابق سرگرمی سے بحث کرتے " اس کے بعد صاحب موصوف یہہ رائے بیان کرتے ہیں کہ " ان روایات ہی نے اعتقاد زمانہ کی وجہہ سے محمد (صلعم) کو عجائب و غرائب اوصاف سے متصف کردیا۔ اُن کے پیروؤں کے دل میں نا دانستہ یہہ خیال گذرا کہ محمد (صلعم) کو انسانی طاقت سے بڑھکر قدرتیں حاصل تھیں یہہ اسی مادہ سے اسقدر کثیر روایتیں وجود میں آئیں - جب

کبھی ان بیانات کے امتحان کے لیئے واقعات کا کوئی اندازہ سرو دست موجود نہوتا تو حافظہ کو قوت وا ہمہ کی بے روک کوششوں سے مدد دی جاتی " — " صحابہ کبار کی روایتوں کی تعظیم اور حرمت جو زمانہ ما بعد میں لوگوں کو تھی " وہ بقول صاحب موصوف " استداد ایام کا اثر تھا جو لوگوں کے دلوں میں اور روایتوں پر خود بخود ہوا ہوگا " *

اب کہ سرولیم میور اس طرح پر استدلال کرتے ہیں تو یہہ سوال پیش آتا ہی کہ دنیا میں سب سے زیادہ نیک اور پرہیزگار شخص کا کیا حال ہوگا اگر اُس کی ہر بات اور حرکت کو دغا بازی اور ریا کاری کی دھذلی اور خراب عینک سے دیکھیں اور اُس کے جملہ کلمات اور افعال کی غلط تاویل کریں اور جسقدر خراب معنی ہمارا تعصب اور حسد ایجاد کرسکے اُن کے اوپر عاید کریں *

کیا حضرت موسی کے تمام معجزات " اُن کے عصا کا سانپ کی شکل میں ہوجانا " — " اُن کا یدبیضا " — " دریا کا خون کی مانند ہوجانا " — " مہلکوں کی وبا " اور اور معجزات جو اُن سے مصر میں ظہور پذیر ہوئے تھے — " بحر احمر میں بنی اسرائیل کے لیئے رستہ کا کھل جانا " — من وسلوے کا آسمان سے نازل ہونا " — " پتھر کی ملقش لوحوں کا ملنا جن پر خدا تعالے نے اپنی انگشت مبارک سے لکھا تھا خدا تعالے کا بنی اسرائیل کو تمام قوموں پر ترجیح دینا اور اُن کو " مہری منتخب قوم " کے خطابات سے سرفراز کرنا اور اسقدر برکتوں اُن کو عطا فرمانا اور حضرت اسرائیل کو " موروا پھلونتا " بیٹا کہکر ممتاز کرنا کیا ان سب باتوں کو دل لگی کے قصے اُس طرز استدلال کے طور پر جسکو سرولیم میور نے اختیار کیا ہی نہیں کہہ سکتے — جن کو اُس نبی کے سرگروہ پیروؤں یعنی بنی اسرائیل نے ایجاد اور وضع کیا ہو — جنہوں نے بسبب " متشکیانہ تعظیم " اور " شائقانہ تکریم " کے استداد زمانہ میں اپنے نبی کو " عجیب و غریب اوصاف سے " متصف کردیا — کیا یہہ بات بھی حضرت موسی پر اسی طرح صادق نہیں آسکتی ہی کہ " اُن کی وضع کی شان کو دھیان اور مراقبہ سے عروج حاصل ہوا اور جسقدر دور زمانہ اُن کے پیروؤں سے اُن کو کرتا گیا اُس عجیب و غریب انسان کا نقشہ جو آسمان کے فرشتوں (بلکہ خود خدا ہی سے) بے تکلف پیغام و سلام رکھتا تھا زیادہ دھندلا لیکن زیادہ بڑا تناسب حاصل کرتا گیا — دل میں نادانستہ یہہ خیال گذرا کہ اُن کو انسانی طاقت سے زیادہ قدرتیں حاصل ہیں اور ایسے ساماتوں سے جو انسان کے امکان سے باہر ہیں گھیرے ہوئے ہیں " — حضرت عیسی اور اُن کے با اعتقاد اور سرگرم متبعین کا اُس وقت کیا حال ہوتا اگر ہر شخص اُن روایات کو محض بناوٹی ایجادیں سمجھکر مضحکہ میں ڈال دیتا جن میں حضرت عیسی کی کرامانی پیدایش اور حضرت عیسی کا تو سرتو زندہ ہونا اور اپنے مصلوب حالیہ اپنے متبعوں کو دکھلانا اور اُن کا آسمان پر چڑھ جانا اور اللہ تعالے کے دہنے

راست کي طرف بهتهنا يعني حسب قانون وحدت في التثليث کے اپنے هي دست راست کي طرف بهتهنا مذکور هی *

لیکن عقل و فهم کي تعظیم همکو اُن لوگوں کي احادیث اور افعال پر عیب رکهنے اور اُن کي بدترین تاویل کرنے سے مانع آتي هی جنهوں نے تقوي اور نیک اعمال کي وجهه سے شهرت اور عظمت حاصل کي هو اور اس امر سے بهي البته انکار نهیں هوسکتا که هر مصنف کو لازم هی که جب اوروں کي تحریرات اور تصنیفات کي جهان بین کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کو تعصب اور کمظرفي سے پاک اور صاف کرلے *

محمد رسول الله کے اصحاب اور خلفاء ایسے لوگ تهے جنهوں نے اپنے آپ کو محض خدا تعالے کي طرف مصروف کردیا تها وہ امر حق کو مانتے تهے اور اس جهاں فاني کو نظر حقارت سے دیکهتے تهے — وہ ایماندار صادق القول اور نیک طبیعت تهے اور همارے احادیث کے جمع کرنے والوں نے بدیں غرض که احادیث نبوي کا ایک مجموعه هو جاوے دور دراز کے سفر اختیار کئے تهے — اُنهوں نے حکام وقت کے هاتهه سے سخت تکلیفیں برداشت کي تهیں — اُن کو بے شمار دقتیں پیش آئیں اور ایسي ایسي مصیبتیں اور اذیتیں سهني پڑیں جو به مشکل خیال میں آسکتي هیں — بایں همه اُنهوں نے کبهي اپنے کام سے پهلو تهي نهیں کي اور اُن کو انجام تک پهونچایا جس سے صریح ثابت هی که اُن کو دیني اور نیک نیت وجهوں سے اس امر کي تحریک هوئي تهي اور هم کسي طرح مجاز نهیں هوسکتے که اُن کے افعال کو ریا کاري اور فریب کي طرف منسوب کریں اور اُن کي تصنیفات کي اس بے بقیاں بیان پر که محض بناوٹي ایجادیں هیں بیجا تحقیر کریں *

سر ولیم میور بیان کرتے هیں که " ترقي پذیر سلطنت کي احتیاجیں توان کے مجموعه سیاست کي افزایش کي خواهاں هوئیں — جو چیز که پهلے عربوں کي سادہ وضعي اور محدود نظام مدني کے واسطے بخوبي کفایت کرتي تهي اُنکي اولاد کي روز افزوں احتیاجوں کے واسطے غیر مکتفي هوگئي " — وہ کهتے هیں که " یهه اور اسي قسم کے اسباب توان کے معدود اور معرا مسائل کي توسیع اور اُس کے اخلاق کے غیر مکمل مجموعه کي تکمیل کے متقاضي هوئے " *

اس بیان میں سر ولیم میور نے دو طرح پر غلطیاں کي هیں — ایک تو یهه که جامعین حدیث کو ترقي سلطنت اور مجموعه سیاست سے کچهه سروکار نه تها یهه لوگ محض دین کي طرف متوجهه تهے — اُنهوں نے احادیث نبوي کو محض باغراض دیني جمع کیا تها — اُن کي جمع کي هوئي حدیثوں میں دین هي کو بهت بڑي نسبت هی پهر اُن کا بهوسواں حصه بهي امور سیاست سے متعلق نهیں هی — دوسرے یهه که کوئي زمانه ایسا نهیں گذرا که مسلمانوں نے امور متعلق سیاست کو الهام سمجها هو — خیر

جناب پیغمبر خدا اپنے زمانہ میں ایسے امور میں صحابہ سے صلاح لیتے تھے اور اس صلاح کے مطابق کاربند ہوتے تھے — اُس زمانہ کے بعد بھی اُن روایتوں کو جو سیاست سے متعلق تھیں کسی نے الہامی نہیں سمجھا چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کرچکے ہیں قرآن مجید اور نیز جناب پیغمبر خدا نے ہر چیز متعلق سیاست اور انتظام مدن کو باستثنائے چند اصول عام کے بالکل فوماروائوں کی راے پر چھوڑ دیا ہی اور صرف یہہ حکم دیا ہی کہ ذی فہم لوگوں سے مشورہ کرکے کام کریں جو زمانہ کے حالات اور ڈھنگ کے واسطے ضروری ہیں — پس مسلمانوں کو اور اُن کی اولاد کو اپنی روز افزوں احتیاجوں کے واسطے قرآن کی تکمیل کے لیئے حدیثوں کے تلاش کرنے کی کچھہ ضرورت نہ تھی — ہاں بلا شبہہ مسلمانوں میں یہہ خواہش تھی کہ ہر امر میں خواہ وہ دین سے متعلق ہو یا دنیا سے اُسی طرح پر کارروائی کریں جس طرح کہ پیغمبر خدا نے کی تھی اور یہہ اُس محبت و عشق کا تقاضا تھا جو ہم مسلمان اپنے پیغمبر کے ساتھہ رکھتے ہیں اور اسی لیئے ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتے تھے — پس یہہ عشق اور محبت نہایت قابل ستایش تھی — مگر افسوس ہی کہ سر ولیم میور نے مسلمانوں کی اس عمدہ صفت کو بھی بد توین تاویل میں بیان کیا ہی *

اس کے بعد سرولیم میور صاحب یہہ فقرہ لکھہ کر کہ " اولاً قرآن ہی چال و چلن کا نافذ قانون تھا " یہہ بیان کرتے ہیں کہ " پھر وہ اپنی غرض اصلی کے واسطے مکذبی نہ ہوا اور اس نقص کی تلافی صفت یعنی پیغمبر صاحب کے احکام اور افعال سے کی گئی " اسکے بعد لکھتے ہیں کہ " اُنہوں نے (یعنی پیغمبر خدانے) کبھی اپنے آپ کو خطا سے مبرا نہیں قرار دیا بجز اُس صورت کے جبکہ اللہ تعالی کی طرف سے القاء ہوتا تھا — مگر اس نئے عقیدہ نے یہہ بات تراش لی کہ پیغمبر صاحب کے ہر قول و فعل میں ایک الہی اور غیر خاطی ہدایت مضمر ہی " *

ہم مسلمانوں کا معاملات دینی و دنیوی میں اپنے پیغمبر کی تقلید کی کوشش کرنا خواہ وہ امور دین سے علاقہ رکھتے ہوں خواہ امور دنیا سے خواہ امور سیاست مدن سے اور خواہ امور متعلق عادت اور عبادت سے دوسری چیز ہی — اور اس بات کا اعتقاد کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا قول اور فعل از روے وحی کے غیر قابل خطا کے تھا اور کونسے افعال صحابہ کے مشورہ سے کیئے گئے تھے جنکو وحی سے کچھہ تعلق نہ تھا دوسری چیز ہی — سرولیم میور نے لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیئے خواہ خود غلطی میں پڑکر ہماری نسبت نا انصافی سے یہہ اعتقاد منسوب کیا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کے ہر قول و فعل میں ایک الہی اور غیر خاطی ہدایت مضمر ہی — ہاں اس میں کچھہ شک نہیں کہ ہم مسلمان تمام قول و فعل اپنے پیغمبر کو اُسی ادب اور عظمت سے دیکھتے ہیں

جیسے کہ ایک نبی اولوالعزم کے اقوال و افعال ادب اور عظمت کے مستحق ہوں *

سر ولیم میور بیان کرتے ہوں کہ روایتوں کی بلاوت اور اشاعت کا " کام عوام الناس کے فائدوں اور سلطنت کے ملکی حالات پر اسقدر موثر تھا کہ بطور خود لوگوں کی سرگرمی پر بالکل چھوڑ دینے کے قابل نہ تھا " — اور اپنے بیان کی تائید میں ڈاکٹر اسپرنگر کے مندرجہ ذیل فقرہ کو نقل کرتے ہوں جو قسطلانی شرح بخاری سے اُن کو ہاتھ لگا تھا اور وہ فقرہ یہہ ہی :-" چونکہ پیغمبر صاحب کے ہر معتبر اور صحیح بیان کی جو دستیاب ہوسکے قلمبند کرنے کی ضرورت اشد تھی اسلیئے خلیفہ عمر نے ایک گشتی حکم اس باب میں جاری کیا اور بالتخصیص ابوبکر بن محمد کو روایات کے جمع کرنے پر مامور کیا " *

اگر قسطلانی نے یہہ مضمون لکھا ہی تو محض غلط ہی — حضرت عمر حدیثوں کے جمع کرنے کے خود مخالف تھے جسکو سر ولیم میور نے بھی قبول کیا ہی اور جو عقریب معلوم ہوگا — کسی خلیفہ یا کسی مسلمان حاکم نے اُن لوگوں کے کام میں جو بطور خود حدیثیں جمع کرتے تھے کبھی دخل نہیں دیا — ہم علانیہ کہتے ہوں کہ وہ لوگ جنکا یہہ بیان ہی کہ " خلیفہ عمر نے تمام احادیث موجودہ کے با قاعدہ جمع کرنے کا گشتی حکم جاری کیا تھا " ہمکو حدیث کی کوئی ایک کتاب بھی تمام کتب احادیث میں سے ایسی نشان دیں جو کسی خلیفہ یا حاکم کے حکم سے جمع کی گئی ہو — برخلاف اس کے ہم اعتماد سے کہتے ہوں کہ یہہ کل کتابیں بلا استثناء ایسے مقدس لوگوں نے مرتب کی تھیں جو اپنے زمانہ کے خلفاء کے دربار میں جانے سے بھی از حد پرہیز کرتے تھے — اُس زمانہ کے خلفاء جناب پیغمبر خدا کے خلیفہ نہ تھے بلکہ سلاطین اور بادشاہ تھے کیونکہ سلسلہ خلافت کا جناب رسالت مآب کی وفات کے تیس برس بعد ختم ہوگیا تھا *

سر ولیم میور اپنی کتاب کے حاشیہ میں نہایت ضعیف اور نہایت غیر مستند روایتوں واقدی سے نقل کرتے ہوں — اُن روایتوں میں اخیر روایت یہہ ہی کہ خلیفہ عمر جانشین ابوبکر نے سنت کے قلمبند کرنے کا ارادہ کیا اور ایک مہینہ تک اس باب میں اللہ جلشانہ سے دعا کی — لیکن آخر کار جب اس کام کے شروع کرنے پر آمادہ ہوئے تب یہہ فرماکر باز رہے کہ " مجھکو ایک قوم کا ذکر یاد ہی جنھوں نے اسی قسم کی تحریرات قلمبند کی تھیں اور کتاب ربانی کو چھوڑ کر اُنپر عمل کیا تھا " *

یہہ روایت جس طرز بیان میں واقدی نے نقل کی ہی وہ ایسی ہے جیسے کہ اس قسم کی روایتوں میں ایک افراطی باتیں شامل ہوجاتی ہوں — در اصل صرف اتنی بات ہی کہ حضرت عمر احادیث کے جمع کرنے کے برخلاف تھے اور اُنکو یقین تھا کہ حدیثوں کا ٹھیک ٹھیک طور پر جمع ہونا نہایت مشکل ہی اور اُنکے جمع ہونے سے بالشبہہ ایسی ہی خرابی پیدا ہوگی جیسی کہ یہود کے ہاں پیدا ہوگئی *

اختلاف روایات کے اسباب یعنی انسان کے حافظہ کا عام ضعف - غلطیاں - مبالغے — تعصب - حمایت اور نہز وہ تفرقہ اور فساد جو بعد شہادت حضرت عثمان کے اسلام میں پھیل گیا تھا سر ولیم میور نے بیان فرمایا ہی - اُسکے بعد لکھتے ہیں کہ " اسی صدی میں روایات نے جڑ پکڑی اور مستقل شکل حاصل کی - اختتام صدی پر روایات موجودہ کی باقاعدہ تلاش شروع ہوئی اور باضابطہ لکھی گئیں - وہ نمونہ جو اُسوقت ڈھالا گیا تھا کم سے کم اپنے مخصوص ہیئت پر برابر چلا آیا " *

ہمکو اس مقام پر اختلاف روایات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہی کیونکہ ہم اُس کو اوپر بیان کرچکے ہیں — لیکن ہمکو اس بات کے دیکھنے سے نہایت تعجب آتا ہی کہ اگرچہ سرولیم میور کے نزدیک قریب قریب تمام موجودہ روایات اسلام محض بناوٹی ہیں با ایں ہمہ اُنہوں نے اپنے سب بیانات کو واقدی کی روایت پر مبنی کیا ہی جس میں ضعیف ترین روایات منقول ہیں اور طرفہ یہہ ہی کہ اُن سب روایتوں کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں — حالانکہ تحقیق اور غور متعصبانہ تضعیف کے مسلمہ قوانین کی روسے اور نہز مطابق اپنے عقیدہ کے اُن کو لازم تھا کہ اول احادیث صحیحہ اور موضوعہ کی تحقیق اور تمیز کرتے اور پھر مذہب اسلام اور باقی اسلام کی نسبت معترض ہوتے — تمام عیسائی مصنفوں کی تصنیفات میں جنھوں نے دین اسلام کی نسبت لکھا ہی اسی امر ضروری کی کوتاہی پائی جاتی ہی مگر وہ اپنے عیبوں کو نہایت خوش گواری سے ہضم کرجاتے ہیں اور دوسروں کی نسبت عجیب و غریب پیرایہ میں نکتہ چینی کرنے کو موجود ہوتے ہیں *

اگر سرولیم میور کی محض یہہ غرض ہی کہ روایات اسلام کا لغو اور غیر معتبر اور موضوع ہونا لوگوں کو معلوم ہوجاوے تب بھی مذہب اسلام کی کچھہ بھدرمتی اور ذلت نہیں ہی — مسلمانوں نے اس امر کو کچھہ چھپا نہیں رکھا - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر کتابیں احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں تمیز کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہیں اور اُن کی صحت اور درجہ اعتبار کے جانچنے کے لیئے اصول و قواعد اور سخت امتحانات قرار دیئے گئے ہیں — چنانچہ حدیثوں کے بنانے والے گنہگار ٹھہرائے گئے ہیں اور اسی قسم کی اور باتیں اسی غرض سے کام میں لائے گئے ہیں - ہم اس بات کے بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اس باب میں یہود کے مذہب کا حال بدتر اور عیسائی مذہب کا حال بدترین ہی — مذہب عیسوی میں موضوعہ کتابوں اور بیشمار رسالوں کی وجہہ سے کتب دینی جو روزانہ ہر کلیسا میں مستعمل ہوتی تھیں بہت بڑہ گئی تھیں اور دیندار لوگوں کے باہم بے انتہا مناقشوں اور قضیوں کی باعث ہوگئی تھیں - جبکہ قسطنطین اعظم نے دین عیسوی قبول کیا تو منجملہ اور اغراض کے جن کے واسطے اُس نے

مجلس نیس (نسیا) کو سنہ ۳۲۵ع میں جمع کیا تھا ایک بہہ بھی غرض تھی کہ صحیح اور موضوع اناجیل میں تمیز کی جاوے *

والنٹر لکھتا ہی کہ " عیسائیان سابق اس بات سے مورد نفرین تھے کہ اُنہوں نے عیسی کے نام پر صنعت توشیح میں چند اشعار لکھکر ایک پرانے کاھنہ کیطرف منسوب کیئے تھے اور حضرت عیسی کی طرف سے بادشاہ اوذیسا کے نام جعلی خطوط بنائے جس زمانہ میں کہ کسی ایسے بادشاہ کا وجود بھی نہ تھا — حضرت مریم کے خطوط — سفیفا کی جانب سے پلوس کے نام کے خطوط — پلاطس کے خطوط اور افعال — مصنوعی اناجیل — جھوٹے معجزات — اور اور ہزاروں جعلسازیاں اور فریبوں کے الزامات بھی لگائے گئے تھے یہاں تک کہ حضرت عیسی کے بعد دو یا تین صدیوں کے اندر اس قسم کی کتابوں کی تعداد کثیر ہوگئی تھی *

وہ اہم مسئلہ دربارہ الوھیت مسیح جس نے کہ کلیسائے نصاری میں ہل چل ڈالدی تھی مجلس نیس میں جو روم کے بادشاہ قسطنطین نے سنہ ۳۲۵ع میں منعقد کی تھی طی ہوا — اس مجلس میں اتھارہ بشپ اور دو ہزار پادریوں نے حضرت مسیح کی الوھیت سے انکار کیا اور اُسپر حجت کی لیکن سب سے سخت مباحثوں اور مناظروں کے بعد یہہ بات قرار پائی کہ حضرت مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں — خدائے پدر سے پیدا ہوئے ہیں (نعوذ باللہ منھا) ایریس جو منجملہ اتھارہ بشپہائے معترضین کے تھا فرقہ یونیٹیرین (موحدین) کا سرغنہ ہوا یعنی اُن لوگوں کا جو حضرت مسیح کی الوھیت کے منکر تھے اور اسی بناء پر بالزام بدعتی جلا وطن کیا گیا — لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس کو قسطنطنیہ میں پھر بلالیا اور اپنے عقاید کو فرقہ بخشنے میں کامیاب ہوا حتی کہ تمام صوبجات روم میں اُنھوں نے رواج پایا — باوجود اس کے کہ اُس کے سخت مخالف آتاناسیوس نے جو فرقہ تثلیثیہ کا سرگروہ تھا از حدکوشش کی—اسی مجلس نیس کی کارروائیوں کے تتمہ میں مرقوم ہی کہ آیاے کلیسا نے اس امر کی تحقیق میں نہایت حیران اور ششدر ہوکر کہ تورایت اور انجیل میں کونسے صحیفے صحیح اور کونسے غیر صحیح ہیں اُن سب کو بلا تمیز و لحاظ ایک قربان گاہ پر رکھدیا — سنا ہی کہ جو صحیفے لایق تفسیخ تھے زمین پر گر پڑے *

دوسری مجلس سنہ ۳۸۱ ع میں قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی تھی جن میں اُن امور کی جو روح القدس کے بارہ میں مجلس نیس نے غیر مفصل چھوڑ دیئے تھے تشریح کی گئی تھی اور اسی موقع پر یہہ عقیدہ قرار پایا کہ روح القدس بلاشک وہ رب ہی جو باپ سے نفاذ پاتا ہی اور باپ اور بیٹے کے ساتھہ باہم مخلوط ہوکر اُس نے احترام حاصل کیا ہی — سنہ ۴۳۱ ع میں تیسری عام مجلس نے جو بمقام افیسس مجتمع ہوئی تھی یہہ فیصلہ کیا کہ حضرت مریم بلاشک ام اللہ تھیں — خلاصہ یہہ کہ حضرت عیسی میں

دو صفتیں تھیں اور ایک وجود - نویں صدی میں کلیسائے روم اور یونان کے مابین وہ اختلاف و تفرقہ عظیم واقع ہوا جس کے بعد شہر روم میں تخمیناً اُنتیس خونریز مشاجرات کرسی پوپ کے حصول کے واسطے واقع ہوئے " *

سر ولیم میور اُن مضرت آموز اسباب کا ذکر کرکے جو خلیفہ مامون الرشید کی متعصبانہ عملداری میں اپنی کارروائی کررہے تھے اور جنہوں بیان کرکے کہ " روایتوں کا عام طور سے جمع ہونا ایسے ہی اسباب کی وجہ سے عمل میں آیا " یہہ فرماتے ہیں کہ " خراب اور بے اصل مادہ کی کثرت خود مسلمانوں ہی کی چھان بین کے اندازہ سے قیاس کی جاسکتی ہی اُن کا قول ہی کہ اس باب میں ڈاکٹر ویل کی رائے قابل اعتماد اور تعریف ہی - ڈاکٹر مرصوف لکھتے ہیں کہ ایسے وقت میں روایات زبانی پر اعتماد کرنے نے جبکہ وہ حافظے سے منتقل ہوتی آئی تھیں اور ہر روز نئے نئے اختلافات اسلام میں پیدا کرتی تھیں اختراع اور بناوٹ کے ایک وسیع رستہ کھولدیا جبکہ کسی دینی یا دنیوی معاملہ کی حمایت کی ضرورت ہوتی تو اس سے سہل کوئی بات نہ تھی کہ پیغمبر صاحب کی کسی زبانی روایت کا حوالہ دیتے — اس قسم کی روایات کی اصلیت اور جس طور سے کہ منجملہ (صلعم) کے نام کو تمام دروغ اور بیہودہ ممکنات کی تائید میں بدنام کرتے تھے اس امر سے صاف صاف ذہن نشین ہوسکتا ہی کہ بخاری نے جو علما سے روایات حاصل کرنے کے واسطے ملکوں ملکوں پھرا تھا بہت سے برسوں کی چھان بین کے بعد اس بات پر قرار پکڑا کہ منجملہ چھ لاکھ روایات کے جنکا اُس زمانہ میں مروج ہونا تحقیق ہوا تھا صرف چار ہزار معتبر اور مستند تھیں اور اس منتخب تعداد میں سے یورپین محققین کم سے کم نصف کے خارج کرنے پر بلا وسواس مجبور ہوتا ہی — اُس زمانہ کے با لیاقت جامعین کے تجربہ سے بھی یہی منکشف ہوتا ہی - اسی طرح ابو داؤد کی نسبت بھی سنا گیا ہی کہ پانچ لاکھ روایتوں میں سے جو اُس نے جمع کی تھیں چار لاکھ چھیانوے ہزار کو خارج کردیا اور صرف چار ہزار کو مستند قرار دیا " *

اس جگہہ ہم اس بات پر کہ تعداد روایات خارج شدہ کی کیا اصلیت ہی اور کس اصول پر خارج شدہ روایتیں خارج کی گئی تھیں اور آیا اُسر سے اُن کل روایتوں خارج شدہ کا موضوع ہونا لازم آتا ہی یا نہیں بحث کرنی نہیں چاہتے بلکہ ہم ڈاکٹر ویل اور سر ولیم میور دونوں کی رائے سے متفق ہو جاتے ہیں - لیکن اس کے ساتھہ ہم اس بات کا بھی افسوس کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویل کے اس بیان کے بموجب کاربند ہونے کے بجائے کہ " چار ہزار روایات منتخبہ بخاری میں سے یورپین محقق کم سے کم نصف کے خارج کرنے پر بلا وسواس مجبور ہوتا ہی " یورپین محققوں نے جن میں سر ولیم میور سب سے نمبر اول ہیں بخاری کی چار ہزار روایات پر بھی قناعت نہ کرکے اپنی تصنیفات کو

واقدي - هشامي — مولد نامه - معراج نامه اور اور کتابوں پر جن میں بجز بیہودہ باتوں کے اور کچھہ نہیں ہی اور جن کو خرد مسلمانوں ہي نے خارج کردیا ہی مبني کرنے کي جانب مایل ہوئے ہیں *

سر ولیم میور یہہ بیان کرتے ہیں کہ " جامعین نے گو کہ وہ غیر معتبر روایات کے اخراج میں بیدھڑک تھے روایات معتبر کي تمیز میں کسي عمدہ قانون کا برتاؤ نہیں کیا " اس کي تشریح وہ اگلے جملہ میں اسطرحپر کرتے ہیں کہ " مضمون روایت سے کچھہ بحث نہ تھي بلکہ محض نام ہي جن کي طرف وہ روایت منسوب ہوتي تھي مسئلہ اعتبار کو حل کردیتے تھے — اگر یہہ نام الزام سے مبرا ہوتے تو روایت مستند قرار پاتي - کوئي بیہودگي کیسي ہي صریح کیوں نہ ہو کسي روایت کو جو اس امتحان میں پوري ہوتي روایات مستندہ کے رتبہ سے خارج نہیں کرسکتي تھي " *

سر ولیم میور کا یہہ بیان ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہی مگر اُنہوں نے اُس موضوع سے جسپر جامعین حدیث نے حدیثوں کو جمع کیا غور نہیں کي - جس وقت کہ حدیثیں جمع نہیں ہوئي تھیں اور اول اول اُن کے جمع ہونے کا کام شروع ہوا تو پہلا کام جامعین حدیث کا یہہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو صرف اُن کے راویوں کي معتبري تحقیق کرکے اُن حدیثوں کو قلمبند کرلیں بشرطیکہ بادي النظر میں کوئي ایسا امر جو اُس حدیث کي صحت میں مخل ہو موجود نہ ہو - دوسرا کام اُن حدیثوں کي معتبري اور نامعتبري کا بالحاظ اُن کے مضامین کے تھا اسکا وقت اُن جامعین کو نہیں ملا تھا کیونکہ پہلا ہي کام جو اُنہوں نے کیا وہي نہایت سخت اور مشکل تھا — اگرچہ پچھلے لوگوں کے دلوں میں اُن بزرگوں کي جنہوں نے حدیثوں کو باعتبار راویوں کے جمع کیا تھا ایسا ادب اور ایسي عظمت جم گئي تھي کہ انثروں نے اُس دوسرے کام کي نسبت جو باقي رہا تھا توجہہ نکي لیکن بہت سے علماء محققین ایسے گذے ہیں جنہوں نے اس دوسرے فرض کو بھي ادا کیا ہی اور اُسکے لیئے قواعد بھي منضبط کیئے ہیں اور اصول حدیث کي کتابوں تصنیف کي ہیں اور بلحاظ مضامین حدیث کے حدیث کي معتبري اور نا معتبري قرار دینے کو فن درایت سے موسوم کیا ہی — قطع نظر اس کے اسوقت ہو ایک مسلمان کے اختیار میں ہی کہ بلحاظ اصول درایت کے جس کتاب کي حدیث پر چاہے اُس کے معتبر اور نا معتبر ہونے کي بحث کرے اور جسکو نا معتبر سمجھے اُسکو نہ مانے *

سر ولیم میور اپنے بیان کے ضمن میں راویوں کے ایماندار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں مگر ساتھہ ہي اُسکے یہہ بھي کہتے ہیں کہ موضوع روایتیں معتبر روایتوں کے ساتھہ مخلوط ہوگئي ہیں اور بغرض تمیز مابین صحیح اور موضوع روایتوں کے اسطرحپر لکھتے ہیں - کہ " وہ امور جن پر کسي روایت کي اعتبار کا غلبہ بالخصوص منحصر ہونا چاہیئے یہہ معلوم ہوتے

هیں کہ آیا مسلمانوں میں بالعموم مضمون مرویِ کی جانب رعایت اور طرفداری پائی جاتی تھی یا نہیں دوم یہہ کہ آیا راویوں میں کسی خاص غرض – تعصب — یا کسی غرض کے آثار پائے جاتے ہیں یا نہیں اور سوم یہہ کہ آیا راوی کو واقعات کے علم کا بذات خود موقع ملا تھا یا نہیں " *

ان تین قواعد معہذہ سر ولیم میور میں اخیر کے دو قواعد کے تسلیم کرنے میں ہمکو کچھہ کلام نہیں ہی کیونکہ یہہ دو بھی منجملہ اُنہیں قواعد کے ہیں جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہی — قاعدہ اول کی نسبت ہم حیران ہوں کہ بغیر زیادہ کسی تفصیل کے ہم اُس کو اس بات کے لئے کہ آیا فلاں حدیث صحیح ہی یا غلط اور کسقدر صدق یا کذب اُس میں موجود ہی کس طرح پر قاعدہ قرار دیں *

اس حیرانی کے رفع کرنے کو ہمنے اُس تفصیل کی طرف رجوع کی جو اُس کی نسبت سر ولیم میور نے تحریر فرمائی ہی — وہ مذکورہ بالا امر پر دو طرح سے نظر ڈالتے ہیں یعنی زمانہ کے لحاظ سے اور مضمون کے لحاظ سے – زمانہ کو وہ چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں — پہلا حصہ اس وقت تک شمار کرتے ہیں " جب تک کہ محمد (صلعم) کی شہرت شروع نہیں ہوئی تھی " وہ بیان کرتے ہیں کہ " پیغمبر صاحب کے اس زمانہ کے حالات کے شاہد یا تو عمر میں اُن سے چھوٹے یا اُن کی برابر ہیں اس واسطے پیغمبر صاحب کی ولادت سے پیشتر کے واقعات یا اُن کی طفولیت کے حالات کے باب میں اُن کی شہادت معتبر نہیں ہی اور اُن کی نوجوانی کے سوانح بھی ان میں سے بہت کم اشخاص نے مشاہدہ کیئے ہونگے " *

بظاہر یہہ بیان لوگوں کے خیال میں صحیح معلوم ہوتا ہوگا – لیکن اس میں غلطی یہہ ہی کہ سر ولیم میور نے سب سے اول یہہ فرض کرلیا ہی جیسا کہ اُنہوں نے خود لکھا ہی کہ " روایت کی سب سے پہلی ترویج کا زمانہ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہوا تھا " مگر اس رائے کے برخلاف محکم ترین دلائل موجود ہیں اور ثابت ہی کہ روایات کے بیان کرنے کی رسم جناب پیغمبر خدا کی حیات میں شروع ہوئی تھی — دوم یہہ کہ صاحب موصوف نے اس بات کو ایک امر واقعی تسلیم کرلیا ہی کہ جملہ اصحاب اور وہ بھی جنھوں نے جناب پیغمبر خدا کی حیات میں وفات پائی تھی یا تو جناب پیغمبر خدا سے چھوٹے تھے یا اُن کی ہم عمر تھے اور یہہ امر تاریخی واقعہ کے برخلاف ہی اور صحابہ بھی بلحاظ عمر کے اتنے تو ضرور ہی تھے کہ جناب پیغمبر خدا کی ولادت سے ذرا پیشتر کے واقعات اور نیز اُن کے بچپن اور جوانی کے حالات کو بچشم خود مشاہدہ کیا ہو اور اُن کو صحیح صحیح یاد رکھہ کر اوروں سے بے کم و کاست نقل کیا ہو اور ایسے ہی لوگوں کے بیان کو ہم مستند قرار دیتے ہیں *

علاوہ اس کے کسي واقعہ کے صدق کي تحقيق کو محض گواهان معائنہ کي موجودگي پر موقوف رکهنا شهادت کے قواعد معينہ سے جن کو تمام شايستہ اور مهذب قوموں نے تسليم کرليا هي سراسر انحراف کرنا هي — گواهان معائنہ کے سوا اور بهي چند امور هيں جنکا عمل ايسا هي مستحکم هوتا هي اور کسي واقعہ کے صدق يا کذب کو ضرور قايم کرديتے هيں — صرف اسقدر فرق هي کہ هر واقعہ جس کي نسبت کوئي معتبر گواہ معائنہ تصديق کرے فی‌الفور تسليم کرليا جاتا هي اور صورت ثاني ميں تواتر اور کثرت راويوں کي اُس کي صحت کو بتلاتي هيں — پس جناب پيغمبر خدا کے کسي زمانہ کے واقعات کي تصديق ميں هم اس سے زيادہ اور کچهہ نهيں کرسکتے کہ اُن مسلمہ قوانين کي شهادت کے بموجب جو انسان کے قواے عقلي نے بدون لحاظ کسي مذهب کے مرتب کيئے هيں گواہ کے بيان کے صدق کا امتحان کريں *

سرولڈم مور بيان کرتے هيں کہ " اگر کسي واقعہ کي جانب توجہہ بالتخصيص مائل نهو تو اُس کي نسبت کامل اور ٹهيک بيان کي اُميد رکهني بے فائدہ هوگي اور بهت سے برسوں کے گذرنے کے بعد ايسے گواہ سے زيادہ سے زيادہ يہہ توقع هوسکتي هي کہ واقعات قابل الذکر کا عام طور پر بيان کردے " — اس اصول کو صاحب موصوف جناب پيغمبر کي سوانح عمري کے اُس زمانہ تک جبکہ بقول اُن کے جناب پيغمبر خدا ايک فريق کے سرگروہ هوگئے نهايت شدومد سے مستعمل کرتے هيں اور اُس کو اُس زمانہ کے پوشتر تک وسعت ديتے هيں جبکہ بقول اُن کے " آنحضرت نے علانيہ دعوے نبوت کيا تها اور شرک سے ممانعت کي تهي اور اهاليان مکہ سے کهلم کهلا لڑائي اختيار کي تهي " — اور اس بيان سے يہہ نتيجہ پيدا کرتے هيں کہ جناب پيغمبر خدا کے اُن حالات کا ٹهيک ٹهيک اور قرار واقعي دريافت هونا جب تک کہ اُنهوں نے عام شهرت حاصل نهيں کي تهي غير ممکن هي *

سرولڈم مور کے اس فرضي اصول کو جو اُنهوں اپني ذهانت سے اختراع کيا هي هم بلا وسواس مان ليتے اگر هم اس تردد ميں نهوتے کہ اگر يہہ اصول مان ليا جاوے تو حضرت موسی اور حضرت عيسی کي اُس سوانح عمري کي نسبت جو اُن کي شهرت حاصل کرنے سے پوشتر وقوع ميں آئي تهي کيا کہا جاوے گا — کيا " اُن کي نسبت بهي کامل اور ٹهيک ٹهيک بيان کي اُميد رکهني بے فائدہ هوگي " اور کيا اُن حالات کا ٹهيک ٹهيک اور قرار واقعي دريافت هونا غير ممکن هوگا *

همکو جناب پيغمبر خدا کے اُس زمانہ کي سوانح عمري کي بہ نسبت حضرت موسی اور حضرت عيسی کے حالات قبل پيدايش اور وقت پيدايش اور اُنکے ايام طفوليت اور ايام جواني کي سوانح عمري سے زيادہ تر غرض هي — کيونکہ هم جناب پيغمبر خدا کے کسي واقعہ ماقبل ولادت اور اُنکي کسي سوانح عمري ايام طفوليت کو ايسا نهيں پاتے جسکي صحت پر آنحضرت کي نبوت کي صحت کا

مدار ہو اور ہمکو آنحضرت کے تمام حالات زندگی میں ایک امر بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جسکی اصلیت آنحضرت کی عمر کے غیر مشہور زمانہ کے کسی واقعہ کی صحت پر موقوف ہو — مگر حضرت موسی اور حضرت عیسی کے باب میں ایسا نہیں ہی — اُن دونوں انبیاء علیہم السلام کی عمر کے تمام مشہور زمانہ کی اصلیت اُنکی عمر کے غیر مشہور زمانہ کی صحت پر منحصر ہی — ہمکو کس طرح اس امر کا یقین ہوسکتا ہی کہ وہ لامعلوم بچہ جسکو فرعون کی بیٹی نے دریاے نیل میں ایک صندوق میں بیٹھا ہوا پایا تھا عمران کا حقیقی بیٹا تھا جسکو کہ تمام دنیا حضرت موسی کہتی ہی — اور ہمکو کس طرح اسبات کا یقین کلی ہوسکتا ہی کہ وہ بچہ جسکو ہم " کلمۃاللہ " اور " روح اللہ " اور عیسائی " ابن اللہ " کے خطابوں سے مخاطب کرتے ہیں اور جسکی نسبت یقین ہی کہ بن باپ کے پیدا ہوا تھا داؤد کی نسل میں سے تھا اور وہی تھا جسکو اب عیسی مسیح کے نام سے تصور کرتے ہیں — یہہ دونوں امر جو موسوی اور عیسوی مذہب کی بنیاد ہیں ایسے اسرار سے بھرے ہوئے ہیں جنکا ثابت کرنا ایسا محال اور ایسا غیر ممکن ہی جیسا کہ دنیا میں کسی چیز محال اور غیر ممکن کا ممکن ثابت کرنا ہی — اگر ہم سر ولیم میور صاحب کے اصول مندرجہ بالا کو صحیح تسلیم کرلیں تو ہمکو اندیشہ ہی کہ مبادا ہمارے مذہب کے حق میں مضر ہو کیونکہ ہم بھی حضرت موسی اور حضرت عیسی پر اعتقاد کامل رکھتے ہیں — چونکہ اس خیال سے ہمارا دل تھراتا ہی اسلیئے ہم سے یہہ اُمید ہرگز رکھنی نہیں چاہیئے کہ ہم ایسے ضرر رساں اصول کو منظور کریں *

ہمکو صرف اس زبانی بیان سے کہ سر ولیم میور کا اصول غیر صحیح ہی تسکین نہیں ہوتی بلکہ ہم زیادہ بحث کرکے اُس سقم کو دریافت کرینگے جس سے محمد رسول اللہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی کی زندگی کے غیر مشہور زمانہ کے حالات کو صحیح ماننے میں حیرانی ہوتی ہی *

یہہ سقم جسکو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں سر ولیم میور کے الفاظ " بہت سے برسوں کے گذرنے کے بعد " کے غیر مصرح ہونے سے واقع ہوا ہی اور ایسا کلام شہادت کے مسلمہ قوانین کے برخلاف ہی اُنکو بجاے اُن الفاظ کے اس طرح کہنا چاہیئے تھا کہ " ایسے زمانہ کے انقضاء کے بعد جو ایک جائز تحقیق اور نتیجہ کی صحت کے احتمال کو غیر ممکن کردے " لیکن جناب پیغمبر خدا کے غیر مشہور زمانہ حیات کو اسقدر عرصہ نہیں گذرا تھا زمانہ رواج روایت میں بہت سے آدمی زندہ موجود تھے جنھوں نے جناب پیغمبر خدا کی پیدایش اُنکا بچپن اُنکا لڑکپن اور اُنکی نوجوانی دیکھی تھی اور گو بقول سر ولیم میور کے " اُن کا حافظہ اور خیال پیغمبر صاحب کی زندگی کے حالات کو بالتخصیص ذہن نشین کرنے میں مصروف نہ تھا " تاہم اس سے یہہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ تمام چشم دید

باتوں کو بھول گئے ہوں *

برخلاف اس کے جبکہ " ایک بیکس یتیم بچہ — ایک محض بے شر باشندہ " ایک ایسا شخص " جس کی نسبت تمام سکنائے مکہ میں سب سے کم یہہ گمان ہوسکتا تھا کہ اُس کے پڑوسیوں کی آنکھوں اُس کی طرف متوجہہ ہوں " اور جبکہ ایسا غیر مشہور شخص ایسا عام چال و چلن اختیار کرے جو اپنی نوعیت میں نہایت جلیل القدر ہو اور جو اُس کے خاندان اُس کے ہمسایوں اور اُس کے ہم وطنوں پر بالعموم شاق ہو تو قیاس اس کا مقتضی ہی کہ ہر شخص جو اُس سے قربت رکھتا ہوگا اُس کی زندگی کے غیر مشہور زمانہ کے حالات اور خفیہ طور معاشرت اور افعال کی سخت چھان بین کریگا اور اُس کی خفیہ معاشرت کے ہر واقعہ کا اُسی طرح کے اُن واقعات سے مقابلہ کریگا " جو اُن سب کے روبرو واقع ہوئے ہوں اور جن کی نسبت وہ سب معائنہ کے گواہ ہوں *

سرولیم میور آگے چلکر بیان کرتے ہیں کہ " اس سے ضرور یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جملہ صورتوں میں جن پر کوئی قاعدہ مفصلہ قواعد متذکرہ صدر کے موثر ہوتا ہو صراحت ایک بڑی علامت بغاوت کی ہوگی اور عیسائیوں کے لیئے فن تحقیق اور تدقیق کے اسی قسم کے قانون کا اختیار کرنا بہتر ہوگا کہ ہر روایت جس کی ابتدا واقعات مرویہ کے درحقیقت ہمعصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان کے بیہودہ ہی — اس سے ہمارا (یعنی عیسائیوں کا) بیہودہ قصوں کی ایک تعداد کثیر سے پیچھا چھوٹ جاویگا جن میں کہ گندھے ہوئے بیان اور سنجیدہ ہوئے کلام کی جزوی علامات نقلی کل کی تازگی کے ساتھہ موجود ہیں " *

جبکہ ہم نے یہہ ثابت کردیا ہی کہ سرولیم میور کے مذکورہ بالا قواعد شہادت کے اصول مسلمہ کی روسے سراسر غلط ہیں تو اس کے یہہ معنی ہیں کہ جو نتیجہ اُن قواعد سے مستنبط کیا ہی کہ " صراحت ایک بڑی علامت بغاوت کی ہوگی " وہ بھی غلط ہی اور جناب پیغمبر خدا کی زندگی کے زمانہ غیر مشہور پر ٹھیک ٹھیک صادق نہیں آتا ہی — اُن کا یہہ بیان کہ " ہر روایت جس کی ابتدا واقعات مرویہ کے درحقیقت ہمعصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان کے بیہودہ ہی " قانون شہادت کے خلاف ہی — اگر وہ اس طرح پر کہتے کہ " وہ روایت جس کا راوی — نہ یہہ کہ جس کی ابتدائے روایت — واقعات مرویہ کے درحقیقت ہم عصر نہیں ہی حسب اندازہ صراحت بیان بیہودہ ہی " تو گنجایش تھی *

وہ نتیجہ جو سرولیم میور نے عیسائیوں کے فن تحقیق وتدقیق کے قانون کو روایات اسلام پر مستعمل کرنے سے حاصل کیا ہی یہہ ہی کہ " بیہودہ قصوں کی ایک تعداد کثیر سے اُن کا پیچھا چھوٹ جاوے گا جن میں کہ گندھے ہوئے بیان اور سنجیدہ ہوئے کلام کی علامتوں

نقلي کل کي تازگي کے ساتھہ موجود ہوں ولیکن ہمکو اس بات کے کہنے سے نہایت افسوس ہوتا ہی کہ صاحب موصوف نے اس استنباط میں بھي غلطي کي ہی کیونکہ یہہ استنباط بھي شہادت کے مسلمہ قوانین کے سراسر خلاف ہی جب کبھي کوئي ایسي روایت بیان کي جاتي ہی جسمیں کہ تمام جزوي علامتیں کل کي تازگي کے ساتھہ موجود ہوں اور جو امتداد زمانہ کي وجہہ سے غیر ممکن معلوم ہوتي ہیں تو اس بناء پر جو شبہہ پیدا ہوتا ہی راوي کي نسبت ہوتا ہی کہ اُسکو کیونکر یہہ تفصیل یاد رہي نہ مضمون روایت کي نسبت کیونکہ اُسکا صحیح ہونا حیز امکان سے خارج نہیں ہی اور اس لیئے اس سے یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جب جامعین روایات کو قواعد مضبطہ کے بموجب راوي کا چال چلن ہر طرح بے لوث ثابت ہو جاوے اور اُس کے حافظہ پر اعتماد ہو اور اُن واقعات کے یاد رہنے کا بھي امکان ہو تب مضمون روایت کو بھي صحیح تسلیم کرنے میں کچھہ شک و شبہہ نہیں رہتا *

اس کے بعد سرولم میور دوسرے زمانہ کي طرف رجوع کرتے ہیں "یعني" وہ جداگانہ حصہ زمانہ کا جو ــــ محمد (صلعم) کے مشہور حصہ عمر اور فتح مکہ کے مابین حائل ہوتا ہی "" ــــ اُنکے کل بیان کا لب لباب یہہ ہی کہ ہم اُن روایات کو معتبر تسلیم نہیں کرسکتے جنمیں " بغاوت کے افعال " ــ " بے بنیاد اتہامات " اور مبالغہ آمیز الزامات جو محمد (صلعم) کے مخالفوں کیطرف عاید ہوتے ہیں منقول ہیں کیونکہ تمام کفار نے جو مکہ کے رہنے والے خواہ مدینہ کے رہنے والے تھے سب نے اسلام قبول کرلیا تھا اور تمام یہودي عیسائي اور مشرکین نکالدیئے گئے تھے اور اب کوئي ایسا شخص وہاں نہ رہا تھا جو ایک طرفہ بیان کي تردید کرتا اور چونکہ خود محمد (صلعم) کفار پر لعنت کیا کرتے تھے تو کب ممکن تھا کہ کسي مسلمان تو اُنکي حمایت کي جرأت ہوتي اور اسي وجہہ سے " اہل روایت بھي کفار سے نفرت کرتے تھے " اور مورخین ہمیشہ " اُس شہادت کي طرز پر جو اُن کے خلاف ہوتي تھي آنکھہ لگائے رہتے تھے *

بغیر اس کے کہ ہم اس مقام پر بیان کو طول دیں یا یہہ کہیں کہ صاحب موصوف کا بھي قول اور انبیاء علیہم السلام اور اُن کے متبعین پر بھي صادق آتا ہی خصوصاً اُس زمانہ پر جب کہ حضرت موسی نے نہایت بیرحم لڑائیوں کے بعد تمام کفار کو نیست و نابود کردیا تھا اور جب کہ قسطنطین اعظم کے زور سے تمام لوگوں نے عیسائي مذہب قبول کرلیا تھا ــــ مگر ہم اس امر کو اس کتاب کے پڑھنے والوں کي منصفانہ راے پر چھوڑتے ہیں اور یہہ سوال کرتے ہیں کہ آیا یہہ ممکن ہی کہ نیکي ــ ایمانداري ــــ اور صداقت کے کل آثار یعني قانون قدرت کے وہ بیش بہا جوہر جو انسان کے قواے اخلاقي کا مادہ ہیں لاکھوں ذي فہم اشخاص کے سینوں سے یک لخت محو ہوگئے ہوں اور وہ سب یکدل اور یک زبان ہوکر بدترین افعال کي طرف مائل ہوئے ہوں یعني دروغ گوئي اور واقعات کي غلط بیاني

کي طرف جو اُن سب کے روبرو واقع ہوئے ہوں اور جنکو اُن سب نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہو - یہي امر یعني اُن واقعات کے گواہاں معائنہ کي تعداد کا ہزاروں اور لاکھوں کو پہونچنا اُن واقعات کے غلط بیاني کي عدم امکان پر دلالت کرتا ہی *

ذاني میلن پر غور کرنے کے وقت سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ "راوی کي اس ہوس نے کہ محمد صاحب کي صحبت میں بار پاوے " کیونکہ اُنکے نام کے ساتھہ " شرافت و حرمت مربوط تھي اور اُنکي دوستي حصول مدارج اور عزت کي باعث تھي " اور اس ہوس نے کہ " محمد صاحب کے کسي فرضي الہام یا معجزہ سے علاقہ قریبہ حاصل کرے " کسواسطے کہ "وحي میں مذکور ہونا سب سے بڑي ممکن الحصول عزت شمار کي جاتي تھي خلاف فطرت واقعات کے اختراع یا مبالغہ پر " جرأت بڑھائي اور " روایات کے مبالغہ غلط بیاني اور نمز ایجاد کي باعث ہوئي " *

جب کوئي مصنف ایسے میلن راے اور تعصب کي وجہہ سے بالکل طرفدار بغجائے تو اس میں کچھہ چارہ نہیں — یہہ کس طرح خیال میں آسکتا ہی کسي مذہب کے ابتدائي زمانہ کے معتقدین جو اپنے مذہب پر سچا اعتقاد رکھتے ہوں اور جنکے دلوں کے مخفي سے مخفي کونوں میں بھي یہہ اعتقاد ہو کہ پیغمبر خدا کي سنت کا اتباع ہماري نجات کا یقیني اور محفوظ رستہ ہی اور اُنکے احکام سے سرتابي کرنا ضلالت ابدي کا موجب ہی یہہ کس طرح ممکن ہی کہ ایسے پاک اور پرہیزگار آدمي سب کے سب اپنے نبي کے فرمانے کو بالاے طاق رکھکر اور اپني مقدس کتاب کے احکام اور نصایح سے آنکھہ بند کرکے دروغ گوئي — فریب دہي — اور ریاکاري میں یک لخت مبتلا ہوگئے ہوں - خلاصہ یہہ کہ ہر طرح کي بداعمالیاں اور گناہ اُن سے سرزد ہوئے ہوں - بطور مثال کے کسي مذہب کو لو - ہندو مذہب کو - بودہ مذہب کو - دیگر مشرکوں کے مذہب کو - یہودي مذہب کو - عیسوي مذہب کو معہ اُس کے بہت سے فرقوں کیتھلک - پروٹسٹنٹ - یوني ٹیرین- ٹرینیٹیرین - ویزلیئنز — بپٹسٹ — جمپرز - مورمنز وغیرہ کو تو تم ان میں سے ہر مذہب کے ابتدائي زمانہ کے معتقدین میں نیکي — صداقت - ایمانداري — راست بازي — سرگرمي — راسخ الاعتقادي — اور جان نثاري کي بو پاؤگے اور اپنے نبي کے احکامات اور اپنے مذہب کے قوانین سے انحراف کرنے کے خیال ہی سے اُنکو خائف اور ہراساں پاؤگے — ہمکو اپنے بیان کي تائید اور تصدیق کے لیئے منجملہ ہزاروں مثالوں کے صرف ایک ہي مثال کافي ہوگي اور وہ یہہ ہی کہ جبکہ زید ابن ثابت سے حضرت ابوبکر نے قران مجید کے اجزاے منتشرہ کو ایک جگہہ جمع کرنے کا ارشاد کیا تو کچھہ عرصہ تک زید ابن ثابت خوف کے مارے عالم سکوت میں رہے اور پرہجب ہوش و حواس درست ہوئے تو حضرت ابوبکر سے خوف اور غصہ اور بے صبري کے ملے ہوئے جوش

سے استفسار کیا کہ ایسے کام کرنے کی جو خود پیغمبر خدا کی موجودگی میں نہیں کیا گیا آپ کیونکر جسارت کرتے ہیں — پھر یہہ کسطرح ذہن میں آ سکتا ہی کہ اُن لوگوں نے جو پیغمبر خدا سے اسقدر خوف اور اُنکی اسقدر تعظیم کرتے تھے اور جو بجز صداقت کے اور کسی چیز کو نہیں جانتے تھے فی‌الفور ایسی برائیوں کے اختیار کرنے سے اپنے آپ کو ذلیل اور خوار کردیا ہو اور ایسے گناہ عظیمہ اُن سے سرزد ہوئے ہوں *

اسی طرح کی متعصبانہ طبیعت سے سرولیم میور آگے چلکر یہہ بیان کرتے ہیں کہ " ہم اس باب میں غیر مشتبہ شہادت رکھتے ہیں کہ رعایت اور جانب داری نے روایت پر ایک گہرا اور مستقل نقش کردیا " اس کے بعد صاحب موصوف روایات موضوعہ کے رواج کے بہت سے اسباب کے ضمن میں یہہ کہتے ہیں کہ " قومی میلان عموماً تمام اسلام میں پھیلا ہوا ہی اس وجہہ سے اور بھی زیادہ مضر ہی" — اسی طرح " محمد صاحب کی توقیر اور اُنکو عجیب و غریب اوصاف سے متصف کرنے کی خواہش " سر ولیم میور کے نزدیک تمام قصوں کی ابتدا آنحضرت ہی سے ہوئی تھی — کیونکہ سر ولیم میور بموجب اپنے اعتقاد کے ذرا بھی شک نہیں رکھتے کہ " اصلی واقعات ایک وھمناک خیال کی رنگ آمیزی سے اسطرح آراستہ یا مبدل ہوگئے ہیں " — اسکے بعد سر ولیم کہتے ہیں کہ " محمد صاحب کی توقیر کی اسی عام خواہش کیطرف اُن مسلم معجزات کو بھی منسوب کرنا چاہیئے جن سے کہ اُن کی سب سے ابتدائی تاریخیں بھی مملو ہیں " — اس کے بعد سر ولیم میور نے اپنی بے انتہا خفگی اُن یہودی اور عیسائی عالموں پر ظاہر کی ہی جنھوں نے آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بشارات کا ذکر کیا ہی — سر ولیم میور آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کو بھی موضوع اور بے اصل اس وجہہ سے بتلاتے ہیں کہ " پیغمبر اسلام کو حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں خیال کرنے کی خواہش اور شاید ثابت کرنے کی کوشش اُن کی حیات ہی میں شروع ہوئی تھی " بعد اس کے وہ کہتے ہیں کہ " دلیل خلف سے بھی یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہی یعنی وہ روایتیں جو عمدہ شہادت پر مبنی اور مسلم تھیں اس لیئے کہ اوائل اسلام میں مشہور تھیں عموماً بے اعتبار یا بالکل خارج ہوگئیں کیونکہ اُن سے محمد صاحب کی تحقیر یا کسی فاسد عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی " — پھر وہ کہتے ہیں کہ " اس معاملہ کی حالت کی وجہہ سے اس مقام کو اسقدر کامل طور سے ثابت کرنا جیسا کہ مقامات گذشتہ کو ثابت کیا گیا غیر ممکن ہی کیونکہ اب ہمکو اُن روایتوں کا جز اوائل میں ترک کردی گئی تھیں کچھہ پتا نہیں معلوم ہوتا " *

یہہ خلاصہ ہی سرولیم کے ایک طول طویل بیان کا جس سے صریح ثابت ہوتا ہی کہ وہ کوئی محققانہ تحریر نہیں ہی بلکہ ایک مخالف مذہب کی تحریر ہی اور ایسے طرز میں لکھی گئی ہی جو ایک متعصب مخالف کے مناسب اور موزوں ہی جو اپنے

بیانات اور اپنی زبان اور جائز تحقیق کی رعایت میں محتاط نہیں ہی اور جو اپنے مذہب کے سوا اور مذاہب کی باتوں پر اور بالخصوص اُس مذہب کی باتوں پر جس سے اُس کے مذہب کو کسی نہ کسی طرح پر مضرت پہونچی ہو نہایت حقارت اور بے اصل شبہہ کی نظر سے دیکھتا ہی — اگر ہمسے ایسے بے موقع اور غیر معتدل بیانات کی نظیر طلب کی جاوے تو ہم اُن سخت اور کفر آمیز کلمات کا حوالہ دیں جو یہودی حضرت عیسی علیہ السلام اور اُن کے مذہب کے بارہ میں استعمال کیا کرتے تھے *

سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ " روایتیں جو عمدہ شہادت پر مبنی تھیں کیونکہ اوائل اسلام میں مشہور تھیں عموماً بے اعتبار یا نکل خارج ہوگئیں کیونکہ اُن سے محمد صاحب کی تحقیر یا کسی فاسد عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی " *

مگر یہہ کیسا غلط بیان ہی اور یہہ کیسی عجیب بات ہی کہ جس امر کو وہ خود اسقدر اعتماد اور گہمنڈ کے ساتھہ نہایت صاف اور بے لاگ زبان میں بیان کرتے ہیں گویا کہ وہ درحقیقت ایک مسلم تاریخی واقعہ ہی اور شک و شبہہ کی گنجایش نہیں رکھتا ہی اُس کی نسبت کوئی سند نہیں پیش کرتے ہیں بلکہ نہایت دلجمعی سے اس معاملہ کو محض یہہ کہکر دفعتاً طی کرتے ہیں کہ " اس معاملہ کی حالت کی وجہہ سے اسمقام کو اسقدر کامل طور سے ثابت کرنا ... غیر ممکن ہی کیونکہ اب ہمکو اُن روایتوں کا جو اوائل میں ترک کردی گئی تھیں کچھہ پتا معلوم نہیں ہوتا " — کیا اسطرح پر دلیل لانا ایک تعصب کا اثر نہیں ہی ؟ معہذا سر ولیم میور کا یہہ بیان بھی صحیح نہیں ہی کیونکہ وہ تمام اتہامات اور تحقیر کے الفاظ جو مشرکین اور یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کیا کرتے تھے مسلمانوں کی کتابوں میں بلکہ قرآن مجید میں بھی بیان ہوئے ہیں اور کوئی بات نہ خارج کی گئی ہی اور نہ مخفی کیگئی ہی — رہی یہہ بات کہ مسلمانوں کی روایات میں اختلافات واقع ہوئے تھے ہم تسلیم کرتے ہیں مگر ہم اُنکے اس تہمتک آمیز اسباب کی طرف منسوب ہونے سے جو سر ولیم میور صاحب نے بیان کئے ہیں اعتماد کے ساتھہ انکار کرتے ہیں کیونکہ یہہ اختلافات محض اُن وجہوں سے عارض ہوئے ہیں جنکا ہم ذکر کرچکے ہیں *

ہمکو اس بات کے دریافت ہونے سے کہ عیسائی مصنفوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف غلط اور بیجا اتہامات ہی نہیں لگائے ہیں بلکہ بدون کسی وجہہ کے اپنے دل میں یہہ سمجھکر خوش ہوئے ہیں کہ ہمارے پیغمبر کے نام پاک پر اُنھوں نے دھبہ ثابت کیا ہی کچھہ بھی تعجب اور ملال نہیں ہوا ہی — کیونکہ بے اصل بات کچھہ بھی تعجب اور ملال کے لایق نہیں ہوتی مگر اُن بے اصل خیالات کی بناء اسے اسپرنگر ایم ڈی سے معلوم ہوتی ہی جنھوں نے ایشیاٹک سوسیٹی بنگال کے ایک جرنل یعنی ایک رسالہ میں اور

اور بعد ازاں اپنی کتاب بائی اوگرفی آف محمد میں اس مضمون پر بحث کی تھی — سر ولیم میور کی عمدہ خصلت اور لیاقتوں کی قدر سے جو ہمارے دل میں تھی اور نیز اُن کی بہت بڑی مہارت مشرقی علم ادب کی وجہ سے ہمکو توی اُمید ہوئی تھی کہ وہ ڈاکٹر اسپرنگر کے بمقابلہ بیانات اور الزامات کی کما حقہ موشگافی کرینگے اور ایک سنجیدہ تحقیقات اور منصفانہ رائے سے رسول عرب کی معصومیت کی حمایت کرینگے مگر افسوس کہ وہ اُمید کیسی بے اثر نکلی *

ڈاکٹر اسپرنگر سورۂ " والنجم " کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ محمد صاحب نے قریش کے بتوں اور معبودوں کی نہایت تعریف کی اور اُن کو تسلیم کرلیا ' — اور جبکہ وہ سجدہ میں گئے قریش نے بھی سجدہ کرنے میں اُن کا اتباع کیا — اس تمام قصہ کی صحت کو وہ مصنف مواہب لدنیہ کے حوالہ پر مبنی کرتے ہیں *

سر ولیم میور اس مضمون پر یوں بحث کرتے ہیں کہ " بظاہر ایک خوب معتبر قصہ موجود ہی جس سے محمد صاحب کا کفار مکہ کے ساتھ ایک عارضی موافقت اور مصالحت کرنا ثابت ہوتا ہی — وہ اپنے بیان کو واقدی اور طبری کے بیان پر مبنی کرتے ہیں اور خاصکر ایک دلچسپ عبارت پر جو اس قصہ کی اسناد کی تشریح میں مصنف مواہب لدنیہ نے لکھی ہی " جو اعتراضات وشکوک کو اسلام کی ضرر اور فساد عقیدہ کے خوف کی طرف منسوب کرتا ہی *

مصنف مواہب لدنیہ نے اپنی کتاب میں اس مضمون پر تمام مختلف روایتوں اور علماء کی رایوں کو لکھدیا ہی اور اسلیئے ہم اس مقام پر اُس کتاب کی عبارت کا بجنسہ نقل کردینا کافی سمجھتے ہیں اور اُسکے ساتھ اُس کی کامل تشریح بھی کرینگے اور اس غرض سے کہ مطلب سمجھنے میں آسانی ہو مواہب لدنیہ کی عبارت کو جداگانہ دفعات میں منقسم کرتے ہیں *

اول — چند لوگ حبش کے ہجرت کرنے والوں میں سے آئے جبکہ رسول اللہ صلعم نے یہہ آیت پڑھی " والنجم اذا ہوی " (قسم ہی ستارہ کی جب ڈوبے کو آتا ہی) یہاں تک کہ جب آنحضرت اس آیت پر پہونچے " افرئیتم اللات والعزی و مناۃ الثالثۃ الاخری " (کیا تم نے دیکھا لات اور عزی کو اور پھر مناۃ کو جو تیسرا ہی) تو شیطان نے اُن کی زبان میں یہہ الفاظ ڈالدیئے " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتہن لترجی " (یہہ بڑے بڑے ہیں اور اُنکی شفاعت کی اُمید ہی) پس جب آنحضرت نے سورۃ ختم کی تو سجدہ کیا مشرکوں نے بھی اپنی

وقدم نفر من مہاجرۃ الحبشۃ حین قراء علیہ السلام و النجم اذا ہوی حتی بلغ افرئیتم اللات والعزی و مناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان فی امنیتہ ای فی تلاوتہ تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتہن لترجی فلما ختم السورۃ سجد صلی اللہ علیہ وسلم وسجد معہ المشرکون لقولہم ما

ذكر آلهتهم بخير و قلن ذلك بالقياس واظهروه الشيطان حتى بلغ ارض الحبشة ومن بها من المسلمين عثمان ابن مظعون واصحابه وتحدثوا ان اهل مكة قد اسلموا كلهم وصلوا معه صلى الله عليه وسلم وقد امن المسلمون بمكة فاقبلوا سراعاً من الحبشة -

ساتھہ سجدہ کیا کیونکہ اُن کو یہہ گمان ہوا تھا کہ رسول اللہ نے اُن کے خداؤں کو بھلائی سے یاد کیا - اور یہہ بات لوگوں میں پھیل گئی اور شیطان نے اُسکو مشہور کیا - یہانتک کہ ملک حبش میں اور اُن مسلمانوں میں جو وہاں تھے یعنی عثمان بن مظعون اور اُنکے ساتھیوں میں یہہ خبر عام ہوئی - اُن لوگوں نے آپسمیں گفتگو کی کہ مکہ کے سباوگ اسلام لائے اور آنحضرت کے ساتھہ نماز پڑھی اور مسلمانوں کو مکہ میں امن ہوگیا — وہ لوگ بڑی تیزی سے حبش سے روانہ ہوئے

دوم — اور جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہی تو پہلے سے زیادہ سختی پر مایل ہوئے

ولما تبين المشركين عدم ذلك رجعوا الى اشد ماكانوا عليه -

سوم — قاضي عياض نے "شفاء" میں اس قصہ پر اور اُسکي اصل کے سست ہونے پر کافي و شافي گفتگو کي ہی — لیکن اُس کے بعض حصوں پر گرفت کي گئي ہی — جیساکہ آتا ہی

وقد تكلم القاضي عياض رضه في الشفاء على هذه القصة و توهين اصلها بما يشفي و يكفى لكن تعقب في بعضه كما سياتي -

چہارم — امام فخر الدین رازي نے کہا ہی — جیسا کہ میں نے انکي تفسیر کا ملخص سمجھا ہی کہ یہہ قصہ جھوٹ ہی اور گڑھا ہوا ہی — اُس کا بیان کرنا جایز نہیں ہی خدا نے کہا ہی کہ "آنحضرت اپني خواہش نفساني سے نہیں بولتے - وہ نہیں ہی مگر وحي جوکہ وحي بھیجي گئي" اور خدا نے کہا "ہم تمکو پڑھا دینگے سو تم نہ بھولوگے"

وقال الامام فخر الدين الرازي مما لخصته من تفسيره هذه القصة باطلة و موضوعة لايجوز القول بها قال الله تعالى وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى وقال تعالى سنقرئك فلا تنسى -

پنجم — بیہقي نے کہا یہہ ثابت نہیں ہی روایت کي رو سے - پھر بیہقي نے اسبات پر گفتگو کي ہی کہ اس قصہ کے راوي مطعون ہیں

وقال البيهقي هذه غير ثابتة من جهة النقل ثم اخذ يتكلم في ان رواة هذه القصة مطعونون -

ششم — نیز بخاري نے اپني صحیح میں روایت کي ہی کہ رسول اللہ صلعم نے سورہ نجم پڑھی اور اُن کے ساتھہ مسلمانوں اور مشرکوں اور آدمي اور جن نے سجدہ کیا — اس روایت میں غرانیق کي حدیث نہیں ہی — بلکہ یہہ حدیث بہت سے طریقوں

وايضا فقد روى البخاري في صحيحه انه عليه السلام قرا سورة النجم و سجد معه المسلمون والمشركون والانس والجن ولهذه

فهذا حديث الغرانيق بل روي هذا الحديث من طرق كثيرة وليس فيها البتة حديث الغرانيق

سے مروي هی مگر کسي میں غرانیق کي حدیث مذکور نہیں هی *

هفتم — اور کچھہ شبہہ نہیں هی کہ جو شخص اسبات کو جایز رکھے کہ رسول اللہ سے

و لا شك ان من جوز على الرسول تعظيم الاوثان فقد كفر لان من المعلوم بالضرورة ان اعظم سعيه كان في نفي الاوثان و لو جوزنا ذلك ارتفع الامان عن شرعه و جوزنا في كل واحد من الاحكام والشرايع ان يكون كذلك و يبطل قوله تعالى بالهما الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته فانه لا فرق في الفعل بين النقصان في الوحي والزيادة فهو فبهذه الوجوه عرفنا على سبيل الاجمال ان هذا القصة موضوعة و قد قيل ان هذه القصة من وضع الزنادقة لا اصل لها انتهى

بتوں کي تعظیم کی تو وہ کافر هی — کیونکہ یہہ تو بداهة معلوم هی کہ آن حضرت کي بڑي کوشش بتوں کا مٹانا تہا — اور اگر هم اس بات کو جایز رکھیں تو شریعت پر کچھہ اعتبار نہ رهیگا — اور همکو کل احکام و شریعتوں میں ایسا هي جایز خیال کرنا لازم آئیگا اور خدا کا یہہ قول باطل هو جائیگا کہ " اے رسول خدا کي طرف سے جو تجھپر اُتارا گیا هی اُسکو لوگوں کو پہونچا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپني رسالت کو نہیں پہونچایا " — کیونکہ کام کے اعتبار سے وحي کے گھٹانے میں اور زیادہ کردینے میں کچھہ فرق نہیں هی — پس ان دلیلوں سے همنے مجملاً جان لیا کہ یہہ قصہ گڑھا هوا هی — اور کہا گیا هی کہ یہہ قصہ زندیقوں کے موضوعات سے هی جس کي کچھہ اصل نہیں هی *

هشتم — اور ایسا نہیں هی بلکہ اُسکي ایک اصل هی — کیونکہ اُسکو روایت کیا هی

وليس كذلك بل لها اصل فقد اخرجها ابن ابي حاتم والطبري وابن المنذر من طرق عن شعبة عن ابي بشر عن سعيد بن جبير و كذا ابن مردويه والبزار و ابن اسحاق في السيرة وموسى ابن عقبة في المغازي و ابو معشر في السيرة كما نبه عليه الحافظ عماد الدين ابن كثير وغيره

ابن ابي حاتم و طبري و ابن المنذر نے متعدد طریقوں سے شعبہ سے اُنہوں نے ابو بشر سے اُنہوں نے سعید بن جبیر سے اور اسي طرح ابن مردویہ اور بزار اور ابن اسحق نے سیرت میں اور موسی ابن عقبہ نے مغازي میں اور ابو معشر نے سیرت میں جیسا کہ حافظ عمادالدین ابن کثیر وغیرہ نے بیان کیا هی

نہم — لیکن کہا هی کہ اُس کے سب طریقے مرسل هیں اور یہہ کہ وہ صحیح طور

لكن قال ان طرقها كلها مرسلة وانه لم يوجد مسندة من وجه صحيح و هذا متعقب بما سياتي

سے مسند نہیں کي گئي هی — اور اس پر اعتراض کیا گیا هی جیسا کہ آگے آتا هی

دہم — اور اسي طرح اُس کے اصل کے ثابت هونے پر شیخ السلام اور حافظ ابوالفضل

كذا نبه على ثبوت اصلها شيخ

عسقلاني نے تنبیہ کي هی سو کہا کہ روایت کیا هی ابن ابي

الا سلم و الحافظ ابو الفضل العسقلاني فقال اخرج ابن ابي حاتم والطبري وابن المنذر من طرق عن شعبة عن ابي بشر عن سعيد بن جبير قال قراء رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة والنجم فلما بلغ افرءيتم اللات والعزى ومنات الثالثة الاخرى القى الشيطان على لسانه تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترجى فقال المشركون ما ذكر الهتنا بخير قبل اليوم فسجد وسجدوا فنزلت هذه الاية وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته الاية -

حاکم اور طبري اور ابن المنذر نے متعدد طریقوں سے شعبہ سے انہوں نے ابو بشر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے کہا انہوں نے کہ پڑھا رسول اللہ صلعم نے مکہ میں " والنجم " کو پس جب پہونچے اس آیت پر " افرءیتم اللات والعزی و منات الثالثۃ الاخری " شیطان نے آنحضرت کی زبان پر یہہ الفاظ ڈال دیئے " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتھن لترجی " پس کہا مشرکوں نے آج سے پہلے کبھی محمد نے ہمارے خداؤں کو بھلائی سے یاد نہیں کیا تھا — پھر آنحضرت نے سجدہ کیا اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا پس یہہ آیت اوترے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبي الا اذا تمنی القی الشیطان في امنیتہ اخیر آیت تک *

یاز دھم — اور روایت کیا ھی اُس کو بزار نے اور ابن مردویہ نے اُمیہ بن خالد کی روایت سے اُمیہ نے شعبہ سے — پس کہا " اُس کے اسناد جہاں تک میں جانتا ھوں سعید بن جبیر کی روایت ابن عباس سے ھی " — پھر حدیث بیان کرنے لگے اور بزار نے کہا — یہہ حدیث اتصال کے ساتھہ صرف اسی اسناد سے مروی ھی — اُس کے وصل کرنے میں اُمیہ بن خالد متفرد ھی اور وہ مشہور ثقہ ھی *

واخرجه البزار و ابن مردويه من طريق امية بن خالد عن شعبة فقال في اسناده عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس فيما احسب ثم ساق الحديث وقال البزار لا يروي متصلا الا بهذا الاسناد تفرد بوصله امية بن خالد و هو ثقة مشهور -

دواز دھم — اور کہا کہ یہہ روایت کی گئی ھی کلبي کے طریقہ سے اُسنے ابو صالح سے اُسنے ابن عباس سے انتہی — اور کلبي چھوڑ دیا گیا ھی اس پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا *

وقال النسايوري هذا من طريق الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس انتهى والكلبي متروك لا يعتمد عليه -

سیز دھم — اور اسی طرح اُس کو نحاس نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ھی جس میں واقدی ھے اور اُسکو ابن اسحاق نے کتاب سیرت میں تفصیلاً ذکر کیا ھی اور اُس کو محمد بن کعب سے اسناد کیا ھی اور اسی طرح ابن عقبہ نے مغازی میں ابن شہاب سے اُس نے زھری سے اور اسی طرح ابو معشر نے سیرت میں محمد بن کعب قرظی کے طریقہ سے و محمد بن

و كذا اخرجه النحاس بسند اخر فيه الواقدي و ذكرها ابن اسحاق في السيرة مطولا و اسندها عن محمد ابن كعب وكذلك ابن عقبة في المغازي عن ابن شهاب عن الزهري و

كذا ابو معشر في السيرة له عن محمد ابن كعب القرظي و محمد ابن قيس و اورده من طريقه الطبري و اورد ابن ابي حاتم من طريق اسباط عن السدي و رواه ابن مردويه من طريق عباد ابن صهيب عن يحيى ابن كثير عن ابي صالح و عن ابي بكر الهذلي و ايوب عن عكرمة و سليمان التيمي عن ثلاثتهم عن ابن عباس و اورده الطبري من طريق العوفي عن ابن عباس و معناهم كلهم في ذلك و احد و كلها سوى طريق سعيد بن جبير اما ضعيف واما منقطع لكن كثرة الطرق تدل على ان للقصة اصلا —

قیس کے طریقہ سے — اور طبری اُسی کے طریقہ سے لایا ہی — اور ابن ابی حاتم لایا ہی اسباط کے طریقہ سے وہ سدی سے — اور ابن مردویہ نے اُس کو روایت کیا ہی طریقہ عباد بن صہیب سے وہ یحییٰ بن کثیر سے وہ ابی صالح سے اور ابوبکر ہذلی سے اور ایوب سے وہ عکرمہ سے اور سلیمان تیمی نے اُن تین شخصوں سے جنھوں نے ابن عباس سے روایت کیا — اور طبری اُس کو عوفی کے طریق سے لایا ہی اور وہ ابن عباس سے — اور سب کا مطلب ایک ہی ہی اور وہ سب طریقے سوائے سعید بن جبیر کے طریقہ کے یا ضعیف ہیں یا منقطع ہیں — لیکن بہت سے طریقوں کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ قصہ کی کچھہ اصل ہی *

چہار دہم — باوجود اس کے کہ اُس کے دو اور طریقے ہیں جو مرسل ہیں — اور اُن کے راوی صحیح کی شرط کے موافق ہیں — ایک تو وہ جسکو طبری نے روایت کیا ہی یونس بن یزید کے طریقہ سے یونس نے ابن شہاب سے کہ حدیث یہاں کی مجھسے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحرث نے بن ہشام سے پس اُسی طرح ذکر کیا اور دوسرے وہ جسکو طبری نے روایت کیا معتمر بن سلیمان کے طریقہ سے اور حماد بن سلمہ کے طریقہ سے دونوں نے داؤد بن ابی ہند سے داؤد نے عالیہ سے *

مع ان لها طريقين اخرين مرسلين رجا لهما على شرط الصحيح احد هما ما اخرجه الطبري من طريق يونس ابن يزيد عن ابن شهاب حدثني ابو بكر ابن عبدالرحمن بن الحرث عن ابن هشام فذكر نحوه و الثاني ما اخرجه ايضا من طريق المعتمر ابن سليمان و حماد ابن سلمة كلاهما عن داؤد ابن ابي هند عن العالية —

پانزدہم — کہا حافظ ابن حجر نے جرأت کی ابن العربی نے اپنی عادت کے موافق پس کہا کہ " ذکر کیا طبری نے اس باب میں بہت سی روایتوں کو جنکی کچھہ اصل نہیں ہی " — اور یہہ مطلق حکم لگانا رد کیا گیا ہی اور اسی طرح قاضی عیاض کا قول کہ " اس حدیث کو صحت والوں نے نہیں روایت کیا اور نہ کسی ثقہ نے کسی سند متصل صحیح سے روایت کیا — اس کے ساتھہ اُسی کی نقل کرنے والے ضعیف ہیں

قال الحافظ ابن حجر و قد تجراء ابن العربي كعادته فقال ذكر الطبري في ذلك روايات كثيرة لا اصل لها وهو اطلق مردود عليه و كذا قول القاضي عياض هذا الحديث لم يخرجه اهل الصحة ولا رواه ثقة بسند سليم متصل

مع ضعف نقلہ واضطراب روایاتہ و انقطاع اسانیدہ وکذا قولہ من حکیت عنہ ھذہ القصة من القابعین والمفسرین لم یسندھا احد منھم و لارفعھا الی صاحب واکثر الطرق عنھم فی ذلک ضعیفة واھیة —

اور اُس کي روایتوں میں اضطراب ھی اور اُس کي سندیں منقطع ھیں'' اور اسیطرح قاضي عیاض کا یہہ قول کہ تابعین و مفسرین میں سے جن سے اس قصہ کي حکایت کي گئي ھی کسي نے اُسکو سند کے ساتھہ نہیں بیان کیا اور نہ کسي نے اُس کو کسي صاحب کي طرف مرفوع کیا اور اکثر طریقے جو اُنسے مروي ھیں ضعیف اور واھي ھیں *

قال وقد تبین البزار انه لایعرف من طریق یجوز ذکرہ الا طریق ابي بشر عن سعید بن جبیر مع الشک الذي وقع في وصله واما الکلبي فلایجوز الروایة عنه لقوة ضعفه ثم رده من طریق النظر بان ذلک لو وقع لارتد کثیر ممن اسلم قال ولم ینقل ذلک انتھی —

شائز دھم — کہا کہ بزار نے بتادیا کہ یہہ حدیث کسي ایسے طریقہ سے مروي نہیں ھی جس کا ذکر کرنا جایز ھو بجز اس طریقہ کے جو ابو بشر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ھی — لیکن با اینھمہ اُس کے وصل میں شک واقع ھوا ھی — لیکن کلبي تو اُس سے روایت کرني جایز نہیں ھی بوجھہ اُس کے نہایت ضعف کے — پھر اس حدیث کو عقلاً رد کیا ھی کہ اگر یہہ واقعہ ھوا ھوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ھوجاتے — حالانکہ یہہ کہیں منقول نہیں — انتہی *

وجمیع ذلک لایتمشی علی القواعد فان الطرق اذا تکثرت و تبایعت مخارجھا دل ذلک علی ان لھا اصلا وقد ذکرنا ان ثلاثة اسانید منھا علی شرط الصحیح وھي مراسیل یحتج بمثلھا من یحتج بالمرسل وکذا من لایحتج به لاعتضاد بعضھا ببعض (مواھب) —

ھفدھم — اور یہہ سب باتیں قواعد حدیث کے مطابق نہیں چل سکتیں کیونکہ جب حدیث کے بہت سے طریقے ھوں اور اُنکے مخارج جدا گانہ ھوں تو اس بات کي دلیل ھوگي کہ اُس کي کچھہ اصل ضرور ھی — اور ھمنے بیان کیا کہ تین سندیں اُن میں سے صحیح کي شرط کے موافق ھیں — اور وہ مرسل ھیں اُن کي مثل سے دلیل لاتے ھیں وہ لوگ جو مرسل سے دلیل لاتے ھیں — اور اسیطرح وہ لوگ بھي جو مرسل سے نہیں دلیل لاتے — کیونکہ بعض طریقہ کو بعض سے تقویت ھوتي ھی *

اس قصہ کي نسبت مصنف مواھب لدنیہ نے جو طول طویل بیان کیا ھی وہ اس مقام پر ختم ھوتا ھی — مگر مصنف مواھب لدنیہ نے اخیر کو جو یہہ بات بیان کي ھی کہ '' روایت کے متعدد مخرج ھونے سے اس بات کي دلیل ھوسکتي ھی کہ اُس کي کچھہ اصلیت ھی اور تین سندیں جن کا سلسلہ آنحضرت تک نہیں پہنچا صحیح تصور کرنے کے لایق ھیں اور جو لوگ کہ ایسي روایتوں کو جنکا سلسلہ آنحضرت تک نہ پہنچا ھو صحیح تصور نہیں کرتے وہ بھي اُس کے متعدد ھونے کے سبب اُس کو تسلیم کرینگے '' —

یہہ بہان اُس کا محض غلط ہی - جو روایتیں کہ اس باب میں ہیں اور جو خود اُس نے بہان کی ہیں باہم مختلف ہیں اور روایات مختلفہ کی نسبت یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کے متعدد مخارج ہیں — اور روایت مرسل یعنی جسکا سلسلہ آنحضرت تک نہ پہونچا ہو گو اُسکو متعدد لوگوں نے بہان کیا ہو قابل سند نہیں ہی جب تک کہ اُس کی تائید کے لیئے کوئی روایت مستند موجود نہو اور نہوز وہ روایت قران مجید کے مخالف نہ ہو — لیکن جب کہ کوئی روایت مثل روایت مذکورہ بالا کے قران مجید کے احکام کے برخلاف ہو اور جبکہ وہ جناب پیغمبر خدا کے اُن تمام حالات کے برخلاف ہو جو شرک کے مٹانے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے سے متعلق ہیں اور جب کہ وہ اسلام کے اصلی اصول سے اتفاق نہ رکھتی ہو اور معہذا ایسی مختلف اور مشتبہ ہو جس کا مدار صرف اسمات پر ہو کہ وہ الفاظ کسنے کہے تھے اور کہنے والا بھی محقق نہ ہوا ہو تو ایسی روایت از روے عقل اور انصاف کے کس طرح اُن قواعد میں داخل ہوسکتی ہی جن میں اس روایت کے داخل کرنے کو مصنف مواہب لدنیہ نے کوشش کی ہی *

وہ لوگ بھی جو اس روایت کے حامی ہیں اس بات کا صاف صاف اقرار کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُس کی تائید میں کوئی کافی ثبوت اور کوئی قابل اعتماد سند موجود نہیں ہی اب یہہ سوال ہوسکتا ہی کہ سر ولیم میور اس قدر اعتماد کے ساتھہ کس بنا پر یہہ بیان فرماتے ہیں کہ " بظاہر ایک خوب مستند قصہ موجود ہی جس سے محمد صاحب کا مشرکین مکہ کے ساتھہ ایک عارضی موافقت اور مصالحت کرلینا ثابت ہوتا ہی " *

اس روایت کی صحت کی نسبت راے قایم کرنا اس کتاب کے پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں - خود مصنف مواہب لدنیہ نے جو روایتیں اس کی نسبت لکھی ہیں اُنہیں سے اُس کی صحت اور عدم صحت کا سراغ لگاتے ہیں — ہم کہتے ہیں کہ فقرہ " تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتہن لترجی " ہرگز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان سے نہیں نکلا تھا کیونکہ خود مصنف مواہب لدنیہ نے لکھا ہی چیساکہ فقرہ دوم میں ہم نے نقل کیا ہی کہ " جب مشرکوں کو یہہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا نے یہہ لفظ نہیں فرمائے تھے تو اُنہوں نے پہلے سے بھی زیادہ دشمنی اختیار کی " *

جناب پیغمبر خدا کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہی یعنی جب آنجناب مکہ میں تشریف رکھتے تھے کہ کفار مکہ آنحضرت کے ساتھہ نہایت جفا اور بے رحمی سے پیش آتے تھے اور ہر طرح پر جو اُن کا وحشیانہ بغض ایجاد کرسکتا تھا آنحضرت کو ایذا اور تکلیف دیتے تھے — کفار مکہ جناب پیغمبر خدا کے وعظ میں خلل انداز ہونے کے کسی موقع کو ہاتھہ سے نہیں دیتے تھے - آنحضرت کو نماز پڑھتے وقت تنگ کرتے تھے اور جبکہ آنحضرت

خداے واحد کي حمد و ثنا بيان فرماتے تھے مشرکين بھي اپنے جھوٹے معبودوں کي تعريف کيا کرتے تھے — پس مذکورہ بالا روايت سے جو منصفانہ نتيجہ برآمد ھوتا ھي وہ صرف اسقدر ھي کہ جب آنحضرت سورہ نجم نماز ميں پڑہ رھے تھے کفار مکہ حسب عادت مخل ھوئے اور اپنے بتوں کي تعريف کي *

يعني جبکہ جناب پيغمبر خدا سورہ نجم پڑہ رھے تھے اور اس آيت پر پھونچے " افرئيتم اللات و العزى و منات الثالثة الاخرى " تو مشرکين ميں سے کسي نے اپنے بتوں کي تعريف کي غرض سے يہہ جملہ کہا " تلک الغرانيق العلي و ان شفاعتھن لترجي " اور جبکہ جناب پيغمبر خدا نے سجدہ کيا تو مشرکين نے بھي براہ برابري اپنے بتوں کو سجدہ کيا — مشرکين ميں اسبات کا اختلاف ھوا کہ وہ جملہ کسنے کہا — کچھہ عجب نہيں کہ مشرکين سمجھے ھوں کہ وہ جملہ پيغمبر خدا ھي نے فرمايا تھا — مگر اُن کو بہت جلد معلوم ھوگيا کہ پيغمبر خدا نے وہ جملہ نہيں کہا اور اسلئے آنحضرت سے زيادہ دشمني پر مستعد ھوگئے — اُس وقت کے مسلمان ھوگز يقين نہيں کرسکتے تھے کہ آنحضرت نے وہ جملہ فرمايا ھو اور کہنے والا بھي متحقق نہيں ھوا اس لئے اُنھوں نے کہا کہ شيطان نے کہا تھا بعد اُس کے جب روايات کے بيان کرنے اور لکھنے کي نوبت پھونچي تو مسلمان عالموں ميں اختلاف ھوا — جو لوگ شيطان کے زيادہ معتقد تھے اور اسبات پر يقين کرتے تھے کہ شيطان پيغمبروں کے کلام ميں اسطرحپر اپنا کلام ملاسکتا ھي کہ پيغمبر ھي کي زبان سے نکلتا ھوا معلوم ھو اُنھوں نے کہا کہ پيغمبر ھي کي زبان سے وہ لفظ نکلے تھے — کيونکہ شيطان نے وہ لفظ ملاديئے تھے — مگر دونوں فريق اس بات کو تسليم نہيں کرتے کہ پيغمبر صاحب نے وہ لفظ کہے تھے — بااينہمہ اس ميں کچھہ شک نہيں ھي کہ جناب رسول خدا کے اصحاب ميں سے کسي نے ان الفاظ کا کسي نہج پر پيغمبر خدا کي زبان مبارک سے نکلنا نہيں خيال کيا کيونکہ کوئي روايت ايسي نہيں ھي جس سے معلوم ھو کہ اُن صحابہ ميں سے جو اُسوقت ايمان لاچکے تھے کسي نے اس بات کو بيان کيا ھو — بلکہ نہ کسي نے صحابہ ميں سے اور نہ کسي نے کبار تابعين ميں سے اُس کو بيان کيا ھي — يہي بے سر وپا روايتيں ھيں جنکا ذکر طبري اور واقدي اور ابن اسحاق نے اپني کتابوں ميں بيان کيا ھي *

جو کچھہ ھم نے اوپر بيان کيا ھي کہ وہ جملہ مشرکين ميں سے کسي نے کہا تھا اُسکي تشريح خود مواھب لدنيہ کي ايک روايت ميں مندرج ھي جسکو ھم بعينہ اس مقام پر نقل کرتے ھيں *

اُس روايت کا ترجمہ يہہ ھي " اور کہا گيا ھي کہ رسول اللہ جب اس آيت پر و قول انکلما وصل الى قوله وسقاة پھونچے " و منات الثالثة الاخرى " تو مشرکوں کو ڈر ھوا کہ الثالثة الاخرى خشي المشرکون اس کے بعد کچھہ ايسي چيز نہ پڑھيں جسميں اُن کے

ان ياتي بعدها بشئي يذم آلهتهم به فيبادروا الي ذلك الكلام فتخلطوه في تلاوة الذي صلعم على عادتهم في قولهم لاتسمعوا لهذا القرآن و لغوا فيه و نسب ذلك الى الشيطان لكونه الحامل لهم على ذلك او المراد بالشيطان شيطان الانس (مواهب) –

خداؤں کی مذمت بیان کریں — پس وہ لوگ فوراً یہہ کلام کرنے لگے اور رسول اللہ کی تلاوت میں ملادیا اپنی اُس عادت کے موافق جیسا کہ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس قرآن کو سنو مت اور اُس میں گڑبڑ کردو — اور یہہ بات منسوب ہوگئی شیطان کی طرف — کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو اُبھارا ارادہ کیا تھا یا شیطان سے مراد آدمیوں کی شیطان ہیں (یعنی شریر آدمی) *

روایات کے معتبر قرار دینے کے لیئے سرولیم میور نے ایک اور قاعدہ ایجاد کیا ہی — وہ فرماتے ہیں کہ " جب کسی روایت میں محمد صاحب کے تحقیر کے کلمات ہوں مثلاً بعد ہجرت کے اگر اُن کے متبعین میں سے کسی نے بے ادبی یا اُن کے دشمنوں نے گستاخی کی ہو یا کارخیر میں نا کام ہونا یا کسی واقعہ یا عقیدہ میں اصول اور منشاء اسلام سے اختلاف اور انحراف پایا جاوے تو اُس کے تسلیم کرنے کو قوی دلیلیں ہیں کیونکہ یہہ قیاس میں نہیں آتا کہ ایسی روایتیں اختراع کرلی جاویں یا مخترع ہوکر محمد صاحب کے متبعین میں رواج پاسکیں " *

درحقیقت کسی روایت کی صحت کے اثبات کا یہہ ایک عجیب طرز ہی ! کیا ہمکو اُن تمام روایات کو صحیح اور مستند مان لینا چاہیئے جن کو مخالفین اسلام نے موضوع اور مخترع کہا تھا اور جن کو مسلمان عالموں نے اپنی کتابوں میں اس غرض سے نقل کیا ہی کہ اُنکی تردید کریں اور اُنکو موضوع اور بے اصل ثابت کریں یا وہ کسی غلطی کے سبب سے مسلمانوں میں رواج پا گئی تھیں اور جن کی نسبت علماء نے تحقیق کی اور بتایا کہ یہہ روایتیں ملحدوں اور کافروں کی بھڑائی ہوئی روایتیں ہیں — در اصل یہودیوں نے اور بالخصوص عیسائیوں نے اس قسم کی بھدی روایتیں اور قصے آنحضرت کی نسبت اور دین اسلام کی نسبت اس حاسدانہ ارادہ سے کہ نئے مذہب اور اُس کے بانی پر عیب لگائیں اختراع کرلیئے تھے — پس اُن کا مذکورہ بالا وجوہات سے مسلمانوں کی کتابوں میں مذکور ہونا کوئی دلیل اُن کی صحت کی نہیں ہوسکتی *

تعجب ہی کہ سر ولیم میور اُن روایات کے معتبر ہونے کی یہہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ " قیاس میں نہیں آتا کہ ایسی روایت اختراع کرلی جاوے یا مخترع ہوکر متبعین محمد صاحب میں رواج پاسکے " — یہی اُن کی دلیل اس بات کی کافی دلیل ہی کہ وہ روایتیں جھوٹی اور مخالفین اسلام اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مخترع ہیں *

سر ولیم میور ایک اور نیا قاعدہ ایجاد کرتے ہیں اور اُسکا نام " تلون آمیز اختراع " قرار دیتے ہیں اور اُس کی مثالوں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ " مثلاً بیس گواہ تو یہہ

بیان کرتے ھیں کہ محمد صاحب خضاب کیا کرتے تھے اور خضاب کی دوا کا نام بھی بتاتے ھیں — بعض صرف اسقدر دعوی نہیں کرتے ھیں کہ ھم نے بچشم خود اس امر کو پیغمبر صاحب کی زندگی میں مشاھدہ کیا تھا بلکہ اُن کی وفات کے بعد اُنکا بال جس پر کہ رنگ محسوس ھوتا تھا دکھلا دیا تھا — اور بوس گواہ چیکو ایسے ھی عمدہ ذریعے واقفیت کے حاصل تھے بیان کرتے ھیں کہ پیغمبر صاحب نے کبھی خضاب نہیں کیا اور اُنکو خضاب کرنے کی ضرورت ھی نہ تھی کیونکہ اُنکے سفید بال اسقدر تھوڑے تھے کہ شمار میں آسکتے تھے *

اس میں کچھہ شک نہیں کہ جناب پیغمبر خدا کے سفید بال نہایت کم تھے کہ گنتی میں آسکتے تھے اور آنحضرت کے تمام عمر کبھی خضاب نہیں کیا — جو لوگ کہ ھمیشہ حاضر باش رھتے تھے اُنکا بھی بیان ھی ھے — جو کہ سفید بال ھونے سے پہلے اکثر بال بھورے ھوجاتے ھیں تو جن لوگوں نے اُن بھورے بالوں کو دیکھا خیال کیا کہ خضاب کیئے ھوئے ھیں اور اُنھوں نے آنحضرت کا خضاب کرنا بیان کیا اور اُسی بھورے بال کو دکھاکر استدلال کیا — خضاب کی دوا کا ذکر کسی معتبر حدیث میں نہیں ھی بلکہ حدیث میں اُس شی کا ذکر ھی جس کو پیغمبر خدا ہر وقت غسل کے اپنے سر پر ملتے تھے — پس ھر شخص سمجھہ سکتا ھی کہ ان روایات کا اختلاف حالات مذکورہ بالا کے سبب قدرتی اسباب سے وقوع میں آ سکتا ھی اُن کو دیدہ و دانستہ عیارانہ بغارتیں نہیں کہہ سکتے اور نہ اُن روایتوں و اور نہ اُسی قسم کی اور روایتوں کو جن کا ذکر سر ولیم میور نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں کیا ھی متناقض روایتیں کہہ سکتے ھیں *

بعد اس کے سر ولیم میور اس قسم کی ایک اور مثال پیش کرتے ھیں اور لکھتے ھیں کہ " خاتم نبوی کے باب میں جس میں کوئی جانب داری مطالب خاندانی یا عقیدہ کے مضر نہ تھی نہایت متناقض روایتیں ھیں — ایک فریق کا قول ھی کہ اپنے مراسلات پر مہر لگانے کی ضرورت سے پیغمبر صاحب نے خالص چاندی کی ایک انگشتری بنوائی تھی — دوسرے فریق کا بیان ھی کہ خالد ابن سعید نے اپنے واسطے ایک لوھے کی انگوٹھی جسپر چاندی کا خول چڑھا ھوا تھا بنوائی تھی اور محمد صاحب نے اُس انگوٹھی کو پسند کرکے اپنے پاس رھنے دیا — ایک تیسری روایت ھی کہ اس انگشتری کو عمرو ابن سعد حبش سے لائے تھے اور چوتھی روایت یہہ ھی کہ معاذ ابن جبل نے اُس مہر کو اپنے لیئے یمن میں کھدوایا تھا — بعض روایتوں میں منقول ھی کہ محمد صاحب اس انگشتری کو سیدھے ھاتھہ میں پہنا کرتے تھے اور بعض میں لکھا ھی کہ اُلٹے ھاتھہ میں — بعض روایات میں مندرج ھی کہ مہر کا رخ اندر کی طرف رکھا کرتے تھے اور بعض میں یہہ ھی کہ باھر کی طرف کو — بعض روایات سے ثابت ھوتا ھی کہ اُس مہر پر جملہ " صدق اللہ " منقش تھا اور بعض سے

واضح هوتا هی که جمله " محمد رسول الله " تها - اب یهه سب روایتوں ایک هی انگشتری کی طرف اشاره کرتی هیں کیونکه یهه متواتر بیان کیا گیا هی که محمد صاحب کی وفات کے بعد اُسی انگشتری کو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے زیب انگشت کیا تها اور عثمان کے هاتهه سے چاه غریس میں گر پڑی تهی - ایک روایت یهه بهی هی که نه تو پیغمبر صاحب نے اور نه کبهی اُن کے خلفاے راشدین نے کوئی انگشتری پهنی تهی " *

جس طبیعت سے ان روایتوں کو بیان کیا هی بلاشبهه نهایت افسوس کے قابل هی اور سر ولیم میور کی طبیعت سے نهایت بعید معلوم هوتا هی — یهه بیان سرولیم میور کا که " یهه سب روایتیں ایک هی انگشتری کی طرف اشاره کرتی هیں " محض غلط هی اور جو دلیل اُس کے بیان کی هی وه اُس سے بهی زیاده غلط هی — کیا یهه ممکن نهیں هی که چاندی کے خیال کی انگشتری کو کسی دیکهنے والے نے نری چاندی کی انگوٹهی خیال کی هو ؟ یا چاندی کی انگوٹهی علحدہ اور خول والی انگوٹهی علحدہ هو — کیا یهه بات ممکن نهیں هی که معاذ ابن جبل والی انگوٹهی پر جمله " صدق الله " اور جناب پیغمبر خدا کی بڑائی هوئی انگوٹهی پر جمله " محمد رسول الله " کنده هو ؟ کبهی آنحضرت نے انگوٹهی کو سیدهے هاتهه میں پهنا هو اور کبهی اُلٹے هاتهه میں اور کبهی اسطرح پهنا هو که مهر کا رخ اندر کی طرف هو اور کبهی باهر کی طرف - اُس انگوٹهی کو آنحضرت اور خلفاے راشدین همیشه اور هر وقت پهنے نهیں رهتے تهے — جس شخص نے اُن کو ایسی حالت میں دیکها اُس نے بیان کیا که کبهی انگوٹهی نهیں پهنی تهی - جو که سرولیم میور نے غلطی سے یا دانسته اُن سب روایتوں کو ایک هی انگشتری سے متعلق کیا هی اسلیئے اپنی دلیل میں بلا تفصیل بیان کرتے هیں که وهی انگشتری صحابه تک پهونچی تهی حالانکه وه صرف وه انگشتری تهی جسپر جمله " محمد رسول الله " کنده تها - پس اُن روایتوں میں سے کوئی روایت بهی متناقض نهیں هی — بڑے افسوس کی بات هی که سرولیم میور نے اپنے فرضی اور دل نشین نقوش و خیالات کو اس قدر آزادی دیدی هی که اُن کو حجت و برهان کی صراط مستقیم سے منحرف کردیا هی اور هر شی متعلق باسلام کو گو کیسی هی ساده اور قرین قیاس کیوں نهو شک و شبهه کی نظر سے دیکهنے پر مایل کیا هی اور اُس کو جعلسازی اور ایجاد اور اختراع وغیره ناموں سے بدنام کرتے هیں سر ولیم میور کی تجربه کاری سے بحقیقت ایک اعلی درجه کے عالم هونے کے یقینی اُمید تهی که اُن کو اس بات سے مطلع کردیگی که محض بیانات جنکی تائید میں کوئی دلیل و ثبوت نهو همیشه اُسی مقصد کی خرابی کے باعث هوتے هیں جس کی حمایت کی اُن سے توقع کی گئی هو *

هر صحیح دماغ اور ذی هوش شخص کو اس بات کے معلوم هونے سے ملال هوگا که

سر ولیم میور نے قواعد فن تصنیف سے اس قدر انحراف اختیار کیا ہی کہ دین اسلام پر الفاظ ذیل میں ایک بیجا اتہام عاید کرتے ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں کہ " مقدس جھوٹ کی رسم اصول اسلام سے منحرف نہیں ہی — مروجہ دیانات اسلام کی رو سے فریب بعض حالتوں میں روا ہی خود پیغمبر صاحب نے اپنے احکام و نظایر سے اس عقیدہ کی ترغیب دی ہی کہ بعض مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہی " اس عبارت کے حاشیہ میں وہ بیان کرتے ہیں کہ " مسلمانوں کے ہاں عام اعتقاد یہہ ہی کہ چار موقعوں پر جھوٹ بولنا جایز ہی — اول - کسی شخص کی جان بچانے کے واسطے — دوم - صلح اور اتفاق کرانے کے واسطے — سوم - عورت کی ترغیب دینے کے واسطے — چہارم - سفر یا مہم کے وقت میں " *

ان کی مثالوں بھی صاحب موصوف لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ " اول کی نسبت تو پیغمبر صاحب کی صریح منظوری موجود ہی — عمار ابن یاسر کو کفار مکہ نے بہت اذیت پہونچائی اور اسلام سے انکار کرنے پر اُنھوں نے رہائی پائی — پیغمبر صاحب نے اس فعل کو پسند کیا اور فرمایا کہ " اگر وہ پھر ایسا کریں تو پھر اسی طرح انکار کردینا " (کاتب الواقدی صفحہ ۲۲۷) — ایک اور روایت خاندان یاسر میں چلی آتی ہی اور وہ یہہ ہی کہ مشرکوں نے عمار کو پکڑ لیا اور جب تک کہ اُن سے محمد صاحب کی مذمت اور اپنے معبودوں کی تعریف نہ کرالی اُن کو نہ چھوڑا — جب وہ پیغمبر صاحب پاس آئے اور اُنھوں نے حال پوچھا تو کہا کہ یا نبی اللہ بڑی خرابی کی بات ہوئی — جب تک کہ میں نے آپ کی مذمت اور اُن کے معبودوں کی تعریف نہ کی مجھکو نہ چھوڑا — پیغمبر صاحب نے پوچھا کہ تو اپنے دل کا کیا حال پاتا ہی تو جواب دیا کہ ایمان میں مستقل اور مطمئن ہی — اُس وقت محمد صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ پھر ایسا کریں تو تو پھر بھی کہدینا — محمد صاحب نے یہہ بھی فرمایا کہ عمار کا جھوٹ ابو جہل کے سچ سے بہتر ہی " *

سرولیم میور کی نکتہ چینی ہرایک شخص کو تعجب میں ڈالتی ہوگی - شکسپیر کا قول ہی " دیکھو نہ کسطرح ایک سادہ قصہ تمکو دھوکا دیدیگا " - اول تو اُن روایتوں کی جسکو سرولیم میور نے بیان کیا ہی معتبر سند درکار ہی دوسرے جن الفاظ میں صاحب موصوف نے ان مضمونوں کو بیان کیا ہی وہ درست اور ٹھیک نہیں ہیں یعنی زیادہ تر عام اور غیر معین ہیں - سرولیم میور اول موقع جھوٹ بولنے کے جواز کا " کسیکی جان بچانا " بیان کرتے ہیں — اول تو یہی غلط ہی — کیونکہ بموجب اُن روایتوں کے جو اُنھوں نے بیان کی ہیں اُن کو لازم تھا کہ " اپنی جان بچانا " لکھنے اور اس بے دھڑک اور پر جرأت بیان کے بجائے سرولیم میور کو لازم تھا کہ جملہ شرایط اور قیود اور مواقع کی جو صدق سے

اس طرح انحراف کرنے کو جایز ٹھہراتے ہیں تصریح کردیتے — جس فریبندہ اور معیوب پوشاک میں سرولیم میور نے اس مضمون کو ملبوس کیا ہی اگر وہ اوتار لی جائے تو وہ اصلی نتائج جو بذریعہ جائز اور منصفانہ دلایل اور صحیح مقدمات سے مستنبط ہونگے یہہ ہونگے کہ " اگر کفار یا کوئی اور بیرحم و جفا کار اشخاص جبر اور اذیت یا قتل کی دھمکی سے کسی ایسے آدمی سے اُس شی کا انکار کرالیں جس کو کہ وہ اپنے دل سے اور ایمان سے برحق سمجھتا ہو اور جس کے اوپر وہ ایسی مصیبت میں بھی دلی اعتقاد رکھتا ہو تو ایسے حال میں اگر وہ اُس سے انکار کرے تو سزاے ارتداد کا ہرگز مستوجب نہیں ہی " *

جبریہ مواعید سے انحراف کے جواز کی تصدیق فرانسس اول بادشاہ فرانس کی مشہور و معروف نظیر سے بھی ہوتی ہی یعنی اس بادشاہ کو چارلس خامس نے جنگ پاویا (سنہ ۱۵۲۵ ع) میں مقہور کرکے مادرید کے پر ذلت صلحنامہ کا بالجبر اقبال کرا کے دستخط کرا لیئے تھے — بادشاہ فرانسس نے مخلصی پاتے ہی اپنے قول و قرار پر قایم رہنے سے بعذر اجبار انکار کیا اور پوپ کلیمنٹ سابع نے درحقیقت اُس کو اس جبریہ حلف سے بری کردیا *

آدمی کے افعال کے جرم اور بےجرمی کا مدار نیت اور اختیار پر ہوتا ہی اور اسی بنا پر تمام لوگ افعال کو نیک و بد قرار دیتے ہیں — کیا وہ کلمات اور حرکات جو کسی شخص سے بسبب اذیت اور قتل کی دھمکیوں کے لکھوا اور کرا لیئے گئے ہوں اُسی درجہ اور ویسی سزا کے مستوجب ہیں جیسے اُس شخص کے کلمات اور حرکات جو بلا اجبار و اکراہ اُس سے سرزد ہوئے ہوں *

یہہ اصول جس سے کہ اسلام کی پاکیزگی اور سچائی ظاہر ہوتی ہی اور جو محض ایک بے خطا اور قدرتی فطرت کا بے کم و کاست سچا نمونہ ہی اور جس کو سرولیم میور نے البتہ اس قابل الاعتراض اور خراب صورت میں بیان کیا ہی تو ان مسجد میں نہایت سادہ اور صریح طور پر بالفاظ ذیل بیان کیا گیا ہی کہ جس نے خدا کے ساتھہ کفر کیا بعد ایمان لانے کے — مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اُس کا دل ایمان کے ساتھہ مطمئن ہو — لیکن جس نے کفر کے ساتھہ سینہ کھولا پس اُن پر خدا کا غصہ ہی اور اُن پر بڑا عذاب ہی " *

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم (سورۃ النحل آیت ۱۰۸)-

اس آیت پر فقہا نے غور کی ہی اور اُس کے حکم کا مقصد دو طرح پر قرار دیا — اول عزیمت — یعنی باوصف اذیتوں اور تکلیفوں اور قتل کے خوف کے جو کفار اُس پر روا رکھیں وہ ظاہرا میں بھی اُسی سچ پر قایم رہے جس پر وہ ایمان رکھتا ہی — دوم — رخصت

یعنی ایسی حالت میں اُس کو اپنے بچانے کے لئے اجازت ہی کہ ظاہر میں اُس ایمان کا جس کی تصدیق اُس کے دل میں ہی بطور تقیہ کے انکار کرے اور دشمنوں کی ایذا سے نجات پاوے — البتہ یہہ ایک عجیب بات ہی کہ سرولیم میور نے اس حقیقت کو اُس مقدس جھوٹ پر محمول کیا ہی جسکا رواج عیسائیوں میں تھا اور اسپر بھی ہمکو نہایت تعجب آتا ہی کہ اُنہوں نے اپنے مدعا کو عجیب اختصار اور اقتصار کے ساتھہ ادا کیا ہی یعنی ان چند لفظوں میں کہ " کسی کی جان بچانے کے واسطے " جس کے بیان کے لئے قران مجید میں بھی باوجود اُس کی مشہور و معروف مختصر البیانی کے ایک پوری آیت درکار ہوئی ہی *

دوسرا موقع جواز کذب کا بقول سرولیم میور کے وہ ہی جبکہ کوئی شخص صلح و آشتی کرانا چاہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہہ امر روایت ذیل سے بخوبی ثابت ہی — اس روایت کا ترجمہ انگریزی زبان میں جو اُنہوں نے تحریر فرمایا ہی وہ حسب مندرجہ ذیل ہی *

" وہ شخص جو دو شخصوں کے مابین صلح کرائے اور اُنکے رفع نزاع کے واسطے کلمات خیر کہے جھوٹا نہیں ہی گو وہ کلمات دروغ ہوں " *

مگر یہہ ترجمہ جو سرولیم میور نے کیا ہی محض غلط ہی — اصل حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہی اور جس کو مشکوٰۃ میں بھی نقل کیا گیا ہی ہم بجنسہ اس مقام پر لکھتے ہیں *

اسکا صحیح ترجمہ یہہ ہی کہ " ام کلثوم نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ نہیں ہی جھوٹا وہ شخص جو صلح کراوے درمیان آدمیوں کے پس کہے بھلائی اور پہونچاوے بھلائی "

عن ام کلثوم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فیقول خیرا ویئمی خیرا (متفق علیہ مشکوٰۃ) —

قاضی بیضاوی نے اس کی شرح اس طرحپر کی ہی کہ " پہونچاوے وہ باتیں جو منوادیں اُسکو اور چھوڑدے شر کی باتوں کو " *

قال القاضی البیضاوی ای یبلغ مایسمعہ ویدع شرہ (کرمانی)—

سر ولیم میور کی عربی علمیت کو خیال کرکے ہمکو افسوس ہوتا ہی کہ بجائے اسکے کہ وہ خود اصل حدیث پر غور کرتے اور خود اُس کا صحیح ترجمہ لکھتے اُنہوں نے کپتان ای این مئیہو کے غلط ترجمہ مشکوٰۃ کو اختیار کیا اور کپتان مئیہو نے دانستہ یا نادانستہ کیسی غلطی کی ہی کہ الفاظ " گو وہ کلمات دروغ ہوں " اپنے ترجمہ میں بڑھا دیئے ہیں اور وہ الفاظ حدیث میں نہیں ہیں *

ہمارے مذہب میں اگر کوئی شخص کسی ماجرے کے حالات پورے پورے نہ بیان کرے اور

قصداً کسي بد نيتي سے اُس ماجرے کي کوئي بات کہے اور کوئي بات نہ کہے اُسپر بھي کذاب کا اطلاق ہوتا ہی اسلیئے جناب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر صلح کروانے کي حالت میں صرف اچھي ہي باتوں کا تذکرہ کرے تو وہ کذابوں میں داخل نہیں ہی — یعني جو سزا کہ ایسے شخص کے لیئے ہی جس نے بدنیتي سے کچھہ باتوں کو چھوڑ دیا ہی اُس سزا کا مستحق نہیں ہی *

تیسرا اور چوتھا موقع جس میں سر ولیم میور اسلام میں جھوٹ بولنا جایز قرار دیتے ہیں وہ یہہ ہی " کسي عورت کو ترغیب دینے میں " اور " سفر یا مہم میں " — سرولیم میور فرماتے ہیں کہ " بلحاظ تیسرے موقع کے ہمارے پاس ایک افسوس آمیز نظیر موجود ہی کہ محمد صاحب نے ماریہ قبطیہ کے معاملہ میں اپني ازواج سے جھوٹے وعدے کرنے معیوب نہ سمجھے اور بلحاظ چوتھے موقع کے اُن کا معمول تھا کہ بوقت ترتیب مہمات (باستثنائے مہم تبوک) اپنے مدعائے اصلي کو پوشیدہ رکھتے تھے اور کسي سمت غیر کي جانب روانگي کا عزم مشتہر کردیتے تھے " *

سر ولیم میور نے تیسرے موقع کي جو نظیر پیش کي ہی وہ محض غلط ہی — کوئي صحیح روایت اس معاملہ میں قابل اعتبار موجود نہیں ہی اور حدیث کي معتبر کتابوں میں اُس کي بابت ایک لفظ بھي نہیں پایا جاتا — اور چونکہ بنیاد کے استحکام اور ضعف ہي سے اوپر کي عمارت کے استحکام اور ضعف کا حال کھل جاتا ہی پس کوئي بات قابل اعتبار نہیں ہوسکتي جبکہ اُس روایت کي صحت کا جسپر وہ مبني ہو کافي ثبوت نہ ہو *

ترتیب مہمات کے وقت غیر سمت کے عزم کو مشتہر کرنے کي تائید میں بھي کوئي معتبر روایت نہیں ہی لیکن اگر ہم اُسکو صحیح بھي تسلیم کرلیں تو کیا سر ولیم میور قوانین جنگ سے بھي واقف نہیں ہیں جو اسپر نکتہ چیني کرتے ہیں ؟ جب تک کہ کسي فریق سے عزم جنگ مشتہر نہیں کیا گیا ہی اُسوقت تک کوئي ایسا کام کرنا جس سے طرفداني کو دھوکا ہو بلاشبہہ خلاف اخلاق اور خلاف صداقت کے ہی — لیکن جب جنگ کا اشتہار دیدیا جاوے تو اُس وقت کوئي ایسا حیلہ کرنا جس سے فریق ثاني مغلوب ہو صداقت کے خلاف نہیں ہی *

تعجب یہہ ہی کہ سر ولیم میور اُس الزام کو جو عیسائي مذہب پر قدیم سے چلا آتا ہی مسلماني مذہب پر عاید کرنا چاہتے ہیں — مقدس جھوٹ کا تو مسلمانوں کو خواب میں بھي خیال نہیں آیا ہوگا کیونکہ اسکا تصور ہی اُس صدق حقیقي کي نقیض ہی جو قرآن مجید کا لب لباب اور جوہر ہی اور اُسکي ہرسطر میں جلوہ نما ہی — برخلاف اسکے یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں جیسا کہ تاریخ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہی مقدمہ ارکان مذہبي

کے مقدس جھوٹ بھی ایک رکن تھا اور ھمکو اسبات کے سننے سے تعجب آتا ھی کہ مقدس پال حواری نے اُسکو برا بھی نہیں سمجھا تھا گذہ سمجھنا تو درکنار جیسےکہ خود عیسائی عالم اس امر کو مقدس پال کے اس کلام سے ثابت کرتے ھیں جہاں اُنھوں نے فرمایا ھی کہ " اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی ظاھر ھوئی اور اُس کی بزرگی زیادہ ھوئی تو کسلیئے میں گنہگار گنا جاتا ھوں " (پال کا خط رومیوں کو باب ۳ ورس ۷) *

اب ھم تاریخ کی کتابوں سے اُس مقدس جھوٹ کا ذکر کرتے ھیں جو عیسائی مذھب میں مروج تھا - کتاب کرشچین مایتھو لوجی ان ویلڈ میں مرقوم ھی کہ " کلیسیا کا وہ شریف و راست باز فرزند یعنی موشیم جسکی سند اور مسلمہ صداقت میں پادریوں کو بھی کبھی کلام نہیں ھوا ھی اس ذیل کی تصدیق کرتا ھی - پیروان افلاطون وفیثاغورث نے اس امر کو ایک اصول قرار دیا تھا کہ صدق و پرھیزگاری کے مطالب کی توقی کی غرض سے دھوکا دینا اور فیز بروقت ضرورت جھوٹ کا استعمال کرنا صرف جایز ھی نہیں بلکہ مستحسن ھی - یہودیان سکندریہ مصر نے حضرت عیسی کے آنے سے پیشتر اس اصول کو اُن سے (یعنی پیروان افلاطون وفیثاغورث سے) سیکھا اور اخذ کیا تھا جیسا کہ بیشمار تحریرات سابقہ سے بلا حجت و اعتراض ثابت ھی اور عیسائیوں پر اس مضر غلطی نے ان دونوں ذریعوں سے اثر کیا جیسا کہ اُن بیشمار کتابوں سے جنکو نامی و گرامی اشخاص کی طرف اتہاماً منسوب کیا ھی ظاھر ھی - خلاصہ صدر صرف دوسری صدی کی طرف اشارہ کرتا ھی جبکہ بیشمار اناجیل و خطوط وغیرہ حسب بیان موشیم غلط موضوع ھوئی تھیں اور غلط منسوب کی گئی تھیں - مگر چوتھی صدی میں اس مروجہ اصول میں کہ دینی مطالب کی توقی کے واسطے دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا نہایت ثواب کا کام ھی بہت کم استثناء وقوع میں آئے ھیں ... بلانڈل دوسری صدی کے ذکر میں بیان کرتا ھی کہ خواہ مزوروں اور کذابوں کی اشد بیحد ئی خواہ معتقدین کی قابل افسوس سریع الاعتقادی کے لحاظ سے یہہ ایک نہایت خراب زمانہ تھا اور مقدس جھوٹ میں اور سب زمانوں سے سبقت لیگیا تھا ... کسو بن اس طرح پر شاکی ھی کہ مجھکو دین عیسوی کے ابتدائی زمانہ میں اس بات کے دریافت ھونے سے رنج ھوا کہ بہت سے لوگ کلام ربانی کو اپنے اختراعات سے مدد دینے سے نا ڈری سمجھتے تھے بدیں غرض کہ ھمارے نئے عقیدہ کو عقلے کفار گوش دل سے سنیں " (صفحہ ۸۰ — ۸۲) *

اسی کتاب میں یہہ بھی بیان ھی " اور جب کبھی معلوم ھوتا تھا کہ انجیل ھر امر میں اھل دین کے مطالب یا حکام ملکی کے اغراض کے جو اُن سے ساز رکھتے تھے موافق نہیں ھی تو ضروری تحریفات کرلی جاتی تھیں اور طرح طرح کے مقدس جھوٹ اور جعلسازیاں کچھہ مروج ھی نہ تھیں بلکہ بہت سے پادریوں نے اُنکو جایز قرار دیا تھا " (صفحہ ۵۲) *

اس کتاب میں ایک اور مقام پر یہہ بیان ہی " اول کی تین صدیوں کے لحاظ سے ہمکو اپنے دین کی صحیح تاریخ کا کچھہ علم نہیں بجز اُس کے جو نہایت خراب اور بگڑے ہوئے ذریعوں سے حاصل ہوتا ہی کیونکہ کہ اُن اہل سیر کی روایتیں اور حکایتیں جو اُس زمانہ میں گذرے تھے ذرا بھی اعتبار کے قابل نہیں ہیں یہہ محض مقدس جھوٹ اور جعلسازیوں کی وجہہ سے مشہور ہیں مگر ان موروثی کرتبوں اور ہنروں میں بھی یوسی بیس بشپ قیصریہ صدی آیندہ میں اُن سے بھی سبقت لے گیا جسکا کلام حق کو چھانٹ چھونٹ کر دین کے عام مطالب سے موافق کردینے میں کوئی ہمسر نہ تھا — وہ خود براہ فخر بیان کرتا ہی کہ ' جس سے ہمارے دین کی عظمت و تمام آوری بڑھے میں نے بیان کردیا ہی اور جو اُس کی تحقیر و تذلیل کی طرف مائل ہو میں نے سب چھوڑ دیا ہی " صفحہ (۶۶) *

" متعدد اہل سیر کی تحریرات میں عدیم الامکان ریاضت اور عام سفلہ پن کی جو عیاشی و بدوضعی کی طرف مائل ہی ایک عجیب ملاوٹ پائی جاتی ہی — شہوات جسمانی اور خوف ایمانی کے مابین غلبہ حاصل کرنے کی صریح کوششیں اکثر قابل تضحیک معلوم ہوتی ہیں گو بعض اُنمیں کی لذات دیرینہ سے ثابت ہوئی ہیں لذات جدیدہ کی خواہش اُنمیں مستتر معلوم ہوتی ہی — مگر یہہ صرف طبیعت انسانی کی ضعف کی وجہہ ہی اور ہمکو صرف اُسی وقت رنج آمیز حیرت ہوتی ہی جبکہ وہ صفات ملکوتی کے حصول کا دعوی کرتے ہیں — اُن کے خام اور بیہودہ عقاید جو لاطینی زبان میں بیان ہیں پادریان کیتھلک کے ہر وعظ و خطبہ میں مخلوط ہیں اور حواریان ذی الہام کے عقائد اور نیز حضرت مسیح کے ملفوظات کی نسبت زیادہ تر مقبول ہوتے ہیں لیکن یہہ اُمید ہی کہ ترقیولوجی کے خیالات لاطائل " ذی ھابی ڈیوسکولوریس " اور سنٹ باسل کی " ذی ویرا ورجی نے ٹی " نوجوان عورتوں کو نہیں دکھلائی جائینگی — تمام بے اعتقاد مصنف جنہوں نے احکام الہی کا فلسفہ کی رو سے امتحان کیا ہی دین عیسوی کو کفر بتاکر مضرت پہونچانے میں اسقدر ساعی نہیں ہوئے ہیں جسقدر کہ حضرات اہل سیر ہوئے ہیں — اُنہوں نے چشمہ آب ہی کو زہریلا کردیا ہی اور ان بے اعتقاد مصنفین نے اُسکا پانی پینے سے لوگوں کو باز رکھا ہی — اُنکی سریع الاعتقادی نے جو اسوجہہ سے عارض ہوئی تھی کہ وہ طبایع و معاملات انسانی سے محض نا تجربہ کاری اور علوم طبعی سے بالکل ناواقفیت رکھتے تھے انجیل کی بے شرمانہ تحریفات و تصرفات کی استعانت سے کلیسائے روم میں عجیب و غریب بیہودگیوں اور بدعتوں کا ایک جم غفیر شایع کردیا جنکو باوجود داد و فریاد عقل کے خوش اعتقادی اب بھی ہضم کرجاتی ہی — صرف اسقدر مضرت اُن سے نہیں پہونچی ہی — اُنہوں نے اخلاق کی بنیاد کو کھوکھل کردیا — اُنہوں نے اس مقولہ کی (جسکو میں موشیم کے الفاظ میں لکھتا ہوں)

تلقین کی کہ ' دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا جبکہ ان ذریعوں سے مطالب دین ترقی پذیر ہوں ثواب ہی ' — کچھ تعجب کی بات نہیں ہی کہ اس مطلق العنان اصول نے دروغ گوئیوں اور جعلسازیوں کے چشمہ کا دھانا کھول دیا جسکا پانی ابتداءً دین عیسوی کی سر زمین پر مثل طوفان کے چھاگیا اور اُن فریبوں اور باطنی ذخیروں کو جو فی زمانہا عیسائیان رومن کیتھلک کو انگشت نما اور بدنام کرتے ہوں رواج دیا — اہل سفر میں اول سے لیکر آخر تک سب سے بڑا خاصہ یہہ پایا جاتا ہی کہ کفر آمیز سفلگی — سریع الاعتقادی — تعصب — اور فریب دھی کے حامی تھے — باایں ہمہ ایسے لوگوں کو جانشیفان پطرس حواری نے پاک اور مقدس لوگوں کی فہرست میں لکھا ہی " *

سر ولہم میور کو مناسب تھا کہ ان حالات پر خیال کرکے اسلام کی نسبت مقدس جھوٹ کے بیجا طور پر تہمت لگانے کی کوشش نہ فرماتے — اسلام سر تاپا صدق ہی — وہ نہایت درجہ کی صدق اور راست بازی کا دین ہی اور اسی حقیقت سے اور سب دینوں پر جنمیں کسی نہ کسیقدر جھوٹ کی آمیزش پائی جاتی ہی فوقیت کے دعوے کا مجاز ہی *

تمت

الخطبة السابعة

في

القرآن و هو الهدى والفرقان

ان القرآن كريم في كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون

قرآن جناب پیغمبر خدا پر کسطرح نازل هوا

قرآن مجید جناب پیغمبر خدا پر حضرت موسیٰ کی طرح پتھر کی تختیوں پر لکھا هوا نازل نهیں هوا تھا اور نه اس بات کی ضرورت پڑی تھی که اُن کے ٹوٹ جانے کے سبب اُس کے ضایع هونے کا خوف هوا هو اور پھر آنحضرت کے اصحاب کے لیئے اُس کی دوبارہ نقل پتھر کی تختیوں پر کھودنے کی ضرورت پڑی هو — اُس کے نزول کی نسبت کوئی امر عجائبات سے پھرا هوا نه تھا کیونکه محمد صلی الله علیه وسلم کا دل سینا کا پہاڑ تھا اور مسلمانوں کے دل پتھر کی لوحیں تھیں — خدا فرماتا هی که " بیشک وه اوتارا هوا هی عالموں کے پروردگار کا — اُس کو اوتارا هی روح الامین نے اوپر تیرے دل کے تاکه تو هو ڈرانے والوں میں سے (اُس کو اوتارا هی) عربی زبان واضح میں اور بیشک وه هی اگلوں کے صحیفوں میں *

وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين و انه لفي زبر الاولين (سورة شعراء) —

حضرت عایشه صدیقه نزول وحی کی کیفیت اس طرح بیان کرتی هوں که حارث بن هشام نے آنحضرت سے پوچھا که یا رسول الله آپ پر وحی کیونکر آتی هی — آپ نے فرمایا که کبھی تو گھنٹه کی آواز کی طرح آتی هی اور وه مجھپر بہت سخت هوتی هی پس پھر مجھسے منقطع هوجاتی هی اور میں یاد رکھا جو کها — اور کبھی فرشته آدمی کی صورت میں مجھه سے کلام کرتا هی پس میں یاد رکھتا هوں جو کہتا هی *

عن عايشة ان الحارث بن هشام سال رسول الله صلعم فقال يارسول الله كيف يا تيك الوحي فقال رسول الله صلعم احيانا ياتيني مثل صلصلة الجرس و هو اشد علي فيفصم عني وقد وعيت عنه ما قال و احيانا يتمثل لي الملك رجلا فيكلمني فاعي ما يقول ..... (متفق علیه) —

جو طریقہ نزول وحي کا اس* حدیث میں رسول خدا نے بتایا اُسمیں کوئي عجیب امر یا اسرار نہیں ہی لیکن بالفعل ہم اسمضمون کو اور وحي کي حقیقت کے بیان کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہمارا ارادہ ہی کہ جب پیغمبر خدا کي سوانح عمري کے اُس مقام پر پہونچیں جب کہ آنحضرت پر اولاً وحي نازل ہوئي تھي اُس وقت ہم اُس کو شرح و بسط سے بیان کریں گے *

وحي یعني قرآن مجید جب نازل ہوتا تھا لکھا جاتا تھا یا نہیں

آنحضرت کے زمانہ سے پیشتر اور نیز آنحضرت کے زمانہ میں ملک عرب میں کوئي معین یا باقاعدہ طریقہ تعلیم کا جاري نہیں تھا — عربوں میں صرف دو شاخیں علم کي تھیں یعني قدرتي فصاحت و بلاغت اور علم الانساب — اُنکي تحصیل کے لیئے کسي مکتب یا مدرسہ میں تعلیم کے پانے کي ضرورت نہ تھي وہ صرف زباني تعلیم پر منحصر تھے اسي وجہ سے اُس زمانہ میں بیشمار آدمي لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے اور جو لوگ لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے اُن کي تعداد نہایت محدود تھي — پہلے یعني جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے پچھلوں کے مقابلہ میں اُمي کہلاتے تھے اگرچہ ان دونوں قسموں کے لوگوں میں بہت ہي کم فرق تھا *

اس میں کچھہ شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا نہ وہ خود کچھہ لکھہ سکتے تھے اور نہ اوروں کا لکھا پڑہ سکتے تھے اور اسي سبب سے آنحضرت کا لقب اُمي ہوگیا تھا — ہمارے اس بیان کي تصدیق بیشمار معتبر اور مستند روایات اور احادیث سے ہوتي ہی اور اُسکے برخلاف ایک بھي ایسي روایت نہیں پائي جاتي جو کسي قدر بھي معتبر ہو — درحقیقت اگر آنحضرت کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو اُنکے صحابہ رفقا اور متبعین اس امر میں کسي طرح سکوت اختیار نہ کرتے اور اُن کي ازواج مطہرات اور اُن کے عزیز اور اقربا اور بالخصوص اُن کے چچا جنہوں نے اُن کو پالا تھا بے خبر نہیں رہ سکتے تھے — اور نہ ایسي جرأت ہوسکتي تھي کہ اپنے قبیلہ کے سامنے خلاف واقعہ اپنے آپ کو اُمي فرماتے اور قرآن مجید میں بھي اسي لقب سے اپنے تئیں ظاہر کرتے — کیونکہ ایسي صورت میں مخالفین کو اُس کي گرفت کا آسان موقع ہاتھہ آجاتا اور عقاید اسلام کي تصدیق پر اُن کو ہرگز یقین نہ آتا — قطع نظر اس کے ایک ایسي خفیف بات کے چھپانے سے جناب پیغمبر خدا کو کیا فائدہ تھا — اُن کا لکھا پڑھا ہونا مقصب نبوت کے کسي طرح مخالف نہ تھا اور نہ اُس سے قرآن مجید کي شان اور اُسکے معجزہ ہونے میں اور بے مثل فصاحت و بلاغت میں کچھہ فرق آسکتا تھا — کیونکہ حروف کے لکھہ لینے یا پڑہ لینے سے کوئي انسان فصیح و بلیغ نہیں ہوسکتا خصوصاً ایسا فصیح و بلیغ جسکا مثل عرب کے بڑے بڑے فصحا میں سے کوئي بھي نہ تھا *

اسلام کے مورخوں میں سے کسي کو اس بات کا انکار نہیں ہی کہ اُس زمانہ میں فن تحریر کا عرب میں رائج تھا اور کچھہ لوگ لکھنا جانتے تھے اور اوروں کا لکھا ہوا پڑہ سکتے تھے - اُس زمانہ کے بڑے بڑے شاعر اپنے قصیدوں کو کعبہ کے دروازوں اور دیواروں پر آویزاں کرتے تھے چنانچہ قصائد سبعہ معلقہ اسي نام سے مسلمانوں میں معروف و مشہور ہیں - اُنکا قول صرف اسقدر ہی کہ فن تحریر کا رواج تھا مگر بہت کم لوگ اُسکو جانتے تھے اور یہ مقابلہ نہ جاننے والوں کے اُنکي تعداد بہت قلیل تھي *

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہی کہ وحي جو آنحضرت پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتي تھي دو قسم کي تھي — اول وہ تھي جس کے بجنسہ الفاظ پیغمبر خدا پر نازل ہوتے تھے اور بجنسہ وہي الفاظ پیغمبر خدا پڑہ سکتے تھے — دوسري وہ جسکا مطلب پیغمبر خدا پر القا ہوتا تھا اور پیغمبر خدا اپنے الفاظ میں اُسکو بیان فرماتے تھے - اول قسم کي وحي کو ہم اصطلاحاً وحي متلو یا قران یا کلام اللہ کہتے ہیں — اور دوسري قسم کي وحي کو وحي غیر متلو یا حدیث *

جبکہ قران مجید کي کوئي آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوتي تھي تو آنحضرت کسي کاتب کو بلواتے تھے اور بجنسہ وہي الفاظ جو بذریعہ وحي کے القا ہوتے تھے لکھوا دیتے تھے تاکہ لوگ بخوبي اُس کو یاد کرلیں اور وہ محفوظ رہیں — خود قران مجید کي اکثر آیتوں جیسے کہ " الم ذلک الکتاب " اور آیت " لا یمسہ الا المطہرون " اس پر دلالت کرتي ہیں گو کہ پچھلي آیت کي دوسري حقیقت ہی *

معلوم ہوتا ہی کہ قران مجید کي آیات نازلہ کے لکھہ لینے کي رسم اوایل ایام نزول وحي سے اختیار کي گئي تھي کیونکہ یہہ بات ثابت ہوئي ہی کہ آنحضرت کے مکہ سے ہجرت کرنے سے پیشتر یعني اُس زمانہ میں جبکہ اسلام کا آغاز تھا اور ایک ضعف کي حالت میں تھا اُن معدود لوگوں کے پاس جو ایمان لے آئے تھے اُن وحیوں کي نقلیں موجود تھیں اور حضرت عمر کے خاندان میں بھي اُن کے مسلمان ہونے سے پہلے اُس کي ایک نقل تھي اس لیئے کہ اُن کي بہن مسلمان ہوگئي تھیں *

جب کوئي قران کي آیت ایسي نازل ہوتي تھي کہ اُس کے پہلے " بسم اللہ الرحمن الرحیم " ہوتي تھي تو سمجھا جاتا تھا کہ نئي سورۃ شروع ہوئي ہی چنانچہ ابو داؤد نے ابن عباس کي روایت سے لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم سورۃ کا علحدہ ہونا نہیں جانتے تھے جب تک کہ " بسم اللہ الرحمن الرحیم " نازل ہو *

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلعم لا یعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (رواہ ابو داؤد) —

پوري سورۃ وقت واحد میں نازل نہیں ہوتي تھي بلکہ بعض آیتیں کسي وقت اور بعض آیتیں کسي وقت نازل ہوتي تھیں اور اسي وجہہ سے کسي سورۃ کي آیتیں بہ ترتیب

لکھي نہيں جاتي تھيں بلکہ جدا جدا چمڑوں يا اونٹ کي ہڈيوں يا کھجور کي چھال پر لکھي جاتي تھيں *

اس بات کے ثبوت ميں کہ جو کچھہ چمڑوں يا ہڈيوں يا کھجور کي چھال وغيرہ پر لکھا گيا تھا وہ بالکل محفوظ اور متعدد لوگوں کے قبضہ ميں تھا — چار معتبر حديثيں موجود ھيں *

پہلي حديث ابن عباس کي ھي جو بخاري ميں منقول ھي " ابن عباس نے کہا کہ ميں نے محکم کو رسول اللہ صلي اللہ عليہ وسلم کے زمانہ ميں جمع کيا — ميں نے اُن سے کہا کہ محکم کيا ـ اُنہوں نے کہا مفصل " *

عن ابن عباس قال جمعت المحکم في عہد رسول اللہ صلعم فقلت لعوما المحکم قال المفصل (بخاري باب تعليم الصبيان القرآن) —

دوسري حديث قتادہ کي بھي بخاري ميں موجود ھي قتادہ کہتے ھيں کہ ميں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ آنحضرت کے زمانہ ميں قرآن کس نے جمع کيا کہا چار شخص نے جو چاروں انصار تھے — ابي بن کعب — معاذ بن جبل — زيد بن ثابت — ابو زيد *

حدثنا قتادة قال سئلت انس بن مالک من جمع القران علي عہد النبي صلعم قال اربعة کلھم من الانصار أبي بن کعب و معاذ بن جبل و زيد بن ثابت و ابو زيد (بخاري باب القراء) —

تيسري حديث انس کي بخاري ميں موجود ھي انس کہتے ھيں کہ آنحضرت نے وفات کي اور چار شخصوں کے سوا کسي نے قران نہيں جمع کيا — ابو الدرداء — معاذ بن جبل — زيد بن ثابت — ابو زيد *

عن انس قال مات النبي صلعم و لم يجمع القران غير اربعة ابو الدرداء معاذ بن جبل و زيد بن ثابت و ابوزيد (بخاري باب القراء) —

اور چوتھي وہ حديث ھي جس ميں بيان ھي کہ حضرت ابو بکر کي خلافت ميں زيد ابن ثابت نے جب قرآن مجيد کو ايک جگہہ جمع کرنا چاھا تو قران مجيد کي تمام آيتيں جو مختلف وقتوں ميں نازل ھوئي تھيں اور مختلف چيزوں پر لکھي ھوئي تھيں اور مختلف اشخاص کے قبضہ ميں تھيں اُن سب کو منگاکر اکٹھا کيا — اس سے ثابت ھوتا ھي کہ جو کچھہ تحريرات تھيں سب موجود اور محفوظ تھيں *

سورتوں اور آيتوں کي ترتيب کيونکر ھوئي اور کسنے کي

ھمکو واضح ھوتا ھي کہ قران مجيد کي سورتوں اور آيتوں کي ترتيب خود جناب پيغمبر خدا صلي اللہ عليہ وسلم کي جہات ميں اور اُن کي ھدايت اور حکم کے موافق عمل ميں آئي تھي جيسے کہ ابن عباس کي حديث سے ثابت ھوتا ھي ابن عباس نے حضرت عثمان سے کہا کس چيز نے تمکو آمادہ کيا

و عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علي ان عمد تم الي الا نفال وھي من المثاني والي البراءة وھي من المائون فقرنتم بينھما ولم تکتبوا بسم اللہ

الرحمن الرحيم و وضعتموها ها في السبع الطوال ماحملكم على ذلك قال عثمان كان رسول الله صلعم مما يا تي عليه الزمان يفزل عليه السور ذوات العدد وكان اذا نزل عليه شي دعا بعض من كان يكتب فيقول ضعوا هولاء الايات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا وكانت الانفال من اوايل ما نزل بالمدينة وكانت براة من آخرة القران نزلا وكانت قصتها شبيهة بقصتها فظن رسول الله صلعم ولم يبين لنا انها منها فمن اجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها في السبع الطوال (رواه احمد والترمذي و ابو داؤد) –

انفال کي طرف کہ وہ مثانے میں سے ہی اور براءة کیطرف کہ وہ مائین میں سے ہی – تمہارے اس ارادہ کا پھر اُن دونوں کو ملادیا اور بسم الله الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا – اور اُن دونوں کو سبع طوال میں رکھا – اس بات پر تمکو کس چیز نے آمادہ کیا – عثمان نے کہا – حضرت پر بہت سي آیتوں والي سورتوں ایک مدت میں اوترتی تھیں – اور جب آپ پر کچھہ اُترتا تھا تو آپ اُنمیں سے کسیکو جو لکھا کرتے تھے بلاکر فرماتے تھے کہ ان آیتوں کو اُس سورة میں رکھو جسمیں ایسا ایسا ذکر کیا گیا ہی – اور انفال اُن میں سے ہی جو اول مدینہ میں اوتري – اور براءة سب سے اخیر میں اوتري – اور اُسکا قصہ اُسکے قصہ سے ملتا ہوا تھا – پھر آنحضرت کا انتقال ہوگیا اور آپ نے بتایا نہیں کہ وہ اُس سے ہی – پس اسی وجہ سے میںنے اُن دونوں کو ملادیا اور بسم الله الرحمن الرحیم کي سطر نہیں لکھي اور اُن دونوں کو سبع طوال میں رکھا *

بخاري کي ایک اور روایت سے ظاهر هوتا ہی کہ عبد الله ابن مسعود کے ستر سورتوں خود آنحضرت کے منہہ سے سنکر یاد کرلی تھیں چنانچہ اُس میں لکھا ہی کہ عبد الله نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ بخدا میںنے آنحضرت کے منہہ سے کچھہ اوپر ستر سورتیں لیں (یعنی سیکھیں) *

عن شقيق بن سلمة قال خطبنا عبد الله فقال والله لقد اخذت من في رسول الله صلعم بضعا و سبعين سورة (بخاري باب تاليف القران) –

ایک اور روایت میں بخاري اُن لوگوں کے نام بیان کرتا ہی جنھوں نے قران مجید کو حفظ کرلیا تھا اور اُن کے نام یہہ ہیں — عبد الله ابن مسعود — سلام – معاذ ابن جبل – ابي ابن کعب – اور ایک اور روایت میں آیا ہی کہ منجملہ مقتولین جنگ یمامہ کے جو پیغمبر خدا کي وفات کے تھوڑے ہي دن بعد ہوئي تھي ستر شخص ایسے شہید ہوئے تھے جنکو قران مجید بالکل حفظ تھا *

ان تمام روایتوں سے دو امر بخوبي ثابت ہوتے ہیں – اول یہہ کہ گو جناب پیغمبر خدا کي حیات میں قرآن مجید چمڑے وغیرہ پر کھسي ہي ہے تو تھي سے لکھا ہوا موجود ہو مگر جن لوگوں نے کہ پوري سورتوں یاد کرلي تھیں اُن میں آیتوں کي بالکل ترتیب تھي اور وہ ترتیب یقیني آنحضرت کي ہدایت اور حکم کے موافق تھي — دوسرے یہہ کہ جن لوگوں نے کہ قران مجید کو ترتیب وار حفظ کرلیا تھا اُس سے یہہ دلیل مستنبط

هوتي هی که قرآن مجید کي سورتوں کي ترتیب بهي آنحضرت هی کے فرمانے سے لوگوں کو معلوم هوگئي تهي *

جناب پیغمبر خدا خود بهي قرآن مجید کي تلاوت فرمایا کرتے تهے اور مسلمانوں کو بهي اُسکو پڑهتے رهنے کي همیشه هدایت کرتے تهے

اس مضمون کي نسبت همکو کچهه زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نهیں هی بلکه صرف اُن معتبر اور مستند حدیثوں کا نقل کردینا کافی هی جن سے امر مذکورہ کا ثبوت هوتا هی اور جن سے پایا جاتا هی که قرآن مجید کے پڑهنے اور یاد رکهنے میں جس قدر توجهه سے که پیغمبر خدا نے فرما دیا تها کس قدر لوگوں کو توجهه تهي اور وہ حدیثیں یهه هیں *

پهلي حدیث بخاري کي هی — اُسمیں بیان کیا هی که حضرت عثمان سے روایت هی که فرمایا رسول الله صلی الله علیه و سلم نے تم میں اچها وہ شخص هی جس نے قرآن سیکها اور سکهایا *

عن عثمان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم خیرکم من تعلم القران و علمه (رواہ البخاري) —

دوسري حدیث مسلم کي هی که عقبة بن عامر کهتے هیں که رسول الله صلی الله علیه و سلم باهر تشریف لائے اور هم لوگ صفه میں تهے پس فرمایا که تم لوگوں میں سے کسکو یهه پسند هی که هر روز صبح کو بطحان یا عقیق جاے اور دو اونٹنیاں لائے بغیر اسکے که مرتکب جرم هو یا قطع رحم کرے — هم لوگوں نے کها یا رسول الله یهه تو هم سب لوگ چاهتے هیں — آپنے فرمایا کیا پس تم لوگ مسجد میں هر صبح کو آکر دو آیتیں کتاب الله کي نهیں سیکهتے یا نهیں پڑهتے — جو دو اونٹنیوں سے اُس کے لئے بهتر هیں اور تین تین سے بهتر هیں اور چار چار سے بهتر هیں — اور جتني هوں اُتني اونٹنیوں سے بهتر هیں *

عن عقبة بن عامر قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم و نحن في الصفة فقال ایکم یحب ان یغد و کل یوم الی بطحان اوالعقیق فیاتي منه بناقتین کوماوین في غیر اثم و لا قطع رحم قلنا یا رسول الله قلنا نحب ذلک قال افلا یغدو احدکم الی المسجد فیعلم اویقرا آیتین من کتاب الله خیر له من ناقتین و ثلث خیر له من ثلث و اربع خیر له من اربع و من اعداد هن من الابل (رواہ مسلم) —

تیسري حدیث مسلم اور بخاري دونوں کي هی عایشه سے روایت هی که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جو قرآن کا ماهر هو وہ پاکیزہ بزرگ نیک لوگوں کے ساتهه هوگا اور جو شخص قران پڑهتا هی اور اُس میں دقت اُٹهاتا هی اور وہ اُسپر شاق هی اُس کو دوهرا ثواب هی *

عن عایشة قالت قال رسول الله صلعم الماهر بالقران مع السفرة الکرام البررة و الذي یقرء القران و یتتعتع فیه وهو علیه شاق له اجران (متفق علیه) —

چوتھی حدیث بھی مسلم اور بخاری دونوں میں موجود ہی ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا رشک کے قابل صرف دو شخص ہیں ایک وہ جس کو خدا نے قران دیا ہو (یعنی اُس کو قران پڑھنا آتا ہو) اور وہ برابر دن رات تلاوت کرتا رہے اور ایک وہ جس کو خدا نے مال دیا ہو اور وہ برابر دن رات خرچ کیا کرے (یعنی خیرات دیا کرے) *

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم لاحسد الا علی اثنین رجل آتاہ اللہ القران فھو یقوم بہ اٰناء اللیل و اٰناء النھار و رجل آتاہ اللہ مالا فھو ینفق منہ اٰناء اللیل و اٰناء النھار (متفق علیہ) —

پانچویں حدیث کو بھی مسلم اور بخاری دونوں نے نقل کیا ہی ابو موسی کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جو مسلمان قران پڑھتا ہی اُسکی مثال ترنج کی سی ہی اُس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی — اور جو مسلمان قران نہیں پڑھتا اُس کی مثال چھوارے کی سی ہی — خوشبو نہیں اور مزا میٹھا ہی اور جو منافق قران نہیں پڑھتا اُس کی مثال اندرائن کی ہی خوشبو کچھ نہیں اور مزا کڑوا — اور جو منافق قران پڑھتا ہی اُس کی مثال ریحانہ کی ہی خوشبو اچھی اور مزا کڑوا *

عن ابی موسی قال قال صلعم مثل المومن الذی یقراء القران مثل الاترجۃ ریحھا طیب وطعمھا طیب ومثل المومن الذی لا یقراء القران مثل التمرۃ لا ریح لھا وطعمھا حلو ومثل المنافق الذی لا یقراء القران کمثل الحنظلۃ لیس لھا ریح و طعمھا مر و مثل المنافق الذی یقراء القران مثل الریحانۃ ریحھا طیب و طعمھا مر (متفق علیہ)

چھٹی حدیث کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہی — ابو ہریرہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکھو قرآن اور پڑھاؤ — کیونکہ جو شخص قران سیکھے اور پڑھے اور اُس پر قایم رہے اُس کے لیئے قران ایسا ہی جیسے ایک کیسہ مشک سے بھرا ہوا - اُس کی خوشبو ہر جگہہ پھیلتی ہی — اور جو شخص قران سیکھکر سو گیا ہو اور وہ اُس کے پیٹ میں ہو وہ مثل ایک کیسہ کے ہی جو مشک بھر کر بند کردیا ہو *

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم تعلموا القران فا قروٗہ فان مثل القران لمن تعلم فقراء و قام بہ کمثل جراب محشو مسکا تفوح ریحہ کل مکان و مثل من تعلمہ فرقد و ھو فی جوفہ کمثل جراب اُوکی علی مسک (رواہ الترمذی والنسائی و ابن ماجۃ)—

ساتویں حدیث کو بیہقی نے نقل کیا ہی - ابن عمر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دلوں کو بھی مورچہ لگجاتا ہی جس طرح لوہے کو لگتا ہی لوگوں نے کہا یا رسول اللہ پھر وہ صاف کیونکر ہو فرمایا موت کو بہت یاد کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے سے *

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان ھذہ القلوب تصداء کما یصداء الحدید اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ وما جلاءھا قال کثرۃ ذکر الموت و تلاوۃ القران (رواہ البیہقی)

آٹھویں حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہی — عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ معمر پر مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن سناؤ

عن عبداللہ بن مسعود قال قال

لی رسول الله صلعم علی المنبر اقراء علیک و علیک انزل علی قلت اقراء علیک و علیک انزل قال انی احب ان اسمعه من غیری فقرات سورة النساء حتی اتیت الی هذه الایة فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علی هولاء شهیدا قال حسبک الان فالتفت الیه فاذا عیناه تذرفان (متفق علیه) —

میں نے کہا آپ کے آگے میں پڑھوں اور آپ پر تو نازل ہوا ہی — آپنے فرمایا کہ مجھے یہہ دلپسند ہی کہ دوسرے سے سنوں — پس میں نے سورہ نساء پڑھی یہانتک کہ میں اس آیت پر آیا "فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هولاء شهیدا" (یعنی پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائینگے اور تجھکو ان سب گواہوں پر گواہ لائینگے) آپنے فرمایا اچھا بس —

میں نے جو آنکھیں اُٹھا کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں آنسو گرا رہی تھیں *

نویں حدیث ابو داؤد میں یہان ہوئی ہی ابو سعید کہتے ہیں کہ میں ضعیف مہاجروں کے ایک گروہ میں بیٹھا تھا — اور اُن میں سے بعض بعض سے بوجہ عریانی چھپتے تھے — اور ایک قاری ہم پر قران پڑھتا تھا — اتنے میں رسول الله صلعم تشریف لائے اور کھڑے ہوئے — رسول الله صلعم جب کھڑے ہوئے تو قاری چپ ہوگیا — آپنے سلام کیا اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے — ہم لوگوں نے کہا خدا کی کتاب سن رہے تھے — آپنے فرمایا خدا کا شکر ہی جس نے میری اُمت میں سے ایسے لوگوں کو کیا جن کے ساتھہ مجھے صبر کرنے کا حکم ہی — کہا ابو سعید خدری نے کہ پھر آنحضرت ہم لوگوں کے بیچ میں بیٹھہ گئے تاکہ اپنے کو ہم لوگوں کی برابر کریں — پھر ہاتھہ سے اشارہ کیا کہ یہں پس لوگ گرداگرد بیٹھہ گئے اور سب کا مونہہ آنحضرت کی طرف تھا پس فرمایا کہ اے مفلس مہاجرین تمکو خوشخبری ہو نور کامل کی قیامت کے دن — تم لوگ جنت میں مالداروں سے آدھے دن پہلے جاؤگے اور یہہ پانچ سو برس کا ہوگا *

عن ابی سعید الخدری قال جلست فی عصابة من ضعفاء المهاجرین و ان بعضهم لیستتر ببعض من العری و قاری یقرء علینا اذ جاء رسول الله صلعم فقام علینا فلما قام رسول الله صلعم سکت القاری فسلم ثم قال ما کنتم تصنعون قلنا کنا نستمع الی کتاب الله تع فقال الحمد لله الذی جعل من أمتی من أمرت ان اصبر نفسی معهم قال فجلس و سطنا لیعدل بنفسه فیلما ثم قال بیده هکذا فتحلقوا و برزت وجوههم له فقال ابشروا یا معشر صعالیک المهاجرین بالنور التام یوم القیمة تدخلون الجنة قبل اغنیاء الناس بنصف یوم و ذلک خمسمائة سنة (رواه ابو داؤد) —

نازل ہونا قرآن کا سات قرائتوں میں یا قرأت مختلفہ میں

اختلاف قرأت ایک ایسی اصطلاح ہی جس کے سبب سے عیسائی مصنفوں کو نہایت دھوکا پڑا ہی اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں اختلاف قرأت سے اُسی طرح کا اختلاف قرأت قران مجید میں بھی ہی — حالانکہ وہ

دونوں بالکل مختلف ہیں اور جو اسباب کہ عہد عتیق اور عہد جدید میں قرأت مختلفہ کے پیش آئے ہیں اُس سے اور قرآن مجید کی قرأت سبعہ سے زمین و آسمان کا فرق ہی — اگر ہم قرآن مجید کی قرأت سبعہ یا اختلاف قرأت کو اُنہیں معنوں میں لیں جن معنوں میں کہ عیسائیوں نے لیا ہی تو بہ آسانی کہا جاسکتا ہی کہ ہم مسلمانوں کے قرآن مجید میں اختلاف قرأت مطلق نہیں ہی *

عہد عتیق اور عہد جدید میں جو اختلاف قرأت ہی اُس کی بنیاد اور اُس کے اسباب اور اُسکے نتائج رورنگ مسٹر ہارن نے یہہ بیان کئے ہیں کہ " دو یا زاید قرأت مختلفہ میں صرف ایک ہی قرأت صحیح ہوسکتی ہی اور باقی یا تو کاتب کی عمداً تحریفات یا غلطیاں ہونگی " مگر قرآن مجید میں یہہ بات نہیں ہی — کیونکہ تمام اختلاف قرأت اُس معنے میں جس میں کہ مسلمانوں نے اس اصطلاح کو قرار دیا ہی جسقدر قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں وہ سب صحیح اور سب درست ہیں گو ظاہر میں یہہ امر کہیں کہیں متناقض معلوم ہوتا ہو *

رورنگ مسٹر ہارن نے عہد عتیق اور عہد جدید میں قرأت مختلفہ کے واقع ہونے کے یہہ اسباب بیان کئے ہیں (۱) " ناقلوں کی چوک اور غلطیاں (۲) منقول عنہ میں سقم اور غلطیوں کا موجود ہونا (۳) کاپیوں کا بدون کسی کافی سند کے متن کی عبارت کی اصلاح کی خواہش کرنا (۴) قصداً تحریفات کا کرنا جو کسی فریق کے حصول مدعا کے واسطے کی گئی ہوں " — اِن اسباب کو قرآن مجید کی اختلاف قرأت سے کچھہ بھی علاقہ نہیں ہی — بلکہ قرآن مجید میں جو اختلاف قرأت ہیں اُن کے اسباب حسب تفصیل ذیل ہیں : —

اول — تمام قرآن مجید یا اُس کی سورتیں ایک وقت میں نازل نہیں ہوئی تھیں — بلکہ کوئی آیت کسی سورت کی کسوقت میں اور کوئی آیت کسوقت میں نازل ہوئی تھی — ایک سورۃ ابھی ختم ہونے نہیں پائی تھی کہ دوسری سورۃ نازل ہونی شروع ہوئی اور ایسی چند آیتیں نازل ہوئیں جن کا مضمون اُس سورۃ کی آیتوں سے جو پہلے نازل ہوچکی تھیں محض مختلف تھا اور یہہ سورۃ بھی نا مکمل رہ کر ایک اور سورت نازل ہونی شروع ہوگئی اور اسی طرح سلسلہ جاری رہا — تمام آیتیں جس طرح پر نازل ہوئیں علحدہ علحدہ چمڑوں کے ٹکڑوں پر اور پے ترتیبی سے لکھی ہوئی رہیں — اگرچہ پیغمبر خدا نے تمام آیتوں اور سورتوں کی ترتیب لوگونکو بتلا دی تھی تاہم تمام لوگوں کو جنکے پاس قرآن مجید کی آیتوں کی نقلیں منتشر حالت میں موجود تھیں اُن سب کو اُس کا علم نہیں ہوا تھا اس سبب سے آیتوں کو بہ ترتیب پڑھنے میں اختلاف واقع ہوا — بعض لوگوں نے بعض آیتوں کو اُن آیتوں کے سات ملاکر پڑھا جن سے وہ ٹھیک طور پر علاقہ نہیں رکھتی تھیں *

دوم — نقطوں کا اختلاف — قدیم تحریر میں جس کے نمونے اب بھی ہمارے پاس موجود ہیں نقطوں کے دینے کا بہت کم رواج تھا — فعل مضارع کے پہلے حرف "ی" غائب کے صیغہ پر اور حرف "ت" حاضر کے صیغہ پر آتی ہی لکھنے میں ان دونوں حرفوں کی ایک ہی صورت ہی صرف فرق یہہ ہی کہ پہلے حرف کے نیچے دو نقطے ہوتے ہیں اور دوسرے حرف کے اوپر دو نقطے ہوتے ہیں — نقطوں کے لکھنے کا قدیم تحریر میں رواج نہونے سے کسی نے اُس حرف کو "ی" پڑھا اور کسی نے "ت" — اور علماء نے اُس کو اختلاف قرأت قرار دیا *

سوم — عرب کی مختلف قوموں میں جو مختلف اقطاع میں رہتی تھیں مختلف لہجے تھے اور ہرایک قوم اپنے لہجہ میں قرآن مجید کی آیتوں کو پڑھتی تھی اور اس اختلاف لہجہ کو بھی علماء نے اختلاف قرأت میں داخل کیا ہی *

چہارم — اعراب کا اختلاف — قدیم تحریر میں لفظوں پر اعراب دینے کا بھی دستور نہ تھا اور نہ اہل عرب کو کہ عربی خود اُن کی مادری زبان تھی اعراب دینے کی ضرورت تھی — مگر بعضی دفعہ جملوں کے دو طرح پر ربط دینے سے اعراب میں اختلاف ہوجاتا ہی اس سبب سے لوگ بعض الفاظ کے اعراب میں اختلاف رکھتے تھے مثلاً وضو کی آیت میں جو لفظ "ارجلکم" واقع ہی بعضوں نے خیال کیا کہ اُس کا عطف "وجوہکم" پرہی جو اُسی آیت میں واقع ہی اور اس سبب سے اُنھوں نے "ارجلکم" کے "ل" کو مفتوح پڑھا اور بعضوں نے اُس کا عطف "رؤسکم" پر خیال کیا اور "ارجلکم" کے "ل" کو مکسور پڑھا — اگرچہ ایسی مثالیں بہت کم ہیں مگر علماء نے اُسکو بھی اختلاف قرأت میں داخل کیا — حالانکہ درحقیقت یہہ ایک بحث نحو کے قواعد سے متعلق ہی نہ اختلاف قرأت سے *

پنجم — عربی زبان سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک ہی مادہ کے افعال کے لئے عربی زبان میں متعدد ابواب ہوتے ہیں اور اُن ابواب سے ایک ہی مادہ کے مختلف طرح پر صیغے مشق کئے جاتے ہیں اور گو وہ لکھنے میں ایک ہی صورت کے ہوں مگر اُن کا تلفظ مختلف ہوجاتا ہی اس وجہ سے بعض لفظوں کو قرآن مجید کے کسی شخص نے کسی باب سے مشتق سمجھکر کسی تلفظ سے پڑھا اور کسی نے دوسرے باب سے مشتق سمجھکر کسی تلفظ سے پڑھا — عرب میں بعض قوموں اُن ابواب میں سے کسی باب کا استعمال کرتی تھیں اور بعض قوموں کسی باب کا — اور اسی سبب سے اُن الفاظ کے تلفظ میں اختلاف ہوجاتا تھا — اس قسم کا اختلاف بھی بہت ہی شاذ و نادر قرآن مجید میں ہی — علماء اسلام نے اُس کو بھی اختلاف قرأت میں داخل کیا حالانکہ وہ صرف عربی زبان کے قواعد صرف سے متعلق ہی *

اس بیان سے واضح ہوگا کہ کتب عہد عتیق اور عہد جدید پر عیسائی عالموں نے جن معنی کو اختلاف قرأت کا اطلاق کیا ہی اور جو اسباب اُس کے بیان کیئے ہیں اُس سے اور قران مجید کے اختلاف قرأت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہی — اگر اختلاف قرأت کے وہی معنی قرار دیں جو عیسائی عالموں نے قرار دیئے ہیں تو اُس کا قران مجید کی نسبت استعمال کرنا صریح غلطی اور خطا ہی *

جو امور کہ ہم نے اوپر بیان کیئے ہیں اُن کی توضیح کے لیئے ہم چند حدیثوں کو اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

پہلی حدیث ابو داؤد اور بیہقی کی ہی اُس نے جابر سے بیان کیا ہی کہ جابر کہتے ہیں کہ انحضرت ہم لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور ہم لوگ قران پڑھ رہی تھے اور ہم میں عربی و عجمی دونوں قسم کے لوگ تھے پس فرمایا کہ پڑھو سب اچھا ہی — اور آیندہ ایسی قومیں آئینگی کہ اُس کو سیدھے سے پڑھینگی تھر کے سیدھے کی مانند جلدی کرینگے اور ٹھہر کر نہ پڑھینگے *

عن جابر قال خرج علینا رسول اللہ صلعم ونحن نقراء القران وفینا الاعرابی والعجمی فقال اقرؤا فکل حسن وسیجیی اقوام یقیمونہ کما یقام القدح یتعجلونہ ولایتاجارنہ (رواہ ابوداؤد و البیہقی فی شعب الایمان) —

دوسری حدیث ترمذی کی ہی اُسنے ابی ابن کعب سے بیان کیا ہی ابی بن کعب نے کہا کہ رسول اللہ صلعم جبرئیل سے ملے پس فرمایا کہ اے جبرئیل میں مبعوث ہوا ایک جاہل اُمت کی طرف جس میں بڑھے اور بوڑھیا اور لڑکا و لڑکی اور ایسے آدمی ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی جبرئیل نے کہا اے محمد قران سات حرفوں پر نازل ہوا ہی *

عن ابی ابن کعب قال لقی رسول اللہ صلعم جبرئیل فقال یا جبرئیل انی بعثت الی امۃ امیین منہم العجوز والشیخ الکبیر والغلام و الجاریۃ والرجل الذی لم یقراء کتابا قط قال یا محمد ان القران انزل علی سبعۃ احرف (رواہ الترمذی) —

تیسری حدیث بخاری اور مسلم کی ہی اُن دونوں نے ابن عباس سے بیان کیا ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھکو جبرئیل نے قرآن پڑھایا ایک حرف پر پھر میں نے اُن سے دوہراکر پڑھوایا پس میں برابر زیادہ پڑھواتا رہا اور وہ زیادہ کرتے گئے یہاں تک کہ سات حرف (یعنی قرأت) تک پہونچے — ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھکو پہنچا ساتوں حرف معلوم ہوئے سو مطلب ایک ہی رہتا ہی — کسی حلال و حرام میں اُن سے اختلاف نہیں پڑتا *

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم قال اقرانی جبرئیل علی حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزید نی حتی انتھی الی سبعۃ احرف قال ابن شہاب بلغنی تلک السبعۃ الا حرف انما ھی فی الامر یکون واحدا لایختلف فی حلال ولاحرام (متفق علیہ) —

چوتھي حديث بخاري اور مسلم کي هي اُن دونوں نے حضرت عمر سے بيان کيا هي

عن عمر بن الخطاب رضه قال سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرء سورة الفرقان على غير ما اقرأنيها وكان رسول الله صلعم اقرأنيها فكدت ان اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته برد ئه فجئت به رسول الله صلعم فقلت يارسول الله اني سمعت هذا اقرء سورة الفرقان على غير ما اقرأتنيها فقال رسول الله صلعم ارسله اقرء فقرء القرأة التي سمعته يقرء فقال رسول الله صلعم هكذا انزلت ثم قال لي اقرء فقرأت فقال هكذا انزلت ان القرآن انزل على سبعة احرف فاقرؤا ما تيسر منه (متفق عليه و اللفظ لمسلم) —

عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے هشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان پڑھتے سنا خلاف اُس کے جسطرح میں پڑھتا هوں — اور مجھکو رسول الله صلعم نے پڑھایا تھا پس قریب تھا کہ میں اُن پر جلدی کروں پھر مہلت دی اُن کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ پھرکر چلے پھر میں اُن کو چادر پکڑکر رسول الله صلعم کے پاس لایا اور کہا کہ یا رسول الله میں نے ان کو سورہ فرقان اور طرح سے پڑھتے سنا — اُس طرح سے نہیں جسطرح آپنے مجھکو پڑھایا تھا — رسول الله صلعم نے فرمایا اُن کو چھوڑدو کہ پڑھیں — پس اُنہوں نے اُسي طرح پڑھا جیسا میں اُن سے سن چکا تھا — پس رسول الله صلعم نے فرمایا اسیطرح اُتري هی — پھر مجھ سے کہا پڑھو — میں نے پڑھا تو فرمایا کہ اسیطرح اُتري هی — قران سات حرفوں پر اُترا هی جسطرح آسان هو پڑھو *

پانچویں حدیث بخاري کي هی اُنہوں نے ابن مسعود سے بیان کیا هی کہ — ابن مسعود کہتے تھے کہ میں نے ایک شخص کو قران پڑھتے سنا اور رسول الله صلعم کو اُس کے خلاف پڑھتے سنا پس میں اُس کو نبي صلعم کے پاس لایا اور اسبات کي اطلاع کي — پس میں نے حضرت کے چہرہ پر ناگواري دیکھي پھر آپنے فرمایا تم دونوں ٹھیک پڑھتے هو سو اختلاف مت کرو — تمسے پہلوں نے اختلاف کیا تو هلاک هوئے *

عن ابن مسعود قال سمعت رجلا قرء سمعت النبي صلعم يقراه خلافها فجئت به النبي صلعم فاخبرته فعرفت في وجهه الكراهة فقال كلا كما يحسن فلا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا (رواه البخاري) —

جو کچھہ همنے اوپر بیان کیا اُس سے هر شخص کو معلوم هوا هوگا کہ قران مجید کے اختلاف قرأت اور توریت اور انجیل کے اختلاف قرأت میں بہت بڑا فرق هی اور وہ اختلاف قرأت جسکو هم نے مد اول میں داخل کیا هی یعني آیتوں کا آگے پیچھے اور الٹ پلٹ پڑھنا وہ اختلاف حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں قریب قریب معدوم هوگیا تھا — جبکہ زید ابن ثابت نے قران مجید کے مختلف حصوں کو ایک جگہ جمع کردیا تھا اور جب حضرت عثمان کي خلافت کے عہد میں جنھوں نے زید ابن ثابت کے جمع کئے هوئے قران مجید کي نقلیں مسلمانوں میں تقسیم کردي تھیں اُس اختلاف کا نام و نشان بھي باقي نہیں رہا تھا *

حاضر اور غایب کے صیغوں کا اختلاف جو صرف ي اور ت کے نقطوں کے سبب سے تھا وہ باقی رہا — موجودہ قرانوں میں جن میں اختلاف قرأت بھي لکھا جاتا ھی نہایت احتیاط سے حاشیہ پر اُن اختلافات کو لکھدیا جاتا ھی مگر قران مجید کے پڑھنے والوں کو ظاھر ھی کہ وہ اختلافات نہایت قلیل اور شاذ و نادر ھیں اور معھذا اُن سے اصلي مطلب اور احکام قران مجید میں کچھہ فرق نہیں ھوتا *

تلفظ کا اختلاف بھی قریب قریب معدوم ھوگیا ھی - کیونکہ قریش کے تلفظ کو سند قرار دینے میں کوششیں کامیاب ھوئي ھیں — قریش ھي کے لہجہ اور زبان میں قران مجید نازل ھوا تھا اور اُسی لہجہ اور زبان میں جناب پیغمبر خدا اُس کو پڑھا کرتے تھے — لیکن جو کہ اس زبان میں بعض حروف ایسے ھیں جن کا تلفظ اور قرموں سے ادا نہیں ھوسکتا اس سبب سے اس اختلاف سے بالکل پوچھا نہیں چھوٹا مثلاً اگر ھم کسي ایک عجمي اور کسي بدو اور کسی قریبہ یافتہ عرب کو قران پڑھتے ھوئے سنیں تو فوراً پہچان لینگے کہ یہہ اختلاف اب بھی موجود ھی مگر یہہ اختلاف صرف قران - مجید کے پڑھنے میں محسوس ھوگا نہ اُس کے املا میں اور اسي لئے وہ اختلاف ضبط تحریر میں نہیں آسکتا اُس کا اندازہ کرنے کو اُن لوگوں سے قران مجید کے سننے کي ضرورت ھی *

اعراب کا اختلاف بھي چند مقام میں جو بلحاظ قواعد صرف و نحو کے وقوع میں آیا ھی اب تک موجود ھی — اور اُسي قسم کے قران مجید کے حاشیوں پر لکھہ بھي دیا جاتا ھی اور قران مجید کي تفسیروں میں اُس کی نسبت ھرایک امر کي تشریح کي جاتي ھی - ابواب کے اختلاف سے جو صیغوں میں تلفظ کا اختلاف ھی وہ بھي بعض بعض جگہہ موجود ھی — اُس کي بھي تصریح اُسی قسم کے قران مجید کے حاشیوں پر کي جاتي ھی اور تفسیروں میں اُن پر پوري بحث ھی *

مگر جیسا کہ ھم بیان کرچکے ھیں ان اختلافات سے قران مجید کے اصلي معني اور مقصد میں کچھہ اثر واقع نہیں ھوتا اور جو الزام کہ عیسائیوں پر اپني کتابوں میں تحریف کرنے کا ھی اُس قسم کا الزام مسلمانوں پر قران کي آیات میں تصرف کرنے اور کمي و بیشي کرنے کا یا اپني کتاب مقدس میں قصداً غلط اصلاحیں کرنے کا یا کسي فریق کے مدعا کے حاصل کرنے کے لئے تحریف کرنے کا یا کسي آیتوں کو چھپا ڈالنے کا الزام عاید نہیں ھوسکتا — علم ادب کي ایک شاخ ھی جو بالتخصیص قران مجید کي عبارت پڑھنے سے علاقہ رکھتي ھی اور جس کا نام علم تجوید ھی — اُس پر بہت کتابیں لکھي گئي ھیں اور علماء نے شرح و بسط سے اُس کي شوحیں کي ھیں *

قران مجید میں آیات و ناسخ و منسوخ ھونے کا بیان

عیسائي عالموں نے الفاظ ناسخ و منسوخ کے معني سمجھنے میں جس کا اطلاق علماے

اسلام نے بطور اصطلاح کے آیات قرانی پر کیا ہی بہت بڑی غلطی کی ہی — اُنہوں نے غلطی سے یہہ سمجھا ہی کہ ناسخ آیتوں نے منسوخ آیتوں کو اس وجہہ سے کہ اُن میں کچھہ نقص یا کسی قسم کا اشتباہ تھا بیکار کردیا ہی — مگر اُن کا یہہ خیال بالکل غلط ہی کیونکہ علماے اسلام نے جو دیفوات کے مسائل کے محقق ہوں اُن معنوں سے جو عیسائی عالم سمجھتے ہیں مختلف معنی قرار دیئے ہیں — مسلمانوں کا اس بات پر ایمان رکھنا ایک مذہبی فرض ہی کہ خدا تعالے علیم اور علام الغیوب ہی — یعنی اُس کو ماضی اور حال اور استقبال کا یکساں علم ہی پس اگر ناسخ و منسوخ کے یہہ معنی سمجھے جاویں کہ اللہ تعالے نے ایک اپنے حکم سابق کو کسی حکم ما بعد سے بدیں وجہہ کہ اُس پہلے حکم میں کچھہ نقصان تھا منسوخ کردیا تو اُس کے یہہ معنی ہونگے کہ حکم سابق کے وقت خدا تعالے کی صفت علم کامل میں کچھہ نقصان تھا اور ایسا عقیدہ اسلام کی رو سے کفر ہی — پس ظاہر ہی کہ علماے اسلام نے جن معنوں میں لفظ ناسخ و منسوخ کو استعمال کیا ہی اُس کا یہہ مطلب نہیں ہی جو عیسائی عالم سمجھتے ہیں *

ناسخ و منسوخ کا لفظ اصطلاحاً دو چیزوں پر اطلاق ہوتا ہی — ایک نبی سابق کی ایسی شریعت پر جو دوسرے نبی کی شریعت سے تبدیل ہوگئی ہو — مثلاً حضرت موسیٰ کی شریعت سے پہلے ایک مرد اپنی زوجہ کی حیات میں اُس کے بہن یعنی اپنی سالی سے شادی کرسکتا تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کردیا اور فرمایا کہ کوئی آدمی اپنی زوجہ کی زندگی میں اُس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا — لیکن اُس کے مرنے کے بعد کرسکتا ہی — حضرت موسیٰ نے مرد کو کامل اختیار دیا تھا کہ جب چاہے اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اور گھر سے باہر نکالدے اس حکم کو بقول عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ نے تبدیل کردیا اور حکم دیا کہ مرد اپنی زوجہ کو کسی صورت سے طلاق نہیں دے سکتا — جب تک کہ اُسنے کسی سے زنا نہ کیا ہو — آنحضرت نے بھی طلاق دینے کو مرد کے اختیار میں رکھا لیکن اُسپر یہہ قید لگائی کہ اگر بغیر کسی اشد ضرورت اور معقول وجہہ کے ایسا کرے تو وہ ایک گناہ کا مرتکب ہوگا *

الفاظ ناسخ و منسوخ کا استعمال جو علماے اسلام نے شریعت انبیاے سابقین کی نسبت کیا ہی اور جسکا یہہ مقصود ہی کہ ناسخ سے وہ شریعت مراد ہی جو شریعت نبی سابق کو غیر واجب العمل کردے اور منسوخ سے وہ شریعت سابق مراد ہی جو غیر واجب العمل ہوگئی ہو — ان معنوں میں تو قرآن مجید کی آیتوں پر لفظ منسوخ کا اطلاق نہیں ہو سکتا — کیونکہ قران مجید کے بعد کوئی ایسی شریعت نازل نہیں ہوئی اور نہ نازل ہوگی جو شریعت اسلام کو غیر واجب العمل کردے — مگر ہم انبیاے سابقین کی شریعت کے منسوخ ہونے پر زیادہ بحث نہیں کرینگے بلکہ صرف اس مختصر بیان پر ختم کرینگے کہ علماے

اسلام نے شریعت انبیاے سابقین پر بھی ناسخ و منسوخ ہونے کا اطلاق اُن معنوں میں نہیں کیا ہی جو عیسائی خیال کرتے ہیں *

جو کچھہ کہ ہم نے اوپر بیان کیا اُس سے ظاہر ہوگا کہ قران مجید کی وہ آیت جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں قران مجید کی ایک آیت کے دوسری آیت کے منسوخ ہونے سے کچھہ علاقہ نہیں ہی اور نہ اُس سے اس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہی کہ قران مجید کی ایک آیت قران مجید کی دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہی — کیونکہ اُس آیت میں جو کچھہ بیان ہی وہ انبیاے سابقین کی شریعت کے ناسخ و منسوخ ہونے سے متعلق ہی نہ قران مجید کی ایک آیت کے دوسری آیت سے — اور وہ آیت یہہ ہی — اہل کتاب جو کافر ہوئے اور مشرکین یہہ نہیں چاہتے کہ تمپر تمہارے خدا کی طرف سے کوئی بھلائی اُترے — اور خدا خاص کرتا ہی اپنی رحمت کے ساتھہ جسکو چاہتا ہی اور خدا بڑی فضیلت والا ہی — ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلادیتے ہیں تو اُس سے اچھی لاتے ہیں یا اُس کی برابر — کیا تو یہہ نہیں جانتا کہ خدا ہر شی پر قدرت رکھتا ہی *

ما یودالذین کفروا من اہل الکتاب ولاالمشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم — ماننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر (سورہ بقر ایت 99 و 100) —

مذکورہ بالا آیتوں سے کوئی ذی فہم شخص یہہ نہیں سمجھہ سکتا کہ اُن سے قران مجید کی ایک آیت کا قران مجید کی دوسری آیت سے منسوخ ہونا پایا جاتا ہی بلکہ صاف اُس میں اہل کتاب کا ذکر ہی اور اہل کتاب جو اس بات کے مخالف تھے کہ اُن کی شریعت کے برخلاف کوئی حکم نہو اُس کی نسبت خدا نے کہا کہ ہم جس آیت یعنی حکم شریعت اہل کتاب کو منسوخ کرتے یا بھلاتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی کی مانند حکم بھیج دیتے ہیں *

ہمارے نزدیک اس آیت سے کسی طرح یہہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ قران مجید کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہی بلکہ اُس کو صریح شریعت اہل کتاب یا رسوم مشرکین سے علاقہ ہی جنکی طرف خاص اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہی — جنکی شریعت کے احکام میں شریعت محمدی سے کسی قدر کمی و بیشی ہوگئی ہی *

دوسرے ناسخ و منسوخ کی اصطلاح کا اطلاق علماء نے قران مجید کی آیتوں اور احادیث نبوی پر بھی کیا ہی — لیکن نہ اُن معنوں میں جو عیسائی سمجھتے ہیں *

قران مجید اور احادیث نبوی میں ایسے احکام ہیں جو امر واحد سے علاقہ رکھتے ہیں — مگر وہ احکام مختلف حالات اور مواقع پر صادر ہوئے ہیں اور جب کہ وہ حالت باقی نہیں رہتی تو وہ حکم جو اس حالت سے متعلق تھا غیر واجب التعمیل ہو جاتا ہی اور

دوسرا حکم جو حالت تبدیل شدہ سے مناسب ہو صادر ہوتا ہی — ایسی حالت میں علماے اسلام حکم اول پر منسوخ اور حکم ثانی پر ناسخ کا اطلاق کرتے ہیں — مگر اس کے یہہ معنی کسی طرح نہیں ہوسکتے کہ حکم اول میں کسی قسم کا نقص تھا بلکہ وہ حالت خاص جس کے واسطے وہ حکم مناسب تھا باقی نہیں رہی اس لیئے وہ حکم بھی واجب التعمیل نہیں رہا لیکن در حقیقت منسوخ نہیں ہوا کیونکہ اگر احیاناً وہی حالت پھر ظہور پذیر ہو تو وہی پہلا حکم واجب التعمیل ہوگا اور دوسرا حکم واجب التعمیل نہ رہے گا *

مثلاً جب شراب پینے کی ممانعت کا حکم نازل ہوا تو آنحضرت نے سبز رنگ کے پیالوں کے استعمال کا بھی جو عرب میں بالتخصیص شراب پینے کے لیئے مخصوص تھے منع فرمایا۔ مگر جب شراب پینے کی ممانعت کا حکم عموماً سب لوگوں کو معلوم ہوگیا اور اس کا رواج بھی اٹھ گیا اُسوقت آنحضرت نے سبز رنگ کے پیالوں کے استعمال کی اجازت دیدی — اسی قسم کی ایک اور مثال ہی کہ جب تک مسلمان مکہ میں رہے جہاں کفار قریش کی حکومت تھی اور مسلمان اُن کے محکوم تھے اُسوقت تک اُن کو اپنے حکام کے ہاتھ سے ہر قسم کی تکلیفوں اور سختیوں کو صبر اور استقلال کے ساتھہ برداشت کرنے کا حکم رہا — لیکن جب کہ مسلمان اُن کی عملداری کو چھوڑکر دوسرے ملک میں چلے گئے تو اُسوقت جہاد کرنے کے احکام صادر ہوئے — ان دونوں مثالوں میں علماے اسلام نے اصطلاحاً حکم اول کو منسوخ اور حکم ثانی کو ناسخ سمجھا ہی — لیکن اگر پہلی صورتوں پھر پیش آویں تو وہی پہلے حکم واجب التعمیل ہونگے *

مختلف امور میں بعض احکام شریعت حضرت موسی کے ایسے تھے کہ جب تک خاص احکام اُن کی نسبت آنحضرت پر نازل نہیں ہوئے آنحضرت نے اُنہیں حکموں پر عمل کیا — مگر جب خاص حکم نازل ہوئے تو اُن کے مطابق کاربند ہوئے — اور علماے نے اُن احکام موسوی پر بھی منسوخ اور اُن احکام خاص پر ناسخ کا اطلاق کیا — ان بیانات سے صاف ہوتا ہی کہ یہہ الفاظ صرف اصطلاحیں ہیں جو علما نے مقرر کی ہیں — محققین علماے اسلام کا عقیدہ ہی کہ الفاظ ناسخ و منسوخ اپنے اصلی اور لغوی معنوں میں قرآن مجید کی نسبت مستعمل نہیں ہوئے ہیں *

جعفر کی حدیث میں جو یہہ روایت ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ " میرا کلام قرآن مجید کو منسوخ نہیں کرتا ہی مگر قرآن مجید کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہی اور قرآن مجید کی ایک آیت ایک آیت کو منسوخ کرتی ہی " — اور ابن عمر کی حدیث میں جو یہہ روایت ہی کہ " میرا ایک کلام میرے دوسرے کلام کو منسوخ کرتا ہی جس طرح کہ قرآن کی بعض آیتوں قرآن کی بعض آیتیں کو منسوخ کرتی ہیں " — ان حدیثوں معتبر سند نہیں ہی اس لیئے تسلیم کے قابل نہیں ہیں *

اس باب میں ابن ماجہ کی حدیث نہایت صحیح اور معتبر ہی .جو اُن دونوں حدیثوں کے برخلاف ہی اور جنسے اُن لوگوں کی رائے کی .جو قران کی ایک آیت سے دوسری آیت کے منسوخ ہونے کے قایل ہیں بخوبی تردید ہوتی ہی اور وہ حدیث یہہ ہی :- رسول اللہ صلعم نے ایک قوم کو سنا کہ قران میں جھگڑا کرتے ہیں پس فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ اسی سے ہوئے خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے لڑایا (یعنی رد کیا) اور خدا کی کتاب تو اس لیئے اُتری ہی کہ بعض سے بعض کی تصدیق ہو — پس بعض کی بعض سے تکذیب مت کرو - اُس میں سے جو جانو وہ کہو اور جو نہ جانو اُس کو اُس کے واقف کار پر چھوڑ دو *

عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سمع النبی صلعم قوما یتدارؤن فی القران فقال انما ہلک من کان قبلکم بہذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض وانما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوا بہ و ما جہلتم فوکلوہ الی عالمہ (رواہ احمد و ابن ماجۃ) -

اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ قران مجید کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی کسی آیت کی ناسخ ہی نہ کوئی آیت منسوخ ہی *

مگر عالموں کا یہہ اختلاف محض لفظی بحث پر مبنی ہی کیونکہ دونوں فریق یعنی وہ لوگ جو ناسخ و منسوخ کے ہونے کے قایل ہیں اور جو لوگ اُس کے قایل نہیں ہیں دونوں کے مباحثوں سے ایک ہی نتیجہ پیدا ہوتا ہی اس لیئے ہم اس مقام پر اُن پہلی دو حدیثوں کے نامعتبر اور غیر مستند ہونے پر بحث کرنی بے فایدہ سمجھتے ہیں- کیونکہ دونوں فریقوں کا بہ لحاظ حقیقت حال کے ایک ہی عقیدہ ہی

ایک زمانہ کے بعد جبکہ فقہاے اسلام نے قران مجید سے اوامر اور نواہی کا استنباط شروع کیا اور کتب فقہ کا تالیف ہونا شروع ہوگیا تو اُنہوں نے الفاظ ناسخ و منسوخ کو اور بھی زیادہ وسیع اصطلاح میں استعمال کرنا شروع کیا جس پر نہ تو اُن الفاظ کے لغوی اور لفظی معنی کا اور نہ اُن معنوں کا جو ہم نے اُوپر بیان کیئے ہیں ٹھیک ٹھیک اطلاق ہوسکتا ہی *

مثلاً اُنہوں نے دیکھا کہ قران مجید کی ایک آیت میں کسی معاملہ کی نسبت ایک عام حکم ہی اور پھر کوئی خاص آیت اُن کو ایسی ملی کہ جس سے اُس عام حکم میں کسی حالت میں استثناء پایا جاتا تھا تو اُنہوں نے اس خیال سے کہ وہ پہلی آیت اپنی عمومیت پر باقی نہیں رہی اُس کو منسوخ اور دوسری آیت کو اُس کا ناسخ قرار دیا حالانکہ یہہ صرف ایک فرضی اصطلاح ہی چنانچہ ہم ایک مثال سے اس امر کی زیادہ تر تشریح اور توضیح کرتے ہیں

قرآن مجید میں ایک یہہ آیت ہی کہ — اور جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں اور چھوڑ جاتے بیویاں — وصیت کرجاویں اپنی بیبیوں کے لیئے فائدہ دینا ایک برس تک بن نکالے- پس اگر نکل جاویں پس نہیں گناہ ہی تمپر اُس چیز میں کہ کریں وہ اپنے حق میں کچھہ بھلائی اور اللہ غالب دانا ہی *

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم (سورہ بقر آیت ۲۴۲ -

اس آیت کے صاف اور سیدھے معنی یہہ ہیں کہ جو لوگ اپنے مرنے کے بعد ازواج چھوڑ جاویں اُنکے ایک برس کے نان و نفقہ کے لوئے وصیت کرجاویں تانہ عورت (جو کہ اس جہان میں اپنے تمام حوائج ضروری میں اپنے خاوند کی محتاج ہوتی ہی) اپنے رنج و سایسی کے ایام میں خاوند کے مرجانے سے مصیبت اور تکلیف میں نہ پڑے — ہمارے فقہاء نے بیان کیا کہ اس آیت سے تین حکم نکلتے ہیں (۱) شوہر پر واجب ہی کہ زوجہ کے سال بھر کے نان و نفقہ کی وصیت کرجاوے (۲) زوجہ شوہر متوفی کی جائداد میں سے ایک سال سے زیادہ کے نان ونفقہ کی مستحق نہیں ہی (۳) زوجہ شوہر کی وفات کی تاریخ سے سال بھر تک کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی *

جب کہ فقہا نے اپنی ذہانت سے یہہ قرار دیا کہ اس آیت سے یہہ تین مسئلے نکلتے ہیں تو اُنکو ایک اور آیت نظر پڑی جو ذیل میں مندرج ہی- اور جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں — تو انتظار کر آئیں (یہہ عورتیں) اپنی جانوں کو چار مہینے اور دس دن - پس جب پہونچیں اپنی مدت کو پس تم پر کچھہ گناہ نہیں ہی اُس چیز میں کہ وہ اپنے حق میں بھلائی سے کوئی بات کریں اور خدا اُس چیز سے خبر رکھتا ہی جو تم کرتے ہو اور نہیں گناہ ہی تم پر اسبات میں کہ اشارتاً تمنے عورتوں سے پیغام نکاح کیا ہو یا تمنے اپنے دل میں چھپا رکھا ہو - خدا جانتا ہی کہ تم اُنکو یاد کروگے مگر اُن سے خفیہ وعدہ مت کرلو بجز اس کے کہ اچھی بات کہو *

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف و اللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا (سورہ بقر آیت ۲۳۴ و ۲۳۵)-

اس آیت میں اُنھیں فقہا نے اُس میعاد کی تصریح اور تعیُن پائی جس میں عورت کو شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرنا نہیں چاھیئے اور اُنھوں نے سمجھا کہ یہہ تعیُن میعاد پہلی آیت کے دوسرے حکم سے جو اُنھوں نے از خود اپنی ذہانت سے قرار دے لیا تھا مختلف ہی تو اُنھوں نے پہلی آیت کے دوسرے حکم کو بہ لفظ منسوخ تعبیر کیا اور پچھلی آیت کو اُسکا ناسخ قرار دیا *

اُس کے بعد اُنکو ایک اور آیت نظر پڑی جو ذیل میں مندرج ہی — اور اُن کے لیئے

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها اودین (سورہ نساء آیت ۱۲) —

چوتھائی حصہ ہی تمہارے ترکہ میں سے اگر تمہارے کوئی اولاد نہو پس اگر کوئی ہو تو اُن کے لیئے آٹھواں ہی تمہارے ترکہ میں سے بعد وصیت کے جو تمکو کي ہو یا قرضہ ہو *

اس آیت سے اُنہوں نے یہہ دیکھا کہ بیوہ عورت کے لیئے اس آیت میں صاف صاف سمعین حصہ شوہر کے ترکہ میں سے معین ہی تو اُنہوں نے یہہ نتیجہ نکالا کہ پہلي آیت سے جو اُنہوں نے پہلا اور دوسرا حکم استخراج کیا تھا وہ دونوں حکم بھي اس آیت سے منسوخ ہوگئے اور یہہ آیت اُن کي ناسخ ہی *

ہر سمجھہ دار آدمي یہہ بات جانتا ہی کہ مذہب اسلام میں فقہاء کا ایسا درجہ نہیں ہی جیساکہ عیسائي مذہب میں پوپ کا درجہ ہی جسکو عیسائي خطا اور نسیان سے مبرا سمجھتے ہیں مسلمانوں کے مذہب میں قرآن مجید ہر شخص کي دسترس میں ہی اور ہر شخص کو اُس میں حق بات تلاش کرنے کا اختیار ہی — ہر مسلمان اسبات کا مجاز ہی کہ اگر وہ چاہے تو مذکورہ بالا تینوں مسئلوں کو جو فقہا نے مذکورہ بالا آیت سے اخذ کیئے ہیں اور جو درحقیقت ایک مسئلہ بھي اُن مسئلوں میں سے اُس آیت سے اخذ نہیں ہوسکتا نہ مانے اور صاف کہدے کہ اُن آیتوں میں سے کوئي آیت بھي ایک دوسرے کي ناسخ و منسوخ نہیں ہی — پس کسي آیت کو ناسخ اور کسي کو منسوخ قرار دینا صرف فقہا کي راے ہی جو اُنہوں نے اپنے مسایل کے استنباط کے طریقہ کي تسہیل کے لیئے اختیار کي ہی مگر اُس سے یہہ بات کہ درحقیقت قرآن میں ناسخ و منسوخ ہی لازم نہیں آتي *

مگر افسوس یہہ ہی کہ عیسائي عالموں نے جو سمجھا ہی اُس میں دانستہ یا نا دانستہ غلطي کي ہی — مشہور و معروف مورخ گبن اور ہمارے زمانہ کے بڑے عالم سر ولیم میور نے ناسخ و منسوخ کي اصطلاحوں کے صحیح اور اصلي معنوں سے جن میں ہمارے فقہا نے اُنکو مستعمل کیا تھا نا واقفیت کي وجہہ سے صریح مغالطہ کھایا ہی اور وہ خیالات بیان کیئے ہیں جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں *

گبن اپني تاریخ میں لکھتا ہی کہ " مرضي الہي کے دائمي اور کامل اندازہ کي بجاے آیات قرآن (مجموعہ) محمد (صلعم) کي سمجھہ کے مطابق مرتب ہوئي تھیں — ہر وحي اُن کي حکمت عملي یا خواہش کے مناسب ہی اور آیتوں کا تقاضں اس وسیع قول سے کہ کسي پہلي آیت میں کسي پچھلي آیت سے تبدیل یا ترمیم ہوگئي ہی رفع ہوگیا ہی " *

سر ولیم میور اپني کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں کہ " اگرچہ تفسیخ کا آسان عقیدہ قرآن میں تسلیم کیا گیا ہی مگر مسلمان اس اجتماع ضدین کي تطبیق کي

حتی الامکان کوشش کرتے ہیں — تاہم یہ مجبوری اُن کو معترف ہونا پڑا ہی کہ قران میں کم سے کم دو سو پچاس آیتیں منسوخ ہیں " *

اس خطبہ کے شروع میں ہمنے بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلعم پر دو قسم کی وحی نازل ہوتی تھی — اول وحی متلو یعنی کلام اللہ - دوم وحی غیر متلو یعنی حدیث — یہہ ممکن ہی کہ بعض شخصوں نے غلطی سے دوسری قسم کی وحی کو پہلی قسم کی وحی سمجھا ہو اور اُن کو قران مجید میں نہ پاکر یہہ گمان کیا ہو کہ بعض آیتیں منسوخ ہوگئی ہیں اور جو کہ اُن کے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اس لیئے قران مجید میں مندرج نہوئیں مگر ظاہر ہی کہ ایسا خیال جس کو ہوا خود اُس کی غلطی ہی — علاوہ اس کے اس بات کے فرض کرلینے کے لیئے کہ کوئی آیت ایسی تھی جس کے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اور اس لیئے قران مجید سے خارج رکھی گئی تھی کوئی سند نہیں ہی — چنانچہ ہم اس امر کی نسبت اس خطبہ کے اخیر میں پوری بحث کرینگے *

کیا جناب پیغمبر خدا قران مجید کی کوئی آیت بھول گئے تھے

ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہی کہ جناب پیغمبر خدا کو تمام قران من اولہ الی آخرہ جو نازل ہوا تھا یاد تھا اور کبھی کوئی آیت آنحضرت نہیں بھولے نہ آپ کے دل سے محو ہوئی - اور تمام آیتیں جو آپ پر نازل ہوتی تھیں آپ کانوں سے لکھوا دیتے تھے - اس کی سند میں قران مجید کی ایک آیت کا اور بخاری کی ایک حدیث کا لکھدینا کافی ہی قران کی آیت یہہ ہی کہ " ہم تجھکو پڑھا دینگے سو تو نہ بھولیگا مگر جو خدا چاہے * سنقرئک فلاتنسی الاماشاء اللہ (سورہ سبح اسم آیت ۶) —

بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر اس طرح پر کی ہی (ہم تجھکو پڑھاوینگے) جبرئیل کی زبان سے یا تجھکو قاری کرینگے قرأت کے الہام سے (پس تو نہ بھولیگا) ہرگز حافظہ کی قوت سے باوجود اس کے کہ تو ان پڑھ ہی تاکہ یہہ ایک نشانی ہو دوسری تھوڑے لیئے — (مگر جو خدا چاہے) اُن کا بُھلا دینا اس طرح پر کہ اُس کی تلاوت منسوخ کردی اور کہا گیا ہی کہ اس سے مراد کم ہونا اور نادر ہونا ہی اس لیئے کہ روایت ہی کہ آنحضرت نے ایک ایت نماز میں چھوڑ دی - پس ابی رض نے سمجھا کہ وہ منسوخ ہوگئی سو حضرت سے پوچھا - آپ نے فرمایا کہ میں بھول گیا - یا بھولنے کی مطلقاً نفی مراد ہی - کیونکہ قلت کا لفظ نفی کے لیئے بھی استعمال ہوتا ہی

(سنقرئک) علی لسان جبرئیل او سنجعلک قاریا بالہام القراۃ (فلاتنسی) اصلا من قوۃ الحفظ مع انک امی لیکون ذلک ایۃ اخری لک ... (الاماشاء اللہ) نسیانہ بانسخ تلوتہ وقیل المراد بہ القلۃ و الندرۃ لما روی انہ علیہ السلام اسقط ایۃ فی الصلوۃ فحسب ابی رض انہا نسخت فسالہ فقال نسیتہا او نفی النسیان واما فان القلۃ تستعمل للنفی (بوضاوی) —

بیضاوی نے اول تو یہہ لکھا ہی کہ " فلاتنسی " سے یہہ مطلب ہی کہ پیغمبر صاحب قران کو ہرگز نہیں بھولنے کے — " الاماشاءاللہ " کے لفظ میں اُس نے تین راۓ قایم کی ہیں - ایک یہہ کہ منسوخ شدہ آیت کو بھول جاوینگے — یہہ صرف اُس کی راے ہی قران مجید سے اس پر کوئی نص نہیں ہی — دوسری راے اُس نے ایک حدیث پر قایم کی ہی کہ آپ ایک آیت پڑھنی بھول گئے تھے - اگر ہم اُس حدیث کو صحیح تسلیم کرلیں تو بھی اُس سے بھول جانا کسی آیت کا یعنی دل سے محو ہوجانا ثابت نہیں ہوسکتا - تیسری راے اُسکی نسیان سے قطعی انکار کی ہی — یہہ راے صحیح ہی گر کہ جو وجہہ اُس نے لکھی ہی وہ خود اُس کے دل کی پیدا کی ہوئی ہی جس کے لیئے کوئی دلیل نہیں ہی *

قران مجید کا طرز بیان یہہ ہی کہ خدا تعالی اپنے قادر مطلق ہونے کے اظہار کے لیئے ہرایک حکم اور ہرایک امر کے ساتھہ جملہ استثنائیہ فرماتا ہی مگر اُس سے درحقیقت یہہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ واقع بھی ہوگا بلکہ اُس سے محض اظہار قدرت مراد ہوتا ہی اس کی سیکڑوں مثالیں قران مجید میں موجود ہیں - پس اس مقام پر بھی جملہ استثنائیہ سے یہہ مراد نہیں ہی کہ درحقیقت آنحضرت کسی آیت کو بھول گئے تھے یا بھول جاویں گے — بلکہ صرف اظہار قدرت کے لیئے اللہ تعالے فرماتا ہی کہ تم قران کا کوئی جزو نہیں بھولوگے لیکن جس کو کہ خدا چاہے - زمخشری جو علم عربیت کا بہت بڑا عالم ہی یہی بات لکھتا ہی کہ اس جملہ سے استثناء مراد نہیں ہی اور اُس کی مثال اس طرح پر دی ہی — کہ مثلاً کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ جو کچھہ میری ملکیت میں ہی اُس میں تو بھی شریک ہی مگر جو خدا چاہے — تو اس طرح کہنے سے کسی چیز کا استثناء کرنا شریعت سے مقصود نہیں ہوتا — اسی طرح اس مقام پر بھی جملہ استثنائیہ سے کسی آیت کا مستثناء کرنا مقصود نہیں ہی *

في الكشاف كما تقول لصاحبك أنت سهمي ومبلغ املك الا ماشاء الله لا يقصد استثناء شئ (كشاف)

بخاری میں اسی کے متعلق دو حدیثوں حضرت عایشہ سے مذکور ہیں - پہلی حدیث یہہ ہی کہ عایشہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہوسلم نے ایک شخص کو مسجد میں پڑھتے سنا پس کہا کہ خدا اُس پر رحم کرے مجھکو یہہ یہہ آیتیں اُس سورۃ سے یاد دلائیں *

عن عايشة سمع النبي صلعم رجلا يقراء في المسجد فقال يرحمه الله لقد اذكرني كذا وكذا آية من سورة كذا (بخاری باب نسیان القران)

دوسری حدیث یہہ ہی کہ حضرت عایشہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو ایک سورۃ پڑھتے سنی رات کو پس فرمایا کہ خدا اُس پر رحم کرے مجھکو فلاں فلاں آیتیں یاد دلائیں

عن عايشة قالت سمع رسول الله صلعم رجلا يقراء في سورة باليل فقال يرحمه الله لقد

اذ كونی كذا و كذا اية كنت أنسيتها من سورة كذا (بخاري باب نسيان القرآن) جنکو میں فلں سورة سے بھول گیا تھا *

اول تو ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ واقعہ مسجد میں ہوا تہا اور اس بات پر یقین نہیں ہوسکتا کہ حضرت عایشہ خود موجود تھیں — کیونکہ اس کا کوئی اشارہ اُن حدیثوں میں نہیں ہی اور اس لیئے یہہ حدیثیں قابل استدلال نہیں — دوسری وجہہ ان حدیثوں کے قابل استدلال نہونے کی یہہ ہی کہ اُن میں سے کسی میں نہیں بیان کیا کہ وہ آیت کونسی تھی جس کو آنحضرت بھول گئے تھے اور نہ یہہ بیان کیا ہی کہ کس سورة کی وہ آیت تھی — قطع نظر اس کے مسلمان جو نسیان سے انکار کرتے ہیں اُس کا یہہ مقصد ہی کہ کوئی آیت آنحضرت کے سینہ مبارک سے محو نہیں ہوگئی تھی کہ ہمیشہ کے واسطے معدوم ہوگئی ہو اگر اُس نسیان کو جو ان حدیثوں میں مذکور ہی تسلیم بھی کرلیں تو اُس کا نتیجہ صرف اتنا ہی کہ جس وقت اُس شخص نے وہ آیت پڑھی اُس وقت آنحضرت کو اُس کا خیال نہیں تہا — آپ نے فرمایا کہ خوب یاد دلایا — یہہ امر بمقتضاے بشریت ہوسکتا ہی کیونکہ ہم بشریت سے آنحضرت کو مبرا نہیں کرتے ہیں — اُس آیت کا یاد آ جانا خود اس بات کی دلیل ہی کہ آنحضرت کے سینہ مبارک سے وہ آیت محو نہیں ہوئی تھی *

قرآن مجید حضرت ابو بکر کی خلافت میں کسطرح جمع ہوا

قرآن مجید کے جمع ہونے کا صحیح اور کامل بیان حضرت ابو بکر کی خلافت میں بخاری کی ایک صحیح اور معتبر حدیث میں مذکور ہی جس کو ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں اور وہ حدیث یہہ ہی — زید بن ثابت کہتے ہیں کہ مجھکو ابو بکر نے اہل یمامہ کے قتل کے زمانہ میں بلا بھیجا — عمر بن خطاب بھی وہاں موجود تھے ابو بکر نے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہوگئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اور موقعوں میں بھی قاری کثرت سے مقتول ہوں تو قرآن بہت سا جاتا رہیگا — اور میری یہہ راے ہوتی ہی کہ تم قرآن کے جمع کرلے کا حکم کرو — میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیونکر کروگے جس کو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا — عمر نے کہا خدا کی قسم یہہ عمدہ بات ہی — عمر اسی طرح مجھہ سے اصرار کرتے رہے یہانتک کہ خدانے میرا سینہ اس کے لیئے کھولدیا اور میرے بھی اس کام میں وہ فایدہ

عن زيد ابن ثابت قال ارسل الى ابو بكر رضه عقد مقتل اهل اليمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابو بكر ان عمر اتاني فقال ان القتل قدا ستحر يوم اليمامة بقواء القران واني اخشى ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فيذهب كثير من القران و اني ارى ان تامر بجمع القران قلت لعمر كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلعم قال عمر هذا والله خير فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك ورايت في ذالك الذي راى عمر

قال زيد قال ابو بكر انك رجل شاب عاقل لانتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القران فاجمعه فوالله لوكلفوني نقل جبل من الجبال ماكان اثقل علي مما امرني به من جمع القران قال قلت لابي بكر كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل ابوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القران اجمعه من العسب واللخاف و صدور الرجال حتى وجدت اخر سورة التوبة مع ابي خزيمة الانصاري لم اجدها مع احد غيره " لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم " حتى خاتمة براءة وكانت الصحف عند ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر (رواه البخاري) -

ديكها جو عمر نے سوچا تها - زيد كهتے هيں كه ابو بكر نے كها تم جوان عاقل آدمي هو تمهيں هم بدگماني نهيں كرسكتے - اور تم رسول الله صلعم كے ليئے وحي لكها كرتے تهے - پس قران كي جستجو كر كے اُسكو جمع كرو — سو خدا كي قسم اگر كسي پهاڑ كے هٹا دينے كو كهتے تو مجهپر اتنا گراں نهوتا جتنا كه قرآن كے جمع كرنے كا حكم گراں معلوم هوا ميں نے ابوبكر سے كها تم لوگ وه كام كهونكر كروگے جسكو رسول الله صلعم نے نهيں كيا — ابو بكر نے كها خدا كي قسم يهه اچها كام هى — ابوبكر اسي طرح اصرار كرتے رهے يهاں تك كه خدا نے ميرا سينه اُس كے ليئے كهولديا جس كے ليئے ابوبكر و عمر كو خيال دلايا تها — پس ميں قرآن كو تلاش كركے جمع كرنے لگا هڈيوں اور سفيد پتهر كي تختيوں سے اور لوگوں كے سينه سے يهاں تك كه سورة توبه كا اخير حصه ابو خزيمه انصاري كے پاس پايا اور كسي كے پاس نهيں پايا " لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم " سے براءة كے اخير تك — اور سب قرآن ابوبكر كے پاس تهے يهاں تك كه خدا نے اُنكو وفات دي - پهر عمر كے پاس تهے اُن كي زندگي تك پهر حفصه كي پاس جو عمر كي بيٹي تهيں *

مذكوره بالا حديث سے تين امر كي قرار واقعي تصريح هوتي هى — اول حضرت عمر كے اس كهنے سے كه يمامه ميں بهت سے قران كے قاري قتل هوگئے هيں اور مجهكو انديشه هى كه اگر اور مقاموں ميں سخت لڑائي هو اور قران كے قاري بهت مارے جاويں تو اكثر حصه قران كا ضايع هوجاويگا — اس قول سے پايا جاتا هى كه اُسوقت تك بهت سے قاري جن كو قران مجيد جس قدر كه آنحضرت پر نازل هوا تها بخوبي ياد تها موجود تهے *

دوم — هم كو بدرجه يقين ثابت هوتا هى كه بهت سے لوگوں كو قران مجيد حفظ ياد تها *

سوم — اس ميں كچهه شبهه نهيں رهتا كه قران مجيد كي كوئي آيت ايسي نهيں تهي جو تلاش كے بعد چمڑے يا هڈيوں يا اَور كسي چيز پر لكهي هوئي نه ملي هو *

ان تمام بيانوں سے جو اوپر مذكور هوئے اور نيز عبدالعزيز بن رفيع كي حديث سے جسكو هم ابهي نقل كرينگے يهه بات بخوبي ثابت هوتي هى كه زيد ابن ثابت نے كل قران

مجید کو بے کم و کاست جمع کرلیا تھا اور یہہ قران جو بالفعل ہمارے ہاتھوں میں موجود ہی بجنسہ وہی ہی — کوئی چیز اس میں چھوٹی ہوئی نہیں ہی *

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل ابن عباس کے پاس گئے — شداد نے اُن سے کہا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کچھہ چھوڑا — ابن عباس نے کہا کچھہ نہیں چھوڑا مگر دو دفتیوں کے درمیان میں (یعنی قرآن) کہا اور گئے ہم محمد بن حنفیہ کے پاس اور اُن سے بھی پوچھا اُنہوں نے کہا کچھہ نہیں چھوڑا مگر دو دفتیوں کے درمیان میں *

عن عبدالعزیز بن رفیع قال دخلت انا و شداد بن معقل علی ابن عباس فقال له شداد بن معقل اترک النبی صلعم من شی قال ما ترک الا ما بین الدفتین قال ودخلنا علی محمد بن الحنفیة فسالنا فقال ما ترک الا ما بین الدفتین (بخاری) —

حضرت عثمان جامع الناس علی القرآن کی خلافت میں قرآن مجید کی نقلوں کا تقسیم ہونا

وہی قرآن جسکو زید ابن ثابت نے جمع کیا تھا حضرت عثمان کی خلافت تک محفوظ چلا آتا تھا حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں اُسکی متعدد نقلیں مختلف ممالک میں بھیجیں — چنانچہ یہہ امر نہایت تفصیل کے ساتھہ بخاری کی حدیث میں مذکور ہی اور وہ حدیث یہہ ہی :—

حذیفة بن یمان عثمان کے پاس آئے اور وہ عراق والوں کے ساتھہ اہل شام سے لڑے تھے آرمینیہ و اذربیجان کی فتح میں — تو حذیفہ کو اُن لوگوں کا قراءة قران میں مختلف ہونا دیکھہ کر ہوا — حذیفة نے عثمان سے کہا اے امیرالمومنین اس اُمت کی خبر لو قبل اس کے کہ قرآن میں مختلف ہو جسطرح یہود و نصاریٰ مختلف ہوئے — عثمان نے حفصہ کے پاس آدمی بھیجا کہ صحیفے ہمارے پاس بھیجدو — ہم نقل کرکے واپس بھیجدینگے حفصہ نے عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیجدیئے — عثمان نے زید بن ثابت و عبداللہ بن الزبیر و سعد بن العاص و عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو حکم دیا سو ان لوگوں نے اُن کو مصحفوں میں نقل کیا — اور عثمان نے تین قریشی گروہوں سے کہا کہ جب تم لوگ اور زید بن ثابت قرآن کی کسی چیز میں اختلاف کرو (اور ایک حدیث میں ہی کہ قرآن کی کسی عربیت کے متعلق

عن انس بن مالک ان حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیة و اذربیجان مع اهل العراق فافزع حذیفة اختلافهم فی القراءة فقال حذیفة لعثمان یا امیر المومنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری فارسل عثمان الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نرد ها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان فامر زید ابن ثابت و عبدالله ابن الزبیر و سعد بن العاص و عبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها فی المصاحف و قال عثمان للرهط

القرشيين الثلثة اذا اختلفتم انتم و زيد ابن ثابت في شيء من القران (وفي حديث " في عربية من عربية القران " باب نزل القران بلسان قريش) فا كتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف الى حفصة و ارسل الى كل افق بمصحف مما نسخوا و امر بما سواه من القران في كل صحيفة او مصحف ان يحرق قال ابن شهاب واخبرني خارجة بن زيد بن ثابت انه سمع زيد بن ثابت قال فقدت اية من الاحزاب حين نسخنا المصحف و قد كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بها فالتمسناها فوجدنا مع خزيمة بن ثابت الانصاري " من المومنين رجال صدقوا ما عاهدو الله عليه " فالحقناها في سورتها في المصحف (رواه البخاري) —

اختلاف کرو دیکھو باب نزول القران بلسان قریش) تو اُسکو قریش کي زبان میں لکیو کیونکہ قرآن اُنھیں کي زبان میں اترا ھی — پس اُن لوگوں نے ایسا ھي کیا یہاں تک کہ جب صحیفوں کو مصحفوں میں نقل کرلیا تو عثمان نے صحیفے حفصہ کے پاس واپس بھیجدیئے — اور جو قرآن کے نسخے نقل ھوئے اُن کو ملک کے ھر ایک حصہ میں بھیجدیا اور حکم دیا کہ اُس کے سوا جو کچھہ کہ کسي صحیفہ یا مصحف میں ھو سب جلا دیا جاوے — ابن شہاب کہتے ھیں کہ مجھکو خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دي کہ اُنھوں نے زید بن ثابت سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے " احزاب " کي ایک آیت نہیں پائي قرآن کي نقل کرتے وقت — اور میں نے رسول اللہ صلعم سے اُس کو پڑھتے سنا تھا — پس ھمنے اُس کي جستجو کي پس خزیمہ بن ثابت انصاري کے پاس یہہ آیت پائي " من المومنین رجال صدقو اماعاھدو اللہ علیہ " پس اُس کو اُس کي سورۃ میں مصحف میں ملا دیا *

یاد رکھنا چاھئے کہ جملہ " اختلافھم في القرءت " سے وھي اختلاف قرات مراد ھی جسکا بیان شرح و بسط سے اوپر ھوچکا ھی اور جملہ " في عربیۃ من عربیۃ القران " جس کو ھم نے دو خطوط ھلالي میں لکھا ھی اور جو ایک اور حدیث کا ٹکڑا ھی اس مطلب کو زیادہ تر واضح کرتا ھی — حضرت عثمان کي خلافت میں جو نقلیں ھوئي تھیں وہ بالکل مطابق اصل کے تھیں اور اُن میں کسي طرح تغیر و تبدل یا کمي و بیشي نہیں کي گئي تھی — لہجہ یا صیغوں کے تلفظ کا جو اختلاف عرب کي زبانوں میں تھا اُس کا بھي کچھہ نشان نہ تھا *

زید ابن ثابت کي پہلي روایت سے معلوم ھوتا ھی کہ سورۃ توبہ کا اخیر حصہ خزیمہ انصاري کے پاس سے ملا تھا لیکن اس روایت میں بیان ھی کہ سورۃ احزاب کي ایک آیت خزیمہ الانصاري کے پاس سے نکلی تھي — ان دونوں بیانوں میں کچھہ اختلاف نہیں ھی کیونکہ جس زمانہ میں زید ابن ثابت نے قران کو جمع کیا تھا اُس زمانہ میں سورۃ توبہ کا آخري حصہ بھي خزیمہ کے پاس سے ملا ھوگا اور سورۃ احزاب کي آیت بھي اُنھیں کے پاس نکلي ھوگي — اس اخیر کي روایت سے یہہ سمجھنا کہ احزاب کي آیت بروقت نقل کرنے قران کے دستیاب ھوئي تھي یہہ غلطي ھی کیونکہ یہہ ذکر بھي اس روایت میں

اُسي وقت کا هی جبکه حضرت ابوبکر کے وقت میں زید ابن ثابت نے قران جمع کیا تها - اور اگر فرض کریں که یهه ذکر اُس وقت کا هی جبکه قران کي نقلیں هوتي تهیں تو بهي ممکن هی که اُس جمع کیئے هوئے قران میں سے وہ آیت کسي طرح خراب هوگئي هو اور پهر تلاش سے خزیمه پاس ملي هو — یا ابن شهاب کو یا حضرت انس کو اس روایت کے بیان کرنے میں کچهه اشتباه واقع هوا هو *

قران مجید کا اپنے طرز میں کامل هونا اُس کے الهامي الاصل هونے کو ثابت کرتا هی

اس موقع پر هم بشپ مذلٹن کے بیان کو جو ایک عالم اور فاضل آدمي تها نظر انداز نهیں کرسکتے — وہ بیان کرتا هی که " یونانی توریت اور انجیل سے بالکل جهالت اور وحشیانه پن ظاهر هوتا هی اور جمله عیوب سے جن کا کسي زبان میں پایا جانا ممکن هی بري هوتي هیں - مگر همکو از روے فطرت کے خود بخود یهه توقع هوتي هی که الهامي زبان کا سلیس اور لطیف عمدہ پر اثر هونا چاهیئے اور اُس کا عام کلام کي قوت اور اثر سے بهي متجاوز هونا ضرور هی — کیونکه الله تعالی کے هاں کوئي چیز ایسي نهیں هوسکتي جس میں کسي قسم کا نقص هو - خلاصه یهه هی که همکو افلاطون کي سي لطافت اور سسرو کی سي بلاغت کا متوقع هونا چاهیئے " *

اب چونکه قرآن مجید اپني طرز میں کامل هی اس واسطے اُس کا الهامي الاصل هونا لازم آتا هی اور اسیطرح سے اُسکا الهامي الاصل هونا اُس کے کامل الوقوع هونے پر دلالت کرتا هی کیونکه انسان سے جو خود ضعیف البنیان اور مرکب من الخطاء والنسیان هی کوئي کامل اور بے عیب شی پیدا نهیں هوسکتي - اسي امر کي نسبت قرآن مجید کي مندرجه ذیل آیتیں دعوی کرتي هیں *

پهلي آیت یهه هی خدا فرماتا هی که " اور اگر تم شک میں هو اُس چیز سے جو همنے اپنے بندے پر اُوتاري پس لاؤ اُسکي سي ایک سورۃ اور بلاؤ اپنے گواهوں کو خدا کے سوا اگر تم سچے هو - پس اگر نکرو اور هرگز نکرسکوگے تو بچو اُس آگ سے جس کے ایندهن آدمي اور پتهر هیں — جو کافروں کے لیئے طیار کي گئي هی *

و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثله و ادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (سورہ بقر آیت ۲۱ و ۲۲)-

دوسری آیت یهه هی خدا فرماتا هی که " کهدے که اگر تمام انسان اور جن اسبات پر اتفاق کریں که اس قران کا مثل لائیں تو نه لاسکینگے گو ایک دوسرے کے مددگار هوں *

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتو ا بمثل هذا القران لایاتون بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظهیرا (سورہ بني اسرائیل آیت ۹۰)-

ان آیتوں کا مقصد و مدعا وهي هی جو اُوپر بیان هوا که انسان ضعیف البنیان کي بنائي هوئی کوئي چیز کامل النوع نهیں هوسکتی بلکه صرف الله تعالی هي جو خود ذات کامل هی هو شی کامل النوع کا مخترع هی اور یهه امر اس بات پر غور کرنے سے اور بهي زیادہ واضح اور غیر مشتبه هو جاتا هی که قدرت کي سب سے زیادہ سادہ اور سب سے کم پیچیدہ اشیاء میں سے ایک چیز کي بهي کسي مصنوعي شی نے همسري نهیں کي هی سبقت لیجانا تو در کنار *

اگرچه یهه بات ممکن هی که انسان کوئي ایسي چیز بنادے جو اور مصنوعي چیزوں کے وسیع دائرہ میں یکتائي کا دعوی کرے اور باوجود اس کے که اور اشخاص اُس کي خوبي تک پهونچنے کے لیئے بهت کچهه جد و جهد کریں اور اُس تک نه پهونچ سکیں تاهم اُس کو کامل النوع کهنا تهیک اور جائز نهیں هوسکتا - قران مجید کي خوبي چار چیزوں سے ثابت هوتي هی (۱) اُس کے نهایت صاف اور شسته دل پر اثر کرنے والي اور رجهانے والي فصاحت و بلاغت سے (۲) اُس کے اصول متعلق به دیفیات سے (۳) اُس کے اخلاقي اصول سے (۴) قانون سیاست اور انتظام مدن کے اصول سے جو اُسمیں مندرج هیں — ان چار چیزوں میں سے پهلي چیز تو محض اهل عرب سے متعلق تهي کیونکه قران مجید اُنهیں کي زبان میں نازل هوا تها اور وهي دعوی بے مثلي کررهے تهے باقي تین چیزیں تمام جهان کي طرف خطاب کي گئي تهیں اور هم اپنے مخالفوں اور حریفوں کے روبرو جرأت اور اعتماد سے دعوے کرتے هیں که کسی غیر الهامي شخص نے اُسکا مثل نه تو پیدا کیا هی اور نه کوئي قیامت تک پیدا کرسکیگا *

جو اصول که هم نے اوپر بیان کیئے اُن سے مشهور مورخ گبن محض نا واقف تها اور اسي نا واقفي کے سبب سے اُس نے مغالطه نهایا هی جهاں اُس نے یهه بیان کیا هی که " پیغمبر خدا حرارت مذهبي یا جوش کي حالت میں اپني رسالت کي صداقت کو اپنے قران کي خوبي پر منحصر کرتے هیں اور انسان اور ملائک دونوں کو اپنے قران کے ایک صفحه کي بهي خوبیوں کي برابري کرنے کے لیئے قسم دلاتے هیں اور جوش سے دعوے کرتے هیں که ایسا بے نظیر کلام صرف الله تعالی هي کا هوسکتا هی — یهه دلیل نهایت استحکام کے ساتهه ایک سرگرم عرب کي طرف خطاب کي گئي هی جسکا دماغ ایمان اور کیفیت کے واسطے موزوں هی اور جسکا کان سریلي آوازوں سے مسرت اندوز هوتا هی اور جسکي بے علمي انساني ذهانت کے ایجادوں کا مقابله کرنے سے قاصر هی — طرز بیان کي فصاحت اور بلاغت ترجمه کے ذریعه سے یورپ کے کافروں تک نهیں پهونچ سکتي وہ اُس کے قصص اور احکام اور بیان کي اُس بے انتها نامورزوں بے ربطي کو جس سے کسي قسم کا تصور و خیال بهت کم پیدا هوتا هی جو کبهي تو خاک پر غلطاں هوتا هی اور کبهي بادلوں کے پار هوجاتا

ھی نہایت بے صبری کے ساتھہ پڑھتے ھوں " مگر ھم بیان کرچکے ھیں کہ قران مجید کی بے مثل فصاحت و بلاغت کا دعوے محض اھل عرب کے واسطے مخصوص تھا نہ اور ملک کے لوگوں کے لئے اسلئے مسٹر گبن کا بیان کچھہ اُس دعوے کے مخالف نہیں ھوسکتا *

پھر بھی مصنف بیان کرتا ھی کہ " اگر قران کی تحریر استعداد انسانی سے متجاوز ھی تو ھومر کی ایلیڈ اور ڈی موستھنیز کی فلپکس کس برتر عقل کی طرف منسوب کرنی چاھیئے " مگر ھم ڈسی ایسی مصنوعی شے کے وجود کے امکان کا اوپر اقرار کرچکے ھیں جسکی خوبی سے کوئی اور چیز ھمسری نہ کرسکے اور جو اُسی نوع کی اور مصنوعی اشیاء کے تمام دائرہ میں ھمیشہ دعوی یکتائی کرتی رھے بالفرض ھمنے کچھہ ضرور نہیں ھی کہ وہ اپنی نوع میں کامل ھو *

بھی مورخ پھر بیان کرتا ھی کہ " اوصاف الھی کا بیان رسول عرب کی قوت مدرکہ کو اعزاز بخشتا ھی — لیکن اُن کے بلند تریں خیالات صحیفہ ایوب کی ڈی شان سادگی کے سامنے جو اُسی ملک میں اور اُسی زبان میں بہت مدت پہلے لکھا گیا تھا پست ھیں " *

ھم مسٹر گبن کے اُس دعوے کو تسلیم نہیں کرسکتے کیونکہ مسٹر گبن میں قران مجید اور صحیفہ ایوب کے باھمی تفرق کی نسبت کے حکم دینے کا مادہ نہیں ھی — لیکن ھم بدون خوف اعتراض کے کہہ سکتے ھیں کہ نہایت ڈی علم عربی دانوں نے قران مجید کو بہ لحاظ فصاحت و بلاغت کے بے مثل قرار دیا ھی اور اس بات پر متفق ھیں کہ کوئی تحریر اُس سے سبقت نہیں لے گئی اور نہ لے جا سکیگی — لیکن سا بڑا شاعر قران مجید کی سورہ بقر کی چند آیتوں کو سنکر متحیر ھوگیا اور اُس کی بلاغت کا انسانی قوت سے برتر ھونے کا اقرار کیا اور آنحضرت کی رسالت کو قبول کرلیا *

چند اور عیسائی عالموں نے بھی اِسی کے مؤید رائیں قران مجید کی نسبت لکھی ھیں جنکو ھم اس مقام پر نقل کرتے ھیں *

مسٹر کارلائل کا بیان ھی کہ " میرے نزدیک قران مجید میں سچائی کا جوھر اُسکے تمام معانی میں موجود ھی جس نے کہ اُس کو وحشی عربوں کی نظروں میں بیش بہا کردیا تھا — سب سے اخیر یہہ کہا جاسکتا ھی کہ یہہ کتاب یعنی قران سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ھیں وہ اپنے میں رکھتا ھی اور ھر قسم کے اوصاف کا بانی ھی بلکہ در اصل ھر قسم کے وصف کی بقا صرف اُسی سے ھوسکتی ھی " *

مسٹر گاڈفری ھگنز لکھتے ھیں کہ " حضرت مسیح کی انجیل کی طرح قران مجید غریب آدمی کا درست اور غمخوار ھی — بڑے آدمیوں اور دولتمند آدمیوں کی نا انصافی کی ھر جگہہ مزمت کی گئی ھی وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج کے توقیر نہیں کرتا ھی —

یہہ امر اُس کے مصنف کي لازوال نیک نامي کا موجب ہی (خواہ وہ محمد عرب کے نامي پیغمبر ہوں یا اُس کے دوسرے خلیفہ عثمان) — (واضح ہو کہ گاڈ فري ہگنز کا یہہ اعتقاد تھا کہ قران حضرت عثمان کا تصنیف کیا ہوا ہی) کہ اُس میں ایسا ایک بھي کوئي حکم نہیں نکالا جا سکتا ہی جس میں پولیٹکل خوشامد و رو داري کي طرف ذرا سا بھي میل ہو اور جس طرح کہ ویسٹ منسٹر ریویو نے منصفانہ رائے دي ہی کہ اگر کسي خود مختار مشرقي حاکم کو کوئي چیز کبھي روک سکتي ہو تو وہ غالباً قران مجید کي ایک بے تکلف آیت کسي با جرأت مظلوم کي زباني ہوگي " *

ایک اور مصنف نے کوارٹرلي ریویو میں قران مجید کي نسبت یہہ مضمون لکھا ہی کہ " اُن تبدیلات مضامین میں جو مثل برق کے تیز و طرار ہیں اس کتاب کي ایک نہایت بڑي خوب صورتي پائي جاتي ہی اور گیتھے کا یہہ قول بجا ہی کہ جس قدر ہم اُس کے قریب پہنچتے ہیں یعني اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھچتي جاتي ہی یعني زیادہ اعلی معلوم ہوتي ہی وہ بہ تدریج فریفتہ کرتي ہی پھر متعجب کرتي ہی اور آخرکار فرحت آمیز تحیر میں تالدیتي ہی " *

وہي مصنف ایک اور مقام پر لکھتا ہی کہ " شائستي اور غم محبت اور بہادري اور جوش کے وہ عظیم الشان اظہارات جنکي محض ضعیف آواز ہاے بازگشت اب ہمارے کانوں پر اثر کرتي ہیں محمد کے وقت میں پوري پوري آواز رکھتے تھے اور محمد کو سب سے زیادہ نامي اور گرامي لوگوں سے کچھہ ہمسري ہي کرني نہیں پڑتي تھي بلکہ اُنپر فوقیت حاصل کرني تھي اور اپنے کلام کو اپني رسالت کي علامت اور دلیل گردانني پڑتا تھا " *

ایک اور مقام پر یہي مصنف لکھتا ہی کہ " ہم دفعتاً از راہ ترجیح اس عجیب کتاب کي ماہیت کي طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکي اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہاں سے بڑا جہاں اور روم کي سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلي اور جسقدر زمانہ کہ روم کو اپني فتوحات حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اُسکا دسواں حصہ بھي اُنکو نکلا — ایسي کتاب جسکي اعانت سے جملہ بني سام میں یہي لوگ بہ حیثیت سلاطین یورپ میں آئے تھے جہاں کہ اہل فنیشیا تاجروں کي حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کي طرح پر آئے تھے — یہي لوگ معہ ان پناہ گیروں کے یورپ کو انسانیت کي روشني دکھلانے کے واسطے آئے تھے — یہي لوگ جبکہ تاریکي محیط ہو رہي تھي یونان کي مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ ـ طب — ہیئت اور نظم لکھنے کا خوش نما اور دلچسپ فن سکھلانے اور علوم جدیدہ کے بانی مبانی ہوئے تھے - اور ہم لوگوں کو غرناطہ کي تباہي کے دن پر ہمیشہ کے واسطے رولانے کو آئے تھے " *

مسٹر سیل اس طرح پر لکھتے ہیں کہ "یہہ بات علی العموم مسلم ہی کہ قران قریش کي زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین اور مہذب ترین قوم ہی انتہا کي لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہی لیکن اور زبانوں کي بہي نسبتقدر آمیزش ہی گو وہ آمیزش بہت ہی قلیل ہی — وہ لاکلام عربی زبان کا نمونہ ہی اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہہ قول ہی اور نیز اس کتاب سے بہي ثابت ہی کہ کوئي انسان اسکا مثل نہیں لکھہ سکتا (گو بعض فرقوں کي مختلف راے ہی) اور اسي واسطے اُسکو لا زوال معجزہ قوار دیا ہی جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑہ کر ہی اور تمام دنیا کو اپني ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لیئے اکیلا کافي ہی اور خود محمد نے بہي اپني رسالت کے ثبوت کے لیئے اسي معجزہ کي طرف رجوع کیا تھا اور بڑے بڑے فصحاے عرب کو (جہاں کہ اُس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمي موجود تھے جنکا محض یہہ شغل اور حوصلہ تھا کہ طرز تحریر اور عبارت آرائي کي لطافت میں لایق اور فایق ہوجاویں) علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اسکے مقابلہ کي ایک سورۃ بہي بنا دو — اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کي خوبي تحریر کي اُن ذي لیاقت لوگوں نے در اصل تعریف و توصیف کي تھي جنکا اس کام میں مبصر ہونا مسلم ہی مفتجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں — لبید ابن ربیعہ کا ایک قصیدہ جو محمد کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں میں تھا خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہہ رتبہ نہایت اعلی تصنیف کے واسطے مرعي تھا) اور کسي شاعر کو اُسکے مقابلہ میں کسي اپني تصنیفات کو پیش کرنے کي جرءت نہ ہوتي تھي — لیکن جبکہ تھوڑے ہي عرصہ کے بعد قران کي دوسري سورۃ کي آیتیں اُسکے مقابلہ میں لگائي گئیں تو خود لبید (جو اُس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع ہي کي آیت پڑہ کر بحر تحیر میں غوطہ زن ہوا اور فی الفور مذہب اسلام قبول کرلیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبي ہي کي زبان سے برآمد ہوسکتے ہیں ... قران کا طرز تحریر عموماً خوش نما اور رواں ہی بالخصوص اُس جگہہ جہاں کہ وہ پیغمبرانہ وضع اور توریتي جملوں کو نقل کرتا ہی — وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہی اور مشرقي دھنگ کے موافق پرحکمت صنعتوں سے مرصع اور روشن اور پر معني جملوں سے مزین ہی اور اکثر جگہہ اور علی الخصوص اُس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالی کي عظمت اور اوصاف کا بیان ہی نہایت عالي درجہ اور رفیع الشان ہی" *

سر ولیم میور اور دیگر عیسائي مورخوں کي غلطیاں نسبت قران مجید کے

عیسائي عالموں نے قران مجید کي نسبت جو کچھہ لکھا ہی اگرچہ وہ صریحا لغو

اور بھیودہ ہی تاہم اُسپر نظر ڈالنے اور اُن غلطیوں کو بیان کرنے سے درگذر نہیں کی جاسکتی *

مسلمان بادشاہوں یا عالموں کو تو خدا نے توفیق نہیں دی کہ قران مجید کو خود دوسری زبانوں میں ترجمہ کرتے اور مختلف ملکوں میں شایع کرتے — یورپ کی زبان میں جسقدر اُس کے ترجمے ہوئے وہ غیر مذہب کے لوگوں یعنی عیسائیوں نے کیئے — ابتدا میں جس طرح پر بذریعہ ان ترجموں کے قران مجید کا رواج یورپ میں ہوا اُسکا بیان گاڈفری ہکنز نے عمدہ طرح پر ان الفاظ میں کیا ہی کہ " اگر عبرانی توریت کا ترجمہ اس طرح پر شایع ہوتا کہ ہر لفظ قابل تبدیل معنوں اور شایستہ معنی سے ذلیل اور غیر مہذب معنی میں بدل دیا جاتا اور ہر آیت پر جسکا مضمون کسی جوز توز اور ناقابل برداشت غلط ترجموں اور غلط تاویلوں کے ساتھہ مصنف پر معیوب معنی پھیلانے کا ذریعہ بنایا جاتا اور ایک بیقدر اور خراب شرح اُسکے ساتھہ لگی ہوتی تو اُس ذریعہ کا کسیقدر تصور بقدھہ سکتا ہی جسکی وساطت سے یورپ میں قران مجید کی اشاعت ہوئی " *

مگر ہم بعض عیسائی مصنفوں کے جیسے کہ مسٹر سیل ہیں شکر گذار ہیں کہ اُنہوں نے قران مجید کے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بہت کوشش کی ہی — اگر اُس میں کہیں غلطی ہی تو مفسرین کی صحیح اور غلط تفسیر میں تمیز نہ کرنے کے سبب سے ہی جو در حقیقت مسٹر سیل کے لیئے ایک نہایت مشکل کام تھا *

مگر اُن عیسائی عالموں پر تعجب ہوتا ہی جنہوں نے عجیب عجیب خیالات اور ایسے خیالات جنکی کچھہ بنیاد نہیں معلوم ہوتی قران مجید کی نسبت ظاہر کیئے ہیں ہمفری پریڈ و ڈین آف ناروچ نے لکھا ہی کہ " محمد (صلعم) لوگوں کو سکھاتے تھے کہ اس کتاب (یعنی قران) کا اصلی مسودہ آسمانی دفتر میں رکھا ہوا ہی اور جبرئیل میرے پاس ایک ایک سورۃ کی نقل جسکی لوگوں میں شایع کرنے کی حسب موقع ضرورت ہوا کرتی ہی لایا کرتے ہیں " *

یہہ بیان ایک ایسا بھیودہ بیان ہی جسکی تردید لکھنی بھی بے فائدہ ہی — جب کبھی مسلمانوں کی نظر سے ایسا بیان گذرتا ہی تو وہ متعجب اور متحیر رہ جاتے ہیں کہ یہہ کہاں سے اور کیونکر لکھا گیا ہی *

مشہور مورخ مسٹر گبن نے اسی طرح کی جہالت کی باتوں لکھنے میں کچھہ تامل نہیں کیا ہی وہ لکھتے ہیں کہ " وجود قران بقول آنحضرت کے یا اُنکے متبعین کے غیر مخلوق اور ابدی ذات الہی میں موجود ہی اور نور کے قلم سے لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہی — اُس کی ایک نقل کاغذ پر لکھی ہوئی ریشم اور جواہرات کی جلد میں حضرت جبرئیل فلک اول پر لے آئے تھے " *

لوح محفوظ کا نام مسٹر گبن نے انگریزی ترجمہ میں دیکھ لیا اور اُس کی حقیقت کچھ بھی نہیں سمجھی اور یہہ بات کہ قرآن مجید مخلوق ہی یا غیر مخلوق ایک فلسفی مسئلہ ہی جسکے سمجھنے تک مسٹر گبن کا خیال بھی نہیں پہنچا *

ذہن پریڈو کی نادرست مگر دلچسپ ایجادیں جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں کچھ کم تعجب انگیز اور تحقیر آمیز نہیں ہیں — اُن کا بیان ہی کہ " محمد (صلعم) پاس کاغذ پر لکھی ہوئی پوری نقل قرآن مجید کی لائی گئی تھی اور اُنہوں نے اُس کو ایک صندوق میں رکھا تھا جسکا نام صندوق رسالت تھا اور ابو بکر نے جو اُن کے جانشین ہوئے سب سے اول اُسکو جمع کیا کیونکہ جب مسیلمہ نے اُنہوں کی طرح اخیر زمانہ میں نبوت کا دعوی کیا تھا تو ایسی ہی کامیابی کی اُمید میں اسی طرح اُس نے ایک قرآن مرتب کیا اور اُس کی ایک کتاب بناکر اپنے متبعوں میں شایع کی — اُس وقت ابو بکر نے — محمد (صلعم) کے قرآن کو بھی اسی طرح مشہور کرنا ضروری سمجھا " *

یہہ چند مثالیں مقجملہ اُن سیکڑوں بیہودہ باتوں کے ہیں جو عیسائی مصنفوں کی جملہ تحریرات میں اسلام کی نسبت پائی جاتی ہیں — سر ولیم میور نے ایک معقول قاعدہ مصنفی کا برتا ہی اور اپنے استدلات میں مسلمانوں کی دیانت سے کسقدر واقفیت ظاہر کی ہی لیکن اس بات کا افسوس ہی کہ اُنہوں نے بحث کے واسطے صرف اُن روایتوں کو منتخب کیا ہی جنکو خود مسلمان بھی سب سے زیادہ ضعیف سب سے زیادہ مشکوک اور سب سے زیادہ ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں یا اُن کے مطلب اور مقصد میں مختلف الرائے ہیں *

اُنہوں نے اوّلاً اپنی تمام لیاقتوں کو اسبات کے ثابت کرنے میں صرف کیا ہی کہ محمد صلعم کے عہد میں نوشت و خواند عرب میں معدوم نہ تھی اور " وہی بالعموم کھجور کے پتوں یا چمڑے یا پتھروں یا اور ایسی بے جوڑ اشیا پر جو سر دست دستیاب ہوتیں ... لکھہ لی جایا کرتی تھی " — مگر اس امر سے ہم نے خود اقرار کیا ہی اور کسی مسلمان کو اس سے کبھی انکار نہیں ہوا بلکہ اس کو تو ہم قرآن مجید کے لفظ بہ لفظ محفوظ ہونے کا جیسا کہ پیغمبر خدا پر نازل ہوا تھا سب سے قوی دلیل خیال کرتے ہیں *

سر ولیم میور آیات کے منسوخ ہونے کی نسبت کسیقدر طوالت کے ساتھہ بحث کرتے ہیں جو کہ حسب قاعدہ اسلام درست نہیں ہی اور اُسکی تائید میں کوئی شہادت بھی نہیں ہی — مثلاً اُنکا بیان ہی کہ " اکثر حصہ قرآن کا صرف عارضی مدعا تھا جو ایسے حالات کی وجہ سے عارضی ہوا تھا جسکی عظمت بہت جلد جاتی رہی اور یہہ امر مشتبہ معلوم ہوتا ہی کہ آیا پیغمبر صاحب کا منشاء اس قسم کی آیات سے اُن کی عام عظمت یا اُن کی ترویج تھی یا نہیں — قرینہ اس کو نہیں چاہتا کہ اُن حصوں کے نگاہ

رکھنے کی اُنھوں نے کوشش کی ہو "

یہہ غلطی جو سرولیم میور کو ہوئی اکثر عیسائی مصنفوں کو لفظ منسوخ کے معنی نہ سمجھنے کے سبب یا غلط سمجھنے کے سبب ہوئی ہی اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ لفظ منسوخ کے جو معنی عیسائی مصنف سمجھے ہیں اُن معنوں میں قران مجید کی مطلق کوئی آیت منسوخ نہوں ہی — اور اگر اُس لفظ کے وہ معنی لیئے جاویں جسمیں مسلمان فقیہوں نے اُس لفظ کو اصطلاحاً استعمال کیا ہی تب کوئی آیت عارضی مدعا کی قران مجید میں موجود نہ تھی اور سب سے دائمی ترویج مقصود تھی *

سرولیم میور اپنی کتاب کے حاشیہ میں مار کسی اور ویلس سے مندرجہ ذیل روایتیں نقل کرتے ہیں " ایک روایت ہی کہ عبداللہ ابن مسعود نے محمد صلعم کی زبانی ایک آیت کو لکھہ لیا اور صبح کو اُس کو کاغذ پر سے اوڑا ہوا پایا جسکی نسبت پیغمبر صاحب نے بیان کیا کہ وہ آسمان پر اُڑگئی — اس کے بعد کی روایتوں میں اس واقعہ میں یہہ معجزہ نما مضمون اور اضافہ کردیا گیا کہ اُس آیت کا اُڑجانا بہت سے مسلمانوں کے قرانوں میں آن واحد میں واقع ہوا تھا " *

ہم کہتے ہیں کہ یہہ روایت جس کے راوی کا بھی نام معلوم نہیں گروشیس کے کبوتر کی مانند ایک صریح ایجاد ہی اور ہم اس بات سے خوش ہیں کہ سر ولیم میور نے بھی کہا ہی کہ اس روایت کی کچھہ اصلیت نہیں ہی اور "بلا شک بناوت ہی " *

سر ولیم میور نے ایک نئی اصطلاح " وحی کامل " کی مسلمانوں کے مذہب میں قایم کی ہی اور لکھتے ہیں کہ یہہ مسلمانوں کے محاورہ کے موافق ہی اور پھر اُسکی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ " وحی کامل سے میری مراد بلاشک اُس وحی سے ہی جو محمد (صلعم) کے اخیر زمانہ میں موجود اور مروج تھی علاوہ اُس کے جو شاید ضایع یا غارت یا غیر مستعمل ہوگئی ہو " *

اِس اصطلاح سے ہم لوگ واقف نہیں ہیں — شاید " آیات محکم " کا ترجمہ سر ولیم میور نے " وحی کامل کیا ہو لیکن آیات محکم " کے وہ معنے نہیں ہیں جو سر ولیم میور نے بیان کیئے ہیں — لیکن اگر ہم سر ولیم میور کی اصلاح کو تسلیم کریں تو وحی کامل کا اطلاق اُن سب وحیوں پر ہوگا جو جناب پیغمبر خدا پر نازل ہوئی تھیں اور ہم اس بات کا یقین دلاتے ہیں اور آگے چلکر ثابت بھی کرینگے کہ کبھی کوئی وحی ضایع یا غارت یا غیر مستعمل نہیں ہوئی ہی

قرآن مجید کی ترتیب کی نسبت سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ " قرآن جس طرح کہ ہمارے زمانہ تک چلا آتا ہی اپنے مختلف حصوں کی ترتیب اور بندش میں مضمون

یا وقت کي کسي معقول ترتیب اور نظام کا پا بند نہیں ہی اور یہہ قیاس میں نہیں آتا کہ محمد (صلعم) نے اُس کے ہمیشہ اسي تسلسل میں پڑھنے کے واسطے فرمایا ہو — مضامین کي ابتر ملابت زمانہ اور معني کے لحاظ سے جابجا بے ربطي — کسي جزو کا جو مدینہ میں نازل ہوا ہو بعض اوقات اُس آیت سے پیشتر واقع ہونا جو بہت عرصہ پہلے مکہ میں نازل ہوئي ہو — کسي احکام کا ایسے احکام کے پیچھے ملحق ہونا جو اُسکي تنسیخ یا ترمیم کرتا ہو — یا کسي دلیل کا یکدفعتاً ایسے فقرہ کے حائل ہو جانے سے منقطع ہوجانا جو اُس کے مقصد کے موافق نہ ہو یہہ سب باتیں ہمکو اس امر کے یقین سے باز رکھتي ہیں کہ ترتیب موجودہ یا درحقیقت کوئي کامل ترتیب محمد (صلعم) کي حیات میں مستعمل اور مروج تھي " *

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہی کہ موجودہ قرآن مجید کي ترتیب اُس طرز میں جس میں کہ قرآن مجید ہی ایسي یا قاعدہ ہی اور بہ لحاظ معني کے اپني طرز خاص میں ایسي مفظوم ہی کہ اُس سے زیادہ ہونا ممکن نہیں ہی — بہت سي کتابیں محض اُس علاقہ کي تشریح کي غرض سے تصنیف ہوئي ہیں جو سب سورتوں اور آیتوں کے مابین موجود ہی — قرآن مجید کي عبارت ایسي موجز اور مختصر ہی کہ دو آیتوں کے علاقہ باہمي کي جن کے معني بادي النظر میں ایک دوسرے سے بیگانہ معلوم ہوتے ہیں کسي قدر تشریح کي ضرورت معلوم ہوتي ہی اور اُن لوگوں کو جو اُس سے نا واقف ہوتے ہیں" گرفتگي والي اور سامعہ خراش — ابتر — خام — بے سري — مکرر بیاني — طول کلام — اولجھاوٹ نہایت خام اور مہمل " جیسا کہ سر ولیم میور نے بیان کیا ہی معلوم ہوتي ہی *

اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ قرآن مجید کسي مصنف کي تصنیف کي ہوئي کتاب نہیں ہی وہ خدا کا کلام ہی اور بجنسہ وہي الفاظ لکھہ لیئے گئے ہیں — کلام جب مخاطبوں سے کیا جاتا ہی تو بہت سے امور مخاطبوں کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں اور متکلم اپنے کلام سے اُنکو محذوف رکھتا ہی مگر جو شخص کوئي کتاب تصنیف کرتا ہی وہ ایسا نہیں کرتا — عیسائي مصنف اس باریکي پر خیال نہیں کرتے اور نہ شان نزول آیتوں کي اُن کے ذہن میں ہوتي ہی — اس لیئے اُن کو آیات کے ربط میں مشکل پڑتي ہی مگر مسلمانوں کو ایسا نہیں ہوتا *

ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ سر ولیم میور کے اعتراضات اسقدر عام ہیں کہ جواب کے قابل نہیں ہیں — اگر وہ کسي مخصوص آیتوں کا نشان دیتے جن میں اُن کے نزدیک زمانہ اور معني کے اعتبار سے جا بجا بے ربطي ہو یا اُن براہین کا جو اُن کے نزدیک دفعتاً کسي ایسے فقرہ کے حائل ہوجانے سے منقطع ہوگئے ہوں جو اُن کے مدعا سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اُس وقت ہم یقیناً صاحب موصوف کي دقتوں کو حل کردیتے اور آیات

کے واقعی علاقہ باهمی کا نشان دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے — بہ لحاظ سر ولیم میور کے اُس بیان کے " جو کسی احکام کے پیچھے کسی ایسے احکام کے ملحق ہونے کے باب میں ہی جو اُس کی ترمیم یا تنسیخ کرتا ہو " بارہا ہم لکھ چکے ہیں کہ اُن اصلی معنوں کی ناواقفیت جن میں کہ علماء اسلام نے اصطلاحات ناسخ و منسوخ کو در اصل استعمال کیا تھا ایسے لئیق مصنف کے قلم سے ایسا بیان نکلا ہی *

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں قرآن مجید کے یکجا جمع ہونے کے طریقہ کو بیان کرکے سر ولیم میور حضرت عثمان کی خلافت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ " اصلی جلد جو پہلی دفعہ مرتب ہوئی حفصہ کے گھر میں دستیاب ہوئی اور ایک پر غور نظر ثانی عمل میں آئی — اگر زید اور اُن کے ساتھیوں میں کوئی اختلاف پایا گیا تو ساتھیوں کی راے کو ترجیح دی گئی اس وجہ سے کہ محاورہ قریش سے واقف تھے اور اس نئے مجموعہ کی اس طرح سے مکی زبان میں تطبیق کردی جس میں کہ پیغمبر صاحب نے اپنے الہامات کو بیان کیا تھا " *

سر ولیم میور نے جو کچھہ کہ بیان کیا ہی اُس کا مخرج دریافت کرنے میں ہم نہایت حیران ہیں — مسلمانوں کے ہاں تو کسی کتاب میں ایسی حدیث یا کوئی روایت نہیں ہی — مذکورہ بالا بیان میں تین جملے علانیہ اعتراض کے قابل ہیں — (۱) نظر ثانی (۲) اس طرح سے تطبیق کردی (۳) نوا مجموعہ — کسی قسم کی روایت سے ہم کو ثابت نہیں ہوتا کہ زید کے جمع کیئے ہوئے قران مجید پر کبھی نظر ثانی ہوئی ہو — جس حدیث میں کہ اس امر کا تذکرہ ہی اور جس کا ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں اُس میں یہہ الفاظ ہیں " فنسخوا ها فی‌المصاحف " یعنی اُنہوں نے اُس کی چند نقلیں کرلیں — مگر اُس میں پر غور نظر ثانی کا کچھہ ذکر نہیں *

اس حدیث میں یہہ عبارت بھی ہی کہ " اذا اختلفتم انتم و زید ابن ثابت فی شئی من‌القران " یعنی جبکہ تم میں اور زید ابن ثابت میں قران مجید کے اندر کسی چیز میں اختلاف واقع ہو — اگرچہ وہ چیز جس میں کہ اُن کو اختلاف واقع ہو بہت سے احتمالات کی گنجایش رکھتی ہی لیکن ہم اُس کے بعد ہی اُس کی تشریح پاتے ہیں جہاں کہ یہہ بیان کیا گیا ہی کہ " فکتبوہ بلسان قریش " یعنی اُس کو قریش کی زبان میں لکھو — اب یہہ صریح ظاہر ہی کہ وہ چیز اختلاف تلفظ کے سوا اور کچھہ نہ تھی — بخاری کی حدیث سے جو نقل کی گئی ہی یہہ امر اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہی جس میں مذکور ہی کہ " فی عربیة من عربیة‌القران " یعنی اگر تمکو قران کی عربیت کی کسی عربیت میں اختلاف ہو — ان لفظوں سے زیادہ تر تلفظ اور مد اور ادغام اور نونہاے تنوین سے علاقہ معلوم ہوتا ہی جو عربی عبارت کے پڑھنے میں مختلف قومیں عرب کی استعمال کرتی

هوں — اس جملہ کے کہ " اس طرح سے مکي زبان سے تطبیق کردي " یہہ معني هوں کہ کچھہ اختلاف واقع هوا تها اور جا معین نے اُس کو بدلدیا مگر حدیث سے یہہ بات نہوں پائی جاتي - بے شک جامعین کو کہا گیا تها کہ اگر کچھہ اختلاف تم میں هو تو قریش کے محاورہ میں لکهو لیکن اس بات کا ثبوت نہوں هی کہ درحقیقت اُن میں اختلاف واقع هوا تها پس سر ولیم کا یہہ کہنا کہ " اُنہوں نے مکي زبان سے تطبیق کردي " صحیح نہوں هی *

هم نہوں جانتے کہ سر ولیم میور نے لفظ " نها مجموعہ " کس بنا پر استعمال کیا هی اور کس جگہہ سے اُن کو یہہ بات معلوم هوئي هی — اس امر کي نسبت وہ اپني کتاب کے حاشیہ میں اسطرح پر تحریر فرماتے هیں کہ " اس معاملہ کي خرابي اور ناموزونیت سے بچنے کے واسطے کہا گیا هی کہ قران اپنے بیروني لباس کے لحاظ سے زبان عربي کي سات مختلف زبانوں میں نازل هوا تها - یہہ بعید از قیاس نہوں هی کہ خود محمد (صلعم) هي اس قسم کے خیال کے بانی اور مؤید هوئے هوں بدیں غرض کہ ایک هي آیت قراني کي مختلف الالفاظي کي وقت رفع هو جاوے " یہہ عبارت ایک ایسي طرز اور تعصب سے لکهي گئي هی جس پر هم افسوس کرتے هیں — ایسے لوگوں پر جو تقوی — فهمي - صداقت - صاف باطني - راست بازي کے واسطے ممتاز هوں دغا — فریب - اور ریا کاري کا الزام لگانا برهان جایز کے مسلمہ قوانین اور اخلاق اور تہذیب کے مسلم اُصول کے خلاف هی — هم اس امر کو اس کتاب کے پڑهنے والوں کي راے پر چهوڑتے هیں اور اُس پر زیادہ بحث نہوں کرتے کیونکہ همارا عقیدہ هی کہ وہ لوگ جو سچے پاک باز اور تقوی شعار هوں گو وہ کسي مذهب اور ملت کے کیوں نہ هوں ویسي هي تعظیم اور تکریم کے مستحق هیں جیسیکہ خود اپنے هاں کے بزرگ اور مقدس لوگ — معهذا کیا سر ولیم میور اس بات سے نا واقف هوں کہ عربي زبان میں الفاظ کو مد اور بغیر مد اور اد غام اور بغیر ادغام اور با نون ثقیلہ اور بغیر نون ثقیلہ پڑهنے سے جو عرب کي مختلف قوم کے مختلف طریقے تهے تلفظ میں کس قدر فرق هو جاتا هی لیکن درحقیقت لفظ میں یا معني میں کچھہ نہوں هوتا — یا لفظ کا ایک هي مادہ مختلف صورت سے بلا تبدیل اصلي مادہ لفظ اور معني کے پڑها جاسکتا هی جیسیکہ سورۃ الحمد میں لفظ " مالک " کا هی قدیم تحریر میں اُس کي یہہ صورت هی ' ملک ' یہہ لفظ ملک بهي پڑها جاتا هی ملاک بهي پڑها جاسکتا هی لام کي تشدید سے — اور مالک بهي پڑها جاسکتا هی پس اگر اس لفظ کو کسي عرب نے کسي طرح پڑها هو باوصف اختلاف تلفظ کي کوئي تبدیل مادہ لفظ یا معني میں نہوں هی لیکن قریش کي زبان میں مالک کا لفظ جاري تها اُس کا قایم رکهنا کون سے اعتراض کا مقام هی *

سر ولیم میور نے جو کچھہ لکھا وہ مقتضا اُس مقصد کا تھا جس مقصد سے اُنہوں نے کتاب لکھی ہی مگر سب سے زیادہ سچّی بات جو اُن کے قلم سے نکلی ہی وہ یہہ ہی کہ " دنیا میں غالبًا کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہی جو بارہ سو برس تک ایسے خالص متن کے ساتھہ رہی ہو " اور ہمارا اعتقاد یہہ ہی کہ وہ ہمیشہ تک ایسی رہیگی اور اس امر کی تصدیق اُس پیشین گوئی سے ہوتی ہی جو قران مجید میں موجود ہی — خدا فرماتا ہی " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون " یعنی تحقیق ہم نے قران مجید کو نازل کیا ہی اور ہم بالتحقیق اُسکی حفاظت کرینگے *

سر ولیم میور اپنے بیانات کے اثناء میں فرماتے ہیں کہ " اگر ابوبکر کے قران کا متن خالص ہوتا تو ایسی جلدی وہ کیونکر خراب ہوجاتا اور اپنے اختلافات کی وجہہ سے ایک کامل نظر ثانی کا محتاج ہوتا " ہم نہایت صاف طور سے اوپر ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا قران نہ خراب ہوا تھا اور نہ وہ کسی نظر ثانی کا محتاج ہوا تھا اور نہ اُس میں نظر ثانی کی گئی تھی بلکہ صرف اُس کی نقلیں کی گئی تھیں *

قران مجید میں اختلاف کے اسباب جو سر ولیم میور نے بیان کیئے ہیں وہ صحت سے بالکل معرا ہیں — ہم قرأت مختلفہ کے ذیل میں جسقدر کہ اس مضمون کی نسبت بیان کرنا ممکن تھا شرح و بسط کے ساتھہ بیان کرچکے ہیں *

سر ولیم میور آگے چلکر بیان فرماتے ہیں کہ " لیکن جبکہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ قران مجید جس حیثیت سے کہ اُسکو پیغمبر صاحب نے چھوڑا تھا اب بجنسہ ویسا ہی موجود ہی اس دعوی کے واسطے کہ خود پیغمبر صاحب ہی نے بعض آیات کو جو ایک مرتبہ وحی ظاہر کی گئی ہوں بعد کو تبدیل یا خارج نہ کردیا ہو کوئی دلیل نہیں ہی " *

مگر ہم کہتے ہیں کہ جب تک یہہ بات ثابت نہ ہو کہ در حقیقت بعض آیتیں ایسی تھیں کہ پیغمبر خدا نے اُنکو خارج کردیا تھا اُس وقت تک بلا شبہہ یہہ بات کہ جس حیثیت سے قران پیغمبر صاحب نے چھوڑا تھا بجنسہ ویسا ہی موجود ہی جیسا کہ حدیث عبدالعزیز سے اوپر بیان ہوچکا ہی اور تمام وحی قرانی جو آنحضرت پر نازل ہوئی تھیں قران میں موجود ہیں اسبات کی کافی دلیل ہی کہ پیغمبر خدا نے نہ کسی آیت کو تبدیل کیا ہی اور نہ کسی آیت کو خارج کیا ہی — مگر ہم کسی جگہہ وعدہ کرچکے ہیں کہ اس مضمون پر کسیقدر طوالت کے ساتھہ بحث کرینگے پس اس جگہہ اُس وعدہ کو پورا کرتے ہیں *

سر ولیم میور اپنے مذکورۂ بالا دعوی کی تصدیق پر مندرجہ ذیل سندیں پیش کرتے ہیں اور اُن بیانات کو کاتب الواقدی سے نقل کرتے ہیں کہ " عمر نے اُبی ابن کعب کی تعریف کی اور فرمایا کہ وہ قران مجید کا سب سے کامل قاری ہی ہم یہ تحقیق بعض

آیات کو جو اُبی کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں کیونکہ اُبی کہا کرتا ہی کہ میں نے پیغمبر صاحب کو یوں فرماتے سنا ہی اور میں ایک لفظ بھی جو پیغمبر صاحب نے قران مجید میں درج کیا ہی نہیں چھوڑتا ہوں مگر اصل یہہ ہی کہ قران مجید کے وہ حصے اُبی کی عدم موجودگی میں نازل ہوئے تھے جو بعض آیتوں کو جن کو وہ پڑھتا ہی تنسیخ یا ترمیم کرتے ہیں " *

سر ولیم میور نے جیسا کہ اُن کی تمام تحریر سے پایا جاتا ہی اس مضمون کو توڑ مروڑ دیا ہی اور جو نتیجہ اُنہوں نے یہاں کیا ہی اُس اصل حدیث کے مضمون سے جو حضرت عمر سے منقول ہی سراسر خلاف ہی اور اس عبارت کا کہ " بعض آیات کو جو اُبی کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں " اُس حدیث میں پتہ بھی نہیں ہی — ہم اُس حدیث کو بجنسہ بے کم و کاست ذیل میں مندرج کرتے ہیں اور وہ حدیث یہہ ہی *

ابن عباس سے روایت ہی کہ حضرت عمر نے کہا ہم لوگوں میں ابی بڑے قاری ہیں اور علی بڑے قاضی ہیں اور ہملوگ ابی کا قول چھوڑ دیتے ہیں اور وہ یہہ بات ہی کہ ابی کہتے ہیں میں کوئی چیز جو رسول اللہ صلعم سے سن چکا ہوں نہ چھوڑونگا اور حالانکہ اللہ تعالی نے کہا ہی " ما ننسخ من آیۃ اوننسھا " *

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا سفیان عن حبیب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر اقرانا ابی واقضانا علی وانا لندع من قول ابی وذلک ان ابیا یقول لا ادع شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلعم وقد قال اللہ تعالی ما ننسخ من ایۃ اوننسھا (بخاری کتاب التفسیر) —

اُس حدیث سے ظاہر ہی کہ کسی جگہہ اُس میں یہہ ذکر نہیں ہی کہ حضرت عمر بعض آیات قرانی کو جن کو اُبی پڑھا کرتے تھے چھوڑ دیا کرتے تھے — یہہ حدیث قران مجید سے احکامات استخراج کرنے سے متعلق ہی — ابی قران مجید کی ہر ایک آیت سے جو حکم مستخرج ہوتا تھا استخراج کرتے تھے اور جملہ احکامات مستخرجہ کو صحیح خیال کرتے تھے — اُن کی راے یہہ تھی کہ ظاہر آیات سے جو معنی یا احکام نکلتے ہوں اُن کے استخراج میں دوسری آیت پر نظر رکھنا ضرور نہیں جیسیکہ اہل ظاہر کا مذہب ہی لیکن حضرت علی مرتضی کی راے اس کے برخلاف معلوم ہوتی ہی — اسپر حضرت عمر نے کہا کہ ابی سب سے عمدہ قران پڑھنے والا ہی اور حضرت علی ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں یعنی سب سے بہتر حکم دینے والے ہیں اور ہم سب سے زیادہ قران مجید سے احکام و قوانین مستخرج کرسکتے ہیں اسواسطے ہم چھوڑ دیتے ہیں ابی کے قول کو یعنی جو ابی نے قران سے حکم کا استخراج کیا ہی اُس کو چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت علی سے اتفاق کرتے ہیں — ہماری اس تشریح کی تصدیق خود اسی حدیث کے اس جملہ سے ہوتی ہی کہ " اقضانا علی " کیونکہ اگر یہہ حدیث بعض قرأت مختلفہ سے

متعلق ہو تو یہہ جملہ اُس کے بقیہ حصہ سے کچھہ علاقہ نہ رکھیگا *

ہمارے اس بیان کا بڑا ثبوت یہہ ہی کہ بخاري نے جو مسلمانوں کے ہاں نہایت نامي اور مقدس اور مستند محدثین میں سے ہی اس حدیث کو اُسمقام پر بیان کیا ہی جہاں کہ وہ احکامات ناسخ و منسوخ سے بحث کرتا ہی نہ اُس جگہہ جہاں کہ اُس نے قراءت مختلفہ کا بیان کیا ہی — مگر بخاري نے اسي حدیث کو کسي قدر ترمیم شدہ صورت میں اُس مقام پر بھي بیان کیا ہی جہاں کہ اُس نے قاریوں کے باہمي اختلاف پر بحث کي ہی چنانچہ اُس حدیث کو بھي ہم نقل کرتے ہیں اور اس بات پر بھي بحث کرینگے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کونسي حدیث صحیح ہی اور وہ حدیث یہہ ہی *

ابن عباس سے روایت ہی کہ حضرت عمر نے کہا علي ہم لوگوں میں سب سے بڑے قاضي ہیں اور ابي ہم لوگوں میں سب سے بڑے قاري ہیں اور ہم لوگ ابي کي قرأت کو چھوڑ دیتے ہیں اور ابي کہتے ہیں کہ میں نے اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونھہ سے لیا ہی پس اُسکو کسي طرح نہ چھوڑونگا اللہ تعالی نے کہا ماننسخ من آیۃ اونُنسہا نات بخیر منہا اومثلہا (یعني جب ہم کوئي آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلادیتے ہیں تو اُس سے اچھي یا اُسکي برابر لاتے ہیں) *

حدثنا صدقۃ بن الفضل قال اخبرنا یحیی عن سفین عن حبیب بن ابي ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر علی اقضانا و ابي اقرانا وانا لندع من لحن ابي و ابي یقول اخذتہ من في رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا اترکہ لشي قال اللہ تعالی ماننسخ من آیۃ اونُنسہا نات بخیر منہا اومثلہا (بخاري باب القراء) —

اس حدیث میں وہ لفظ جس کا ترجمہ ہم نے قراءت کیا ہی " لحن " ہی مگر جو کہ قرآن مجید اور اُس کي آیتوں کا ایک ہي لحن ہی اس لیئے آیات قرانی کي تلاوت پر بھي لحن کا اطلاق ہوتا ہی *

یہہ پچھلي حدیث دو وجہہ سے مشکوک ہی — اول یہہ کہ گو اس حدیث کے اور نیز حدیث ماسبق دونوں کے راوي ایک ہیں مگر پہلے میں لفظ " قول " اور دوسرے میں لفظ " لحن " مستعمل ہوا ہی اس لیئے ہمارا عقیدہ ہی کہ صدقہ ابن فضل اس حدیث کے راوي نے لفظ " لحن " کو بجاے " قول " کے براہ غلطي استعمال کیا ہی — دوسرے یہہ کہ اس حدیث میں دو جملے ہیں ایک " علي اقضانا " اور دوسرا " ما ننسخ من آیۃ او ننسہانات بخیر منہا " او مثلہا " — ان دونوں جملوں کو قرآن کي قراءت مخصوص سے قابل قیاس کوئي علاقہ نہیں ہی اسواسطے ہمارا راے ہی کہ صدقہ نے پہلي حدیث کے سمجھنے میں اور اس دوسري حدیث کے بیان کرنے میں علانیہ غلطي کي ہی لیکن ہم بغرض اختتام حجت تھوڑي دیر کے لیئے فرض کرلیتے ہیں کہ یہہ پچھلي حدیث بھي صحیح ہی تو اس سے زیادہ اُس کے اور کچھہ معني نہیں ہوسکتے کہ حضرت عمر نے

حضرت علی مرتضیٰ کے لحن کو اُبی کے لحن پر ترجیح دی — پھر کیف سر ولیم میور نے بزعم زبردستی اس سے یہہ نتیجہ مستنبط کیا ہی کہ " حضرت عمر نے کہا کہ ہم بالتحقیق بعض آیات کو جو اُبی کے پڑھنے میں شامل ہیں چھوڑدیا کرتے ہیں " *

سر ولیم میور واقدی سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں اور وہ یہہ ہی کہ " ابن عباس نے کہا کہ مجھکو عبداللہ ابن مسعود کا پڑھنا پسند ہی کیونکہ محمد (صلعم) ہر رمضان میں ایک مرتبہ قران جبرئیل سے پڑھوایا کرتے تھے اور اپنی وفات کے سال میں اُس کو دو مرتبہ پڑھوایا تھا اور عبداللہ دونوں مرتبہ حاضر تھے اور جو چیز کہ منسوخ ہوئی تھی اور جس چیز میں ترمیم ہوئی تھی اُس کو مشاہدہ کیا تھا " *

اس روایت کے اخیر حصہ کی کوئی معتبر سند نہیں ہی اور نہ ہم اُس کو کسی مستند اور صحیح حدیث میں پاتے ہیں اور اگر بالفرض وہ واقدی میں موجود بھی ہو جس میں کہ ہمکو ہمیشہ شک رہیگا تب بھی وہ اعتبار کی مستحق نہیں ہی کیونکہ تمام نامعتبر اور بے سند روایتوں جو واقدی میں ہیں تمام سور کے قصہ الا رخ سے کچھہ زیادہ اعتبار کی مستحق نہیں ہیں — اور اگر ہم صرف بغرض اتمام حجت اُس کی اصلیت تسلیم کرلیں تو بھی سر ولیم میور کا فرض کیا ہوا یہہ عقیدہ کہ " قران مجید میں شاید بعض ایسی آیتیں نہ موجود ہوں جو ایک زمانہ میں نازل ہوئی ہوں مگر بعد کو منسوخ یا ترمیم ہوگئی ہوں " کیونکر ثابت ہوتا ہی — باقی رہی یہہ آیت کہ " مانفسخ من آیۃ او ننسہانات بخیر منہا او مثلہا " اُس پر ہم پہلے بحث کرچکے ہیں اور بتاچکے ہیں کہ وہ شریعت یہود سے علاقہ رکھتی ہی نہ آیات قرآن سے *

سر ولیم میور اپنی کتاب کے حاشیوں کے ضمن میں بعض روایات کو قران مجید کی آیتوں کے اخراج یا عدم اندراج کی تمثیلات کے طور پر نقل کرتے ہیں *

اول بیر معونہ کی روایت کو لکھا ہی کہ " بیر معونہ پر ستر مسلمانوں کے شہید ہونے پر محمد (صلعم) نے اللہ تعالی کی وساطت سے اُن لوگوں کے پیغام کے پہونچنے کا دعوی کیا جس کو مختلف راویوں نے (کسی قدر اختلاف کے ساتھہ) اس طرح پر نقل کیا ہی ' بلغوا قومنا عنا انا لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ ' (کاتب الواقدی) تمام مسلمان اس کو کچھہ مدت تک آیت قرانی کے طور پر پڑھتے رہے اس کے بعد یہہ منسوخ یا خارج کردی گئی " *

اول تو اس روایت کی صحت ہی میں کلام اور انکار ہی — مزیدے براں سرولیم میور کا یہہ فرضی بیان کہ " تمام مسلمان اُس کو کچھہ مدت تک آیت قرانی کے طور پر پڑھتے رہے اس کے بعد یہہ منسوخ یا خارج کردی گئی " محض بے بنیاد ہی اور کسی معتبر اور مستند روایت میں پایا نہیں جاتا — اور اگر بالفرض ہم اُس کو صحیح تصور

کرلیں تو اُس کا نتیجہ صرف یہہ ہی کہ مسلمانوں نے اپنی غلطی سے وحی غیر متلو یعنی حدیث کو وحی متلو یعنی قران سمجھا تھا اور درحقیقت وہ قران کی آیت نہ تھی *

دوسری روایت سرولیم میور نے متعلق احکام زنا کے لکھی ہی کہ " عمر کی نسبت کہا گیا ہی کہ اپنی خلافت میں اہل مدینہ سے اس طرح گفتگو کی ' اے لوگوں اس بات کی احتیاط رکھو کہ اُس آیت کو نہ بھول جاؤ جو زنا کی نسبت سنگساری کا حکم دیتی ہی اور اگر کوئی یہہ کہے کہ ہم دو سزاؤں کو یعنی بیاہے اور بے بیاہے اشخاص کے زنا کاری کی بابت کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں تو اُس کا میں یہہ جواب دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبر صاحب کو زنا کی پاداش میں سنگسار کرتے ہوئے دیکھا ہی اور اسی پر ہمنے اُنکے بعد عملدر آمد کیا ہی اور واللہ اگر یہہ امر مانع نہ ہوتا کہ لوگ کہوینگے کہ عمر نے ایک نئی* بات قران میں درج کردی تو میں نے اُس کو قران میں درج کردیا ہوتا کیونکہ میں نے یہ تحقیق اس آیت کو پڑھا ہی کہ ' والشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة ' (کاتب الواقدی اور ویلس) *

اول تو اس بیان میں جو واقدی نے لکھا ہی اصلی حدیث کی غلط بیانی اور غلط نمائی ہی اس سے ہماری مراد یہہ ہی کہ یہہ فقرہ کہ " والشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة " اصل حدیث میں نہیں ہی اور نہ اس بات کی کوئی سند ہی کہ کبھی مسلمانوں نے اُس کو قرانی آیت سمجھا ہو دوسرے اس فقرہ کی عبارت ایسی ناقص اور خراب ہی کہ قطع نظر عربوں سے کوئی عجمی ادنی درجہ کا عربی داں بھی اُس کو نہ لکھے گا چہ جائے اس کے کہ وہ خدا کا کلام ہو — مگر ہم اس امر کو ابتدا سے بیان کرینگے اور اس بیان کے اثناء میں اصلی حدیث کو بھی نقل کرینگے جس سے ثابت ہوگا کہ عربی فقرہ مذکورہ بالا اُسمیں نہیں ہی *

قران مجید میں زنا کی سزا یہہ ہی — اور تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کریں و اللاتي یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن في البیوت حتی یتوفاهن الموت او یجعل الله لهن سبیلا (سورہ نساء آیت ۱۹) — تو اُن پر چار گواہ لاؤ پس اگر وہ گواہی دیں تو اُن کو گھروں میں روک رکھو یہانتک کہ وہ اپنی موت سے مریں یا خدا اُن کے لیئے کوئی راہ نکالے *

دوسری آیت جس میں زنا کی سزا کی تفصیل ہی وہ یہہ ہی

الزاني والزانیة فاجلدوا کل واحد منهما مایة جلدة (سورہ نور آیت ۲) — زانی اور زانیہ ہو ایک کو اُن میں سے سو کوڑے مارو *

بعد اسکے پیغمبر خدا نے زنا کے باب میں اس طرح فرمایا جو ذیل کی روایت میں بیان ہوا ہی *

عن عبادة بن الصامت قال... قال خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب والبكر بالبكر الثيب جلد مائة ثم رجم بالحجارة والبكر جلد مائة ثم نفي سنة (مسلم باب حد الزنا) -

عبادہ بن صامت سے روایت ہی کہ کہا ..... لو مجھسے= خدا نے اُن کے لیئے رستہ نکالا - ثیب ثیب کے ساتھہ اور باکرہ باکرہ کے ساتھہ ثیب کو سو کوڑے مارے جائینگے پھر سنگسار کیا جانا ہی - اور باکرہ کو سو کوڑے مارے جائینگے پھر ایک برس جلا وطن کردینا ہی *

اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ خود پیغمبر صاحب نے یہودی مرد اور عورت کو جو زناکاری کے مجرم قرار پائے تھے یہودی شریعت کے موافق سنگسار کرنے کی اجازت دی تھی اور اگر یہہ بھی تسلیم کرلیں کہ یہودی کے سوا اَور کسی کو بھی آنحضرت نے سنگسار کیا تھا تو بھی اس بات کا ثابت کرنا غیر ممکن ہی کہ بعد نزول اُس آیت کے جس میں زنا کی سزا کا حکم ہی آنحضرت نے ایسا حکم دیا ہو — اسی طرح مسلم کی اس حدیث کی نسبت جو اوپر مذکور ہی ثابت کرنا مشکل ہی کہ وہ حدیث سورہ نور کی آیت کے بعد کی ہی *

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زنا کی سزا کی نسبت اختلاف راے ہوا جسکا ہونا ضرور تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ اُن دونوں آیتوں اور ایک حدیث کی بنا پر جو اوپر مذکور ہوئیں تین مختلف رائیں پیدا ہوئیں *

اول — سورہ نساء کی آیت میں بیان کیا گیا ہی، کہ " اُنکو اپنے مکانوں سے باہر نہ جانے دو یہانتک کہ موت اُنکو تھکانے لگائے یا اللہ تعالی اُن کے واسطے کوئی سبیل نکالدے " اس آیت کے اخیر لفظوں سے بعض لوگ یہہ سمجھے کہ وہ سبیل یہی ہی جو مسلم کی حدیث میں بیان ہوئی ہی کہ بیاہے ہوئے اشخاص کو بجرم زنا سو درے لگائے جاہیئیں اور سنگسار کرنا چاہیئے اور کوارے شخصوں کو سو درے لگانے چاہیئیں اور ایک سال کے واسطے جلا وطن کردینا چاہیئے — کچھہ عجب نہیں ہی کہ لوگوں نے اُس حکم کو ایک جزو قران سمجھا ہو *

دوم — بعض لوگوں کی یہہ راے ہوئی کہ سورہ نساء کی آیت سورہ نور کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہی اور زنا کی سزا خواہ اُس کا مرتکب کوئی بیاہا ہوا شخص ہو خواہ کوارا سو درے قرار پائے ہیں - معلوم ہوتا ہی کہ ان لوگوں نے مسلم کی حدیث کی کچھہ وقعت نہیں کی اور اُسکی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں - (۱) یہہ کہ یہہ محقق نہیں ہی کہ وہ قول آنحضرت کا جو مسلم کی حدیث میں ہی سورہ نور کی آیت کے بعد کا ہی (۲) یہہ کہ جب تک کسی امر میں کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت

لوگوں کي شريعت کے موافق عمل فرمايا کرتے تھے اور اس لئے مسلم کي حديث حجيت کے قابل نہيں ہوسکتي *

سوم — بعض لوگ اس بات کو تو تسليم کرتے تھے کہ سورہ نساء کي آيت تو سورہ نور کي آيت سے منسوخ ہوگئي ہي مگر جو کہ سورہ نساء کي آيت ميں کوئي قطعي سزا مذکور نہيں ہي اس لئے مسلم کي حديث ميں جو سزا ہي وہ بھي ہوئے شخصوں کے لئے سزا ہي اور سورۂ نور کي آيت ميں جو سزا ہي وہ کوارے لوگوں کے لئے سزا ہي — وہ بھي کي بھي اسي قسم کي راے معلوم ہوتي ہي *

يہ اختلاف راے آج تک چلا آتا ہي کيونکہ معتزلي اور خارجي جو مسلمانوں کے دو بڑے فرقے ہيں اور معتزلي فرقہ کے لوگ عربيت ميں بہت بڑا عالي درجہ رکھتے ہيں اب بھي يہي کہتے ہيں کہ زنا کي سزا سنگسار کرنا نہيں ہي اور اس خطبہ کے راقم کي بھي گو وہ اُن دونوں فرقوں سے کچھ علاقہ نہيں رکھتا ہي بلکہ سني مذہب کي بھي يہي راے ہي — معلوم ہوتا ہي کہ حضرت عمر وہ راے رکھتے تھے جس کا ہم نے تيسري قسم ميں بيان کيا ہي اور اس لئے جبکہ وہ مسند آراے خلافت ہوئے تو اکثر اشخاص کے سامنے بھي بيان کيا اور شايد اپني تمام سلطنت ميں يہي حکم ديا ہو *

واقدي نے اس حديث کو زيادہ افراط و تفريط کے ساتھ لکھا ہي اور سيوطہ صيور نے اپني کتاب ميں اُس کو بجنسہ نقل کيا ہي — اصل حديث جو مسلم ميں مذکور ہي ہم ذيل ميں معہ ترجمہ کے لکھتے ہيں *

عمر بن الخطاب رض نے جبکہ رسول اللہ صلعم کے منبر پر بيٹھے تھے يہہ کہا کہ اللہ نے محمد صلعم کو برحق بھيجا اُنپر مقرر کيئے ہوئے حکم اوتارے سو اُن چيزوں ميں سے جو اُنپر اللہ نے اوتاريں رجم کا حکم تھا — ہمنے اُس کو پڑھا اور سمجھيں کيا اور خيال کيا — سو رجم کيا رسول اللہ صلي اللہ عليہ وسلم نے اور ہمنے اُنکے بعد رجم کيا — ميں ڈرتا ہوں کہ زيادہ زمانہ گذر جانے پر کوئي کہنے والا کہے کہ ہم رجم کو خدا کے مقرر کيئے ہوئے احکام ميں نہيں پاتے پس تو گمراہ ہونگے اُس فرض کے چھوڑنے سے جس کو خدا نے اوتارا اور رجم حق ہي خدا کے مقرر کيئے ہوئے حکم ميں اُس شخص پر جسنے زنا کيا ہو اور بياہا ہوا ہو — مردوں اور عورتوں ميں سے — جب دليل قايم ہوجاوے يا حمل رہگيا ہو يا خود اُنکو اقرار ہو (مسلم باب حد الزنا) *

قال عمر بن الخطاب وهو جالس علي منبر رسول الله صلي الله عليه وسلم ان الله بعث محمد اصلعم بالحق انزل عليه الكتاب فكان مما انزل الله عليه اية الرجم قرأناها و عيناها و عقلناها فرجم رسول الله صلعم و رجمنا بعده فاخشي ان طال بالناس زمان ان يقول قايل ما نجد الرجم في كتاب الله تعالي فيضلوا بترك فريضة انزلها الله وان الرجم في كتاب الله حق علي من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البينة او كان الحبل او الاعتراف (مسلم باب حد الزنا) *

اماوله صلعم فقد جعل اللهلهن سبيلا فاشارة الى قول الله تعالى فامسكوا هن في البيوت حتى يتوفاهن الموت او يجعل الله لهن سبيلا " (يعني جس أنكو روک رکهو گهروں مين يهاں تک که موت أنكو أتهالے يا خدا أنكے لهئے رسته نكالے) اشاره هى جس نبى صلعم نے أس رسته كا بيان كرديا - اور عالم لوگ مختلف هوئے هين اس حكم مين جس كها گيا كه وه محكم هى اور يهه حديث أسكي منسوخ هى - اور كها گيا وه منسوخ هى أس حكم سے جو سوره نور كے اول مين هى - اور كها گيا كه " نور " كا حكم باكره كے باب مين هى اور يهه حكم ثيبه كے باب مين هى - (نووي) *

لیکن آنحضرت کا قول که "خدا نے أنكے لهئے رسته نكالا " الله كے اس قول كےطرف " فامسكوه هن في البيوت حتى يتوفاهن الموت او يجعل الله لهن سبيلا " (يعني جس أنكو روک رکهو گهروں مين يهاں تک که موت أنكو أتهالے يا خدا أنكے لهئے رسته نكالے) اشاره هى جس نبى صلعم نے أس رسته كا بيان كرديا - اور عالم لوگ مختلف هوئے هين اس حكم مين جس كها گيا كه وه محكم هى اور يهه حديث أسكي منسوخ هى - اور كها گيا وه منسوخ هى أس حكم سے جو سوره نور كے اول مين هى - اور كها گيا كه " نور " كا حكم باكره كے باب مين هى اور يهه حكم ثيبه كے باب مين هى - (نووي) *

حضرت عمر کا یهه قول که " أن چیزوں مين سے جو خدا نے أن پر أتاريں رجم کا حکم تها همنے أس کو پڑها اور متعين كيا اور خيال كيا " - اس سے مراد رجم کا یهه حكم هى " الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة " (يعني جب بوڑها اور بوڑهي زنا كرين تو أن كو ضرور سنگسار كرو) (نووي) اور صحابه نے جو اس حكم كا لكهنا چهوڑ ديا تو اس بات كي صاف دليل هى كه منسوخ قران مين نهين لكها جاتا (نووي) حضرت عمر كا يهه قول كه " مين ڈرتا هوں كه جب زياده زمانه گذر جاوے تو كوئي كهنے والا كهے كه هم رجم كو خدا كے مقرر كئے هوئے حكم مين نهين پاتے پس لوگ گمراه هونگے ايک فرض کے چهوڑنے سے " يهه ڈر جو حضرت عمر كو تها خارجيوں اور أن كے موافقوں سے أس كا ثبوت بهي هوگيا (نووي) *

اور اجماع كيا هى عالمون نے اس پر كه جو زاني بكر هو أس كو كوڑے ليقنا واجب هى اور بياها هو اور ثيب هو أس كو سنگسار كرنا واجب هى اور اس امر مين اهل قبله مين سے ايک شخص نے بهي اختلاف نهين كيا سوائے أس كے كه قاضي عياض وغيره نے خارجيوں اور بعض معتزله سے جيسے نظام اور أس كے متبعين سے نقل كيا هى كيونكه يهه لوگ رجم كے قايل نهين هين (نووي) *

اجماع كيا هى عالمون نے اس پر كه جو زاني بكر هو أس كو كوڑے ليقنا واجب هى اور بياها هو اور ثيب هو أس كو سنگسار كرنا واجب هى اور اس امر مين اهل قبله مين سے ايک شخص نے بهي اختلاف نهين كيا سوائے أس كے كه قاضي عياض وغيره نے خارجيوں اور بعض معتزله سے جيسے نظام اور أس كے متبعين سے نقل كيا هى كيونكه يهه لوگ رجم كے قايل نهين هين (نووي) *

اس ترجمه مين هم نے لفظ " آيت " اور " كتاب " كے ترجمه مين " حكم " كا

لفظ مستعمل کیا ہی ہم اس باب میں بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہہ الفاظ خود قران مجید اور احادیث میں ان معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں مگر ہمارا مخالف اس ترجمہ پر معترض ہونے کا مجاز ہی اور کہہ سکتا ہی کہ الفاظ " آیت " اور " کتاب " ہی کیوں نہ مستعمل کیئے اس لیئے ہم دوسرا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں جس میں " آیت " کا ترجمہ " آیت " اور " کتاب " کا ترجمہ " قران " نہا ہی — اُس ترجمہ کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہوگا کہ اگر اس طرح پر ترجمہ کیا جاوے تو حدیث کیسی مہمل اور بے معنی ہوجاتی ہی *

دوسرا ترجمہ

عمر بن الخطاب رضہ نے جبکہ رسول اللہ صلعم کے منبر پر بیٹھے تھے یہہ کہا کہ اللہ نے محمد صلعم کو برحق بھیجا اُن پر قران اوتارا — سو اُن چیزوں میں سے جو اُن پر اللہ نے اوتاریں رجم کی آیت تھی — ہم نے اُس کو پڑھا اور سمجھیں کیا اور خیال کیا — سو رجم کیا رسول اللہ صلعم نے اور ہم نے اُن کے بعد رجم کیا — میں ڈرتا ہوں کہ زیادہ زمانہ گذر جانے پر کوئی کہنے والا کہے کہ ہم رجم کو قران میں نہیں پاتے پس تو گمراہ ہونگے اُس فرض کے چھوڑنے سے جس کو خدا نے اوتارا اور رجم حق ہی قران میں اُس شخص پر جس نے زنا کیا ہو اور بیاہا ہوا ہو — مردوں اور عورتوں میں سے جب دلیل قایم ہو جائے یا حمل رہگیا ہو یا خود اُن کو اقرار ہو — (مسلم) *

کیا اس حدیث کے یہہ دو فقرے کہ " ہم قران میں رجم کا حکم نہیں پاتے " اور یہہ فقرہ کہ " بیشک رجم قران میں ہی " ایک دوسرے کے نقیض نہیں ہیں ؟ *

اس لفظی بحث کو چھوڑ کر اب ہم اصل مطلب کی طرف متوجہہ ہوتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں یہہ عبارت جسکو سرولیم میور واقدی سے نقل کرنا بیان کرتے ہیں کہ " اور واللہ اگر یہہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہینگے کہ عمر نے ایک نئی چیز قران میں درج کردی تو میں اُسکو قران مجید میں درج کردیتا کیونکہ یہ تحقیق میں نے اس آیت کو سنا ہی ' والشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ ' *

اپنی تصنیفات کا حجم بڑھانے کی نیت سے اور نیز اپنی کامل آنکھوں کی غرض سے ہمارے مخالفوں اور اہل سیو نے تمام مہمل اور بیہودہ افسانوں کو جو عوام الناس میں مشہور تھے یہ کمال آرزو جمع کرکے اپنی کتابوں میں درج کرلیا ہی اور ہم اس کتاب کے پڑھنے والوں کو یقین دلاتے ہیں کہ تمام محققین مسلمان اُن کو محض مہمل قصور کرتے ہیں اور اسلام اُن کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہی *

نووی مسلم کی شرح میں لکھتا ہی کہ لفظ " حکم " سے جس کی طرف اس عبارت میں اشارہ ہی منجملہ اُن احکامات کے جو پیغمبر خدا پر نازل ہوئے تھے آیت رجم بھی

تھي اور هم نے اُس آيت کو ديکھا پڑھا اور سمجھا تھا اور وہ آيت الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة هی — اس کے بعد نووي يہہ بيان کرتا هی کہ چونکہ آيت مذکورہ کا قران مجيد ميں کہيں پتہ نہيں هی اس ليئے يقين کے ساتھہ يہہ کہا جاسکتا هی کہ آيات منسوخ شدہ قران مجيد ميں درج نہيں کي گئي تھيں *

مگر هر ذي فہم شخص سمجھتا هی کہ نووي کا يہہ بيان نہ تو کوئي حديث نبوي هی اور نہ کوئي حکم مذهبي هی بلکہ ايک مفسر کي محض راے هی — معهذا يہہ راے بھي تسکين بخش نہيں هی کيونکہ اُسپر يہہ اعتراض عايد هوتے هيں — (۱) يہہ کہ نووي نے اس امر کے ثبوت کي کوشش بھي نہيں کي کہ آيت مذکورہ درحقيقت قراني آيت تھي (۲) يہہ کہ وہ اسبات کي بھي کوئي دليل نہيں پيش کرتا کہ حضرت عمر کي مراد اسي آيت سے تھي (۳) اُس نے اُن دونوں باتوں کو بلا دليل غلطي سے صحيح تصور کرکے يہہ نتيجہ باطل مستنبط کيا هی کہ آيات منسوخ شدہ قران مجيد ميں درج نہيں هوتي تھيں — افسوس هی کہ هماري اکثر کتب سير و تفاسير ايسي هي روايات اور احاديث سے مملو هيں جو مفروضات باطل پر مبني هيں اور بجز مصنف هي کے قياسات کے اُور کسي چيز سے اُن کي تائيد نہيں هوتي — عيسائي مصنف اُن کي تحقيق سے ناواقف هوتے هيں اور اُن کو صحيح حديثيں تصور کرليتے هيں اور بکمال شوق اسلام کي نسبت بے اصل الزامات اُن پر مبني کرتے هيں — اس مقام پر همکو اس امر سے کہ رجم کا حکم اسلام ميں هی يا نہيں زيادہ بحث نہيں هی — بحث صرف اسقدر هی کہ جسکو آيت رجم کہا جاتا هی وہ کبھي قران کي آيت نہيں تھي اور نہ کبھي قران مجيد سے خارج کي گئي تھي *

آيتوں کے اخراج اور عدم اندراج کي بابت سر ولڈم مور نے تيسري مثال مار کھي کي قتل کي هوئي روايت بيان کي هی جو سونے کي گہاتي کے باب ميں تھي اور جو قرآن ميں مندرج هونے سے رہ گئي هی — چوتھي تمثيل ميں وہ عبداللہ ابن مسعود کے اُس قصہ کو پيش کرتے هيں جس ميں کہ اُنہوں نے بيان کيا هی کہ ميں نے رات کو اپنے ورقوں ميں سے ايک آيت کو غايب پايا — پانچويں تمثيل ميں اُس آيت کا ذکر کرتے هيں جو مکہ کے معبودان مجازي کے بارہ ميں تھي ليکن هم اُن کے نہايت شکرگذار هيں کہ اُنہوں نے خود يہہ بات کہکر کہ يہہ سب روايتيں غلط اور موضوع هيں اس جھگڑے کو چکا ديا هی — پس همکو مردہ کے مارنے کي کچھہ ضرورت نہيں رهي *

تمت

الخطبة الثامنة

في

احوال بيت الله الحرام و السوانح اللتي مضت فيها قبل الاسلام

ان اول بيت وضع للناس ببكة مباركا وهدى للعالمين

عرب کے ملک میں جو نہایت قدیم روایت اُس زمانہ سے جبکہ قران مجید کا ذکر بھی نہ تھا برابر چلی آتی ہی اور جس کو عرب کی تمام قومیں بغیر کسی شبہہ اور اختلاف کے پشت در پشت مانتی چلی آئی ہیں اُس سے ثابت ہوتا ہی کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اُن کے بیٹے حضرت اسمعیل اُن کے شریک تھے *

قران مجید میں اس گھر کے بننے کی جو خبر آئی ہی وہ بھی اسیقدر ہی خدا تعالے فرماتا ہی کہ " جبکہ ابراہیم اور اسمعیل نے اس گھر کی بنیادیں اُٹھائیں تو اُنھوں نے یہہ دعا مانگی کہ اے ہمارے پروردگار اس گھر کو ہم سے قبول کر بے شک تو اس دعا کو سنتا اور دلی نیت کو جانتا ہی" اس دعا سے جو اُس کے بنانے والوں نے کی اور قران مجید کی اور بہت سی آیتوں سے جو اس کے بعد ہیں بخوبی ظاہر ہی کہ یہہ خدا کے واسطے یعنی اُس کی عبادت کے لیئے بنایا گیا تھا جیسکہ اس زمانہ میں لوگ مسجد بناتے ہیں *

اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (سورہ بقر آیت ۱۲۱) -

قران مجید میں کعبہ کو بالتصریح مسجد کہا گیا ہی ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی کہ " مشرک ناپاک عقیدہ کے ہیں وہ اس برس کے بعد سے اس بزرگ مسجد (یعنی کعبہ) کے پاس نہ آویں " اور ایک اَور جگہہ خدا نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو یہہ سچا خواب دکھلایا بالکل ٹھیک کہ بے شک تم داخل ہوگے اس بزرگ مسجد (یعنی کعبہ) میں انشاء اللہ " جس زمانہ میں یہہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اُس زمانہ میں کعبہ کے گرد وہ مکانات نہیں تھے جو اب ہیں اور جو حرم کہلاتے ہیں اور جنکا مطلب یہہ ہی کہ مسجد داخل حد حرم ہی لیکن خاص کعبہ وہ مسجد ہی جس

ان المشرکین نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا سورہ (توبہ آیت ۲۸) -

لقد صدق الله رسوله الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء الله (سورہ فتح آیت ۲۷)

کو حضرت ابراهیم نے بنایا اور اُسی خاص عمارت کو قران مجید میں مسجد الحرام کہا هی *

قران مجید میں کوئی خاص زمانہ کعبہ کی تعمیر کا نہیں بتایا هی صرف دو صفتیں اُس کی بیان هوئی هیں ایک " بیت العتیق " یعنی نہایت پرانا قدیم گھر دوسرے " اول بیت وضع للناس " یعنی سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لیئے خدا کی عبادت کرنے کو بنایا گیا جس قاعدہ پر حال کے زمانہ کے مورخ پرانے زمانہ کا حساب لگاتے هیں اُس حساب سے معلوم هوتا هی کہ دفعوی سنہ کی بیالیسویں صدی میں یعنی حضرت عیسیٰ سے اُنیسویں صدی ماقبل میں کعبہ بنا تھا پس اگر اسی حساب کو صحیح مانا جاوے تو بھی ثابت هوتا هی کہ دنیا میں جہاں تک کہ اُس کا حال معلوم هوا هی کعبہ سے پہلے کوئی گھر خدا کی عبادت کے لیئے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ سب سے اول کعبہ بنا تھا *

هم صرف عرب کی روایت اور قران مجید کی آیت هی کو اس بات کے ثبوت کے لیئے کہ کعبہ حضرت ابراهیم کا بنایا هوا هی پیش کرنے پر اکتفا کرنا نہیں چاهتے بلکہ اُس کے ثبوت کے لیئے ایسی دلیلیں بھی هیں جو واقعی ایک حقیقت هیں اور جن کو اُن لوگوں نے لکھا هی جن کو مذهب اسلام سے کچھہ تعلق نہ تھا — چنانچہ امر مذکورہ کا ثبوت مفصلہ ذیل مقدمات کے ملانے اور اُن سے نتیجہ نکالنے سے بخوبی حاصل هوتا هی

مقدمہ اول ابراهیم نے اپنے بیٹے اسمعیل کو اسی نواح میں یعنی حجاز میں بسایا جہاں اب کعبہ هی

هم اس کے ثبوت کے لیئے ایسی مذهبی یا تاریخی روایتوں پر جو متنازعہ هیں اور جن کے الفاظ کے معنی یا مصداق پر بحث هی توجہ کرنا نہیں چاهتے بلکہ ایسے واقعات پر استدلال کرتے هیں جو سب کو تسلیم هیں یا جو جغرافیہ کی تحقیقات سے ثابت هوئے هیں اور اُن کو ایسے لوگوں نے تحقیق کیا هی جن کو اسلام سے کچھہ تعلق نہ تھا *

یہہ بات سب کو تسلیم هی کہ حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تھے ۱ — نبایوث ، ۲ — قیدار ، ۳ — ادبئیل ، ۴ — مبسام ، ۵ — مشماع ، ۶ — دوماہ ، ۷ — مسا ، ۸ — حدر ، ۹ — تیما ، ۱۰ — یطور ، ۱۱ — نافیس ، ۱۲ قدماہ ، اور یہہ سب حجاز میں آباد تھے جہاں مکہ هی *

پہلا — بیٹا حضرت اسمعیل کا نبایوث عرب کے شمالی مغربی حصہ میں آباد هوا ویورنڈ گٹری پی کاری ایم اے نے اپنے نقشہ میں اُس کا نشان ۳۸ و ۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۶ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا هی *

دوسرا — بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدار نبایوت کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اشعیاہ نبی کے بیان سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہی جس میں مکہ و مدینہ بھی شامل ہیں اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیہ میں شہرالحضر اور نبت سے پایا جاتا ہی جو اصل میں القیدار اور نبایات ہیں اہل عرب کی یہہ روایت کہ قیدار اور اُس کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اُس کی تائید اسبات سے ہوتی ہی کہ عہد عتیق میں قیدار کا مسکن عرب کے اسی حصہ میں یعنی حجاز میں بیان ہوا ہی دوسرے یہہ کہ یہہ بات بخوبی ثابت ہی کہ یونیفس اور بطلمیوس اور پلینی اعظم کے زمانس میں یہہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں گیدری یعنی قیدری یعنی یعنی مختلف قیذری اور گذرونائٹی یعنی قیداری کدریتی یعنی قیدری چنانچہ اسکا ذکر ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ میں مندرج ہی پس بخوبی ثابت ہی کہ قیدار حجاز میں آباد تھا *

ریورنڈ گالڈی پی کاری نے اپنے نقشہ میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی و ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان لگایا ہی *

تیسرا — بیٹا حضرت اسمعیل کا ادبئیل ہی بموجب سفر جوزیفس کے ادبئیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسایہ میں آباد ہوا تھا *

چوتھا — بیٹا حضرت اسمعیل کا مبسام ہی مگر اُسکی سکونت کے مقام کا پتہ نہیں ملتا *

پانچواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا مشماع ہی ریورنڈ مسٹر فاسٹر کا یہہ قیاس صحیح ہی کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہی اُسکو یونانی ترجمہ سبٹو اجنٹ میں مسما اور جوزیفس نے مسماس و بطلموس نے مسمیز لکھا ہی اور عرب میں اُسکی اولاد بھی مسما کہلاتی ہی پس کچھہ شبہہ نہیں کہ یہہ بیٹا قریب نجد کے اولاً آباد ہوا تھا *

چھٹا — بیٹا حضرت اسمعیل کا دوماہ تھا مشرقی اور مغربی جغرافیہ داں قبول کرتے ہیں کہ یہہ بیٹا تمامہ میں آباد ہوا تھا *

ساتواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا میسا تھا ریورنڈ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ یہہ بیٹا مسوپوٹیمیا میں آباد ہوا مگر یہہ صحیح نہیں ہی کچھہ شبہہ نہیں کہ یہہ بیٹا جب حجاز سے نکلا تو یمن میں آباد ہوا اور یمن کے کوہستانات میں اب تک مسا کا نام قایم ہی ریورنڈ گالڈی پی کاری نے اپنے نقشہ میں اس مقام کا نشان ۴۳ درجہ اور ۳۰ دقیقہ عرض شمالی اور ۴۳ درجہ اور ۳۰ دقیقہ طول شرقی میں قایم کیا ہی *

اٹھواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا حدر تھا اور عہد عتیق میں حداں بھی اُسکا نام

هی یمن میں شہر حدیدہ اب تک اُسی کا مقام بتلا رہا هی اور قوم حدیدہ جو یمن کی ایک قوم هی اُسیکے نام کو یاد دلاتی هی زهیری مورخ کا بھی یہی قول هی اور ریورنڈ مسٹر فاسٹر بھی اُسکو تسلیم کرتے هیں *

نواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا تیما تھا اُنکی سکونت کا مقام قیدہ هی اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہونچ گئے *

دسواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا یطور هی ریورنڈ مسٹر فاسٹر بیان کرتے هیں کہ اسکا مسکن جدور میں تھا جو جبل کسیرنی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع هی *

گیارهواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا نافیش تھا ریورنڈ مسٹر فاسٹر توریت اور جوزیفس کی سند سے لکھتے هیں کہ عربیہا ڈزرٹا میں اُنکی نسل اسی نام سے آباد تھی *

بارهواں — بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدماہ تھا اُنہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی تھی غرضکہ اهل جغرافیہ کی تحقیقاتوں سے ثابت هوتا هی کہ اسمعیل اور اُنکی اولاد کا مسکن حجاز تھا *

مقدمہ دوم حجر اسود اور قربانی کی رسم کو اور کعبہ کا بیت اللہ نام هونے کو خاص ابراهیم سے تعلق هی

خود حضرت ابراهیم اور تمام اُن کی اولاد میں یہہ رواج تھا کہ خدا کی عبادت کی جگہہ پر بطور ایک نشان کے لنبا بن گیڑا پتھر کھڑا کرلیتے تھے اور اُسکو مذبح یعنی قربانی گاہ اور بیت اللہ قرار دیتے تھے اور وهاں خدا کی عبادت بجالاتے تھے اور اُس کے نام پر قربانی کرتے تھے پس کعبہ میں اسی رسم کا برابر جاری چلا آنا اس بات کو ثابت کرتا هی کہ اس معبد کی اصل ابراهیم سے هی *

اُس بات کا ثبوت کہ پتھر اور قربانی اور بیت اللہ نام رکھنے کی رسم ابراهیم سے چلی آئی هی توریت مقدس سے جس کی قدامت میں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا ثابت هوتی هی *

کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷ میں لکھا هی کہ " تب خداوند نے ابرام کو دکہلائی دیکر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دونگا اور اُس نے وهاں خداوند کے لیئے جو اُس پر ظاهر هوا ایک مذبح بنایا " اور اسی باب کی آٹھویں آیت سے ظاهر هوتا هی کہ پھر وهاں سے ابراهام نے کوچ کیا اور آگے جاکر پھر ایک مذبح بنایا اور خدا کے نام سے یعنی خدا کے گھر کے نام سے اُس کو موسوم کیا *

اسی کتاب کے تیرهویں باب کی آٹھویں آیت میں هی کہ بلوطستان ممری میں جو حبرون میں هی ابراهام جا رها اور وهاں خداوند کے لیئے ایک مذبح بنایا *

ان تینوں آیتوں سے ثابت ہی کہ خدا کے لیئے مذبح تعمیر کرنا اور خدا کے نام سے اُس کو پکارنا اور وہاں خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراہیم کا طریقہ تھا *

یہہ طریقہ اُن کی اولاد میں بھی جاری تھا چنانچہ کتاب پیدایش باب ۲۶ ورس ۲۵ میں لکھا ہی کہ بیرشبع میں اسحاق پسر ابراہیم کو خدا دکھلائی دیا اور اُس نے وہاں مذبح بنایا اور خدا کے نام سے اُس کو موسوم کیا " *

اب ہمکو یہہ بتانا رہا کہ یہہ مذبح کس طرح بنایا جاتا تھا اس کی تفصیل بھی توریت مقدس میں موجود ہی *

کتاب خروج باب ۲۰ میں لکھا ہی کہ " اگر میرے لیئے پتھر کا مذبح بناوے تو تراشے ہوئے پتھر کا مت بناؤیو کیونکہ اگر تو اُسے اوزار لگاویگا تو اُسے ناپاک کریگا *

اور اسی کتاب کے باب ۲۴ ورس ۴ میں لکھا ہی کہ " اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں اور صبح کو سویرے اُٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک مذبح بنایا اور اسرائیل کے بارہ سبطوں کے موافق بارہ ستون بنائے گئے " *

اور کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ میں لکھا ہی کہ " یعقوب صبح سویرے اُٹھا اور اُس پتھر کو جسے اُس نے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کی مانند کھڑا کیا اور اُس کے سر پر تیل ڈالا " *

اور اُس مقام کا نام بیت ایل (یعنی بیت اللہ خدا کا گھر) رکھا " *

اور تھا کہ " یہہ پتھر جو میں نے ستون کی مانند کھڑا کیا خدا کا گھر یعنی بیت اللہ ہوگا " *

ان آیتوں سے بخوبی ثابت ہی کہ ابراہیم اور اُس کی اولاد کا یہہ طریقہ تھا کہ خدا کی عبادت کے لیئے مذبح ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کرکر بناتے تھے کبھی اُس کے ساتھہ کوئی مکان بھی بنا دیتے اور کبھی پتھر کھڑا کرنے کے بعد بناتے تھے اور اُس کو بیت اللہ کہتے تھے ' *

بالکل یہی حالت کعبہ کی اور حجر اسود کی ہی جو ایک بن گھڑا لمبا پتھر ہی پہلے صرف حجر اسود کھڑا کیا تھا پھر جب وہاں کعبہ بنایا تو اُس کے کونہ میں اُس کو لگا دیا ' *

توریت میں صرف بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات بیان ہوئے ہیں اور بنی اسمعیل کا اُس میں ذکر نہیں ہی مگر ملکی روایتوں یا جاہلیت کے اشعار میں اُن کا ذکر پایا جاتا ہی — ارزقی کی کتاب اخبار مکہ سے پایا جاتا ہی کہ بن گھڑا پتھر کھڑا کرکر خدا کی عبادت گاہ بنانا صرف بنی اسرائیل ہی میں نہ تھا بلکہ بنی اسمعیل میں بھی بکثرت رایج تھا ' *

چنانچہ اُس نے لکھا ہی کہ " بني اسمعیل و جرہم جو مکہ میں رہتے تھے وہاں رہتے

ان بني اسمعيل و جرهم من ساكني مكة ضاقت عليهم مكة فتفسحوا في البلاد و التمسوا المعاش لهز عمون ان اول ماكانت عبادة الحجارة في بني اسمعيل انه كان لا يظعن من مكة ظاعن منهم الا احتملوا معهم من حجارة الحرم تعظيما للحرم وصبابة بمكة و بالكعبة حيث ماحملوا و ضعوه فطافوا به كالطواف بالكعبة حتى سلخ ذلك بهم الى ان كانوا يعبدون ما استحسنوا من الحجارة و اعجبهم من حجارة الحرم خاصة حتى خلفت الخلوف بعد الخلوف و نسوا ما كانوا عليه و استبدلوا بدين ابراهيم و اسمعيل وغيره فعبدوا الاوثان ، (صفحه ۷۴) —

کي اُن کو گنجایش نہوئي تو وہ ملک میں نکلے اور معاش کي تلاش میں پڑے پس لوگ خیال کرتے ہیں کہ اولاً پتھر کا پوجنا بني اسمعیل میں اس طرح شروع ہوا کہ جب اُن میں سے کوئي مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر اُٹھا لیتا حرم کو بزرگ سمجھکر اور مکہ اور کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے تو اُس پتھر کو رکھہ لیتے اور اُس کے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے پھر اس کي یہاں تک نوبت پہونچي گئي کہ جو پتھر اچھا دیکھتے اور جو حرم کا پتھر عجیب اور اچھا معلوم ہوتا اُس کي عبادت کرتے اسي طرح پشتوں پر پشتیں گذر گئیں اور بھول گئے جو بات پہلي تھي اور ابراھیم اور اسمعیل کے دین کو بدل دیا اور بتوں کو پوجنے لگے *

مسلمانوں کي کتابوں میں اس پتھر کي نسبت نہایت قصہ آمیز روایتیں لکھي ہیں اور ترمذي اور ابن ماجہ و دارمي میں بھي چند عجیب عجیب روایتیں آئي ہیں جیسا کہ یہہ پتھر نہایت پرانا ہی اور حضرت ابراھیم کے ساتھہ منسوب ہونے سے قدیمي ہونے پر تقدس اور زیادہ ٹھوکا ہی ویسے ہي لوگوں نے اس کي نسبت جیسا کہ پراني باتوں کي نسبت دستور ہی قصہ آمیز اور تعجب انگیز روایتیں بنالي ہیں — قران مجید میں اس پتھر کا مطلق ذکر نہیں ہی اگر درحقیقت وہ ایسا ہي ہوتا جیسا کہ روایتوں کے بنانے والوں نے بیان کیا ہی تو ممکن نہ تھا کہ باوجودیکہ قران مجید میں کعبہ کے بنانے کا ذکر ہی اور اس پتھر کا ذکر نکلا جاتا * جس قدر روایتیں اس پتھر کي نسبت آئي ہیں سب مجروح و مرجوح ہیں اور کسي کي سند قابل اعتبار کے نہیں ہی اور نہ اُنکا سلسلہ درستي اور صحت سے رسول خدا صلعم تک پہونچنا ہی مگر اُن روایتوں کا خلاصہ بیان کرنا خصوصاً اُنکا جو ترمذي و ابن ماجہ و دارمي میں ہیں خالي از لطف نہوگا *

روایتوں میں بیان ہوا ہی کہ یہہ پتھر حضرت جبریل بہشت سے لائے تھے اور وہ اول اول دودہ کي مانند سفید تھا لیکن انسان کے گناہوں نے اُسے سیاہ کردیا ، ایک روایت کا یہہ مضمون ہی کہ وہ بہشت میں کے جواہرات میں کا ایک لعل ہے بہا ہی خدا نے اُس کي چمک دمک لے لي ہی اگر نہ لیتا تو تمام دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک منور ہو جاتي ، ایک اور روایت میں ہی کہ " قیامت کے دن اس پتھر کے دو آنکھوں اور ایک زبان ہوگي جن کے ذریعہ سے وہ اُن کو پہچان لیگا اور اُن کے نام بتا دیگا جنھوں

نے اُس دنیا میں اُس کو بوسہ دیا ہی " ایک لا مذہب نے اُس روایت کو سنکر کہا کہ جب دنیا میں اُس کی آنکھیں نہیں ہیں تو قیامت میں آنکھیں ملنے سے وہ کیونکر شناخت کرلیگا ایک احمق مسلمان نے جواب دیا کہ خدا کی قدرت سے لا مذہب بولا کہ تو پھر آنکھیں دینے کی کیا ضرورت ہی — بالفرض اگر کوئی ان روایتوں کو صحیح تسلیم کرے تو اُن کے الفاظ کے لغوی معنی نہیں لیئے جاوینگے بلکہ اُن کو بطور استعارہ قرار دیا جاویگا اور اس صورت میں اُن کا مقصود یہہ ہوگا کہ کسی آدمی کے افعال جو اُس نے دنیا میں کیئے ہیں قیامت میں پوشیدہ نہیں رہینگے — اس قسم کے مضامین کو استعارہ میں بیان کرنے سے مقصود یہہ ہوتا ہی کہ عام لوگ اُس کو بآسانی سمجھہ لیتے ہیں جیسیکہ کہا جاتا ہی کہ قیامت کے دن آدمی کے ہاتھہ گواہی دینگے کہ اُس نے اُن سے کیا کیا ہی اور اُس کی زبان اُن سب باتوں کو بیان کریگی جو اُس کے ہونٹوں سے نکلی ہیں اور جس زمین پر وہ اِترا اِترا کر غرور و تکبر کی چال سے چلا تھا وہ اُسکی گواہی دیگی ان سب روایتوں کا مطلب یہہ ہی کہ انسان کی زندگی کا ہر ایک کام خدا سے مخفی نرہیگا اگرچہ اب بھی مخفی نہیں ہی— مگر اصل بات یہہ ہی کہ ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں اور ان موضوع روایتوں نے ایسی خرابی ڈالدی ہی کہ اصلی و صحیح بات بھی تاریکی میں پڑگئی ہی — مگر ازرقی نے ایک روایت کتاب اخبار مکہ میں لکھی ہی اگر اُس کے زواید اور مبالغہ آمیز باتوں سے جو اُس میں شامل ہیں قطع نظر کی جاوے تو اُس سے اصلیت اُس کی کسی قدر معلوم ہوتی ہی - بعد ایک قصہ بیان کرنے کے اُس میں لکھا ہی کہ حجر اسود کو اللہ تعالی نے طوفان نوح کے زمانہ میں ابوقبیس پہاڑ کو سپرد کردیا تھا اور اُس کو سمجھا دیا تھا کہ جب تو میرے خالص دوست یعنی ابراھیم کو دیکھے کہ وہ میرا گھر بناتا ہی تو اس پتھر کو نکال دیجیو ہر ایک شخص اس روایت سے سمجھہ سکتا ہی کہ صحیح بات صرف اس قدر ہی کہ یہہ پتھر جبل ابوقبیس میں کا جو مکہ کے پاس ہی ایک پتھر ہی حضرت ابراھیم نے مثل اپنی عادت و طریقہ کے اول اس پتھر کو بطور مذبح کے کھڑا کیا جب اُن کی اولاد یہاں مستقل رہنے لگی تو اُنہوں نے مکان مذبح بھی بنایا اور اُس پتھر کو اُس کے کونہ میں لگا دیا *

و کان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح و قال اذا رایت خلیلی مبنی بیتی فاخرجہ لہ الخ (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۲۲)

اُسی کتاب میں یہہ بھی ایک تہلک روایت لکھی ہی کہ " وہ دو دفعہ آتش زدگی میں جلنے کے سبب سے اسقدر کالا ہوگیا ہی — ایک دفعہ زمانہ جاھلیت میں قریش کے زمانہ میں ایک عورت کے ہاتھہ سے کعبہ کے پردہ میں خوشبو جلاتے وقت آگ

و انما شدۃ سوادہ لانہ اصابہ الحریق مرۃ بعد مرۃ فی الجاھلیۃ والاسلام فاما حریقۃ فی الجاھلیت فانہ ذھبت امراۃ فی زمن قریش

تجمر الكعبة فطارت شرارة في استار الكعبة فاحترقت الكعبة و احترق الركن الاسود و اسود و توهنت الكعبة فكان هو الذي هاج و يشاعلي هدمها و بنائها و اما حريقة في الاسلام ففي عصر ابن الزبير ايام حاصرة الحصين بن نمير الكندي احترقت الكعبة و احترق الركن فتفلق ثلاث فلق حتى شعبه ابن الزبير بالفضة فسوداذلك (صفحه ٣٢)-

لگ گئي تهي جس کے سبب سے کعبه اور حجر اسود دونوں جل گئے تھے اور حجر اسود کالا هوگیا تهه اور ایک دفعه زمانه اسلام میں ابن زبیر کے وقت میں کعبه میں آگ لگي تهي اور حجر اسود چلکر تین ٹکڑے هوگیا تها اور ابن زبیر نے اُس کے گرد چاندي کا حلقه چڑها دیا تها *

یهه پتهر جو کعبه کے کونه میں لگایا گیا تها اُس سے مقصود اُس پتهر کي پرستش نه تهي بلکه صرف اِس لیئے لگایا گیا تها که کعبه کا طواف (جسکي حقیقت هم بیان کرینگے)

حدثني جدي قال حدثنا سفيان بن عيينة عن مجاهد عن الشعبي قال لما امر ابراهيم ان يبني البيت و انتهى الى موضع الحجر قال لاسمعيل ائتني بحجر ليكون علما للناس يبدؤن منه الطواف فاتاه بحجر فلم يرضه فاتي ابراهيم بهذا الحجر ثم قال اتاني به من لم يكلني علي حجرك (كتاب اخبار مكه صفحه ٢٩)

شروع هونے اور ختم هونے کي نشاني هو چنانچه کتاب اخبار مکه ازرقي میں لکها هی که جب ابراهیم کو حکم هوا که خدا کا گهر بنائے اور جب وه بناتے بناتے وهاں پهنچے جهاں اب حجر اسود هی تو اُنهوں نے اسمعیل سے کها که ایک پتهر لاؤ تاکه وه لوگوں کے لیئے ایک نشاني هو اور اُسي سے طواف شروع کیا کریں وه ایک پتهر لائے ابراهیم نے اُس کو پسند نهیں کیا پهر ابراهیم کو یهه پتهر مل گیا پهر ابراهیم نے (اسمعیل کے اس سوال کے جواب میں که یهه پتهر کهاں سے آیا) کها که اُس نے دیا جس نے تمهارے پتهر کے بهروسه پر مجهے نهیں رکها *

منتدر باالله ابوالفضل جعفر ابن معتضد کے عهد میں جو سنه ٢٩٠ هجري میں خلیفه هوا تها قرامطه حجر اسود کو کعبه سے اُکهاڑ کر لیگئے تهے مدت بعد لاکر پهر رکهدیا *

مقدمه سوم کعبهٔ بلاشبهه بیت العتیق هی

ملکی اور مذهبي روایتوں کے سوا غیر مذهب مورخوں کی تحقیقات سے بهي کعبه کا نهایت قدیم زمانه سے موجود هونا ثابت هوتا هی مسٹر گبن جیساکه وه نهایت مشهور مورخ هی ویساهي نهایت بڑا عالم اور فلسفي هی اُس نے اپني تاریخ میں کعبه کے ذکر میں بیان کیا هی که کعبه کي صحیح قدامت سنه عیسوي سے پهلے کي هی ساحل بحر احمر کے ذکر میں ڈایوڈورس یونانی مورخ نے تهمودیت اور سبیین کے بیان میں ایک مشهور و معروف معبد (یعني کعبه) کا ذکر کیا هی جس کے اعلی درجه کي تقدس کي تمام اهل عرب تعظیم کرتے تهے ، اگر ڈایوڈورس کے زمانه میں کعبه ایک مشهور و معروف معبد تها جسکے اعلی درجه

کے تقدس کي تمام عرب تعظيم کرتے تھے تو همکو اُس کي اصليت کو درحقيقت ايک نهايت قديمي زمانه (ابراهيم کے زمانه) سے منسوب کرنا چاهيئے *

سر وليم ميور صاحب اس پر ايک معترضانه تقرير لکهتے هيں وه کهتے هيں که " جو کچهه ڈايوڈورس نے لکها هی اُس سے عرب کي اس روايت کي صحت پر که کعبه اور اُسکے تمام مراسم کي اصليت ابراهيم و اسمعيل سے هی کهونکر قياس هوسکتا هی — عرب کي يهه روايت مسلمانوں کي بنائي هوئي نه تهي بلکه آنحضرت صلعم کے زمانه سے بهت مدت پهلے اهل مکه کي عام راے تهي ورنه قرآن ميں بطور ايک حقيقت مسلمه کے اُس کا ذکر نهوتا اور نه بعض مقامات کے نام جو کعبه کے گرد واقع هيں ابراهيم و اسمعيل سے متعلق کيئے جاتے جيسا که وه متعلق کيئے گئے هيں " *

مگر هم سمجهتے هيں که سر وليم ميور نے بلاشبهه يهاں غلطي کي هی جو کچهه ڈايوڈورس نے لکها هی اُس سے عرب کي اُس قديم روايت کي صحت کا ثبوت هوتا هی اِسبات سے که مذهب اسلام سے پيشتر اهل عرب تسليم کرتے تهے که کعبه کو اور اُن تمام مراسم کو جو کعبه سے علاقه رکهتي هيں ابراهيم سے تعلق هی اُسکي اصليت و صحت نهايت مضبوطي سے ثابت هوتي هی کهونکه اگر ايسا نهوتا تو کيا وجهه تهي که اهل عرب نے اور بهي جرهم نے اور تمام مختلف عرب کي قوموں نے اُسکو ابراهيم اور اسمعيل سے منسوب کيا تها — عرب ايک بهت پرست قوم تهي اور ابراهيم بت شکني ميں ايک مشهور شخص تها اسلئے ضرور تها که تمام عرب کي قومیں ابراهيم و اسمعيل سے نفرت کرتيں اور کبهي اپنے معبد کو ابراهيم يا اسمعيل سے منسوب نه کرتيں باوجود اِس مغايرت و مفاقرت کے تمام عرب کي قوموں کا اِسبات کو تسليم کرنا که کعبه کو اور اُس کے مراسم کو ابراهيم اسمعيل سے تعلق هی علاوه اُسکي صحت و اصليت کي دليل هی نه اُسکے برخلاف جيسا که سر وليم ميور نے تصور کيا هی " اِس روايت کا اسلام کے زمانه سے پيشتر بطور حقيقت مسلمه کے تسليم هوتا چلا آنا همارے لئے دليل هی نه همارے مخالف کے ليئے *

مقدمه چهارم سر وليم ميور کے اعتراضوں کي ترديد

سر وليم ميور نے اپني کتاب مسمي لائف آف محمد ميں بلا کسي دليل اور بغير کسي ثبوت کے ان تمام واقعات سے جن سے کسي مورخ نے انکار نهيں کيا انکار کيا هی اور ايک خيالي اور فرضي بات کو جو اُن کے دل ميں آئي حقيقت واقعه قرار ديا هی جسکي تردید هم کرنا چاهتے هيں ، معلوم هوتا هی که سر وليم ميور نے اپنے خيال کي فرضي سچائي قائم کرنے کو جو في نفسه سچ نهيں هی حسب تفصيل ذيل وجوهات قائم کي هيں *

اول — اُنهوں نے يهه بات فرض کرلي هی که مکه کے قريب اسمعيل کا آباد هونا اور يهه بات که يقطان اهل عرب کے مورث اعلی تهے سب بناوٹ اور قصه هی اور هر قسم کی

تواریخی سچائی اور احتمال سے میرا ہی *

لیکن اسبات کے کہنے سے پہلے سر ولیم میور پرفرض تھا کہ یہہ بات بیان کرتے کہ اہل عرب کو اگر وہ نسل میں اور رسومات میں اور مذہب میں یقطان اور اسمعیل سے بالکل مختلف تھے تو اس مفارقت کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور کیوں تمام ملک اور تمام قبیلے جو آپس میں نہایت دشمن اور سخت عداوت رکھتے تھے اور روز خانہ جنگیاں اور باہمی لڑائیاں کرتے تھے اس ایک بات پر متفق ہوگئے تھے *

عرب کی تمام تاریخوں سے جنکو عیسائی مورخوں نے بھی تسلیم کیا ہی ثابت ہوتا ہی کہ یقطان عرب کا مورث اعلی تھا ان تمام باتوں کی کس طرح سر ولیم میور تردید کرتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر بمقابل ثبوت کے صرف انکار کردینا کافی نہیں ہی *

یونانی مورخ اہل جغرافیہ حجاز میں اسمعیل کی اولاد کی سکونت کا نشان بتاتے ہیں یونانی مورخوں نے حجاز کی اُن قوموں کا ذکر کیا ہی جو اسمعیل کے بیٹوں کے نام سے موسوم تھیں اُن سب واقعی باتوں کو سر ولیم میور کسطرح معدوم کرتے ہیں *

دوم — وہ فرماتے ہیں مگر صرف از راہ خود پسندی کہ " اس عقیدہ باطل کے اصلی اجزا میں کسی بات کا ایسا کوئی نشان نہیں ہی کہ جو حضرت ابراہیم سے متعلق ہو ' حجر اسود کا بوسہ دینا کعبہ کے گرد طواف کرنا ' مکہ اور عرفات اور منا میں رسمیات کا ادا کرنا اور مقدس صحیفوں اور مقدس ملک کی تعظیم کرنا ان سب باتوں کو حضرت ابراہیم سے یا اُن خیالات اور اصول سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہی جو غالباً اُن کی اولاد کو اُن سے پہنچیں یہہ باتیں یا تو ٹھیک ٹھیک مختص المقام تھیں یا اُن کو بت پرستی کے اُس اصول سے جو جزیرہ عرب کے جنوب میں جاری تھے تعلق تھا اور وہاں سے بقی جرہم یا بقی قطورہ یا ازدایت یا کوئی اور قوم جو یمن سے نقل مکان کرکے مکہ میں آباد ہوئی تھی اپنے ساتھہ لائی تھی " *

مگر ہم کو افسوس ہی کہ سر ولیم میور نے بقی ابراھیم یا بقی اسرائیل کی تمام رسمیات سے جو اُن کے ہاں جاری تھیں یک لخت چشم پوشی کرلی ہی ورنہ وہ دیکھتے کہ ان رسمیات میں اور بقی اسرائیل کی رسمیات میں بالکل اتحاد پایا جاتا ہی *

حجر اسود وہی مذبح ہی جسکو خدا کے حکم سے ابراھیم ' اسحاق ' یعقوب ' اور موسی بناتے تھے (دیکھو کتاب پیدایش باب ١٢ ورس ٧ و ٨ باب ١٣ ورس ١٨ و باب ٢٦ ورس ٢٥ و باب ٢٨ ورس ١٨ و ١٩ و ٢٢ کتاب خروج باب ٢٠ ورس ٢٥ و باب ٢٤ ورس ٤) بوسہ کے خاص فعل کی نسبت ہم جدا لکھینگے اس مقام پر جو سر ولیم میور نے اُس کا ذکر کیا اُس سے ایک عام مقصد یہاں کرنا معلوم ہوتا ہی یعنی پتھر کی تعظیم ' مگر اُنہوں نے ان پتھروں کی اُس تعظیم کو فراموش کردیا جو ابراھیم اسحاق و یعقوب و موسی کرتے

تھے یہہ سب بزرگ ایسے پتھروں کو مقدس جانتے تھے خدا کے نام سے اُن کی تعظیم کرتے تھے یعقوب نے اُسپر تیل ڈالا (دیکھو پیدایش باب ۲۸ ورس ۱۹) جو اُس زمانہ کے دستور کے موافق غایت الغایت تعظیم پرستش کے قریب تھی — یعقوب نے کہا کہ یہہ جگہہ خانہ خدا ہوگی دیکھو کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۲۲ خدا نے صاف کہا کہ اس گھر کے اوپر مت چڑھو تاکہ تمہاری شرمگاہ اسکے اوپر ننگی نہوجاوے (دیکھو کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۲) پس اب کونسا دقیقہ تعظیم کا باقی رہ گیا ہی جو اس قسم کے پتھروں کی نسبت بنی ابراہیم میں جاری نہ تھا جس کے سبب سر ولہم مور ' حجر اسود کی اس خفیف تعظیم کو (اگر وہ ہو بھی) بنی ابراہیم کی رسم سے جدا کر کر عرب کے بت پرستوں کی رسم بتاتے ہیں *

ایک گھر کا خدا کے واسطے بنانا اور بیت اللہ اُس کا نام رکھنا جسمیں کعبہ ہی اگر ابراہیم کی رسومات سے نہ تصور کیا جاوے تو رہ کون تھا (یعنی موسیٰ) جس نے بمقام گیعون بیابان میں خدا کا گھر بنایا (دیکھو کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۴ و کتاب اول تاریخ الایام باب ۲۱ ورس ۲۹) *

اور وہ کون تھا (یعنی داؤد) جس نے خرمنگاہ ارنان یبوسی کو خدا کا گھر بنانے کو مول لیا اور پتھر و لکڑی و لوہا و پیتل اُسکے بنانے کو جمع کیا (دیکھو کتاب اول تاریخ الایام باب ۲۲) *

اور وہ کون تھا (یعنی سلیمان) جس نے بعد کو خرمنگاہ ارنان یبوسی میں نہایت عالیشان مکان بنایا جس کو خدا کا گھر اور بیت المقدس نام ملا (دیکھو کتاب تاریخ ایام دوم باب ۳) *

پس کعبہ کی بنا کو اور اُس کو خدا کا گھر قرار دینے کو ابراہیم کی طرف منسوب نہ کرنا بلکہ عرب کے بت پرستوں کی رسم بتانا نہایت تعجب کی بات ہی *

مکہ میں خاص کعبہ کے ساتھہ جو رسم ادا کی جاتی ہی وہ صرف طواف ہی (جسکی حقیقت ہم بیان کرینگے) سر ولہم مور کو اس رسم کی نسبت ابراہیمی رسم ہونے سے انکار کرنا اُس وقت مناسب تھا جبکہ اولاً وہ کسی تاریخ یا توریت مقدس سے یہہ بات ثابت کرلیتے کہ ابراہیم و اسحق و یعقوب نے جو مذبح اور بیت اللہ بنائے تھے اُن میں وہ کیا کیا کرتے تھے اس واسطے کہ توریت سے موسیٰ کے وقت سے پیشتر صرف خدا کے نام یا عبادت کے لیئے اُن گھروں کا بننا تو معلوم ہوتا ہی مگر اُس سے عبادت کا طریقہ نہیں معلوم ہوتا اور ہمکو اس بات کے یقین کرنے کی قوی وجہہ ہی کہ اُس زمانہ میں خدا کی عبادت کا طریقہ یہی تھا جو طواف کی صورت میں پایا جاتا ہی اور اسمعیل کی اولاد نے اپنے دادا کے اُسی طریقہ کو اور اُسی ہیئت کو اب تک قایم رکھا ہی *

همکو اُمید هی که سر ولیم میور اس بات کو بخوبی جانتے هوں که حج خانه کعبه کا نهوں هوتا حج کو خانه کعبه سے کچهه تعلق نهوں هی پس یهه نه سمجهنا چاهیئے که مسلمانوں کے مذهب میں خانه کعبه کا حج هوتا هی *

عرفات - ایک ایسی چیز هی جو خاص ابراهیم اور اُس کی اولاد سے علاقه رکهتی هی هزاروں جگهه توریت میں آیا هی که خدا ابراهیم کو مرئی هوا خدا اسحاق کو مرئی هوا خدا یعقوب کو مرئی هوا خدا موسیٰ کو مرئی هوا پس ٹهیک ٹهیک یهی معنی عرفات کے هیں جس پهاڑ پر جو قریب مکه کے هی خدا ابراهیم واسمعیل کو مرئی هوا اُس پهاڑ کا نام جبل عرفات هی " معلوم نهوں که سرولیم میور نے جبل عرفات کو کیا سمجها جو اُس کی نسبت کها که اُس کو ابراهیمی رسوم یا حالات سے کچهه تعلق نهوں هی *

عرفات ایک ایسی چیز هی جو تمام دنیا کے بت پرستوں سے کچهه بهی مناسبت نهیں رکهتی یهه خاص امر ابراهیم کی نسل میں مروج تها اس مقام پر هم اس کے مطلب پر که خدا کهونکر دکهائی دے سکتا هی بحث نهیں کرنا چاهتے اور نه ان الفاظ کے مطلب و مراد سے بحث منظور هی بلکه یهاں صرف یهه ثابت کرنا مقصود هی که عرفات کا استعمال بجز خاندان ابراهیم کے دنیا کے اور کسی خاندان یا مذهب میں نه تها اور اس لیئے عرفات یا جبل عرفات کے نام سے اُس کا خاص تعلق ابراهیم سے ثابت هوتا هی *

یهی مقام هی جهاں حاضر هونے کو حج کهتے هیں وهاں کوئی چیز نهوں هی پهاڑ تلے کا میدان هی اُس میں لوگ جمع هوتے هوں اور خدا کی یاد کرتے هوں اُس کی تمجید کرتے هوں اُس قدوس کو قدوس قدوس کهه کر یاد کرتے هیں اُس مجمع میں صرف خطبه پڑها جاتا هی جسمیں خدا کی تعریف هوتی هی اور خدا کے احکام سنائے جاتے هوں ٹهیک اُسیطرح جسطرح که موسی نے کوه سینا کی تلهٹی میں سنائے تهے پس غور کرنا چاهیئے که اس رسم کی اصلیت بت پرستوں سے پائی جاتی هی یا خاص ابراهیم سے *

منا کا مقام صرف قربانی کے لیئے هی وهاں بجز قربانی کے اور کوئی رسم نهوں هوتی تمام توریت قربانی کی رسم سے بهری پڑی هی جهاں بیت الله بنایا تها وهاں قربانی هوتی تهی اور اسی قربانی کے سبب سے بیت الله مذبح کے نام سے پکارا جاتا تها منا اور خانه کعبه نهایت قریب هی اور اسلیئے قربانی نذر کرنے کے لیئے وه مقام قرار دیا گیا تها - هاں ابراهیم اور یعقوب و اسحاق اور موسی اور داؤد اور سلیمان کی قربانی اور مذهب اسلام کی قربانی میں یهه فرق هی که اُس قربانی میں جانور کو مار کر اُسکی لاش کو آگ میں جلا دیتے تهے اس خیال سے که خدا کو اُس کی خوشبو یعنی چربی پسند آتی تهی مذهب اسلام میں وه

قرباني غريب و محتاج لوگوں کو تقسيم کي جاتي هي تاکه وه بهوک کي سختي سے محفوظ رهيں پس اگر اسي امر کے سبب سر ولڈم ميور نے مذا کي رسومات کو بت پرستي کي رسوم تصور کيا هي تو کچهه افسوس کي بات نهيں هي کيونکه هر ذي عقل اُس پهلي قرباني سے اس پچهلي قرباني کو نهايت عمده اور بهتر سمجهتا هوگا (اس امر کي تحقيق که مذهب اسلام ميں قرباني کيا چيز هي هم جداگانه لکهينگے) *

کسي ملک کو مذهب اسلام نے مقدس نهيں ٹهرايا بلکه مقدس جگهه کو جو خاص خدا کي پرستش کو مقدس هاتهوں سے بنائي گئي تهي مقدس ٹهرايا هي يهه بهي ابراهيم هي کا طريقه تها اور برابر اُس کي اولاد ميں چلا آتا تها جهاں وه خانه خدا يا مذبح بناتے تهے اُس کو مقدس ٹهراتے تهے موسيٰ کو خدا نے کها که سينا پهاڑ کے ليئے حد ٹهرا اور اُس کو مقدس کر (کتاب خروج باب ١٩ ورس ٢٣) وه کون تها (يعني خدا) جس نے کها که " مقام مقدس مرا احترام نمائيد (سفر لويان باب ٢٦ ورس ٢) اسي طرح بيت المقدس کو مقدس ٹهرايا خانه کعبه کے ليئے بهي جب سے وه بنا ايک حد ٹهرائي گئي جو حرم کهلاتي هي اور اُس کو اُس مقدس نام کے ادب کے ليئے جس کے نام پر وه پاک جگهه بنائي گئي مقدس ٹهرايا تها يهه بهي ايک نهايت عمده ثبوت اس بات کا هي که بهت الله کو اور حرم کو مقدس ٹهرانا خاص ابراهيم سے تعلق رکهتا هي نه بت پرستوں کي رسم سے *

هاں سر ولڈم ميور کي ايک بات کو ميں تسليم کرونگا که رجب اور ذيقعده اور ذيحجه اور محرم کے چار مهينوں کا مقدس ٹهرانا زمانه جاهليت کي رسم تهي اُن کو مقدس اس مراد سے ٹهرايا تها که اُن مهينوں ميں زمانه جاهليت کے عرب لڑائي نهيں لڑتے تهے — عرب کي قومين نهايت مفسد اور خانه جنگ تهيں برسوں تک آپس ميں لڑائي جاري رهتي تهي اور اُن چار مهينوں ميں عام قومين کو مکه ميں آنا اور حج کرنا اور کعبه کے بيڑوں کو پوجنا هوتا تها پس اُن سب قومون نے آپس ميں عهد کرليا تها که ان دنوں ميں لڑائي موقوف رهيگي پس يهي وجهه تهي که اُنهوں نے ان مهينوں کا اشهر حرم نام رکها تها مگر سر ولڈم ميور نے جو غلطي کي هي وه يهه هي که مذهب اسلام نے بهي اُن کو مقدس مانا هي حالانکه مذهب اسلام نے اُن کي تقديس کو رد کرديا هي اور کوئي مهينا مسلماني مذهب ميں مقدس نهيں رها هي اسلام نے کها که چار مهينے جو مقدس ٹهرائے گئے هيں اُن ميں تم لڑائي کي ابتدا مت کرو ليکن اگر کافر لڑيں تو لڑو *

خدا تعالي سورهٔ توبه ميں فرماتا هي که " گنتي مهينوں کي الله کے نزديک برس کے بارہ مهينے هيں خدا کے مقرر کيئے هوئے حکم ميں جب سے که آسمان و زمين پيدا کيا (يعني لوند کے مهينه کا اُس ميں حساب نهيں هي) اُنهي ميں سے چار

ان عدة الشهور عندالله اثناعشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم

ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافة (سورة توبة) —

مہینے وہ ہیں جن کو اہل عرب اشہر حرم کہتے ہیں یہی ٹھیک حساب ہی اب خدا تعالی فرماتا ہی کہ اُن چار مہینوں پر کچھہ حصر نہیں ہی بلکہ تم اُن بارہ کے بارہ مہینوں میں آپس میں مت لڑو اور تمام کافروں سے لڑو جس طرح کہ وہ تم سے لڑیں — پس یہہ آیت اس بات کی دلیل ہی کہ مذہب اسلام میں اشہر حرم نہیں مانے جاتے بلکہ بارہ کے بارہ مہینے ایک سے ہیں *

ضمیمہ فیہن کی اثنا عشر شہرا کی طرف راجع ہی نہ اربعة کی طرف *

سوم — وہ فرماتے ہیں کہ " عرب کے خاص طریقے سبیئن ازم اور بت پرستی اور پتھر کی پرستش تھی اور ان سب کو مکہ کے مذہب سے بڑا تعلق تھا " *

ہمکو اس بات کے قبول کرنے میں کچھہ تامل نہیں ہی کہ زمانہ جاہلیت میں جو طریقے مکہ میں جاری تھے اُن میں بہت کچھہ رسومات بت پرستی کی شامل ہوگئی تھیں — سبیئن ازم یعنی صابئین کا مذہب بھی اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہا تھا اُس میں ہزاروں باتیں کفر و شرک اور کواکب کی پرستش کی داخل ہوگئی تھیں اور وہ بگڑا ہوا مذہب اور بت پرستی آپس میں ملکر زمانۂ جاہلیت میں اُس نے نہایت عجیب صورت پیدا کی تھی — مگر جو خاص باتیں ابراہیم کے مذہب کی اُن میں پائی جاتی تھیں اُن کو بھی سرولیم میور بت پرستی سے منسوب فرماتے ہیں یہی اُن کی غلطی ہی — خانہ کعبہ کو اور ابراہیمی اور اسمعیلی نماز کے طریقہ کو جس کو اب طواف کعبہ کہتے ہیں (اور جس کی اصل ہم بیان کرینگے) سبیئن ازم یا بت پرستی سے کچھہ تعلق نہ تھا — پتھو یا حجر اسود کی پرستش جس کو سرولیم میور خاص عرب کا دستور بیان کرتے ہیں (اگر درحقیقت وہ پتھر کی پرستش ہی ہو) خاص ابراہیم کا طریقہ تھا جیسا کہ ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں — یہہ طریقہ خاص ابراہیم سے پیدا ہوا اور یعقوب و اسحاق اور اسمعیل اور موسی نے اُس کی پیروی کی جو بن گھڑے اور نگے پتھروں کو ستون کی مانند کھڑا کرتے تھے اور اُن پر تیل چڑھاتے تھے — خواہ یوں کہو کہ مہادیو کی پنڈی کی طرح اُن پتھروں کی پرستش کرتے تھے — غرضکہ جو کچھہ اُن کی نسبت کہو ہم تسلیم کرلینگے مگر یہہ بات کہ وہ طریقہ ابراہیمی نہ تھا بلکہ خاص عرب کے بت پرستوں کا طریقہ تھا جیسا کہ سرولیم میور بیان کرتے ہیں تسلیم نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کی غلطی صلانیہ ثابت ہی *

ان تمام قابل افسوس قیاسات اور فرضی قصوں کے بعد سرولیم میور نے مکہ کی ابتدا اور مکہ کے مذہب کی ایک فرضی تاریخ بیان کی ہی اور ہرایک بات کو بلا دلیل اور بغیر

ثبوت کے فرض کرلینے کے بعد سرولیم میور بالطبع (جو درحقیقت ایسا ہی ہونا ضرور تھا) اپنے عالی دماغ اور تو و تازہ موج زن ذہن کے ایجادات کو عرب کی واقعی تاریخ سے مطابق کرنا ناممکن پاتے ہیں — مگر جس طرح کہ سرولیم میور کا خیال بہت بلند اور فکر بہت تیز ہی اُس کی بہ نسبت اُن کے قلم تیز رفتار کی جولانی بھی کچھ کم نہیں ہی — پس وہ ایک لمحہ میں اپنے خیال کو جولانی دیکر اپنے قلم کے چند اشاروں سے تمام ناممکن باتوں پر غالب آتے ہیں — مگر جو کہ اُن کے قلم سے نکلی ہوئی وہ باتیں نہ تواریخی واقعات ہیں اور نہ عرب کی مختص المقام روایتوں اور نہ کتاب مقدس کی سچی باتیں بلکہ صرف سرولیم کے عجیب و غریب کام کرنے والی خیال کی ایجادیں ہیں — اور کسی قسم کی معتبر سند اور ہرایک قسم کی تائید و تصدیق سے مبرا ہیں اس وجہ سے ہم اُن کو اپنے اس خطبہ میں ذکر کرنا محض بیفائدہ سمجھتے ہیں *

تعمیر ابراھیم

پرانی باتوں کے ساتھ ہمیشہ قصے و کہانیاں لوگ ملا دیتے ہیں اُنکو مقدس و متبرک بنانے کو ایسے ایسے واقعات اُنکے ساتھ منسوب کرتے ہیں جنکی کچھ بھی اصل نہیں ہوتی — مذہب اسلام میں بھی لوگوں نے ایسا ہی کیا ہی — مکہ کی نسبت جو حالات روایتوں میں مذکور ہیں اُنکا بھی یہی حال ہی قران مجید میں بہت تھوڑے لفظ ہیں اور نہایت مختصر اُنکا مطلب ہی کہ ابراہیم نے خدا کی عبادت کے لیئے مسجد بنائی اور خدا سے دعا کی کہ تو اُسکو اپنے مبارک نام پر قبول کر — مگر مورخوں نے اُسپر وہ حاشیئے چڑھائے اور وہ واقعات لگائے کہ نعوذ باللہ خدا کو بھی معلوم نہ تھے — پس ایک منصف شخص کا یہہ کام نہیں ہی کہ اُن جھوٹی باتوں کو جنکو ہم خود جھوٹا کہتے ہیں مذہب اسلام قرار دے اور پھر اُسپر اعتراضات کی بنا قایم کرے کیونکہ وہ تو بنائے فاسد علی الفاسد ہی اور نہ اُس شخص کو جسکے دل میں اسلام کی جانب سے کچھ شبہہ پیدا ہو یہہ مناسب ہی کہ اُن جھوٹی روایتوں سے دگمگاوے کیونکہ وہ تو خود جھوٹی ہیں — مگر جو واقعات کہ مبالغہ آمیز تقدس کے ساتھہ بیان ہوتے ہیں اُن میں اصلی واقعات بھی شامل ہوتے ہیں اسلیئے ہر عقلمند و منصف کو لازم ہی کہ اُن اصلی واقعات کو اُن جھوٹی باتوں سے تابمقدور چھانٹ لے اور پھر اُسپر جو وہ چاہے اپنی راے قایم کرے *

تمام روایتیں جو مکہ کی نسبت کتابوں میں مندرج ہیں سب کی سب نامعتمد و غیر مستند و مشتبہ ہیں اور اُن میں سچی اصلی بات کے ساتھہ بہت کچھہ جھوٹ اور قصے و کہانیاں شامل کردیئے ہیں — مگر جسقدر کہ سچ ہی وہ اُن سے بخوبی ممیز ہوسکتا ہی — چنانچہ ہم اس خطبہ میں اُسقدر تحریر پر اکتفا کرینگے جسقدر کہ ہمارے نزدیک سچ ہی *

حضرت ابراهیم نے بیت اللہ بنانے کو پہاڑ کی گھاٹی میں جہاں اس قسم کی عمارتیں بنانے کو بالطبع جگہہ پسند کی جاتی ہی جگہہ پسند کی اور زیادہ تر پسند کرنے کی وجہہ یہہ تھی کہ چشمہ زمزم کے نہایت قریب تھی وہاں اُنہوں نے حضرت اسمعیل کی شرکت سے کعبہ یعنی مسجد بنائی کتابوں میں اُس کا ارتفاع نو درعہ اور ایک طرف کا عرض بیس اور ایک طرف کا بائیس اور ایک طرف کا طول اکتیس اور ایک طرف کا بتیس لکھا ہی اگر یہہ پیمایش صحیح ہو تو اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس نیک زمانہ میں پیمایش کے آلات نہ تھے اور قائمی زاویے نہیں نکل سکتے تھے غالباً اسی وجہہ سے ہر مقابل کے ضلعے مساوی نہیں بن سکے *

قیل البیت و جعل طوله فی السماء تسعة اذرع و عرضه فی الارض اثنین و ثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر من وجهه و جعل عرض مابین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیه الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظهرها من الرکن الغربی الی الرکن الیمانی احد و ثلاثین ذراعا وجعل عرض شقها الیمانی من الرکن الاسود الی الرکن الیمانی عشرین ذراعا (کتاب اخبار مکه ازرقی صفحه ۳۱) -

جو پیمایش کہ مذکور ہوئی ہی اُسکے مطابق ہم اس مقام پر نقشہ کعبہ کا ثبت کرتے ہیں جس سے اُسکی قطع بخوبی معلوم ہوگی - دائیں طرف جو حصہ نقطوں سے گہرا ہوا ہی حضرت ابراھیم کے وقت میں وہ بھی کعبہ میں داخل تھا - قریش نے تعمیر کے وقت اُسقدر چھوڑ دیا تھا - کعبہ کے اندر جو چھہ نقطہدار نشان ہیں وہ اُن ستونوں کے ہیں جو قریش نے بنائے تھے وہ اب نہیں ہیں بعوض اُسکے عبداللہ ابن زبیر نے تین ستون بنائے ہیں جن کے سیاہ نشان بیچ میں بنے ہوئے ہیں - غرضکہ جسقدر سیاہ سیاہ ہی وہ اب موجود کعبہ ہی *

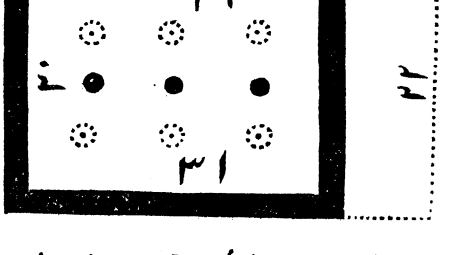

تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانہ میں صرف دیواریں ہی دیواریں تھی چھت نہیں تھی اور دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا اور اُسمیں نہ کواڑ چڑھے تھے نہ کنڈی

لگي تهي اور بلا شبهه اُس زمانه کي حالت ايسي تهي که اس سے زيادہ تعمير مکان ميں گو وہ خدا هي کا گهر بنايا گيا هو اور کچهه نهيں هوسکتا تها - اس عمارت کے ايک بهروني گوشه پر طواف کے شمار کرنے کو جس سے اُسکي ابتدا اور انتها معلوم هوسکے ايک لنبا پتهر لگا ديا جو حجر اسود کے نام سے مشهور هی — اور جس کے قياس کرنے کی وجهه هوسکتي هی که وہ پتهر غالباً اُسي قسم کا پتهر هی جيسا که ابراهيم خدا کي عبادت کے ليئے کهڑا کرليا کرتے تهے جس کو مذبح يا قرباني گاہ يا آلتر کهتے هيں — اس چار ديواري کے اندر ايک کهواں کهودا تها جس کو خزانۂ کعبه کهتے تهے اور جو کچهه نذر نياز کعبه ميں آتي تهي وہ اُس ميں رکهديتے تهے تاکه چوري سے محفوظ رهے *

تعمير بني جرهم

کعبه کي تعمير کے بعد حضرت اسمعيل اُس کے محافظ رهے جب اُن کا انتقال هوا تو بني جرهم کو اُس ميں مداخلت هوئي کيونکه وہ اُن کے قريب تر رشته دار تهے اور بني اسمعيل کے خير خواہ و محافظ تهے — مضاض ابن عمرو جرهمي جو نانا اسمعيل کے بيٹے کا تها اُس نے اپنے هاتهه ميں سب اختيار لے ليا بني جرهم کے اختيار کے زمانه ميں پهاڑي نالے آيا اور کعبه ميں پاني چڑه گيا اور کعبه ڈه گيا جس کو بني جرهم نے اُنهيں بنهادوں پر جو ابراهيم نے بنائي تهيں اور اُسي صورت پر پهر بنا ليا اُس کي بلندي زمين سے نو ذرعه تهي *

قالوا وتوفي اسمعيل و دفن في الحجر كانت امه قد دفنت في الحجر وابراهيم ابوه توفي بعد ما رجع الى الشام وترك ولدا من رعلة ابنة مضاض بن عمرو الجرهمي فقام مضاض بامر ولد اسمعيل و كافهم لانهم اخواله فلم يزل امر جرهم يعظم بمكة ويستفحل حتى ولوا البيت وكانوا ولاته وحجابه وولاة الاحكام بمكة فتجاسول فدخل البيت فاتهدم فاعادته جرهم على بناء ابراهيم وكان طوله في السماء تسعة اذرع (كتاب اخبار مكة صفحه ٤٨) -

همکو کسي تاريخ سے اس تعمير کا زمانه نهيں معلوم هوا اور اسي سبب سے هم کوئي زمانه اس کي تعمير کا قرار نهيں دے سکتے *

تعمير عمالق

عرب ميں جو لوگ آباد هوئے وہ تين ناموں سے مشهور هيں — ايک عرب البائدہ — ايک عرب العاربه — اور ايک عرب المستعربه - عرب البائدہ وہ لوگ کهلاتے تهے جن ميں عاد و ثمود اور جرهم الاولي اور عمالق اولي تهے — وہ قومين برباد هوگئيں اور تاريخ کي کتابوں ميں اُن کا بهت کم حال ملتا هی اور يهه سب قومين ابراهيم سے اور بناء کعبه سے پهلے تهيں *

عرب العاربه کي وہ قومين هيں جن کي نسل يقطان يا قحطان سے چلي هی اور تمام قبائل عرب اسي نسل ميں هيں — حمير بهي انهيں کا ايک قبيله هی اور بني حمير

میں بھی ایک قبیلہ عمالیق کے نام سے تھا جو مکہ میں بستا تھا ۔ اس پچھلی قوم نے بقیۂ جرہم پر غلبہ پالیا تھا اور کعبہ کی مختار ہوگئی تھی اُس زمانہ میں اس قوم عمالیق ثانی نے کعبہ کو پھر بنایا جو غالباً پہاڑوں کے نالے چڑھ آنے سے ٹوٹ جاتا تھا *

بعض مورخوں نے ان دونوں قوموں میں تمیز نہیں کی اور عرب العاربہ میں جو قوم عمالیق تھی اُس کی نسبت تعمیر کعبہ کو خیال کیا اور جو کہ وہ قوم بھی جرہم سے پہلے تھی اس لیئے لکھدیا کہ عمالیق نے قبل بھی جرہم کے تعمیر کعبہ کی تھی حالانکہ اُس زمانہ میں نہ ابراہیم تھے نہ کعبہ تھا *

مورخوں کی اس غلطی میں پڑنے کا سبب اُن کا ایک اور غلط خیال بھی ہی — مسلمانوں میں بہت سی ایسی روایتیں جو دیو و پری کے قصہ سے کچھہ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں موجود ہیں جن میں بیان ہوا ہی کہ کعبہ پہلے عرش کے نیچے چار ستون کے چوکھٹے کی طرح بنایا گیا تھا ۔ اُس کے ستون زبرجد کے تھے اور یاقوت احمر کی پچی کاری سے دھمکے ہوئے تھے ۔ اس گھر کا نام تو بیت المعمور ہوا پھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین پر اسی کے مقابل اتنا ہی بڑا اور اسی شکل کا گھر بناؤ اُنھوں نے بنایا اور وہ اُس جگہہ بنایا تھا جہاں اب کعبہ ہے ۔ مگر افسوس ہی کہ وہ فرشتے اچھے انجنیر نہ تھے حضرت آدم کے پیدا ہوتے وہ گھر نہ رہا تھا کہ حضرت آدم کو پھر بنانا پڑا مگر نوح کے طوفان نے پھر اُسکو ڈھا دیا تب نوح نے بنایا پھر اسی طرح ٹوٹتا ڈھتا رہا ۔ یہہ سب جھوٹی روایتیں قرآن مجید کے ایک لفظ " عتیق " کی بنا پر بنالی گئی ہیں جن میں سے ایک جگہہ کی بھی کچھہ اصل نہیں ہی — اسی قسم کی جھوٹی روایتیں ہیں جنھوں نے اسلام کی سچائی کو چھپا دیا اور ہر سمجھدار کے دل میں جب وہ غور کرتا ہی اسلام کی طرف سے شبہہ ڈالدیا ہی مگر اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اسلام مشتبہ نہیں ہی بلکہ اس قسم کی روایتیں مشتبہ اور جھوٹی ہیں — تعجب یہہ ہی کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان اور نادان مورخ ان روایتوں پر یقین رکھتے ہیں اور جبکہ اُنھوں نے قداست مکہ ایسی پرانی فرض کرلی جو آدم سے بھی پرانی ہی تو اب اُن کو اس بات کے کہنے میں کہ جرہم سے پہلے عمالیق نے تعمیر کی تھی کچھہ باک نہیں رہا *

ایک فرانسیسی مورخ نے اپنی کتاب موسومہ " تاریخ کراٹیکن قراسیت مکہ " میں حضرت علی کی روایت سے لکھا ہی کہ پہلے بنی جرہم نے اور اُس کے بعد عمالیق نے (یعنی عمالیق ثانی نے) کعبہ کی تعمیر کی *

عمالیق ثانی کے تعمیر کا زمانہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا لیکن اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر وہ لوگ مکہ پر قابض تھے اس لیئے کہ جذیمہ بادشاہ دوم خاندان حمیر کی ایک نہایت سخت لڑائی عمالیق سے ہوئی تھی جس میں

عمالیقوں نے شکست فاش پائی تھی اور یہہ واقعہ سنہ عیسوی سے تخمیناً سو برس پیشتر ہوا تھا *

تعمیر قصی

ایک مدت بعد پھر کعبہ میں کچھہ نقصان آگیا اور بجز اُس کے کہ سیلاب سے نقصان پہونچا ہو جو اب بھی کبھی آجاتا ہی اور کوئی سبب نقصان کا معلوم نہیں ہوتا - اُس وقت قصی ابن کلاب نے اُسکو بنایا — اگرچہ اس تعمیر کا زمانہ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہی مگر جوکہ اس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ قصی چوتھہ پشت پیشتر آنحضرت صلعم سے تھا اس لیئے غالباً یہہ تعمیر دوسو برس پیشتر آنحضرت صلعم کی ولادت سے ہوئی تھی *

تعمیر قریش

رسول خدا صلعم پیدا ہوچکے تھے اور آپ کا سن شریف تخمیناً بارہ چودہ برس کا ہوگا یعنی تیسری دھائی ماقبل سال اظہار نبوت میں کعبہ کے غلاف میں آگ لگی اور کعبہ کی دیواریں آتش زدگی کے سبب بوسیدہ ہوگئیں اور کئی جگہہ سے پھٹ بھی گئیں اسی عرصہ میں پہاڑی نالوں کی جنہیں عرب سیل عرایم کہتے ہیں کثرت ہوئی اور ایک نالہ نہایت زور و شور سے آیا اور خانہ خدا پانی سے بھر گیا اور دیواریں پھٹ گئیں اور گرنے کو ہوئیں تب قریش نے اُس کے بنانے کی فکر کی *

فلما احترقت الکعبة توهمت جدرانها من کل جانب و تصدعت و کانت الخرف والاربعة مظلة والسیول متواترة ولمکة سیول عرایم فجاء سیل عظیم علی تلک الحال فدخل الکعبة و صدع جدرانها و اخافهم ففزعت من ذلک قریش فزعا شدیدا و هابوا هدمها وخشوا ان مسوها ان ینزل علیهم العذاب (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) -

فبیناهم علی ذلک یتظرون و یتشاورون اذ اقبلت سفینة الروم حتی اذا کانت بالشعیبة و هی یومئذ ساحل مکة قبل جدة انکسرت فسمعت بها قریش فرکبوا الیها فاشتروا خشبها و اذنوا لاهلها ان یدخلوا مکة فیبیعون ما معهم من متاعهم ان لا یعشروهم ... فکان فی السفینة رومی نجار بناء یسمی باقوم فلما قدموا بالخشب مکة قالوا لو بقیها بیت ربنا فاجمعوا لذلک و تعاونوا علیه وترا قدر فی الفقة (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) -

فقالوا الحجارة ورسول الله یومئذ غلام لم ینزل علیه الوحی یتقل معهم الحجارة علی رقبته (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۰۷) -

فلما اجتمع لهم ما یریدون من الحجارة والخشب وما یحتاجون الیه عدوا الی هدمها

معلوم ہوتا ہی کہ قریش فن تعمیر عمارت سے بہت کم واقف تھے اور وہ اس فکر میں تھے کہ اُس کو کون بنادے اور کہونکر بنادیں اس درمیان میں رومیوں کا جو اُس زمانہ میں عیسائی اور رومن کیتھلک مذہب کے تھے ایک جہاز بندرگاہ مکہ میں آیا اُس زمانہ میں جدہ بندرگاہ نہ تھا بلکہ شعیب بندرگاہ تھا اور وہاں وہ جہاز ٹوٹ گیا جب قریش نے یہہ بات سنی تو وہاں گئے اور اُسکی

*** فهابت قريش هدمه وقالوا من يبدا فهدمه فقال الوليد بن المغيرة انا ابدءكم في هدمه انا شيخ كبير فان اصبت بشيء اسرع كان قد دنا اجلي و ان كان غير ذلك لم يوزاني فعلا البيت وفي يده عتلة يهدمه بها *** فهدمت قريش معه حتى بلغوا الاساس الاول الذي رفع عليه ابراهيم و اسمعيل القواعد من البيت (كتاب اخبار مكه صفحه ٨٠ و ١٠٩)-

فلما اجمعوا ما اخرجوا من النفقة قلت النفقة ان تبلغ لهم عمارة البيت كله فتشاوروا في ذلك فاجمع رايهم على ان يقتصروا عن القواعد و يحجروا ما يقدرون عليه من بناء البيت ويتركوا بقيته في الحجر عليه جدار مدار يطوف الناس من وراءه ففعلوا ذلك و بقوا في بطن الكعبة اساسا يبدون عليه من شق الحجر و تركوا من وراءه من بناء البيت في الحجر ستة اذرع وشبرا فبدوا على ذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩) —

فلما وضعوا ايديهم في بنائها قالوا ارفعوا بابها من الارض واكبسوها حتى لا تدخلها السيول ولا ترقا الا بسلم ولا يدخلها الا من اردتم ان كرهتم احدا دفعتموه ففعلوا ذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩ —

حتى انتهوا الى موضع الركن فاختلفوا في وضعه وتشاجروا الكلام فيه و تنافسوا في ذلك *** فقال ابو امية بن المغيرة يا قوم انما اردتم البر ولم ترد الشر فلا تحاسد وا ولا تنافسوا فانكم اذا اختلفتم تشتت امركم و طمع فيكم غيركم ولكن حكموا بينكم اول من يطلع عليكم من هذا الفج قالو ارضينا وسلمنا فطلع رسول الله صلعم قالوا هذا الامين قد رضينا بقضائه فحكموه فبسط رداءه ثم وضع فيه الركن فدعا من كل ربع رجلا فاخذوا باطراف الثوب *** فرفع القوم الركن و قام النبي صلعم على الحجر ثم وضعه بيده (كتاب اخبار مكه صفحه ١٠٩ و ١١٠) —

لکڑي سول لهلي اور جهاز والوں کي خاطرداري کي اور کہا کہ تم مکہ میں آؤ اور اپنا اسباب بیچ لو هم تم سے محصول بھي نہیں لینے کے - اُس جہاز میں ایک عیسائي رومن کیتھلک انجنیئر بھي تھا اور باقوم اُسکا نام تھا اُس سے خواهش کي کہ وہ خدا کے گھر کو بناوے — پس لوگوں نے اُس کام میں مدد کي اور اخراجات جمع کرنے کي تدبیر شروع کي *

سب لوگ ملکر پتھر ڈھوتے تھے اور رسول خدا صلعم کي اُس زمانہ میں اگرچہ تھوڑي عمر تھي مگر آنحضرت بھي پتھر ڈھونے میں شریک تھے *

جبکہ پتھر و لکڑي سب جمع ہوگئي تو اُنھوں نے کعبہ کے ڈھانے کا ارادہ کیا مگر سب وہم و وسواس میں گرفتار تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ڈھاویںگے تو خدا جانے کیا آفت آویگي - ولید ابن مغیرہ نے اپنا دل کڑا کیا اور کہا کہ میں ڈھانا شروع کرتا ہوں — میں بڈھا تو ہو ہي لیا ہوں اگر کچھہ آفت آویگي تو مرنے کو تو ہوھي رہا ہوں- چنانچہ ولید ابن مغیرہ کعبہ کي دیوار پر چڑھا اور کدال سے ڈھانا شروع کیا - پھر سب ڈھانے لگے اور بنیاد تک جسپر سے حضرت ابراھیم نے چنائي شروع کي تھي برابر کردیا *

جب سب ڈھا چکے تو معلوم ہوا کہ جو کچھہ سامان اُنھوں نے جمع کیا ھی وہ اُس سب کے بنانے کو کافي نہیں ھی - قریش نے کعبہ کي عمارت کو بہ نسبت سابق کے

فبنوا حتى ارفعوا اربعة ازرع و شبرا ثم كبسوها و وضعوا بابها مرتفعا على هذا الذرع * * * فقال لهم ياقوم الرومي اتحبون ان تجعلوا سقفها مكبسا اور مسطحا فقالوا بل ابن بيوت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحا وجعلوا فيه ست دعائم في صفين في كل صف ثلث دعايم * * * وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الى اعلاها ثمانية عشر ذراعا و كانت قبل ذالك تسعة اذرع فزادت قريش في ارتفاعها في السماء تسعة اذرع آخر * * * وجعلوا موزابها يسكب في الحجر وجعلوا درجه من خشب في بطنها في الركن الشامي يصعد منها الى ظهرها —

(كتاب اخبار مكه صفحه ١١٠)

دوچاند مرتفع بنايا تها اس سے معلوم هوتا هی که پتهر و مصالح وغیره کی کچهه کمی نه تهی — غالباً لکڑی اس قدر نه تهی جس سے کل کعبه کی چهت بن سکے اسلئے انهوں نے اُس کو چهوڑا کرکر بنایا چهه درعه اور ایک بالشت زمین حجر کی طرف چهوڑ دی اور اُس طرف عرض میں ایک جدید بنواد کهود کر دیوار چن لی جو اب همارے نقشه میں سیاه باقی هوئی هی * اُنهوں نے کعبه کو چار درعه اور ایک بالشت کرسی دیدی اور اُسقدر کرسی پر دروازه بنایا تاکه نالے کا پانی پهر اندر نه گهسے اور کوئی شخص بغیر سیڑهی کے نه چڑه سکے اور اس حکمت سے جس کو چاهیں نه جانے دیں — حال کے زمانه میں کعبه کے اندر جانے کو داخلی کهتے هیں *

جب بناتے بناتے وهاں پهونچے جهاں حجر اسود لگانا تها تو اُپس میں جهگڑا و تکرار هوئی — ایک قبیله کهتا تها که هم کهڑا کرینگے دوسرا کهتا تها که هم کهڑا کرینگے — بڑی خبر هوئی که ابو اُمیه بن المغیره کے سمجهانے سے سب لوگ اسبات پر راضی هوگئے که جو سب سے پهلے اس رسته سے آوے وهی فیصله کے لیئے حکم بنا جاوے — اُن سب کی خوش قسمتی یهه هوئی که محمد رسول الله صلعم سامنے سے تشریف لائے — اگرچه حضرت کی عمر چهوٹی تهی مگر سب آمین آمین کهکر چلا اُٹهے *

آنحضرت نے بقائید روح القدس وه فیصله فرمایا که سب متحجر هوگئے اپنے ردائے مبارک بچهائی اور حجر اسود کو اُس میں رکها اور سب قوموں کے سرداروں کو کها که سب مل کو چادر پکڑ کر اوٹهاویں اور وهاں تک لیچلیں جهاں لگانا هی — سب نے اسی طرح ملکر اوٹهایا اور جب کونے کے پاس لائے تو آنحضرت نے اُس کو وهاں رکهدیا — متقدمین و متاخرین علماء اس واقعه کو واقعه قبل بعث کهتے هیں — مگر میں ان لفظوں سے متفق نهیں هوں کیونکه میرا اعتقاد یهه هی که آنحضرت صلعم وقت ولادت سے هی مبعوث تهے — النبي نبي ولو كان في بطن امه *

جبکه یهه تنازع رفع هوگیا تو تعمیر شروع هوئی — جتنا که کعبه پهلے زمین سے بلند تها قریش نے اُس سے دوگنا بلند کردیا یعنی زمین سے اٹهاره درعه اور پهلے صرف نو هی درعه تها — جب دیواریں بن چکیں تو باقوم نے پوچها که اس کی چهت کیسی بناؤں

بنگلہ نما یا چورس - سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ تب باقوم نے اُس کے عوض میں چھ ستون کھڑے کیئے اور چورس چھت بنادی - غالباً اسقدر لمبی لکڑی نہ تھی کہ پورا شہتیر پڑ جاتا اسی سبب سے بیچ میں ستون بنانے کی ضرورت ہوئی اور شاید اسی وجہ سے باقوم نے بنگلہ نما بنانی چاہی ہوگی تاکہ دونطچی پڑ جاوے اور بیچ میں ستون بنانے نہ پڑیں - اُسکی چھت کا پرنالہ اُس جگہہ میں ڈالا جو چھوڑ دی گئی تھی اور کعبہ کے اندر ایک کاٹ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت میں ایک روشندان رکھا جس سے کعبہ کے اندر اُجالا بھی رہے اور اُس میں سے جب ضرورت ہو کعبہ کی چھت پر چڑھ جاویں *

تعمیر عبداللہ ابن زبیر

معاویہ بن ابی سفیان کے بعد جب یزید نے اپنے تئیں اپنے باپ کا جانشین کیا تو عبداللہ ابن زبیر نے اُس سے بیعت میں یعنی اُس کو خلیفہ تسلیم کرنے میں تامل کیا اسپر حصین بن نمیر یزید کی طرف سے فوج لیکر مکہ پر چڑھ گیا اور کئی دن تک عبداللہ ابن زبیر سے لڑائی ہوتی رہی - عبداللہ ابن زبیر کے سب لوگ کعبہ کے گرد خیموں میں پڑے ہوئے تھے اور حصین بن نمیر ابوقبیس پہاڑ پر سے گولیں میں پتھر مارتا تھا اور غلاف کعبہ اُس کے صدمہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا — اتفاق سے ایک خیمہ میں آگ لگ گئی ہوا تیز چل رہی تھی کعبہ میں بھی جالگی اور تمام کعبہ جل گیا — اُس کی دیواروں میں کاٹ لگا ہوا تھا اُس کے جلنے سے تمام دیواروں کے پتھر ایسے ہوگئے کہ کبوتر کے بیٹھنے سے بھی گر پڑتے تھے اور کئی جگہہ سے دیواریں شق ہوگئیں — یہہ واقعہ تیسری ربیع الاول سنہ ٦٤ ہجری کو ہوا اُس کے دس گیارہ دن بعد یزید مرگیا - جب یہہ خبر مکہ میں پہونچی تو ابن زبیر نے حصین بن نمیر سے کہا کہ دیکھو کعبہ بھی جل گیا امیر بھی مرگیا پھر ہم سے کیوں لڑتے ہو کیا معاوم کہ نیا خلیفہ کیا کریگا اسپر حصین بن نمیر معہ اپنے لشکر کے پانچویں ربیع الثانی سنہ ٦٤ ہجری کو مکہ سے شام کو چلا گیا تب ابن زبیر نے مکہ کے ذی وجاہت اور شریف لوگوں کو بلایا اور کعبہ کے ڈھانے میں مشورہ کیا — بہت وہمی اور وسواسی باتیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں ہوئیں آخرکار ابن زبیر نے کعبہ کے ڈھانے کا حکم دیا مگر کسیکو ڈھانا شروع کرنے کی بوجہہ توہم و وسواس و خوف کے جرأت نہ ہوئی تو خود ابن زبیر کدال لیکر اُوپر چڑھ گئے اور ڈھانا شروع کردیا —

فلما ادبر جیش حصین بن نمیر وکان خروجہ من مکۃ لخمس لیال خلون من ربیع الاخر سنۃ اربع وستین دعا ابن الزبیر وجوہ الناس و اشرافہم و شاورھم فی ھدم الکعبۃ — (کتاب اخبار مکہ صفحہ ١٣٠)
فامر ابن الزبیر بھدمھا فما اجتراء احد علی ذلک فلما رای ذلک علاھا وبلغ سیاخذ المعول وجعل یھدمھا و یرمی بحجارتھا فلما راؤہ انہ لم یصبہ شی اجترؤا فھدموا

يهدموها (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤١) —
وكان هدمها يوم السبت نصف من جمادي الاخرة سنة اربع وستين ولم يقرب ابن عباس مكة حين هدمت الكعبة حتى فرغ منها و ارسل الى ابن الزبير لاتدع الناس بغير قبلة انصب لهم حول الكعبة الخشب واجعل عليها الستور حتى يطوف الناس من ورائها ويصلون اليها ففعل ذلك ابن الزبير (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤٢) —

فلما هدم ابن الزبير الكعبة وسواها الارض كشف عن اساس ابراهيم فوجده داخلا في الحجر نحوا من ستة اذرع وشبر (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤٢) —

ثم وضع البناء على ذلك الاساس و وضع حدات الباب باب الكعبة على مدماك على الشاذ روان اللاصق بالارض وجعل الباب الاخر بازاءه في ظهر الكعبة مقابلته (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤٣) —

قالوا وكانت الكعبة يوم هدمها ابن الزبير ثمانية عشر ذراعاً في السماء فلما ان بلغ ابن الزبير بالبناء ثمانية عشر ذراعا قصرت بحبال الزيادة التي زادة من الحجر فيها واستسمج ذلك اذ صارت عريضة لاطول لها فقال قد كانت قبل قريش تسعة اذرع حتى زادت قريش فيها تسعة اذرع طولا في السماء فانا ازيد تسعة اذرع اخرى فبناها سبعة و عشرين ذراعا في السماء وهي سبعة وعشرون مدماكا و عرض جدارها ذراعان وجعل فيها ثلث دعايم وكانت قريش في الجاهلية جعلت فيها ست دعايم (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤٣) —

امر ابن الزبير ابنه عباد بن عبدالله بن الزبير و جبير بن شيبة بن عثمان ان يجعلوا الركن في ثوب وقال لهم ابن الزبير اذا دخلت في الصلوة صلوة الظهر فاحملوه واجعلوه في موضعه فانا اطول الصلوة فاذا فرغتم فكبروا حتى

جب لوگوں نے ديكها كه ابن زبير پر كچھه آفت نهيں پڑي تو اوروں كو بهي جرات هوئي اور سب چڑه گئے اور ڈهانے لگے جمادي الاول سنه ٦٤ هجري تک سب كعبه ڈها ديا گيا مگر ابن عباس اپنے خوف يا وهم يا كعبه كا منهدم كرنا خلاف طبع هونے كے سبب مكه معظمه نه آئے ابن زبير نے بموجب فرمايش ابن عباس كے كعبه كے چاروں طرف تخته بطور ديوار كے كهڑا كرديا اور كپڑے سے منڈه ديا اور اندر اندر كام هوا كيا لوگ اُس تخته كي ديوار كے گرد طواف كيا كهئے اور نماز پڑها كهئے — جبكه كعبه بالكل ڈهكر زمين كے برابر هو گيا اور حضرت ابراهيم كے هاتهه كي بنيان رهي هوئي نكل آئي تو ضرور بالطبع ابن زبير كو رغبت هوئي هوگي كه كل تعمير ابراهيم پر تعمير كي جاوے اور جسقدر كه قريش نے بسبب نه ميسر هونے سامان كے چهوڑديا تها وه بهي تعمير مين شامل كيا جاوے چنانچه ابن زبير نے ايسا هي كيا اور كل بناء ابراهيم پر تعمير كعبه شروع هوئي — ايک نهايت عمده تجويز جو ابن زبير نے كي تهي وه يهه تهي كه كعبه كے دو دروازه ركهے جاويں ايک جانب شرق جو قديم سے تها اور دوسرا جانب غرب تاكه جو لوگ شرقي دروازه سے كعبه مين داخل هوں وه غربي دروازه سے نكل جاويں چنانچه اُنهوں نے ايسا هي كيا اور جو كرسي قريش نے باقوم كي صلاح سے دي تهي وه بهي موقوف كردي اور زمين پر دروازوں كو قايم كيا مگر بلندي اُس كي قريش كي بلندي سے نهيں

اخفف صلوتي وكان ذلك في حر شديد فلما اقيمت الصلوة كبر ابن الزبير و صلے بهم ركعة خرج عباد بالركن من دار الندوة وهو يحمله ومعه جبير بن شيبة بن عثمان و دار الندوة يومئذ قريبة من الكعبة فخر قابه السقوف حتى ادخلاه في الستر الذي دون البناء وكان الذي وضعه في موضعه هذا عباد بن عبدالله بن الزبير و اعانه عليه جبير بن شيبة فلما اقروه في موضعه و طرق عليه الحجر ان كبروا فخفف ابن الزبير صلوته و تسامع الناس بذلك (كتاب اخبار مكه صفحه ١٤٣ و ١٤٤)

نو درعه بڑهاني يعني سمائيس ذرعه كردي اور بالشبهه جبكه كعبه لنها هوگيا تها تو أسكا اسقدر اونچا كرنا بهي نهايت ضرور تها قريش نے كعبه كے اندر چهه ستون قايم كئے تهے چهت پاٹنے كو ابن زبير نے صرف تين ستون بنائے غالبا ان كو به نسبت قريش كے لكڑي لمبي مل گئي تهي *

حجر اسود رکھے جانے کا ایک عجیب حال کتابوں میں لکھا ہی جس کی کچھہ وجہہ ہمارے خیال میں نہیں آتی ابن زبیر نے لوگوں کو ایک دھوکہ میں رکھا اور اپنے بیٹے عباد اور جبیر ابن شیبہ کو سمجھا دیا کہ جب میں نماز پڑھانے کھڑا ہونگا تو بڑی لمبی نماز پڑھاؤنگا اُس وقت تم حجر اسود کو جو دار ندوہ میں قریب کعبہ کے رکھا ہوا ہی ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے انا اور جو جگہہ اُس کے کھڑا کرنے کی ہی وہاں کھڑا کردینا جب کھڑا کرچکو تو پکارکر اللہ اکبر کہنا پس میں نماز کو ختم کردونگا چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا کہ جب ابن زبیر نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھاچکے تو عباد اور جبیر حجر اسود کو کپڑے میں لپیٹکر دار ندوہ میں سے لے آئے جماعتوں کو چیرکر تختوں کی دیوار کے اندر لے گئے اور اُن دونوں نے حجر اسود کو اسکی معین جگہہ میں کھڑا کردیا اور پھر پکارکر اللہ اکبر کہا تب ابن زبیر نے اپنی نماز ختم کی اسبات پر لوگوں نے بہت کانا پھوسی کی اور بعض لوگ علانیہ ناراض ہوئے — مگر ہم نہیں سمجھتے کہ ابن زبیر کو ایسا کرنے سے کیا فائدہ تھا اور کیوں ایسا دھوکہ دینے کی ضرورت ہوئی تھی حقیقت میں کوئی اور بات ہوئی ہوگی لوگوں نے اپنے قیاسات اُس پر لگائے اور انہوں قیاسات کو بطور واقعہ کے جیسا کہ اکثر ہوتا ہی اپنی روایتوں میں بیان کیا بہر حال کچھہ ہی ہوا خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ حجر اسود کھڑا ہوگیا *

تعمیر حجاج بن یوسف

عبدالله ابن زبير كي حكومت مكه ميں بہت جلد ختم ہونے والي تهي اور تقدير ميں يهه لكها تها كه اس بناء كو بہت زيادہ قيام نهوگا چنانچه عبدالملک ابن مروان جب خليفه هوا تو أس نے حجاج كو معه فوج كے عبدالله ابن زبير كے مقابله كے لئے بهيجا اس لڑائي ميں عبدالله ابن زبير مارے گئے اور حجاج مكه ميں چلا آيا تب اس نے عبدالملک كو

حتى قتل ابن الزبير رحمه الله و دخل الحجاج مكة فكتب الى عبدالملك ابن مروان ان ابن الزبير زاد في البيت ما ليس منه و احدث فيه بابا آخر فكتب اليه عبدالملك ابن مروان ان سد بابها الغربي الذي كان فتح ابن الزبير و اهدم ما كان زاد فيه من الحجر و اكبسها به على ماكانت عليه فهدم الحجاج منها سبعة اذرع و شبرا مماييلي الحجر و بناها على اساس قريش الذي كانت استقصرت عليه و كبسها بما هدم منها و سد الباب الذي في ظهرها و ترك سايرها لم يحرك منه شيئا فكل شي فيها اليوم بناء ابن الزبير الا الحجر الذي في الحجر فانه بناء الحجاج وسد الباب الذي في ظهرها وساتحدث عتبة الباب الشرقي الذي يدخل منه اليوم الى الارض اربعة اذرع وشهروكل هذا بناء الحجاج والدرجة التي في بطنها اليوم والبابان اللذان عليها اليوم هما ايضا من عمل الحجاج (كتاب اخبار مكه صفحه ١٣٥ و ١٣٦) =

لکہا کہ کعبہ میں ابن زبیر نے ایسی چیزیں بنادی ہیں جو پہلے نہ تھیں اور ایک نیا دروازہ بھی بنایا ہی عبدالملک نے لکھا کہ اس دروازہ کو بند کردو اور جسقدر ابن زبیر نے زیادہ بنادیا ہی وہ سب توڑ دو چنانچہ حجاج نے چھ ذراع اور ایک بالشت کعبہ کر توڑ دیا اور قریش کي بنیاد پر وہاں دیوار بنادي اوروہ نیا دروازہ بھي بند کردیا اور باقي سب چیز بدستور بني رکھي اب کعبہ کي جو عمارت ہی وہ ابن زبیر کي بنائي ہوئي ہی صرف وہ دیوار جو حجر کي جانب ہی اور غربي دروازہ کا تہفہ اور شرقي دروازہ کي چار ذرعہ ایک بالشت اونچائي اور کعبہ کے اندر کي سیڑھي اور اُس کے دونوں روشندان حجاج کے بنائے ہوئے ہیں *

مورخ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر نے کعبہ کي تعمیر میں جو کچھ نیا بنایا تھا

فلما فرغ الحجاج من هذا كله وفد بعد ذلك الحارث بن عبدالله ابن ربيعة المخزومي على عبدالملك ابن مروان فقال له عبدالملك ما اظن ابا خبيب يعني ابن الزبير سمع من عايشة ماكان يزعم انه سمع منها في امر الكعبة فقال الحارث انا سمعته من عايشة قال سمعتها تقول ماذا قال سمعتها تقول قال لي رسول الله صلعم ان قومك استقصروا في بناء البيت ولولا حداثة عهد قومك بالكفر اعدت فيه ما تركوا منه *** وقال رسول الله صلعم جعلت لها بابين موضوعين على الارض بابا شرقيا يدخل الناس منه و بابا غربيا يخرج الناس منه قال عبدالملك بن مروان انت سمعتها تقول هذا قال نعم يا امير المومنين انا سمعت هذا منها قال فجعلت يلكت ملكسا بقضيب في يده ساعة طويلة ثم قال وددت والله اني تركت

وہ رسول خدا صلعم کي ایک حدیث کے مطابق تھا جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے حضرت عایشہ سے کیا تھا چنانچہ حجاج جب کعبہ کو توڑ توڑا کر قریش کي تعمیر کے مطابق کرچکے تو حارث ابن عبداللہ عبدالملک کے پاس گئے ان سے عبدالملک نے پوچھا کہ ابن زبیر نے کوئي بات کعبہ کي نسبت حضرت عایشہ سے سني تھي حارث بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے خود حضرت عایشہ سے سنا ہی کہ اُن سے رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ تیري قوم نے کعبہ کي تعمیر میں کمي کردي اگر تیري قوم کا زمانہ کفر کے زمانہ سے نیا بدلا ہوا نہوتا تو جو کچھ اُنھوں نے چھوڑ دیا ہی میں پھر کعبہ میں ملا دیتا

ابن الزبير وما تحمل من ذلك (كتاب *** رسول خدا صلعم نے يهه بهي فرمايا اخبار مكه صفحه ١٣٦) -
كه أس ميں دو دروازے بنا ديناايک شرقي
دروازه جس ميں سے لوگ اندر جاتے اور ايک غربي دروازه جس سے لوگ باهر نكل جاتے عبدالملك نے پوچها كه تم نے خود يهه بات سني هي أنهوں نے كها كه هاں اے امير المومنين ميں نے خود يهه بات سني هي عبدالملك يهه سنكر هاتهه كي لكڑي پر سر ٹيك كے بڑي ديرتك سوچ ميں گئے اور پهر كها كه بخدا ميں پسند كرتا هوں كه ميں نے ابن زبير كے برخلاف كيا *

يهه زمانه جب كه اس حديث كا چرچا هوا ايسے فتنه و فساد كا زمانه تها، كه روايت كي صحت پر بهت كم يقين هوتا تها خلافت ميں سخت سے سخت واقعات گذر چكے تهے حضرت امام حسين كي نسبت واقعه كربلا هوچكا تها مدينه منوره ميں قتل هوچكا تها مكه معظمه ميں محاربات هوچكے تهے اور عبدالله ابن زبير قتل هوچكے تهے اور هرايک واقعه كے ساتهه ايک جدا فرقه قايم هوگيا تها جو ايک كا طرفدار اور دوسرے كا مخالف تها *

بے شك همارا دل اور غالباً هرايک كا دل اس بات كو زياده پسند كرتا هوگا كه كعبه بناے ابراهيم پر بنايا جاتا اور دو دروازے أس ميں بناے بهي نهايت عمده اور مفيد كام تها مگر يهه بات كه آنحضرت نے ايسا فرمايا تها أسكي صحت پر يقين نهيں هوسكتا - اول تو اس معامله ميں حضرت عايشه كو مخاطب كرنے اور أس فعل كو جو ايام جاهليت ميں هوا تها خاص حضرت عايشه كي قوم كا فعل قرار دينے كي كوئي وجهه نه تهي كيونكه وه فعل تمام قوم قريش نے بمجبوري كيا تها جسميں خود آنحضرت صلعم بهي شامل تهے - دوسرے يهه كه بعد فتح مكه تمام قريش اسلام لے آئے تهے اور رسول خدا صلعم كے ادنى اشاره پر جان دينے كو موجود تهے خانه كعبه كے تمام بتوں كو جن كي پرستش أن كے باپ دادا كے صدها سال تك كي تهي توڑ ڈالا تها اور نكال كو پهينك ديا تها پس كعبه كو بڑا كرديني اور حضرت ابراهيم كي بنياد پر پورا بنادينے ميں كون سي مشكل تهي جو آنحضرت صلعم فرماتے " اولا حداثة عهد قومك بالكفر اعدت فيه ما تركوا منه " پس يهه حديث كسي طرح صحيح اور قابل وثوق نهيں هوسكتي بلكه اسبات سے كه رسول خدا صلعم نے بناء ابراهيم سے جسقدر زمين خانه كعبه كي تعمير سے خارج رهه گئي تهي أس كي كچهه پرواه نهيں فرمائي ثابت هوتا هي كه خانه كعبه كي كوئي خاص وضع يا أس كے ليئے كوئي خاص قطع مقصود اور مدار عليه نه تهي بلكه صرف وه ايک مسجد تهي جو حضرت ابراهيم نے بنائي تهي جب وه ڈهگئي اور دوباره بنائي گئي تو جس طرح سے بن گئي يهه كچهه ضرور نه تها كه بعد بن جانے كے خوانخواه پهر توڑ كر أسي قدر بنائي جاتي جسقدر كه حضرت ابراهيم نے

بنائي تهي جسسكه عبدالملك ابن مروان نے اپني نادانی یا حضرت عبدالله ابن زبیر کي عداوت سے اس بني هوئي عمارت کو پھر توڑ کر ویسا هي کردیا جیسا قریش نے ایام جاهلیت میں بنایا تها *

غلاف کعبہ

حضرت ابراهیم کے وقت میں اور اُس کے بعد کعبہ کي دیواریں ویسي هي دکھائي دیتي تهیں جیسکہ بني تهیں مگر سنہ عیسوي سے چھ سو برس پیشتر اسعد حمیري نے کعبہ کي دیواروں پر غلاف چڑهایا اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کو کپڑا پہنا رها هی جب جاگا تو اس نے انطاع کا غلاف چڑهایا مگر پھر اُسنے وهي خواب دیکھا تب اُسنے یمن کے کپڑے کا جو عمدہ هوتا تها غلاف چڑها دیا — تب سے کعبہ پر غلاف چڑهانے کي رسم جاري هوگئي اور جس کے قبضہ اقتدار میں کعبہ رهتا آیا وہ هر سال پرانے غلاف پر نیا چڑهاتا گیا اور اس سبب سے مختلف قسم کا بهت سا کپڑا کعبہ کي دیواروں پر چڑه گیا تها اور اسي تو بر تو کپڑے کے سبب کئي دفعہ آگ لگ گئي تهي اور خانہ کعبہ جل گیا تها معلوم هوتا هی کہ عبدالله بن زبیر کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑهانے کا دستور تها اور اِسي سبب سے اُن کے عهد میں بهي کعبہ میں آگ لگ گئي تهي اسکے بعد سے پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑهانے کي رسم جاتي رهي بلکہ هر سال پرانا غلاف اُتارکر نیا غلاف چڑهایا جاتا هی اور کعبہ کے خادم پرانے غلاف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکر بطور تبرک کے تقسیم کرتے هیں اور حاجي اِن ٹکڑوں کو نهایت شوق سے لاتے هیں اور اِس میں سے ایک چهوٹا سا ٹکڑا کاٹ کر اپنے دوستوں کو دیتے هیں — اکثر مسلمان جن کے پاس یہہ ٹکڑے هوتے هیں اپنے سات کفن میں رکهکر قبر میں لیجاتے هیں اورخیال کرتے هیں کہ اسکی برکت سے عذاب سے بچینگے مگر مسلمانوں کے یہہ سب اوهام و خیالات هیں مذهب اسلام ایسي باتوں سے جو کچے سوت سے بهي زیادہ بودي هیں پاک و صاف هی مذهب اسلام سے نہ یہہ بات پائي جاتي هی کہ غلاف کعبہ کچهہ متبرک هوجاتا هی نہ یہہ پایا جاتا هی کہ اس کے قبر میں ساتهہ لیجانے سے بجز اسکے کہ وہ بهي مثل جسم و کفن کے خاک هو جاوے اور کچهہ نتیجہ حاصل هوسکتا هی اسلام کي رو سے اگر کچهہ نتیجہ حاصل هوسکتا هی تو وہ صرف اعتقاد توحید سے هوسکتا هی نہ کسي آڑ چهڑ سے *

اس میں کچهہ کلام نهیں هوسکتا کہ زمانہ اسلام میں بهي کعبہ پر غلاف چڑهائے گئے کما البیت فی الجاهلیۃ اگرچہ کتابوں میں روایتیں هیں کہ آنحضرت صلعم نے الانطاع ثم کساہ النبي صلعم الثیاب اور اُن کے بعد ابوبکر صدیق و عمر و عثمان رض نے بهي

وکان هو (ای اسعد الحمیری وهو تبع) اول من کسا الکعبۃ * * اری فی النوم انه یکسوها فکساها الانطاع ثم اری ان یکسوها فکساها الوصایل ثیاب حبرۃ من عصب الیمن وجعل لها بابا یغلق (کتاب اخبار مکہ صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۴) -

الیمانیة ثم کساه عمر و عثمان القباطی ثم کساه الحجاج الدیباج و یقال اول من کساه الدیباج یزید بن معاویة و یقال ابن الزبیر ویقال عبدالملک بن مروان (کتاب اخبار مکه صفحه ۱۷۶) ۔

کعبه پر غلاف چڑهایا مگر همکو جهاں تک شبهه هی وه رسول خدا صلعم کے فعل کي نسبت شبهه هی کیونکه جو روایتیں اسباب میں هیں وه درجه ثبوت کو نهیں پهونچتیں باایںهمه اُن کے تسلیم کرلینے میں کچهه زیادہ بحث نهیں هی غرضکه تاریخ کي کتابوں میں لکها هی که آنحضرت صلعم اور ابو بکر صدیق نے یمن کے کپڑے کا جو نهایت عمدہ هوتا تها کعبه کو غلاف چڑهایا اور عمر و عثمان رض نے قباطي کپڑے کا غلاف چڑهایا پهر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑهایا گیا بعضوں کا قول هی که دیباج کا غلاف سب سے اول یزید بن معاویه نے چڑهایا بعضے کهتے هیں عبدالملک ابن مروان نے بعضے کهتے هیں حجاج بن یوسف نے — غرضکه اس میں کچهه شک نهیں هی که تمام خلفاے بني اُمیه اور عباسیه و دیگر خلفاء کے عهد میں خانه کعبه پر غلاف چڑهانے کا بڑا اهتمام رها اور سب چڑهاتے رهے زمانه حال میں سلطان روم کي جانب سے نهایت عظم و شان سے بهت عمدہ غلاف سیاه رنگ کا جس میں بعض آیات قراني نهایت خوش خط بناوٹ میں بني هوئي هوتي هیں چڑهایا جاتا هی *

اسلام کي روسے جو کچهه بحث اس پر هوسکتي هی وه اسقدر هوسکتي هی که " ماهذا التعبدالکعبة اولتحسینها فالاول کفر علی مذهب الاسلام والثاني امر لاباس به " یعني یهه کام کس ارادہ سے کیا جاتا هی کعبه کي پرستش کے لیئے یا اُس کي خوبصورتي اور آرایش کے لیئے اگر پهلي نهیت سے کیا جاتا هی تو تو اسلام کي روسے کفر هی اور اگر دوسرے ارادہ سے کیا جاتا هی تو اس کا کچهه مضایقه نهیں هی *

آرایش کعبه کي ایسي هی هی جیسیکه هم اَوْر تمام مسجدوں کي آرایش کرتے هیں مگر جو که کعبه ایک نهایت قدیم مسجد هی اور ایسے بانی اسلام کے هاتهه سے بني هی جس نے سب سے اول یهه کها که — لا اُحب الافلین — اني وجهت وجهي للذي فطرالسموات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین - اس لیئے اس کي قدر همکو به نسبت اور مسجدوں کے زیادہ کرني ضرور هی کیونکه وه سب سے پهلي خدا کي پرستش کي نشاني هی *

اصنام کعبه

اساف و نایله - بني جرهم کے زمانه میں صفا و مروه کے پهاڑوں پر دو بت رکهے گئے صفا پر جو بت تها وه مرد کي شکل تها اور اساف اُسکو کهتے تهے دوسرا بت جو مروه پر تها وه عورت کي شکل کا تها اور نایله اُس کو کهتے تهے جو روایتیں حقارت آمیز انکي نسبت پائي جاتي هیں وه قدیم نهیں هیں غالباً اسلام کے زمانه کي بنائي هوئي هیں — ظاهرا معلوم هوتا هی که وه دونوں انسان تهے اور بني جرهم اُن کو دیوتا سمجهتے تهے اُن کے مرنے کے

بعد ان کے دو بت بڑھائے گئے اور پرستش ہونے لگی ۔ فتح مکہ کے روز رسول خدا صلعم نے ان کو اور بتوں کے ساتھہ توڑ ڈالا *

نہیک و مطعم ۔ یہہ بھی دو بت تھے نہیک کوہ صفا پر نصب کیا گیا تھا اور مطعم کوہ مروہ پر *

ہبل ۔ یہہ ایک بہت بڑا بت خانہ کعبہ کے اندر تھا کعبہ کے اندر دائیں طرف جو خزانہ کا کنواں تھا اس ذرعہ گہرا حضرت ابراہیم کا کھودا ہوا تھا اُس پر یہہ بت کھڑا کیا گیا تھا عمر بن لحی اس کو ارض جزیرہ سے لایا تھا ۔ احد کی لڑائی میں ابوسفیان نے فتح ہونے کے لیئے اسی بت سے مدد چاہی تھی *

مناۃ ۔ یہہ بھی بڑا بت تھا اور سمندر کے کنارہ پر قدید کے پاس عمر بن لحی نے نصب کیا تھا اور یہہ دونوں بت قبیلہ ازد وغسان کے کہلاتے تھے اور بعضوں کا قول ہی کہ اوس و خزاج وغسان کے کہلاتے تھے جو ازد کی شاخیں ہیں بعضوں کا یہہ قول ہی کہ وہ صرف قبیلہ ہذیل کا ایک پتھر تھا اور کچھہ عجب نہیں کہ وہ بن گڑھا ایک لمبا پتھر ہو *

لات و عزیٰ ۔ لات ایک بن گڑھا پتھر تھا جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری کے کسی کرشمہ نے حلول کیا ہی اور عزیٰ تین درخت تھے جس میں ذات باری کا حلول سمجھکر پوجتے تھے جیسیکہ ہمارے زمانہ میں بھی بہت سے مسلمان اسیطرح پر درختوں کی جو درگاہوں میں ہوتے ہیں پرستش کرتے ہیں ہمارے شہر دہلی میں کبھی شاہ بولا کی بڑ پر بھی منتوں کے ناڑے باندھے جاتے تھے لات تہامہ میں تھا اور عزیٰ طایف میں *

ذات انواط ۔ یہہ بھی ایک بہت بڑا سرسبز و شاداب درخت حنین میں تھا جسکو لوگ پوجتے تھے *

ذوالخلصہ ۔ یہہ بھی ایک بت تھا جسکو عمر بن حممہ نے بعد فتح مکہ جلایا تھا *

سواع ۔ بھی ایک مشہور بت قبیلہ ہذیل کا تھا جسکو عمر بن العاص نے بعد فتح مکہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے توڑا تھا *

ود ۔ ایک بت بنی کلب کا دومۃ الجندل میں تھا *

یغوث ۔ پہلے اس کو بنی مراد پوجتے تھے پھر بنی عطیف پوجنے لگے *

یعوق ۔ بنی ہمدان میں تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے *

نسر ۔ بنی حمیر آل ذی الکلاع کے پوجنے کا بت تھا *

علاوہ ان بتوں کے مشہور روایتوں میں ہی کہ خانہ کعبہ کے گرد تہیں سو ساٹھہ بت بنے ہوئے تھے اور نہایت استحکام کے ساتھہ سیسہ سے جڑکر کھڑے کیئے تھے جو فتح مکہ کے دن سب توڑ ڈالے گئے *

تصاویر خانۂ کعبہ

خانۂ کعبہ میں فرشتوں کی اور حضرت ابراھیم کی اور حضرت مریم کی حضرت عیسیٰ کو گود میں لیئے ہوئے تصویریں تھیں غالباً حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویر باقوم نے بنائی ہوگی جبکہ اس نے قریش کے زمانہ میں کعبہ بنایا تھا - جب رسول خدا صلعم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپنے حضرت ابراھیم کی تصویر کو دیکھکر فرمایا کہ خدا انکو مارے ابراھیم کو تیروں سے شگون لیتا اور فال دیکھتا بنایا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم کی تصویر پر ہاتھہ رکھہ لیا اور فرمایا کہ سب تصویروں کو مٹادو مگر مریم کی تصویر کو چھوڑدو- اگر یہہ واقعہ صحت کو پہونچے تو اُس کی وجہہ صاف پائی جاتی ہی فرشتوں کی کوئی صورت نہیں ہی پس ان کی تصویر بنانا محض جھوٹ اور خلاف واقع تھا حضرت ابراھیم کی تصویر ایسے فعل کی حالت کی بنائی تھی جو شرک میں داخل ہی اور بلاشبہہ حضرت ابراھیم اُس سے پاک تھے صرف مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویر ایسی تھی جس میں کوئی اشارہ کفر یا شرک یا کذب کا نہ تھا اور نہ وہ پرستش کے لیئے بنائی گئی تھی اس کے چھوڑ دینے میں کچھہ حرج نہ تھا *

ادرک (ابي عطاابن ابي رباح) فيها (ابي في البيعت) تمثال مريم مزوقاني حجرها عيسى ابنها قاعدا مزوقا (كتاب اخبار مكه صفحه ٢٠١) -

زمزم

جب سے کعبہ کا نام ہی اُسی کے ساتھہ اس چشمہ کا نام بھی چلا آتا ہی بلکہ یہی چشمہ مکہ کی آبادی اور کعبہ کے اس جگہہ بننے کا سبب ہی اگرچہ یہہ چشمہ مدت سے خشک ہوگیا ہی مگر اُس کی جگہہ ایک کنواں کھود دیا گیا ہی جو چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہی *

عرب کی سر زمین نہایت خشک ہی یا پہاڑ ہیں یا ریگستان ہی برسات وہاں بہت کم ہوتی ہی کوئی دریا اُس میں نہیں بہتا اس سبب سے پانی کی بہت قلت ہی کہیں کہیں جنگلوں میں یا پہاڑ کی تلیوں میں یا پہاڑ کے اونچے غاروں میں پانی جمع ہوجاتا ہی اور لوگ پانی کی تلاش میں پھرتے ہیں جہاں پانی مل گیا وہیں تنبو تان دیئے اور آباد ہوگئے جب وہاں کا پانی خشک ہوگیا وہاں سے چل دیئے دوسری جگہہ جہاں پانی مل گیا تیرے ڈالدیئے یہی طریقہ قدیم سے عرب کے صحرا نشین بدوؤں کا تھا *

اونچے مقاموں میں جو پانی جمع ہوجاتا تھا اور زمین یا پہاڑوں کے نیچے نیچے سوتوں کی راہ سے پانی کو نکلنے کا کوئی رستہ ملجاتا تھا تو اپنے مخزن سے دور جاکر بطور چشمہ کے نکل آتا تھا مگر ایسی ایسی سوتیں ایسی ضعیف ہوتی تھیں کہ سطح زمین سے اگر تھوڑے نیچے بھی ہوں تو معلوم نہیں ہوتی تھیں اور اگر کہیں کھل بھی جاتی

تھیں تو تھوڑي سي چیز کے پڑجانے سے ڈھک جاتي تھیں حال کے زمانہ میں بھي بدو اس طرح کے پانی کي سوتوں کو تھوڑے سے کنکر پتھر کانٹوں کے ڈالنے سے اس طرح پر چھپا دیتے ھیں کہ کسیکو اس کا نشان نہیں ملتا *

زمزم کي نسبت ایسي ایسي دور ازکار روایتیں مشہور ھیں جن میں سے ایک بھي معتبر اور مذھب اسلام کے بموجب صحیح نہیں ھیں جتنا کہ یہہ چشمہ پرانا ھی اور اُسیقدر تقدس آمیز اور تعجب خیز مبالغہ سے وہ روایتیں بنائي گئي ھیں - اصلیت اس چشمہ کي صرف اسقدر معلوم ھوتي ھی کہ جب حضرت ھاجرہ زوجہ حضرت ابراھیم معہ اپنے بیٹے اسمعیل کے بسبب اُس نزاع اور حسد کے جو قدرتي ایک شوھر کي دو جوروں میں ھوتي ھی سر بصحرا نکال دي گئیں اور یہاں پہنچیں تو پاني جو اُن کے پاس تھا ھوچکا پیاس کي شدت ھوئي بسبب نہ ملنے پاني کے مایوسي طاري ھوئي اس گھبراھٹ میں ھر چہار طرف پاني تلاش کرتي تھیں اسي جستجو میں اتفاقاً کنکروں اور پتھروں کے نیچے پاني کا نشان معلوم ھوا اور اُن کے ھٹانے سے پاني نکل آیا اُنہوں نے اس تائید غیبي پر خدا کا شکر ادا کیا اور وہ اور اُن کے بیٹے پاني پیکر سیراب ھوئے *

جس طرح کہ عرب کے چشمے چند مدت تک جاري رھتے تھے اور پھر خشک ھوجاتے تھے اسي طرح یہہ چشمہ بھي کسي مدت کے بعد خشک ھو گیا اور کسي کو اُسکي طرف خیال بھي نہیں رھا اور سیکڑوں برس اُس پر گذر گئے مگر عام الفیل کے بعد عبدالمطلب جد رسول اللہ صلعم کو خیال ھوا کہ جہاں وہ چشمہ تھا وھاں کنواں کھود کر پاني نکالا جاوے چنانچہ اُنھوں نے کھودنا شروع کیا اُس پر بعض لوگ مانع ھوئے اور فساد پر آمادہ ھوئے مگر کسي نہ کسي طرح وہ فساد رفع ھوا اور عبدالمطلب اپنے مقصد پر کامیاب ھوئے - جو قصے کتابوں میں اُس کنوئے کي نسبت اور عبدالمطلب کو اس خاص مقام دریافت ھونیکي نسبت لکھے ھیں اُنمیں سے کسیکي کچھہ صحت نہیں ھی کچھہ عجیب نہیں ھی کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا ھو کہ کنواں کھودتا ھوں اور اس سبب سے کنواں کھودنے کا خیال پیدا ھوا ھو - یہہ کنواں پہاڑ میں کھودا گیا ھی جسمیں سے سوتیں مشکل سے نکلتي ھیں چنانچہ اُس میں صرف تین سوتیں نکلي تھیں سنہ ٢٢٣ و ٢٢٤ میں اس کا پاني خشک ھوگیا تھا اس لیئے دو ذرعہ اور کھودا گیا تھا مگر سنہ ٢٢٥ میں کثرت سے بارش ھوئي اور اس سبب سے کنوئیں میں بہت سا پاني ھوگیا *

خلافت ھارون رشید میں بھي یہہ کنواں بسبب کمي پاني کے قریب دو ذرعہ گہرا کیا گیا تھا اور مہدي اور محمد بن الرشید کي خلافت میں بھي گہرا ھوا تھا اس سے ثابت ھوتا ھی کہ جیسا کہ تمام کنوؤں کا حال ھی ویسا ھي اس کا بھي حال ھی اور تمام عجایب اور غرایب روایتیں جو اس کے پاني کے قبل قیامت نہ سوکھنے کي ھیں وہ سب موضوع

هیں جن کي کچھہ بھي اصلیت اسلام میں نہیں ھی *

زمزم کا کنواں اس وجہہ سے کہ ھمارے آنحضرت صلعم کے وقت کا ھی جس میں سے آنحضرت صلم نے بھي پاني پیا ھی بلاشبہہ قابل ادب اور عزت کے ھی لیکن اس کے پاني کے فضایل میں جو روایتیں ھیں وہ سب بے سند اور ضعیف ھیں اور اکثر موضوع - حاجي جو زمزم کا پاني چھوٹي چھوٹي زمزمیوں میں بھر کر بطور تبرک کے ھفتوں کي مسافت دور دور لیجاتے ھیں اور سب لوگ بطور تبرک کے اس کو رکھتے ھیں اور اس پاني کي بہت تعظیم کرتے ھیں اور بغرض اظہار ادب کپڑے ھوکر پیتے ھیں اُس کي کچھہ اصل مذھب اسلام میں نہیں ھی جیسے اور کنوؤں کا پاني ھی وہ بھي ویسا ھي کنوئیں کا پاني ھی مزہ میں میٹھا نہیں ھی بلکہ مل ملاتا ھی جسوقت کھنچیں اگر اُسوقت پي لیں تو شاید پینے کے قابل ھو الا رکھا رھنے سے زیادہ مل ملا ھوجاتا ھی *

اسماء کعبہ

کعبہ کا اصلي نام بیت اللہ ھی یعني خانہ خدا یہہ ایک نہایت قدیم طریقہ حضرت ابراھیم کے وقت سے جاري تھا کہ جہاں وہ کوئي نشان خدا کي عبادت کے لیئے قایم کرتے تھے اُس کو " بیت ایل " یعني خانہ خدا کہتے تھے مگر جو کہ وہ عمارت جو حضرت اسمعیل نے بنائي تھي بشکل مکعب تعمیر ھوئي تھي اس لیئے کعبہ کے نام سے مشہور ھوگئي *

کعبہ کا نام بیت عتیق اور مکہ و بکہ وام القري بھي آیا ھی پچھلے تینوں نام تغلیبا کعبہ پر اطلاق ھوتے ھیں ورنہ وہ تمام حرم یا شہر پر صادق آتے ھیں *

کتابوں میں کعبہ کے اور نام بھي لکھے ھیں " ام رحم " الباسہ " الحاطمہ " مگر یہہ سب وہ نام ھیں جو لوگوں نے بعض صفات کے خیال سے گھڑ لیئے ھیں *

عمال کعبہ

جس وقت کعبہ بنایا گیا اُس وقت وہ حضرت اسمعیل کے قبضہ میں بطور تولیت کے رھا اور اُن کي وفات کے بعد ان کي اولاد اس مقدس مسجد کي سب سے بڑي محافظ تھي مگر بني اسمعیل اور بني جرھم میں نہایت قریب قرابت تھي اور حضرت اسمعیل کي اولاد بجز قیدار کے عرب کے مختلف مقامات میں جا بسي تھي اس وجہہ سے خدا کے گھر کي حفاظت اسمعیل کي اولاد سے نکلکر بني جرھم کے ھاتھہ میں چلي گئي تھي ایک مدت دراز کے بعد بني عمالیق جو حمیر کے خاندان سے تھے اُس پر غالب آگئے تھے اور خانہ خدا کے مالک مطلق ھوگئے تھے اس موقع پر بني اسمعیل اور بني جرھم آپس میں متفق ھوئے اور عمالیق کو خانہ خدا سے بے دخل کردیا اور پھر دوسري مرتبہ بني جرھم اس مقدس معبد کے مالک ھوگئے *

پھر بني بکر اور بنواحزہ بني جرہم کے مقابلہ کو کھڑے ہوئے اور دونوں نے اپني اپني فوجوں کو جمع کرکو دفعۃ بني جرہم پر حملہ کیا اور بہت بڑي سخت لڑائي کے بعد بني جرہم بالکل مغلوب ہوگئے اور بھاگ گئے اور حفاظت اس معبد کي بني حزہ کے پاس آگئي پہلا شخص جس نے کہ مکہ کي حفاظت مکہ کی حکومت اور کعبہ کا انتظام اپنے ذمہ لیا عمرو بن اللحي تھا یہہ وہ شخص ہی جس نے سب سے اول کعبہ کے اندر ہبل بت کو کھڑا کیا تھا *

چند مدت بعد قصي ابن کلابہ نے جو اجداد رسول اللہ صلعم سے ہیں بنوبکر اور بنواحزہ پوچڑھائي کي خوب - مقابلہ ہوا مگر اُن قوموں کو شکست ہوئي اور قصی نے جو آنحضرت صلعم سے پانچ پشت اوپر تھا حکومت مکہ اور تولیت کعبہ کی اُن سے چھین لي اور خود حاکم اعلی ہوگیا اور اب قریش کعبہ کي ہرایک بات کے مالک ہوگئے *

قصی کے بعد عبدالدار اُن کا بیٹا اُن کي جگہہ سردار ہوگیا اور جو خاص خاص عہدے خود عبدالدار سے متعلق تھے وہ اُن کے بھائي عبد مناف کو مل گئے *

کعبہ کے متعلق پانچ بڑي خدمتیں تھیں اول - سقایا و رفادہ - یعني حاجیوں کو پاني اور کھانا دینے کا عہدہ دوم — قیادہ — یعني لڑائي کے وقت فوج کي سپہ سالاري کرنا سوم — لوا — یعنی علم بردار ہونے کا عہدہ — چہارم حجاب — یعني کعبہ کي حفاظت کا عہدہ پنجم - دول الندوہ — یعني دارالندوہ میں پریسیڈنٹ یا صدر انجمن ہونے کا استحقاق *

عبد مناف کي وفات کے بعد اُن کے وارثوں میں ایک خانداني نزاع پیدا ہوا جس کي وجہہ سے ان عہدوں کی تقسیم اس طرح پر ہوگئي *

ہاشم کو سقایا ور رفادہ کا عہدہ ملا *

عبدالدار کے پوتے شیبہ نے کعبہ کي حفاظت اور دارالندوہ کي صدر انجمني اور علم بردار ہونے کا عہدہ اپنے قبضہ میں رکھا *

ہاشم نے بڑي فیاضي اور سفر چشمي دریا دلي کے ساتھہ حاجیوں کي خبرگیري کي خدمت ادا کي چنانچہ سر ولیم میور تسلیم کرتے ہیں کہ ہاشم نے جو اسطرحپر حاجیوں کي تواضع کے لیئے مامور کیا گیا تھا شاہانہ عظمت کے ساتھہ اُس کو ادا کیا خود اُن کے پاس بڑي دولت تھي اور قوم قریش کے بہت سے آدمیوں نے تجارت کے ذریعہ سے بہت سي دولت جمع کي تھي ہاشم نے مثل قصي اپنے دادا کے قوم قریش سے التجا کي کہ تم خدا کے ہمسایہ اور اُسکے گھر کے محافظ ہو جو حاجي اس کے مکان کي تقدس کي تعظیم کرنے کو آتے ہیں وہ اُس کے مہمان ہیں اور یہہ مناسب ہی کہ سب سے پہلے ان مہمانوں کي خاطرو تواضع کرو تم کو خاص خدا نے منتخب کیا ہی اور اس بڑے رتبہ کے ساتھہ تم معزز ہو

پس خدا کے مہمانوں کي تعظیم کرو اور اُن کو تر و تازہ کردو کیونکہ وہ نہایت دور و دراز شہروں سے اپنے لاغر اور خراب و خستہ اونٹوں پر سوار ہوکر تمہارے پاس نہایت تھکے ہوئے اور پریشان آتے ہیں ' اُن کے بال بکھرے ہوئے اُن کا جسم دور دراز کے رستہ سے گرد و غبار میں آلودہ ہوتا ہی پس تم مہمان نوازي کے ساتھہ اُن کي دعوت کرو اور اُن کو بہت سا پاني دو *

ہاشم نے اپنے پاس سے بہت سا روپیہ خرچ کرکر ایک عمدہ نظم قایم کي اور تمام قوم قریش نے بھي نہایت مستعدي سے مدد کي اور ہرایک شخص نے اپنے مقدور کے موافق چندہ دیا اور تمام قوم قریش پر ایک معین محصول لگایا اور حاجیوں کے جم غفیر کے لیئے حوضونمیں کاٹي پاني کعبہ کے قریب کنوئیں سے بھروایا اور عرفات کے رستہ میں چمڑے کے عارضي حوض بنائے جبکہ حاجي منا اور عرفات کو روانہ ہوتے تھے اُس روز کھانا تقسیم ہوتا شروع ہوتا تھا اور جبتک وہ ہجوم منتشر نہوتا تھا اُسوقت تک برابر کھانا تقسیم ہوتا رہتا تھا غرضکہ پانچ چھہ روز تک گوشت ارز روٹي اور مکھن اور جو سے جو مختلف طور پر پکائے جاتے تھے اور چھواروں سے جو عرب کا نہایت عمدہ اور پسندیدہ کھانا ہی ان کي تواضع ہوتي رہتي تھي اسطرح پر ہاشم نے مکہ کي نام آوري کو بخوبي قایم رکھا مگر خود ہاشم کا نام ایک بہت اعلی درجہ کي خیرات سے اور بھي زیادہ مشہور ہوگیا اور جس نام آوري سے اہل وطن کي بہت سي ضرورتوں کو رفع کیا جو مدت دراز کے قحط کے سبب سے نہایت تنگ آگئے تھے یعني ہاشم نے ملک شام کا سفر اختیار کیا اور وہاں بہت بڑا ذخیرہ روٹیوں کا خرید کیا اور اُن کو ٹوکروں میں بھر کر اور اونٹوں پر لاد کر مکہ کو لائے اور وہاں اونٹ ذبح کیئے گئے اور بھونے گئے اور تمام لوگوں کو کھانا تقسیم کیا گیا فاقہ زدگي اور گریہ وزاري دفعتاً خوشي اور افراط طعام سے مبدل ہوگئي اور گویا قحط کے بعد ان کو ایک نئے سرے سے زندگي حاصل ہوئي *

ہاشم کے بعد مطلب کو سقایہ و رفادہ کي خدمت ملي اور اُن کے بعد عبدالمطلب ابن ہاشم پاس وہ خدمت آئي اور انھي کے عہد میں ابرہۃالاشرم نے جو اصحاب الفیل کہلاتا ہی کعبہ کے ڈھانے کے قصد سے فوج کشي کي تھي عبدالمطلب کے بعد یہہ خدمت زبیر بن عبدالمطلب کو پہونچي مگر ان سے بخوبي کام نہ چلا تو انہوں نے ابوطالب اپنے بھائي کو وہ خدمت دیدي انہوں نے بھي خیال کیا کہ یہہ کام نہایت مشکل ہی اور اُس میں بہت خرچ کرنا پڑتا ہی اسلیئے اُنہوں نے اپنے بھائي عباس کے سپرد کردي لیکن حضرت عباس کو اسقدر مقدور نہ تھا کہ وہ عہدہ سقایا اور رفادہ کا کام خوبي اور شہرت سے انجام دے سکتے اسلیئے یہہ عہدے اُن کے خاندان سے منتقل ہوکر عبد مناف کي دوسري شاخ میں چلے گئے *

واقعهٔ اصحاب فیل

مکه کے واقعات میں یه واقعه بهی ایک بهت بڑے واقعات میں گنا جاتا هی اسکا واقعه عظیم منصور هونا نه اسوجهه هی که قرآن مجید میں خدا تعالی نے اسکا ذکر فرمایا هی اور نه اسوجهه سے هی که در حقیقت ایک ایسا عظیم واقعه هی که مثل اس کے کبهی نه هوا هو بلکه اس کی عظمت صرف همارے مفسروں اور جهوٹی روایتوں کے بنانے والوں کی بدولت هی جنهوں نے سیدهے سیدهے واقعه کو ایک عجیب گهڑت اور الف لیله کے قصوں سے عجیب تر قصه کرکر بیان کیا هی *

مفش کردهٔ ام رستم داستاں * وگرنه یلے بود درسیستاں

میں اپنے اس خطبه میں ان لغو اور بیهوده روایتوں پر اور قرآن مجید کے غلط معنی بیان کرنے پر جو مفسرین نے اس قصه کی بابت بیان کیئے هیں بحث کرنا نهیں چاهتا جس میں ایک لنبا جداگانه مباحثه هی مگر جو واقعه که گذرا اُس کو صاف صاف لفظوں میں بیان کردیتا هوں *

کتابوں میں مذکور هی که اصحاب فیل سے پهلے تبع نے تین دفعه کعبه کے ڈهانے کا ارادہ کیا مگر ظلمت و آفت میں گرفتار هوئے وه قصے جغدان مشهور نهیں هیں مشهور قصه اصحاب فیل کا هی ابرهةالاشرم جو ایک عیسائی حاکم یمن کا تها أسنے اصنعاء یمن میں تویب تمدانکے ایک عظیم الشان کنیسه یعنی گرجا بنایا تها اور فلیس أسکا نام رکها تها اور یهه بات چاهی که لوگ کعبه کا حج چهوڑ دیں اور اس کنیسه کا حج کیا کریں اور اسلیئے أسنے کعبه کے ڈهانے کا ارادہ کیا اور معه فوج کے اور چند هاتیوں کے روانه هوا اور مغمس میں أترا أسرقت قریش اور کنانه اور خزاعه اور هذیل سب لڑنے کو طیار هوئے مگر أنهوں نے ابرهةالاشرم سے مقابله کرنے کی طاقت اپنے میں نهیں پائی ابرهةالاشرم نے کهلا بهیجا که مجهے تم سے جدال وقتال مقصود نهیں هی بلکه صرف کعبه ڈهانا مقصود هی اس گفتگو میں چند روز گذرے اور اسی درمیان میں ابرهه کے لشکر میں چیچک کی وبا پهیلی جو اس سے پهلے نهیں هوئی تهی تمام لشکر برباد هوگیا بهت سے مرگئے اور بهت سے اُسی حالت میں پهر گئے خدا تعالی نے ان پر ایسی آفت ڈالی که جو بد ارادہ انهوں نے کیا تها أسپر کامیاب نهیں هوئے *

مفسرین نے اس قصه کو عجیب طرح سے رنگا هی قرآن مجید میں دو لفظ آئے هیں طیرا اور بحجارة ان دونوں لفظوں کی مناسبت سے جو مفسرین وضاعین نے جو قصه چاها هی بنالیا هی جسکی کچهه اصل نهیں هی *

اسی سال میں أنحضرت صلعم پیدا هوچکے تهے جو أس بے نظیر اصلاح کا ذریعه هونے والے تهے جو قیامت تک بے نظیر رهیگی عبدالمطلب اور ابو طالب ان کی پرورش میں مصروف تهے جب أنحضرت صلعم کا سن شریف اس حد کو پهونچا جس میں أس

منصب کے ادا کرنے کا وقت منحصر تھا جس کے لیئے آنحضرت پیدا ہوئے تھے تب آپ نے اپنے فطرتي منصب نبوت کو اختیار کیا اور خداے واحد کي پرستش کا وعظ فرمانا شروع کیا اور بوجھہ اُن مصائب کے جو اس کام میں پیش آئے وطن چھوڑنا اور مکہ سے مدینہ کو ھجرت کرنا پڑا مکہ اب اپنے تئیں محفوظ سمجھتا تھا اور خوشي اور اطمینان کے ساتھہ اپنے بتوں کي پرستش میں مشغول تھا کہ دفعتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا محاصرہ کیا اور بغیر کسي قسم کي مزاحمت کے اسکو فتح کرلیا اُس کے بتوں کو توڑا اور پھر خداے واحد کي پرستش کو قایم کیا جو قیامت تک محمد رسول اللہ کے نام نامي کے ساتھہ قایم رھیگي *

تمت

الخطبة التاسعة

في

حسبه و نسبه عليه الصلوٰة والسلام

ان الله اصطفىٰ آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمرٰن على العالمين

عرب کے لوگ زمانہ جاهلیت میں نہایت اکھڑ گنوار جاهل بن لکھے اور بن پڑھے تھے علم ادب بھی جس کو ٹھیک ٹھیک علم ادب کہتے ھیں اُن میں نہ تھا اور نہ اور کسي فن کو اچھي طرح جانتے تھے - ہاں دو باتوں اُن میں بے مثل تھیں — ایک نہایت موثر اور پر مطلب گنواري فصاحت جو بالتخصیص دھقانیوں میں پائي جاتي تھي اور اس سبب سے اُس کے مضامین طبعي جوشوں پر مبني ھوتے تھے اور دلوں پر زیادہ اثر کرتے تھے — دوسرے بے مثل اور بے نظیر حافظہ - اگرچہ بن لکھے پڑھوں کا حافظہ ھمیشہ قوي ھوتا ھی مگر عرب والوں کا حافظہ بہت قوي تھا — اسي قوت حافظہ کے سبب وہ اپني قوموں کی تمام نسلوں کو یاد رکھتے تھے - اور نسلوں کے یاد رکھنے کو نہایت فخر سمجھتے تھے جو رفتہ رفتہ ایک علم ھوگیا اور "علم الانساب" اُس کا نام پڑگیا — اھل عرب کي عادت تھي کہ اپنے نسب پر بہت فخر کرتے تھے اور ھر موقع پر اُس کا ذکر کرنے اور اُس پر شیخي بگھارنے سے نہ چوکتے تھے - اور اس سبب سے اُن کو صرف اپنا ھي نسب نامہ یاد رکھنا کافي نہ تھا بلکہ اپنے مخالفوں اور رقیبوں اور ھمسایوں کا نسب نامہ بھي یاد رکھنا ضرور ھوتا تھا تاکہ اپني شیخي کے سامنے دوسرے کي شیخي نہ چلنے دیں - لکھنا اُن کو آتا نہ تھا اس لیئے اُن کے نسب نامے لکھے ھوئے نہ تھے — جہاں تک یاد تھي یا جو باتیں یاد رکھنے کے قابل تھیں وہ سب ھر زبان یاد تھیں اُن کا حافظہ ھي اُن کے لیئے لوح محفوظ تھا — حافظہ کیسا ھي قوي ھو مگر تمام پشتوں کا بترتیب یاد رکھنا ایک غیر ممکن بات تھي اس سبب سے بڑے بڑے جلیل القدر اور مشہور معروف اشخاص کے نام تو ضرور یاد رھتے باقي لوگوں کے نام جسقدر یاد رہ سکتے تھے اُس قدر رھتے تھے — اُن مشہور آدمیوں کے نام یاد رھنے کا یہہ بھي بڑا سبب تھا کہ اُن کے نام اور اُن کے حالات شعروں میں ھوتے تھے جو بڑے بڑے معرکوں اور میلوں اور لڑائیوں میں نہایت فخر کے ساتھہ پڑھے جاتے تھے - ان سب رسموں اور عادتوں کا نتیجہ یہہ تھا کہ ھر شخص اپنے آپ کو اور اپنے ھمسایہ اور اپنے مخالف اور

رقیب کو بخوبی جانتا تھا کہ وہ کس قوم اور کس نسل کا ہی اور کسی کو ایسی جرأت اور ایسی طاقت نہ تھی کہ اپنی قوم اور نسل کو بدل سکے یا جھوٹ موٹ اپنے آپ کو کسی ایسی نسل کا جس نسل کا درحقیقت وہ نہیں ہی کہنے لگے — مگر با ایں ہمہ سلسلہ وار تمام پشتوں کو بتلا دینا ہر ایک کو نام بنام مورث اعلی تک گن دینا ایک غیر ممکن امر تھا اس لیئے ہر شخص اپنے باپ دادا کے نام وہاں تک بیان کر سکتا تھا جہاں تک یاد ہوتے تھے — پھر بیچ کی پشتوں کو چھوڑ کر اُن کے نام لیدیتا تھا جن کے نام اشعار میں مذکور ہوتے تھے — پس جس مورخ نے ایسے لوگوں کا پورا سلسلہ وار نسب نامہ بیان کرنا چاہا اُس کو یہہ سب دقتیں پیش آئیں اور یہہ ایسی مشکلیں تھیں جنکا حل ہونا کچھہ آسان نہ تھا *

ایک اور مشکل عرب کے نسب ناموں میں یہہ تھی کہ ایک ہی نام کے کئی کئی شخص نسب ناموں میں ہوتے تھے اور اس لیئے مورخ دھوکے میں پڑجاتے تھے اور پچھلے شخص کو وہ شخص سمجھہ جاتے تھے جو اگلوں میں اُسی نام کا کوئی گذرا ہی اور جو پشتیں اُن دونوں شخصوں کے درمیان میں فی الحقیقت گذری ہوں اُن کا ذکر چھوٹ جاتا تھا اور جبکہ ایک شخص کے کئی نام ہوتے تھے تو دوسری قسم کا دھوکا پڑتا تھا — تجنیس خطی کے سبب سے ایک ہی نام کو بعضوں نے کچھہ پڑھا اور بعضوں نے کچھہ — شام میں اور عرب میں یہہ بھی دستور تھا کہ بجائے باپ کے نام کے اُس شخص کا نام لیدیتے تھے جو نسب نامہ کے اشخاص میں معروف و مشہور ہوتا تھا یا جس سے نسل گنی جاتی تھی — چنانچہ سیفت متی حواری نے اپنی انجیل میں حضرت عیسی کے نسب نامہ میں لکھا ہی کہ " کتاب نسب نامہ عیسی مسیح ابن داؤد ابن ابراھیم " حالانکہ مسیح سے داؤد تک اور داؤد سے ابراھیم تک بہت سی پشتیں ہوں مگر داؤد جو ایک نہایت مشہور نام تھا اُن ہی کا بیٹا حضرت مسیح کو بتادیا اور ابراھیم کا بیٹا داؤد کو کہدیا جس سے نسل چلی تھی اور بیچ کے سب نام چھوڑ دیئے *

عرب کے لوگوں کی یہہ بھی عادت تھی کہ اپنے باپ داداؤں کے ناموں کو جہاں تک اُن کو یاد ہوتے تھے بیان کرتے جاتے اور جب اُن کی یاد کے نام ختم ہوجاتے تھے تو اخیر یاد میں رہے ہوئے شخص کو اُس کا بیٹا کہدیتے تھے جس سے وہ نسل چلی ہی یا جب وہ ایسے شخص پر پہونچتے تھے جس کو ہر کوئی یقیناً اُسی کی اولاد میں جانتا ہی جس سے نسل چلی ہی تو اُس شخص کو اُسی کا بیٹا کہدیتے تھے اور اس سبب سے مورخوں کو ایسے لوگوں کا سلسلہ وار نسب نامہ لکھنے میں اور بھی مشکل پڑی ہی *

جبکہ ہم اپنے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنا چاہتے ہیں تو اُس میں بھی یہہ سب مشکلات پیش آتی ہیں — آنحضرت صلعم کو اپنے نسب نامہ کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اسی سبب سے کوئی صحیح حدیث آنحضرت

صلعم کے نسب نامہ کي موجود نہیں ہی - یہہ بات بے شک اُنہوں نے فرمائي کہ " ابراھیم خلیل اللہ میرے باپ اور میرے ولي ہیں " جیسا کہ ترمذي نے عبداللہ ابن مسعود کي روایت سے بیان کیا ہی مگر کرسي نامہ کے طور پر نہ کبھي اپنا نسب نامہ بیان فرمایا اور نہ اُس کے بیان کي ضرورت تھی کیونکہ تمام عرب کے لوگ یقیني بلا کسي شک و تردد کے جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ قبیلہ قریش سے ہیں اور اس بات پر بھي سبکو یقین تھا کہ قبیلہ قریش کا معد ابن عدنان کي اولاد میں ہی عدنان اولاد ہی قیدار ابن اسمعیل ابن ابراھیم کي اور اتني ہی بات اس امر کے ثبوت کے لیئے کہ آنحضرت صلعم اولاد اسمعیل ابن ابراھیم میں ہیں کافي تھي گو اُنکے درمیان میں کتني ہي پشتیں گذري ہوں جنکي تعداد میں اختلاف ہو *

ہاں اس بات میں کچھہ شک نہیں کہ جب لوگوں نے آنحضرت صلعم کا نسب نامہ بترتیب لکھنا چاھا تو اُس میں اختلاف ہوا اسي بناء پر کاتب الواقدي نے ایک قول آنحضرت صلعم کي طرف منسوب کرکے لکھا ہی کہ " کذب النسابون " یعني نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں — اور مسعودي نے اپني کتاب مروج الذھب میں ایک روایت بیان کي ہی کہ اسي اختلاف کے سبب جو نسب نامہ میں لوگ کرتے تھے فرمایا ہی کہ معد ابن عدنان سے آگے مت بڑھو کیونکہ آنحضرت صلعم نسب نامہ کے بڑي دور تک ہونے سے اور اُس کے زمانہ دراز میں متعدد راہیں ہونے سے بخوبي واقف تھے — بعضي روایتوں میں آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ " انا ابن الذبیحین " یعني میں دو قرباني کیئے گئے شخصوں کا بیٹا ہوں اور اس قرباني سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن دونوں شخصوں سے اسمعیل ابن ابراھیم اور عبداللہ اب محمد رسول اللہ مراد ہیں —

و لذلک (ای لتنازع الناس فی النسب) فھیٰ النبي صلعم عن تجاوز معد لعلمہ من تباعد الانساب و کثرۃ الاراء في طول ھذہ الاعصار (مروج الذھب مسعودي) -

و روي عن ام سلمۃ زوجۃ النبي صلعم انھا قالت قال رسول اللہ صلعم عدنان ابن ادد بن زید بن ہوا بن عواق الثری فقالت ام سلمتہ زید ھمیسع وہوا نبت و اسمعیل عواق الثری -

ابوالفدا نے حضرت ام سلمہ زوجۃ النبي صلعم سے روایت لکھي ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عدنان بیٹا ادد کا اور وہ بیٹا زید کا اور وہ بیٹا ہوا کا اور وہ بیٹا عواق الثری کا ہی اور ام سلمہ نے یہہ بھي کہا کہ زید اور ھمیسع ایک ہي شخص کا نام ہی اور ہوا نبت اور اسمعیل اور عواق الثری ایک ہیں *

یہہ تمام روایتیں جو اوپر بیان ہوئیں محض غلط اور بے سند ہیں اور ذرا بھي اعتبار کے لایق نہیں — آنحضرت صلعم کے روبرو کبھي آنحضرت کے نسب نامہ کي نسبت ذکر نہیں ہوا — صرف اُنکے نسب کا یقین کہ قریش ہیں تمام عرب کے دلوں پر جما ہوا تھا

اور اسکي کوئي وجہہ نہ تھي کہ اُس زمانہ میں آنحضرت صلعم کے نسب نامہ پر کچھہ بحث ہوتي — کئي صدي بعد جب کتابوں کي تحریر کا رواج شروع ہوا اور مورخوں کو نسب نامہ کي تحقیق میں مجبوري ہوئي تو اُنہوں نے اپني کتابوں کے رونق دینے کو جھوٹي روایتوں خود گھڑلیں یا افواہاً سني سنائي اپنے مطلب کے موافق سمجھہ کر بلا تحقیق مندرج کردیں — انا ابن الذبیحین کي روایت نہایت غلط ہی — اسمعیل کبھي قربانی نہیں ہوئے جیسا کہ ہمنے اپنے اُس خطبہ میں ثابت کیا ہی جو عرب کے تواریخي جغرافیہ پر لکھا ہی اور عبداللہ کي قربانی کا بیان محض غلط ہی — ہاں بلاشبہہ ترمذي نے جو روایت عبداللہ ابن مسعود سے بیان کي ہی وہ کسیقدر اعتبار کے لایق ہی — عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہر ایک نبي کے لیئے ایک مربي نبیوں میں سے ہوتا ہی اور میرا مربي میرا باپ میرے پروردگار کا دوست (یعني ابراہیم) ہی پھر قران کي یہہ آیت پڑھي کہ سب سے زیادہ دوست ابراہیم کے وہ ہیں جنہوں نے اُسکي پیروي کي ہی اور یہہ نبي یعني محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ سب ایمان والوں کا دوست ہی — پانچ شخص ہیں جنکي تحقیق کیئے ہوئے نسب ناموں میں معد ابن عدنان سے لیکر ابراہیم تک پشتوں کا بیان ہوا ہی — ایک بیہقي — دوسرے ابن ہشام — تیسرے ابن الاعرابي — چوتھے برخیا کاتب الوحي ارمیا نبي علیہ السلام — پانچویں النجرا *

عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلعم ان لکل نبي ولاة من النبیین وان ولیي ابي وخلیل ربي ثم قرا " ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبي والذین آمنوا واللہ ولي المومنین " (رواہ الترمذي)

ان میں سے پہلے یعني بیہقي نے عدنان سے ابراہیم تک دس پشتیں اس طرح پر لکھي ہیں " عدنان ابن عدد ابن المقوم بن یاحور بن یارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمعیل بن ابراہیم " *

اور دوسرے شخص ابن ہشام نے اپني کتاب المغازي و سیر میں نو پشتیں اس طرحپر لکھي ہیں " عدنان ابن عدد ابن ناحور ابن سود ابن یعرب ابن یشجب ابن نابت ابن اسمعیل ابن ابراھیم " *

اور اسي کتاب کے دوسرے نسخہ میں گیارہ پشتیں اس طرح پر لکھي ہیں " عدنان ابن ادد ابن یشجب ابن یعرب ابن الھمیسع ابن سابو ابن یامد ابن قیدار ابن اسمعیل ابن ابراھیم " *

اور تیسرے شخص یعني ابن الاعرابي نے اس طرح پر نو پشتیں نسب نامہ میں مندرج کي ہیں " عدنان ابن اد ابن ادد ابن الھمیسع ابن نابت ابن سلامان ابن قیدار ابن اسمعیل ابن ابراھیم *

اول تو ان نسب نامون کو اسمعیل تک سمجھنا غلطي هی کیونکه اس کے لکھنے والوں نے جہاں تک اُن کو نام یاد تھے وهاں تک لکھه کر اُس کے مشہور اشخاص قیدار و اسمعیل کا نام لودیا هی اور بیچ کے نام جو یاد نه رهے تھے چھوڑ دیئے هیں - جن لوگوں نے اُنکو پورا سمجھا هی بڑي غلطي کي اور خود اُس زمانه سے جو عدنان اور ابراهیم کے درمیان میں گذرا هی اُن کي غلطي ثابت هوتي هی — دوسرے یهه که نسب نامے خود بهي غلط هیں ابن هشام کے دونوں نسخے آپسمیں مختلف هیں اور ثابت کے ذریعه سے اسمعیل تک قریش کا نسب نامه پهونچانا ایک ایسي غلطي هی جو خود عرب جاهلیت کي روایتوں سے جو تاریخي وقعت کے درجه کو پهونچ گئی هیں غلط ثابت هوتي هی - ابن الاعرابي کے نسب نامه کا بهي کچهه ثبوت روایتاً یا درایتاً نهیں هی *

پس دو نسب نامے باقي رہ گئے ایک بارونج یا برخها کاتب الوحي ارمیا نبي کا اور دوسرا الجرا کا — ابوالفدا نے بهی لکها هی که جو نسب نامه الجرا نے لکها هی وهي درست هی اور وهي اختیار کرنے کے لایق هی - کوئي وجهه اس بات کي نهیں هی که حضرت اسمعیل کي اولاد کا جو سلسله برخها کاتب الوحي حضرت یرمیا نبي نے اپنے زمانه تک کا لکها هی اُس پر هم اعتبار نه کریں خصوصاً اس وجهه سے که معد ابن عدنان حضرت یرمیا نبي کے وقت میں تھے اور بخت نصر کے هنگامه میں حضرت یرمیا نبي نے اُن کو بچایا تها اور ساتهه لیگئے تھے اور یهه ایک قوي قرینه اسبات کا هی که برخها کاتب الوحي یرمیا نبي کو معد کا نسب نامه لکهنے کي اسمعیل ابن ابراهیم تک ضرورت پڑي هوگي - یهه شجرہ حضرت اسمعیل کي اولاد کا یا یوں کهو که معد ابن عدنان کا ابراهیم تک نسب نامه جو برخها کاتب الوحي نے لکها همارے هاں کي کتابوں میں بهي مندرج هی - چنانچه مسعودي نے اپني کتاب مروج الذهب میں اُس کو بعینه نقل کیا هی — هشام کلبي کي روایت جو واقدي میں هی اُس میں اُسي شجرہ کو بیان کیا هی مگر ناموں کے تلفظ میں به سبب مجانست الفاظ کے اور نقل کے فرق هوگیا هی مثلاً ایک نے ایک نام لکها هی اقفان قاف اور نون سے دوسرے نے لکها هی افقان فے اور تے سے یا مثلاً ایک نے لکها هی عیسی بالهاء اور دوسرے نے لکها هی عیسر بالراء اور غالباً کاتب نے کشش دار حروف یا کو حرف الراء سمجهه لیا هی اسي طرح ناموں کے تلفظ و نقل میں اختلاف هی ورنه وه دونوں واحد هیں اور وهي شجرے هیں جو برخها کاتب الوحي نے اپنے زمانه تک کے لکهے هیں *

واما الذی ذکرہ الجرا في النسابة في شجرة النسب و هو المختار (ابوالفدا) -

الجرا کا نسب نامه درحقیقت اسمعیل ابن ابراهیم تک نهیں هی بلکه حمل ابن معد ابن عدنان اول تک هی یعني وهاں تک که برخها کاتب الوحي نے شجرہ لکها تها

مگر جو کہ الجرا نے بھی اُن ناموں کو جو برخیا کاتب الوحی نے لکھے تھے چھوڑ کر حسب دستور عرب و شام اُس کے اخیر میں قیدار بن اسمعیل اور ابراھیم کا نام لکھدیا تھا — لوگوں کو شبہہ پڑا کہ یہہ مستقل جداگانہ نسب نامہ ھی حالانکہ درحقیقت وہ برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کا تتمہ ھی — ایک اور وجہ غلطی میں پڑنے کی یہہ بھی ھوتی ھی کہ برخیا کاتب الوحی اور الجرا کے نسب نامہ میں مکرر نام آتے ھیں خصوصاً معد اور عدنان کے اور اس سبب سے لوگوں نے اُسکو جداگانہ نسب نامہ خیال کیا حالانکہ مکرر ناموں کا آنا کوئی امر قابل اشتباہ کے نہیں ھی — پس اب ھم برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کے نیچے الجرا کا نسب نامہ جو اُس کا تتمہ ھی لگادیتے ھیں جس سے آنحضرت صلعم کا نسب نامہ اسمعیل ابن ابراھیم تک پورا ھو جاتا ھی جن وجوھات سے کہ ھمنے الجرا کے نسب نامہ کو برخیا کاتب الوحی کے نسب نامہ کا تتمہ بیان کیا اور دونوں کی صحت کو تسلیم کیا اُس کی وجوھات یہہ ھیں *

اول یہہ کہ اسمعیل سنہ ۲۰۶۴ دنیاوی مطابق سنہ ۱۹۱۰ قبل مسیح کے پیدا ھوئے تھے اور محمد صلعم سنہ ۴۵۷۰ دنیاوی مطابق سنہ ۵۷۰ بعد مسیح کے پیدا ھوئے تھے پس دنوں ولادتوں میں چوبیس سو چھتر برس کا فاصلہ ھی اور اسمعیل سے آنحضرت تک اس نسب نامہ کی ستر پشتوں گذرتی ھیں جو از روے حساب اُس سلسلہ نسل کے جو علی العموم علوم طبعی کی تحقیقات سے اختیار کیا جاتا ھی بالکل صحیح ھی یعنی قریب تین پشت کے ایک صدی میں *

دوسرے یہہ کہ معد و ارمیا نبی دونوں ایک وقت میں تھے چنانچہ مروج الذھب وقد کان ارمیا معہ معد بن عدنان اخبار یطول ذکرھا مسعودی جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ھی کہ معد ابن عدنان کے ارمیا نبی کے ساتھہ جو حالات گذرے ھیں وہ بہت طولانی ھیں (مسعودی) — وہ حالات یہہ ھیں کہ جب بخت نصر نے عرب پر حملہ کیا اور عدنان اور نبی ارمیا کو شکست دی اور مکہ کو لوٹ لیا اور صدھا آدمیوں کو پکڑ کر بابل میں لیگیا اُس وقت اللہ تعالی نے معد ابن عدنان کو اُس سے بچایا اور ارمیا نبی اور برخیا خدا کے حکم سے معد کو اپنے ساتھہ لیگئے اور حوران میں اُن کو بحفاظت رکھا — ارمیا نبی کا زمانہ سال دنیوی کے حساب سے چھٹا لاکھ پچیسویں صدی میں یعنی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا اور جو نسب نامہ ھمنے صحیح قایم کیا ھی اُس میں بھی نسلوں کا عام سلسلہ بموجب معد بھی اُسی زمانہ میں ھوتا ھی جو ایک نہایت قوی دلیل اُس سلسلہ کی صحت کی ھی اور برخیا کاتب الوحی کی تاریخدانہ تحریر اور عام عرب کی مشہور روایت سے عجب طرحپر مطابقت

ي جاتي هي *

سر ولیم میور نے اپني کتاب لائف آف محمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ میں لکھا هی کہ یہہ روایت معد اور ارمیا نبي کي صحیح معلوم نہیں هوتي اسلیئے کہ آنحضرت صلعم و عدنان میں اٹھارہ پشتیں هیں اور نسلوں کے صحیح حساب سے عدنان کي پیدایش سنہ ۱۳۰ قبل مسیح سے پہلے کي نہیں هوسکتي حالانکہ بخت نصر کے حملوں کا زمانہ سنہ ۵۷۷ قبل مسیح میں پایا جاتا هی *

مگر سر ولیم میور کو ناموں کے متحد هونے سے یہہ شبہہ پڑا هی — عدنان بھي دو هیں اور معد بھي دو هیں - ایک وہ هیں جو برخیا کاتب الوحي کے شجرہ میں هیں اور دوسرے وہ هیں جو الجرا والے نسب نامہ میں هیں - پس وہ روایت نسبت پہلے معد ابن عدنان کے هی — سر ولیم میور نے دوسرے معد ابن عدنان کي نسبت وہ روایت تصور کي هی — عک بلاشبہہ معد کا بھائي تھا مگر اُس سے پہلے معد کا نہ دوسرے معد کا جیسا کہ سر ولیم میور نے تصور کیا هی — عرب کے ضلع حضرموت میں جو قلعہ قوم عاد کا از نام حصن الغراب تھا اور جس میں سے ایک کتبہ نکلا جس میں هود پیغمبر کا ذکر هی اور اُس میں عک کا بھي نام هی — یہہ عک اُسي پہلے معد کا بھائي معلوم هوتا هی *

همارے اس خطبہ کے پڑھنے والوں کو یاد رکھنا چاهیئے کہ محمد صلعم سے عدنان تک جو همارے مروجہ شجرہ میں پچاسویں نمبر پر هی پشتوں کا سلسلہ عموماً تسلیم کیا گیا هی اور کسي مورخ کو اُس میں اختلاف نہیں هی مگر عدنان سے آگے بلحاظ اُن وجوهات کے جو اوپر مذکور هوئیں مورخوں میں اختلاف هی — بیہقي کا قول هی کہ ''

قال البیہقي المذکور و کان شیخنا ابو عبداللہ الحافظ یقول نسب رسول اللہ صلعم صحیحۃ الي عدنان و ماوراء عدنان فلیس فیہ شئي نعتمد علیہ (ابوالفدا)

اُسکے اُستاد حافظ ابو عبداللہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلعم کا نسب عدنان تک صحیح هی اور اُس سے اوپر کوئي ایسي چیز نہیں هی جس پر بھروسا کیا جاوے '' مگر یاد رکھنا چاهیئے کہ یہہ قول بیہقي کا اگر صحیح هو تو اُسکے اُستاد کي ایک رائے و سمجھہ هی کوئي مذهبي حدیث نہیں هی جس پر یہہ استدلال هوسکے کہ مذهبي روایت کے بموجب اُس کي صحت نہیں هی *

بلاشبہہ اهل عرب بني اسرائیل سے نہایت قرابت قریبہ رکھتے تھے وہ اسمعیل کي اولاد تھي اور یہہ اُس کے بھائي اسحق کي — وہ ان پڑھ جاهل تھے اور یہہ لکھے پڑھے قابل — پس یہہ ایک قدرتي و طبعي بات تھي کہ جس بات سے وہ ناواقف هوں اپنے اسرائیلي بھائیوں سے اُس کو دریافت کریں یا جس بات کي تفصیل محمد رسول اللہ نے نہیں فرمائي

تھي اُس کا مفصل حال اپنے اسرائیلي بھائیوں سے پوچھیں - خصوصاً اس وجہہ سے کہ آنحضرت صلعم نے گذشتہ حالات و تاریخي واقعات کي نسبت بني اسرائیل سے روایت کرنے کو منع نہیں فرمایا تھا بلکہ اجازت دي تھي اور جس کسي بات میں کوئي خاص حکم نہ تھا تو یہود کي تتبع کو جو اہل کتاب تھے مناسب سمجھا تھا - پس جبکہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کے نسب نامہ لکھنے کا خیال ہوا جس کا کبھي مذکور آنحضرت صلعم کي زندگي میں نہوا تھا تو بلا شبہہ اُنہوں نے یہودیوں اپنے اسرائیلي بھائیوں سے جو لکھے پڑھے تھے اور جنکے ہاں تاریخ نویسي اور نسب ناموں کي تحریر کا بھي سلسلہ جاري تھا مدد لي اور اُن کي کتابوں کي بھي تحقیق کي اور نسب نامہ مرتب کیا اور یہي وجہہ ہوئي کہ بسبب مشابہ ہونے حروف تہجي عبري کے پھر اُسکي دوسرے خط کوفي میں نقل ہونے پھر خط ثلث میں نقل ہونے اور پھر موجودہ خط عربي میں نقل ہونے سے الفاظ کا اولٹ پھیر و تلفظ کا ادل بدل ہوا اور کاتبوں کي غلطي سے کوئي نام رہ گیا کوئي بڑھ گیا جو منشاء اختلاف ہی مگر جب کمال غور و فکر سے اُسپر لحاظ کیا جاوے تو اُس کي صحت بخوبي ہوسکتي ہی جیسیکہ بقدر اپني فہم کے ہمنے کي ہی - چنانچہ انہي واقعات کا ذکر واقدي نے اپني کتاب میں کیا ہی کہ میں نے اس بات میں کہ معد اولاد قیدار بن اسمعیل میں ہی کسیکا اختلاف نہیں دیکھا اور یہہ اختلاف جو آپ کے نسب میں ہی اس بات کي دلیل ہی کہ اہل عرب کو یا مسلمانوں کو نسب نامہ یاد نہیں تھا اُنہوں نے یہہ نسب نامہ اہل کتاب سے لیا ہی اُنہوں نے اُس کو ترجمہ کردیا اور پھر اُن کو اُس میں اختلاف ہوگیا - اور اگر یہہ نسب نامہ صحیح ہوتا تو رسول خدا صلعم سب لوگوں سے زیادہ اُس کے جاننے والے تھے پس ہمارے نزدیک بہتر یہہ ہی کہ معد ابن عدنان تک تھہر جانا چاہیئے اور اُس سے آگے اسمعیل تک کچھہ نہ کہنا چاہیئے *

ولم ار بیقهم اختلافاً ان معد من اولاد قیدر بن اسمعیل وهذا الاختلاف في نسبه یدل علی انه لم یحفظ و انما اخذ ذلک من اهل الکتاب و ترجموه لهم فاختلفوا فیه و لو صح ذلک کان رسول الله اعلم الناس به فالاصر عندنا علی الانتهاء الي معد ابن عدنان ثم الامساک عما وراء ذالک الي اسمعیل ابن ابراهیم (کاتب الواقدي) -

واقدي کے اس فقرہ کو سر ولیم میور نے بھي اپني کتاب لائف آف محمد میں نقل کیا ہی مگر اس میں کوئي ایسي بات جس میں آنحضرت صلعم کے اولاد اسمعیل ہونے میں شبہہ پڑتے نہوں ہی - یہہ بات سچ ہی کہ ہمکو نسب نامہ ابراہیم تک یاد نہ تھا یہہ بھي سچ ہی کہ ہمنے یہودیوں سے جو ہمارے اسرائیلي بھائي ہوں یا اُن کي کتابوں سے اُس کي تحقیق کرنے پر مدد لي ہی - جو وجہہ اختلاف ہمنے بیان کي ہی اُسیکي طرف واقدي نے بھي اشارہ کیا ہی - یہہ بھي سچ ہی کہ رسول خدا صلعم اعلم الناس تھے اگر اُن

کے سامنے اس کا تذکرہ ہوتا یا اُس کے بیان کی ضرورت ہوتی یا آنحضرت سے پوچھا جاتا تو خدا کی ہدایت سے بالکل صحیح و درست بتلا دیتے – مگر نہ اُس کی ضرورت ہوئی نہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا اور اسی وجہ سے ہمکو اور ذریعوں سے تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی باقی جو کچھہ واقدی نے کہا ہی وہ خاص واقدی کی راے ہی – اُس کے نزدیک معد بن عدنان تک نسب نامہ کی تحقیقات میں کچھہ شبہہ نہیں رہا اوس سے زیادہ اُسکو تحقیق نہیں ہوا اسلیئے وہ کہتا ہی کہ معد بن عدنان سے زیادہ بیان کرنا کچھہ ضرور نہیں مگر ہماری تحقیق یہہ ہی کہ بوخما کاتب الوحی ارمیا نبی کا لکھا ہوا شجرہ صحیح ہی اور وہ اسمعیل ابن ابراہام تک پہونچا ہوا ہی *

سرولیم میور صاحب کا یہہ کہنا ہم دل سے قبول کرتے ہیں کہ " یہہ بات صاف صاف تسلیم کی جاتی ہی کہ آنحضرت صلعم کا نسب نامہ عدنان تک خاص عرب کی ملکی روایتوں سے لیا گیا ہی اور عدنان سے آگے یہودیوں سے " مگر ہماری تحقیق اور سرولیم میور کی تحریر میں اتنا فرق ہی کہ وہ اُس عدنان تک عرب کی ملکی روایتوں کا نسب نامہ بتلاتے ہیں جو ہمارے مرتبہ کرسی نامہ میں پچاس نمبر پر ہی اور ہم اُس عدنان تک ملکی روایتوں کا نسب نامہ قبول کرتے ہیں جو اکتالیس نمبر پر ہی اور باقی کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہود کی تاریخ سے لیا ہوا ہی *

ہمکو اسبات کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوتا ہی کہ عیسائیوں نے اپنی کتابوں اور تحریر میں کیوں اس امر کے ثابت کرنے میں بیفائدہ سعی کی ہی اور اپنا وقت ضایع کیا ہی اور قواے عقلیہ و دماغیہ کو صرف کیا ہی – جس سے ہم مسلمان کبھی متفکر نہیں ہوئے یعنی یہہ امر کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے مذہب میں ایک تعلق ہی اور پچھلا پہلے پر مبنی ہی – اور جب وہ اس امر کو نہایت سعی بے حاصل سے ثابت کرچکتے ہیں تو از راہ طعن ہم پر یہہ الزام لگاتے ہیں کہ ہمنے فلاں فلاں بات یہودیوں کے مذہب سے لی ہی گویا مذہب اسلام میں ایسی بات نہیں ہی جو خود وہ اپنے اصول پر قایم ہو بلکہ یہودیوں کے ہاں سے چورایا ہوا ہی اور جیسیکہ مذہب عیسائی بالکل مذہب یہود کا محتاج ہی ویسا ہی مذہب اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہی — اگرچہ یہہ امر کہ کون سا مذہب مسلمانی یا عیسائی زیادہ تر بلکہ بالکل مذہب یہود کا محتاج ہی ہر ایک پر روشن ہی مگر ہم خوشی سے امر مذکور کو تسلیم کرینگے کیونکہ جو مشابہت ان دونوں ربانی الہامی مذہبوں میں پائی جاتی ہی اُس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اُسکو اپنا نہایت فخر سمجھینگے کہ ہم مسلمان ہی ہیں جو ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی کے سچے پیرو ہیں — ہم ہی یقین کرتے ہیں کہ آدم و نوح اور ابراہام و یعقوب و اسحاق و اسمعیل و موسیٰ و عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین

قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله (قران) — کہ خدا کے سوا اور کسیکو مت پوجو" هم مسلمانوں کا ذاتي فخر يهي هی که هم يهوديوں سے زيادة موسیٰ کلیم الله کے اور عیسائیوں سے زيادة عیسیٰ روح الله کے پيرو هوں جنهوں نے يحیيٰ و عیسیٰ اور محمد رسول الله کے مبعوث هونے کي خبر دي تهي اور اُنکي پيروی کي هدايت کي تهي — مگر يهوديوں نے اُن نبيوں کو اور عيسائيوں نے اُس پچهلے کو جسپر ايمان کا خاتمه تها نه مانا — مگر سچي پيروي موسیٰ و عیسیٰ کي هم مسلمانوں هي نے کي *

سب کا ايک هي دين تها — همارے پيغمبر کو خدا نے فرمايا که " يهوديوں اور عيسائيوں سے کهدے که ايک بات کو مان لو جو تمهارے هاں بهي وهي هی اور وه يهه هی

آنحضرت صلعم کے نسب نامه کي نسبت کوا يهوده گفتگو عيسائيوں نے کی هی — خدا تعالی کے اُس وعده کا پورا هونا جو اُسنے بني اسرائيل سے موسیٰ کي زباني کيا که " مَیں تمهارے بهائيوں يعني بني اسمعيل مَیں سے موسیٰ کی مانند ايک نبی پيدا کرونگا " کچهه اسبات پر منحصر نه تها که بني اسمعيل کي نسلوں محمد سے لیکر اسمعيل تک همکو کامل تراجم اور پوري تعداد سے ياد هوں اور نه اسبات پر اُسکا انحصار تها که وه کرسي نامه هم عرب کي ملکي روايتوں سے ياد کريں يا يهود کي روايتوں اور برخوا کاتب الوحي ارميا نبي کی تحريروں سے — وه تو اسمعيل کي اولاد مَیں سے ايک کے لئے هونا تها سو محمد رسول الله کي نسبت پورا هوا — تمام عرب اور يهود اور عرب کے قرب و جوار کي تمام قومیں اور تمام اگلے اور پچهلے مورخ خواه وه عرب کے رهنے والے هوں يا کسي اور ملک کے مسلمان هوں يا کسي اور مذهب کے اسبات مَیں ذرا بهي شبهه نهيں رکهتے بلکه بالکل تسليم کرتے هيں که محمد رسول الله بني هاشم قريش اسمعيل ابن ابراهيم کی اولاد مَیں هيں — محمد رسول الله نے قريش کو پکارکر مخاطب کيا که " ايکم ابراهيم " جسکو سب نے تسليم کيا اور کون ايسا شخص هی که جس مَیں اسقدر جرأت هو که وه سچ بات کو تسليم نه کرے — چنانچه هم اس مقام پر چند راقيں عالم مورخوں کي نقل کرتے هيں ابوالفدا لکهتا هی که " نسب آنحضرت صلعم کا عدنان تک متفق عليه هی بغير اختلاف کے اور اس مَیں بهي که عدنان اولاد اسمعيل ابن ابراهيم مَیں هی کچهه اختلاف نهيں هی ليکن اُن پشتوں کی تعداد مَیں اختلاف هی جو عدنان اور اسمعيل کے درميان مَیں هيں —

و نسبه صلعم الى عدنان متفق عليه من غير خلاف و عدنان من ولد اسمعيل بن ابراهيم الخليل عليه السلام من غير خلاف لكن الخلاف في هذه الاباء الذين بين عدنان و اسمعيل فعد بعضهم منها نحو اربعين رجلا وعد بعضهم سبعة (ابوالفدا) —

پس بعضوں نے تو چاليس پشتوں کے قريب

گئي هوں اور بعضوں نے سات " جن لوگوں نے جس شبهه سے سات گئي تهيں اُس کي تفصيل هم اوپر بيان کر چکے هوں پس اصل مين وه بهي کچهه اختلاف نه تها بلکه صرف سمجهه کي غلطي تهي *

مشهور مورخ مسٹر گبن جو تمام عالم مين مشهور هي لکهتا هي که " محمد کو حقير اور مبتذل نسل سے کهنا عيسائيوں کا ايک احمقانه افترا هي — ايسا افترا کرنے سے بجاے اسکے که اپنے مخالف کي خوبيوں کو گهٹاويں اُس کي خوبيوں کو اور زيادہ بڑهاتے هيں اسمعيل سے اُن کي نسل کا هونا ايک قومي تسليم کي هوئي بات اور ملکي روايت سے ثابت شده امر هي — بالفرض اگر کرسي نامه کي پهلي نسلوں بخوبي معلوم نه هوں اور ابهام مين هوں تو اور بهت پشتوں ايسي هيں جو صاف صاف شريف و نجيب هيں وه قريش اور بني هاشم هيں جو اهل عرب مين نهايت ناسي اور مکه کے فرمان روا اور کعبه کے موروثي محافظ تهے " *

رورنٹ مسٹر فارسٹر صاحب بهي يهي گواهي ديتے هيں اور اُنکي گواهي ايسي هي جو غالباً اُنهوں نے خوشي سے ندي هوگي وه لکهتے هيں که " اب تک همنے قيدار کا سراغ قديمي جغرافيه سے لگايا هي اب اسبات کا ديکهنا باقي هي که قديمي روايتوں کو عرب کي روايتوں کے ساتهه مقابله کرنے سے کيا ثبوت حاصل هوسکتا هي — کيونکه يورپ کے نکته چينوں کي راے مين عرب کي ايسي روايت جسکي تائيد مين اور کوئي ثبوت نه هو گو کيسے هي اعتراض کے قابل هو مگر روايت کي جانچ اور پرتال کے جو قوانين مسلمه هيں اُنکے مطابق اُنپر غور کرنے سے اسبات کا انکار کرنا ناممکن هي که وه روايت مذهبي اور دنيادي دونوں طرح کي تاريخ کے مطابق هي — خاص عرب کے لوگوں کي يهه خاص قديمي روايت هي که قيدار اور اُس کي اولاد ابتداء مين حجاز مين آباد هوئي تهي — چنانچه قوم قريش اور خصوصاً مکه کے بادشاه اور کعبه کے متولي هميشه اس بزرگ کي نسل مين هونے کا دعوے کرتے تهے اور خاص حضرت محمد نے اسي بنياد پر که اسمعيل کي نسل اور قيدار کي اولاد هيں اپني قوم کي ديني اور دنيوي عظمتوں کے استحقاق پر تائيد کي هي " *

صرف سرولهم ميور نے اپني کتاب لائف آف محمد مين علماء کي متفق راے سے اختلاف کيا هي هم اُس اختلاف کے جانچنے پر مستعد و آماده هوں — اُنهوں نے صرف اپني قياسي باتوں سے اُن حقيقتوں پر اعتراض کيا هي جو آفتاب کيطرح روشن هيں اور دنيوي اور مذهبي دونوں طرح کي تاريخ سے بلا کسي شبهه کے ثابت هوتي هيں چنانچه سرولهم ميور کهتے هيں که " جو کوششيں هميشه مذهب اسلام کي روايتوں اور عرب کے قصوں کو توريت اور يهوديوں کي روايتوں سے مطابق کرنے کيواسطے کيگئي هيں اُسکو بهي هم اُسي سبب سے منسوب کرسکتے هيں

اس کلمہ کو خاص حضرت محمد کے حالات حیات سے بہت کم تعلق ہی لیکن وہ اُن کے بزرگوں اور عرب کی قدیمی روایتوں سے ایک وسیع اور موثر تعلق رکھتا ہی — یہہ خواہش کہ مذہب اسلام کے پیغمبر کو اسمعیل کی اولاد میں سے خیال کیا جاوے اور غالباً یہہ کوشش کہ وہ اسمعیل کی نسل میں سے ثابت کیئے جاویں اُن کی حین حیات میں پیدا ہوئی تھی اور اس طرح پر محمد کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلہ گھڑے گئے تھے اور اسمعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچہ میں ڈھالے گئے تھے " *

مگر سرولیم میور کے اس قیاس کی غلطی کیسی علانیہ ظاہر ہی — آنحضرت صلعم کی زندگی میں کبھی اس بات کا خیال بھی نہیں ہوا کہ کوئی نسب نامہ ابراہیم تک درست کیا جاوے نہ کبھی اس بات کا دھیان ہوا کہ آنحضرت کو اولاد ابراہیم ثابت کرنے میں کوشش ہو — یہہ ایک ایسی بات ثابت شدہ و محقق تھی کہ جس میں کسیکو کسی جدید ثبوت کی تلاش کی حاجت نہ تھی — کیا آفتاب نصف النہار کے اثبات کا دن ڈھانڑے کسیکو خیال آسکتا ہی؟ تمام قران مجید میں کہیں اس بات پر زور نہیں ڈالا گیا — تمام معتبر کتابوں حدیثوں کی اس مباحثہ سے خالی ہیں — چند نامعتبر روایتوں جو کئی صدی بعد وفات آنحضرت صلعم کے پیدا ہوئیں اور اُسوقت پیدا ہوئیں جب کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا اور مصنفوں نے آنحضرت صلم کا نسب نامہ لکھنا چاہا — اُن کا بھی سلسلہ سند آنحضرت تک نہیں پہونچایا گیا — پس یہہ قیاس کرنا کیسا غلط قیاس ہی کہ یہہ خواہش آنحضرت صلعم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھی — ہمارے علماء نے جب آنحضرت صلعم کا نسب نامہ لکھنا چاہا تو اُسکی تحقیقات کی اور اُسکی نسبت جو اُنکی راے اور تحقیقات ہوئی بلا کسی تامل کے بلا کسی خیال کے بلا کسی تردد کے بلا کسی دل کے دھکڑ پکڑ کے نہایت بے پروائی اور سادگی و صفائی سے لکھدی جس سے خود یہہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمانوں کے دل میں نہ کبھی اس امر میں شبہہ تھا نہ اُن کو تردد تھا نہ کبھی اُنکو اسبات کے ثابت کرنے کی فکر تھی اور نہ کبھی وہ چوری و فریب اُن کے دل میں تھا اور نہ کبھی اُس کے ثبوت کے درپے تھے جسکا قیاس سر ولیم میور نے اپنی راے میں کیا ہی پس وہ اُنکا قیاس محض غلط ہی اور مطلق اعتبار کے لایق نہیں *

اب ہم اس خطبہ کے خاتمہ میں اپنے پیغمبر کا نسب نامہ جس طرح پر کہ ہمنے تحقیق کیا مندرج کرتے ہیں اور جو کہ مجھکو بھی اسبات کا فخر حاصل ہی کہ میں بھی اُسی آفتاب عالمتاب کے ذروں میں سے ہوں اسلیئے اپنے نسب نامہ کو بھی اُسکے ساتھہ شامل کردیتا ہوں تا کہ جو روحانی ارتباط مجھکو اُس سرور دو جہان سے ہی

او جو خون کا اتحاد مجھ میں اور اُس سرور عالم میں ھی اور جس کے سبب "لحمک لحمی و دمک دمی" کا ھمارا موروثی خطاب ھی اس ظاھری ارتباط سے بھی معزز ھوجاوے *

گرچہ خوردیم نسبتی ست بزرگ
ذرۂ آفتـــاب تا بانیـــم

تمت

الخطبة العاشرة

في

البشارة المذكورة في التوراة والانجيل

يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل

توریت ز وصف تست معمور * انجیل زنام تست مشہور

قرآن مجید کے بموجب ہم مسلمان اسبات کا یقین رکھتے ہیں کہ توریت اور انجیل دونوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی ایسی صاف صاف بشارتیں مذکور ہیں جن میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا *

خدا تعالی نے سورہ اعراف میں فرمایا ہی کہ " جو لوگ کہنا مانتے ہیں رسول بن پڑھے نبی کا جس کا ذکر اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توریت اور انجیل میں وہ اُن کو اچھی باتوں کے کرنے کو کہتا ہی اور بری باتوں کے کرنے سے منع کرتا ہی اور ستھری چیزوں کو اُن کے لیئے حلال کرتا ہی اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرتا ہی اور اُن کا بوجھہ اُن پر سے اُتارتا ہی اور جو مشقتیں اُن کے گلے کا طوق ہو رہی تھیں اُن کو دور کرتا ہی — پھر جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کا ادب کیا اور اُس کی مدد کی اور اُس نور کی تابعداری کی جو اُسکے ساتھہ اُترا وہی لوگ ہیں نجات پانے والے " *

الذين يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم اصرهم والاغلال التي كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي أنزل معه اولئك هم المفلحون (سورہ اعراف آیت ۱۵۶) —

پھر دوسری جگہہ خدا تعالی نے سورہ صف میں فرمایا ہی کہ " جب کہا عیسی مریم کے بیٹے نے کہ اے بنی اسرائیل بیشک مجھکو خدا نے رسول کرکے تمہارے پاس بھیجا ہی تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو میرے سامنہ ہی اور بشارت دیتا ہوا ایک پیغمبر کی جو میرے بعد ہوگا اور اُسکا نام احمد ہی — پھر جب وہ پیغمبر (یعنی محمد رسول اللہ صلعم) اُن کے پاس آیا کھلی ہوئی دلیلیں لیکر تو اُنہوں نے کہا یہہ تو علانیہ جادو ہی " *

و اذ قال عيسى ابن مريم يا بني اسرائيل اني رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدي من التوراة ومبشرا برسول ياتي من بعدي اسمه احمد فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا سحر مبين (سورہ صف آیت ۶) —

مسلمان کل عہد عتیق کو جس میں حضرت موسیٰ کی پانچوں کتابیں اور زبور و صحف انبیا داخل ہیں توریت کہتے تھے — کیونکہ اُن سب کے سرے پر جو کتاب تھی اُسکا نام توریت تھا — اور عہد جدید کی کتابوں کو سوائے اعمال اور حواریوں کے ناموں کے انجیل کہتے تھے - کیونکہ وہ سب کتابیں انجیل کے نام سے موسوم تھیں - قران و حدیث میں بھی انھیں معنوں میں لفظ توریت و انجیل کا وارد ہوا ہی - پس قران مجید سے یہہ تو پایا گیا کہ توریت و انجیل میں ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہی — اور لقب بھی مذکور ہی — مگر یہہ نہیں معلوم ہوا کہ کس جگہہ توریت و انجیل میں یہہ ذکر ہی - اس سبب سے مسلمان عالموں نے توریت و انجیل میں اُس کی تلاش شروع کی — مگر اُنھوں نے عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں کو نہایت ابتر و پریشان حالت میں پایا - کیونکہ کوئی اصلی قلمی نسخہ توریت و انجیل کا دنیا میں موجود نہ تھا اور جسقدر نقلیں موجود تھیں وہ آپس میں نہایت مختلف تھیں — یہودیوں کے جو بڑے نامی دو مدرسے تھے تو جو کتابیں مشرقی مدرسہ میں مروج تھیں اُن میں اور مغربی مدرسہ کی کتابوں میں نہایت اختلاف تھا — اور سامری عبرانی زبان میں توریت کے جو ترجمے تھے وہ بھی آپس میں مختلف تھے — اور جو ترجمے مشرقی زبانوں میں ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی مختلف تھے اور ہرگز یہہ خیال نہیں ہوسکتا تھا کہ یہہ سب ایک ہی اصلی کتاب کے ترجمے ہیں — علاوہ اس کے مسلمان عالم مذہبی روایتوں اور کلام الہی کی تصدیق کے لیئے سند مسلسل کے عادی تھے اور ہر مسلمان عالم اپنی مذہبی کتاب اور مذہبی روایت کو اپنے اُستاد اور اپنے اُستاد کے اُستاد (اور علی ہذا القیاس) کی زبانی گواہی یا سند سے اصل تک اُس کا ثبوت رکھتا تھا - یہاں تک کہ وہ قرآن مجید کے بھی مکتوبی نسخوں کے بھروسہ پر نہ تھے بلکہ اُس کے ہر ہر لفظ کی اور زیر و زبر تک کی مسلسل سند اپنے پاس رکھتے تھے — مگر توریت و انجیل کی ایسی مسلسل سند بھی کوئی موجود نہ تھی بلکہ اُن موجودہ نقلوں کی صداقت کے لیئے بھی کوئی ایسا سلسلہ ثبوت کا جس سے کچھہ شبہہ نہ رہے موجود نہ تھا - علاوہ اس کے جب مسلمان عالموں نے توریت میں بعض مقام پر ایسی باتیں لکھی ہوئی پائیں جو نہایت اخلاق کے برخلاف تھیں اور بعض ناپاک افعال پاک اور مقدس بزرگوں اور نبیوں کی طرف منسوب تھے جن کا واقع ہونا اُن بزرگوں سے مسلمان کسطرح یقین نہیں کرسکتے تھے - بلکہ خود مذہب اسلام نے اُن کو تعلیم کی تھی کہ تمام انبیا معصوم تھے اور افعال قبیحہ ایسے پاک اور معصوم بزرگوں سے سرزد ہونے غیر ممکن ہیں تو وہ اُن مقاموں کو دیکھکر نہایت حیران اور متعجب ہوگئے اور اُن کے دل میں اس بات کا شبہہ پیدا ہوا کہ توریت و انجیل میں تحریف ہوئی ہی *

اور جب کہ اُن کو قرآن مجید کی یہہ آیت یاد آئی کہ "یہودی بدل ڈالتے ہیں لفظوں کو اُن کی جگہہ سے" تو اُن کا وہ شبہہ درجہ یقین کو پہونچ گیا اور اُنہوں نے توریت و انجیل میں زیادہ تر تفتیش کرنے کی ہمت نکی - اور یہہ خیال کرکے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت و انجیل میں تحریف کردی ہی اور خصوصاً وہ مقامات جہاں جہاں ہمارے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کی بشارتیں تھیں بدلدی ہیں تلاش کرنی چھوڑ دی اور اپنی کم محنتی اور کاہلی اور ہمت چھوڑ دینے کے الزام سے بچنے کے لیئے تحریف کے الزام کو بطور سپر کے بنا لیا *

یحرفون الکلم عن مواضعہ (سورہ نساء آیت ۴۸ وسورہ مائدہ آیت ۱۶) -

مگر یہہ حال اُنہی لوگوں کا تھا جو علم اور تحقیق کے اعلی درجہ پر نہیں پہونچے تھے اور استقلال کے ساتھہ تحقیقات بھی نہیں کی تھی بلکہ اوپری اوپری باتوں میں پھنس رہے تھے — برخلاف اس کے بڑے بڑے عالم اور فاضل اور دیندار لوگ جن کا نام دنیا میں بھی مشہور تھا اور آخرت میں بھی مشہور ہوگا نہایت استقلال اور تحمل سے اُس کی تحقیقات میں مصروف تھے اور اُس کی جڑ تک پہونچ گئے تھے اُن کا یہہ قول تھا کہ قرآن مجید میں جو تحریف کا الزام یہودیوں و عیسائیوں پر خدا نے لگایا ہی اُس کا یہہ مطلب نہیں ہی کہ اُنہوں نے جان بوجھہ کر قصداً توریت و انجیل کے لفظوں کو بدل دیا ہی بلکہ یہہ مطلب ہی کہ لفظوں کے معنی پھیر دیئے ہیں — چنانچہ امام محمد اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کی تفسیر میں لکھا ہی "اے یاولونہ علی غیر تاویلہ" پس وہ لوگ تحریف لفظی کے قایل نہ تھے — البتہ یہہ بات تسلیم کے قابل تھی کہ قلمی نسخوں میں کاتبوں کی سہو اور غلطی سے بہت سی غلطیاں پڑگئی تھیں اس لیئے اُن بزرگوں نے پہلی قسم کے عالموں کی مانند ہمت نہیں ہاری اور تلاش و تفتیش سے باز نہیں رہے اور خدا تعالی نے اُنکی سعی کو مشکور کیا اور نہایت کامیابی سے اُنہوں نے توریت اور انجیل میں اور یہودیوں کی روایتوں میں وہ مقام ڈھونڈ نکالے جہاں پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کے مبعوث ہونے کی بشارتیں موجود تھیں - چنانچہ وہ سب روایتیں ہم مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں اور کتب سیر و تواریخ میں برابر مندرج ہوتی چلی آتی ہیں *

اگرچہ میں اُن بزرگ عالموں کی کوشش اور محنت کی نہایت قدر کرتا ہوں اور اُن بزرگوں کا مسلمانوں پر نہایت احسان مانتا ہوں اور اُن کو ہر طرح قابل ادب سمجھتا ہوں مگر میں اپنے اس خطبہ میں اُن سب کا ذکر کرنا ضرور نہیں سمجھتا ہوں - کیونکہ جو کچھہ اُن عالموں نے اپنی انتھک محنت سے نکالا ہی گو وہ تماشی مفید ہو الانقص سے خالی نہیں *

اول — تو یہہ نقص ہی کہ وہ بزرگ ایک عام طور پر لکھدیتے ہیں کہ یہہ بشارت توریت میں ہی اور وہ بشارت انجیل میں ہی اور اُس خاص مقام کا جہاں سے وہ مطلب اخذ کیا ہی کچھہ پتا و نشان نہیں بتلاتے *

دوم — اُن بشارات کے بیان کرنے میں اُس خاص کتاب کا بھی نام نہیں بیان کرتے جہاں سے وہ بشارت نکالی ہی یعنی یہہ نہیں بتلاتے کہ وہ بشارت حضرت موسیٰ کی کتابوں میں ہی یا زبور میں یا صحف انبیاء میں اور جو پورانے قدیم نسخے چلے آتے تھے اور جن میں اختلاف عبارت بھی تھا اور اُن کے جدا جدا نام تھے اُن میں سے بھی کسی نسخے کا نام نہیں بتلاتے کہ کون سے نسخہ میں یہہ بشارت تھی اور نہ جس کتاب سے وہ بشارت لکھی ہی اُس کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں بلکہ اُس کا مطلب اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں جو مذکورہ بالا نسخوں میں سے کسی کے ساتھہ مطابق نہیں ہوتا *

سوم — اُن کتابوں کے سوا جو اس وقت مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں داخل ہیں اور کتابیں بھی تھیں جو اب دستیاب نہیں ہوتیں یا غیر معتبر اور مشتبہ سمجھی جاتی ہیں اور اس سبب سے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ بشارتیں جو اُن بزرگوں نے لکھی ہیں اور موجود نسخوں میں نہیں پائی جاتیں وہ کن نسخوں سے لی گئی ہیں یعنی اُن کتابوں سے جو اب دستیاب نہیں ہوتیں یا اُن سے جو غیر معتبر و مشتبہ سمجھی جاتی ہیں

چہارم — اس میں بھی کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ بعض بشارتیں کتابوں میں لکھی ہوئی موجود نہ تھیں بلکہ سینہ بسینہ بطور روایت کے چلی آتی تھیں جیسیکہ انجیل متی میں حضرت مسیح کے ناصری کہلانے کی بشارت کا اسطرحپر ذکر ہی کہ " وہ آیا اور اُس شہر میں رہا جس کو ناصرت کہتے تھے تاکہ وہ بشارت پوری ہو جو انبیاء کہتے آتے تھے کہ وہ ناصری کہلاویگا " (متی باب ۲ — ۲۳) حالانکہ یہہ بشارت کسی نبی کی کتاب میں مفدرج نہیں ہی پس وہ بشارتیں جنکو مسلمان عالموں نے زبانی روایتوں سے لیا ہی اُن کی بھی کوئی معتبر سند نہیں بتلائی — فرض کرو کہ وہ بشارتیں صحیح ہونگی مگر جب اُن کی معتبر سند نہیں بتائی گئی تو وہ بھی نقص سے خالی نہیں اور اس لیئے اُن کا بھی اس خطبہ میں ذکر کرنا کچھہ مناسب نہیں *

پنجم — بعض بشارتیں اب بھی اُن کتابوں میں موجود ہیں جن کو عیسائی نامعتبر سمجھتے ہیں اور گو ہمارے پاس کافی ثبوت اس بات کا ہو کہ وہ صحیح ہیں لیکن ہم اپنے اس خطبہ میں اُن کا بھی ذکر نہیں کرنے کے بلکہ صرف اُن ہی بشارتوں کا ذکر کرینگے جو موجودہ مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں موجود ہیں جس کو تمام یہودی اور عیسائی مانتے ہیں تاکہ کسی کو اُس میں دم مارنے کا مقام نرہے *

ششم — علاوہ اس کے موجودہ مجموعہ عہد عتیق اور عہد جدید میں دو قسم کی بشارتیں موجود ہیں — ایک ایسی ہیں کہ اگر بغیر تعصب و طرفداری و ضد کے اُنپر غور ہو اور اُن کے معنوں میں تحریف نہ کی جاوے تو وہ صاف صاف ہمارے جناب پیغمبر خدا صلعم پر صادق آتی ہیں اور دوسری قسم کی ایسی ہیں کہ اُن سے یہہ تو معلوم ہوتا ہی کہ کسی پیغمبر کے ہونے کی بشارت ہی مگر یہہ بات صاف نہیں معلوم ہوتی کہ کس پیغمبر کی بشارت ہی اور اسلیئے ہر ایک قوم یہہ دعوی کرسکتی ہی کہ وہ بشارت ہمارے پیغمبر سے متعلق ہی — اس قسم کی بشارتوں بھی جھگڑے سے خالی نہیں اسلیئے میں اُنکا بھی اس خطبہ میں ذکر نہیں کرنے کا — پس ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے خیال کرینگے کہ بوجوہات مذکورہ بالا جسقدر بشارتوں کو میں نے چھوڑ دیا ہی اُنکی تعداد بمقابل اُن بشارتوں کے جنکا اس خطبہ میں ذکر کیا ہی بہت زیادہ ہی *

توریت اور انجیل میں آنے والے پیغمبر کی بشارتیں ایسی مہمل اور مجمل طور سے بیان ہوئی ہیں کہ پہیلی اور معمہ کی مانند ہوگئی ہیں — اور جب تک اُنکی تشریح نہ کی جاوے اور اُنکا حل نہ بتایا جاوے تو اُنکا مطلب ہر ایک کی سمجھہ میں نہیں آسکتا پس اگر ہم یکایک جناب پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلعم کی بشارتوں کو بیان کرنا شروع کردیں تو ضرور بعض لوگوں کے دل میں خیال جاویگا کہ یہہ کیسی مجمل اور مشکل بشارت ہی — اسلیئے اول ہم اُن بشارتوں کا ذکر کرتے ہیں جو حواریوں کے کہنے کے مطابق عہد عتیق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت آئی ہیں اور اُس کے بعد اُن بشارتوں کو لکھینگے جو توریت اور انجیل میں جناب پیغمبر خدا صلعم کی نسبت آئی ہیں — اس سے دو فائدے حاصل ہونگے — ایک تو یہہ کہ ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے اس بات سے واقف ہوجاوینگے کہ بشارتوں کے بیان کرنے کا کیا طریقہ ہی اور کس طرح کنایہ اور اشارہ سے بطور پہیلی یا چیستاں کے بیان ہوتی ہیں — دوسرے یہہ کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت جو بشارتیں ہیں اور جو بشارتیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کی نسبت ہیں اُن کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہمارے پیغمبر صاحب کی بشارتیں حضرت عیسیٰ کی بشارتوں کی بہ نسبت بہت زیادہ روشن اور نہایت صاف صاف ہیں جنکی صحت کو مخالف کا دل بھی قبول کرلیتا ہی *

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہہ بشارتیں ہیں

جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں

۱ — جب احاز یہود کے بادشاہ پر رصین بادشاہ ارم اور فقح بادشاہ رملیا بادشاہ اسرائیل نے چڑھائی کی تو احاز بادشاہ یہودا بہت گھبڑایا — اُس زمانہ میں حضرت

اشعیاہ پیغمبر تھے اُن سے التجا کی اُنہوں نے احاز کو تسلی دی اور فرمایا کہ تو خوف نہ کر تیرے دشمن تجھپر غالب نہونگے — اور اُس خوف کے رفع ہونے کی مدت اور اپنے قول کی صداقت کا یہہ نشان بتایا کہ " ایک کواری کو حمل رہی گا اور وہ بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوئیل رکھا جاویگا اور جب وہ ذرا ہوشیار ہوگا تو جو خوف تجھکو دشمنوں سے ہی جاتا رہی گا اور تیرے لوئے بھت اچھے دن آوینگے " (یہہ مضمون اشعیاہ نبی کی کتاب کے ساتویں باب میں مندرج ہی) پھر اُسی کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں مذکور ہی کہ وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ماھیر شالال ھاشبز رکھا گیا اور جب وہ ہوشیار ہوا تو احاز کو دشمنوں کا جو خوف تھا جاتا رہا *

با ایں ہمہ انجیل متی میں لکھا ہی کہ یہہ بشارت حضرت عیسی کی ہی جو کواری مریم سے پیدا ہوئے ہیں — چنانچہ سینٹ متی فرماتے ہیں کہ " جب حضرت مسیح کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھہ ہوئی تو اس سے پہلے کہ وہ ہم بستر ہوں روح قدس سے حاملہ پائی گئی تب اُس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُس کی تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے — وہ ان باتوں کے سوچ میں تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اُس پر خواب میں ظاہر ہوکے کہا ' اے یوسف داؤد کے بیٹے اپنی جورو مریم کو اپنے ہاں لانے سے مت ڈر کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں ہی سو روح قدس سے ہی اور وہ بیٹا جنیگی تو اُس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچاویگا ' یہہ سب کچھہ اس لیئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہوا کہ ' دیکھو ایک کواری پیٹ سے ہوگی اور بیٹا جنیگی ' اور اُس کا نام عمانوئیل رکھینگے ' جس کا ترجمہ یہہ ہی ' خدا ہمارے ساتھہ " (انجیل متی باب ۱ — ۱۸ لغایت ۲۲) *

پس اب غور کرنا چاھیئے کہ یہہ کیسی مجمل اور مشتبہ پیشین گوئی ہی اور کس وقت اور کس مطلب کے لیئے کہی گئی تھی — مگر حضرت متی نے اُس کو اشارۃ و کنایۃ حضرت عیسی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت قرار دی ہی *

۲ — حضرت میکا نبی نے بہت سی باتیں آیندہ کی اشارات و کنایات میں کہی ہیں کہ یہہ ہوگا اور وہ ہوگا اُس میں اُنہوں نے یہہ بھی فرمایا ہی کہ " ای بیت لحم فراتاہ اگرچہ تو یہودا کے ہزاروں میں چھوٹا ہی لیکن میرے لیئے ایک شخص جو بنی اسرائیل میں سلطنت کریگا اور اُس کا ہونا بہت قدیم زمانہ سے مقرر ہوچکا ہی تجھہ میں سے نکلے گا " (کتاب میکاہ باب ۵ — ۲) *

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہہ پیشین گوئی بھی حضرت مسیح کی ہی کیونکہ جب ہیرود بادشاہ نے سردار کاہنوں اور یہودیوں کے فقیہوں کو جمع کرکے پوچھا تھا کہ مسیح

کہاں پیدا ہوگا تو اُنہوں نے میکاہ نبی کی کتاب کی اس آیت پر استدلال کرکے کہا کہ بیت لحم میں پیدا ہوگا (انجیل متی باب ۲ - ۳ لغایت ۶) اور جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت لحم میں پیدا ہوئے اور گو دنیاوی سلطنت اُن کو بنی اسرائیل پر نہیں ہوئی مگر سیفت متی نے سلطنت کو روحانی سلطنت قرار دیا اور اس پیشینی گوئی کو حضرت عیسیٰ کے ہونے کی پیشین گوئی تھرایا *

حضرت ہوشیع نبی نے لفز و کنایہ میں کچھ فرماتے فرماتے یہہ فرمایا کہ " جبکہ اسرائیل بچا تھا اُسکو میں پیار کرتا تھا اور اپنے بیٹے کو میں نے مصر سے بولایا " (کتاب ہوشیع باب ۱۱ - ۱) *

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہہ بھی حضرت عیسیٰ کے متعلق بشارت ہی کیونکہ جب ہیرود نے حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کے بعد اُن کے مار ڈالنے کے لیئے اُن کی تلاش کی تو خداوند کے فرشتے نے خواب میں یوسف سے کہا کہ " اوٹھہ اس لڑکے کو اور اُس کی ماں کو لیکر مصر کو بھاگجا " (متی باب ۲ - ۱۳ لغایت ۱۵) اور جو کہ ہیرود بادشاہ کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ مصر سے واپس آئے تھے تو صرف اتنا ہی لکھا پر سیفت متی نے اس بشارت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق کردیا (متی باب ۲ — ۱۹ لغایت ۲۱) *

۴ — حضرت یرمیاہ نبی نے بنی اسرائیل کی مصیبتوں کو بیان کرتے کرتے یہہ فرمایا کہ " خداوند فرماتا ہی کہ راماہ میں دھاڑیں سار کر رونے اور نالہ کرنے کی آواز سنائی دیتی ہی کہ - راخیل اپنے بیٹوں کے لیئے روتی ہی اور تسلی نہیں پاتی کیونکہ وہ نہیں ہیں (کتاب یرمیاہ باب ۳۱ - ۱۵) *

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہہ بھی ایک بشارت حضرت عیسیٰ کے متعلق ہی کیونکہ جب " حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو ہیرود بادشاہ نے اس شبہہ میں کہ کونسا بچہ ہی جو عیسیٰ ہوگا بیت لحم اور اُس کی سرحدوں کے سب لڑکوں کو جو دو برس کے اور اُس سے چھوٹے تھے قتل کروایا " (انجیل متی باب ۲ — ۱۶) *

اب سیفت متی نے صرف اسقدر لکھا کہ اُن بچوں کے مارے جانے سے راماہ میں رونا اور پیٹنا ہوا فرمایا کہ یہہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کے متعلق ہی (انجیل متی باب ۲ - ۱۷ و ۱۸) *

۵ — حضرت اشعیاہ پیغمبر نے یہہ بیان کرتے کرتے کہ " اب بیت المقدس (اور شلوم) میں تکلیف باقی نہ رہوگی " یہہ بھی فرمایا کہ " تنگی کی ظلمت جس میں زمین مبتلا ہوتی ہی باقی نہ رہی گی جس طرح کہ اگلے زمانہ میں زبولون کی زمین اور نفتالی کی زمین کو حقیر کرکے آخر کار اسی طرح دریا کی اردن (فرات) کے کنارے جلیل میں

بڑے تھولے ہوں گے جو قوم کہ اندھیرے میں چلتی ہی نور عظیم دیکھیگی اور موت کے سایہ کی زمین کے رہنے والوں پر ایک نور چمکے گا " (کتاب اشعیاہ باب ۹ - ۱ و ۲) *

حضرت متی فرماتے ہوں کہ یہہ بشارت بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی ہی کیونکہ جب حضرت عیسی نے سنا کہ حضرت یحیی پیغمبر گرفتار ہوگئے تو وہ جلیل کو چلے گئے ' ناصرہ کو چھوڑ کر کفر ناحوم میں جو دریا کے کنارے زبولوں اور نفتالی کی سرحدوں میں ہی جارہے (متی باب ۴ - ۱۲ و ۱۳) *

سیمت متی نے صرف اتنی بات پر کہ حضرت عیسی دریا کے کنارے جا رہے تھے حضرت اشعیاہ نبی کے اُس قول کو حضرت عیسی کی بشارت قرار دیا (انجیل متی باب ۴ — ۱۴ لغایت ۱۶) *

۶ — حضرت ملاکی نبی نے بھی اسرائیل کو خدا کی عدول حکمی پر ملامت کرتے کرتے یہہ فرمایا کہ " اب میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میری براہ رہ کو تیار کرے گا اور جس خداوند کی تفحص میں ہو یعنی رسول عہد کے اور اُس سے خوش ہو یکایک اپنی ہیکل میں آجاویگا لشکروں کا خداوند فرماتا ہی کہ وہ اب آتا ہی " (کتاب ملاکی باب ۳ - ۱) *

اور جس وقت اشعیاہ نبی نے بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تسلی دی تو اُس وقت یہہ فرمایا کہ " پکارنے والا پکارتا ہی کہ بیابان میں خداوند کے لیئے ایک راہ تیار کرو اور جنگل میں ایک شاہ راہ میرے خدا کے لیئے درست کرو " (کتاب اشعیاہ باب ۴۰ — ۳) *

حضرت متی اور مارک اور لوک تینوں حواری اسبات پر متفق ہیں کہ یہہ دونوں بشارتیں حضرت عیسی علیہ السلام کی ہیں اس لیئے کہ حضرت یحیی پیغمبر نے جب لوگوں کو اصطباغ دیا تو اُنہوں نے گویا حضرت عیسی کے لیئے راہ بنائی اور حضرت یحیی یہہ کہا کرتے تھے کہ " میرے بعد ایک اور آتا ہی جو مجھہ سے بھی زیادہ قوی ہی " پس حضرت یحیی کا اصطباغ دینا تو راہ بنانا ہوگیا اور حضرت یحیی کا یہہ کہنا کہ " میرے بعد ایک اور آتا ہی " پکارنے والے کی آواز ہوگئی اور وہ دونوں بشارتیں حضرت عیسی پر صادق آگئیں (متی باب ۳ — ۱ و ۲ و ۳ و ۱۱) انجیل مارک باب ۱ - ۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۸ (انجیل لوک باب ۳ — ۲ لغایت ۴) *

ہم مسلمان حضرت یحیی بن ذکریا علیہ السلام کو پیغمبر برحق جانتے ہیں — مگر یہودی اُنکو پیغمبر نہیں مانتے اور عہد عتیق میں اُنکا کچھہ ذکر نہیں ہی اور نہ کوئی صحیفہ حضرت یحیی کا موجود ہی — پس جو اقوال حضرت یحیی کے انجیلوں میں مذکور ہیں وہ زبانی روایتوں سے لکھے گئے ہیں اور جن لوگوں سے انجیلوں کے لکھنے والوں نے

وہ اقوال سے اُنکا نام نہیں بتایا - عیسائي یقین کرتے ہیں کہ وہ سب روح القدس کي تائید سے لکھا گیا ہی جس کي صحت یقیني ہی - مگر ہم مسلمان جس طرح کہ اپنے پیغمبر کے حواریون یعني صحابہ و تابعین کے کلام کي سند چاہتے ہیں اُسي طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے کلام کو سند کا محتاج سمجھتے ہیں ,, لا نفرق بین احد من رسلہ " *

ان چند بشارتوں کے ذکر کرنے سے جنکو حواریوں نے حضرت عیسیٰ کي بشارتیں قرار دیا ہی ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے سمجھ جاوینگے کہ انبیاء سابق نبي لاحق کي بشارت کیسے دھوندلے لفظوں میں اور کیسے کنایہ اور اشارہ سے مگھم مگھم میں دیتے تھے جس کا سمجھنا پہیلی اور معما اور چیستاں سے بھي زیادہ مشکل ہوتا تھا اور اب ہم اپنے پیغمبر خدا محمد رسول اللہ کي بشارتیں بیان کرتے ہیں جنکو لوگ دیکھینگے کہ وہ اُنکي بہ نسبت کیسي صاف اور روشن ہیں *

بشارات محمد رسول اللہ صلعم توریت میں سے

بشارت اول

حضرت موسیٰ کي پہلي کتاب میں لکھا ہی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراھیم سے حضرت اسمعیل کي نسبت یہہ وعدہ کیا ہی *

וּלְיִשְׁמָעֵאל שְׁמַעְתִּיךָ הִנֵּה בֵּרַכְתִּי אֹתוֹ וְהִפְרֵיתִי אֹתוֹ וְהִרְבֵּיתִי אֹתוֹ
בִּמְאֹד מְאֹד שְׁנֵים־עָשָׂר נְשִׂיאִם יוֹלִיד וּנְתַתִּיו לְגוֹי גָּדוֹל :

וַיֹּאמֶר אֱלֹהִים אֶל־אַבְרָהָם אַל־יֵרַע בְּעֵינֶיךָ עַל־הַנַּעַר וְעַל־אֲמָתֶךָ
כֹּל אֲשֶׁר תֹּאמַר אֵלֶיךָ שָׂרָה שְׁמַע בְּקֹלָהּ כִּי בְיִצְחָק יִקָּרֵא לְךָ זָרַע :
וְגַם אֶת־בֶּן־הָאָמָה לְגוֹי אֲשִׂימֶנּוּ כִּי זַרְעֲךָ הוּא :

اِس عبارت کو عربي حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَلْ یِشْمَعِیل شَمَعْتِیخَا هِنَّهْ بֵּרَخْتِي اُوتُو وَ هِفْرِ یْتِي اُوتُو وَ هِرْبِیتِي اُوتُو
بِمְאُدْ مְאُدْ شְנֵیم عَسَار نְسִیאִیم یُولِیدْ وَ نْتَتْתִּیو لְגُوي گَادُول *

وَ یُومُرْ اِلُوهِیم اِلْ بِرَاهَامْ اِל تֵרַע بְעֵینֶیخَا عَلْ هَ نַּעַר وَ عَلْ اَمَا تْخَا کُل اَشֶר تُومַرْ اِلֵیخَا
سَارَهْ شְמַע بְקוֹلَیه کِي بְיִצְחָק یִקָּרֵא لَخَا زَارَع وَ عَمْ اِבֶּן هَ اَמָה لְגוֹي اَשِیمֶנּוּ کِي
زَرْ عَخَا هُو *

عربي ترجمہ

قد سمعت دعاءک لاسمعیل وھا انا بارکتہ و انمیتہ و فضلتہ کثیرا کثیرا یولد اثنی عشر خلیفۃ واجعلہ جوی کبیرا *

وقال اللہ لابراھیم لا یضیق صدرک علی الولد و علی امتک کلما تقول لک سارہ فاسمع بقولہا فانہ باسحق یدعی نسلک واجعل ابن الامۃ ایضا امۃ لانہ نسلک *

اُردو ترجمہ

میں نے تیری دعا اسمعیل کے حق میں قبول کی ہاں میں نے اُسے برکت دی اور اُسے بار آور کیا اور اُسے بہت کثیرہ فضیلت دی اُس سے بارہ امام پیدا ہونگے اور اُس کو بڑی قوم کرونگا (توریت کتاب اول باب ١٧ ـ ٢٠) *

کیا اللہ نے ابراھیم سے تیری نظروں میں برا نہ معلوم ہو اس لڑکے اور اپنی لونڈی کی وجہ سے جو کچھ تجھہ سے سارہ کہے اُسکی بات مان لے کیونکہ اسحق سے تیری نسل کہلائیگی اور اس لونڈی کے لڑکے کو بھی ایک قوم کرونگا کیونکہ وہ تیری نسل ہی (توریت کتاب اول باب ٢١ ـ ١٢ و ١٣) *

ان آیتوں میں محمد رسول اللہ صلعم کی صریح بشارت ہی کیونکہ خدا تعالی نے حضرت اسمعیل کو برکت دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اسطرح پورا ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو جو اسمعیل کی اولاد سے تھے تمام دنیا کے لیئے دنیا کے ختم ہونے تک نبی مقبول مقرر کیا *

جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ یہہ کہتے ہیں کہ خدا نے اسمعیل سے یہہ وعدہ کیا تھا کہ اُس کی اولاد میں بارہ سردار پیدا ہونگے ـ چنانچہ حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے جو بمنزلہ بارہ بادشاہوں یا بارہ سرداروں کے تھے پیدا ہوئے اور جس برکت دینے کا اسمعیل سے وعدہ ہوا تھا وہ دنیاوی برکت تھی نہ روحانی *

مگر یہہ تاویل کسی طرح صحیح نہیں ہوتی ـ ہر ایک منصف مزاج ان آیتوں کو پڑہ کر معلوم کرے گا کہ ان آیتوں میں جدا جدا تین لفظ استعمال ہوئے ہیں اول یہہ کہ "میں نے اُس کو برکت دی" دوم یہہ کہ "اُسے بار آور کیا اور اُسے بہت کثیرہ فضیلت دی" سوم یہہ کہ "اُسکو بڑی قوم کرونگا" ـ پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ کہنا صحیح ہی کہ ان تینوں جدا جدا لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں ؟ یعنی اولاد کا زیادہ ہونا *

جبکہ حضرت اسحاق بیر شبع میں پہونچے تو خدا تعالی نے خواب میں اُن سے یہہ وعدہ کیا تھا کہ "میں تیرے باپ ابراھیم کا خدا ہوں تو مت ڈر میں تیرے ساتھہ ہوں تجھکو برکت دونگا اور اپنے بندہ ابراھیم کے سبب تیری نسل کو بہت کرونگا" (توریت کتاب اول باب ٢٧ ـ ٢٤) *

جس مضمون کا وعدہ کہ حضرت اسمعیل سے کیا گیا اور جو لفظ برکت کا اسمعیل کے وعدہ میں استعمال ہوا اُسی مضمون کا وعدہ اسحاق سے کیا گیا اور وہی لفظ برکت کا اسحاق کے وعدہ میں بھی بولا گیا - پس یہہ کہنا کسقدر تعجب کی بات ہی کہ اسمعیل سے جو وعدہ تھا وہ تو دنیاوی تھا اور اسحاق سے جو وعدہ تھا وہ روحانی تھا *

ہمکو اسبات پر بھی غور کرنی چاہیئے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے کیا وعدہ کیا تھا - توریت میں لکھا ہی کہ جب حضرت ابراہیم کنعان میں پہونچے تو خدا نے اُن سے کہا کہ یہہ زمین تیری اولاد کو دونگا (توریت کتاب اول باب ۱۲ - ۷) *

اور جبکہ حضرت لوط حضرت ابراہیم سے جدا ہوگئے تو پھر خدا نے ابراہیم سے کہا کہ آنکھیں کھول اور چاروں طرف دیکھہ کہ یہہ تمام زمین جو تو دیکھتا ہی تیری اولاد کو دونگا اور تیری اولاد کو زمین کی ریت کی مانند کرونگا - جو کوئی ریت کے ذروں کو گن سکے تو تیری اولاد کو بھی گن سکیگا (توریت کتاب اول باب ۱۳ - ۱۴ و ۱۵ و ۱۶) *

پھر ایک دفعہ خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا کہ تیری اولاد اتنی ہوگی جتنے آسمان کے ستارے جنکو گن نہیں سکتا (توریت کتاب اول باب ۱۵ — ۵) *

پھر خدا نے ابراہیم سے ایک اور پختہ وعدہ کیا کہ یہہ زمین مصر کے دریا سے فرات کے دریا تک تیری اولاد کو دونگا (توریت باب ۱۵ — ۱۸) *

اور جبکہ حضرت ابراہیم ضعیف نقاہتے بوس کے ہوگئے تھے تب پھر خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا کہ تجھہ میں اور مجھہ میں یہہ وعدہ ہوتا ہی کہ تجھکو زیادہ سے زیادہ کرونگا تو بہت سی قوموں کا باپ ہوگا - تجھسے قومیں پیدا ہونگی — تجھسے بادشاہ نکلیں گے اور تیری اولاد سے بھی یہہ ہمیشہ کا عہد ہوگا اور کنعان کی زمین وارثت دائمی تجھکو دونگا (توریت کتاب اول باب ۱۷ — ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸) *

یہہ تو وہ وعدے تھے جو خدا نے حضرت ابراہیم سے کئے تھے - اب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے اسحق و یعقوب سے کیا وعدہ کیا تھا *

توریت میں لکھا ہی کہ جب یعقوب بیر شبع سے حاران کی جانب روانہ ہوئے تو ایک مقام پر پتھر سوہانے رکھہ کر سورہے - خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی زمین سے آسمان تک لگی ہوئی ہی اور خدا کے فرشتے اسپر اُوترتے چڑھتے ہیں اُسپر خدا نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں - یہہ زمین جسپر تو سوتا ہی تجھکو اور تیری اولاد کو دیتا ہوں — تیری اولاد زمین کے ریت کی برابر ہوگی اور چاروں طرف پھیل جاویگی (توریت کتاب اول باب ۲۸ — ۱۲ و ۱۳ و ۱۴) *

یہہ بات بھی زبور سے ثابت ہی کہ خدا نے جو ابراہیم سے عہد کیا تھا وہی بعد کو بھی قایم رہا اور وہ صرف کنعان کی زمین دینے کا عہد تھا — چنانچہ زبور داؤد میں خدا

کلام اس طرح لکھا ھی کہ " وہ عہد جو میں نے ابراھیم سے کیا اور اسحق سے اُس کی قسم کھائی اور یعقوب کے ساتھہ بمنزلہ قانون کے مقرر کیا اور اسرائیل سے عہد دائمی کیا اور کہا کہ زمین کنعان تجھکو دیتا ھوں تا تہ تیری میراث کا حصہ ھو " (زبور ١٠٥ - ٩ و ١٠ و ١١) *

اب دیکھو کہ اسی وعدہ کا پورا کرنا خدا نے بتلایا — چنانچہ توریت میں لکھا ھی کہ جب حضرت موسیٰ مواب کے جنگل میں یٹو پہاڑ پر چڑھے جو یریحو کے سامنے ھی تو خدا نے موسیٰ سے کہا کہ " یہہ وہ زمین ھی جس کی نسبت میں نے بقسمہ ابراھیم و اسحاق و یعقوب سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اولاد کو دونگا — پس یہہ زمین میں تجھکو آنکھوں سے دکھلا دیتا ھوں مگر تو وھاں نہیں جائے گا " (توریت کتاب پنجم باب ٣٤ - ٤) *

اب یہہ تمام وعدے جو خدا نے ابراھیم اور اسحق اور یعقوب کے ساتھہ کیئے تھے ھمنے منتخب کرکے ھر منصف مزاج پڑھنے والے کے سامنے رکھدیئے ھیں اور اُس کے بعد ھم دو سوال کرتے ھیں — اول یہہ کہ جو وعدے خدا نے ابراھیم کی اولاد کے کیئے کیئے ھیں وہ وعدے اسمعیل اور اسحق دونوں کے حق میں کیوں نہیں سمجھے جاتے ؟ حالانکہ خود خدا نے بھی کہا ھی کہ اسمعیل بھی ابراھیم کی اولاد ھی جیسا کہ باب ٢١ آیت ١٢ میں مذکور ھی *

دوسرا سوال ھمارا یہہ ھی کہ جو وعدہ خدا نے اسحق و یعقوب کی نسبت کیا تھا یعنی ملک کنعان دینے اور اولاد زیادہ کرنے کا اُس میں کیا ایسی چیز ھی جس سے وہ روحانی قسم کا سمجھا جاتا ھی اور جو وعدہ اسمعیل کی نسبت کیا تھا اُس میں کس چیز کی کمی ھی جس سے وہ دنیاوی سمجھا جاتا ھی ؟ *

جو لوگ کہ انصاف سے ان باتوں پر نظر کرتے ھیں وہ بہ یقین جانتے ھیں کہ خدا نے اسحق سے بھی برکت کا وعدہ کیا اُن کی اولاد میں انبیا پیدا ھوئے — ملک فتح کیئے — کنعان بھی فتح کیا — اسمعیل سے بھی خدا نے برکت کا وعدہ کیا — اُسکی اولاد میں سب سے آخر ایک پیغمبر آخرالزماں پیدا کیا — تمام دنیا کو اُس سے برکت دی — اسمعیل کی اولاد نے بھی ملک فتح کیئے — کنعان کو بھی جو غیر خدا پرستوں کے ھاتھہ چلا گیا تھا پھر فتح کیا اور ابراھیم ھی کی نسل میں پھر اُس ورثہ کو لے آئے اور جب تک خدا کی مرضی ھی وہ ابراھیم کا ورثہ اُن کے حصہ میں رھیگا اگرچہ بقاے اصلی صرف خدا کی ذات کو ھی *

الا کل شیئی ما خلا اللہ زایل

بشارت دوم

خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بہت سے احکام بتلائے اُس میں یہہ بھی فرمایا :-

נָבִיא מִקֶּרֶב אָחֶיךָ כָּמֹנִי יָקִים לְךָ יְהוָה אֱלֹהֶיךָ אֵלָיו תִּשְׁמָעוּן
נָבִיא אָקִים לָהֶם מִקֶּרֶב אֲחֵיהֶם כָּמוֹךָ וְנָתַתִּי דְבָרַי בְּפִיו וְדִבֶּר אֲלֵיהֶם
אֵת כָּל־אֲשֶׁר אֲצַוֶּנּוּ :

اس عبارت کو عربي حرفوں میں لکھا جاتا ہی : *

نَبِي مُقِرّ بِخَاتَمَا حُفَخَا كَامَوِني يَا قِيم لَخَا يُهوَاه اِلوِهخَ اِلاِ نِشمَاعُوس : فَابِي
أَقِيمُ لَهُم مِقرَب أَحِيهُم كَمُوخَا وِ نَثتِّي دِيبَرَاي بِفِيهُ وِ دِبِّر اِلِيهُم اِتْ كُل
اشِر اصوِنُو

عربي ترجمة

الهك الموجود يقيم لك نبيا من بينك من اخوتك مثلي له تسلمون : نبي من بين اخوتهم — اقيم لهم مثلك والقي كلامي بفيه و كل ماآمره يقول لهم

اُردو ترجمہ

قایم کریگا تیرا معبود موجود تیرے لیئے نبی تجھہ میں سے تیرے بھائیوں میں سے مجھسا — س کو مانھو — اُن کے بھائیوں میں سے نبي تیرا سا قایم کرونگا — اور اپنا کلام اُس کے مغہہ میں دونگا اور جو کچھہ میں اُس سے کہونگا وہ اُن سے کہدیگا (توریت کتاب پنجم باب ۱۸ — ۱۵ و ۱۸) *

ان آیتوں میں محمد رسول اللہ صلعم کے مبعوث ہونے کي ایسي صاف اور ایسي مستحکم بشارت ہی جس سے کوئي بھي انکار نہیں کرسکتا — خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ بني اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبي مثل موسیٰ کے مبعوث کریگا اور کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ بني اسرائیل کے بھائي بني اسمعیل ہیں اور بني اسمعیل میں بجز محمد رسول اللہ صلعم کے اَور کوئي نبي نہیں ہوا اور اُس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہہ بشارت ہمارے ہی جناب پیغمبر خدا صلعم کی تھی *

علاوہ اس کے ان آیتوں میں وہ لفظ ہیں جن پر غور کرنا چاہیئے — اول یہہ کہ " اپنا کلام اُس کے مغہہ میں دونگا " — دوم یہہ کہ " مثل تیرے " یعني موسیٰ کے ان دونوں لفظوں کا مصداق سواے محمد رسول اللہ صلعم کے اور کوئي نہیں ہی *

یہودي اور عیسائي دونوں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء بني اسرائیل پر سواے احکام عشرہ موسیٰ کے جو وحي آتي تھي اُس کے لفظ وہي نہیں ہیں جو توریت و زبور و صحف انبیاء میں لکھے ہوئے ہیں * بلکہ انبیاء کو صرف مطلب القا ہوتا تھا اور یہ وہ اُس کو اپني زبان و محاورہ میں لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے — اناجیل اربع جو اب معتمد اور قابل سند عیسائیوں میں تسلیم ہوتي ہیں اُن کے الفاظ تو وہ ہیں ہي نہیں

جو حضرت عیسیٰ کی زبان مبارک سے نکلے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی عبرانی زبان تھی اور وہ انجیلیں یونانی میں تحریر ہوئی ہیں — ہاں البتہ قرآن مجید ایسا ہی کہ اُس کے لفظ پیغمبر کے منہہ میں رکھے گئے اور وہی لفظ پیغمبر کے لوگوں کو پڑھ سنائے — پس یہہ الفاظ اس بشارت کے کہ " اپنا کلام اُس کے منہہ میں دونگا " سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے اور کسی پر صادق ہی نہیں آتے *

اب دوسری بات پر غور کرو کہ حضرت موسیٰ کی مانند کونسا پیغمبر ہوا ہی — بنی اسرائیل میں تو کوئی پیغمبر مثل حضرت موسیٰ کے نہیں ہوا — کیونکہ حضرت عزیر پیغمبر نے جب توریت کو بعد قید بابل کے تحریر فرمایا تو اُس میں یہہ لکھا ہی کہ : *

וְלֹא-קָם נָבִיא עוֹד בְּיִשְׂרָאֵל כְּמֹשֶׁה אֲשֶׁר יְדָעוֹ יְהוָה פָּנִים אֶל-פָּנִים :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَلَمْ قَامَ نَبِيٌّ عَوْدٌ بِيسْرَائِيلَ كَمُوشَهْ أَسِرْ يَدَاعُوهُ يَهْوَا بَانِيمِ آلْ بَانِيمِ

عربی ترجمہ

و ماقام نبي و ما بعد باسرائيل كموسى الذي عرف الله بالمشافهة

اُردو ترجمہ

اور پھر قایم نہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند جس نے پہچانا اللہ کو دو بدو (توریت کتاب پنجم باب ۳۴ — ۱۰) *

پس اب بنی اسرائیل کے بھائیوں میں دیکھنا چاہیئے کہ کون پیغمبر ہوا وہ یہجز محمد رسول اللہ صلعم کے اور کوئی نہیں — ہاں اب یہہ دیکھنا باقی رہا کہ وہ مثل حضرت موسیٰ کے ہیں یا نہیں — سو مفصلہ ذیل باتوں سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت محمد ہی ایسے پیغمبر ہیں جو مثل موسیٰ کے ہوئے ہیں *

۱ — حضرت موسیٰ نے اپنے کافر دشمنوں کے خوف سے اپنے وطن سے ہجرت کی — اسی طرح حضرت محمد کو بھی اپنے کافر دشمنوں کے خوف سے اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑی *

۲ — حضرت موسیٰ نے بھی ہجرت کرکے شہر یثرب میں جس کو اب مدینہ کہتے ہیں اور جو یثرون بانی شہر کے نام پر کہلاتا تھا پناہ لی — اسی طرح حضرت محمد نے بھی اپنے وطن مکہ سے ہجرت کرکے اُسی شہر مدینہ میں پناہ لی *

۳ — حضرت موسیٰ پر کلام خدا کا بلفظہ نازل ہوا جو دس احکام ہیں — حضرت محمد پر بھی کلام خدا کا بلفظہ نازل ہوا جو موجود ہی اور کلام اللہ کہلاتا ہی *

۴ — حضرت موسیٰ کو بھی کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوا — حضرت محمد کو بھی وحدانیت خدا کے وعظ کرنے سے جو کافر مانع ہوں اُن سے جہاد کرنے کا حکم ہوا — البتہ جہاد حضرت موسیٰ کا نہایت سخت قاتل خونریز تھا — اور حضرت محمد کا جہاد نہایت ملایم اور امن چاہنے والا اور امن دینے والا اور جانوں کا بچانے والا تھا *

۵ — حضرت موسیٰ نے اپنی متفرق اور پامال قوم کو مصر سے نکالکر یکجا جمع کیا — حضرت محمد نے بھی تمام متفرق اور مختلف عرب کی قوموں کو جو آپس میں نہایت دشمن اور کینہ ور تھیں جن کے باہم ہر سال خون کے نالے بہتے تھے اکھٹا کردیا بلکہ یکدل و یکجان کردیا اور اس پر عمدہ بات یہ کہ سب کو ایک خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کرنے والا کردیا اور ایسا قوی کردیا کہ کوئی اُس کے مقابل نہ تھا *

۶ — حضرت موسیٰ نے ملک فتح کیئے اور بنی اسرائیل میں دنیاوی بادشاہت بھی قایم کی — حضرت محمد نے بھی ملک فتح کیئے اور بنی اسمعیل میں دنیاوی بادشاہت بھی قایم کردی — اگرچہ اتنا فرق ہی کہ شاید حضرت موسیٰ کا اصلی مقصد بادشاہت قایم کرنی اور ملک کنعان پر قبضہ کرنے کا تھا *

اور حضرت محمد کا مقصد دنیاوی بادشاہت کا نہ تھا اصلی مقصد کے ساتھ وہ بھی اتفاق سے قایم ہوگئی تاکہ توریت کی بشارت مثل موسیٰ کے پوری ہوجاوے *

۷ — حضرت موسیٰ کو خدا تعالی کی جانب سے شریعت عطا ہوئی اور ایک کتاب دی گئی (یعنی توریت) جس میں تمام احکام شریعت کے ہیں — حضرت محمد کو بھی شریعت عطا ہوئی اور ایک کتاب دی گئی (یعنی قرآن) جس میں تمام احکام شریعت کے ہیں — اور غالباً کوئی آڑر پیغمبر سوائے حضرت موسیٰ اور حضرت محمد کے ایسا نہیں ہوا جسکو ایسا قانون شریعت عطا ہوا ہو کیونکہ تمام انبیائے بنی اسرائیل اور خود حضرت عیسیٰ سب کے سب موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے — کسیکو خاص شریعت عطا نہیں ہوئی تھی *

۸ — عیسائی مصنفوں نے بھی یہہ بات تسلیم کی ہی کہ حضرت محمد مثل حضرت موسیٰ کے تھے — مسٹر ریفان نے حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی کے بیان میں لکھا ہی کہ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صرف غور ہی کرنے والے اور سوچنے والے نہ تھے بلکہ وہ دونوں کام کرنے والے بھی تھے — اپنے ہموطنوں اور ہمعصروں کے لیئے کام تجویز کرتے تھے اور اسکے ذریعہ سے اُن دونوں نے انسانوں پر حکومت کی *

۹ — کواٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ میں جو آرتھوکل اسلام پر چھپا اُس آرتھوکل کا لکھنے والا لکھتا ہی کہ حضرت محمد کو اپنے وطن میں رہنا مشکل معلوم ہوا اور اسلیئے اُنہوں نے ہجرت کی تاکہ کسی دوسرے مقام پر جاکر وعظ کریں جسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت

موسیٰ اور اور نبیوں نے ہجرت کي تھي *

اُن کے پیروؤں نے اطاعت اور وفاداري کا وعدہ کیا اور جب یہہ ہو چکا تو اُنہوں نے اُن میں سے بارہ آدمي منتخب کیئے — حضرت عیسیٰ نے بھي بارہ حواري چنے — حضرت موسیٰ نے بھي بني اسرائیل کي قوم میں سے اپني بہ نسبت زیادہ عمر کے لوگ منتخب کیئے تھے *

سنہ ۱۰ ہجري میں اخیر مرتبہ آنحضرت صلعم چالیس ہزار مسلمانوں کے ساتھہ مکہ میں آئے اور کوہ عرفات پر مثل حضرت موسیٰ کے اُنکو برکت دي اور اپني اخیر نصیحتیں کیں اور خصوصاً یہہ نصیحت فرمائي کہ کمزوروں اور مفلسوں اور عورتوں کو پنڈہ دو اور سود خوري سے پرہیز کرو *

آنحضرت نے بھي مثل حضرت موسیٰ کے اخیر مرتبہ مسلمانوں سے پوچھا کہ میں نے کسیکا کچھہ نقصان تو نہیں کیا اور کسي کا کچھہ قرض تو مجھپر نہیں ہی ؟ اُنہوں نے * یہہ سب تمثیلیں وہ تھیں جو کوار ترلی ریویو میں لکھي ہیں — پس اب سوائے اُس کے جو ہواہ تعصب اس صاف اور روشن بشارت سے آنکھہ بند کرلے کون کہہ سکتا ہی کہ یہہ بشارت آنحضرت صلعم کي نہیں ہی *

جو آیتیں توریت کي ہمنے اوپر بیان کي ہیں اُن میں سے ایک کے یہہ الفاظ ہیں کہ " قایم کریگا تیرا معبود موجود تیرے لیئے نبي تجھہ میں سے تیرے بھائیوں میں سے " اس لفظ " تجھہ میں سے " پر ہمنے خطبات احمدیہ میں جو انگریزي زبان میں چھپي ہی کچھہ بحث نہیں کي تھي — سبب اس کا یہہ تھا کہ دوسري آیت میں یہہ لفظ نہیں تھا اور اُس میں نہایت صفائي سے بني اسرائیل کے بھائیوں میں سے یعني بني اسمعیل میں سے نبي مبعوث ہونا ظاہر تھا — اور جبکہ حضرت موسیٰ کي پانچویں کتاب کے چونتیسویں باب کي دسویں آیت سے جو اوپر لکھي گئي صاف ثابت تھا کہ بني اسرائیل میں سے کوئي نبي مثل موسیٰ کے نہیں ہوا تو صاف متیقن ہوگیا تھا کہ بني اسمعیل میں سے جو بني اسرائیل کے بھائي ہیں نبي موعود ہونے والا تھا — مگر مولوي چراغ علي صاحب نے اپنے رسالہ بشارت مثل موسیٰ میں اس پر بحث کي ہی وہ ارقام فرماتے ہیں کہ لفظ " تجھہ میں سے " اصل صحیح نسخہ توریت میں نہ تھا بلکہ کاتبوں کي غلطي سے یہہ لفظ بڑہ گیا ہی اور اُس کے ثبوت پر نہایت مضبوط تین دلیلیں پیش کي ہیں *

اوّل — یہہ کہ اسي آیت کو پطرس حواري نے اعمال حواریون میں نقل کیا ہی اور اُس میں یہہ فقرہ " تجھہ میں سے " نہیں ہی *

دوسرے — یہہ کہ استفان حواري نے بھي اس آیت کو نقل کیا ہی اُس میں بھي

وہ فقرہ نہیں ہی *

دوسرے — یہہ کہ توریت کے یونانی ترجمہ میں جو سپٹو ایجنٹ کہلاتا ہی اور نہایت قدیم اور بہت معتبر ترجمہ ہی اُس میں بھی یہہ فقرہ نہیں ہی اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ قدیم صحیح نسخوں میں یہہ الفاظ نہ تھے *

وہ یہہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں جو ضمیر واحد کی ہی وہاں اصل میں جمع کی تھی جیسے کہ اُن حواریوں کی تحریروں اور یونانی ترجمہ سے پایا جاتا ہی *

میں نے اس بحث کو جناب مولانا و بالفضل اولینا جناب مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی کے سامنے پیش کیا جو عبرانی زبان اور توریت مقدس کے بہت بڑے عالم ہیں اور غالباً ہم مسلمانوں میں آج تک عبرانی اور کالدی زبان و توریت و زبور و صحف انبیاء کا ایسا کوئی عالم نہیں گذرا — جناب ممدوح نے فرمایا کہ ترجموں کی طرف ہمکو التجا لیجانے کی کچھہ ضرورت نہیں ہی اور جبکہ یونانی ترجمہ توریت کا حضرت عیسیٰ سے پیشتر ہوچکا تھا تو حواریوں نے بھی غالباً اُسی ترجمہ سے نقل کیا ہوگا — تو پس گویا دلیل صرف ایک یونانی ترجمہ پر عود کرتی ہی — اور ہم اسبات کو پسند نہیں کرتے کہ ترجمہ کے استدلال سے اصل متن پر کچھہ الزام لگاویں مگر جن لفظوں پر بحث ہی وہ ہمارے مطلب کے بہت زیادہ مفید و مؤید ہیں *

آیت جس کے لفظوں پر بحث ہی یہہ ہی کہ " قایم کریگا تیرا معبود موجود تیرے درمیں نبی تجیہ میں سے تیرے بھائیوں میں سے مجھسا اُس کو مانیو " — یہہ قول حضرت موسیٰ کا ہی اور مخاطب اس کا کوئی شخص خاص نہیں ہی بلکہ کل قوم بنی اسرائیل ہی اور تمام قوم جو جنس واحد ہی اُسی کی طرف ضمیر خطاب واحد کا استعمال کیا ہی *

اب اس مقام پر حضرت موسیٰ کو یہہ بتانا تھا کہ وہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہوں ہونے کا بلکہ برادران بنی اسرائیل میں سے ہوگا — پس اگر اس مقام پر صرف یہی کہا جاتا کہ تیرے بھائیوں میں سے ہوگا تو یہہ بات بخوبی روشن نہوتی کہ بنی اسرائیل میں سے نہوگا — کیونکہ اگر قوم کو صرف یہہ کہا جاوے کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا تو اُس وقت یہہ احتمال کہ اسی قوم میں سے کوئی ہو زایل نہیں ہوتا اسلیئے اولاً حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ " تجھہ میں سے " اور پھر اُس کا بدل واقع ہوا " تیرے بھائیوں میں سے " تو اس سے صاف متحقق ہوگیا کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا نہ بنی اسرائیل میں سے — پس اسی طرز کلام سے بنی اسرائیل میں سے اُس نبی موعود کے مبعوث ہونے کا احتمال بالکل زایل ہو جاتا ہی اور الفاظ کہ " تیرے بھائیوں میں سے " الفاظ " تجھہ میں

سے " کا یہاں تصور نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر مقصود یہہ ہوتا کہ وہ نبیؑ موعود بنی اسرائیل میں سے ہوگا تو خود الفاظ " تجھہ میں سے " ہی زیادہ تر اُس مطلب کا بیان کرتے تھے بہ نسبت الفاظ " تیرے بھائیوں میں سے " کے — پس کسی طرح یہہ پچھلے الفاظ پہلے الفاظ کی تفسیر اور بیان نہیں ہوسکتے — بلکہ وہ پہلے الفاظ کے بدل واقع ہوئے ہیں جن سے اُس نبی موعود کا بنی اسمعیل سے ہونا معین ہوجاتا ہی *

انقلس نے جو نہایت قدیم ترجمہ کالدی زبان کا ہی اس مقام پر ترجمہ بصیغہ واحد کیا ہی یعنی بجائے اس کے کہ " تیرے بھائیوں میں سے " اُس نے ترجمہ کیا ہی " تیرے بھائی میں سے " اس کا سبب یہہ ہی کہ عبرانی میں جو لفظ " ماحیخا " ہی اُس کے حرف یا کو اگر علامت اضافت سمجھیں تو ترجمہ بصیغہ واحد ہونا چاہیئے — اور اگر علامت جمع سمجھیں تو ترجمہ بصیغہ جمع ہونا چاہیئے — بہر حال ایک بڑے یہودی عالم کی یہہ رائے ہی کہ وہ حرف یا علامت اضافت ہی اور جب ترجمہ بصیغہ واحد ہو تو صاف قوم بنی اسرائیل کے بھائی کوئی دوسری قوم ہونی چاہیئے اور اس صورت میں بنی اسمعیل میں سے نبی موعود کا ہونا متعین ہو جاتا ہی اور " ماحیخا " کا بجز بدل ہونے کے اور کچھہ ہو ہی نہیں سکتا *

مولوی چراغ علی صاحب نے اپنے رسالہ بشارت مثل موسیٰ میں یہہ بھی بیان کیا ہی کہ یہہ کہنا کہ بموجب محاورہ توریت کے بھائیوں کے لفظ سے ہمیشہ بنی اسرائیل ہی مراد ہوتے ہیں محض غلط ہی بلکہ کتاب استثنا باب ٢٣ — ٨ میں بنی قطورہ پر اور کتاب استثنا باب ٢ — ٤ و باب ٢ — ٨ و باب ٢٣ — ٨ و صحیفہ اشعیاہ باب ٢٠ — ١٢ وصحیفہ عبد یا آیت ١٠ میں نبی عیسٰو پر اور کتاب پیدایش باب ١٦ — ١٢ و باب ٢٥ — ١٨ میں بنی اسمعیل پر بھی لفظ بھائیوں کا بولا گیا ہی — اورجو کہ ان میں سے بجز اسمعیل کے اور کسیکو برکت نہیں دی گئی تھی اس لئے بنی اسمعیل ہی میں سے نبی موعود کا مبعوث ہونا متعین اور منحصر ہوگیا تھا *

بشارت سوم

حضرت موسیٰ پیغمبر اور حضرت حبقوق نبی نے نبی عربی حجازی محمد رسول اللہ (صلعم) کے مبعوث ہونے کی اس طرح بشارت دی ہی : *

וַיֹּאמַר יְהוָה מִסִּינַי בָּא וְזָרַח מִשֵּׂעִיר לָמוֹ הוֹפִיעַ מֵהַר פָּארָן וְאָתָה מֵרִבְבֹת קֹדֶשׁ מִימִינוֹ אֶשְׁדָּת לָמוֹ :

אֱלוֹהַ מִתֵּימָן יָבוֹא וְקָדוֹשׁ מֵהַר־פָּארָן סֶלָה כִּסָּה שָׁמַיִם הוֹד וּתְהִלָּתוֹ מָלְאָה הָאָרֶץ ,

اس عبارت کو عربي حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَ يُومِرِ يَهُوا مِنْ سِيفَائِي بَاوَزَ اَرَح مِنْ سِعِيرِ لَامُو هُو نِيمَّ مِنْ مَهْ بَارَان وِ اَنَا مِرِبَبُوث قُودِش مِيمِينُو اِيش دَاث لَا مُو *

اِلُوهَ مِنْ تِيمَان يَا بُو وِ قَادُوش مِنْ مَهْ بَارَان سِلَه كِسَّه شَا مَايِم هُودُ وُ تِهِلَّا تُو مَالِئَا هَا اِرض *

عربي ترجمہ

وقال ان الله طلع من سيفا — واشرق لهم من السعير و من جبل فاران تجلى - بمعية شريعة بيضاء بمجد الملائكة آتي - ياتي الله من جنوب والقدوس من جبل فاران - زين السموات الارض بحمده ملئان *

اُردو ترجمہ

اور کہا خدا سیفا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا — اُس کے داہنے ہاتھہ میں شریعت روشن ساتھہ لشکر ملائکہ کے آیا (توریت کتاب پنجم باب ۳۳ - ۲) *

اُٹھگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے - آسمانوں کو جمال سے چھپا دیا اُس کی ستایش سے زمین بھر گئي (کتاب حبقوق باب ۳ — ۳) *

ان آیتوں میں جو کوہ فاران سے خدا کا ظاہر ہونا اور شریعت کا اُس کے ہاتھہ میں ہونا بیان ہوا وہ علانیہ محمد رسول اللہ (صلعم) کے مبعوث ہونے اور قرآن مجید کے نازل ہونے کي کہ وہی شریعت ہي بشارت ہی *

یہہ بات عرب کے قدیم جغرافیہ سے اور بڑے بڑے عالموں کی تحقیق اور تسلیم سے اور توریت کے محاورات سے بخوبی ثابت ہوگئي ہی کہ مکہ معظمہ ہي کے پہاڑوں کا نام فاران ہی - چنانچہ امر مذکور کے ثبوت کي کافي دلیلیں بیان کرتے ہیں *

اکتوبر سنہ ۱۸۶۹ ع کے کوارٹرلی ریویو میں اسلام پر ایک آرٹیکل چھپا ہی جو ایک بہت بڑے عالم یہودي زبان جاننے والے کا لکھا ہوا ہی — اُس کے صفحہ ۲۹۹ میں لکھا ہی کہ سئیفر نے اُن خاص آیتوں کي جن میں سیفا اور سعیر اور فاران کي بشارت مذکور ہی اس طرح پر تشریح کي ہی کہ " خدا سیفا سے نکلا " یعني عبراني زبان میں شروع دي گئي (جس سے مراد توریت ہی) اور " سعیر سے چمکا " یعني یوناني زبان میں بھی شریعت دي گئي (جس سے مراد انجیل ہی اور مسلمان کل عیسائیوں کو رومي کہتے تھے) اور " فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اور اُسکے ہاتھہ میں شریعت روشن " یعني عربي زبان میں

شریعت دي گئي (جس سے مراد قران مجید هی) پس اس عالم کے قول سے ثابت هی کہ فاران وهي جگهه هی جهاں سے مذهب اسلام ظاهر هوا یعني حجاز یا مکه معظمه *

چند سطروں کے بعد اسي آرٹیکل کا لکهنے والا پهر لکهتا هی کہ " اس سے انکار نهیں هوسکتا کہ سعیر اور سعیر اکثر بجائے اسرائیل اور عیسوی کے مستعمل هوتے هیں اور ادوم بجائے روم کے اور فاران تو صاف عرب کے لیئے مستعمل هی — صرف اس میں شبهه هی کہ مکه کے گرد کے پهاڑوں کا یهه نام هی یا نهیں " مگر هم اس شبهه کو بهی مٹادینگے اور قدیم جغرافیه کي تحقیقات سے ثابت کردینگے کہ مکه کے گرد کے پهاڑ هي فاران هیں *

توریت کتاب اول باب ٢١ آیت ٢٠ میں لکها هی کہ جب حضرت ابراهیم نے حضرت هاجرہ اور حضرت اسمعیل کو اپنے پاس سے نکالدیا تو وہ دونوں بیر شبع کے بیابان میں پهرا کیئے اور اسی باب کي اکیسویں آیت میں لکها هی کہ بیابان فاران میں ساکن هوئے *

قران مجید سے بهی حضرت اسمعیل کي سکونت بیابان میں معلوم هوتی هی — قران مجید میں حضرت اسمعیل کے اُس زمانه کي سکونت کا ذکر هی جبکه حضرت ابراهیم اُن کے پاس آئے تهے اور خانه کعبه کي تعمیر کرکے اُسي کے پاس حضرت اسمعیل کي سکونت مستقل طور پر کردي تهي — اور یهه بات توریت سے بهي پائي جاتي هی کہ پهلے حضرت اسمعیل بیابان میں خانه بدوش تهے پهر بیابان فاران میں سکونت اختیار کي *

قران مجید میں حضرت ابراهیم کي دعا اس طرح پر مذکور هی کہ " اے خدا میں نے اپني اولاد میں سے تیرے بزرگ گهر کے پاس بن کهیتي کے میدان میں آباد کیا هی " لفظ " مدبر " مُدَبِّر جو اللهم انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم — (قران) —

توریت میں عبرانی زبان کا آیا هی اور لفظ " واد غیر ذی زرع " جو قران مجید میں آیا هی اُن دونوں کے ایک هي معني هیں — پس توریت مقدس اور قران مجید میں یهه بات تو متفق هی کہ حضرت اسمعیل وادي میں آباد هوئے — مگر اُس وادي کے نام اور مقام میں بحث باقي رهي — توریت مقدس سے تو اُس کا نام فاران معلوم هوا اور قران مجید سے اُس کا مقام وہ معلوم هوا جهانکہ اب کعبه هی اور اگر یهه ثابت هوجاوے کہ مکه معظمه جهاں کعبه بنا هوا هی وادي فاران میں واقع هی تو یهه امر بهي متفق علیه هوجاویگا *

اب هم اسبات سے جس کا ذکر قران مجید میں هی یعني کعبه کے پاس حضرت اسمعیل کا آباد هونا اُس سے قطع نظر کرتے هیں اور جو بات توریت میں هی اور جس کو یهودي اور عیسائي دونوں تسلیم کرتے هیں اُسي کو مدار اپنے استدلال کا قرار دیتے هیں اور وہ یهه هی کہ حضرت اسمعیل وادي فاران میں ساکن هوئے *

اب همکو قدیم جغرافیه سے اس بات کی تلاش باقی رهی که حضرت اسمعیل کس جگهه آباد هوئے تهے کیونکه جو مقام اُن کی سکونت کا ثابت هوجاوے گا وهی وادی فاران هوگا *

اس مطلب کے حل کرنے کے لیئے تین سوال قابل غور هیں : *

اول — یهه که حضرت ابراهیم نے حضرت اسمعیل اور اُن کی ماں کو اپنے گهر سے نکالکر کس مقام پر چهوڑا ؟ *

دوم — یهه که حضرت اسمعیل اور اُن کی ماں بیابان میں پهرنے کے بعد کس مقام پر آباد هوئیں ؟ *

سوم — یهه که وه اُسی جگهه رهتی رهیں جهاں اُنهوں نے پهلی دفعه سکونت اختیار کی تهی یا کسی اَور مقام پر جا رهی تهیں ؟ *

قرآن مجید میں ان باتوں کا کچهه تذکره نهیں هی — لیکن چند روایتیں اور کچهه حدیثیں اس کے متعلق هیں — حدیثوں کا جو اس معاملہ سے متعلق هیں یهه حال هی که وه کافی اعتبار کے لایق نهیں اور نه وه مرفوع هیں یعنی اُن کی سند پیغمبر خدا (صلعم) تک نهیں هی — پس وه بهی مثل روایتوں کے نامعتبر هیں اور روایتیں تو کسی طرح قابل اعتبار کے هیں هی نهیں کیونکه اُن میں نهایت اختلاف هی اور مختلف اوقات کے واقعات سب ایک جگهه گڈمڈ کردیئے هیں پس پهلے سوال کی نسبت جو کچهه توریت مقدس میں لکها هی اُس سے زیاده لکهنے کی کچهه ضرورت نهیں اور وه یهه هی که " حضرت ابراهیم نے حضرت هاجره اور اُن کے بیٹے حضرت اسمعیل کو دو روٹیاں اور پانی کی ایک چهاگل دیکر نکالدیا اور وه بیر شبع کے بیابان میں پهرا کیں " (توریت کتاب اول باب ۲۱ آیت ۱۶) *

دوسرے سوال کا جواب اُس مقام کی تحقیق کرنے پر منحصر هی جهاں حضرت اسمعیل آباد هوئے اور اُس مقام کی تحقیقات کا اس سے زیاده عمده اور قابل اطمینان کے کوئی طریقه نهیں هی که هم پرانے جغرافیه پر متوجه هوں اور حضرت اسمعیل کی اولاد کے رهنے کے مکانات کے کهنڈروں کی تحقیقات کریں جهاں وه ملیں وهی مقام سکونت حضرت اسمعیل کا هوگا اور وهی مقام وادی فاران بهی ضرور هوگا — اس لیئے که یهه بات مسلمه هی که وادی فاران میں آباد هوئے تهے *

حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تهے : ۱ — نبایوث — ۲ — قیدار — ۳ — ادبئیل — ۴ — مبسام — ۵ — مشماع — ۶ — دوما — ۷ — مسا — ۸ — حدر — ۹ — تیما — ۱۰ یطور — ۱۱ — نافیش — ۱۲ — قید ماه — *

پهلا بیٹا حضرت اسمعیل کا نبایوث عرب کے شمال مغربی حصه میں آباد هوا — ویورنق

کارٹری پی کاری ایم اے نے اپنے نقشہ میں اُس کا نشان ۳۸ و ۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۶ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا ہی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ نبایوث کی اولاد عریبیا پیٹرا سے مشرق کی طرف عریبیا ڈزرٹا تک اور جنوب کی طرف خلیج الا مقک و حجاز تک پھیل گئی تھی *

اسٹریبو کے بیان سے پایا جاتا ہی کہ نبایوث کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا اور مدینہ تک اور بقدر حور اور بقدر یمبوع تک جو بحر قلزم کے کنارہ پر ہی اور مدینہ سے جنوب مغرب میں واقع ہی اُن کی عملداری ہوگئی تھی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر لکھتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ نبایوث کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں میں نہیں پڑی رہی بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی *

ممکن ہی کہ رفتہ رفتہ نبایوث کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصہ میں پھیل گئی ہو الا یہہ بات کہ نبایوث کی سکونت اور اُس کی اولاد کی سکونت عرب میں تھی بخوبی ثابت ہی *

دوسرا بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدار نبایوث کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا — ریورنڈ مسٹر فارسٹر کہتے ہیں کہ اشعیاہ نبی کے بیان سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہی جس میں مکہ و مدینہ بھی شامل ہیں — اور زیادہ ثبوت اس کا حال کے جغرافیہ میں شہر الحضر اور نمت سے پایا جاتا ہی جو اصل میں القیدار اور نبایوث ہیں — اہل عرب کی یہہ روایت کہ قیدار اور اُس کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اُس کی تائید اس بات سے ہوتی ہی کہ عہد عتیق میں قیدار کا مسکن عرب کے اسی حصہ میں یعنی حجاز میں بیان ہوا ہی — دوسرے یہہ کہ یہہ بات بخوبی ثابت ہی کہ یوریفیس اور بطلمیوس اور پلینی اعظم کے زمانوں میں یہہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں — کیڈری یعنی قیدری درمی یعنی مخفف قیدری اور کیڈرنائٹی یعنی قیداری کریتی یعنی قیدری چنانچہ اس کا ذکر ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ میں مندرج ہی — پس بخوبی ثابت ہی کہ قیدار حجاز میں آباد تھا *

ریورنڈ کارٹری پی کاری نے اپنے نقشہ میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی و ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا ہی *

تیسرا بیٹا حضرت اسمعیل کا ادبئیل ہی — بموجب سفر جوزیفس کے ادبئیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسایہ میں آباد ہوا تھا *

چوتھا بیٹا حضرت اسمعیل کا مبسام ہی مگر اُس کی سکونت کے مقام کا پتہ نہیں ملتا *

پانچواں بیٹا حضرت اسمعیل کا مشماع ہی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر کا یہہ قیاس صحیح

هی که عبرانی میں جس کو مشماع لکھا هی اُسی کو یونانی ترجمه سپتو ایجنت میں مسما اور جوزیفس نے مسماس و بطلمیوس نے مسمیز لکھا هی اور عرب میں اُسی کی اولاد بھی مسما کہلاتی هی — پس کچھه شبهه نهیں که یهه بهتا قریب نجد کے اولاً آباد هوا تها *

چهتا بهتا حضرت اسمعیل کا دوسرا تها — مشرقی اور مغربی جغرافیه داں قبول کرتے هیں که یهه بهتا تهامه میں آباد هوا تها — معجم البلدان میں لکها هی که دومة الجندل کا نام واقدی کی حدیث میں دومان الجندل آیا هی اور ابن سقفه نے اُسکو اعمال مدینه میں گنا هی — اُسکا نام دوم ابن اسمعیل ابن ابراهیم کے نام پر موسوم هوا هی اور زجاجی کا قول هی که اسمعیل کے بهتے کا نام دومان هی اور بعضوں نے کها هی که اسمعیل کا ایک بهتا تها اُسکا نام دما تها اور شاید اُس کے اصلی نام کو بگاڑ دیا هی اور ابن کلبی کا قول هی که دو ماه اسمعیل کا بهتا تها اور اُسی کا قول هی که جب تهامه میں حضرت اسمعیل کی بهت سی اولاد هوگئی تو دوماه وهاں سے نکلا اور بمقام دومة تهام کیا اور وهاں قلعه بنایا اور اُس کا نام دوماه اپنے نام پر رکها اور ابو عبید سکونی کا قول هی که دومة جندل قلعه اور گانوں شام اور مدینه کے درمیان میں هیں قریب جبل طی کے اور دومة وادی قری کے گانوں میں سے هی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بهی اسی کو تسلیم کرتے هیں اور اب تک یهه ایک مشهور جگهه عرب میں موجود هی *

دومة الجندل *** قد جاء في حديث الواقدي دو ماه الجندل وعدها ابن السقفية من اعمال المدينة سميت بدوم ابن اسمعيل بن ابراهيم وقال الزجاجي دومان ابن اسمعيل و قيل كان لاسمعيل ولد اسمه دما ولعله مغير منه و قال ابن الكلبي دو ماه ابن اسمعيل قال و لما كثر ولد اسمعيل عم بالتهامة خرج دو ماه بن اسمعيل حتى نزل موضع دومة و بنى له حصناً فقيل درماه و نصب الحصن اليه *** قال ابو عبيد السكوني دومة جندل حصن و قرى بين الشام والمدينة قرب جبل طي *** دومة من القريات من وادي القرى — (معجم البلدان)

ساتواں بهتا حضرت اسمعیل کا مسا تها — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے هیں که یهه بهتا مسو پوٹیما میں آباد هوا مگر یهه صحیح نهیں هی — کچھه شبهه نهیں که یهه بهتا جب حجاز سے نکلا تو یمن میں آباد هوا اور یمن کے کهنڈرات میں اب تک مسا کا نام قایم هی — ریورنڈ کارٹری پی کاری نے اپنے نقشه میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجه اور ۳۰ دقیقه عرض شمالی اور ۴۳ درجه اور ۳۰ دقیقه طول شرقی میں قایم کیا هی *

اسمعیل اور اُنکی تمام اولاد اولاً حجاز میں تهی — بلاشبهه جب اولاد جوان هوئی اور کثرت هوگئی تب مختلف مقاموں میں جاکر سکونت اختیار کی — مگر عمده بات قابل غور یهه هی که سب کا پته عرب هی میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا هی *

آٹھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا حدد تھا اور عہد عتیق میں حداد بھی اُسکا نام ہی — یمن میں شہر حدیدہ اب تک اُسی کا مقام بتلا رہا ہی — اور قوم حدیدہ جو یمن کی ایک قوم ہی اُسی کے نام کو یاد دلاتی ہی — زھری مورخ کا بھی یہی قول ہی اور ریورنڈ مسٹر فارسٹر بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں *

نواں بیٹا حضرت اسمعیل کا تیما تھا — اُن کی سکونت کا مقام نجد ہی اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہونچ گئے *

دسواں بیٹا حضرت اسمعیل کا یطور ہی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر بیان کرتے ہیں کہ اس کا مسکن جدور میں تھا جو جبل کسپوئی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع ہی *

گیارھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا نافیش تھا — ریورنڈ مسٹر فارسٹر توریت اور جوزیفس کی سند سے لکھتے ہیں کہ عربیہ دزرتا میں ان کی نسل اسی نام سے آباد تھی *

بارھواں بیٹا حضرت اسمعیل کا قیدماہ تھا — اُنہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی تھی — ریورنڈ مسٹر فارسٹر نے خیال کیا ہی کہ قیدماہ کاظمہ میں آباد ہوا تھا جو خلیج فارس پر ہی اور جس کا تذکرہ ابوالفدا نے کیا ہی — مگر یہہ خیال اُن کا غلط ہی * مسعودی نے صاف لکھا ہی کہ اصحاب الرس اسمعیل کی اولاد میں سے تھے اور وہ دو قبیلے تھے — ایک کو قدمان کہتے تھے اور دوسرے کو یامین اور بعضوں کے نزدیک رعویل اور یہہ یمن میں تھے *

اصحاب الرس کانوا من ولد اسمعیل وھم قبیلتان یقال لاحدھم قدمان والاخری یامین وقیل رعویل وذلک بالیمن (مروج الذھب مسعودی) —

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیہ کی رو سے نہایت قابل اطمینان کے ہی دو باتیں ثابت ہوگئیں — ایک یہہ کہ حضرت اسمعیل اور اُن کی تمام اولاد عرب میں آباد ہوئی — دوسرے یہہ کہ مرکز اس خاندان کی آبادی کا حجاز تھا جہاں اسمعیل کی مقدم اولاد کا مسکن ہوا تھا اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلی — پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمعیل نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی اور اُسی کا قدیم نام فاران ہی جو حضرت موسیٰ اور حضرت حبقوق نے اپنی اپنی بشارتوں میں بتایا ہی *

توریت سامری کا عربی ترجمہ جس کو آرکھونس نے سنہ ١٨٥١ ع میں بمقام گلدونی فھاورم چھاپا فاران کو حجاز بتلایا ہی — چنانچہ اُس ترجمہ کی بعینہٖ یہہ عبارت ہی * " و سکن بریہ فران (الحجاز) واخذت له امه امرة من ارض مصر " (عربی ترجمہ توراۃ سامری) لفظ حجاز جو دو ہالی خطوں میں ہی مترجم نے اسی طرح لکھا ہی * اگرچہ یہہ بات نہایت صفائی سے ظاہر ہی کہ وادی حجاز اور وادی فاران دونوں

ایک ہیں اور اسمٰعیل کے خاندان کے ٹوٹے پھوٹے ٹھکانے اُس کی گواہی دے رہے ہیں — مگر با ایں ہمہ موسائی اُس کو تسلیم نہیں کرتے اور موقع فاران کی نسبت مفصلہ ذیل تین رائیں قرار دیتے ہیں *

اول — یہہ کہ وہ اُس وسیع میدان کو جو بیرشبع کی شمالی حد سے کوہ سیفانک پھیلا ہوا ہی فاران کہتے ہیں اور اُس کی حد عموماً اس طرح پر قرار دیتے ہیں *

حد شمالی — کنعان حد جنوبی — کوہ سینا

حد غربی — ملک مصر حد شرقی — کوہ سعیر

اور کہتے ہیں کہ اس حد میں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے وادی علحدہ علحدہ نام سے شامل ہیں — مثلاً شور — بیرشبع — اتھان — سینا — سن — زن و ایدم وغیرہ *

دوسرے — یہہ کہ تادیش جہاں حضرت ابراہیم نے کنواں کھدوایا جس کا نام بیرشبع تھا اور فاران دونوں ایک ہیں *

تیسرے — یہہ کہ فاران اُس وادی کو کہتے ہیں جو کوہ سینا کے مغربی نشیب پر واقع ہی اور جہاں بہت سی ٹوٹی پھوٹی عمارتوں اور پرانی قبروں اور سیفاریں وغیرہ اب تک موجود ہیں — سسٹر روپر کا بیان ہی کہ اُس مقام پر ایک ٹوٹا ہوا گرجا ملا جو حضرت عیسیٰ کے بعد پانچویں صدی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہی اور یہہ بھی اُن کا قول ہی کہ چوتھی صدی میں اُس مقام پر عیسائی رہتے تھے اور ایک بشپ بھی وہاں رہتا تھا *

ہماری رائے میں یہہ تینوں توجیہیں صحیح غلط ہیں اور کسی طرح توریت مقدس کے بیان کے مطابق نہیں ہیں — چنانچہ ہم اِن تینوں توجیہوں کی تردید بیان کرتے ہیں *

اگرچہ یہہ تینوں توجیہیں نہایت مختصر تقریر سے رفع ہوسکتی ہیں کہ جب اِن مقاموں میں حضرت اسمٰعیل یا اُن کی اولاد کے رہنے کا کوئی نشان تک نہیں ہی تو پھر کیونکر وہ مقام فاران تصور ہوسکتے ہیں — مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے ہر ایک توجیہہ کی جدا جدا تردید بیان کرینگے *

توجیہہ اول کی تردید

پہلی توجیہہ کا مبنا یہہ ہی کہ فاران ایک بہت بڑا وادی ہی اور اُس میں شور و سینا وغیرہ سب داخل ہیں — اس توجیہہ کی تردید کے لیئے توریت مقدس کی چند آیتیں نقل کردینی کافی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ فاران ایک مستقل اور جدا گانہ وادی ہی اور اور وادیوں سے ملکر نہیں بنا ہی *

۱ — توریت کتاب چہارم باب ۱۰ آیت ۱۲ میں لکھا ہی "بنی اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کیا اور بادل بیابان پاران میں ٹھہر گیا" — پس اس سے صاف ثابت ہوتا

هی که بیابانِ سیفی ایک جدا بیابان اور پاران جدا بیابان هی *

۲ — توریت کتاب اول باب ۱۴ آیت ۶ میں لکھا هی که "کدالا عومر نے حوریوں کو پہاڑ سعیر میں ایل فاران تک جو صحرا کے نزدیک هی مارا" پس اس آیت سے ثابت هی که سعیر جدا هی اور وادیِ پاران علحدہ هی *

۳ — توریت کتاب چہارم باب ۱۲ آیت ۱۶ و باب ۱۳ آیت ۳ میں لکھا هی که "بنی اسرائیل حصیروت سے چلے اور بیابان فاران میں ٹھہرے اور وهاں سے زمینِ کنعان کی تلاش کو سرداران قوم روانه کیئے" — اس سے صاف ثابت هی که حصیروت سے آگے فاران اور اُن سب وادیوں سے علحدہ وادی هی *

۴ — پھر اسی کتاب کے باب ۱۳ آیت ۲۵ و ۲۶ میں لکھا هی که "وہ سردار کنعان کو دیکھه کر پھرے تو بیابان فاران میں سے قادیش میں پہونچے" — پس کنعان سے مراجعت کرتے وقت پہلے بیابان فاران پڑتا هی اور پھر قادیش اور یہہ بالکل ٹھیک هی کیونکه قادیش جہاں ابراهام نے بیر شبع بنایا اور بیابانِ فاران باهم پیوسته هیں — قادیش شمالی سرحد فاران پر واقع هی *

یہہ بھی یاد رکھنا چاهیئے که بیر شبع ابراهیم والا اور قادیش ایک هیں — اس لیئے که وہ قادیش میں بنایا گیا تھا اور اسحاق نے جو بیرشبع بنایا وہ علحدہ اور قریب فلسطین کے واقع هی — ان دونوں کو علحدہ علحدہ خیال میں رکھنا ضرور هی *

یہہ دونوں آیتیں توریت اور کتاب حبقوق نبی کی جن میں همارے پیغمبر خدا (صلعم) کی بشارتیں مندرج هیں اور جن پر هم بحث کر رهے هیں ان سے بھی ظاهر هی که فاران و سعیر سب علحدہ علحدہ مقام هیں *

۶ — کتاب اول سلاطین باب ۱۱ آیت ۱۸ میں هدد اور اُس کے همراهیوں کے مصر میں جانے کے حال میں لکھا هی که "وہ مدیان سے نکلے اور فاران میں آئے اور وهاں سے آدمی ساتھه لیکر مصر کو گئے" — مدیان وہ شہر هی جسکو عرب مدین کہتے تھے اور ساحل بحر قلزم پر جو حجاز کی جانب هی تبوک سے تخمیناً چھه منزل جانب جنوب واقع هی اور یہہ شہر بھی وادیِ فاران میں واقع تھا جو تبوک حجاز هی — اس سے دو مطلب ایک، حجاز اور وادیِ فاران کا متحد هونا دوسرے وادیِ فاران کا ایک مستقل جدا وادی هونا ثابت هوتے هیں *

توجیهه دوم کی تردید

دوسری توجیهه یہہ تھی که فاران اور وادیِ قادیش دونوں ایک هیں — اس توجیهه کی تردید میں بھی توریت کی چند آیتیں لکھی جاتی هیں جن سے معلوم هوگا که وہ دونوں الگ الگ مقام هیں *

۱ — توریت کتاب اول باب ۱۴ آیت ۶ و ۷ میں لکھا ہی کہ " کدر لاعومر نے حوریوں کو پہاڑ سعیر میں ایل فاران تک جو صحرا کے نزدیک ہی مارا اور وہاں سے پھر کر عین مشپاط میں جو قادیش ہی آئے " - اس سے بخوبی ثابت ہی کہ پاران اور قادیش دونوں علحدہ ہیں متحد نہیں *

۲ — توریت کتاب چہارم باب ۱۳ آیت ۲۶ میں لکھا ہی کہ " وہ سردار جو حضرت موسیٰ نے بھیجے تھے از طرف فاران قادیش میں پہونچے " - اس سے ثابت ہوتا ہی کہ قادیش و فاران جدا جدا دو مقام ہیں *

آیت جس کا ہم نے ذکر کیا اُس کے ترجمہ میں لوگوں نے کسی قدر غلطی کی ہی — اس لیئے ہم اُس آیت کو معہ ترجمہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

וַיֵּלְכוּ וַיָּבֹאוּ אֶל־מֹשֶׁה וְאֶל־אַהֲרֹן וְאֶל כָּל־עֲדַת בְּנֵי־יִשְׂרָאֵל אֶל־מִדְבַּר פָּארָן קָדֵשָׁה :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

وَ یِلْخُو وَ یَا بُدُوا مُوشِہ وَ اِلْ اَھَارُن وَ اِلْ کُلْ عَدَتْ بِنِي اِسْرَائِیل اِلْ مِدْبَر بَارَانْ قَادِیشْ *

عربی ترجمہ

و رحلوا وجاوا الی موسیٰ و الی هارون و الی کل جماعة بني اسرائیل الی بریة فاران بالقادس *

اُردو ترجمہ

اور کوچ کیا اور آئے موسیٰ اور ہارون اور تمام جماعت بنی اسرائیل کے پاس طرف میدان فاران کے قادیش میں *

انگلس نے اِس مقام پر قادیش کو مقام نہیں خیال کیا بلکہ اُس کے معنی نائل کے لیئے ہیں — یعنی فاران میں واپس آئے یہ قول مرام پس اگر یہہ معنی لیئے جاویں تو اِس آیت سے قادیش اور فاران کے ایک ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہوسکتا *

ترجیحہ سوم کی تردید

تیسری ترجیحہ یہہ ہی کہ پاران کوہ سفا کے مغربی نشیب میں واقع ہی جہاں کھنڈرات بھی پائے گئے ہیں - یہہ استدلال بھی صحیح نہیں ہی - ہم اُس بھابان کے وجود سے جو کوہ سفا کے نشیب میں واقع ہی انکار نہیں کرتے — مشرقی جغرافیہ دانوں کی تحریروں سے ثابت ہی کہ تین مقام فاران کے نام سے مشہور ہیں — ایک کوہستان حجاز

يعني مكه معظمه اور ابو نصر بن قاسم بن قضاعة القضاعي الفارابي الا سكندري جو حجاز کا رهنے والا تها وه حجاز هي کے رهنے کے سبب فارابي کهلاتا تها — دوسرا فاران کوه طور يا سينا کے پاس تها اور تيسرا فاران نواح سمرقند ميں واقع تها چنانچه يهه تفصيل کتاب مشترک يا قوت حموي ميں لکهي هي *

جو فاران که نواح سمرقند ميں تها وه تو بحث سے خارج هي — صرف اُس فاران سے بحث هي جو کوه سينا کے مغربي نشيب ميں واقع هي — مگر اُس کي نسبت اِس قدر اور تحقيقات کرني باقي هي که آيا اِس مقام پر فاران حضرت ابراهيم کے بلکه حضرت موسيٰ کے وقت ميں تها يا نهيں — اور يهه وهي وادي هي جسکا ذکر توريت ميں هي اور جهاں بعرشبع کے بيابان ميں پهرنے کے بعد حضرت اسمعيل اور حضرت هاجره نے قيام کيا تها — اور يهه وهي مقام هي جهاں اسمعيل کي اولاد آباد هوئي — ان باتوں ميں سے ايک بهي ثابت نهيں بلکه اس کے برخلاف ثابت هي جيسا که اگلي بحثوں ميں بيان هوچکا — مگر با ايں همه جو دليليں عيسائيوں نے اِس فاران کي نسبت لکهي هيں اور جس کو ريورنڈ مسٹر فارسٹر نے ايک نهايت عمدگي اور غور سے جمع کرديا هي اُن سب کي هم تردید بيان کرتے هيں تاکه بحث بخوبي پوري هوجاوے *

ريورنڈ مسٹر فارسٹر کهتے هيں که " توريت کتاب اول باب ٢٥ و آيت ١٧ ميں لکها هي " که ' اسمعيل کي اولاد حويلاه سے شور تک جو اشور کو جاتے هوئے مصر کے برابر پڑتا هي آباد هوئي ' اس آيت کو لکهه کر وه کهتے هيں که " اقرار خدا کا پورا هوگيا که بني اسمعيل شور سے حويلاه تک يعني عرب ميں مصر کے کنارہ سے دريائے فرات کے موهانه تک پهيل گئي *

پهلي غلطي اس مصنف کي يهه هي که حويلاه کو دريائے فرات کے موهانه پر قرار ديتے هيں حالانکه وه مقام جس کا باني حويلاه هي اور جس کا نام توريت کتاب اول باب ١٠ آيت ٢٩ ميں آيا هي يمن کے قريب واقع هي — چنانچه ريورنڈ کارٹري پي کاري ايم اے کے نقشه ميں اُس کا نشان ١٧ درجه ٣٠ دقيقه عرض شمالي اور ٤٢ درجه ٣٠ دقيقه طول شرقي پر لگايا هي اور يهي صحيح معلوم هوتا هي *

دوسري غلطي اس مصنف کي يهه هي که وه شور کو عربيا پهتريا کے مغرب ميں بتاتے هيں اور يهه صريح غلطي هي — کيونکه شور کے بيابان سے وه وسيع ميدان بتايا جاتا هي جو سريا کے جنوب سے مصر تک پهيلا هوا هي *

توريت کي جس آيت کا ريورنڈ مسٹر فارسٹر نے ذکر کيا يعني کتاب اول باب ٢٥ آيت ١٨ اُس ميں دو لفظ هيں שׁוּר شور וַיַּשְׁכְּנוּ اشوره اور کسي نام کے ساتهه لفظ بيابان کا نهيں هي — شور کا نام حال ميں سريا هي اور کچهه شک کا مقام نهيں هوسکتا که حال

کا نام اشورہ کا اس سریا ہی — پس صاف ظاہر ہی کہ اسمعیل کی اولاد اُس قطع زمین میں آباد ہوئی جو یمن کی شمالی سرحد سے سریا کی جنوبی سرحد تک ہی - اور یہی اسو مطابق واقع کے بھی ہی اور توریت مقدس کے بیان کے بھی مطابق ہی — اور اسی مقام میں اسمعیل کی اولاد کی آبادیوں کے نشان ملتے ہیں اور یہی ٹکڑہ زمین کا حجاز کہلاتا ہی اور اسی کا قدیم نام فاران تھا اور یہہ ہمارا بیان اس بات سے اور زیادہ صحیح ہو جاتا ہی کہ جو مسافر وہاں سے اس سریا کو جاتا ہی تو ٹھیک مصر سامنے واقع ہوتا ہی جیسا کہ توریت مقدس میں لکھا ہی *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر سفنت پال کے خط سے جو گلیشین کے نام لکھا تھا ایک نیا نتیجہ نکالتے ہیں کہ کرہ سینا اور ہاجر متحد ہیں — مگر یہہ بھی سوتا سر غلطی ہی — ہم سفنت پال کے خط کی وہ عبارت لکھتے ہیں اور پھر اُسکا مطلب بیان کرکے ریورنڈ مسٹر فارسٹر کی غلطی بتاتے ہیں *

سفنت پال کے خط کی یہہ عبارت ہی " تم جو شریعت کے تابع ہوا چاہتے ہو کیا تم نہیں سنتے کہ شریعت کیا کہتی ہی — یہہ لکھا ہی کہ ابراہیم کے دو بیٹے تھے ایک لونڈی سے دوسرا بیوی سے جو لونڈی سے تھا جسمانی طور پر پیدا ہوا اور جو بیوی سے تھا سو وعدہ کے طور پر پیدا ہوا — یہہ باتیں تمثیلی ہیں اس لیئے کہ یہہ دو عہد ہیں — ایک تو سینا پہاڑ سے جس سے ایسے غلام پیدا ہوتے ہیں اور یہہ ہاجرہ ہی - کیونکہ ہاجرہ عرب کا کرہ سینا اور یہاں کے یروشلم کا جواب ہی جو اپنے لڑکوں کے ساتھہ غلامی میں ہی — پر اوپر کی یروشلم آزاد ہی سو یہی ہم سب کی ماں ہی " (فاصلہ سفنت پال بمقام گلیشین باب ۴ آیت ۲ لغایت ۲۶) *

اس مقام پر جو یہہ لفظ آیا ہی کہ " یہہ ہاجرہ ہی " اس سے اسبات پر کہ کرہ سینا اور ہاجر ایک ہی استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس مقام پر اسو مذکور بیان نہیں ہوا بلکہ سارا بیان بطور تمثیل کے ہی *

سفنت پال اُن لوگوں کو جنھوں نے صرف ظاہری احکام شریعت کی پابندی اختیار کی تھی اور اُسکے فقیجہ یعنی روحانی نیکی کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُنکو نصیحت کرتے ہیں — یہہ بات یہودیوں میں مشہور تھی کہ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے — ایک حضرت اسمعیل لونڈی سے (گو کہ یہہ اسو غلط ہی مگر یہہ مقام اس کی بحث کا نہیں ہی) دوسرے حضرت اسحق بیوی سے — اور یہہ بھی مشہور تھا کہ حضرت اسمعیل تو جسمانی ہیں اور حضرت اسحق روحانی جو بموجب وعدہ کے پیدا ہوئے ہیں - اب سفنت پال حضرت اسحق کی اولاد یعنی بنی اسرائیل کا بھی جسمانی ہونا اور صرف عیسائیوں کا روحانی بیٹا ہونا بیان کرنا چاہتے ہیں - اور اسلیئے کہتے ہیں کہ جسمانی اور روحانی ہونا یہہ تو

تمثیلیں ہیں — حقیقت میں یہہ دو عہد ہیں — اب وہ کہتے ہیں کہ ایک عہد تو کوہ سینا سے ہی - جس سے بنی اسرائیل اسحاق کی اولاد مراد ہیں - مگر اس عہد سے بھی غلام ہی پیدا ہوتے ہیں — یعنی صرف ظاہری شریعت میں پڑے ہوئے — اب وہ کہتے ہیں کہ " یہی ہاجرہ ہی " یعنی یہی یعنی لونڈی کی اولاد ہونا ہی اور اس کی دلیل میں بیان کرتے ہیں کہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہی اور یروشلم کا جواب ہی جو یعنی یروشلم اپنے لڑکوں یعنی بنی اسرائیل کے ساتھہ غلامی میں ہی - آگے وہ کہتے ہیں کہ روحانی یروشلم کا ہمکو ہونا چاہیئے اور مثل لونڈی کی اولاد کے غلامی کی حالت کو چھوڑ دینا چاہیئے — پس اس مقام سے ہاجر اور کوہ سینا کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ صاف پایا جاتا ہی کہ حضرت ہاجرہ کوہ سینا سے علحدہ عرب میں (حجاز) میں تھیں جنکو تمثیلاً عرب کا سینا بیان کیا ہی اور یروشلم کا مقابل *

ریورنڈ مسٹر فارسٹر کتاب اول تواریخ ایام کی آیت ۹ و ۱۰ کی سند پر بیان کرتے ہیں کہ ہگری یعنی بنی ہاجرہ کنارہ دریاے فرات زمین گلعاد میں ساکن تھے اور وہاں چند آبادیوں کے ایسے نام بھی تلاش کیئے ہیں جو بنی اسمعیل کے ناموں کے مشابہ یا مطابق ہیں *

مگر اس کہنے سے کیا فائدہ ہی - بلاشبہہ زمانہ کے دور میں بنی اسمعیل حجاز میں سے نکلے اور تمام عرب میں خلیج فارس تک پھیل گئے - فاران کی تحقیقات میں اُس مقام کو تلاش کرنا چاہیئے جہاں حضرت اسمعیل آباد ہوئے سو وہ ثابت ہوگیا کہ حجاز میں اور گرد مکہ کے آباد ہوئے - پس وہی مقام فاران کا ہی — بعد کو وہ کتنی دور تک ملکوں میں پھیل گئے ہوں اُس سے کچھہ بحث نہیں ہی *

جو فاران کوہ سینا کے مغربی نشیب میں ہی اور جس کے کھنڈرات ملے ہیں وہ توریت کا فاران نہیں ہی اور حضرت موسیٰ کے زمانہ تک اُس کا وجود نہ تھا - حضرت موسیٰ جب مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر نکلے اور اُنہوں نے بحر احمر کی غربی شاخ کی نوک کو پار کیا جس کے پانی کو بہ سبب سمندر کے جزر کے خدا نے ہٹا دیا تھا شور کے جنگل میں پہونچے اور جب وہی کے جنگل کو طے کیا اور افیدیم میں مقام ہوا تو وہاں عمالیق آئے اور موسیٰ سے لڑے - چنانچہ یہہ سب حال توریت کتاب دوم باب ۱۷ آیت ۱ لغایت ۸ میں مندرج ہی - ان آیتوں میں جو یہہ لفظ مندرج ہیں کہ " عمالیق آنکر لڑے " اس سے ثابت ہوتا ہی کہ عمالیق افیدیم کے باشندے نہ تھے اور کھونکر ہوسکتے تھے کیونکہ وہ مقام محض بے آب تھا - مگر اس مقام پر اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب میں یعنی شرقی مصر میں واقع ہی *

اب یہاں سے حضرت موسیٰ مشرق کی طرف یعنی کوہ سینا کی طرف چلے اور بیابان کوہ سینا میں پہونچ گئے اور اس سفر میں وہ مقام فاران جس کا غربی کوہ سینا

میں واقع ہوتا یہاں کہا جاتا ہی گذر گیا اور حضرت موسیٰ نے اُس کا کچھہ ذکر نہیں کیا *

اب بنی اسرائیل کو سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے — اس راہ میں حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ " بنی اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابان فاران میں ٹھہر گیا (توریت کتاب چہارم باب ١٠ آیت ١٢) *

پس اب بخوبی ثابت ہی کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں بیابان فاران جانب شمال و شرق کو سینا کے تھا جو قریب قادیش واقع ہی اور وہی بیابان حجاز کا ہی نہ غربی نشیب کو سینا کے — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ عرب العاربہ کی ایک قوم جو اولاد میں فاران بن عوف بن حمیر کے تھی اور جو بنی فاران کے نام سے کہلاتی تھی کسی زمانہ میں وہاں جاکر بسی ہوگی اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہوگیا ہوگا — مگر وہ فاران ہرگز وہ فاران نہیں ہی جسکا ذکر توریت میں ہی *

تمام مشرقی مورخ اور جغرافیہ داں اسبات پر متفق ہیں کہ جو کوہستان حجاز میں واقع ہیں وہی فاران ہیں — اُن کے اس قول کی تصدیق اسبات سے ہوتی کہ حمیر جو عرب کا بادشاہ تھا اُسکا بیٹا عوف تھا جو نجد میں تھا اور جس کے نام سے کوہستان نجد معروف ہیں جیسا کہ کتاب مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع میں لکھا ہی اور تاریخ ابوالفدا سے ثابت ہی کہ فاران عوف کا بیٹا تھا اور نہایت قیاس غالب ہی کہ متصل

عوف بفتح اولہ وسکون ثانیہ و آخرہ فاء جبل بنجد * * * وعوق بالفتح ارض في دیار غطفان بین نجد و حجاز (مراصد الاطلاع) —

نجد جو زمین و کوہستان حجاز کے واقع ہیں وہ اس فاران کے نام سے موسوم ہوئے — مگر جو کہ اُس مقام پر ایک اور نامی اور متبرک چیز یعنی کعبہ معظم قایم ہوگیا اس سبب سے بجائے پہلے نام فاران کے مکہ یا کعبہ کا نام مشہور ہوگیا — فاران سنہ ١٩٧٨ دنیوی میں تھا یعنی حضرت موسیٰ سے ٣٥٣ برس پیشتر — پس اسی فاران کا نام حضرت موسیٰ کی کتاب میں آیا ہی جہاں سے شریعت کے ظاہر ہونے اور خدا کے چمکنے کی بشارت دی گئی تھی جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے مبعوث ہونے اور قرآن مجید کے نازل ہونے سے پوری ہوئی *

اب باقی رہ گیا دوسرا سوال اور وہ یہہ تھا کہ حضرت اسمعیل جہاں رہتے تھے وہاں سے کسی دوسری جگہہ تو نہیں جا رہے — اس بات کو کوئی بھی مورخ تھا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مسلمان نہیں بیان کرتا کہ حضرت اسمعیل نے مقام سکونت کو تبدیل کیا تھا — پس کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ یہی ملک حجاز جہاں حضرت اسمعیل نے اول سے اخیر تک سکونت اختیار کی تھی فاران ہی جس کا ذکر حضرت موسیٰ کی کتاب میں آیا ہی *

بشارت چهارم

حضرت سلیمان اپنے محبوب سے ملنا چاهتے هیں اور جب نهیں مل سکتے تو خدا تعالی کی مناجات اور اپنے محبوب کی تعریف اس طرح پر کرتے هیں *

דּוֹדִי צַח וְאָדוֹם דָּגוּל מֵרְבָבָה : רֹאשׁוֹ כֶּתֶם פָּז קְוֻצּוֹתָיו תַּלְתַּלִּים שְׁחֹרוֹת
כָּעוֹרֵב : עֵינָיו כְּיוֹנִים עַל־אֲפִיקֵי מָיִם רְחֲצוֹת בֶּחָלָב יֹשְׁבוֹת עַל־מִלֵּאת :
לְחָיָו כְּעֲרוּגַת הַבֹּשֶׂם מִגְדְּלוֹת מֶרְקָחִים שִׂפְתוֹתָיו שׁוֹשַׁנִּים נֹטְפוֹת מֹר
עֹבֵר : יָדָיו גְּלִילֵי זָהָב מְמֻלָּאִים בַּתַּרְשִׁישׁ מֵעָיו עֶשֶׁת שֵׁן מְעֻלֶּפֶת סַפִּירִים :
שׁוֹקָיו עַמּוּדֵי שֵׁשׁ מְיֻסָּדִים עַל־אַדְנֵי־פָז מַרְאֵהוּ כַּלְּבָנוֹן בָּחוּר כָּאֲרָזִים .
חִכּוֹ מַמְתַקִּים וְכֻלּוֹ מַחֲמַדִּים (מחמדים) זֶה דוֹדִי וְזֶה רֵעִי בְּנוֹת יְרוּשָׁלָם :

اس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا هی *

دُودِي صَحْ وِ اُدُم دَغُول مِيرَبَه رُوشُو ذَهَم پَاز قِصُوتَاوُ قَلْقَلِيم شِحُورُوث كَعُورِيب
عِنَاوُ ذِيُونِيم عَلْ آفِيقِي مَايِم رُحَصُوث بِحَالَب يُشْبُوث عَلْ مِلِّيث : لِحَيَاوُ كَعُروشَث
بُوسِم مِغْدَلُوث مِرْقَاحِيم سِفْتُوتَاوُ شُوشَنِّيم نُطَافُوث مُور عَوبِيرِيَا دَاُو گِلْعَلِي زَاهَب
مِمُلَّائِيم بَدَرْمِيش مِعَاوُ عِشِث شِيْن مِعُلَّقِث سַפִּירִים شُوقَاوُ عَمُودِي شِيش مِيسَادِيم
عَلْ آدْنِي پَاز مَرْئِيهُو كَلْبَانُون بَاحُور كَارَازِيم : حِكُّو مَمْתַקִּים و خُلُّو مُحَمَّدِيم زِه دُودِي
وزِه رِعِي بَنُوث يِرُوشَلَايِم *

عربي ترجمة

جبهتي ضح ادمان سيد بين الالف قصته متلئلة حالك كالغراب راسه لامعة الالماس عيونه
كحمامة على عين الماء مغسولة بالحليب قائمة الخيتام عذاره صلاية الطيب كمعرج البشام
شفتاه ورد تقطر مرا بطنه صفيحة العاج مرصص بالدرر ويداه مصوغتان من الذهب مملوتان
بالجوهر سيقانه اعمدة الرخام موسسة على قواعد اللئالي صورته تمراء شباب كا الصنوبر حلقه
حلو وكله محمديم هذا خليلي و ذا حبيبي بنات اورشلم *

اُردو ترجمہ

میرا دوست نوراني گندم گون هزاروں میں سردار هی اُس کا سر هیرہ کا سا چمکدار هی اُس کی زلفیں مسلسل منزل کوے کے کالي هیں اُس کی آنکھیں ایسي هیں جیسے پانی کے کنول پر کبوتر دودہ میں دهلي هوئیں انکھنہ کي مانند جڑي هیں خانہ میں اُس کے رخسارے ایسے هیں جیسے تتلي پر خوشبو دار بول چھائي هوئي اور چکلے پر خوشبو رگڑي هوئي اُس کے هونٹ پهول کي پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتي هی اُس کے هاتهہ هیں سونے کے ڈهلے هوئے جواهر سے جڑے هوئے اُس کا پیٹ جیسے هاتهي دانت کي تختي جواهر سے لپي هوئي اُس کي پنڈلیاں هیں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کي بیٹهکي پر جڑے هوئے اُس کا چهرہ مانند مهتاب کے جوان مانند صنوبر کے اُس کا گلا نهایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعني تعریف کیا گیا هی یہہ هی میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیوں یروشالم کي (کتاب تسبیحات سلیمان باب ٥ آیت ١٠ الغایت ١٦) *

اگرچہ اس مقام پر حضرت سلیمان نے خدا کي تسبیح میں گیت گایا هی اور اُس کي مناجات کي هی مگر ضرور وہ ایک کسي بڑے شخص قابل تعظیم و ادب کے آنے کے متوقع هیں اور اُس کي بشارت دیتے هیں اور اُسي کو اپنا محبوب بتاتے هیں اور اپنے اُس محبوب کي شاعرانہ تعریف کرتے هیں اور پهر صاف بتاتے هیں کہ وہ میرا محبوب (محمد) هی صلعم *

محمد کے معني تعریف کیئے گئے کے هیں پس حضرت سلیمان نے اپني مناجات میں اپنے محبوب کي تعریف کرتے کرتے اُسکا نام هي لودیا کہ اگر اُس کے معني لو تو وہ بهي ایک لفظ تعریف هی ورنہ وہ صاف صاف نام تو هی هي *

یہہ مقام ایسا هی جس میں صاف نام محمد صلعم کا بتا دیا گیا هی مگر همارے خطبہ کے پڑهنے والوں کے دل میں شبہہ جاویگا کہ اگر نام بتانا تها تو محمد کہا هوتا محمدیم کیوں کہا — مگر یہہ بات یاد رکهني چاهیئے کہ عبراني زبان میں بے اور میم علامت جمع کي هی اور جب کوئي بڑي قدر کا شخص اور عظیم‌الشان هوتا هی تو اُس کے اسم کو بهي جمع بنا لیتے هیں جیسا کہ خدا کا نام الوہ هی اُس کي جمع الوهیم بنالي هی اور اسیطرح بعل بنالي تهي جو ایک بت کا نام تها جسکو نہایت عظیم‌الشان سمجهتے تهے اُس کي جمع بعلیم بنالي تهي اور یهي قاعدہ اسم اسفروث میں لگایا گیا هی جو دوسرے بت کا نام هی پس اسیطرح اس مقام پر بهي حضرت سلیمان نے بسبب ذي قدر اور عظیم‌الشان هونے اپنے محبوب کے اُس کے نام کو بهي صیغہ جمع کي صورت میں بیان کیا هی اور سچ هی کہ محمد سے زیادہ کون شخص محمدیم کہلانے کا مستحق هی پس یہہ ایسي بشارت هی جس میں صاف صاف نام محمد صلعم کا بتایا گیا هی *

بشارت پنجم

هجي نبي همارے پيغمبر خدا صلعم کے مبعوث هونے کي اسطرح بشارت ديتے هيں *

וְהִרְעַשְׁתִּי אֶת־כָּל־הַגּוֹיִם וּבָאוּ חֶמְדַּת כָּל־הַגּוֹיִם וּמִלֵּאתִי אֶתהַבַּיִת הַזֶּה כָּבוֹד אָמַר יְהוָה צְבָאוֹת :

اس عبارت کو عربي حرفوں ميں لکھا جاتا هی *

وَ هِرْعَشْتِي اِتْ كَلْ هَگُّوئِم وَ بَاوُ حِمْدَتْ كَلْ هَگُّوئِم وَ مِلِّتِي اِتْ هَبَّايِتْ هَزِّه كَابُودْ اَمَرْ يَهْوَا صِبَاُوتْ *

عربي ترجمه

وازلزل الامم کلها و حمد جميع الامم تجئي و املا هذا البيت مجدا قال رب الخلايق

اُردو ترجمه

سب قوموں کو هلا دونگا اور حمد سب قوموں کا آويگا اور اس گهر کو بزرگي سے بهرونگا کها خداوند خلايق نے (کتاب هجي نبي باب ٢ آيت ٧) *

اس آيت ميں لفظ (حمدت) جو آيا هی اس سے محمد صلعم کي نسبت بشارت نکلتي هی ريورنڈ مسٹر پارک هرست حمد کے مادہ کي نسبت کهتے هيں کہ " هرقسم کي پاک چيزوں کے لئے بولا جاتا هی " اسی مادہ سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود همارے پيغمبر خدا صلعم کے نام مبارک نکلے هيں اور اس بشارت ميں لفظ حمدت کے کهنے سے صاف اشارہ هی کہ جس شخص کے مبعوث هونے کي اس ميں بشارت هی وہ ايسا شخص هی کہ اُس کا نام حمد کے مادہ سے مشتق هی اور وہ کوئي نهيں سوائے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی الله عليه وسلم کے *

عيسائي مذهب کے پادري خيال کرتے هيں کہ يہہ بشارت حضرت عيسیٰ کے مبعوث هونے کي هی مگر يہہ خيال دو وجهے سے صحيح نهيں اول اس لئے کہ حضرت متی نے جسقدر بشارتيں عهد عتيق ميں حضرت عيسیٰ کي لکي هيں اُن سب کو بالتفصيل اپني انجيل ميں لکها هی کيونکہ وہ انجيل عبراني زبان ميں يهوديوں کي هدايت کے لئے لکهي گئي تهي اور اسي سبب سے تمام بشارتيں جو توريت و زبور و صحف انبياء ميں حضرت عيسیٰ کي نسبت تهيں اُن سب کو حضرت متی نے لکها تها مگر اس بشارت کا ذکر حضرت متی نے نهيں کيا اگر يہہ بشارت حضرت عيسیٰ سے متعلق هوتي تو ضرور حضرت متی اُس کا ذکر کرتے

دوسرے یہہ کہ حمد کے مادہ سے حضرت عیسیٰ کے نام پر کسیطرح اشارہ نہیں ہوسکتا بلکہ یہہ اشارہ خاص اُسی شخص کے نام کا ہی جسکا نام اِسی مادہ سے مشتق ہوا ہی اور اِس لیئے یہہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہی بلکہ اُس کی بشارت ہی جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی کہ " یاتی من بعدی اسمہ احمد " *

گاڈفری ہگگنس نے بھی اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ پارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہی کہ یہہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہوسکتی بلکہ اُس شخص کی ہی جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسیٰ نے دی تھی *

بشارت ششم

حضرت اشعیاہ نبی وحی کے رو سے اُن لوگوں کا ذکر جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قایم کرینگے اِس طرح پر کرتے ہیں *

וְרָאָה רֶכֶב צֶמֶד פָּרָשִׁים רֶכֶב חֲמוֹר רֶכֶב גָּמָל וְהִקְשִׁיב קֶשֶׁב רַב :

اِس عبارت کو عربی حرفوں میں لکھا جاتا ہی *

و رَاَیَا رِکْبَ صِمْدٍ بَارَشِیْمْ رِکْبَ حَمُوْرٍ رِکْبَ گَامَالَ و هَقْشِیْبِ قَشِیْبْ رَبْ قَشِیْبْ *

عربی ترجمہ

ورئی مرکب الفارسین راکب حمار راکب جمل و التفت التفاتا جیدا *

اُردو ترجمہ

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہہ ہوا (کتاب اشعیاہ نبی باب ۲۱ و آیت ۷) *

اِس آیت میں حضرت اشعیاہ نبی نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہی جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قایم کرینگے اُن میں سے ایک کو گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہی اور اُس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ اِس سے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ ہی کیونکہ جناب ممدوح گدھے پر سوار ہوکر یروشلیم (بیت المقدس) میں داخل ہوئے تھے اور بلاشبہہ حضرت عیسیٰ نے خدا کی سچی پرستش قایم کی اور یہودیوں نے جو مکاری اور دغابازی سے شریعت کے صرف ظاہری احکام کی ریاکاری سے پابندی اختیار کی تھی اور دلی نیکی اور روحانی پاکیزگی کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُس کو بتایا اور سچی پرستش خدا کی قایم کی *

دوسرے شخص کو اونٹ کي سواري کے نشان سے بتلايا اور اِس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اِس سے حضرت محمد رسول اللہ کي طرف اشارہ ہی جو عرب کي خاص سواري ہی بچے سے بڑھے تک اور عالم سے جاہل تک جس سے چاہو پوچھو اونٹ کا نام لیتے ہي عرب کا اشارہ سمجھہ جاویگا اور جب رسول خدا صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو اونٹ پر سوار تھے اور بالشبہہ محمد رسول اللہ نے خداے واحد کي پرستش قایم کي حضرت عیسیٰ کے بعد جو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانا اور تین خدا قایم کرکر پھر تین سے ایک خدا بنایا تھا اور خداے واحد کي پرستش میں خلل آ گیا تھا اُسکو مٹایا اور پھر سے خدا کي سچي پرستش قایم کي اور یوں فرمایا " یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لانعبدالا اللہ" *

بشارات محمد رسول اللہ صلعم انجیل میں سے

بشارت اول

عید فسح سے تھوڑي مدت پہلے جب حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ اب اُن کا وقت بہت قریب آ گیا ہی اور اب وہ گرفتار ہونے والے ہیں تو اُنہوں نے اپنے حواریوں کو بہت سي نصیحتیں کیں اُنہی نصیحتوں میں یہہ بھي فرمایا کہ " یہہ اُمور میں نے تم سے کہے ، جب کہ تمہارے ساتھہ ہوں ، لیکن پیریکلوطاس پاک روح جس کو باپ بھیجیگا میرے نام سے ہر بات تمکو سکھاویگا اور یاد دلاویگا تم کو تمام وہ باتیں جو کہ میں نے تم سے کہي ہیں" (انجیل یوحنا باب ١٤ — ٢٥ و ٢٦) *

تاہم میں تم سے سچ کہتا ہوں یہہ بھلا ہی تمہارے لیئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں ۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو پیریکلوطاس تمہارے پاس نہ آویگا (انجیل یوحنا باب ١٦ — ٧) *

بالفعل جو انجیل کے نسخے موجود ہیں اُن میں لفظ پیریکلوطاس اسي املا سے لکھا ہوا ہی جسطرح کہ ہم نے لکھا ہی مگر ہم مسلمان یہہ یقین نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ نے یہہ یوناني لفظ بولا تھا کیونکہ اُن کي زبان عبراني تھي جس میں کالدي یعني خالدیہ زبان کے لفظ بھي ملے ہوئے تھے عبراني و خالدي دونوں زبانیں ایک ہیں پس ہم مسلمانوں کا یہہ یقین ہی کہ حضرت عیسیٰ نے اس مقام پر פרקלוט فارقلوط کا لفظ فرمایا تھا جیسا کہ بشپ مارش صاحب کي بھي راے ہی مگر جب انجیلیں یوناني زبان میں لکھي گئیں تب اُس کي جگہہ یوناني لفظ لکھا گیا یا ایں ہمہ ابتدا میں اس لفظ کا ترجمہ پیریکلوطاس نہیں کیا گیا جس کے معني تسلي دینے والے کے بیان کیئے جاتے ہیں بلکہ اُس کا ترجمہ پیریکلوطاس کیا گیا تھا جو تھوک فارقلوط کے لفظ کا ترجمہ ہی اور جس کا

ترجمہ عربي زبان میں تھوک تھوک لفظ احمد ھی بلاشبہہ اس بات کا ثبوت کہ یہہ لفظ پیریکلوطاس ترجمہ ہوا تھا اور پیریکلوطاس نہیں تھا ہمارے ذمہ ھی چنانچہ ھم اُس کو بتائید روح القدس بخوبي ثابت کرینگے اس لفظ پر بہت بڑے بڑے عالموں نے بحث کي ھی اور ھم سمجھتے ھیں کہ اُن ھي کے اقوال کا ذکر کرنا شاید کافي ھوگا *

سرولیم میور صاحب لیف آف محمد جلد اول صفحہ ۱۷ میں ارقام فرماتے ھیں کہ " یوحنا کي انجیل کا ترجمہ جو ابتدا میں عربي زبان میں ہوا اُس میں اس لفظ کا ترجمہ غلطي سے احمد کردیا ھوگا یا کسي جاھل خود غرض راھب نے محمد (صلعم) کے زمانہ میں جعلسازي سے اُس کا استعمال کیا ھوگا جس کو مسلمان اپنے پیغمبرکي بشارت قرار دیتے ھیں " *

اول تو ھم مسلمانوں کو یوحنا کي انجیل کے کسي ایسے عربي ترجمہ کي جو آنحضرت صلعم کے وقت سے پہلے یا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود ھو مطلق اطلاع نہیں ھی نہ ھمارے اگلے بزرگوں نے اُس کا کچھہ ذکر کیا ھی اور نہ ایسے ترجمہ کے موجود ھونے کا کچھہ ثبوت پیش کیا گیا ھی عرب میں حضرت مسیح کي اصلي انجیل جو عبراني زبان میں تھي اور اب معدوم ھی البتہ پائي جاتي تھي اور اُس کا ذکر ھمارے ھاں کی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ھی مگر یوحنا کي انجیل کا کچھہ ذکر نہیں ھی باقي رھی یہہ بات کہ کسي خود غرض راھب نے یہہ جعلسازي کي ھو اسپر ھم یقین نہیں کرسکتے کیونکہ اگر کسي خود غرض راھب کے اس لفظ میں جعل کرنے کا ھم یقین کرینگے جیسا کہ سرولیم صاحب نے فرمایا ھی تو ھمکو بمجبوري اس بات کا بھی یقین کرنا پڑیگا کہ بعض دیندار راھبوں نے آنحضرت صلعم کي بشارتوں چھپانے کو بھي انجیل مقدس میں تحریفیں کي ھیں جیسا کہ عموماً مسلمان یقین کرتے ھیں مگر ھمکو ایسي بدگمانیوں پر تحقیق سے باز رھنا نہیں چاھیئے بلکہ استقلال سے تفتیش کرني چاھیئے کہ اگلے عالموں نے اس پر کیا بحث کي ھی اور فولاً لچي یعني علم مطابقت لسان جو اس زمانہ میں نہایت ترقي پر ھی اُس سے کیا ثابت ھوتا ھی *

گاٹفري ھیگنس (رحمۃ اللہ علیہ) جو ایک بہت بڑے عالم حال کے زمانہ میں گذرے ھیں اور انگریز تو تھے ھی اور انگریزي زبان تو اُن کي زبان ھي تھي مگر یوناني اور عبراني و کالدي زبان بھي خوب جانتے تھے اور علم مطابقت السنہ سے بھي واقف تھے اُنھوں نے اسکي کیا تحقیق کي ھی وہ فرماتے ھیں کہ " مسلمان بیان کرتے آئے ھیں اور اب بھي بیان کرتے ھیں کہ یہہ بشارت حضرت عیسیٰ نے محمد رسول اللہ کي دي ھی جس طرح حضرت اشعیاہ نے کیخسرو کي پیشین گوئي کي تھي اور دونوں پیشین گوئیوں میں دونوں کا نام بتا دیا گیا تھا " *

کاڈفري هوگنس صاحب اول تو اس مقام پر مسلمانوں کي طرف سے ایک مجادلانه تقریر کرتے هیں اور اُس کے بعد محققانه اُن کي مجادلانه تقریر مسلمانوں کي طرف سے یهه هی که " مسلمان کهتے هیں که حضرت عیسیٰ نے جو آنحضرت صلعم کا نام لیا تها وه اُس لفظ سے نهیں لیا جو لفظ که اب انجیلوں میں موجود هی بلکه وه لفظ پیریکلوطاس تها جس کے معني بزبان عربي احمد کے هیں اور ابتداءً انجیل میں یهي لفظ تها مگر سچ بات کے چهپانے کے لیئے اُس کو تحریف کردیا هی اور عیسائي اس بات سے انکار نهیں کرسکتے که اُن کي کتب موجوده میں بهت سي تحریفیں یا اختلاف قرأت هیں اور مسلمان یهه بهي کهتے هیں که اس عبارت کے چهپانے کے لیئے تمام قلمي نسخے غارت کردیئے گئے قلمي نسخوں کے غارت هوجانے کا انکار نهیں هوسکتا اور یهه وه بات هی جس کي نسبت جواب باصواب دینا مشکل هی اور قدیمي نسخوں کي نسبت تو یهه هی که چوتهي صدي کے قبل کا کوئي بهي قلمي نسخه موجود نهیں هی *

اگر اس کا جواب یهه دیا جاوے که ترتولین اور اور قدیمي مصنفوں کي عبارت سے ثابت هوسکتا هی که انجیلوں کي صحیح قرأت آنحضرت صلعم کے زمانه سے پوشیده ایسي هی تهي جیسوکه اب هی اور اس لیئے اُن میں تحریف نهیں هوئي تو اس صورت میں اُن قدیمي نسخوں میں بهي تحریف کا نهونا ثابت کرنا چاهیئے گا اور کها عجب هی که اُن میں بهي هوئي هو جن لوگوں نے انجیل مقدس کے قدیمي قلمي نسخوں کو غارت کردیا اُنهوں نے ایک وصلي کو جس پر قدیمي مصنف کي تصنیف لکهي گئي هو از سرنو لکهنے میں کها دریغ کیا هوگا اس بات کو اول درجه کے دیندار عالموں نے تسلیم کیا هی که انجیل میں اور اور مقصدوں کے لیئے تحریف هوئي هی اور ظاهر هی که جو لوگ ایک مطلب کے لیئے تحریف کرینگے وه دوسرے مطلب کے لیئے کیوں نکرینگے اور جو نه تسلیم کیا گیا هی که یهه لفظ عبراني هی پس اگر غلط لکها گیا هو تو گمان غالب یهه هی که ابتدا کے عیسائي مورخوں نے جو دنیا میں سب سے بڑهکر جهوٹ بولنے والے هوں اپنے خاص مطلب کے لیئے جهوٹ بولا هو اور یهه گمان نهایت ضعیف هی که یرحنا حواري نے جو عبراني شخص تها کوئي غلطي کي هو کیونکه وه عبراني اور یوناني دونوں زبانوں کو سمجهتے تهے اور اگر بالفرض وه عبراني زبان کے بڑے عالم نهوں اور اسي وجهه سے اُنهوں نے یوناني لفظ کلوطاس کو بجاے کلوطاس غلطي سے لکهدیا هو تو اُس سے یهه نتیجه نکلے گا که یرحنا کي انجیل کے اصل متن میں تحریف هوئي هی *

اس کے بعد کاڈفري هوگنس صاحب مسلمانوں کي طرف سے ایک اَور مجادلانه تقریر لکهتے هیں اور وه یهه کهتے هیں که مسلمانوں کا بیان هی که یهه بات بخوبي ظاهر هی که عیسائي اگر مناسب سمجهتے تو نهایت عمده قلمي نسخوں کو محفوظ رکهه سکتے تهے

جس طرح کہ اُنہوں نے بہت سے ولیوں کی لاشوں کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا ہی چنانچہ یوحنا اور مریم اور پطرس اور پولس وغیرہ کی لاشیں ہر روز اقلیم میں نظر آتی ہیں *

پس مسلمان ضرور باصرار عیسائیوں سے کہینگے کہ اس غلط ترجمہ کے چھپانے کے لیئے کل قلمی نسخے غارت کردیئے یا اُن میں جھوٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ غارت کیوں کردیئے گئے اور عیسائیوں کو اُن کا جواب باصواب دینے میں بہت کچھہ دقت ہوگی کیونکہ قلمی نسخوں کے غارت ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا اس لیئے کہ وہ موجود نہیں ہیں *

اس کے بعد گاٹفری ہوگس صاحب نے محققانہ طور پر گفتگو شروع کی ہی اول وہ یہہ ثابت کرتے ہیں کہ جو بشارتیں ان آیتوں میں مندرج ہیں اُن سے بہت سے قدیم عیسائی کسی شخص کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئی سمجھتے تھے اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ رومی پادریوں اور پروٹسٹنٹ نے جو اُس لفظ کے معنوں میں تحریف کی ہی اور اُس سے صرف روح القدس کا حواریوں پر آنا مراد لیا ہی ابتدا میں یہہ رائے عام نہ تھی چنانچہ دوسری صدی میں ترتولین کے زمانہ سے پہلے مانٹینی اُس ایک شخص پیدا ہوا تھا جس کو بہت لوگ سمجھتے تھے کہ وہی پیرکلیوطاس ہی جس کے بھیجنے کا حضرت عیسیٰ نے وعدہ کیا تھا اُس کے دشمنوں نے اُس کی نسبت یہ اصل بات مشہور کی تھی کہ وہ روح القدس ہونے کا دعوی کرتا ہی ایسے ہی لوگوں نے مانٹینی اُس کے سبب انجیلوں میں تحریف کی اور یہہ ساجرا آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بہت پہلے ہوچکا تھا مانٹینی اُس کے زمانہ کے بعد اور آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بہت پیشتر مونٹس کو بھی اُس کے پیروؤں نے جو بڑے عالم اور طاقت ور تھے وہی شخص سمجھا تھا جس کے مبعوث ہونے کی حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی لیکن اُس کے انجام سے ثابت ہوتا ہی کہ مونٹس شخص موعود نہ تھا اور اُس کے پیرو غلطی پر تھے *

بعد اِس کے گاٹفری ہوگنس صاحب مسلمانوں کی طرف سے لکھتے ہیں کہ " مسلمان کہتے ہیں کہ اِس لفظ سے جو عیسائی روح القدس کا حواریوں پر اُترنا مراد لیتے ہیں وہ کسیطرح درست نہیں ہوسکتا اگر اِس کے معنی تشفی دہندہ ہی کے ہوں تو وعدہ تو ایک تشفی دہندہ کے آنے کا تھا پھر یہہ کہنا کہ ظہور بارہ زبانہ آتشیں کا وہی شخص موعود ہی محض فضول ہی علاوہ اِس کے حواریوں کے قرائنوں اور خود عیسائیوں کی کتاب سے کسیطرح پایا نہیں جاتا کہ روح القدس کا حواریوں میں آجانا تشفی دہندہ موعود کا آنا ہوا اور صرف زبان سے کہدینے سے ایسے دعوی کی تصدیق نہیں ہوسکتی ہی *

علاوہ اِس کے پینتی کاسٹ کی ضیافت میں حواریوں پر روح القدس نازل ہوچکی تھی

بونکہ بموجب قول عیسائیوں کے ایک برگزیدہ زبانہ آتش نے ہر ایک حواری پر طاری ہوکر
ی لمحہ اُن کو سب زبانوں بولنے کی طاقت بخشی تھی اور یوحنا کے بیسویں باب کی
یسویں آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ خود حضرت عیسی نے اپنے جانے سے تھوڑے عرصہ پیشتر
ہ فیض اُن کو عطا کردیا تھا یعنی پینتکست کی ضیافت کو جس کا ہم ذکر کر چکے
ں دو مہینہ بھی نہ گذرے تھے کہ فیض مذکور عنایت کیا گیا تھا عیسائی مذہب کی
ام مذہبی کتابوں میں کہیں نہیں پایا جاتا کہ یہہ زبانہ ہائے آتشیں جن سے کہ سب
انوں بولنے کی طاقت عطا ہوئی تھی تشفی دہندہ موعود تھیں جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب
ں ضرور میں ہوتا *

اگر اُس کے جواب میں یہہ کہا جاوے کہ وہ عطا یا جن کا بیان متی کی انجیل
یں ہی اور فیض روح القدس جسکا بیان یوحنا کی انجیل کے بیسویں باب کی بائیسویں
ت میں ہی صرف چند روز کے لیئے تھا اور پھر لے لیا گیا تھا اور بعد کو ہمیشہ کے لیئے آیا
مسلمان کہینگے کہ یہہ صرف ایک حیلہ ہی جس کی تصدیق انجیل کے کسی لفظ سے
یں ہوتی *

اِسی بحث میں گاتفری ہیگنس صاحب نے ایک نہایت عمدہ قول فیصل لکھا ہی
یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہہ لفظ وہی ہی جو اِس زمانہ کے عیسائی کہتے ہیں اور
ں کے معنی بھی روح القدس ہی کے ہیں تو مسلمان عیسائیوں سے کہینگے کہ تم کہتے ہو
انجیل میں بشارت ہی کہ روح القدس آویگی یہہ درست ہی کہ روح القدس آئی مگر
حمد صلعم میں آئی جن کو روح القدس سے الہام ہوتا تھا پس تمہاری پیچیدہ عبارت کے
ی صحیح معنی ہیں اور یہی معنی درستی کے ساتھہ ہوسکتے ہیں *

یہہ لفظ تو گاتفری ہیگنس صاحب کے تھے اور میں اس پر اتنا اور زیادہ کرتا ہوں کہ
و عام ہدایت محمد رسول اللہ صلعم سے ہوئی اور تمام جزیرہ عرب بتوں کو چھوڑ کر ایک
دا کی پرستش کرنے لگا اور تمام دنیا میں رحمانیت کا ڈنکا بج گیا اور حضرت عیسی
جو اتہام خدا کے بیٹے ہونے کا کیا تھا وہ مٹ گیا اس بات کا بڑا ثبوت ہی کہ ضرور وہ
ح القدس اور روح الصدق محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی *

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ
و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ

اس کے بعد گاتفری ہیگنس صاحب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہہ لفظ
پریکلیطس نہیں ہی جس کے معنی تسلی یا تشفی دہندہ کے بیان کیئے جاتے ہیں
کہ یہہ لفظ پیریکلوطاس ہی جس کے معنی احمد کے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ
مسلمانوں کی دلیل کو بابت ترجمہ لفظ پیریکلوطاس کے بجاے پیریکلیطاس کے اُس طرز

تحریر سے بہت مدد ملتی ہی جو سیفت جیروم نے انجیل کے لیٹن ترجمہ میں اختیار کی ہی یعنی اُس ترجمہ میں لیٹن زبان میں پیریکلیطاس لکھا تھا پیریکلیوطاس کی جگہہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ جس کتاب سے سیفت جیروم نے لیٹن میں ترجمہ کیا اُس میں لفظ پیریکلیوطاس تھا نہ پیریکلیطاس *

لفظ پیریکلیطاس کے معنی پر پادریوں میں بہت اختلاف ہی چنانچہ مشہور عالم مائیکیلس کہتا ہی کہ ارنستائی نے بہت مناسب کہا ہی کہ اس کے معنی نہ حامی کے ہیں نہ تشفی دہندہ کے اور یہہ بھی کہتا ہی کہ میں تحقیق خیال کرتا ہوں کہ پیریکلیطاس یا تو روح القدس کو کہتے ہیں یا معلم یا مالک کو یعنی بتانے والا خدا تعالی کی سچائی کا اور میں اُس کی راے سے درباب صحیح نہونے ترجمہ کے مطابقت کرتا ہوں گو میں اُس کو ذاکٹو یعنی عالم متبحر کا لقب نہیں دیتا بلکہ مائیسٹو یعنی معلم کا لقب دیتا ہوں اس لیئے کہ جو معنی اُس نے لفظ مذکور کے لکھے ہیں بہتیروں نے اختیار کیئے ہیں البتہ اُس کے اثبات کا جو طارز اُس نے اختیار کیا ہی وہ عجیب ہی اُس کو چاہیئے تھا کہ لفظ مذکور کو کسی محقق کی تصنیف میں تلاش کرتا اور اُس کے معنوں کی تشریح اُس لفظ کے استعمال سے ثابت کرتا اُس نے ان سب باتوں کو چھوڑکر جس زبان کے لفظ سے یہہ نکلا ہی (یعنی کالڈی زبان سے) اُس کے محاورہ اور استعمال سے اپنا بیان ثابت کرنے پر استدلال رکھا ہی *

بہت بڑے عالم اور معزز بشپ مارش نے کہا ہی کہ لفظ پیریکلیطاس کے تین ترجمے ہیں اور ہم کو اختیار ہی کہ اُن میں سے جونسا چاہیں پسند کرلیں اول معنی حامی کے ہیں جو معتبر اور یونانی اکابر کے نزدیک مسلم ہیں دوسرے معنی مبین کے ہیں اور یہہ وہ معنی ہیں کہ ارنستائی نے بحوالہ لفظ پارقلیط کے جو کالڈی زبان کا لفظ ہی کہے ہیں تیسرے معنی واعظ کے ہیں جس کو خود بشپ مارش نے بحوالہ ایک عبارت مصنفہ ٹرٹلو کے تسلیم کیا ہی پس یہہ صاف ظاہر ہی کہ اس مشہور لفظ کے معنوں میں اور اُس پیغمبر کی قسم میں جس کے بھیجنے کا حضرت عیسی نے وعدہ کیا تھا بہت اشتباہ و شک تھا *

یہہ لفظ گلافوی ہوگنس صاحب کے ہیں مگر میں اسپر اتنا اور زیادہ کرتا ہوں کہ اگر بشپ مارش ہی کے معنی تسلیم کیئے جاویں اور اس لفظ کو پیریکلیطاس ہی مانا جاوے اور اُس کے معنی واعظ ہی کے قرار دیئے جاویں تو بھی بجز محمد رسول اللہ صلعم کے اور کسی کے حق میں یہہ بشارت نہیں ہوسکتی اس لیئے کہ حواریوں جنھوں نے انجیل کا وعظ کیا وہ اس سے پہلے روح القدس سے معمور ہوچکے تھے اور وہ سب اُس وقت موجود تھے اُن کی نسبت تو یہہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ میں بھیجونگا کیونکہ وہ موجود تھے محمد رسول اللہ جب آئے تو اُنھوں نے صاف صاف بتایا

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (سورہ حم سجدہ آیت ٦)

کہ میں بھی تم سا ایک آدمی ہوں صرف مجھہ پر وحی بھیجی گئی ہی کہ بے شک تمہارا خدا وہی ایک خدا ہی پھر اس سے بھی زیادہ صاف فرمایا کہ میں اپنی جان کے لئے بھی کچھہ فائدہ یا نقصان! پہونچانے پر قادر نہیں ہوں بجز اُس کے جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو بہت کچھہ بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھکو کوئی برائی چھوتی بھی نہیں میں تو اُن قوموں کو جو ایمان لائی ہیں ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں *

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون (سورہ اعراف ایت ۱۸۸)

اور پھر اور بھی صاف فرمایا کہ " میں تو تمکو صرف ایک بات کا یعنی لاالہ الااللہ کا وعظ کرتا ہوں پھر تم خالصاً للہ دو دو ایک ایک کپڑے ہو اور سونچو کہ جو شخص تمہارے ساتھہ ہی اُسکو کچھہ جنون نہیں وہ تو صرف تمکو عذاب میں پڑنے سے پہلے ڈرانے والا ہی اِس کے سوا اور بہت سی جگہہ رسول خدا صلعم نے خدا کی طرف سے فرمایا کہ " خدا تمکو اِس بات کا وعظ کرتا ہی اور خدا کا وعظ کرنا اور پیغمبر کا وعظ کرنا برابر ہی پس سوائے محمد رسول اللہ کے کسی پیغمبر نے ایسا صاف صاف نہیں فرمایا کہ میں تو صرف وعظ کہنے والا ہوں پس اگر اِس لفظ کے معنی واعظ ہی کے ہوں جیسا کہ بشپ مارش نے کہا ہی تو بھی وہ سچا واعظ بجز محمد رسول اللہ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا *

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنی و فرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ ان ہو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (سورہ سبا آیت ۴۵)

بعد اس کے گانفری ہیگنس صاحب کہتے ہیں کہ " یہہ تسلیم کرنا ضرور ہی کہ لفظ مذکور (یعنی فارقلیط) جیساکہ بشپ مارش نے لکھا ہی کہ یقیناً عیسیٰ مسیح نے استعمال کیا تھا مسلمانوں کے دعوی کو بہت کچھہ سہارا دیتا ہی وہ کہتے ہیں کہ مغربی والے میں اہل اسلام لفظ فارقلیط کو یونانی میں پیریکلو و طاس بنا لینے کا اُسیقدر اختیار رکھتے ہیں جسقدر کہ عیسائی پیریکلیطاس کرلینے کا بلکہ اُن کی رائے میں غلبہ کا پلہ مسلمانوں کی طرف ہی کیونکہ عیسائی مجاز نہیں کہ پچھلے جزو میں لفظ زبان خالدی کے حرف ید یعنی یاے تحتانی کو جو مثل حرکت کسرہ کے ہی یا حرف ایتا کو جو یاے تحتانی ممدودہ معروف کے برابر ہی حرف ایوتا کے عوض میں بدلیں *

حرف ید حروف تہجی زبان خالدیہ کا دسواں حرف ہی اور شمار میں اُس کے عدد بھی دس ہیں پس اگر لفظ مذکور ایک زبان سے دوسری زبان میں بدلا جاے تو اُس یونانی حرف سے بدلنا چاہیئے جو دس کے معنی میں آیا ہی اور جو ابتدا میں حروف تہجی میں دسواں تھا قبل اس کے کہ یونانیوں کا حرف ڈگامہ جاتا رہے جیساکہ میں نے اُس کو کثرت سے اپنے اُس جواب مضمون میں ثابت کیا ہی جو درباب جنوب مغربی

فرنگستان کے قدیمی پادریوں کے لکھا ھی

مگر میں علاوہ اس کے یہہ بھی کہتا ھوں کہ اگر حضرت عیسیٰ کا استعمال کیا ھوا لفظ فار قلیط تھا اور یہہ کہ اس لفظ کے معنی ستودہ کے ھیں جیسا کہ سول صاحب کا بھی قول ھی تو اُس کا ترجمہ اس لفظ یوقانی پیریکلوطاس میں غلط ھی یعنی اختلاف قرأت کی جہت سے اور یہہ کہ بشپ مارش اور ارنسٹائی دونوں کے کل ترجمہ غلط ھیں اور لفظ مذکور اُس لفظ سے مبدل کرنا چاھیئے جو ستودہ کے معنی رکھتا ھو اور واقع میں یہہ لفظ پیریکلو طاس ھونا چاھیئے *

مگر اس کا ترجمہ فار قلیط علم کے معنی لیکر نکرنا چاھیئے بلکہ اسم صفت کے طور پر کرنا چاھیئے چنانچہ اھل اسلام بمعنی احمد کے لیتے ھیں اگر یہہ لفظ حضرت عیسیٰ کا استعمال کیا ھوا زبان خالدیہ یا عبرانی یا عربی کا ھو تو اُس سے وھی مراد پائی جانی چاھیئے جو اُس کے معنی اُن زبانوں میں تھے اگر وہ خالدیہ کا لفظ عربی مصدر سے مشتق ھو تو اُس کے وھی معنی چاھیئیں جو عربی مصدر کے ھیں اور تب اُس کے معنی ستودہ یا شخص ممتاز کے ھونگے *

اگر ناظرین خوش کرینگے تو معلوم کرلینگے کہ لفظ کلیوطاس کو ھومر اور ھسیڈ دونوں نے بجائے ستودہ آدمی کے استعمال کیا ھی اس طرح سے میری دانست میں اھل اسلام کی دلیل اس سلیقہ کے ساتھہ ھی کہ اگر اُن کو اُن کی غلطی پر معقول کیا جائے تو عجب نہیں کہ بہت مشکل پڑے یہہ ادنی بات ھی مگر اُن کی دلیل کی تردید میری نظر سے نہیں گذری *

مگر سمجھکو اس مشہور لفظ فارقلیط کی نسبت کچھہ اور بھی کہنا ھی اِس کو بشپ مارش نے جس کے قول کو عیسائی صادق جانتے ھیں ایک مسلمان کی منتخب کی ھوئی دلیل میں تسلیم کرلیا ھی کہ وہ سریانی یا خالدیہ یا عربی ھی مگر یونانی نہیں اِن زبانوں میں سے ایک کو یا دو کو حضرت محمد صلعم ضرور بولتے ھونگے یا ادنی درجہ یہہ کہ سمجھتے ھونگے اور یہہ یقین کرلے کی کوئی وجہہ نہیں کہ لفظ مذکور کے یونانی ترجمہ کی نسبت آپ کو کچھہ بحث ھوئی ھو کیونکہ حضرت عیسیٰ کے کلاموں کے یونانی ترجموں سے عرب کے لوگوں کو کیا غرض تھی عرب میں اُن ترجموں کا کیا کام تھا اُن لوگوں کو وہ کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے جو اُن کا ایک لفظ بھی نہ سمجھہ سکتے تھے بجز ایسے لوگوں کے جو اُس اصل زبان کو سمجھتے تھے جس کو حضرت عیسیٰ بولتے تھے آپ نے لفظ مذکور اُسی طرح پر لیا ھوگا جیسے کہ منقول چلا آتا تھا یا یا جیساکہ سول صاحب نے اُسکو لکھا ھی جس کے معنی ستودہ کے ھیں اور اِس سے زیادہ غالباً آپ نے کبھی دریافت نہیں کیا — یہہ خیال کرنا کیسا بیہودہ ھی کہ اپنی خاص زبان کے ایک لفظ معنی کی تشریح

غیر زبان میں ڈھونڈتے — آپ نے لفظ مذکور کو مثل اُس زمانہ کے دیسرے فرقوں کے شخص انساني پر محمول کیا اور یہہ اجازت نہیں دي کہ اُس کو ثالث ثلثہ کہوں جیسا کہ اس زمانہ کے موحد بھي کہتے ہیں یہہ بھي ممکن ہی کہ آپ نے اُس کو احمد کے معني میں لیا ہو اور اُس کي نسبت کچھي جھگڑا یا شک نہ کیا ہو *

یہہ تمام تقریر گاڈفري ہوگنس صاحب کی ہی جو اُنہوں نے مسلمانوں کي طرف سے کي ہی مختصر یہہ ہی کہ ہم مسلمانوں کي بحث لفظ پیریکلیطاس پر جو اب یوناني انجیل میں ہی یا لفظ پیریکلیوطاس پر جو اصلی نسخوں میں تھا منحصر نہیں ہی کیونکہ یہہ انجیلیں یوناني زبان میں لکھي گئي ہیں جو حضرت عیسی کي زبان نہیں تھي پس اُنہوں نے جو لفظ فرمایا تھا وہ عبراني یاخالدي زبان کا تھا جو دونوں ایک ہیں — پس ہم مسلمان کہتے ہیں کہ وہ لفظ فارقلیط تھا یوناني انجیلوں میں اِس کے بجاے جو لفظ ہی فارقلیط کا ترجمہ ہی ہم مسلمان کہتے ہیں کہ اِس کا ترجمہ یوناني میں پیریکلیوطاس کیا گیا تھا جو درحقیقت صحیح ترجمہ ہی اور اِس کا ثبوت بھي جہاں تک ہوسکا دیا ہی اور اگر یہہ کہا جائے کہ نہیں پیریکلیطاس ہي اس کا ہمیشہ سے ترجمہ چلا آتا ہی تو ہم مسلمان یہہ کہینگے کہ یہہ ترجمہ غلط ہی کیونکہ فارقلیط کا ترجمہ پیریکلیطاس نہیں ہی بلکہ پیریکلیوطاس ہی اور اِس کا فیصلہ عبري و خالدي زبان کے لغت کي تحقیق پر ہر وقت ہوسکتا ہی اور جو کہ مشہور ہی کہ انجیل یوحنا درحقیقت حضرت یوحنا حواري کي لکھي ہوئي ہی اِس لیئے ہم یقین نہیں کرسکتے کہ حضرت یوحنا نے فارقلیط کے ترجمہ میں غلطي کي ہو اور جو دلیلیں مذکور ہوئیں اُن سے بھي پایا جاتا ہی کہ اُنہوں نے غلطي نہیں کي اِس لیئے اصل میں وہ لفظ پیریکلیوطاس ہی بمعني احمد نہ پیریکلیطاس بمعني تسلي دہندہ *

اکثر عیسائي خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس بشارت کو انجیل برنباس سے اخذ کیا ہی اور جارج سیل صاحب نے بھي ترجمہ قران کے دیباچہ میں یہي خیال کیا ہی بلکہ اُنہوں نے لکھا ہی کہ یہہ آیت قران مجید کی "یاتي من بعدي اسمہ احمد" اُسي انجیل میں سے اخذ کي گئي ہی اور شاید اخیر زمانہ کے ایک ادنہ کچے مسلمان اور جاہل مولوي نے کہیں سن سنا کر کہ برنباس کي انجیل میں بھي یہہ مطلب آیا ہی شاید اُس کا حوالہ دیدیا ہو مگر قدیم عالموں اور بڑے بڑے محققوں نے اس بشارت کي بابت برنباس کي انجیل کا خواہ وہ صحیح ہو یا غلط نام تک نہیں لیا جارج سیل صاحب کي غلطي ہی جو وہ ایسا کہتے ہیں *

بشارت دوم

جب بعد مصلوب ہونے اور قبر میں دفن کیئے جانے کے حضرت عیسی زندہ ہوکر اُٹھے

اور حواریوں سے ملے اور اُن کے سامنے مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کھایا تو بیت مقیما میں جانے اور آسمان پر چلے جانے سے تھوڑی دیر پہلے اُنھوں نے اپنے حواریوں سے یہہ فرمایا " اور دیکھو میں بھیجتا ہوں وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹھہرو شہر یروشلیم میں جب تک کہ تم پر عطا ہو قوت اوپر سے (انجیل لوقا باب ٢٤ آیت ٤٩) " *

چند سطروں کے بعد لوقا اپنی انجیل ختم کرتے ہیں اور کچھہ ذکر اُس وعدہ کے پورا ہونے کا نہیں کرتے بلکہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ یہہ کہہ کر آسمان پر چلے گئے تو تمام حواری اُن کو سجدہ کرکر بڑی خوشی سے یروشلیم کو پھرے اور ہمیشہ ہیکل میں خدا کی تعریف اور شکر کرتے رہے اور انہی لفظوں پر لوقا کی انجیل ختم ہوتی ہی اور اُس وعدہ کے وفا ہونے کا کچھہ ذکر نہیں ہوتا پس ثابت ہوتا ہی کہ لوقا کی زندگی تک یا کم سے کم اس انجیل کے لکھے جانے کے وقت تک وہ وعدہ جس کو لوقا سمجھے تھے پورا نہیں ہوا تھا *

لوقا کے نزدیک روح القدس کا زبانہائے آتشیں میں حواریوں پر نازل ہونا (اگر وہ اُس کے بعد نازل بھی ہوئے ہوں) اس وعدہ کا پورا ہونا نہیں تھا کیونکہ اگر ہوتا تو وہ اُس وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ضرور لکھتے پس ضرور ہی کہ یہہ وعدہ کسی اور شخص کے مبعوث ہونے کا تھا *

اب ہمکو اُس شخص کی تلاش کرنی مناسب ہی جس کے آنے کی حضرت عیسیٰ نے بشارت دی جب ہم اس آیت کو دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا کہ " اُس وعدہ کے آنے تک تم شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہو " تو ہمکو تعجب ہوتا ہی کہ اُس وعدہ کے آنے اور شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہنے سے کیا تعلق ہی اگر بالفرض اُس وعدہ سے حواریوں پر روح القدس کا نازل ہونا ہی مراد تھی تو بھی یروشلیم میں رہنے اور روح القدس کے آنے سے کوئی ضروری مناسبت نہیں پائی جاتی کیونکہ اگر حواریین شہر کے باہر چلے جاتے تو بھی اُن کے پاس روح القدس اُسی طرح آسکتی تھی جیسے کہ شہر میں رہنے کی حالت میں آسکتی تھی پس شہر یروشلیم میں ٹھہرے رہنے سے یہہ مطلب نہیں ہی جو اُس کے لفظی معنوں سے نکلتا ہی بلکہ یہہ مطلب ہی کہ جب تک وہ وعدہ پورا ہو تم شہر یروشلیم سے وابستہ رہو اور اُسی کی عزت و تعظیم جیسی کہ پیشتر سے کرتے آئے ہو کرتے رہو اُسیکی طرف اپنا سر جھکاؤ اپنا منہہ اُسی کی طرف رکھو جب تک وہ وعدہ پورا ہو چنانچہ محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اور وہ وعدہ پورا ہوا اور یروشلیم میں رہنے کا زمانہ منقطع ہوگیا اور بیت اللہ میں رہنے کا زمانہ آیا باپ کا وعدہ پورا ہوا اور اوپر سے عطا ہوگئی بیت المقدس کی طرف جو مدت دراز سے قبلہ تھا موقوف ہوا اور مکہ میں ابراہیم کے بنائے ہوئے خانہ خدا اور کعبہ معظم کی طرف قبلہ اہل ایمان قرار پایا پس یہہ بشارت صاف ہمارے پیغمبر کے مبعوث ہونے اور بیت المقدس کے قبلہ رہنے کے زمانہ کے اختتام اور اور بیت اللہ الحرام کے قبلہ ہونے کی بشارت ہی *

قال الله تبارک و تعالیٰ قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضیها فول وجهک شطر المسجد الحرام *

بشارت سوم

جبکہ حضرت یحییٰ پیغمبر ہوئے تو یروشلیم سے یہودیوں نے کاہنو اور لیویوں کو اُن کے پاس بھیجا تاکہ اُن سے پوچھیں ؟ کہ وہ کون ہیں چنانچہ وہ لوگ گئے اور اُن سے یہہ گفتگو ہوئی کہ اُس نے یعنی حضرت یحییٰ نے اقرار کیا اور انکار نکیا اور اقرار کیا کہ میں کرستاس یعنی عیسیٰ مسیح نہیں ہوں اور اُنہوں نے پوچھا اُس سے پھر کون کیا تو الیاس ہی ؟ اور اُس نے کہا میں نہیں ہوں تو وہ نبی ہی ؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں تب اُنہوں نے اُس سے کہا کہ کون تو ہی تاکہ ہم جواب دے سکیں اُنکو جنہوں نے کہ ہمکو بھیجا ہی اپنے تئیں تو کیا کہتا ہی اُس نے کہا میں ہوں آواز اُس کی جو کہ جنگل میں چلاتا ہی سیدھا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیا نے کہا اور وہ جو بھیجے گئے تھے فروسی تھے اور اُنہوں نے اُس سے پوچھا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہی جبکہ تو نہ کرستاس یعنی عیسیٰ مسیح ہی اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی (یوحنا باب ۱ آیت ۲۰ لغایت ۲۵) *

ان اوپر کی آیتوں میں تین پیغمبروں کا ذکر ہی ایک حضرت الیاس کا اور دوسرے حضرت عیسیٰ کا تیسرے اُس پیغمبر کا جو علاوہ حضرت عیسیٰ کے ہونے والا تھا یہودی یقین کرتے تھے پیغمبر الیاس جنکو مسلمان خضر کہتے ہیں مرے نہیں بلکہ صرف انسانوں کی نظروں سے غایب ہوگئے ہیں اور یہودیوں کو حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت یہہ یقین تھا اور اب بھی ہی کہ وہ کسی نہ کسی دن آوینگے لیکن اُن آیتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور پیغمبر کے آنے کی بھی اُمید رکھتے تھے اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجاے نام کے صرف اشارہ ہی اُسکے بتلانے کو کافی تھا جیسیکہ ہم مسلمان بھی پیغمبر کے نام کی جگہہ صرف آنحضرت اشارہ میں لکھتے بولتے ہیں اور یہہ مشہور پیغمبر کون ہو سکتا ہی بجز اُس کے جس کے سبب خدا تعالے نے ابراھیم و اسمعیل کو برکت دی اور جس کی نسبت خدا تعالے نے موسیٰ سے کہا کہ تیرے بھائیوں میں تجھسا پیغمبر پیدا کرونگا اور جس کی نسبت حضرت سلیمان نے کہا کہ میرا محبوب سرخ و سفید سب میں تعریف کیا گیا محمد ہی ہی میرا محبوب ہی اور یہی میرا مطلوب اور جسکی نسبت ہجی نبی نے فرمایا کہ حمد تمام قوموں کا آویگا اور جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میرا جانا ضرور ہی تاکہ فار قلیط آوے اب میں نہایت مضبوطی سے کہتا ہوں کہ یہہ نامی اور مشہور پیغمبر حضرت محمد ہیں واللہ حضرت محمد ہیں *

قومت

الخطبة الحادی عشر

في

حقیقة شق الصدر و ماهیة المعراج

—*—

و ما جعلنا الرویا التي اریناک الا فتنة للناس

—*—

اِس خطبہ میں آنحضرت کے سینہ مبارک کے شق کرنے کي حقیقت اور معراج کيَ اصلیت کا بیان ھی *

جو واقعات کہ ھم اِس خطبہ میں بیان کرتے ھیں اُن کي اصلیت کي نسبت اور جن الفاظ میں وہ بیان ھوئے ھیں اُن کے صحیح معنوں کي نسبت اکثر علماے دین نے بحث کي ھی اور اُس کي تحقیقات کو انتہا درجہ تک پہنچایا ھی مگر افسوس ھی کہ ھمارے مفسرین اور شارحین نے اپني پیچ در پیچ تاویلات اور لاطایل براھین سے بجاے اس کے کہ شکوک کو رفع کریں یا غلطي کي تصحیح کریں اُن الفاظ کے معاني کو اور بھي تاریکي میں ڈال دیا ھی *

قرآن مجید کي رو سے ھمکو شرح صدر پر جسکو آخرکار لوگ شق صدر کہنے لگے اور نفس معراج کي صحت و صداقت پر بغیر کسي شبہہ کے ایمان لانا چاھیئے — پس جو امر کہ بحث طلب ھی اور جس پر ایک مدت تک علماے اسلام کي توجہہ مبذول رھي ھی اِس بات سے علاقہ رکھتا ھی کہ شرح صدر یا شق صدر کي اصل حقیقت اور معراج کی ماھیت کیا تھي — اُن دونوں کي حقیقت بیان کرنے کے لیئے اولاً ھم قرآن مجید کي اُن آیتوں کو نقل کرتے ھیں جو اُن سے متعلق ھیں *

کیا ھمنے تیرے لیئے سینہ کو نہیں کھول دیا ھی — پاک ھی وہ جو اپنے بندہ کو ایک رات

آیت اول — الم نشرح لک صدرک — مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا

آیت دوم — سبحٰن الذي أسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الي المسجد الاقصی الذي بارکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر —

جس کے دور کو ھم نے برکت دي ھی تاکہ ھم اُسکو اپني نشانیوں میں سے دکھلا دیں بے شک وہ سننے والا ھی دیکھنے والا *

آیت سوم — و ما جعلنا الرویا التي اریناک الا فتنة للناس —

اور نہیں کیا ھم نے اُس رویا کو جو تجھکو دکھلایا مگر آزمایش واسطے لوگوں کے *

جو آیتیں کہ اوپر لکھي گئیں اُن میں سے صرف پہلي آیت شق صدر سے علاقہ رکھتي ھیں

اور باقي آيتوں معراج کے متعلق تصور کي گئي ہيں — ظاہر ہی کہ پہلي آيت ميں سفر کي چيز پہاڑ کا کہيں ذکر نہيں ہی اور اُسکے اصلي اور اصطلاحي معني جيسے کہ اکثر مفسرين نے بھي تسليم کيا ہی اُس کشادگي کے ہيں جو دل اور سينہ ميں عقلي اور روحاني وسعت سے عرفان الہي اور وحي کے منبع ہونے کے ليئے کي گئي تھي *

باقي رہيں وہ حديثيں اور روايتيں جو شق صدر اور معراج سے علاقہ رکھتي ہيں ليکن وہ باہم اس قدر مختلف اور متعارض اور متناقض ہيں کہ کوئي بھي قابل اعتبار کے نہيں ہی اور اُنکي صحت کي کافي سندیں بھي نہيں ہيں — ہشامي ذيل کا قصہ حليمہ سے نقل کرتا ہی کہ اُس نے بيان کيا کہ " ايک روز محمد صلعم اپنے بھائي اور بہن کے ساتھہ گھر کے قريب مويشي ميں کھيل رہے تھے — وہ دونوں دفعتاً ميرے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور روکر کہنے لگے کہ دو سفيد پوش آدمي ہمارے قريشي بھائي کو پکڑ لےگئے اور اُنکا سينہ چاک کرڈالا — ميں اور ميرا خاوند اُس مقام پر گئے ديکھا کہ آنحضرت کا مارے خوف کے رنگ فق تھا — ہمنے اُنکو چھاتي سے لگايا اور اُنکے اضطرار کا باعث پوچھا اُنہوں نے جواب ديا کہ دو آدمي سفيد پوش ميرے قريب آئے اور مجھکو چت لٹا کر ميرا دل چيرا اور اُس ميں سے کوئي چيز نکال لي مجھے يہہ نہيں معلوم کہ وہ کيا چيز تھي " *

اسي طرح کي ايک اور کہاني ہشامي نے بغير کسي سند کے صرف يہہ بيان کرکے کہ بعض علما نے بيان کيا ہی اپني کتاب ميں لکھي ہی کہ بعض لوگوں نے آنحضرت سے کہا کہ آپ کچھہ اپني تعريف بيان فرمائيئے — اُس پر پيغمبر صاحب نے فرمايا کہ " ميں اُن بوکتوں کا مشتاق ہوں جن کے عطا کرنے کا وعدہ اللہ تعالي نے حضرت ابراھيم سے کيا تھا اور ميں وہ شخص ہوں جس کے آنے کي بشارت حضرت عيسي نے دي تھي — جبکہ ميں اپني ماں کے پيٹ ميں تھا ميري ماں کو معلوم ہوا کہ اُن سے ايک نور نکلا جس سے شام کے محل منور ہوگئے — ايک دن ميں اپنے دودھ بھائيوں کے ساتھہ مويشي چرا رہا تھا کہ دفعتاً دو آدمي جو سفيد لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھہ ميں ايک سونے کا طشت برف اور پاني سے بھرا ہوا ليئے ہوئے تھے ميرے پاس آئے اور مجھکو زمين پر لٹا کر ميرے سينہ کو چاک کيا اور ميرے دل کو نکالکر چيرا اور اُس ميں سے ايک سياہ قطرہ دنيا کا نکال ڈالا — اُس کے بعد اُنہوں نے دل کو اور سينہ کو برف سے دھو دھلاکر پاک صاف کرديا — اُن ميں سے ايک نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو ايک طرف رکھکر اور دس آدميوں کو دوسري طرف رکھکر تو لو مگر ميں وزن ميں زيادہ ہوا — تب اُس نے سو آدميوں سے مجھے تولا اس پر بھي ميں وزن ميں بڑھتي رہا — اس پر ايک نے دوسرے سے کہا کہ اُس کو چھوڑ دو کيونکہ اگر تم اسکو تمام جہان کے مقابلہ ميں تو لو گے تب بھي يہہ کم نہ نکلےگا *

واقدي نے بھی ان دونوں روایتوں کو نقل کیا ھی اور کتاب شرح السنة میں عوانہ ابن ساریہ سے آنحضرت کے مذکورہ بالا فضائل کا بیان ہوا ھی اور دارمی میں ابو ذرغفاری سے آنحضرت کے تولے جانے کی روایت بھی بیان ہوئی ھی — مگر ان روایتوں میں جو اختلاف ھی وہ غور کے قابل ھی — حلیمہ سے جو روایت ھی اُس میں برف کے پانی اور طشت کا اور دل کے دھونے کا کچھہ ذکر نہیں ھی اور ھشامی کی دوسری روایت سے معلوم ھوتا ھی کہ آنحضرت کا تولا جانا شق صدر کے بعد حلیمہ کے گھر پر ھوا تھا — مگر دارمی میں جو ابو ذرغفاری سے روایت ھی اُس میں شق صدر کا کچھہ ذکر نہیں ھی اور اُس سے پایا جاتا ھی کہ آنحضرت کا تولا جانا بطحاے مکہ میں ھوا تھا — یا ایھمہ یہہ تمام روایتیں نہایت نا معتبر ھیں اور قصہ اور کہانی ھونے سے زیادہ کچھہ رتبہ نہیں رکھتیں *

عیسائی مصنف ایک بڑی غلطی میں پڑے ھیں — وہ اپنے ھاں کی مقدس کتابوں کو جن میں کتب تواریخ اور ملوک اور قضاۃ وغیرہ داخل ھیں اور توریت و انجیل کے اُن تمام مقاموں کو جن میں تاریخی واقعات بیان ہوئے ھیں بمنزلہ وحی یعنی کلام الہی کے سمجھتے ھیں اور اُن سب کو ھر طرح کی غلطی اور خطا سے پاک جانتے ھیں حالانکہ اُن میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ھیں — اسیطرح اُنھوں نے یہہ خیال کرلیا ھی کہ مسلمان بھی اپنی حدیثوں اور روایتوں کو ایسا ھی بے نقص سمجھتے ھونگے اور اس خیال خام سے اُنھوں نے مسلمانوں کی تمام حدیثوں اور روایتوں کو ناقابل خطا تصور کرکے اسلام پر نہایت سخت طعن و تشنیع کی ھی لیکن وہ خود بڑی غلطی میں پڑے ھیں کیونکہ مسلمان اپنے ھاں کی روایات و احادیث کو اُسی نظر سے دیکھتے ھیں جیسے کہ اور تواریخ کے واقعات کو دیکھتے ھیں اور اُن کو ویسا ھی ممکن الخطا خیال کرتے ھیں — مسلمان اپنے ھاں کی حدیثوں اور روایتوں کو اُس وقت صحیح سمجھتے ھیں جبکہ اُن کے لیئے کافی ثبوت اور معتمد سند پاتے ھوں ورنہ اُن کی کچھہ بھی حقیقت نہیں سمجھتے — یہہ روایتیں جو ھشامی اور واقدی میں بیان ھوئی ھیں یا وہ روایتیں جو شرح السنہ اور دارمی میں مذکور ھوں صحت سے بہت دور ھیں — محققین علماے اسلام اُن کو محض ناقابل اعتبار سمجھتے ھیں اور بیہودہ افسانے جو محض جہلا کے خوش کرنے کے قابل ھیں خیال کرتے ھیں — پس عیسائی مورخوں نے اسبات میں بڑی غلطی کی ھی کہ اُن نامعتبر روایتوں کی بنیاد پر اسلام پر اعتراض کیا ھی *

البتہ شق صدر کے معاملہ میں ایک روایت ھی جو ایک معتبر کتاب میں لکھی ھی یعنی مسلم میں اور اس لیئے وہ اس لائق ھی کہ علماے اسلام اُسپر توجہہ کریں اور اس بات کی تحقیق و تدقیق کریں کہ وہ روایت صحیح ھی یا بے اصل کیونکہ مسلم میں اُس

روایت کے مغدرج ہونے سے یہہ بات لازم نہیں آتي کہ اُس کي صحت میں کچھہ شبہہ نہیں بلکہ صرف علماء کي توجہہ کا استحقاق رکھتي ہی اور اگر بعد تحقیق کے معلوم ہو کہ وہ صحیح نہیں ہی تو گو کہ وہ مسلم نے بیان کي ہو ویسي ہي نامعتبر تصور ہوگي جیسےکہ اور کسي نے بیان کي ہوتي *

مسلم میں ہی کہ انس ابن مالک نے کہا کہ " ایک روز جبکہ پیغمبر صاحب مکہ میں اور لڑکوں کے ساتھہ کھیل رہے تھے حضرت جبرئیل اُن کے پاس آئے اور اُن کا دل چیرا اور اُس میں سے ایک قطرہ نکالکر کہا کہ تجھہ میں یہہ شیطان کا حصہ تھا تب اُس کو ایک سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا اور اُسکو بجنسہ جہاں رکھا ہوا تھا وہیں رکھدیا - اور لڑکے بھاگ کر ذھیرہ آنحضرت کي دودہ پلائي کے پاس گئے اور کہا کہ محمد صلعم کو مار ڈالا - وہ فوراً محمد کے پاس دوڑے آئے اور اُن کا رنگ فق پایا — (انس کا بیان ہی کہ) سوئن کا نشان جو محمد صلعم کے سینہ پر محسوس ہوتا تھا میں نے خود دیکھا تھا " *

قطع نظر اس کے کہ اس روایت سے وہ تمام روایتیں جن میں حلیمہ کے گھر شق صدر ہونے کا بیان ہوا ہی غلط اور باطل قرار پاتي ہیں یہہ روایت بھي چار مستحکم دلیلوں سے قابل اعتبار کے نہیں — اول یہہ کہ انہي انس نے ایک دوسري روایت میں اس واقعہ کا ہونا شب معراج میں بیان کیا ہی اور وہ زمانہ اس زمانہ سے جو اس روایت میں مذکور ہی بالکل مختلف ہی — ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ انس کے بعد کے راوي نے انس کی اُس لمبي روایت میں سے جو معراج سے متعلق ہی اور جس کا بیان آگے ہوگا ایک ٹکڑا توڑکر اور اُس میں بھي کمي بیشي کرکے بیان کیا ہی جس سے اس روایت کي بے اعتباري اور اسمضمون کا کہ سوئن کے نشان انس نے دیکھے تھے لغو اور بے اصل ہونا ثابت ہوتا ہی — دوسرے یہہ کہ اس روایت میں انس کا یہہ قول کہ میں نے آنحضرت کے سینہ پر سوئن کے نشان بچشم خود دیکھے تھے بیان کیا گیا ہی حالانکہ یہہ بات غیر ممکن ہی کیونکہ اگر مانا جاوے کہ آنحضرت کاسینہ درحقیقت چیرا گیا تھا جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہی تو اُسکي سوئن کے نشان کا محسوس ہونا ناممکن تھا کیونکہ یہہ سوئن جراح کي سوئن اور ٹانکوں کي مانند نہ تھي کسي روایت کي اصلیت کے امتحان کرنے کا یہہ بھي طریقہ ہی کہ اگر وہ کسي ایسے امر کو بیان کرے جو خود اُس معجزہ کے جو اُس روایت میں بیان ہوا ہی برخلاف ہو تو ایسي روایت محض بے اصل ہوگي - پس اِس دلیل سے بخوبي ثابت ہوتا ہی کہ یہہ روایت محض بے اصل و نامعتبر ہی اور انس کے بعد راوي نے اُس میں بالکل غلطي کي ہی - تیسرے یہہ کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ نے آنحضرت صلعم کے حلیہ کا مفصل بیان کیا ہی مگرکسي نے اس سوئن کے نشانوں کا جسکا بیان اس روایت میں ہی ذکر نہیں کیا

اگر ایسا هوتا تو بهت سے صحابه اُسکا ذکر کرتے — چوتھے یهه کہ اُس بروقت وقوع اُس واقعه کے موجود نه تھے اور نه اُنهوں نے اُن اشخاص کے نام بیان کیئے هیں جنکی وساطت سے اُنکو یهه روایت پهونچی — روایت کے نا معتبر قرار دینے کو ایک مستحکم اصول یهه قرار پایا هی که اگر راوي کسي ایسے واقعه کو بیان کرے جس میں وہ خود موجود نهیں تھا تو وہ روایت قابل اعتبار کے نهیں هی گو که وہ راوي صحابه هي میں سے کیوں نهو *

شق صدر کے متعلق روایتیں ایسي مختلف هیں که اُن کي باهم تطبیق نهیں هوسکتي اور اس لیئے وہ سب کی سب نا معتبر هیں - مصنف مواهب لدنیه نے سب سے زیادہ نادانی کي هی که ان مختلف روایتوں کو دیکهکر بعوض اس کے که اُنکو نامعتبر ٹهراتا یهه تسلیم کیا هی که واقعه شق صدر پانچ مرتبه واقع هوا تها - اول اُس وقت جبکه پیغمبر صاحب اپني دائي حلیمه کے پاس رهتے تھے - دوم مکه میں جبکه آنحضرت کي عمر دس برس کي تهي - سوم غار حرا میں — چهارم شب معراج میں - پنجم ایک دفعه آخر جس کے وقت کي تعیین خود مصنف نه کرسکا - یهه تمام روایتیں ایسي هیں جنپر تمام ذي علم اور تعلیم یافته مسلمان ذرا بهي اعتبار نهیں کرتے اور یهه روایتیں محققین علماے اسلام کے نزدیک طفلانه افسانوں سے زیادہ کچهه رتبه نهیں رکهتیں *

شق صدر کی نسبت صرف ایک روایت جس میں شب معراج میں شق صدر کا هونا بیان کیا گیا هی اعتبار کے لایق هوسکتي هی اور اُس واقعه کو هم معراج کے ساتهه بیان کرینگے مگر معراج کےتمام واقعات جو کچهه که هوں بطور رویا کے آنحضرت صلعم پر منکشف هوئے تھے — پس جو بیان شق صدر کا اُس روایت میں هی وہ بهي رویا سے متعلق هی *

اب هم معراج کے حالات بیان کرنے پر متوجهه هوتے هیں — معراج کے مقدم واقعات جنپر توجهه کیجاسکتي هی یهه هیں — آنحضرت کے سینه مبارک کا شق کیا جانا — آبکا براق پر سوار هوکر مکه سے بیت المقدس کو جانا اور وهاں سے آسمانوں پر تشریف لیجانا — وہ واقعات اور مکالمات جو آسمانوں پر پیش آئے - مگر مطلق ثابت نهیں هی که آنحضرت صلعم نے ان باتوں کے درحقیقت واقع هونے کا کبهي دعوی کیا هو - قرآن مجید سے اور نهز اُن روایتوں سے جو راویوں نے معراج کي نسبت بیان کي هیں معلوم هوتا هی که رسول خدا صلعم نے خواب میں دیکها تها که وہ مکه سے بیت المقدس گئے هیں اور اگر اُس روایت کو جس میں شق صدر کا بهي ذکر هی صحیح مانا جاوے تو یهه بهي آنحضرت نے خواب میں دیکها تها که اُن کا سینه چاک کرکے اُن کا دل پانی سے دهویا گیا هی اور اُسي خواب میں آنحضرت نے اور بهي کچهه خدا کي نشانیاں دیکهیں جس کي تفصیل قرآن مجید میں مذکور نهیں *

اول هم اِس بات کا ثبوت دیتے هیں که معراج صرف ایک رویا تها — بخاري میں

عن ابن عباس في قوله تعالى و ما جعلنا الرويا التي اريناك الا فتنة قال هي رويا عين اريها رسول الله صلى الله عليه و سلم ليلة اسري به الي بيت المقدس (بخاري)

لکها هی که ابن عباس نے قرآن مجید کی اِس آیت کی تفسیر میں و ما جعلنا الرویا التي اریناك الا فتنة للناس کها که یهه آنکهه کا رویا هی جو رسول خدا صلعم کو اُس رات دکهایا گیا تها جب وه بیت المقدس کو لے جائے گئے تهے *

قتادہ کي روایت میں هی که معراج کی رات میں آنحضرت صلعم چت لیٹے هوئے تهے * حسن کی روایت میں هی که آنحضرت صلعم نے فرمایا که معراج کي رات کو میں مقام حجر میں سوتا تها *

انس کي روایت میں هی که آنحضرت صلعم مسجد حرام میں سوتے تهے اور جب تمام قصه معراج کا انس بیان کرچکے هیں تو اُس کے اخیر میں رسول خدا صلعم کے یهه لفظ بیان کیٹے هیں که " پهر میں جاگ اوٹها اور میں مسجد حرام میں تها " *

ام هانی کي روایت میں هی که معراج کي رات کو آنحضرت صلعم عشا کي نماز پڑهکر هم میں سو رهی اور فجر کے پہلے هم نے اُن کو جگایا *

عبد ابن حمید کي روایت میں هی که معراج کا حال بیان کرکے میں آنحضرت نے فرمایا " که میں سوتا تها " یا یهه کها که " چت لیٹا هوا تها " یا یهه کها که " سونے اور جاگنے کے بیچ میں تها " *

یهه روایتیں جن کا هم نے اوپر ذکر کیا آیندہ لکهي جاوینگي - یهه سب روایتیں اِس بات پر دلالت کرتے هیں که معراج کے جو واقعات که بیان هوئے هیں وه خواب کے واقعات هیں اور اگر ان روایتوں کي معتبري پر شبهه کیا جائے تو اتني بات تو اِس سے ضرور ثابت هوتي هی که اُس زمانه کے لوگ جب که یهه روایتیں لکهي گئیں معراج کے واقعات کو رویا کے واقعات سمجهتے تهے علاوہ اِس کے بهت سے علماے محققین نے جن میں ابن اسحاق اور حذیفه بهي داخل هیں جو معتبر اصحاب میں سے هیں بالاتفاق معراج کو ایک رویا قرار دیا هی جیسا که مندرجه ذیل سندوں سے ثابت هوتا هی *

شفاے قاضي عیاض میں لکها هی که " ایک گروه عالمون کا اس طرف گیا هی که معراج روحاني تهي اور وه سونے میں ایک رویا تها — اسیکے ساتهه اُن سب نے اس بات پر اتفاق کیا هی که انبیا کا رویا حق اور وحي هی اور اسي بات کي طرف معاویه بهي گئے هیں اور حسن سے بهي یهي روایت کی گئي هی لیکن اُنکي مشهور روایت اس کے برخلاف هی اور اُس کي طرف محمد ابن اسحاق نے اشاره کیا هی " *

فذهب طایفة الی انه اسري بالروح و انه رویا صادقا مع اتفاقهم ان رویا الانبیاء حق و وحي والی هذا ذهب معاویة وحکی عن الحسن والمشهور عنه خلافه والیه اشار محمد ابن اسحاق (شفاء)

تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ محمد بن جریر طبری سے اُس کی تفسیر میں نقل کی گئی ہی کہ حذیفہ نے کہا کہ " یہہ (یعنی واقعہ معراج) رویا تھا اور رسول خدا صلعم کا جسم نہیں گیا تھا اور معراج صرف روحانی تھی اور یہی قول عایشہ اور معاویہ سے بیان کیا گیا ہی *

وحکی عن محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن حذیفۃ انہ قال ذلک رویا و انہ صافقد جسد رسول اللہ صلعم وانما اسری بروحہ وحکی ھذا القول ایضا عن عایشۃ رض وعن معاویۃ رض (تفسیر کبیر) -

مگر علماے متاخرین نے مذھبی گرمجوشی سے یہہ بات قرار دی کہ معراج جسمانی تھی اور تمام واقعات جو واقع ہوئے ہیں فی الحقیقت واقع ہوئے تھے - لیکن اس ادعا کی نسبت اُنکے پاس کوئی سند قران مجید کی موجود نہیں ہی بلکہ بعض الفاظ کے معنوں پر جرش و خروش کے ساتھہ بحث کرکے اس امر کو قایم کرتے ہیں - مثلاً وہ کہتے ہیں کہ لفظ " اسری " کا اطلاق رویا میں ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانے پر نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کے معنی رات کے سفر کے ہیں اور اسی وجہہ سے وہ اس لفظ سے واقعی رات کا سفر مراد لیتے ہیں — اسی طرح وہ یہہ داخل کرتے ہیں کہ لفظ " بعبدہ " کا اطلاق جس کے معنی اپنے بندہ کے ہیں روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہی کیونکہ انسان دونوں چیزوں سے مرکب ہی - اسلیئے ضرور ہی کہ وہ سفر یعنی معراج جسمانی ہوئی ہو - وہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ رویا کے معنی دیکھنے کے ہیں اگرچہ اُس سے بالعموم خواب میں دیکھنے کے معنی لیئے جاتے ہیں لیکن اُسکا اطلاق فی الواقع آنکھہ کے دیکھنے پر بھی ہوسکتا ہی اور اس لیئے ممکن ہی کہ " رویا " کا لفظ جو قران مجید میں آیا ہی اُس سے پچھلے معنی مراد ہوں - اس پر وہ یہہ داخل اور اضافہ کرتے ہیں کہ ابن عباس کی روایت میں جو لفظ " رویا عین " استعمال ہوا ہی تو " عین " کی قید لگانے سے ظاہر ہوتا ہی کہ رویا کے لفظ سے فی الواقع آنکھہ کا دیکھنا مراد ہو *

باقی حدیثوں کا جن میں آنحضرت کا سوتا ہوا ہونا مذکور ہی یوں فیصلہ کرتے ہیں کہ یا تو آنحضرت معراج کے شروع ہونے کے وقت اس طرح پر لیٹے ہوئے ہونگے جیسے کہ عموماً لوگ سونے کے واسطے لیٹتے ہیں یا معراج سوتے میں شروع ہوئی ہوگی اور بھر جاگ گئے ہونگے اور جاگنے کی حالت میں ختم ہوئی ہوگی *

مگر ہر شخص پر جس میں ذرا بھی سمجھہ ہی اور ذرا بھی استدلال کا مادہ رکھتا ہی واضح ہوگا کہ مذکورہ بالا دلیلیں کیسی پوچ اور ضعیف ہیں - ان دلیلوں کے پیش کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو جرش مذھبی میں اندھے ہوکر یہہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن تمام روایتوں پر جو ذرا بھی مذھب سے علاقہ رکھتی ہیں گو وہ کیسی ہی نابہردہ اور محال اور

قابل تضحیک ہی کیوں نہوں آمنا و صدقنا کہنا چاہیئے — بلا شبہہ اُن مسلمانوں کا یہہ جاہلانہ اعتقاد اُنکی نامعقولیت پر دلالت کرتا ہی لیکن عیسائیوں کا یہہ بہان کہ ہو مسلمان کو ان سب بیہودہ باتوں کو امور دینی سمجھکر بلا وسواس اُن پر اعتقاد رکھنا واجب ہی اور بھی زیادہ بیہودہ پن ہی — دیدہ دانستہ نا انصافی اور عامیانہ جہالت کے کسقدر گہرے اور تاریک گڑھے میں پریڈو دھنسا ہوا ہوگا جس وقت کہ اُس نے یہہ کہا کہ جملہ مسلمان اس کو ایک اصل امر دینی سمجھتے ہوں اور اس مذہب کے تمام لوگوں کا اس قصے پر ایسا مستحکم اعتقاد ہی جیسے کہ عیسائی انجیل کے کسی امر پر عقیدہ رکھتے ہوں *

عیسائیوں کی عادت ہی کہ جب وہ کوئی کتاب مذہب اسلام یا اُس کے بانی کے حالات میں لکھتے ہوں تو اُنکا ارادہ انصاف یا تحقیق حق کا نہوں ہوتا بلکہ قلم اُٹھاتے سے پہلے وہ قصد کرلیتے ہوں کہ جہاں تک ہوسکے اُس کو لغو اور بیہودہ ظاہر کیا جائے — بس وہ اُن تمام لغو اور مہمل روایتوں کو جن کو خود مسلمان تسلیم نہوں کرتے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھکر مسلمانوں کے خاص امور دینی بغیر کسی دلیل کے قرار دیتے ہوں اور اُس پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہوں عیسائیوں نے باستثنائے معدودے چند کے اُس مقدس شخص کے احکام و طریقہ کو جس کے پیرو وہ اپنے تئیں بتاتے ہوں اور جس کے حلم اور نیک خصلت سے وہ محض بے بہرہ ہوں بالائے طاق رکھکر اُن لوگوں پر جو خدائے واحد ہو حق پر ایمان رکھتے ہوں ایسے الفاظ سے طعن و تشنیع کی ہی جن کا ملحد اور لامذہب لوگوں پر بھی استعمال کرنا نا زیبا ہی اُسی قسم کی نا انصافانہ سخت کلامیاں ہوں جو عیسائیوں نے معراج اور شق صدر کے باب میں لغو اور نا معتبر روایتوں کی بنیاد پر مسلمانوں پر کی ہوں *

مگر ہم اُن عیسائی مصنفوں کا شکر کئے بغیر نہوں رہ سکتے جنہوں نے انصافانہ تسلیم کیا ہی کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ اِس واقعہ کو خواب کا واقعہ بیان کرتے تھے اور اُنہوں نے یہہ بھی تسلیم کیا ہی کہ راویوں نے جو زیادتیاں اِسمیں کردی ہوں اُن سے بانی مذہب اسلام پر کوئی الزام عاید نہیں ہوسکتا — چنانچہ اکتوبر کے کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ میں ایک عیسائی مصنف نے یہہ رائے لکھی ہی کہ " جو کچھہ ہمکو اِس مقام پر بیان کرنا ہی وہ یہہ ہی کہ محمد (صلعم) کو اپنے بعض سرگرم پیروؤں کا ذمہ دار نہیں قرار دینا چاہیئے جبکہ اُنہوں نے اِس خواب کو (جس کے ہم پلہ تمام دواوین کامذی میں شاید ہی کوئی خواب ہو اور جس نے البتہ کسی قدر رنگ اُس سے نادانستہ اوڑا ہی لیکن محمد (صلعم) اس کو ہمیشہ خواب کہتے کہتے تھک گئے) ایک مہمل اور لا یعنی چیز کے ساتھہ بدل دیا " *

اگرچہ ہم نے اُن روایتوں کی جو معراج سے متعلق ہیں بطور قدر و منزلت جیسی کہ

اُنکي هي بيان کردي هي ليکن اب هم اُن تمام نامعتبر روايتوں کو اور اُن تمام بے بنياد قصوں کو جو اُن ميں مذکور هيں بغرض اتمام حجت واقعي تسليم کرليتے هيں اور يهه بهي تسليم کرليتے هيں که اِن تمام قصوں پر اعتقاد رکهنا مسلمانوں کے هاں ايک خاص امر ديني هي اور پهر هم اُن متعصب عيسائيوں سے جو اِن روايات کي بنا پر مذهب اسلام پر طعن و تشنيع کرتے هيں پوچهتے هيں که وه کيوں اِس قدر دند مچاتے هيں جب که وه خود اِس سے بهي زيادة عجيب باتوں پر يقين رکهتے هيں — کيا اُن کا يهه اعتقاد نهيں هي اور وه اِس بات کو ديني امر خيال نهيں کرتے که حضرت الياس آسمان پر انساني جسم و شکل کے ساتهه بدون چکهنے ذايقه موت کے ايک آتشين گاڑي ميں بذريعه ايک آندهي کے اُٹها ليئے گئے هيں ؟ اور کيا عيسائي اِس بات پر عقيدة نهيں رکهتے که حضرت عيسيٰ مسيح مرنے کے بعد اُٹهے اور آسمان پر چلے گئے اور خدا تعالےٰ کے دست راست کي طرف بيٹهے يعني خود اپنے هي دست راست کي طرف کيونکه وه خود خدا تهے ؟ (متي باب ٢٨ ورس ٧ مرقس باب ١٦ ورس ١٩) *

اِس واسطے هم تمام عيسائيوں کو جو ايسي خراب اور ايذا رسان نظير کي تقليد کي جانب مايل هوں اُنکے آقا کے احکام مرقومةالذيل کي پيروي کرنے کي صلاح ديتے هيں که "تو اُس ذرة کو جو تيرے بهائي کي آنکهه ميں هي ديکهتا هي اور اپني آنکهه ميں جو شهتير هي اُسکو نهيں ديکهتا — تو اپنے بهائي سے کس طرح کهه سکتا هي که بهائي تو مجهه سے اپني آنکهه کا ذرة نکالوالے جبکه تجهکو خود اپني آنکهه کا شهتير نظر نهيں آتا — اے مکار پهلے تو اپني آنکهه ميں کا شهتير تو نکال لے تب تجهکو اپنے بهائي کي آنکهه ميں کا ذرة نکالنے کے ليئے صاف نظر آنے لگيگا" — (لوقا باب ٦ ورس ٤١ و ٤٢) *

گرمجوش پيرو هميشه اِس قسم کے واقعات کو جب نظم يا نثر ميں بيان کرتے هيں تو اُس ميں شاعرانه خيالات ملا ديتے هيں - اسي طرح معراج کے حالات نظم و نثر ميں جو لوگوں نے بيان کيئے هيں اُس ميں بهي شاعرانه خيالات ملا ديئے هيں - يهه امر مسلمان گرمجوش پيروؤں پر موقوف نهيں هي بلکه عيسائي گرمجوش پيروؤں کا بهي يهي حال هي - ايک مقدس عيسائي نے حضرت عيسيٰ کے آسمان پر چلے جانے کے قصه کو نهايت شاعرانه رنگيني سے نظم کيا هي جسکا ترجمه هم لکهتے هيں *

"اُس نے آسمان کي طرف مراجعت کي اور اُس کے پوچهے صداے مرحبا اور دس هزار چنگوں کي سريلي آوازيں تهيں جو زمزمهاے ملکوتي کا سماں باندهه رهي تهيں زمين اور هوا اُنکي آواز سے گونج رهي تهي تمام افلاک و بروج سے صداے بازگشت آرهي تهي - سيارے اپنے اپنے مقامات پر سنغے کے ليئے ٹههر گئے تهے جبکه يهه نوراني جلوس طنطنهاے شادکامي کے ساتهه عالم بالا کا عازم هوا - اُنهوں نے يهه نغمه گايا اے لازوال دروازوں کهلجاؤ — اے

آسمانوں اپنے دروازوں کو وا کرو اور اس بڑے نجات دھندہ کو جو اپنے کام کو اختتام پہونچاکر شان و شوکت کے ساتھہ آتا ھی اندر لیلو اور اب خدا تعالیٰ نظر عاطفت سے نیک لوگوں کے مکانوں میں قدم رنجہ کریگا اور اپنی خوشی سے اپنے قاصدان اولی الاجنحہ کو رحمت آسمانی کے پیغام دیکر متواتر وہاں بھیجا کریگا " *

پس کیا کسی مسلمان کو زیبا ھی کہ ان شاعرانہ خیالات کو مذہب عیسوی میں داخل قرار دیکر اُنپر بیہودہ طعن و تشنیع شروع کرے *

اب ھم اس طرف متوجہہ ھوتے ھیں کہ اُس رات آنحضرت صلعم نے خدا کی کیا نشانیاں دیکھیں یہہ بات ظاھر ھی کہ قرآن مجید میں بجز اُس کے کہ آنحضرت نے خدا کی کچھہ نشانیاں دیکھیں اور کچھہ مذکور نہیں ھی — مگر قرآن مجید کے طرز کلام پر اگر ھم غور کریں اور اُس سے اُن نشانیوں کا استنباط کریں تو کچھہ سکتے" ھیں کہ قرآن مجید میں آیت اور آیات کا لفظ احکام پر اطلاق ھوا ھی اور دکھلانے کا لفظ کسی بات پر کامل یقین کرادینے کی نسبت بولا جاتا ھی — پس آیت معراج کے ان الفاظ کے " لنریہ من آیاتنا " کے یہہ معنی ھوئے " تاکہ یقین کرادیں ھم اُسکو اپنے بعض حکموں سے " — پس وہ نشانیاں وھی احکام تھے جو عالم رویا میں اُنکو وحی کیئے گئے — اب ھمکو تلاش کرنی چاھیئے کہ وہ احکام کیا تھے — جب ھم اُس مقدس سورت کو بغور پڑھتے ھیں اور بخوبی جہان بین کرتے ھیں تو ھمکو معلوم ھوتا ھی کہ وہ احکام جو آنحضرت پر ملکشف ھوئے اور جو اُسی سورت میں مذکور ھیں وہ یہہ ھیں *

لاتجعل مع اللہ الہا اخر فتقعد مذموماً مخذولا آیت ٢٣ -

مت مقرر کر ساتھہ اللہ کے معبود اور پس بیٹھہ رھیگا تو مذمت کیا گیا ھلاکت میں سونپا ھوا *

و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احد ھما او کلا ھما فلا تقل لہما اف ولا تنھر ھما و قل لہما قولا کریما — آیت ٢٤

اور حکم کیا تیرے پروردگار نے کہ نہ پوجو مگر اُسکو — اور ماں باپ کے ساتھہ احسان کرنا — اگر پہونچیں تیرے نزدیک بڑھاپے کو دونوں میں سے ایک یا دونوں — پس مت کہہ اُنکو اُف اور مت ڈانٹ اُنکو — اور کہہ اُنکو معزز کہنا *

و اخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا — آیت ٢٥

اور نیچا کر اُن دونوں کے لیئے ذلت کا بازو مہربانی سے اور کہہ اے پروردگار رحم کر اُن پر جس طرح پالا اُنہوں نے مجھکو چھٹپن میں *

و آت ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا آیت ٢٨ —

اور دے رشتہ دار کو اُس کا حق اور مسکین کو اور مسافروں کو — اور فضول خرچی مت کر *

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط

اور مت کر اپنے ھاتھہ کو بندھا ھوا اپنی گردن کی طرف اور مت کھولدے اُس کو بالکل کھول دینا — کہ بیٹھہ رہ

فتقعد ملوما محسورا آیت ۲۹

تو ملامت کیا هوا درماندہ *

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم و ایاکم ان قتلهم کان خطاء کبیرا — آیت ۳۳

اورمت مارڈالو اپني اولاد کو افلاس کے ڈر سے — هم اُنکو اور تمکو روزي دیتے هیں — بیشک اُنکا مار ڈالنا بڑا گناہ هی *

ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة و ساء سبیلا — آیت ۳۲ —

اور زنا کے پاس مت جاؤ — بیشک وہ بے حیائي اور بري راہ هی *

ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق — آیت ۳۵ —

اور مت مار ڈالو اُس جان کو جس کو خدا نے حرام کیا هی مگر حق کے ساتھہ *

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتي هی احسن حتی یبلغ اشده و اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا آیت ۳۶ —

اور مت جھوڑ یتیم کے مال کو مگر بسعدیدہ طریقہ سے یہاں تک کہ وہ پہونچے اپني جواني کو — اور پورا کرو عہد کو بیشک عہد پوچھا جاویگا *

و اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم آیت ۷۳

اور پورا کرو پیمانہ کو جب ناپو اور وزن کرو سیدہ ترازو سے *

ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا آیت ۳۸

اور اُس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھکو علم نہیں هی — بیشک کان اور آنکھہ اور دل ان سب سے سوال هوگا *

ولا تمش في الارض مرحا انک لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولا آیت ۳۹ —

اور زمین میں اکڑتا هوا مت چل — یقیناً تو زمین کو پھاڑ نہ ڈالیگا اور اسمان میں پہاڑوں کو نہ پہونچیگا *

کل ذلک کان سیئه عند ربک مکروها — آیت ۴۰ —

ان سب باتوں کی برائي تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ هے *

ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمة ولا تجعل مع الله الها آخر فتلقی في جهنم ملوما مدحورا — آیت ۴۱ —

یہہ اُن چیزوں میں سے هی کہ تیرے پروردگار نے وحي بھیجي تیري طرف حکمت سے — اور مت قرار دے خدا کے ساتھہ دوسرا خدا کہ ڈالا جائے تو دوزخ میں ملامت کیا هوا راندا هوا *

پچھلي آیت سے صاف پایا جاتا هی کہ ان احکام کي وحي خدا تعالی نے دي تھي اور جو کہ یہہ تمام احکام اسي سورہ معراج میں ہے لفظ وحي یہاں هوئے هیں اُس سے یقین هوتا هی کہ آنحضرت صلی الله علیه و سلم کو شب معراج میں انهیں احکام کا انکشاف هوا تھا *

بعض روایتوں اس خواب میں اور بہت سي چیزوں کے ظاهر هونے کا بیان کرتے هیں مگر اُن کي صحت کے واسطے کوئي بھي معتبر سند نہیں هی اور ایسي بہت کم روایتیں هیں جن کے راویوں کا سلسلہ پیغمبر خدا تک پہونچتا هو *

معلوم هوتا هی کہ اِن راویوں نے کوئي بات قرآن مجید سے اور کوئي بات حدیثوں سے بلاتفتیش اُن کي صحت کے اور کوئي بات کسي راوي کي زباني روایت سے اور کوئي دوسري

بات کسي دوسرے راوي کي زباني روايت سے چٹکر اور اُن سب پر اپنے بے دليل اور وهمي خيالات کا اضافه کر کے ايک قصه گهڑليا هي - علاوه اس کے يهه سب روايتيں کچهه عقل هي کے برخلاف نهيں هيں بلکه خود دين اسلام کے عقايد اصولي کے اُسقدر خلاف هيں که اُن پر ذره برابر بهي اعتقاد رکهنا محال هي *

علاوه اس کے يهه روايتيں ايک دوسري سے ايسي مخالف اور متناقض هيں که همکو کوئي شخص ايسا نهيں معلوم هوتا که ايک کي دوسري سے تطبيق کرسکے - اس مقصد سے که جو کچهه هم نے اوپر بيان کيا هي هماري اِس کتاب کے پڑهنے والوں کے ذهن ميں بخوبي آجاوے مناسب معلوم هوتا هي که هم اُن سب روايتوں کو اِس مقام پر نقل کريں اور اُن کے اختلافات دکهانے کو اُن کو علحده علحده اثناره حصوں ميں تقسيم کريں *

اول — اُن اختلافات کو دکهلايا جاتا هي جو مقام وقوع معراج سے متعلق هيں

عن قتادة عن انس ابن مالک عن مالک بن صعصعة ان النبي صلي الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة اسري به بينما انا في الحطيم و ربما قال في الحجر (قتادة) —

مالک بن صعصعه سے روايت هي که رسول الله صلي الله عليه وسلم نے اُن لوگوں سے شب معراج کا قصه بيان کيا تو فرمايا که اس درميان ميں که " ميں حطيم ميں تها " اور کبهي فرمايا که " حجر ميں " * *

عن ابن شهاب عن انس قال کان ابوذر يحدث ان رسول الله صلي الله عليه وسلم قال فرج عني سقف بمکة و انا بمکة (ابن شهاب)

انس سے روايت هي که ابو ذر حديث بيان کيا کرتے تهے که رسول الله صلي الله عليه وسلم نے فرمايا که ميرے گهر کي چهت شق کي گئي اور ميں مکه ميں تها *

عن ام هاني انها قالت ما اسري برسول الله صلعم الا و هو في بيتي تلک الليلة (ام هاني)

ام هاني نے کها که رسول الله صلي الله عليه وسلم کو معراج نهيں هوئي مگر يهه که وه اُس رات کو ميرے گهر ميں تهے *

و قد روي عمر بن الخطاب في حديث الاسراء عنه عليه السلام انه قال ثم رجعت الي خديجة و ما تحولت عن جانبها (شفاء)

حضرت عمر بن خطاب نے معراج کي حديث ميں آنحضرت سے روايت کي که آپنے فرمايا پهر واپس آيا ميں خديجه کي طرف اور اُنهوں نے کروٹ نهيں بدلي تهي *

دوم — اُن اختلافات کو دکهلايا جاتا هي جو بروقت شروع معراج آنحضرت صلعم کي حالت سے متعلق هيں

مضطجعا (قتادة) —

لٹے هوئے — (قتادة) *

و عن الحسن بينما انا نايم في الحجر جاء ني جبريل

اس درميان ميں که ميں حجر ميں سويا هوا تها جبريل ميرے پاس آئے پهر ٹهوکا ديا ايڑي سے پس ميں

فيمزني بعقبه فقمت فجلست فلم ار احدا فعدت الي مضجعي ذكر ذلك ثلثا فقال في الثالثة فاخذ بعضدي فجرني الي باب المسجد (حسن) —

أٹھہ بیٹھا سو مجھکو کوئي شخص نظر نہ آیا – پھر میں اپني خوابگاہ کیطرف پھرا – آپنے (رسول اللہ نے) اُس کو تین بار ذکر کیا — اور تیسري بار فرمایا کہ میرے بازو کو پکڑا اور مسجد کے دروازہ تک کھینچ لائے (حسن) *

عن انس و هو نايم في المسجد النحرام و ذكر القصة ثم قال في اخرها فاستيقظت و انا بالمسجد الحرام (شفاء قاضي عياض)

انس سے روایت ہی کہ وہ "سوئے ہوئے تھے مسجد حرام میں" قصہ کو بیان کیا — پھر اخیر میں کہا کہ " جاگا میں – اور میں مسجد حرام میں تھا " (شفاي قاضي عياض) *

صلى العشاء الاخرة و نام بيننا فلما كان قبل الفجر اهبنا رسول الله صلعم فلما صلى الصبح رصلينا قال يا ام هانى لقد صليت معكم العشاء الاخرة كما رايت بردى الوادي ثم جئت بيت المقدس فصليت فيه ثم صليت الغداة معكم الان تعاتمون (ام هاني)

آنحضرت نے اخیر عشا پڑھي اور ہم لوگوں میں سوئے فجر سے پہلے آنحضرت نے ہم لوگوں کو جگایا – پھر جب آپنے صبح کي نماز پڑھ لي اور ہم لوگوں نے پڑھ لي آپ نے فرمایا اے ام ہاني میں نے تم لوگوں کے ساتھہ اخیر عشا پڑھي جیسا کہ تونے اس میدان میں دیکھا – پھر میں بیت المقدس پہونچا اور وہاں نماز پڑھي – پھر صبح کي نماز اِس وقت تم لوگوں کے ساتھہ پڑھي جیسا کہ تم دیکھہ رہے ہو (ام هاني) *

في رواية عبد بن حميد عن همام بينما انا نايم و ربما قال مضطجع و في الرواية الاخرى بين النايم و اليقظان (شفاء قاضي عياض) —

ہمام سے روایت ہی کہ اس درمیان میں کہ میں سویا ہوا تھا اور کبھي فرمایا کہ لیٹا ہوا تھا اور دوسري روایت میں ہی کہ سوتے اور جاگنے کے درمیان میں (شفاءعیاض) *

و حكوا عن عايشة انها قالت ما فقدت جسد رسول الله صلعم (شفاء)

عایشہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم کا جسم گم نہیں کیا (شفاء) *

سوم — متعلق شق صدر

انى اتاني آت فشق ما بين هذه الى هذه يعني من ثغرة نحره الى هذه شعرته (قتادة) — فنزل جبرئيل ففرج صدري (ابن شهاب) —

کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کردیا یعني سینہ کي ہڈي سے بالوں تک (قتادہ) * پس اُترے جبریل اور چاک کیا میرا سینہ (ابن شہاب) *

چہارم — واقعات بعد شق صدر

فاستخرج قلبي ثم اتيت بطست من ذهب مملو ايمانا فغسل قلبي ثم حشي ثم اعيد (قتادة)—

پس میرا دل نکالا پھر ایک طشت سونے کا لائے جو ایمان سے بھرا ہوا تھا پھر میرے دل کو دھویا گیا پھر بھردیا گیا اور ویسا ہي کردیا گیا (قتادہ) *

في رواية ثم غسل البطن بماء

ایک روایت میں ہی کہ پھر پیٹ کو زمزم کے پاني سے

زمزم ملي ايمانا و حكمة (قتادة) ثم غسلة بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلىء حكمة و ايمانا فافرغه في صدري ثم اطبقه (ابن شهاب) —

دھویا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا — (قتادہ) *
پھر اُسکو دھویا زمزم کے پانی سے پھر ایک طشت سونے کا لایا گیا جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا — پس اُسکو میرے سینہ میں اوندیلا اور پھر برابر کردیا (ابن شہاب)*

پنجم — متعلق براق

ثم اتيت بدابة دون البغل و فوق الحمار ابيض يقال له البراق يضع خطوه عند اقصى طرفه (قتادة) —

پھر ایک چوپایہ میرے پاس لایا گیا خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا — سفید رنگ کا جسکا نام براق تھا — جس حد تک اُس کی نظر جاتی تھی اُس کا قدم وھیں پڑتا تھا — (قتادہ) *

عن ثابت البناني عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت بالبراق و هو دابة ابيض طويل فوق الحمار ودون البغل يقع حافره عند منتهى طرفه (ثابت) —

انس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا جو ایک سپید لانبا چارپایہ ہی گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا — اُس کا سم وھاں پڑتا تھا جہاں تک اُس کی نگاہ جاتی تھی (ثابت) *

عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم اتي بالبراق ليلة أسري به ملجما مسرجا (انس)

انس سے روایت ہی کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی — براق لایا گیا — زین کسا ہوا اور لگام چڑھایا ہوا — (انس) *

ثم اخذ بيدي فعرج بي الى السماء (ابن شهاب) —

پھر میرا ھاتھ پکڑا اور مجھکو آسمان تک چڑھا لیگیا — (ابن شہاب) *

ششم — متعلق سواري براق

فحملت عليه (قتادة) —
فركبته (ثابت) —

پس میں اُس پر سوار کرایا گیا (قتادہ) *
پس میں اُس پر سوار ہوا — (ثابت) *

فاستصعب عليه فقال له جبرئيل ايمحمد تفعل هذا فما ركبك احد اكرم الله منه فارفض عرقا و قال الترمذي هذا حديث غريب (انس) —

پس اُس کو دشوار گذرا — جبریل نے اُس سے کہا ارے تو محمد کے ساتھ ایساکرتا ہی — کوئی شخص اُن سے زیادہ بزرگ تجھپر سوار نہوں ہوا ہی پس وہ پسینے سے تر ہوگیا ترمذي نے کہا یہہ حدیث غریب ہی — (انس) *

ہفتم — واقعات بیت المقدس پہونچنے کے

حتى اتيت بيت المقدس فربطته بالحلقة التي يربط بها الانبياء (ثابت) —

یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آیا — پس میں نے اُس کو اُسی حلقہ میں باندہ دیا جس میں اور انبیا باندھا کرتے ھیں (ثابت) *

عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما انتهيفا الي بيت المقدس قال جبرئيل باصبعه فخرق بها الحجر فشد به البراق (رواه الترمذي) —

بریدہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم بیت المقدس پہنچے جبریل نے اپنی انگلی سے اِشارہ کیا — پس پتھر پھٹ گیا اور اُس سے براق کو اٹکا دیا — (ترمذی نے اُس کو روایت کیا) *

قتادہ اور اُس کے سوا اور راویوں نے جناب پیغمبر خدا کے بیت المقدس میں جانے اور وہاں چند رسوم کے ادا کرنے کا جن کو اب ہم بیان کرینگے کچھہ ذکر نہیں کیا ہی *

ہشتم — رسوم جو بیت المقدس میں ادا کی گئیں

.. قال ثم دخلت المسجد فصليت فيه ركعتين (ثابت) —

فرمایا آنحضرت نے پھر داخل ہوا میں مسجد میں اور دو رکعت نماز اُس میں پڑھی (ثابت) *

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رأيتني في الحجر و قريش تسألني عن مسراي فسألتني عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربا ما كربت مثله قط فرفعه لي انظر اليه ما يسألوني عن شيء الا انبأتهم و قد رايتني في جماعة من الانبياء فاذا موسى قايم يصلي فاذا رجل ضرب جعد كانه من رجال شنؤة و اذا عيسى قايم يصلي اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفي فاذا ابراهيم قايم يصلي اشبه الناس به صاحبكم يعني نفسه فحانت الصلوة (صلوة العصر) فاممتهم فلما فرغت من الصلوة قال لي قايل يا محمد هذا مالك خازن النار فسلم عليه فالتفت اليه فبدأني بالسلام (رواه مسلم)

حضرت ابوہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر و قریش تسالنی عن مسرای فسالتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتہا فکربت کربا ما کربت مثلہ قط فرفعہ لی انظر الیہ ما یسالونی عن شیء الا انبأتہم و قد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسی قایم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانہ من رجال شنؤۃ و اذا عیسی قایم یصلی اقرب الناس بہ شبہا عروۃ بن مسعود الثقفی فاذا ابراہیم قایم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوۃ (صلوۃ العصر) فاممتہم فلما فرغت من الصلوۃ قال لی قایل یا محمد ہذا مالک خازن النار فسلم علیہ فالتفت الیہ فبدانی بالسلام (رواہ مسلم)

فرمایا آنحضرت نے پھر داخل ہوا میں مسجد میں اور دو رکعت نماز اُس میں پڑھی (ثابت) *

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے میں حجر میں تھا قریش معراج کا حال پوچھہ رہے تھے — پس اُنھوں نے مجھہ سے بیت المقدس کے متعلق چند باتیں پوچھیں جو مجھے یاد نہیں رہی تھیں — اس پر مجھکو ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی نہیں ہوا تھا — پس خدا نے بیت المقدس کو میرے سامنے کردیا کہ میں اُس کو دیکھنے لگا — پھر جو بات اُنہوں نے پوچھی میں نے سب بتائی اور میں نے اپنے کو جماعت انبیا میں دیکھا — یکایک موسی نظر آئے کہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے — وہ ایک پیچیدہ مو آدمی تھے گویا شنوۃ کے لوگوں میں سے ہیں — پھر عیسی نظر آئے — کھڑے نماز پڑھ رہے تھے — عروۃ بن مسعود ثقفی اُن سے صورت میں بہت ملتے ہیں — پھر ابراہیم نظر آئے — کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اُن سے بہت ملتا ہوا تمہارا ساتھی ہی (حضرت نے اس سے اپنے کو مراد لیا) پھر نماز عصر کا وقت ہوا میں اُن سب کا امام بنا — پھر جب نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے مجھہ سے کہا اے محمد یہ مالک ہی دوزخ کا داروغہ ہو اُس کو سلام کرو — میں اُن کی طرف متوجہ ہوا تو اُنہوں نے خود سلام میں پہش دستی کی (اُس کو مسلم نے روایت کیا ہی) *

عن جابر انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما

جابر سے روایت ہی کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا جب قریش نے مجھکو جھٹلایا تو میں

كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن آياته و انا انظر اليه (متفق عليه) — .

وفي حديث ابي هريرة ثم سار حتى اتى بيت المقدس فنزل فربط فرسه الى صخرة فصلى مع الملائكة فلما قضيت الصلوة قالوا يا جبريل من هذا معك قال هذا محمد رسول الله خاتم النبيين قالوا و قد ارسل اليه قال نعم قالوا حياه الله من اخ و خليفة فنعم الاخ و نعم الخليفة ثم لقوا ارواح الانبياء فاثنوا على ربهم و ذكر كلام كل واحد منهم وهم ابراهيم و موسى و عيسى و داؤد و سليمان ثم ذكر كلام النبي صلعم فقال و أن محمدا صلعم اثنى على ربه فقال كلكم اثني على ربه و انا اثني على ربي الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين و كافة للناس اجمعين بشيرا و نذيرا و انزل علي القران فيه تبيان كل شي وجعل امتي خير امة وجعل امتي وسطا و جعل امتي هم الاولون وهم الاخرون وشرح لي صدري و وضع عني وزري و رفع لي ذكري و جعلني فاتحا و خاتما فقال ابراهيم بهذا فضلكم يا محمد (شفاء قاضي عياض) —

وانكر ذلك (اي الصلوة في البيت المقدس) حذيفة بن اليمان و قال والله مازال عن ظهر البراق حتى رجع (شفاء)

حجر میں کہڑا ہوا پس خدا نے بیت المقدس کو میرے سامنے کردیا — میں اُس کی طرف دیکھہ رہا تھا اور بیت المقدس کی علامتوں بتاتا جاتا تھا — (متفق علیہ) *

ابو ہریرہ کی حدیث میں ہی پھر چلے انحضرت یہاں تک کہ بیت المقدس آئے پھر اُترکر اپنے گھوڑے کو ایک پتھر سے باندہ دیا — پھر فرشتوں کے ساتھہ نماز پڑھی — جب نماز ہولی تو لوگوں نے پوچھا اے جبریل تمہارے ساتھہ یہہ کون ہوں — جبریل نے کہا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء — لوگوں نے کہا کیا اُن کے پاس پیغام بھیجا گیا — اُنہوں نے کہا ہاں — سبنے کہا — خدا اُنکو زندہ رکھے بڑے اچھے بھائی اور خلیفہ ہیں — پھر انبیا کی روحوں سے ملاقات ہوئی — سب نے اپنے خدا کی تعریف بیان کی اور ہر ایک کا کلام بیان کیا (ابو ہریرہ نے) اور وہ ابراھیم و موسی و عیسی و داؤد و سلیمان تھے — پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بیان کیا (ابو ہریرہ نے) پس کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کی تعریف بیان کی تو کہا کہ تم سب لوگوں نے اپنے خدا کی تعریف کی اور اب میں اپنے خدا کی تعریف بیان کرتا ہوں — حمد ہی اُس خدا کو جس نے مجھکو تمام عالم کے لیئے رحمت کرکے بھیجا اور تمام لوگوں کے لیئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا اور مجھہ پر قران اوتارا جس میں ہر ایک شی کی توضیح ہی اور میری اُمت کو اور اُمتوں سے افضل کیا اور میری اُمت کو وسط کیا اور میری اُمت کو قرار دیا کہ وہی پہلے ہیں اور وہی پچھلے ہونگے — اور میرا سینہ کھولدیا اور بوجھہ مجھسے اوتار دیا اور میرا چرچا بلند کیا اور مجھکو فاتح کیا اور خاتم کیا — پس ابراھیم نے کہا — اسی سے محمد تم سب سے بڑہ گئے — (شفاء قاضي عياض) *

اور انکار کیا اُسکا (یعنی بیت المقدس میں نماز کا) حذیفہ بن یمان نے اور کہا بخدا رسول اللہ براق کی پیٹھہ سے الگ نہیں ہوئے واپس آنے تک — (شفاء) *

نہم — واقعات بر وقت خروج از بیت المقدس

ثم خرجت فجاء ني جبرئيل باناء من خمر واناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبرئيل اخترت الفطرة (ثابت) —

پھر میں نکلا پس جبریل میرے پاس شراب کا ایک ظرف اور دودھ کا ایک ظرف لائے پس میں نے دودھ کو اختیار کیا — جبریل نے کہا تم نے فطرت کو اختیار کیا (ثابت) *

دہم — واقعات فلک اول

فانطلق جبرئيل حتى اتي السماء الدنيا فاستفتح قيل من هذا قال جبرئيل قيل و من معك قال محمد قيل و قد ارسل اليه قال نعم قيل مرحبا فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فاذا فيها آدم فقال هذا ابوك آدم فسلم عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح (قتادة) —

پس چلے جبریل یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے اور کھلوایا — لوگوں نے کہا یہ کون ہیں — کہا جبریل — پھر لوگوں نے کہا اور تمہارے ساتھ کون ہی کہا محمد — لوگوں نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں — لوگوں نے کہا مرحبا خوب آئے پھر کھل گیا (آسمان) پھر میں جب پہنچا تو آدم نظر پڑے — جبریل نے کہا — تمہارے باپ آدم ہیں — ان کو سلام کرو — میں نے سلام کیا — اُنہوں نے سلام کا جواب دیا پھر کہا اچھے بیٹے کو مرحبا — اچھے نبی کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم عرج بنا الي السماء (وساق مثل معناه) قال اذا انا بآدم فرحب بي و دعا لي بخير (ثابت) —

پھر مجھکو آسمان پر لیکر چڑھے (اور اسیطرح بیان کیا فرمایا یکایک آدم نظر پڑے پس مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دی (ثابت) *

فلما جئت الي السماء الدنيا (و ساق مثل معناه) اذا رجل قاعد على يمينه اسودة و على يساره اسودة اذا نظر قبل يمينه ضحك و اذا نظر قبل شماله بكي فقال مرحبا بالنبي الصالح و الابن الصالح قلت لجبرئيل من هذا قال هذا آدم وهذه الاسودة عن يمينه و عن شماله نسم بنيه فاهل اليمين منهم اهل الجنة و الاسودة التي عن شماله اهل النار فاذا نظر عن يمينه ضحك و اذا نظر قبل شماله بكي (ابن شهاب) —

پس جب میں آسمان دنیا تک پہنچا (اور اُسی کے مثل بیان کیا) یکایک ایک شخص نظر پڑے جن کے داہنی بائیں سیاہ شکلیں ہیں جب دہنی جانب دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں جانب نگاہ کرتے ہیں تو رو دیتے ہیں — اُنہوں نے کہا اچھے نبی کو مرحبا اچھے بیٹے کو مرحبا — میں نے جبریل سے کہا یہ کون ہیں کہا یہ آدم ہیں — اور اُن کے داہنی اور بائیں جانب کی سیاہ صورتیں اُنکی اولاد کی روحیں ہیں — سو دہنی جانب والے اہل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اہل دوزخ ہیں — پس جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں (ابن شہاب) *

عن انس قال قال رسول الله صلعم بينما انا قاعد ذات يوم اذ دخل جبرئيل عليه السلام فوكز بين كتفي فقمت الي شجرة فيها مثل وكري الطاير فقعد في واحدة و قعدت في الا خري فنمت حتى سلمت الخافقين و لو شئت لمسست السماء فانا أقلب ونظرت جبرئيل كانه حلس لاطئي فعرفت فضل علمه بالله علي وفتح لي باب السماء ورايت النور الاعظم واذا دوني الحجاب وفرجة الدر والياقوت ثم اوحى الله الي ماشاء ان يوحي (شفاء قاضي عياض) -

وذكر البزار عن علي ابن ابوطالب (رض) لما اراد الله تعالى ان يعلم رسوله الاذان جاءه جبرئيل بدابة يقال لها البراق فذهب يركبها فاستصعب عليه فقال لها جبرئيل عليه السلام اسكني ذو الله ما ركبك غير اكرم على الله من محمد صلعم فركبتها حتى اتي بها الى حجاب الذي يلي الرحمن تعالى فبينما هو كذلك اذ خرج ملك من الحجاب فقال رسول الله صلعم يا جبرئيل من هذا قال والذي بعثك بالحق نبيا اني لا قرب الخلق مكانا و ان هذا الملك ما رائيته مذ خلقت قبل ساعتي هذه فقال الملك الله اكبر الله اكبر فقال له من وراء الحجاب صدق عبدي انا اكبر انا اكبر ثم قال الملك اشهد ان لا اله الا الله فقال من وراء الحجاب صدق عبدي انا

انس سے روایت ہی کہ فرمایا آنحضرت نے میں بیٹھا ہوا تھا ایکدن یکایک جبریل آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ذرا دبایا پس میں ایک درخت کی طرف گیا جس میں پرند کے گھونسلے بھی تھے — پس ایک میں جبریل بیٹھے اور ایک میں میں پھر میں سوگیا یہاں تک کہ خافقین سے آگے بڑھ گئے اور اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھولیتا — اور میں پلٹتے کہاتا تھا مگر جبریل کو دیکھا تو وہ گویا عرق گھور تھے (یعنی اپنی جگہ جمے رہے) پس میرے آنکھ افضل ہونا علم الہی میں اپنے سے جان لیا — اور میرے لیئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور میں نے نور اعظم دیکھا - اور یکایک میرے سامنے حجاب تھا اور موتی و یاقوت کے دریچے — پھر خدا نے میری طرف وحی کی جو وحی چاہی — (شفاء قاضی عیاض) *

حضرت علی سے روایت ہی کہ جب خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان سکھائے تو جبریل اُن کے پاس ایک چارپایہ لائے جسکو براق کہتے ہیں - پس آپ اُسپر چڑھنے گئے — سو اُسکو دشوار لگا — جبریل نے اُس سے کہا ٹھہر بخدا محمد صلعم سے کوئی اچھا شخص خدا کے نزدیک تجھپر نہیں سوار ہوا ہی — پس میں اُسپر سوار ہوا یہاں تک کہ اُس پردہ کے پاس آیا جو خدا کے قریب ہی اسی درمیان میں پردہ سے ایک فرشتہ نکلا — پس آنحضرت نے کہا اے جبریل یہہ کون ہی - جبریل نے کہا اُسکی قسم جس نے تجھے نبی برحق مبعوث کیا - میں خلق اللہ میں سب سے زیادہ مقرب بارگاہ ہوں مگر اس فرشتہ کو اسوقت سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جب سے میں پیدا ہوا - پس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر - پس پردہ کی اوت سے آواز آئی سچ کہا میرے بندہ نے میں بڑا ہوں - میں بڑا ہوں - پھر فرشتہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہی مگر اللہ — پردہ سے آواز آئی کہ سچ کہا میرے بندہ نے میں خدا ہوں اور

الله لا اله الا انا و ذكر مثل هذا في بقية الاذان الا انه لم يذكر حي و ابا من قوله حي علي الصلوة حي علي الفلاح و قال ثم اخذ الملك يد محمد صلعم فقدمه فام اهل السماء فيهم ادم و نوح قال ابو جعفر محمد بن علي الحسين راويه اكمل الله لمحمد صلعم الشرف على اهل السموات و الارض (شفاء) —

مجھے سوا کوئی خدا نہیں ہی — اور اِسی طرح ذکر کیا اذان کے بقیہ میں — مگر حي علي الصلوٰة حي علي الفلاح کا جواب نہیں ذکر کیا — اور کہا پھر فرشتہ نے محمد صلعم کا ہاتھہ پکڑا اور آگے بڑھایا — پس آنحضرت نے آسمان والوں کی امامت کی جس میں آدم و نوح تھے — ابو جعفر محمد بن علي الحسين جو راوي ہیں اُنہوں نے کہا کہ خدا نے آنحضرت کو اہل زمین اور آسمان دونوں پر بزرگي بخشي — (شفاء) *

یازدھم — واقعات فلک دوم

ثم صعد بي حتى اتي السماء الثانية (و ساق مثل معناه) اذا يحيى و عيسى و هما ابنا خالة (و ساق مثله) قالا مرحبا بالاخ الصالح و النبي الصالح (قتادة) —

ثم عرج بنا الى السماء الثانية (و ساق مثله) فاذا انا بابنى الخالة عيسى بن مريم ويحيى بن ذكريا صلعم فرحبا بي و دعوالي بخير (ثابت) —

حتى عرج بي الى السماء الثانية (و ساق مثله) قال الانس فذكر انه و جد في السموات آدم و ادريس و موسى و عيسى و ابراهيم ولم يثبت كيف منازلهم غير انه ذكر انه وجد آدم في السماء الدنيا و ابراهيم في السماء السادسة (ابن شهاب) —

و في رواية راي يوسف في الثانية . يحيى و عيسى في الثالثة (لمعات) —

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر آئے (اور اُسی کے ہم مضمون بیان کیا) ناگاہ وہاں یحییٰ و عیسیٰ تھے اور وہ دونوں بھائي ہیں — (اور اُسی طرح بیان کیا) اُن دونوں نے کہا نیک بھائي اور نیک نبی کو مرحبا — (قتادہ) *

پھر مجھکو دوسرے آسمان پر لیکر چڑھے (اور اُسی طرح بیان کیا) پس ناگاہ میں دو بھائیوں عیسیٰ بن مریم و یحییٰ بن ذکریا کے پاس تھا — اُنہوں نے مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *

یہاں تک کہ مجھکو دوسرے آسمان تک چڑھا لیگئے (اور اُسی طرح بیان کیا) انس نے کہا کہ پس ذکر کیا آنحضرت نے کہ پایا آسمانوں میں آدم و ادریس و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم کو اور اُن کے مقامات نہیں معلوم کیونکہ — ہاں اسقدر ذکر کیا کہ آدم کو آسمان دنیا میں پایا اور ابراہیم کو چھٹے آسمان میں — (ابن شہاب) *

ایک روایت میں ہی کہ یوسف کو دوسرے آسمان میں دیکھا اور یحییٰ و عیسیٰ کو تیسرے میں (لمعات) *

دوازدھم — واقعات فلک سوم

ثم صعد بي الي السماء الثالثة (وساق مثله) اذا يوسف (و ساق

پھر مجھکو لیکر تیسرے آسمان پر چڑھے (اور اُسی طرح ذکر کیا) ناگاہ یوسف (اور اُسیطرح ذکر کیا) اُنہوں نے

مثله) قال مرحبا بالاخ الصالح و النبي الصالح (قتادة) –
ثم عرج بنا الي السماء الثالثة (و ساق مثله) فاذا هو يوسف صلعم و اذا هو قد عطي شطر الحسن و رحب لي و دعا لي بخير (ثابت) –
و في رواية راى ادريس في الثالثة (لمعات) –
و في رواية يحيي و عيسي في الثالثة (لمعات) –

کہا نیک بھائي و نیک نبي کو مرحبا — (قتادہ) *
پھر مجھکو لیکر تیسرے آسمان پر چڑھا (اور اُسي طرح ذکر کیا) پس ناگاہ وہ یوسف صلعم تھے اور اُن کو حسن کا ایک حصہ ملا ہی — مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *
اور ایک روایت میں ہی ادریس کو تیسرے آسمان میں دیکھا (لمعات) *
اور ایک روایت میں ہی یحییٰ و عیسیٰ کو تیسرے آسمان میں دیکھا (لمعات) *

سیزدھم — واقعات فلک چہارم

ثم صعد بي حتي اتي السماء الرابعة (وساق مثله) – فاذا ادريس (و ساق مثله) (قتادة)
ثم عرج بنا الى السماء الرابعة و ذكر مثله فاذا انا بادريس فرحب لي ودعالي بخير قال الله و رفعناه مكانا عليا (ثابت)
وفي رواية راى ادريس في الثالثة وهارون فى الرابعة(لمعات)

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر آئے (اور اُسیطرح بیان کیا) ناگاہ ادریس نظر پڑے (اور اُسي طرح بیان کیا) (قتادہ) *
پھر چوتھے آسمان پر لیکر چڑھے (اور اُسیطرح ذکر کیا) ناگاہ وہاں ادریس نظر پڑے سو مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي — خدا نے کہا ہی ہمنے اُنکا درجہ اونچا کیا – (ثابت) *
ایک روایت میں ہی ادریس کو تیسرے آسمان میں دیکھا اور ہارون کو چوتھے میں (لمعات) *

چہار دھم — واقعات فلک پنجم

ثم صعد بي حتى اتي السماء الخامسة (فذكر مثله) فاذا هارون (فذكر مثله) (قتادة)
ثم عرج الى السماء الخامسة (فذكر مثله) فاذا بهارون فرحب لي ودعالي بخير (ثابت)
وفى رواية اخري راى ادريس فى الخامسة (لمعات) –

پھر مجھکو لیکر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر آئے (پس اسیطرح ذکر کیا) یکایک وہاں ہارون تھے (پس اُسي طرح ذکر کیا) (قتادہ) *
پھر پانچویں آسمان کي طرف چڑھے (پس اُسي طرح ذکر کیا) یکایک وہاں ہارون تھے — اُنھوں نے مجھکو مرحبا کہا اور دعاے خیر دي (ثابت) *
دوسري روایت میں ہی کہ ادریس کو پانچویں آسمان میں دیکھا (لمعات)

پانز دهم — واقعات فلک ششم

ثم صعد بي حتى الى السماء السادسة (فذكر مثله فاذاموسى فذكر مثله) (قتادة) —

پھر مجھکو چھٹے آسمان تک لیکر چڑھے (پس اسیطرح بیان کیا) وہاں موسیٰ تھے (پس اُسی طرح بیان کیا) (قتادہ) *

ثم عرج بنا الى السماء السادسة (فذكر مثله) فاذا انا بموسى فرحب لي ودعا لي (ثابت) —

پھر صجھکو چھٹے آسمان کي طرف لیکر چڑھے (پس اسي طرح بیان کیا) وہاں موسیٰ تھے سو مجھکو مرحبا کہا اور دعا دي (ثابت) *

فلما جاوزت بكي قيل له ما يبكيك قال ابكي لان غلاماً بعث بعدي يدخل من امته الجنة اكثر ممن يدخلها من امتي (قتادة) —

پس جب میں آگے بڑہ گیا تو وہ روئے — اُن سے پوچھا گیا کیوں روئے — کہا میں اسلیئے روتا ہوں کہ ایک نوعمر مجھے بعد مبعوث ہوا اور اُسکي اُمت کے لوگ میري اُمت سے زیادہ جنت میں جائینگے — (قتادہ) *

انه وجد ... ... ابراهيم في السماء السادسة (ابن شهاب) —

اُنہوں نے پایا ..... ابراھیم کو چھٹے آسمان میں — (ابن شہاب) *

وفي حديث شريك انه راى موسى في السابعة (شفاء قاضي عياض)

اور شریک کي حدیث میں ھی کہ موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا — (شفاء قاضي عیاض) *

شانزدهم - واقعات فلک هفتم

ثم صعد بي الى السماء السابعة (فذكر مثله) فاذا ابراهيم قال هذا ابوك ابراهيم (فذكر مثله) قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح (قتادة) —

پھر مجھکو ساتویں آسمان پر لیکر چڑھے (پس اسي طرح ذکر کیا) ناگاہ وہاں ابراھیم تھے — جبریل نے کہا یہہ تمہارے باپ ابراھیم ھیں (پس اُسی طرح ذکر کیا) اُنہوں نے کہا کہ اچھے بیٹے اور اچھے نبي کو مرحبا — (قتادہ) *

ثم صعد بي الى السماء السابعة (فذكر مثله) فاذ ابابراهيم مسندا ظهره الى البيت المعمور و اذا هو يدخله كل يوم سبعون الف ملك لا يعودون اليه (ثابت) —

پھر مجھکو ساتویں آسمان پر لیکر چڑھے (پس اُسیطرح ذکر کیا) وہاں ابراھیم تھے — بیت معمور کي طرف اپني پیٹھہ ٹیکے تھے — اور وہاں ھر روز ستر ھزار فرشتے داخل ھوتے ھیں اور دوبارہ نہیں آتے (ثابت) *

وفي حديث شريك انه راى موسى في السابعة (شفاء قاضي عياض) —

شریک کي حدیث میں ھی کہ موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا — (شفاء قاضي عیاض) *

هفتدهم — واقعات سدرة المنتهى

ثم رفعت بي الى سدرة المنتهى

پھر میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچا سو اُس کے پہل ھجر

فاذا نبقها مثل قلال هجر و اذا ورقها مثل اذان الفيلة وقال هذا سدرة المنتهى (قتادہ) —

ثم ذهب بی الی سدرة المنتهى و اذا ورقها كاذان الفيلة و اذا ثمرها كالقلال (ثابت) —

فاذا اربعة انهار نهران باطنان و نهران ظاهران قلت ماهذان يا جبريل قال اما الباطنان فنهران في الجنة و اما الظاهران فالنيل و الفرات (قتادہ) —

وفي رواية ابي هريرة من طريق الربيع بن انس ثقيل لی هذه السدرة المنتهى يقتحم الفيافل واحد من امتك خلق احد علي سبيلك و هي السدرة المنتهى يخرج من اصلها انهار من ماء غير آسن و انهار من لبن لم يتغير طعمه و انهار من خمر لذة للشاربين وانهار من عسل مصفى وهي شجرة يسير الراكب في ظلها سبعين عاما و ان ورقة منها مظلة الخلق فغشيها نور و غشيها الملائكة قال فهو قوله تعالى اذ يغشى السدرة ما يغشى فقال الله تبارك و تعالى له سل فقال صلعم يارب انك اتخذت ابراهيم خليلا و اعطيته ملكا عظيما و كلمت موسى تكليما و اعطيت داؤد ملكا عظيما و النت له الحديد و سخرت له و اعطيت سليمان ملكا عظيما و سخرت له الجن و الانس و و الرياح و الشياطين و اعطيته ملكا لا ينبغي لاحد من بعده و علمت موسى التوراة وعيسى

(ایک گانوں کا نام ھی) کي پکھال کي برابر تھے اور اُس کے پتے ھاتھي کے کان کے سے تھے — جبریل نے کہا کہ یہہ سدرة المنتهى ھی (قتادہ) *

پھر مجھکو سدرة المنتهى تک لے گئے سو اُس کے پتے ھاتھي کے کان کے سے تھے اور پھل پکھال کي برابر (ثابت) *

وھاں چار نہریں تھیں دو باطن میں دو ظاھر میں — میںنے کہا اے جبریل یہہ دونوں کیا ھیں — کہا دونوں باطن کي تو جنت کي دو نہریں ھیں اور جو ظاھر ھیں وہ نیل و فرات ھیں (قتادہ) *

اور ابوھریرہ کي ایک روایت میں ھی پس مجھسے کہا گیا یہہ سدرة المنتهى ھی — تھوڑي اُمت میں سے ھر ایک کي پہونچ یہھیں تک ھی سوائے ایک کے جو تھوڑے رستہ پر ھی اور یہي سدرة المنتهى ھی جسکي جڑ سے پاني کي نہریں نکلي ھیں جو بگڑتا نہیں — اور دودہ کي نہریں جسکا مزا بدلا نہیں — اور شراب کي نہریں جو پینے والوں کے لیئے لذت بخش ھیں اور صاف شہد کي نہریں — اور وہ ایک درخت ھی کہ سوار اُس کے سایہ میں ستر برس چلا جاتا ھی اور اُس کا ایک پتا تمام خلق پر سایہ کرسکتا ھی پس اوپر نور چھا رھا ھی اور فرشتے چھا رھے ھیں — خدا کے اس قول سے اذ یغشی السدرة ما یغشی (یعني جب سدرة المنتهى کو چھا لیا اُس چیز نے جس نے چھا لیا) یہي مراد ھی — پس کہا خدا نے برتر و پاک نے محمد صلعم سے مانگ پس کہا صلعم نے اے پروردگار تو نے ابراھیم کو خلیل بنایا اور اُسکو ایک بڑا ملک عنایت کیا — اور موسی سے کلام کیا اور داؤں کو ایک بڑي سلطنت عطا کي اور اُنکے لیئے لوھے کو نرم کر دیا اور مسخر کردیا — اور سلیمان کو ایک بڑا ملک عطا کیا اور اُنکے لیئے جن اور آدمي اور ھواؤں اور شیاطین مسخر کر دیئے اور ایسا ملک دیا کہ اُنکے بعد پھر کسیکو نہیں مل سکتا اور موسی کو توریت سکھائي اور عیسی کو انجیل —

الانجيل و جعلته يدري الا كمه و الا برص و اعذته من الشيطان الرجوم فلم يكن عليهما سبيل فقال له ربه تعالى اتخذ نك حبيباً فهو مكتوب في التوراة محمد حبيب الرحمن وارسلتك الى الناس كافة وجعلت امتك لانجوز لهم خطيئة حتى يشهدوا انك عبدي و رسولي وجعلتك اول النبيين خلقا واخر هم بعثا و اعطوك سبعا من المثاني ولم اعطها نبيا قبلك وجعلتك فاتحاً و خاتماً (شفاء قاضي عياض) –

اور اُنکو ایسا کردیا کہ وہ کوڑھي اور مبروص کو اچھا کردیتے تھے اور اُن کو مردود شیطان سے محفوظ رکھا سو شیطان اُن دونوں پر قابو نہیں پا سکتا – پس کہا خدا نے محمد صلعم سے میںنے تجھکو حبیب بنایا سو توریت میں لکھا ہی کہ محمد حبیب الرحمن ہیں – اور میںنے تجھکو تمام خلق اللہ پر بھیجا اور میںنے تیري اُمت کو ایسا کیا کہ وہ اگلے بھي ہیں اور پچھلے بھي اور تیري اُمت کي خطا محسوب نہیں ہوتي جب تک وہ یہہ گواہي دیتے رہیں کہ تو میرا بندہ اور پیغمبر ہی – اور میںنے تجھکو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے اخیر میں بھیجا اور میںنے تجھکو دوہرے لفظوں سات آیتوں والي دي اور تجھ سے پہلے کسي نبي کو نہیں دي — اور میںنے تجھکو فاتح اور خاتم کیا (شفاء قاضي عياض) *

قال فلما غشيها من امر الله ما غشي تغيرت فما احد من خلق الله يستطيع ان يغعتها من حسنها (ثابت) –

فرمایا کہ جب چھا گیا اُس پر خدا کے حکم سے جو چھا گیا تو وہ متغیر ہوگیا – سو خلق اللہ میں سے کوئي شخص اُس کي خوبصورتي کي تعریف نہیں کرسکتا — (ثابت) *

و قال ابن شهاب حتى اتيت سدرة المنتهى فغشيها الوان لادري ماهي و قال ثم ادخلت الجنة فاذا فيها جنابذ اللولو واذا ترابها المسک (تماسيحجي)

اور ابن شہاب نے کہا – یہاں تک کہ میں سدرۃالمنتہی پہونچا سو اُس کو ایسے رنگوں نے ڈھک لیا کہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہیں اور کہا پھر داخل کیا گیا میں بہشت میں سو وہاں موتي کے گنبد تھے اور اُس کي مٹي مشک ہی (جیسا کہ آگے آتا ہی) *

و عن عبدالله قال لما اسري برسول الله صلى الله عليه وسلم انتهي به الي سدرة المنتهى وهي في السماء السادسة اليها ينتهي ما يهبط به من فوقها فيقبض منها قال اذ يغشي السدرة ما يغشي قال فراش من ذهب (عبدالله ابن مسعود) –

اور عبداللہ سے روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئي — سدرۃ المنتہی تک پہونچائے گئے اور وہ چھٹے آسمان پر ہی – اُسي تک ختم ہوتا ہی جو اُسپر اوپر سے اُترتا ہی — سو وہ اُس کو پکڑ لیتا ہی کہا ان یغشی السدرۃ ما یغشی سے مراد سونے کا بچھونا ہی — (عبداللہ بن مسعود) –

و في حديث شريک انه راے موسى في السابعة قال بتفصيل

اور شریک کي حدیث میں ہی کہ موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا – خدا کي باتونکي تفصیل اُسسے یہاں کي

كلم الله تعالى له قال ثم علي به فوق ذلك بما لا يعلمه الا الله تعالى فقال موسى لم اظن ان يرفع علي احد (شفاء قاضي عياض) —

کہا کہ پھر اتنے اوپر گئے کہ سواء خدا کے اور کوئي نہیں جانتا — پس کہا موسیٰ نے مجھکو گمان نہیں تھا کہ مجھہ سے اوپر بھي کوئي جائیگا — (شفاء قاضي عياض) *

ثم رفع لي البيت المعمور (قتادة) —

پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا — (قتادہ) *

ثم اتيت باناء من خمر واناء من لبن واناء من عسل فاخذت اللبن فقال هي الفطرة انت عليها وامتك (قتادة) —

پھر میرے سامنے شراب اور دودہ اور شہد کے ظروف لائے گئے پس میں نے دودہ کو لیلیا پس کہا کہ یہي فطرت ہی تو اور تو اور تیري اُمت اُس پر ہی (قتادہ) *

قال ابن شهاب فاخبرني ابن حزم ان ابن عباس و ابا حبة الانصاري كانا يقولان قال النبي صلى الله عليه وسلم ثم عرج بي حتى ظهرت لمستوى اسمع فيه صريف الاقلام (ابن شهاب)

ابن شہاب نے کہا کہ مجھکو ابن حزم نے خبر دي کہ ابن عباس و ابوحبہ انصاري دونوں کہتے ہوں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھکو اوپر لیگئے یہاں تک کہ میں ایسي جگہہ پر پہونچا جہاں قلم کے لکھنے میں چلنے کي آواز مجھکو سنائي دیتي تھي — (ابن شہاب) *

ہشتدھم — احکام جو عنایت ہوئے

فاوحى الله الي ما اوحى (ثابت) ثم فرضت علي الصلوة خمسين صلوة كل يوم (قتادة) —

پس وحي کي خدا نے میري طرف جو کي (ثابت) * پھر مجھپر ہر روز پچاس نمازیں فرض ہوئیں (قتادہ) *

ففرض علي خمسين صلوة في كل يوم وليلة (ثابت) —

پھر مجھپر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں (ثابت) *

قال ابن حزم و انس قال النبي صلى الله عليه وسلم ففرض الله علي امتي خمسين صلوة (ابن شهاب) —

ابن حزم و انس نے کہا — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس فرض کیں خدا نے میري اُمت پر پچاس نمازیں (ابن شہاب) *

فرجعت فمررت على موسى فقال بما امرت قلت امرت بخمسين صلوة كل يوم قال ان امتك لا تستطيع خمسين صلوة كل يوم واني والله قد جربت الناس قبلك و عالجت بني اسرائيل اشد المعالجة فارجع الى ربك فسئله التخفيف لامتك فرجعت فوضع عني عشرا فرجعت الى موسى فقال مثله

پھر میں لوٹا اور موسیٰ پر گذرا اُنھوں نے کہا تم پر کیا فرض ہوا — میں نے کہا ہر روز پچاس نمازیں — موسیٰ نے کہا تمہاري اُمت ہر روز پچاس نمازیں نہیں ادا کرسکیگي — اور میں بخدا تمسے پہلے لوگوں کا تجربہ کرچکا ہوں اور بنو اسرائیل کو خوب اچھي طرح آزما چکا ہوں — تم خدا کي طرف واپس جاؤ اور کم کراؤ اپني اُمت کے لئے — پس میں واپس گیا — سو خدا نے دس نمازیں گھٹادیں — پھر میں واپس آیا موسیٰ کي طرف — موسیٰ نے پھر وہي کہا — میں پھر لوٹا — خدا نے دس اور بھي کم کردیں — پھر میں

فرجعت فوضع عشرا فرجعت الى موسى فقال مثله فرجعت فوضع عني عشرا فامرت بعشر صلوة كل يوم فرجعت الى موسى فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلوات كل يوم (قتادة)

فنزلت موسى فقال ما فرض ربك على امتك فقلت خمسون صلوة في كل يوم وليلة قال ارجع الى ربك فاسئله التخفيف فان امتك لاتطيق ذلك فاني قد بلوت بني اسرائيل وخبرتهم قال فرجعت الى ربي فقلت يارب خفف عن امتي فحط عني خمساً فرجعت الى موسى فقلت حط عني خمساً قال ان امتك لاتطيق ذلك فارجع الى ربك فاسئله التخفيف قال فلم ازل ارجع بين يدي ربي تعالى و بين موسى حتى قال يامحمد انهن خمس صلوة كل يوم وليلة (ثابت) —

فرجعت بذلك حتى مررت على موسى فقال ما فرض الله لك على امتك قلت فرض خمسين صلوة قال فارجع الى ربك فان امتك لاتطيق ذلا جعني فوضع شطرها فرجعت الى موسى فقلت وضع شطرها فقال راجع الى ربك فان امتك لاتطيق ذلك فرجعت فوضع شطرها فرجعت اليه فقال ارجع الى ربك فان امتك لاتطيق ذلك فراجعته فقال هي خمس وهي خمسون لايبدل القول لدي

موسیٰ کے پاس آیا — موسیٰ نے پھر وهي کہا — میں پھر لوٹا — خدا نے دس اور بھي کم کردیں — پس مجھکو هر روز دس نمازوں کا حکم هوا — پس پھر میں موسیٰ کے پاس آیا — موسیٰ نے پھر وهي کہا — میں پھر لوٹا — پس مجھکو هر روز پانچ نمازوں کا حکم هوا (قتادہ) *

پس میں اوترا موسیٰ کي طرف — اُنھوں نے کہا — خدا نے تمھي اُمت پر کیا فرض کیا — میںنے کہا هر رات دن میں پچاس نمازیں — موسیٰ نے کہا — پھر خدا کے پاس جاؤ اور کمي کو کم کردے — کیونکہ تمھاری اُمت اس کي طاقت نہیں رکھتي — میںنے بني اسرائیل کو آزما لیا هی اور دیکھ لیا هی — فرمایا آنحضرت نے پس میں واپس گیا خدا کي طرف اور کہا کہ اے خدا میري اُمت پر تخفیف کر — پس پانچ نمازیں گھٹادیں — پھر میں موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ پانچ کم هوئیں — موسیٰ نے کہا تمھاري اُمت اسکي طاقت نہیں رکھتي — تم پھر خدا کے پاس جاؤ اور کمي کي درخواست کرو — فرمایا کہ میں برابر خدا اور موسیٰ کے درمیان آیا اور گیا یہاں تک کہ خدا نے کہا اے محمد وہ پانچ نمازیں هیں هر دن رات میں — (ثابت) *

میں اسکے ساتھہ لوٹا — یہاں تک کہ موسیٰ پر گذرا — موسیٰ نے کہا خدا نے تمھاري اُمت پر کیا فرض کیا — میںنے کہا پچاس نمازیں — موسیٰ نے کہا تم لوٹ جاؤ اپنے خدا کي طرف — کیونکہ تمھاري اُمت سے یہہ نہوسکیگا — میں واپس گیا تو ایک حصہ معاف هوا — میں موسیٰ کے پاس پھر آیا اور کہا کہ ایک حصہ معاف هوا — موسیٰ نے کہا پھر خدا سے گفتگو کرو — تمھاري اُمت سے اتنا نہوسکیگا — میں واپس گیا اور دوبارہ سوال کیا — ایک حصہ اور معاف هوا — میں پھر موسیٰ کي طرف آیا — اُنھوں نے کہا پھر جاؤ — تمھاري اُمت سے اتنا نہو سکیگا — میںنے دوبارہ سوال کیا — خدا نے کہا یہہ پانچ هیں اور وہ (در اصل) پچاس هیں — میري بات دوسري نہیں هوتي

فرجعت الى موسى فقال راجع ربك فقلت استحييت من ربي (ابن شهاب) — لكل صلوة عشرة فتلك خمسون صلوة (ثابت) —

پھر میں موسیٰ کے پاس آیا — اُنہوں نے کہا تم پھر خدا کے پاس جاؤ — میں نے کہا اب تو میں خدا سے شرما گیا (ابن شہاب) *

هر نماز کے لیئے دس هیں — پس وہ پچاس نمازیں هوئیں (ثابت) *

قال فاعطي رسول الله صلعم ثلثا اعطي الصلوة الخمس و اعطي خواتيم سورة البقرة وغفر لمن لايشرك بالله من امته شيئاً المقحمات (عبد الله ابن مسعود) —

کہا پس حضرت کو تین چیزیں عطا هوئیں پانچ نمازیں— اور سورہ بقر کے خاتمہ کی آیتیں — اور بخشدیا گیا اُسکو حضرت کی اُمت میں سے جو خدا کا کسیکو ساجھی نہیں کرتا — (عبدالله ابن مسعود) *

ومن هم بحسنة فلم يعملها كتب له حسنة فان عملها كتبت له عشرا ومن هم بسيئة فلم يعملها لم تكتب عليه شيئاً فان عملها كتبت له سيئة واحدة (ثابت)

اور جس شخص نے ایک نیکی کا قصد کیا اور کیا نہیں اُس کے لیئے ایک نیکی لکھی جاویگی — اور اگر کرلے تو دس لکھی جاوینگی اور جو شخص کسی برائی کا قصد کرے اور کرے نہیں تو کچھہ نہ لکھا جاویگا — اور اگر کرلے تو ایک برائی لکھی جاویگی (ثابت) *

فرجعت الى موسى فقال بما امرت قلت امرت بخمس صلوات كل يوم قال ان امتك لا تستطيع خمس صلوات كل يوم واني قد جربت الناس قبلك و عالجت بني اسرائيل اشد المعالجة فارجع الى ربك فسئله التخفيف لامتك قال سالت ربي حتى استحييت و لكني ارضي واسلم (قتادہ) —

پس میں موسیٰ کی طرف واپس آیا — اُنہوں نے کہا تمکو کیا حکم هوا میں نے کہا هر روز پانچ نمازوں کا موسیٰ نے کہا تمہاری اُمت هر روز پانچ نمازیں نہ پڑہ سکیگی اور میں تمسے پہلے لوگوں کو آزما چکا هوں اور بنی اسرائیل کو خوب اچھی طرح آزما لیا هی — تم خدا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی اُمت کے لیئے تخفیف کی درخواست کرو — فرمایا میں خدا سے سوال کرتے کرتے شرما گیا — اب میں اسی پر راضی هوجاؤنگا اور تسلیم کرلونگا — (قتادہ) *

قال فغشيت حتى انتهيت الى موسى فاخبرته فقال ارجع الى ربك فاسئله التخفيف فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت قد رجعت الى ربي حتى استحييت منه (ثابت) —

کہا — پس میں اوترا یہاں تک کہ موسیٰ کے پاس پہونچا اور اُن کو خبر دی — موسیٰ نے کہا اپنے خدا کی طرف واپس جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو پس فرمایا رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے میں نے کہا کہ میں خدا کی طرف پھر پھر کے گیا یہاں تک کہ اب میں اُس سے شرما گیا (ثابت) *

قال فلما جاوزت نادي منادٍ

کہا پس جب میں آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے آواز دی —

اغضبت فريضتي وخففت عن عبادي (قتادة) — میں نے اپنا فرض نافذ کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کی (قتادہ) *

ثم انطلق بي حتى انتهى بي الى سدرة المنتهى وغشيها الوان لا ادري ما هي ثم ادخلت الجنة فاذا فيها حبائل اللؤلؤ و اذا ترابها المسك (ابن شهاب) — پھر مجھکو لیکے چلے (جبریل) یہاں تک کہ سدرۃالمنتہیٰ پہونچے اور اُسکو رنگوں نے ڈھک لیا تھا کہ میں اُنکو نہیں جانتا تھا — پھر میں جنت میں داخل کیا گیا — ناگاہ وہاں موتی کے گنبد تھے اور اُسکی مٹی مشک تھی — (ابن شہاب) *

یہہ سب روایتیں ایک دوسرے سے اسقدر مختلف و متناقض ہیں کہ اُن قواعد کے پیش کرنے کی جن سے انکا باطل اور موضوع ہونا ثابت ہوسکتا ہی غیر ضروری ہی — کیونکہ یہہ خود روایتیں صراحتاً ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور اپنی صحت اور اعتبار کو خود کھودیتی ہیں *

مصنف لمعات کا بیان ہی کہ یہہ روایتیں ایک دوسرے سے اسقدر اختلاف رکھتی ہیں کہ اُن کا تطبیق کرنا بالکل غیر ممکن ہی تاوقتیکہ تعدد معراج کو تسلیم نکرلیا جاوے — یا ایک کو دوسرے پر ترجیح ندی جاوے — یعنی ان میں سے کسی کو مانا جاوے اور باقیوں کو غلط اور بے اصل قرار دیا جاوے

و علي تقدير صحة الروايات يتعذر الجمع الا ان يقال بتعدد المعراج اويرجح بعض الروايات علي بعض (لمعات) *

وہ عیسائی مصنف جنھوں نے پیغمبر خدا کی سوانح عمری لکھی ہی ایک درجہ اور بڑھ گئے ہیں اور اُن تعریفوں اور منظوم نعتوں کو جو مسلمان شاعروں نے اپنے شاعرانہ طرز سے مختلف امور متعلق بہ معراج مثلاً آنحضرت صلعم کی زینت اور شان — براق کی شکل — فرشتوں کے جاسوس وغیرہ پر لکھی ہیں روایات مستند شمار کرلیا ہی — مگر اُنھوں نے اسلام کے حق میں یہہ بہت بڑی عمدہ بات کی ہی اور اسلام کو ہمیشہ اُن کی محققوں اور جان فشانیوں کا مشکور ہونا چاہیئے — کیونکہ جب کوئی مصنف مزاج اور ذی فہم شخص ایسے تصنیفات کے مجموعہ پر نظر ڈالے گا تو ہمکو اُسمیں ہی کہ وہ اس نتیجہ کے استنباط سے باز نہ رہ سکیگا کہ یہہ تصنیفات امر حق کی تحقیق اور تدقیق کے سوا اور کسی غرض کے لیئے کی گئی ہیں اور بیہودگی اور یاوہ گوئی میں گرشمس کے کبوتر کے قصہ کے ساتھہ همسری کرتی ہیں *

شق صدر اور معراج اگر مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں تو بہت سیدھا سادہ تعلق رکھتے ہیں — اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کے جسم مبارک میں یا اس واقعہ کے خواب میں ہونے سے انکار کرے اور یہہ کہے کہ اس قسم کی کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی

اور یہہ تمام روایتیں جو اس واقعہ کے حقیقی یا خیالی وقوع کو بیان کرتی ہیں بلا استثناء بالکل غلط اور سراسر بے اصل موضوع اور جعلی ہیں تو بھی اُس کے ایمان میں ذرہ برابر بھی خلل واقع نہوگا بلکہ وہ پورا پکا اور سچا مسلمان رہیگا *

معراج کا خواب اُس قبل سے ہی جیسا کہ حضرت یعقوب نے دیکھا تھا اور جو معراج یعقوب کہا جاتا ہی - چنانچہ توریت میں لکھا ہی کہ " پس یہ خواب دید کہ اینک نردبانے بہ زمین برپا گشتہ سرش بآسمان میخورد و اینک فرشتگان خدا ازاں بہ بالا و زیر می رفتند و اینک خداوند براں ایستادہ می گفت من خداوند خدائے پدرت ابراہیم وہم خدائے اسحق ام این زمینکہ براں می خوابی بتو و بذریۃ تو می دہم وذریۃ تو مانند خاک زمین گردیدہ بہ مغرب و مشرق و شمال و جنوب منتشر خواہند شد و اینک من باتو ام و ہرجائے کہ میروی ترا نگاہ داشتہ بایں زمین باز پس خواہم آورد تابوقتیکہ آنچہ بتو گفتہ ام بجا آورم ترا و انخواہم گذاشت و یعقوب از خواب خود بیدار شدہ گفت بدرستی کہ خداوند دریں مکان است و من نہ دانستم - پس ترسیدہ گفت کہ ایں مکان چہ ترسناک است ایں نیست مگر خانہ خدا و ایں است دروازہ آسمان (سفر تکوین باب ۲۸ ورس ۱۲ - ۱۷) *

معراج کی نسبت جس چیز پر کہ مسلمانوں کو ایمان لانا فرض ہی وہ اس قدر ہی - کہ پیغمبر خدا نے اپنا مکہ سے بیت المقدس پہونچنا ایک خواب میں دیکھا اور اُسی خواب میں اُنہوں نے درحقیقت اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں مشاہدہ کیں - خواہ وہ شخص اُن نشانیوں کو لامعارم نشانیاں کہے خواہ اُن نشانیوں کے دیکھنے سے عمدہ تریں احکام کا وحی ہونا مراد لے — مگر اس بات پر یقین رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھہ خواب میں دیکھا یا جو وحی ہوئی یا انکشاف ہوا وہ بالکل سچ اور برحق ہی *

اگر کوئی مسلمان مذکورہ بالا عقیدہ پر ایمان رکھکر اُن سب روایتوں کو جو معراج کے قصہ میں آئی ہیں نہ مانے اور سب کو موضوع اور نہایت قابل الزام خیال کرکے چھوڑ دے تو اُس کے دین و ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور وہ اُس شخص کے ہمپایہ ہوا جو کسی چیز پر بلا تحقیق و تفتیش کے ایمان نہیں لاتا *

روایات معراج میں اگر کوئی مسلمان کسی حکم کا تلاش کرنا چاہے تو اُس کو بعد از تلاش بسیار بجز دو حکموں کے اور کوئی حکم نہ ملے گا — ایک نماز پنجگانہ کا اور دوسرا یہہ کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کا مثل اور ہمتا گردانے وہ مشرک خیال کیا جاوے گا — مگر یہہ احکام نہ اُن روایتوں پر منحصر ہیں اور نہ اُنکے ذریعہ سے ہم تک پہونچے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے متعدد آیات قرانی میں اُنکی نسبت صاف صاف اور بالتصریح حکم

صادر فرمایا هی پس اُن روایات کے نه ماننے سے کسی حکم شرعی کا انکار لازم نهیں آتا *

اگر اُن روایتوں کی نسبت یهه خیال کیا جاوے که اُن سے ایک شان آنحضرت صلعم کی پائی جاتی هی تو اُس کی نسبت هماری یهه راے هی که اگر یهه سب باتیں جو اُن روایتوں میں مندرج هوں بلکه اُن سے بهی زیادہ آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی جاویں تو بهی آنحضرت صلعم کی شان کچهه بڑه نهیں جاویگی اور نه اُس بے انتها اعلی درجه کی شان میں کچهه زیادتی هوگی اور اگر اُن کا عشر عشیر بهی آنحضرت صلعم کی طرف نه منسوب کیا جاوے تو بهی اُس جناب کی عظمت و شان میں کچهه فرق نهیں آوے گا *

هم مسلمان اپنے نبی کو " ابن الله " بنانا نهیں چاهتے اور نه اُن کو " الله تعالی کے دست راست " پر بٹهانے کے مشتاق هیں هم اُن کی سب سے بڑی عزت اُس میں خیال کرتے هیں جو خود اُنهوں نے اپنی نسبت فرمایا هی که " انا بشر مثلکم یوحی الی انما الهکم اله واحد — آمنا بالله و ماجاء بمحمد صلی الله علیه وسلم *

تمت

الخطبة الثاني عشر

في

ولادته و طفولايته عليه الصلوة و السلام

و انک لعلی خلق عظیم

اس خطبہ میں آنحضرت صلعم کی ولادت سے آپ کی بارہ برس کی عمر تک کا حال ھی

عبداللہ بن عبدالمطلب والد محمد صلعم کی چوبیس برس کی عمر تھی جبکہ اُنھوں نے آمنہ بنت وھب سے شادی کی — آمنہ بقت وھب قریش کے قبیلہ سے تھیں جو عرب کے قبیلوں میں نہایت معزز اور شریف قبیلہ تھا — حضرت آمنہ حمل ھی سے تھیں کہ آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ نے بغرض تجارت یثرب یعنی مدینہ کی طرف سفر کیا اور قبل پیدا ھونے آنحضرت کے اُنھوں نے وفات پائی اور بنی نجار کے دار نبیغہ میں مدفون ھوئے *

اُنکی وفات کے بعد محمد صلعم پیدا ھوئے — جمہور مورخین کی یہہ راے ھی کہ آنحضرت صلعم بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرھہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ھوئے مگر اسبات میں کہ عام الفیل سنہ عیسوی کے کونسے سال میں واقع ھوا تھا مورخوں کی راے میں اختلاف ھی — مقصم امر جو قرار پایا ھی وہ یہہ ھی کہ عام الفیل سنہ ۵۷۰ ع کے مطابق تھا کیونکہ سب مورخین اسبات پر متفق ھیں کہ آنحضرت صلعم نے سنہ ۶۲۲ ع میں مکہ سے مدینہ منورہ کو ھجرت کی تھی یعنی نزول وحی سے تیرھویں برس اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ھوئی تھی — ان برسوں کو اگر جمع کیا جاوے تو ترپون قمری سال ھوتے ھیں اور جبکہ ان میں سے ایک برس قمری سال شمسی سال سے مطابق کرنے کے لیئے منھا کیا جاے تو باون برس باقی رھتے ھیں اور جب ان باون برس کو چھہ سو بائیس میں سے نکال ڈالا جاوے تو پانسو ستر باقی رھتے ھیں اور اس حساب سے ثابت ھوتا ھی کہ آنحضرت صلعم کی ولادت سنہ ۵۷۰ ع میں ھوئی تھی *

آنحضرت کی ولادت کی نسبت بہت سی عجیب روایتیں مشہور ھیں کہ ولادت کی رات کو کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اُس کے چودہ کنگورے گر پڑے — فارس کا مقدس آتشکدہ جسمیں سالہا سال سے برابر آگ جلتی چلی آتی تھی دفعتاً بجھہ گیا — وھاں کے موبدوں نے عجائب عجائب خوابیں دیکھیں اور چشمہ ساوہ دفعتاً خشک ھوگیا — مگر

ان روایتوں کی معتبری کی قابل اعتماد سندیں نہیں ہیں اور نہ یہہ مذہبی روایتیں سمجھی جاسکتی ہیں — آنحضرت کی ذات بابرکات کے سبب اسلام نے رونق پائی اور مسلمانوں کو فتوحات نمایاں حاصل ہوئی گئیں اور تمام مملکت فارس مسلمانوں کے ہاتھہ پر فتح ہوئی اور وہانکے قدیم آتش کدے برباد ہوئے اور کسریٰ کے محلوں میں زلزلہ ڈالدیا — ان واقعات کو جو بعد کو وقوع میں آئے شاعروں نے اپنے شاعرانہ خیالات میں آنحضرت صلعم کی ولادت سے منسوب کیا تہ گویا اُنکا پیدا ہونا ہی فارس کے آتش کدوں کا بجھنا اور کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑنا تھا — رفتہ رفتہ یہہ شاعرانہ خیال بطور روایت کے مروج ہونے لگے اور عوں روز ولادت ہی سے منسوب کردیئے گئے — پس ان روایتوں کو مذہبی روایتیں تصور کرنا اُن لوگوں کی غلط فہمی ہی جو مسلمانوں کی مذہبی روایتوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں *

علاوہ انکے اور بھی روایتیں آنحضرت صلعم کی ولادت کی نسبت کتب سیر میں مذکور ہیں — اگرچہ اُنکی صحت کے لیئے بھی کافی ثبوت موجود نہیں ہی مگر اُنکے غلط ہونے کے لیئے بھی کوئی دلیل نہیں ہی — اُن روایتوں سے پایا جاتا ہی کہ جب آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ نے کسی کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور آپکے پیدا ہونے کی اطلاع کی — عبدالمطلب فی‌الفور وہاں آئے اور آنحضرت کو اپنے ہاتھوں پر اوٹھاکر کعبہ میں لیگئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی *

سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب کی دعا کا جو مضمون بیان کیا گیا ہی وہ صریح مسلمانی طرز کا ہی اور اس سے خیال کیا جاتا ہی کہ کعبہ میں عبدالمطلب کا دعا مانگنا صرف مسلمانوں کی بناوٹی ہوئی بات ہی — مگر ہم کو اس بات سے کہ عبدالمطلب نے جو دعا مانگی تھی وہ مسلمانی طرز کی دعا تھی کچھہ تعجب نہیں ہوتا کیونکہ ہمکو اس میں کچھہ شک نہیں ہی کہ آنحضرت صلعم کے بزرگوں میں سے خدا پرستی بالکل معدوم نہیں ہوئی تھی اور اس بات کا بڑا قوی ثبوت یہہ ہی کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے یعنی آنحضرت صلعم کے والد کا نام عبداللہ رکھا تھا جو خاص خدا پرستوں کا طریقہ ہی *

چند روز تک ثویبہ نے جو آنحضرت کے چچا ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی تھیں آنحضرت کو دودہ پلایا — ثویبہ نے آنحضرت کے چچا حمزہ کو بھی دودہ پلایا تھا اور اس سبب سے حمزہ اور مسروق ابن ثویبہ آنحضرت صلعم کے دودہ بھائی تھے *

عبدالمطلب نے آنحضرت صلعم کا نام محمد رکھا مگر حضرت آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا تھا جسنے کہا تھا کہ آپکا نام احمد رکھنا — اسلیئے اُنہوں نے آنحضرت صلعم کا نام احمد رکھا اور اس طرح توریت اور انجیل دونوں کی بشارتوں کی تصدیق ہوگئی جنکا

یہاں سے خطبہ بشارات میں کہا ہی — ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے قربانی کی اور تمام اراکین قبیلہ قریش کو دعوت میں بلایا *

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ آب و ہوا کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ بچوں کے لہجہ اور زبان میں غیر زبان کا اثر نہ ہونے پائے اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہوجاتے تھے دودہ پلانے والیوں کے سپرد کرکے باہر بھیجدیا کرتے تھے — اسی رسم کے موافق آنحضرت کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کردیا گیا اور وہ اپنے گھر لیگئیں اور ہر چھٹے مہینے لاکر اُن کی والدہ اور دیکر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں — دو برس بعد آپ کا دودہ چھڑایا گیا اور حضرت حلیمہ آپ کو لیکر حضرت آمنہ پاس آئیں مگر حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ مکہ کی آب و ہوا آپ کو موافق نہوگی پھر حضرت حلیمہ کے سپرد کردیا اور وہ اُن کو اپنے گھر لیگئیں اور ہر چھٹے مہینے لاکر ملا جاتی تھیں — جب آنحضرت کی عمر چار برس کی ہوئی تو حضرت آمنہ نے آپ کو اپنے پاس رکھہ لیا — پس حضرت حلیمہ آنحضرت صلعم کی دودہ پلائی ماں اور اُن کے خاوند حارث ابن عبدالعزیٰ دودہ کے رشتہ کے باپ اور اُن کی اولاد عبداللہ اور انیسہ اور خذیمہ عرف شیمان دودہ بھائی اور دودہ بہن ہیں *

آنحضرت صلعم دودہ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے اور حضرت حلیمہ سے نہایت محبت رکھتے تھے اور اُن کا ادب اور اُن کی تعظیم ماں کے برابر کرتے تھے — ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی ردائے مبارک جس کو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھوں سے لگانے کے لایق سمجھتے ہیں حضرت حلیمہ کے لیئے بچھا دی تاکہ وہ اُسپر بیٹھیں — دودہ کے رشتہ کا ایسا بڑا پاس و لحاظ جو آنحضرت صلعم کرتے تھے اور جو محبت اور اُلفت کہ حضرت حلیمہ اور اُس کی اولاد کے ساتھہ برتتے تھے اور جس احسانمندی کا اظہار دودہ کے رشتہ داروں کے ساتھہ کیا کرتے تھے نہایت اعلی اور عمدہ مثالیں آنحضرت کے اخلاق حمیدہ نیک خوئی اور نرم دلی کی ہیں جس کی نظیر اس سے پہلے کبھی نہیں پائی گئی *

بنی قریش اور بالتخصیص اُس کی وہ شاخ جو بنی سعد کہلاتی تھی جن میں آنحضرت صلعم نے اپنے زمانہ طفولیت میں پرورش پائی تھی تمام ملک عرب میں زبان کی شستگی اور فصاحت کے لیئے مشہور تھی اور اسی سبب سے جناب پیغمبر خدا صلعم بھی نہایت زبردست اور پر اثر فصاحت و بلاغت رکھتے تھے — اہل عرب درحقیقت فصاحت و بلاغت کی نہایت قدر کرتے تھے اور جو شخص فصیح و بلیغ نہوتا تھا اُس کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور ذلیل سمجھتے تھے گو وہ کیسے ہی نامور اور شریف خاندان کا کیوں نہو *

سرولیم میور صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اسی سبب سے آنحضرت صلعم کی گفتگو جزیرہ نما عرب کی خوشنما زبان کے خالص قریبی نمونہ پر بنگئی تھی ×× جبکہ

اُن کي فصاحت و بلاغت اُن کي کامیابي میں بڑا کام دینے لگي تو ایک خالص زبان اور ایک دل فریب گفتگو سے فایدہ عظیم مرتب ہوا — مگر ایک بات سر ولیم میور صاحب کي نگاہ سے رہگئي کہ جب ہم آنحضرت صلعم کي کسي متواتر یا مشہور حدیث کو پڑھتے ہیں جس میں یقین کیا جاتا ہی کہ خاص لفظ آنحضرت کے محفوظ ہیں جیسی دعائیں وغیرہ تو ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ اُنکا طرز کلام اور فصحاے عرب کے طرز کلام سے کچھہ غور مشابہ نہیں ہی — لیکن جب ہم قران مجید کے مقدس صفحوں کو پڑھتے ہیں تو ہمکو حیرت ہوتي ہی اور ہمارا تعجب بے انتہا بڑہ جاتا ہی کہ وہ دونوں کلام ایک ہي شخص کے نہیں معلوم ہوتے اور دونوں میں بہت بڑا فرق پاتے ہیں اور اسکي وجہہ بجز اس کے اور کچھہ نہیں معلوم ہوتي کہ اول کلام انساني ہی اور دوسرا کلام ربانی *

جبکہ آنحضرت صلعم کي عمر چھہ برس کي ہوئي تو حضرت آمنہ آپ کو اپنے عزیز و اقربا سے ملانے کے لیئے مدینہ منورہ لیگئیں — کچھہ عرصہ تک وہاں ٹھہریں اور پھر مکہ معظمہ کو مراجعت کي اور رستہ میں بمقام ابواز وفات پائي — جبکہ آنحضرت مکہ میں پہونچے تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کي پرورش اور نگراني اپنے ذمہ لي اور ہمیشہ آپکے ساتھہ شفقت پدري سے پیش آتے رہے *

سر ولیم میور نے اپني کتاب میں آنحضرت صلعم کے زمانہ طفولیت یعني بارہ برس کي عمر تک کے بعض واقعات تعریضاً بیان کیئے ہیں مثلاً مدینہ کي چھوٹي چھوٹي لڑکیوں کے ساتھہ اُنکا کھیل کود میں مصروف رہنا اپنے مکان کي چھت پر بھٹکے ہوئے پرندوں کو اڑا دینا اور رضاعي بہن کي پیٹھہ میں کاٹ کھانا اور مدینہ سے حدیبیہ کو جاتے وقت اپني ماں کي قبر پر رونا — اگرچہ ان باتوں کي اور اسي قسم کي اور باتوں کي تصدیق کي جو اُنھوں نے بیان کي ہیں کوئي معتبر سند نہیں ہی لیکن اگر یہہ سب باتیں تسلیم بھي کرلي جاویں تب بھي یہہ ایسي باتیں ہیں جیسي کہ ایام طفولیت میں انساني فطرت کے موافق ہوتي ہیں — آنحضرت صلعم نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے — اُنھوں نے اپنے اپکو صرف یہہ کہا تھا کہ " انا بشر مثلکم یوحیٰ الي — پس ایسي باتیں اگر ہوتي بھي ہوں تو انساني فطرت سے زیادہ اور کچھہ نہیں ہوسکتیں *

جبکہ آنحضرت صلعم کو آٹھواں برس شروع ہوا تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بیاسي برس کي عمر میں وفات پائي — سرولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت جنازہ کے ہمراہ قبرستان حجون کو گئے تو لوگوں نے اُنکو روتے دیکھا — یہہ ایک ایسي بات ہی جس سے برخلاف منشاء سر ولیم میور صاحب کے کچھہ تعجب نہیں ہوتا بلکہ اگر نہ روتے تو نہایت تعجب ہوتا — آنحضرت اُس وقت کم عمر تھے اور ایسے موقعوں پر آنسوؤں کا نکلنا اور دل کا جوش مارنا خدا تعالیٰ نے انسان کي فطرت میں ودیعت کیا ہی — رنج

کے وقت دل کا ملایم ہونا اور محبت آمیز جوش کا اوٹھنا اور آنکھوں کی راہ سے آنسوؤں کا بہنا خداے رحیم کے انسان کے دل کی تسلی اور اُسکے رنج کی تسکین کا ذریعہ بنایا ہی — پس آنحضرت نے بھی اُسی فطرت کی پیروی کی تھی جو خدا نے انسان میں بنائی ہی *

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم کی پرورش ابوطالب آپ کے چچا نے جو آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے اپنے ذمہ لی — یہہ بھی آنحضرت کے ساتھہ نہایت محبت سے پیش آتے رہے اور مثل پدر مہربان کے ہر طرح سے خبر گیری کی — جب آپکی عمر بارہ برس کی ہوئی تو ابوطالب کو تجارت کے سبب سے شام کا سفر پیش آیا اور اُسکے سر انجام کے بعد پھر مکہ کو واپس آئے — سر ولیم میور صاحب نے جو یہہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم بھی ابوطالب کے ہمراہ شام کو گئے تھے اور ابوطالب نے اول تو اپنے ہمراہ لیجانے سے انکار کیا تھا مگر آنحضرت روانگی کے دن اتفی لمبی مفارقت کے خیال سے افسردہ دل ہوکر اپنے مربی سے لپٹ گئے اور ابوطالب کو بھی جوش اُلفت آگیا اور اپنے ہمراہ لیگئے اس روایت کی کوئی معتبر سند نہیں ہی آنحضرت کا ابوطالب کے ساتھہ شام کے سفر میں جانا کسی طرح ثابت نہیں

جبکہ آنحضرت صلعم بارہ برس کی عمر کو پہونچے تو زمانہ طفولیت کا منقضی ہوگیا تھا اور نوجوانی کا آغاز تھا اور جمیع اوصاف حمیدہ سے جنسے انسان ہر دل عزیز ہو جاتا ہی آراستہ تھے — نہایت اعلی درجہ کا اخلاق اور صبر اور مردانگی جنکو اوضاع و اطوار کی خوبی اور فصاحت و خوش بیانی سے دوبالا جلا ہوگئی تھی آپکی ذات بابرکات میں اس طرح پر مجتمع ہوئے تھے کہ عالم شباب ہی میں آپ نے امین عرب کا لقب حاصل کیا تھا *

آنحضرت صلعم کے زمانہ طفولیت کے صحیح حالات صرف اسی قدر ہیں جو ہمنے بیان کیئے اور اس کے سوا جو باتیں اس زمانہ کی مشہور ہیں وہ سب بے سند اور نامعتبر ہیں *

آنحضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک کے تاریخی واقعات جو ہمنے اوپر بیان کیئے اُنکے علاوہ سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب مسمی لیف آف محمد میں اَور بھی کچھہ واقعات بیان کیئے ہیں جو نہایت ضعیف اور نامعتبر روایتوں پر مبنی ہیں — تعجب یہہ ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہی کہ " آنحضرت صلعم کی ولادت کے متعلق معجزات حال کے مسلمانوں کے نزدیک بہت دل پسند مضامین ہیں " مگر اس امر کی کچھہ تحقیقات نہیں کی کہ کن معجزات کو حال کے زمانہ کے مسلمان بھی معتبر سمجھتے ہیں اور کون سے معجزات کو نامعتبر بطور قصہ اور کہانی کے اور یہہ بھی نہیں بتایا کہ حال کے مسلمانوں کی جو اُنہوں نے قید لگائی ہی اُس سے اُن کا

کہا مطلب ہی — غالباً یہہ مطلب ہوگا کہ متقدمین مسلمان اُن کو قابل التفات نہیں سمجھتے تھے — اگر یہی مطلب ہو تو صاف اس بات کا اقرار ہی کہ وہ روایتیں جن کو سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا ہی نامعتبر اور غیر صحیح ہیں — جسقدر کتب سیر یا کتب سوانح عمری آنحضرت صلعم کی علماے اسلام نے لکھی ہیں اور جو روایتیں اُن میں بیان کی ہیں تمام مسلمان اُن روایتوں کو ایسی روایتیں خیال کرتے ہیں کہ قابل اس کے کہ وہ صحیح مانی جاویں روایتاً اور درایتاً کامل تحقیق و تدقیق کی محتاج ہیں — اس قسم کی روایتوں کو تاوقتیکہ اُن کی تصدیق کی کوئی کافی دلیل نہو مسلمان مطلقاً قابل اعتبار تصور نہیں کرتے بلکہ خود علماے محققین نے اُن روایتوں کو نامعتبر قرار دیا ہی — علماے محققین اسلام اور ذی علم مسلمانوں نے اُن روایات پر ذرا بھی اطمینان نہیں کیا ہی بلکہ ہمیشہ اُن کی کوششیں اس بات کی تحقیق میں کہ کونسی اُن میں سے صحیح اور کون سی غیر صحیح ہیں مصروف رہے ہیں *

سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں جہاں روایتوں کے درجہ اعتبار کو بیان کیا ہی اُن تمام روایات کی نسبت جن میں صحیح روایتیں اور موضوع اور نامعتبر روایتیں بلا تمیز شامل ہیں صرف اتنی بات کہکر فیصلہ کردیا ہی کہ یہہ سب بے اصل اور راویوں کی محض اختراعات ہیں — مگر ہم باوجود اس کے کہ سر ولیم میور صاحب کے علم اور مرتبہ کا بہت ادب کرتے ہیں اس کہنے پر مجبور ہیں کہ دعوی بلا دلیل قابل پذیرائی نہیں ہوسکتا اس لیئے کہ اگر وہ بالعموم مان لیا جاوے تو اس سے لازم آتا ہی کہ استدلال محض بیکار چیز ہی اور اُس کی ایسی مثال ہوتی ہی جیسیکہ یونان کے مشہور کاشتکار مسمی گارڈین کی گاڑی کے جوئے کی گرہ کو ایران کی بادشاہت کی طمع میں ہاتھہ سے کھولنے کے عوض تلوار سے کاٹ دیا جاے جیسیکہ سکندر نے کیا تھا *

فرض کرو کہ اگر کوئی یہہ کہے † (جیسیکہ لوگوں نے کہا ہی) کہ حضرت عیسیٰ محض عوام الناس میں اور یہود کے فرقہ ایسینین میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ اُن کے ایک مرید تھے — اُن کے مصلوب ہونے کے بعد اُن کے مریدوں نے شان الوہیت اور قدرت اعجاز کو اُن پر لگا دیا ورنہ وہ محض ایک عام یہودی تھے — اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس کہنے میں اور مسلمانوں کی تمام روایتوں کی نسبت اسبات کے کہدینے میں کہ وہ سب بے اصل اور راویوں کی اختراعات ہیں کیا فرق ہی ؟ *

زندگی کے عام معاملات میں بھی کسی شخص پر واجب نہیں ہی کہ کسی شخص کے محض زبانی بیان پر گو وہ کیسا ہی معزز اور ذی فہم کیوں نہو یقین لے آوے تو ایسے بڑے معاملات میں کسی مصنف کے بیان یا راے کو کیونکر قطعی مان لیا جاسکتا ہی —

† دیکھو کتاب موسوم بہ " اے رایس آف دی گنجز " —

اِس لیئے ہم قابل معافي ہیں اگر ہم سر ولیم میور صاحب کي اِس راے کو کہ " اُن روایات ہي کو غیر معتبر سمجھکر خارج کرلینا چاہیئے " قابل تسلیم نہ خیال کریں جب تک کہ دلیل اور واقعات سے اُس راے کي صحت کا ثبوت نہ ملے *

جاننا چاہیئے کہ مسلمانوں کے نزدیک روایتوں تین قسم کي ہیں - اول تو وہ روایتیں ہیں کہ اُنکي صحت و اعتبار کي معقول دلیلیں موجود ہیں اور علی العموم مسلم ہیں - دوسري قسم میں وہ مشہور روایتیں شامل ہیں جن کا وقوع قوانین فطرت کے برخلاف نہیں ہی اور جنکي بے اصلي اور غیر معتبري کي نسبت کوئي دلیل بیّن موجود نہیں ہی - یہہ روایتیں نہ تو بلا تحقیق نامعتبر کرنے کے قابل ہیں اور نہ اِس قابل ہیں کہ اُنکو بند کرکے اُن پر اعتماد کرلیا جائے — تیسري قسم میں وہ روایتیں ہیں جو بظاہر بالکل محال معلوم ہوتي ہیں اور اُن کے ثبوت کي کوئي معتبر دلیل نہیں ملتي ہی اور اِس لیئے غلط اور نامعتبر قرار دي گئي ہیں - پس اس سے زیادہ غلطي کي بات اور کوئي نہیں ہوسکتي کہ اہل اسلام کي نسبت یہہ کہا جاوے کہ وہ اُن سب قسم کي روایتوں کو برحق سمجھتے ہیں اور اُن سب پر بلا امتیاز ایمان رکھتے ہیں جیسےکہ ہمنے اپنے خطبہ " الروایات المرویات في الاسلام " میں بیان کیا ہی *

اب ہم اُن روایات کي نسبت بحث کرتے ہیں جن کو سر ولیم میور صاحب نے اپني کتاب میں لغویت مذہب اسلام ثابت کرنے کي منشاء سے بیان کیا ہی اور بتلاتے ہیں کہ وہ روایتیں اقسام روایات متذکرہ بالا میں سے کونسي قسم کي روایتوں میں داخل ہیں — سر ولیم میور صاحب نے آنحضرت صلعم کے زمانہ ولادت میں جو حضرت آمنہ کا ایک خوفناک اور نامعلوم آواز کو سنکر ڈر جانا یا ایک سفید مرغ کا دفعتاً نمودار ہونا اور حضرت آمنہ کے سینہ پر اپنے بازوؤں کا پھیرنا اور اُس سے حضرت آمنہ کے اضطراب کو تسکین کا ہونا یا حضرت آمنہ کے لیئے ایک خوشگوار شربت کے پیالہ کا ایک نامعلوم ہاتھہ سے ظاہر ہونا یا ملایکہ کي آوازیں آنے یا بغیر اس کے کہ کوئي شخص دکھائي دیتا ہو پانوں سے پھوٹنے کي اُمت کا محسوس ہونا آنحضرت صلعم کو آدمیوں کي نظر سے چھپالینے کے لیئے آسمان سے ایک نور کي چادر کا اوترنا بہشت کے پرندوں کا چہچہانا بہشت کي خوشبویوں کا مہکنا یہہ سب شاعرانہ مضمون ہیں جو غالباً سر ولیم میور صاحب نے کسي مولود نامہ سے اخذ کیئے ہیں اور ہر مسلمان جس کو ذرا سا بھي علم ہوگا سمجھتا ہی کہ یہہ تمام باتیں شاعروں کے گرمجوش شاعرانہ خیالات ہیں جو اُنھوں نے اپنے مضامین کي تزئین اور آنحضرت صلعم کي تاریخ کي رونق کے لیئے بیان کي ہیں جیسے کہ شاعروں کا اور خصوصاً مشرقي شاعروں کا شاعرانہ مضمون میں اس قسم کے واقعات کے بیان کرنے کا دستور ہی - حضرت عیسیٰ کي نسبت بھي گرمجوش خیال کے عیسائي شاعروں نے اسي

قسم کے خیالات نظم میں بیان کیئے ہیں جنکا نمونہ ہم نے اپنے خطبہ " فی حقیقۃ شق الصدر و ماہیۃ المعراج " میں دکھایا ہی اور ملتن کی تمام پیریڈیزلاسٹ انہیں خیالات سے بھری ہوئی ہی — پس نہایت افسوس کی بات ہی کہ ایک عیسائی عالم اپنے ماں کے اس قسم کے خیالات کو تو شاعرانہ خیالات سمجھے اور مسلمانوں کی اس قسم کی باتوں کو بطور مذہبی روایتوں کے قرار دے اور اُس کا فیصلہ یوں کردے کہ وہ سب راویوں کی اختراعات ہیں *

اسی قسم کے وہ مضامین ہیں جنکو سر ولیم میور صاحب نے بطور مذہبی روایتوں کے اپنی کتاب میں بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے پیدا ہوتے ہی زمین پر سجدہ کیا اور اپنی اُمت کی بخشش کی دعا مانگی اور کلمہ پڑھا اور تین نورانی فرشتے آسمان پر سے اُترے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی چھاگل تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک زمرد کا لگن اور تیسرے کے پاس ایک ریشمی رومال اور آنحضرت کو سات مرتبہ غسل دیکر آپکو خیرالبشر کا خطاب دیا *

ہمکو کس قدر تعجب آتا ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے آنحضرت صلعم کے مختون پیدا ہونے کو بھی اُنہی مخترع روایات میں شمار کیا ہی جنکو وہ عجیب و غریب بعید از قیاس اور خلاف قانون فطرت قرار دیتے ہیں — مگر یہہ بات نہ معجزہ سے علاقہ رکھتی ہی نہ عجائبات سے بلکہ محض تلونات فطرت سے متعلق ہی — ایسے تلونات فطرت کی بہت سی نظیریں بتلائی جاسکتی ہیں مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جن میں علامات تذکیر و تانیث دونوں موجود ہوں — ایسے واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ قوانین فطرت کے مطابق قدرت کا اتفاقیہ انحراف کوئی عجیب بات نہیں ہی — اس زمانہ میں بھی بعض اوقات مختون لڑکے پیدا ہوتے ہیں جن سے بلا توسل معجزہ یا عجائبات کے آنحضرت صلعم کا بھی مختون پیدا ہونا یقیناً قرین قیاس ثابت ہوتا ہی اور اس کا ثبوت اس امر سے بھی ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ابراہیم کی اولاد میں ختنہ کی رسم نہایت استحکام سے قرار پاگئی تھی اور عرب جاہلیت بھی اُس کا ترک کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے مگر آنحضرت صلعم کے ختنہ کی رسم کا ہونا کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی بیان نہیں کیا گیا ہی *

مہر نبوت کی نسبت سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ " صفحہ سے نقل ہی کہ آنحضرت صلعم کی مہر نبوت اُن کی پشت پر نور کے حرفوں میں مرقوم تھی " تمام مستند حدیثیں بالاتفاق بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک سیاہ غدود سا تھا اور اُس پر بال تھے — خود آنحضرت صلعم نے کبھی یہہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہہ مہر رسالت کی مہر ہی اور نہ کبھی اُس کو اپنی رسالت کے برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جس طرح کہ حضرت موسیٰ

نے اپنے ید بیضا کو نبوت کے ثبوت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم کی ہر چیز کی حرمت اور تعظیم کی جاتی تھی اور اسی خیال سے بعض لوگوں نے آنحضرت کی پشت کے غدود کو عام نام سے بولنا ایک بے ادبی اور گستاخی خیال کرکے استعارتاً اُس کو مہر نبوت کے معزز اور گرامی نام سے موسوم کیا ہوگا *

بعض لوگوں کے اس خیال کو کہ اُسپر حرف لکھے ہوئے تھے جمیع علماے اسلام نے نہایت صراحت کے ساتھہ رد کیا ہی — پس کیا ایک عیسائی عالم کو یہہ بات زیبا نہیں ہی کہ مسلمانوں پر اُن کے نبی کی رسالت کے ثبوت میں ایسے امر کے اعتقاد رکھنے کا اتہام لگائے جس سے وہ خود انکار محض کرتے ہوں — شمایل ترمذی کے حاشیہ مسمی باجوری میں لکھا ہی کہ " یہہ جو روایت ہی کہ اُس پر بچھونے کے سے نشان تھے یا عنز جانور کے گھٹنے کی مانند یا غدود سبز یا سیاہ رنگ کا تھا اور اُس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا یا یہہ لکھا ہوا تھا " ایک مصور " ان میں سے کچھہ بھی ثابت نہیں ہی جیسے عسقلانی نے کہا ہی اور ابن حبان نے جو اُس کی تصحیح کی ہی وہ صرف اُس کا وہم ہی — اور بعض حفاظ حدیث نے کہا ہی کہ جس شخص نے یہہ بیان کیا ہی کہ مہر نبوت پر یعنی اُس شی پر جو آنحضرت کی پشت پر تھی الفاظ محمد رسول اللہ لکھے ہوئے تھے اُس کو دھوکا ہوگیا ہی ہاتھہ کی مہر میں اور اُس پشت کے غدود میں جس کو خاتم نبوت کہتے تھے کیونکہ وہ عبارت ہاتھہ کی مہر میں کندہ تھی نہ پشت کی چیز پر " پس جو محقق امر باجوری اور عسقلانی نے لکھا ہی اُس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ علماے اسلام نے اُن روایتوں کو جن کو سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا ہی خود رد کیا ہی اور مہر نبوت سے وہ کیا مراد لیتے تھے *

و اما روایة کاثر المعجم او کرکبة عنزاو نشامة خضراء او سوداء و مکتوب فیها محمد رسول الله او سطر فانک المنصور لم یثبت منها شئی کما قاله العسقلانی و تصحیح ابن حبان لذلک وهم و قال بعض الحفاظ من روی انه کان علی خاتم النبوة کتابة محمد رسول الله فقد اشتبه علیه خاتم النبوة بخاتم الید اذ الکتابة المذکورة انما کانت علی القفا دون الاول (حاشیة الباجوری علی الشمایل) —

شرح السنہ میں ابی رمثہ سے منقول ہی کہ " وہ اپنے باپ کے ساتھہ رسول خدا صلعم پاس گئے — اُن کے باپ نے اُس چیز کو دیکھا جو رسول خدا صلعم کی پیٹھہ پر تھی — اُن کے باپ نے کہا کہ آپ مجھکو اجازت دیجیئے کہ جو چیز آپ کی پیٹھہ پر ہی میں اُس کا علاج کردوں کیونکہ میں طبیب ہوں — رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم رفیق ہو اور اللہ طبیب ہی " اس روایت سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ جس چیز کو

عن ابی رمثة ... قال دخلت مع ابی علی رسول الله صلعم فرای ابی الذی بظهر رسول الله صلعم فقال دعنی اعالج الذی بظهرک فانی طبیب فقال انت رفیق والله الطبیب —
(رواه فی شرح السنة)

مہور نبوت کہتے تھے وہ کیا چیز تھی اور صاف صاف معلوم ہوتا ہی کہ خود اُس زمانہ کے مسلمان جو آنحضرت کے اصحاب تھے اُس کو کیا سمجھتے تھے — پس سر ولیم میور صاحب نے جو اُس کو بطور عجائبات اسلام کے بیان کیا ہی محض بیجا ہی

سر ولیم میور صاحب نے اور روایتیں لکھی ہیں جن میں بیان کیا ہی کہ حضرت آمنہ سے ایک نور پیدا ہوا جس نے کہ شام کی تمام گلیوں اور مکانوں کو روشن کردیا اور آنحضرت صلعم پیدا ہوتے ہی اپنے ہاتھوں کو ٹیک کر اُٹھے بیٹھے اور ایک خاک کی مٹھی بھرکر آسمان کی طرف پھینکی اور ایک روایت لکھی ہی کہ حضرت آمنہ کو ایام حمل میں کچھ بوجھ یا تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی اور دوسری روایت اس کے برخلاف لکھی ہی کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی بچہ کو پیٹ میں آنحضرت صلعم سے زیادہ بھاری نہیں پایا — یہہ روایتیں اور اسی قسم کی اور سب روایتیں بالکل سند سے معرا ہیں اور خود علماے اسلام اُن کو غیر صحیح اور ناقابل قرار دیتے ہیں اور یہہ سب گرمجوش خیالات کے نتیجے ہیں جن کو سرولیم میور صاحب اسلام کی مذہبی روایتوں کی طرز پر بیان کرتے ہیں اس منشا سے کہ اسلام کی ایک بے وقعتی ظاہر کریں *

وہ روایت جس میں حضرت آمنہ سے نور کا ظاہر ہونا منقول ہی اور جو کتاب شرح السنہ میں بیان کی گئی ہی اُس طرح پر نہیں ہی جس طرح کہ سر ولیم میور صاحب نے بیان کی ہی — اس لیئے ہم اُس روایت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں —

عن العرباض ابن ساریة عن رسول اللہ صلعم انہ قال ... سا خبرکم باول امری انا دعوة ابراهیم و بشارة عیسیٰ و رویا امی التی رات حین وضعتنی و قد خرج لها نور اضاءت لها قصور الشام (رواہ فی شرح السنہ)

شرح السنہ میں عرباض ابن ساریہ سے منقول ہی کہ " رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں تمکو اپنے پہلے حال سے مطلع کروں — میں دعا ہوں ابراہیم کی اور بشارت ہوں عیسیٰ کی اور خواب ہوں اپنی ماں کا جس نے میرے پیدا ہونے کے زمانہ میں دیکھا تھا کہ اُس سے ایک نور پیدا ہوا ہی جس سے شام کے محل روشن ہوگئے "—

پس جن روایتوں میں حضرت آمنہ سے نور کا پیدا ہونا منقول ہی اگرچہ اُن کی بھی کوئی کافی سند صحت کی موجودہ نہیں ہی لیکن اگر ہم اُن کو تسلیم کرلیں اور صحیح قرار دیں تو اُن سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہی کہ حضرت آمنہ نے ایسا ایک خواب دیکھا تھا اور اس قسم کا خواب دیکھنا نہ تعجب انگیز ہی نہ خلاف قیاس ہی اور نہ برخلاف فطرت *

سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ تمام راوی آنحضرت صلعم کی تاریخ میں دوشنبہ کو ایک منہور اور معروف دن خیال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اُسی دن اُنکی زندگی کے سب سے بڑے واقعات ظہور میں آئے تھے — لیکن اس متبحر عالم نے اِس جگہہ کسیقدر

غلطي کي هی کيونکه مسلمانوں کے هاں درشفه کے دن کو کوئي مذهبي شرف حاصل نهيں هی — صرف يهه بات هی که جب علما نے اُن مشهور و معروف واقعات پر غور کيا جو آنحضرت صلعم کے زمانه ميں ظهور ميں آئے تهے تو اکثر کو دوشنبه کے دن واقع هونا پايا — اِس لیئے اُنهوں نے ايک اتفاقي مطابقت کے خيال سے آپني تصنيف ميں دوشنبه کا ذکر کيا — حالانکه بعض علما نے اِس اتفاقي مطابقت سے بهي اختلاف کيا هی — پس يهه کوئي ايسا امر نهيں هی که جس کے سبب اسلام کي طرف کسي منشا سے کوئي اشاره کيا جائے *

سر وليم ميور صاحب نے تاريخ واقدي کے چند اختراعات بيان کرنے کے ساتهه يهه لکها هی که "اِس مصنف نے بيان کيا هی که حضرت آمنه نے عبدالمطلب سے فرشته کا يهه حکم بيان کيا که اس لڑکے کا نام احمد رکهنا " — اِسکے بعد صاحب ممدوح فرماتے هيں که " حمد کے ماده سے جو نام مشتق هوتے هيں عرب ميں مروج تهے مگر احمد عرب ميں بهت کم نام هوتا تها اور آنحضرت کے سوا پانچ مختلف اشخاص اور بهي گذرے هيں جنکا نام محمد تها " *

واقدي کے حواله سے صاحب موصوف يهه بهي لکهتے هيں که " يهه نام عرب کے وه لوگ رکها کرتے تهے جنهوں نے يهود اور نصاری اور کاهنوں کي زباني سنا تها که عرب ميں ايک نبي اس نام کا عنقريب هونے والا هی اور اکثر اشخاص اپنے لڑکوں کے يهي نام رکهتے تهے اور هر شخص يهه اُميد کرتا تها که ميرا هي بيٹا نبي آخرالزماں هونے کي شرف و عزت حاصل کرے " *

مگر هم نهيں سمجهه سکتے که اگر حضرت آمنه نے عبدالمطلب سے کها هو که ايک فرشته نے مجهسے کها هی که اس لڑکے کا نام احمد رکهنا تو سروليم ميور صاحب نے اس بات پر کيوں تعجب کيا هی — اگر توريت مقدس کي يهه آيت که " الله تعالی کے فرشته نے اُس سے کها که ديکهه تو حمل سے هی اور تيرے ايک لڑکا پيدا هوگا اور اُس کا نام اسمعيل رکهنا " (کتاب پيدايش باب ١٦ ورس ١١) اور نيز يهه آيت که " الله تعالی نے کها که سارا تيري بی بی کے بيشک ايک لڑکا پيدا هوگا اور اُس کا نام اسحاق رکهنا " (کتاب پيدايش باب ١٧ ورس ١٩) اور نيز انجيل کي يهه آيت " اور اُس کے (يعني مريم کے) ايک بيٹا پيدا هوگا اور تجهکو (يعني يوسف کو) چاهيئے که اُسکا نام عيسی رکهے کيونکه وه اپني اُمت کو گناهوں سے نجات ديگا " (متی باب ١ ورس ٢١) صحيح هی اور عيسائي اُس کو تسليم کرتے هيں تو کس بنا پر وه اس بات سے انکار کرسکتے هيں که حضرت آمنه کو بهي ايک فرشته نظر آيا تها اور جو لڑکا پيدا هونے والا تها احمد اُس کا نام رکهنے کو کها تها *

اس روایت کي صداقت کا ایک نہایت تسکین بخش ثبوت وہ ہی جو ہمنے اپنے خطبہ بشارات میں بیان کیا ہی یعني عہد عتیق میں آنحضرت صلعم کي بشارت محمد کے نام سے آئي ہی اور انجیل میں احمد کے نام سے اور اس لیئے ان بشارات کے پورا کرنے کے لیئے ضرور تھا کہ حضرت آمنہ کو احمد کا نام بتا دیا جاوے کیونکہ یہہ ایک ایسا نام تھا جسکو اہل عرب کبھي نہیں یا شاذ و نادر رکھتے تھے *

مگر سروالم میور صاحب کا یہہ بیان نہایت عجیب ہی کہ "لفظ "احمد" انجیل یوحنا کے کسي قدیم عربي ترجمہ میں بجاے لفظ "تسلي دھندہ" کے براہ غلطي واقع ہوا ہوگا یا آنحضرت صلعم کے وقت میں کسي جاہل یا متعصب راہب کي جعلسازي سے بجاے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کے لفظ پیریکلیوٹوس کردیا گیا" — سروالم میور صاحب نے یہہ بات اس لیئے بیان کي ہی کہ پہلے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کا ترجمہ تسلي دھندہ ہی اور دوسرے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کا ترجمہ احمد ہی — مگر مسلمانوں نے ان یوناني لفظوں کو معرب کرکے فارقلیط بنا لیا ہی اور اس سبب سے کہ مسلمان فارقلیط کا ترجمہ احمد کرتے ہیں ثابت ہوتا ہی کہ اُنہوں نے یوناني لفظ پیریکلیوٹوس کو معرب کرکے فارقلیط کیا ہی *

سروالم میور صاحب نے جو یہہ بیان کیا ہی کہ عرب میں محمد نام کے اور لوگ بھي گذرے ہیں اس سے کچھہ فایدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماے اسلام نے کبھي یہہ نہیں کہا کہ آنحضرت سے پہلے عرب میں اس نام کا اور کوئي نہیں ہوا — بلکہ برخلاف اسکے اُنہوں نے اس قسم کي تمام روایتوں کو رد کردیا اور نہایت تدین و ایمانداري سے اس امر کے دریافت کرنے میں کامیاب کوشش کي کہ اس نام کے عرب میں اور لوگ بھي گذرے تھے اور واقدي کو بھي ہم اُن ہي لوگوں میں شمار کرتے ہیں — مگر یہہ بات کہ ان ناموں کے اور لوگ بھي آنحضرت سے پہلے درحقیقت گذرے تھے † یا یہہ کہ اس نام کا مادہ حمد ہی اور حمد کے مادہ سے اہل عرب ناموں کو مشتق کیا کرتے تھے یا یہہ بیان کہ یہہ نام اکثر والدین اپنے لڑکوں کا اس قوي اُمید پر رکھتے تھے کہ شاید ہمارے ہي لڑکے کي قسمت میں نبي موعود ہونا ہو کسي طرح عہد عتیق اور عہد جدید کي بشارتوں پر موثر نہیں ہوسکتا کیونکہ کسي لڑکے کے والدین نے اُس کے حق میں کچھہ ہی تمنا کیوں نکي ہو اور نبي موعود کا نام اُس لڑکے کے نبي ہونے کي طمع پر کیوں نہ رکھا ہو مگر نبي وہي ہوا جسکو درحقیقت

---

† حضرت عیسیٰ کے نام کي نسبت بھي ہم یہي حال پاتے ہیں — ریورنڈ صاحب کي ایف آف کرایسٹ میں لکھا ہی کہ "عیسیٰ جو اُن کا نام رکھا گیا تھا لفظ یوشع کا تبدیل کیا ہوا ہی — یہہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد کو اس نام میں احبار اور اُمت کي نجات دھندہ کا اشارہ ارفي طرف سے اُس میں لگا دیا گیا تھا" —

خدا تعالیٰ کو نبی آخرالزمان کرنا منظور تھا — ہماری اس راے کی تائید اُس وقت اور بھی ہوتی ہی جبکہ ہم اُن بڑے بڑے کاموں پر غور کرتے ہیں جو آنحضرت سے ظہور میں آئے تھے اور وہ ایسے کام ہیں جو تمام جہان کی تاریخ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور جبکہ ہم اُس روحانی سرور کو دیکھتے ہیں جو دینِ حق کا طفیل ہی جسکو آنحضرت نے اپنی حیات میں شایع کیا تھا اور آیندہ نسلوں کے لوئے بطور ورثہ کے چھوڑ گئے اور جبکہ ہم اُس صدق اور پاکبازی کی ترویج پر نظر ڈالتے ہیں جسکو آنحضرت صلعم نے رایج کیا اور جو زمانہ کی گردشوں کے بعد بھی غیر مبدل اور بے نقص رہی ہیں اور ابدالآباد تک ایسی ہی رہینگی تو ہمکو کامل یقین ہوتا ہی کہ جس محمد اور احمد کی بشارت عہد عتیق و عہد جدید میں دیگئی تھی وہ وہی تھے جو عبداللہ کے بیٹے اور آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے *

حضرت آمنہ کا اگر رویا میں فرشتوں کی صورتوں کو دیکھکر ڈر جانا اور عرب جاھلیت کے دستور کے موافق ارجے کے ٹکروں کو گلے میں لٹکانا یا بازوؤں پر بطور عمل اور تعویذ کے باندھنا اگر صحیح بھی تسلیم کیا جاوے تو کسی طرح تعجب انگیز بات نہیں ہی بلکہ اس کے برخلاف اس امر کی تائید کرتا ہی کہ حضرت آمنہ نے درحقیقت اپنے رویا میں آسمانی فرشتوں کو دیکھا تھا — ہاں اسپرنگر صاحب کی عقل اور ایمانداری پر نہایت تعجب ہی کہ وہ اس واقعہ سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت آمنہ کو ضعف دماغ اور صرع کی بیماری تھی اور حضرت سارا اور حضرت مریم نے جو فرشتوں کو دیکھا تھا اُس کو صرع کی بیماری نہیں قرار دیتے *

سررولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں کسی منشا سے اور بھی چند تعجب انگیز باتیں بیان کی ہیں کہ حضرت آمنہ کو خواب میں اطلاع ہوئی تھی کہ اس لڑکے کو قبیلہ ابو ذئیب میں سے ایک عورت دودہ پلائیگی اور حلیمہ کو بڑا تعجب ہوا جب بلا دریافت اُس کے شوہر کا نام اُس کو بتلا دیا اور جب حلیمہ آنحضرت کو لے آئی تو دفعتاً اُس کا اور اُس کی اونٹنی کا دودہ بہت زیادہ ہوگیا اور جبکہ حلیمہ آنحضرت کو لیکر چلی تو اُس کا سفید گدھا سب سے زیادہ تیزرفتار ہوگیا اور اُس کی مویشی نہایت فربہ ہوگئی اور کثرت سے دودہ دینے لگی — یہہ سب باتیں ایسی ہیں جنکی سند بجز حلیمہ کے بیان کے اَور کوئی نہیں ہی اور اسلیئے یہہ روایتیں مستند اور معتبر نہیں ہیں — لیکن اتفاقات سے ایسے امور کا واقع ہونا کچھہ ناممکن بھی نہیں ہی — مگر عیسائی عالم جو ایسی باتوں کو بطور دور از قیاس باتوں کے بیان کرتے ہیں تو بلاشبہہ ہمکو تعجب آتا ہی کیونکہ جب وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ " لابان نے اُس سے کہا کہ میں التجا کرتا ہوں کہ اگر تجھکو میرا خیال ہی تو ٹھہر جا کیونکہ مجھکو تجربہ سے ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے

تھري وجھہ سے مجھکو برکت دي ھی " (کتاب پیدایش باب ۳۰ ورس ۲۷) اور اس بات پر یقین رکھتے ھیں کہ یعقوب نے کہا کہ " میرے آنے سے پیشتر تیرے پاس بہت تھوڑا تھا اور اب وہ کثیرالتعداد ھوگیا ھی اور جیسے کہ میں آیا ھوں اللہ تعالیٰ نے تجھکو برکت دي ھی " (کتاب پیدایش باب ۳۰ ورس ۳۰) اور اسي طرح کتاب پیدایش کے باب ۳۰ ورس ۳۶ سے ۴۲ تک کے مضمون سے ثابت ھوتا ھی کہ اللہ تعالیٰ نے لابان کي مویشي کو حضرت یعقوب کي مویشي سے کمزور پیدا کیا تھا تو کیا وجھہ ھی کہ اگر حلیمہ کي مویشي میں بھي برکت ھوئي ھو تو اُسکو دور از قیاس اور تعجب انگیز طرز پر بیان کیا جائے *

سر ولیم میور صاحب واقدي کے حوالہ سے بیان کرتے ھیں کہ آنحضرت صلعم کے شق صدر اور دل کے دھونے کا واقعہ چار برس کی عمر میں واقع ھوا تھا اور ھشامي کے حوالہ سے اس بات کا استنباط کرتے ھیں کہ آنحضرت صلعم کو صرع کا عارضہ تھا — ھمنے اپنے خطبہ " حقیقۃ شق الصدر وماھیۃ المعراج " میں اس مضمون پر شرح و بسط سے بحث کي ھی اور ثابت کیا ھی کہ شق صدر آنحضرت صلعم کي شب معراج کے خواب کا ایک جزو تھا نہ یہہ کہ درحقیقت وہ جسماني طور پر واقع ھوا تھا — مگر راویوں نے اُن اسباب سے جو اکثر روایات کے بیان کرنے میں واقع ھوتے ھیں مختلف طور پر بیان کیا ھی اور اُس کے وقوع کے زمانہ میں بھي اُنھي اسباب سے اختلاف ھوگیا ھی — بعض کا قول ھی کہ عہد طفولیت میں واقع ھوا تھا — بعض کا بیان ھی کہ اُسکا وقوع ایام شباب میں ھوا تھا — اور بعض کے نزدیک شب معراج میں وقوع میں آیا تھا — ھمکو اس واقعہ کي حقیقت کا دوبارہ اس مقام پر بیان کرنا ضرور نہیں ھی بلکہ اس مقام پر ھمکو یہہ بیان کرنا منظور ھی کہ ھمارے ذي علم اور لایق مصنف سر ولیم میور صاحب نے جو ھشامي کي روایت سے (اگر وہ بالکل صحیح بھي مان لیجاوے) یہہ نتیجہ نکالا ھی کہ آنحضرت صلعم کو صرع کا عارضہ ھوگیا تھا وہ کیسا غلط اور بے اصل ھی *

سر ولیم میور صاحب فرماتے ھیں کہ ھشامي اور دیگر متاخرین بیان کرتے ھیں کہ حلیمہ کے شوھر کو گمان ھوا کہ اس لڑکے کو " عارضہ ھوگیا ھی " — جس لفظ کا ھمنے عارضہ ترجمہ کیا ھی وہ انگریزي لفظ " فٹ " ھی جو سر ولیم میور صاحب نے اپني کتاب میں استعمال کیا ھی — " فٹ " کے معني لغت میور کسی مرض کے ایسے سخت اور یکبارگي حملہ کے ھیں جس سے بدن کپکپانے لگے اور بعض اوقات غشي طاري ھوجاوے جس سے غالباً صاحب ممدوح نے صرع مراد لي ھی — مگر ھشامي میں جو لفظ واقع ھی اُس کا " فٹ " ترجمہ کرنا بالکل غلط ھی — سرولیم میور صاحب کو اُس لفظ کے صحیح پڑھنے میں بالکل غلطي ھوئي ھی جیسا کہ ھم آگے ثابت کرینگے *

ھمارے پاس سیرت ھشامي موجود ھی جو سنہ ۱۸۵۸ ع میں بمقام گانجھن زیر اھتمام

و نگراني ڈاکٹر فرڈیننڈ وستن فیلڈ کے چھپي هی - اُس کتاب سے هم وہ عبارت جو اس بحث سے متعلق هی بلفظه نقل کرتے هیں *

قالت وقال لي ابوہ يا حليمة لقد خشيت أن يكون هذا الغلام قد اصيب فالحقيه باهله *

یعني حلیمه نے کہا که اُس کے باپ (یعني آنحضرت کے دودھ باپ یعني شوهر حلیمه) نے کہا که اے حلیمه مجھکو اندیشه هی که اس لڑکے کو کچھه هوگیا هی اس لیئے اُسکو اُس کے گهر والوں کے پاس پهونچادے *

مگر جب حلیمه آنحضرت کو حضرت آمنه کے پاس لیکر آئیں تو حضرت آمنه نے اُن کو نهیں لیا اور حلیمه سے کہا که اُسکو واپس لیجاؤ — اُس وقت حضرت آمنه نے حلیمه سے کہا که کیا تجھکو یهه اندیشه هوا تها که اُسپر شیطان مسلط هوگیا هی یهه کلام بطور استفهام انکاري کے تها اور اس سے ثابت هوتا هی که حلیمه کے شوهر کو جو یهه گمان هوا تها که آنحضرت کو کچھه هوگیا هی وہ صحیح نهیں تها *

سر ولیم میور صاحب نے اپني کتاب لیف آف محمد کے صفحه ۲۱ کے حاشیه پر بجاے لفظ اصیب کے اُصیب لکها هی یعني صاد کي جگهه میم لکها هی اور اُس کے معني " فت " یعني عارضه هونے کے لکهے هیں — مگر یهه لفظ تاریخ هشامي میں همکو نهیں ملتا هی اور نه اُس کے معني عارضه هونے کے پائے جاتے هیں — هشامي میں اُصیب کا لفظ هی اور یهي صحیح معلوم هوتا هی جیسا که آگے ثابت هوگا اور چونکه ان دونوں لفظوں کي شکل میں بهت هي کم فرق هی اس سے معلوم هوتا هی که سر ولیم میور صاحب نے کسي غلط قلمي نسخه سے اُس کو نقل کیا هوگا *

تمام عیسائي مصنف سواے ایک دو کے جنهوں نے آنحضرت صلعم کي سوانح عمري لکهي هی اس بات کو بطور ایک امر واقعي کے بیان کرتے هیں که آنحضرت صلعم کو عارضه صرع لاحق هوا تها — اولاً هم متحیر تهے که یهه خیال گروشهس کے کبوتر کے قصه کي طرح عیسائیوں کے دماغوں میں کیونکر سمایا — کسي تاریخ سے نهیں پایا جاتا که کوئي ڈاکٹر آنحضرت صلعم کي جسماني حالت کا امتحان کرنے کو عرب میں گیا هو اور نه ایشیائي مصنفوں نے اس امر کي نسبت کچھه تذکره کیا هی - پهر اس خیال کی ابتدا کهاں سے هوئي اور کسنے اُس کو پهیلایا — آخر کار بهت سي تلاش کے بعد همکو متحقق هوا که یهه خیال خام عیسائیوں میں دو وجهه سے پیدا هوا - اول عیسائیوں کے توهمات مذهبي کے سبب سے اور دوسرے عربي عبارت کے زبان لیٹن میں غلط ترجمه هونے سے *

کتاب لیف آف محمد مصنفه پریڈو مطبوعه لندن سنه ۱۷۱۲ ع کے صفحه ۴۰ کے دیکهنے سے معلوم هوتا هی که اس خیال کي ابتدا وهاں سے هوئي هی اور تاریخ ابوالفدا کے بعض مقامات کے غلط ترجمه سے بهي جو ڈاکٹر پوکاک نے لیٹن زبان میں کیا هی اُس

کي بنا معلوم هوتي هی - يهه ترجمه مع اصل عبارت عربي کے پوکاک کے مسودہ سے سنه ۱۷۲۴ ع میں بمقام اکسفورڈ چهپا تها - اول هم اُس چهاپه سے اُس عبارت کو نقل کرتے هیں اور پهر اُس کي عبارت کي اور فوز اُس کے ترجمه کي متعدد غلطیاں بتاتے هیں *

اُس چهاپه میں عبارت مذکورہ اس طرح پر لکهي هی *

فَقَالَ زَوْجُ حَلِيمَةَ لَهَا قَدْ خَشِيتُ أَنَّ هٰذَا الْغُلَامَ قَدْ أُصِيبَ بِالْحَقِّيَّةِ بِأَهْلِهِ فَاحْتَمَلَتْهُ حَلِيمَةُ وَ قَدِمَتْ بِهِ إِلَى أُمِّهِ

اس عبارت کا جو لوگن میں ترجمه کیا هی اُس کا ترجمه اُردو میں اس طرح پر هوتا هی-" تب حلیمه کے شوهر نے کہا که مجهکو بهت خوف هی که اس لڑکے نے کسي اپنے ساتهي سے دماغي بیماري تو اخذ کرلیا هی- اس واسطے اُس کو حلیمه سے لیکر اُس کي ماں اُسکے پاس لیگیا - اس مترجم نے دماغي بیماري سے غالباً صرع کا عارضه یا بے هوش کرنے والي بیماري مراد لي هی *

اول تو هم یهه بیان کرتے هیں که اس کتاب سے بهي ثابت هوتا هی که سرولیم میور صاحب نے جس لفظ کو أصیب پڑها هی وه أصیب هی اور پهر هم بتاتے هیں که کتاب مذکورہ بالا کے مصلف نے جس لفظ کو بالحقیة پڑها هی وه بهي غلط پڑها هی - وه لفظ فالحقیه هی اور ترجمه میں یهه غلطي کي که جب مترجم نے دیکها که لفظ بالحقیة کے معني عبارت کے مناسب نهیں هوسکتے تو اُس کا ترجمه بالکل چهوڑ دیا اور جب لفظ أصیب پر پهونچا تو اُس کا ترجمه اخذ کیا اور جهکه عبارت میں نه کسي شي ماخوذ کا ذکر تها اور نه اُسکا ذکر تها جس سے اخذ کیا اور باحتیاط قواعد نحوي اور ربط عبارت کے اُن دونوں کا هونا ضرور تها اس لئے مترجم نے اتکل پچو لفظ باهله سے الفاظ " کسي اپنے ساتهي سے " اور الفاظ دماغي بیماري " کو یا " بهوش کرنے والي بیماري " کو بڑها دیا حالانکه وه اصل عبارت میں نهیں هیں *

اگر عبارت مذکورہ کو صحیح طور پر پڑها جاوے تو صحیح ترجمه اُس کا یوں هوتا هی- " تب حلیمه کے شوهر نے اُس سے کہا که مجهکو اندیشه هی که یهه لڑکا مبتلا هوگیا هی — پس اُس کو اُس کے لوگوں پاس پهونچادے — پس اوتها لیا اُس کو حلیمه نے اور لے آئي اُس کو اُس کي ماں کے پاس " *

اهل عرب ایسے مبهم کلمات کو ایسي بیماریوں کي نسبت استعمال کیا کرتے تهے جن کا سبب اُن کو معلوم نهیں هوتا تها اور غالباً اُن کا خیال تها که کسي مخفي قوا یا ارواح کا اثر هی اور جن بیماریوں کا سبب اُن کو نه معلوم هوتا تها اُن کو شیطان کے اثر کي طرف بهي منسوب کرتے تهے *

قدیم اهل یونان اپنے توهمات مذهبی سے صرع کی بیماری کو جو ایک عجیب وغریب قسم کی بیماری هی یقین کرتے تھے که دیوتاؤں یا خبیث ارواحوں کے اثر سے هوتی هی — اُسی بنا پر عیسائی مصنفوں نے لفظ أصیب سے بالتخصیص صرع کی بیماری سمجھه لی حالانکه ایسا سمجھنا عرب کے محاورہ کے برخلاف هی کیونکه عرب صرف صرع هی کی بیماری کو لا معلوم اثر کی طرف منسوب نهیں کرتے تھے بلکه هر ایک چیز کو جسکا سبب اُن کو نه معلوم هوتا تھا مثلاً قوا یا شیطان یا جن کے اثر کی طرف منسوب کرتے تھے - پس کوئی وجهه نهیں هی که لفظ أصیب سے صرع کا عارضه مراد لیا جاوے *

اس بیان کی تائید میں هم ایک نهایت ذی علم اور ذی فهم غیر متعصب مصنف کی راے کو نقل کرتے هیں جو کهتا هی که " یهه متواتر بیان که محمد صلعم کو عارضه صرع لاحق تھا یونانیوں کی ایک ذلیل اختراع هی جنهوں نے اُس عارضه کے لحوق کو ایک نئے مذهب کے بانی کی طرف اِس غرض سے منسوب کیا هوگا که اُن کے اخلاقی چال چلن پر ایک دهبه هو جو عیسائیوں کی طعنه زنی اور تنفر کا مستوجب هو " *

نهایت مشهور اور لایق مورخ یعنی گبن نے آنحضرت صلعم کے ان صرعی حملوں کی نسبت یهه لکها هی که " یونانیوں کا ایک نامعقول اتهام هی " — اور ایک اور مقام پر اسی مورخ نے لکها هی که " محمد صلعم کے عارضه صرع یا بیهوش کردینے والی بیماری کو تهیو فنیز زونارس اور آثر یونانیوں نے بیان کیا هی اور هالفجر اور پریدو اور مار کشی نے اپنے سخت تعصب کے سبب اُس کو نعمت غیر مترقبه سمجهکر نکل لیا هی - قران میں جو دو سورتیں هیں جن میں سے ایک کا نام مزمل اور ایک کا نام مدثر هی اُن سے صرع کی بیماری کی تاویل کرنی مشکل هی — مسلمان مفسروں کا سکوت اور صرع کی بیماری سے ناواقفیت اُن کے قطعی انکار کی نسبت زیادہ تو قاطع اور مرجح هی — اور آزادانه رسته آکلی گیگنهو اور سیل نے اختیار کیا هی " *

اب هم اِس غلط اور بے اصل اتهام پر که آنحضرت صلعم کو عارضه صرع لاحق تھا بلحاظ طب کے غور کرتے هیں چیمبرز سائیکلو پیڈیا میں لکها هی که " صرع اُس بیماری کو کهتے هیں جس میں دفعتاً بیهوشی طاری هو اور اعصاب تنفس کے تشنج اور سانس لینے کے منفذ کے بند هونے سے اعصاب اختیاری بے اختیار شدت سے بهڑکنے لگیں اور کبهی کبهی سانس بالکل بند هوجائے اس بیماری کا مریض اکثر پاگل هوجاتا هی اور بسا اوقات اُس کا حافظه جاتا رهتا هی اور اُس میں تیزی اور چستی نهیں رهتی اور ایسی مودہ دلی اُسپر چها جاتی هی جو اُسکو دنیا کے باقاعدہ کاروبار سے معذور کردیتی هی - بد هضمی بهی اکثر هوتی هی اور تمام قوائے جسمانی میں ضعف اور نا طاقتی گهرکر جاتی هی جسکی وجهه سے مصروع کے چهرہ سے دایمی نقاهت کے آثار نمایان هوتے هیں — یهه بات کچهه بعید نهیں

هی که اسی کے ساتھہ مصروع کے ذہن میں اپنی ضعف و نقاہت کا یقین بخوبی جم جاتا هی اور مشقت طلب اشغال سے نفرت هوجاتی هی بالخصوص ایسے اشغال سے جن میں اُس پر عام اندازہ سے زیادہ نظر پڑیں " *

اب هماراً یہہ کام هی که اُس امر کی تنقیح کریں که آیا یہہ سب آثار یا انمیں سے کوئی آنحضرت صلعم کی عمر کے کسی حصہ میں طفولیت سے لیکر وفات تک پائے گئے تھے یا نہیں *

کوئی مورخ مسلمان یا عیسائی یہہ نہیں بیان کرتا که مفصلہ آثار مرقومہ بالا کے ایک بھی آنحضرت صلعم میں پایا گیا تھا بلکہ برخلاف اسکے سبکے سب متفق اللفظ بیان کرتے هیں که آنحضرت صلعم اپنے بچپن اور جوانی میں نہایت تندرست اور قوی تھے — خود سر ولیم میور صاحب فرماتے هیں که " دو برس کے سن میں حلیمہ نے اُنکا دودہ چھڑایا اور اُنکے گھر لے گئیں اور اُمنہ اپنے لڑکے کی تندرست اور قوی هیئت کو دیکھکر جو آپ سے دو چند عمر والے لڑکے کی برابر معلوم هوتا تھا اسقدر خوش هوئیں که حلیمہ سے کہا که اس کو پھر صحرا تو لیجا " لڑکپن اور نوجوانی کے زمانہ میں آنحضرت مضبوط و تندرست اور قوی الجثہ تھے — وہ بہت تیز چلا کرتے تھے اور زمین پر مضبوطی سے قدم رکھتے تھے — تمام عمر بھر اُنکو بڑے بڑے خطرے اور تکلیفوں پیش آئیں اور اُن سبکو اُنھوں نے کمال صبر و استقلال کے ساتھہ برداشت کیا — اُنھوں نے خدائے واحد کی پرستش و عبادت کی تجدید ایسے طور پر کی جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں پائی جاتی اور علم الٰہیات کو ایسے پختہ اور معقول اصول پر قایم کیا جن کا همسر جہاں سے معدوم هی — اُنھوں نے قوانین تمدن و اخلاق کو ایسے کمال پر پہنچا دیا جو اُس سے پیشتر کبھی نہیں هوا تھا — انہی کی وساطت سے انسانوں کی بہبودی اور رفاہ کے واسطے وہ ملکی و مالی و دینی و دنیوی قوانین کا مجموعہ حاصل هوا جو اپنی نوع میں یکتا و بے نظیر هی — آنحضرت هی وہ هیں جنھوں نے اپنی زندگی میں تمام جزیرہ عرب کو فتح کیا اور مختلف قبیلوں کو مجتمع کرکے ایک مضبوط اور طاقت ور عظیم‌الشان قوم بنا دیا جس نے اُس زمانہ کی مہذب دنیا کے ایک جزو اعظم کو عرصہ قلیل میں مفتوح و مسخر کرلیا — کیا اس بات کا خیال کرنا قرین عقل و انصاف هی که ایسے کار هاے نمایاں ایک لاچار اور ناتوان مصروع شخص سے عمل میں آئے هونگے ؟ — ایسے کار هاے نمایاں کا عمل میں آنا بجز اُس شخص کے جس کے قواے روحانی و جسمانی کامل صحیح و سالم هوں اُور کسی شخص سے غیر ممکن معلوم هوتا هی اور اُسکی ماهیت تاثید ربانی پر دلالت کرتی هی *

سر ولیم میور صاحب فرماتے هیں که " حلیمہ پھر ایک بادل کو آنحضرت صلعم کے سر پر سایہ افگن دیکھکر متوحش هوئی اور انجام کار اُن کو اُن کی ماں کے پاس پہنچانے کے لیئے روانہ هوئی " — اس فقرہ پر صاحب موصوف یہہ رایے دیتے هیں که اگر اس روایت میں

کچھہ صدق ہو تو غالباً عارضہ سابق کے یعنی صرع کے آثار کے عود سے سوا ہوگی — تعجب ہی کہ بادل کو سایہ کرتے ہوئے تو دیکھا حلیمہ نے اور سر ولیم میور صاحب کے اُس سے آنحضرت کے عارضہ صرع کے آثار کا عود خیال کیا — اگر حلیمہ کی نسبت آثار صرع کا خیال فرماتے تو شاید زیادہ مناسب ہوتا — پھر دوسرے مقام پر صاحب موصوف بیان فرماتے ہیں کہ اُن دونوں سے جنکو حلیمہ صرع کی قسم کے حملے سمجھکر تدر گئی تھی محمد صلعم کے مزاج میں اُن مضطر حالتوں اور بیہوش کنندہ غشوں کے صریح آثار نمودار تھے جو نزول وحی کے وقت ہوتے تھے اور شاید جن کے سبب اُن کے دل میں نزول وحی کا خیال پیدا ہوگیا تھا اور اُن کے متبعین نے اُن اضطرابوں اور غشوں کو نزول وحی کا شاہد قرار دیا تھا *

سر ولیم میور صاحب نے اپنی تمام کتاب میں ایسی روایتوں کو اپنی کتاب کی بنیاد ٹھہرایا ہی جنکی صحت خود اہل اسلام کے نزدیک مشتبہ اور غیر ثابت ہی — یہہ روایت کہ آنحضرت پر بادل کا سایہ رہتا تھا محض باطل ہی — اگر ایسا اسو فی الحقیقت واقع ہوا کرتا تو آنحضرت کے اکثر صحابہ و رفقا اُس کا تذکرہ کرتے اور احادیث مستفدہ میں اُس کا ذکر ہوتا حالانکہ یہہ بات نہیں ہی — تمام معتبر حدیثوں میں اس کا کچھہ ذکر نہیں ہی بلکہ برخلاف اس کے بعض حدیثوں میں جو نماز کے بارہ میں ہیں آنحضرت صلعم کے جسم اطہر پر مثل دیگر اشخاص کے دھوپ کا پڑنا ثابت ہوتا ہی — غلط روایت کی اشاعت کے بیشمار اسباب میں سے ایک یہہ سبب بھی ہی کہ شی مرویہ کا اتفاقی وقوع ہونا لہذا یہہ امر از قبیل ممکنات ہی کہ کسی شخص نے پیغمبر صاحب کو اتفاقیہ ایک بادل کے ٹکرے کے سایہ میں دیکھا ہو اور یہہ ماجرا دوسرے شخص سے بیان کیا ہو اور دوسرے نے تیسرے سے کہا ہو اور اس طرح رفتہ رفتہ عام شہرت ہوگئی ہو اور آخرالامر عام اعتقاد ہوگیا ہو کہ بادل آنحضرت صلعم کے سر پر ہمیشہ سایہ ڈالے رہتا تھا — اس قسم کی روایتوں جن کی صحت کی کوئی سند نہیں ہی محققین علمائے اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کی ہیں *

نزول وحی کے وقت اضطرار اور غشی کی روایتوں ویسی ہی نا معتبر اور بے سند ہیں اُن روایتوں میں خود راویوں کے خیالات اور توہمات ہیں ہمنے بخوبی ثابت کردیا ہی کہ عیسائیوں کا اتہام آنحضرت کو بیماری صرع کے ہونے کا صدق سے محض مبرا ہی تاہم سر ولیم میور صاحب کی اِس رائے کو کہ آنحضرت صلعم کے صرعی غشوں نے اُن کے ذہن میں اپنی رسالت کا خیال پیدا کردیا تھا اور اُن کے متبعین کا بھی یہی اعتقاد تھا تم منصف مزاج اور غیر متعصب لوگوں کے روبرو پیش کرنا چاہتے ہیں اور پھر یہہ سوال کرتے ہیں کہ آیا یہہ بات قرین قیاس ہی کہ ایسا آدمی جس کو ہر شخص مصروع جانتا ہو اپنے صرعی غشوں کو اپنے رسول برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کرے جو اپنی قوم کو

بت پرستي کے استيصال کے واسطے بهيجا گيا هو اور تمام لوگ جو اُسکي اُس بيماري سے واقف هيں اُسکے عزيز اور اقارب اور جميع اکابر عرب اُسکي رسالت کو دل سے تسليم کرليں اور هر شخص اپنے دين ابائي سے منحرف هوکر اُس کے قول و فعل پر ايمان کامل لے آوے *

جن نا معتبر روايتوں پر عيسائيوں نے اتهام عارضه صرع آنحضرت کي نسبت قايم کيا هی وہ روايتيں زيادہ تر شق صدر کي روايتوں سے علاقه رکهتي هيں — هم نے حقيقت شق صدر کو اپنے ايک خطبه ميں بيان کيا هی اور جو غلطياں واقعات کے بيان کرنے ميں راويوں کو واقع هوئي هيں اُن سب کو دکهايا هی — پس اُن کے جاننے کے بعد عيسائيوں کا يهه اتهام سر کے بل گر پڑتا هی *

سر وليم ميور صاحب نے اپني کتاب ميں آنحضرت صلعم کا اپني والدہ کي قبر پر تشريف لےجانے کا حال لکهکر اپني والدہ کے لئے بخشش کي دعا نه مانگنے کا ذکر کيا هی اور يهه فرمايا هی کہ " يهه بات يعني اُن لوگوں کي مغفرت کي دعا مانگنے کي ممانعت کرنا جو حالت کفر ميں مرے هوں پيغمبر صاحب کے احکامات کي سختي اور شدت کي اُن لوگوں کے حق ميں جو دين سے جهالت کي حالت ميں مرے هوں ايک عجيب مثال هی " — هم اِس روايت کي صحت اور غير صحت کي بحث کو چهوڑ کر يهه کهتے هيں کہ همارے نزديک تو اُن لوگوں کے حق ميں دعاے مغفرت نه کرنے ميں جو خداے واحد پر ايمان نه رکهتے هوں اور انبياء سابقين کے دين کو بهي نه مانتے هوں بلکه محض بے ايماني کي حالت ميں مرگئے هوں کسي طرح کي سختي اور شدت نهيں هی بلکه زندہ آدميوں کو بت پرستي کے چهوڑنے اور الله تعالےٰ کي وحدانيت کے اقرار کي ترغيب ديني کے لئے ايک نهايت کارآمد اور عمدہ ذريعه هی — پس جو شخص کہ ايسا کرے اُس پر سختي کا الزام نهيں هوسکتا مگر هم يهه ديکهنا چاهتے هيں کہ اگر مذکورہ بالا امر کے سبب آنحضرت صلعم کے احکامات پر سختي اور شدت کا الزام لگايا گيا هی تو رحيم عيسائي مذهب ميں اُن لوگوں کے واسطے جو گو الله تعالےٰ کو مانتے هوں مگر حضرت عيسےٰ کے ابن الله هونے سے انکار کرتے هوں کونسا نرم فياضانه اور ترحم آميز سلوک کيا گيا هی — مگر افسوس هی کہ همارى يهه اُميد پوري نهيں هوئي — هماري مخالف توقع رحيم مذهب عيسائي ميں غير معتقدين کے لئے اِس سے بهي زيادہ سخت احکام معلوم هوئے — اُسکا ايک نمونه يهه هی کہ ايتهوليکوں خطبه جو انگلستان کے تمام پروٹسٹنٹ گرجاؤں ميں هر روز هاے معين پڑها جاتا هی اور تمام اهل کليسا کي منظوري سے منظور هوا هی اُن سب عقايد کے بيان کرنے کے بعد جن کا ماننا هر شخص پر خواه نخواه فرض هی بالتصريح يهه لکها گيا هی کہ " يهه عيسوي عقيدہ هی جس پر بدون اعتقاد رکهنے کے کوئي آدمي نجات نهيں پاسکتا " — پس جب کہ رحيم مذهب عيسوي کے بموجب ايسا شخص نجات کا مستحق نهيں هی اور

اِس لیئے کسي کي دعاے مغفرت بھي اُس کے حق میں مفید نہیں ھی تو عیسوي مذھب کو اِس باب میں مذھب اسلام پر کیا فوقیت ھی ؟ *

سر ولیم میور صاحب اپني کتاب میور کسي منشا سے اِس روایت کو بیان کرتے ھیں کہ جب آنحضرت صلعم کھانے پر موجود نہوتے تھے تو تمام خاندان اپنے کفایت شعار کھانے سے بھوکا اُٹھتا تھا لیکن جب پیغمبر صاحب بھي کھانے میں شریک ھوتے تھے تو سب کا پیٹ بھرجاتا تھا اور یہہ فرماتے ھیں کہ اِس سے عروج پذیر نبي کي بڑائي مظنون ھوتي تھي مگر اھل اسلام تو ایسي روایتوں کو معتبر نہیں سمجھتے اور نہ اُن کے معتبر ھونے کي کوئي کافي سند موجود رکھتے ھیں لیکن ھمکو تعجب آتا ھی جب کہ عیسائي ایسي روایتوں کو کسي اشارہ آمیز ارادہ سے نقل کرتے ھیں کیونکہ اُن کو ایسے واقعہ کے امکان پر اعتقاد نہ رکھنے کي کوئي وجہہ نہیں ھی جب کہ وہ متی کے باب ۲۴ ورس ۱۹ و ۲۰ کے اس بیان پر اعتقاد رکھتے ھیں کہ " اُسنے (یعني حضرت مسیح نے) جماعت کو (جنکي تعداد پانچ ھزار تھي) گھاس پر بیٹھنے کا حکم دیا اور پانچوں روٹیاں اور دونوں مچھلیاں لیکر اور آسمان کي جانب نظر اوٹھاکر دعا کي اور اُنکو توڑا اور روٹیاں اپنے حواریوں کو دیں اور حواریوں نے جماعت کو تقسیم کیں اور اُن سب نے پیٹ بھر کر کھائیں اور بچے ھوئے ٹکڑوں کو جنسے بارہ ٹوکرے بھرگئے اوٹھا لیا *

اس کے بعد سرولیم میور صاحب ایک آور روایت لکھتے ھیں کہ جب محمد صلعم ملک شام کو گئے تو بحیرہ راھب نے آنحضرت صلعم کو تمام جماعت میں سے اس نشان سے پہچان لیا تھا کہ اُنکے سرپر ایک بادل سایہ ڈالے ھوئے چلتا تھا اور درختوں کي شاخیں اُنکي دھوپ روکنے کے واسطے جھک جاتي تھیں اور بحیرہ نے محمد صلعم سے سوالات کیئے اور بتلاش مہر نبوت اُنکے جسم کا معاینہ کیا *

جس اشارہ سے کہ سر ولیم میور صاحب نے اس روایت کو لکھا ھی اُس کي نسبت ھم بیان کرتے ھیں کہ اگر یہہ یقین کیا جاے کہ آنحضرت صلعم فی الواقع اپنے چچا ابوطالب کے ھمراہ ملک شام کو بغرض تجارت گئے تھے تو یہہ بات ھرگز قابل تعجب کے نہیں ھی کہ بحیرہ نے ایسا خیال کیا ھو کیونکہ اُس وقت بہت اور غالبا ھي ایک مسلمہ اور ایک فارقلیط کے منتظر تھے — مگر افسوس ھی کہ محققین علماے اسلام اس روایت کو معتبر روایتوں میں نہیں سمجھتے — وہ روایت جس میں بحیرہ کا حال اور آنحضرت صلعم کا ابوطالب کے ساتھہ شام کے سفر میں جانے کا ذکر ھی اُس میں یہہ بیان بھي ھی کہ ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو بمعیت و نگراني حضرت ابوبکر اور بلال کے شام سے واپس بھیجدیا تھا — بخاري اور مسلم میں جو سب سے زیادہ معتبر حدیث کي کتابیں ھیں یہہ روایت مذکور نہیں ھی مگر ترمذي اور دیگر کم محتاط محدثوں نے بشوق تمام اس

روایت کو اپنی کتابوں میں لکھا ہی — منجملہ اُن بہت سی وجہوں کے جنسے اس روایت کی نامعتبری کا کافی ثبوت ملتا ہی ہماری راے میں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کے قول کا جسکو خود سر ولیم میور صاحب نے بیان کیا ہی اور جس سے اس روایت کی نامعتبری بخوبی ثابت ہوتی ہی اس جگہہ بجنسہٖ نقل کرنا کافی ہوگا اور وہ یہہ ہی کہ ترمذی کی یہہ روایت کہ ابوطالب نے محمد صلعم کو ابوبکر اور بلال کے ہمراہ شام سے واپس بھیجا تھا اسلیئے لغو اور مہمل معلوم ہوتی ہی کہ ابوبکر محمد صلعم سے دو سال چھوٹے تھے اور بلال اُس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے *

آنحضرت صلعم کے سفر شام کا حال ابوطالب کے ہمراہ بیان کرنے کے بعد جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر بارہ برس کی تھی اور جس کی نسبت ہمنے ابھی بیان کیا کہ وہ صحیح نہیں ہی سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ "زمانہ سابق کے مشہدم اور اجڑے ہوئے مقاموں نے جنکو خیالی قصوں اور عجیب و غریب بیانوں اور دل انگیز روایتوں نے اور بھی پر اثر کردیا تھا اور گوجاؤں کو صلیبوں اور مورتوں اور دیفی علامتوں سے آراستہ کرنے اور گھنٹوں کے بجنے کی قومی رسموں نے محمد صلعم کے خوض کنندہ دل و دماغ پر ایک گہرا نقش اور پایدار اثر کردیا تھا *

ہم نہایت ادب سے سر ولیم میور صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا ایک مصروع شخص کا دل و دماغ ایسا اثر قبول کرسکتا ہی ؟ اور کیا ایک مصروع شخص خوض کنندہ دل و دماغ رکھتا ہی ؟ اگرچہ یہہ بیان سرولیم میور صاحب کا نہایت دلچسپ ہی مگر افسوس ہی کہ ہم اُس بیان سے اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ اسی لڑکے نے جسکا دماغ صلیبوں اور مورتوں اور علامات دین عیسوی کو دیکھکر اس قدر اثر پذیر ہوا تھا بعد کو انہی چیزوں سے مخالفت اختیار کی صلیب کو توڑا مورتوں کو پھوڑا اُنکی پرستش سے منع کیا اور یہہ بتایا کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہی تثلیث کے عقیدہ کو جھٹلایا خدا کو وحدہ لاشریک بتلایا اور اُسی کی عبادت کا وعظ کیا اور تمام دنیا میں اُسی کو رواج دیا *

لیکن اس بات کو تسلیم کرکے کہ مذکورہ بالا چیزوں نے اس لڑکے کے دل پر درحقیقت اثر پیدا کیا تھا ایک اور خیال خود بخود دل میں آتا ہی اور وہ یہہ ہی کہ ایسا لڑکا جس کے ابتدائی چار برس ایک صحرا میں کٹے تھے اور پھر آٹھہ برس تک مشرک اور بت پرست لوگوں میں گھرا رہا صرف بارہ برس کی عمر میں ایک ایسا دل رکھتا تھا کہ ہر چیز سے جو اُسکی نظر سے گذرتی تھی پرانی مشہدم عمارتوں کے آثار سے گرجاؤں اور صلیبوں اور مورتوں اور آثار علامات دین عیسوی کے دیکھنے سے ایک گہرا اثر قبول کرنے کے قابل تھا اور اس قدر عقل و فہم و ذکا سے آراستہ تھا کہ ان چیزوں سے اُن کے برخلاف ایسے کامل نتایج اور معبود غیر ظاہر اور بقاے روح انسانی کے بارہ میں ایسے ایسے عالی خیالات مستنبط

ارسکا وہ لڑکا بلاشبہ صادر زاں پیغمبر برحق تھا جسکی فطرت خود اُسکی معام تھی اور وہ بھی تھا جسکی نسبت خود حضرت عیسیٰ نے یہہ کہکر بشارت دی تھی کہ " سچ تو یہہ ہی کہ میرا چلا جانا تمہارے لیئے ضرور ہی کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط یعنی احمد مصطفیٰ تمہارے پاس نہیں آویگا اور اگر میں چلا جاؤنگا تو اُس کو تمہارے پاس بھیجدونگا "

خاتمہ

الحمد للہ کہ کتاب خطبات اُردو زبان میں مرتب ہوکر چھپ گئی انگریزی پڑھنے والے جب اس اُردو کتاب کو انگریزی کتاب سے جو سنہ ۱۸۷۰ع میں چھپی ہی مقابلہ کرکے پڑھیں تو علاوہ اس اختلاف کے جو انگریزی زبان کی طرز تحریر اور اُردو زبان کی طرز تحریر میں ہی اس اُردو زبان کی کتاب کے ہوا ہے مضمون کو زیادہ تر وسیع پاوینگے سبب اسکا یہہ ہی کہ انگریزی کتاب درحقیقت بطور خلاصہ اُن مضامین جنکی یادداشت اول اُردو زبان میں لکھی گئی تھی بغرض تسہیل ترجمہ انگریزی مرتب کی گئی تھی اور اس اُردو کتاب کو ہم نے اپنی اُردو یادداشتوں سے مرتب کیا ہی اور اس میں مضامین کو اُسی وسعت سے لکھا ہی جس وسعت سے کہ یادداشتوں میں تھی *

والسلام علیٰ من تبع الہدیٰ